عمدۃ المقامات

مع

عمدۃ الجوابات

جلد دوم

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

ترجمہ: اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا

گوئے توفیق و سعادت در میان افگندہ اند　　کس بہ میدان در نمی آید سواران را چہ شد

ترجمہ: توفیق وسعادت کا گیند درمیان میں پڑا ہے، کوئی بھی میدان میں نہیں آتا سواروں کو کیا ہوا ہے

خوشتر آن باشد کہ سرّ دلبران　　گفتہ آید در حدیث دیگران

ترجمہ: یہ بڑا اچھا طریقہ ہے کہ دوستوں کا راز، دوسروں کی بات میں ڈال کر بیان کر دیا جائے

عُمدۃ المقامات

مع

عُمدۃ الجوابات

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ سیفیہ پر کیے گئے

اعتراضات کے جوابات

جلد دوم

زیر سرپرستی

حضرت اقدس سلطان العارفین پیر طریقت رہبر شریعت ... نقشبندی مجددی مدظلہ العالی

ناشر

تبلیغ صوفیاء دعوت الی الخیر

از

مجلس شوریٰ مجدّد الف ثانی ٹرسٹ

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں:

نام کتاب	:	عمدۃ المقامات مع عمدۃ الجوابات
از	:	مجلس شوریٰ مجدّد الف ثانی ٹرسٹ
جلد	:	دوم
اشاعت بارِ اوّل	:	جون 2015ء
تعداد	:	1100
صفحات	:	704
ناشر	:	تبلیغ صوفیاء دعوت الی الخیر
باہتمام	:	مجدد الف ثانی ویلفیئر

297-4
467
140216
جلد ۲

قارئین کرام متوجہ ہوں

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط ہو، پھر بھی اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں ازالہ کیا جاسکے۔ نشاندہی کے لیے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے (ادارہ)

کتاب ملنے کا پتہ:

مرکزی خانقاہ شریف

اورنگی ٹاؤن سیکٹر 4F مومن آباد روڈ مجاہد کالونی نزد فٹبال گراؤنڈ کراچی 41

021-36740009,0300-2230155,0333-2331084,0322-3852618

اجمالی فہرست

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ نمبر
*	ابتدائیہ	۱
*	باب نمبر ۱	۳۷
	اعتراض: دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔	
*	باب نمبر ۲	۴۱
	امت کا اختلاف اور اس کا حل:	
*	باب نمبر ۳	۵۸
	اگر کوئی تم سے بات کرے تو تحقیق کرو، قرآن کا فیصلہ:	
*	باب نمبر ۴	۶۰
	احوالِ مشائخ کے بارے میں تین گروہ	
*	باب نمبر ۵	۸۰
	مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے کا اعتراض	
*	باب نمبر ۶	۱۰۶
	ہر ولی اللہ کا دشمن ہونا لازم ہے۔	
*	باب نمبر ۷	۱۱۸
	انبیاء ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم اور اولیاء (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) پر آزمائش۔	

✲	باب نمبر ۸	۱۷۶
	مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے کا ایک نیک مشورہ، فتنۃ الشدیدۃ کے آخر پر	
✲	باب نمبر ۹	۱۸۰
	شرعی بورڈ جماعت اہل سنت پاکستان	
✲	باب نمبر ۱۰	۱۹۷
	کچھ خطرناک باتیں غیرت کرو	
✲	باب نمبر ۱۱	۲۱۰
	بطورِ اعتراض مفتی مسلک اعلیٰ حضرت محمد بشیر القادری کراچی والے کا دعویٰ	
✲	باب نمبر ۱۲	۲۱۱
	قیوم جہاں کفر است	
✲	باب نمبر ۱۳	۲۶۷
	غیر متناہی کی تحقیق	
✲	باب نمبر ۱۴	۲۹۵
	اشارہ کے بیان میں اعتراض، مولانا ابوداؤد صادق نے لکھا	
✲	باب نمبر ۱۵	۳۱۸
	پیر محمد چشتی کا اعتراض سوال، ۲، تقلید کے بارے میں	
✲	باب نمبر ۱۶	۳۶۴
	حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کو بعض دوستوں کا مشورہ، کچھ نرمی کرو	
✲	باب نمبر ۱۷	۳۷۵
	بطورِ اعتراض، خالی کتاب پڑھنے سے علامہ پیر محمد چشتی کا دعویٰ:	
✲	باب نمبر ۱۸	۳۸۱
	مولانا مفتی اعظم پیر محمد چشتی، چترالی، بطورِ اعتراض اصول تکفیر میں لکھتے ہیں	

٭	باب نمبر ۱۹	۳۹۵
	بطورِ اعتراض پیر محمد چشتی کا سوال	
٭	باب نمبر ۲۰	۵۱۹
	شیون	
٭	باب نمبر ۲۱	۵۸۲
	خداوند کریم کی نعمت کا اظہار کرنا	
٭	**تفصیلی فہرست**	۶۶۵

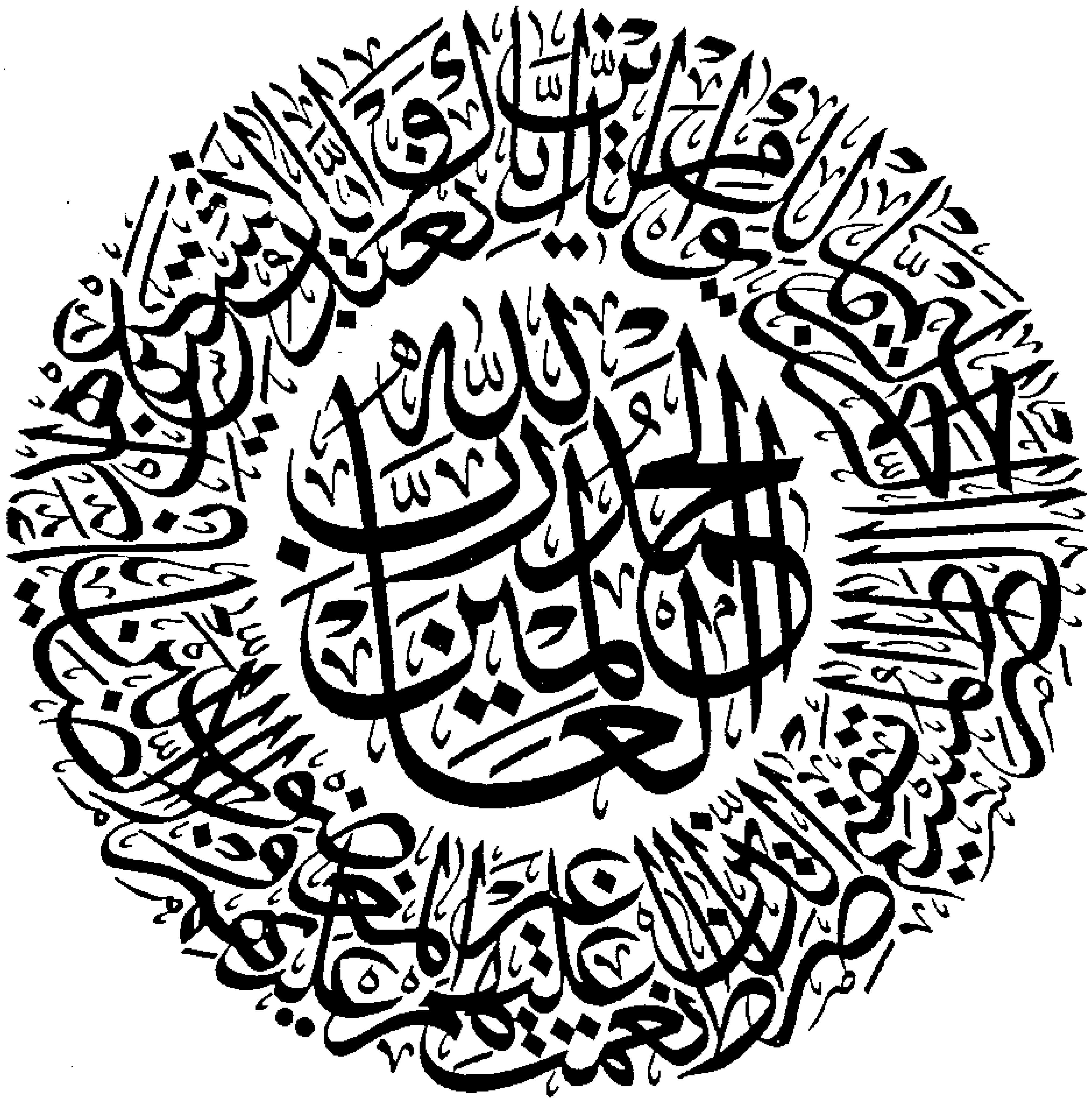

سورة الفاتحة

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ الْحَقَّ غَالِبًا وَالْبَاطِلَ زَھُوْقًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ بُعِثَ بِالْحَقِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَوْلِیَآءِ اُمَّتِہٖ وَعُلَمَآءِ اَھْلِ سُنَّتِہٖ ۔ اَمَّا بَعْدُ!

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے حق کو غالب آنے والا اور باطل کو مٹنے والا بنایا اور درود وسلام اس ذات پر جس کو حق کے ساتھ بھیجا گیا اور آپ ﷺ کی آل رضی اللہ عنہم اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور آپ ﷺ کی ازواج رضی اللہ عنہن اور آپ ﷺ کی اہل بیت رضی اللہ عنہم اور آپ ﷺ کی امت کے اولیاء وعلماء اہل سنت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) پر درود وسلام ہو۔

(۱) ایک دن سید وحید حسین شاہ بن سلطان شاہ مشہدی مفتی تاج الدین نعیمی کے پاس دارالعلوم چشتیہ نعیمیہ گئے تھے، دورانِ گفتگو مفتی تاج الدین نعیمی نے کہا کہ آپ لوگ کیوں ایک دوسرے کے خلاف کتابیں لکھتے ہو اور ایک دوسرے (پیر بھائیوں سے) لڑتے ہو، ان کے خلاف لکھو جو تمہارے پیر یا پیروں کے خلاف لکھتے ہیں، بہت سے لوگوں نے ان کے خلاف لکھا ہے، اس کا جواب دو!

(۲) مولوی محمد الیاس سیفی صاحب جو فتح جنگ کے قریب ایک گاؤں میں امام مسجد اور حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کا خلیفہ ہے، مولوی الیاس سیفی صاحب نے ایک خواب دیکھا کہ ایک محفل ذکر ہو رہی ہے اور بہت سے لوگ وہاں موجود ہیں، اور حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کے ہاتھ میں ایک رسالہ (فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ) ہے اور حضرت مبارک علیہ الرحمۃ فرما رہے ہیں کہ اس رسالہ کا جواب لکھنے والا کوئی ہے؟ مولوی محمد الیاس سیفی صاحب نے جواب دیا ہمارے علاقے میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے جو اس کا جواب لکھ سکے۔

مولوی محمد الیاس سیفی صاحب مولوی ضیاء اللہ سیفی کے ایک خلیفہ کے پاس پہنچا اور خواب بیان کیا، خواب کے بعد کہا کہ مولوی ضیاء اللہ سیفی کو جواب لکھنے کا کہو، مولوی ضیاء اللہ سیفی کا خلیفہ، مولوی ضیاء اللہ سیفی کے پاس گیا اور اپنے پیر سے عرض کی تو انہوں نے کہا یہ لوگ بریلویوں کے ساتھ مل گئے ہیں لہٰذا اس کا جواب ہم نہیں دیں گے، وہ خود ہی اس کا جواب دیں گے (سبحان اللہ! شیخ احمد ثانی کا کیا کردار ہے کہ حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کے وصال فرمانے کے بعد جواب سے بھی انکار کر دیا)

(۳) اب ذرا مخدوم زادہ سجادہ نشینِ حاضر وقت علامہ مولانا محمد سعید حیدری صاحب کو سنئے:

صاحبزادہ محمد سعید حیدری صاحب (موجودہ سجادہ نشین) نے مفتی عابد حسین رضوی سیفی اور مولانا سید ایاز علی شاہ پشاوری اور دیگر علماء کو منع کیا کہ اختلاف کے بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے اب کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

(۴) اور خلیفہ خاص مفتی احمد علی شاہ آف کراچی کے بیٹے نے اس کا اقرار کیا، ثبوت موجود ہے، عبارت دیکھو!

جو کچھ دن سکون اور اطمینان سے گزرے تھے جن میں سلسلہ عالیہ سیفیہ کے علماء اور مشائخ کے مابین بظاہر کوئی اختلاف سامنے نہیں آیا تھا اب جب دوبارہ یہ حالت سنی تو دل پارا پارا ہو گیا۔ (اظہار الحق فی خرافات صوفی نثار الحق جواب اختلاف، ص، ۳)

(۵) اب بورڈ کے فیصلہ والوں نے کیا لکھا اور کیا فیصلہ کیا ہے، ذرا پڑھیے:

نوٹ: مقدمہ کی سماعت کے دوران صاحبزادہ محمد سعید حیدری کے مترجم مولوی امین اللہ نے اعتراف کیا کہ عمامہ کے بارے میں ہدایت السالکین میں سارا مضمون میرا ہے پیر صاحب کا نہیں ہے اس سلسلہ میں نہایت افسوسناک بات یہ ہے کہ عمامہ کے سنت مؤکدہ ہونے پر ہدایت السالکین میں جو دلائل پیش کیے گئے ہیں ان کے نہایت ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ کتاب **مواهب لدنیہ** (مصنفہ شیخ ابراہیم بیجوری) کی عبارت: **العذبة سنة مؤكدة محفوظة لم يتركها العلماء**۔ میں بدترین خیانت کر کے ہدایت السالکین کے صفحہ نمبر ۱۴۳ پر **العذبة سنة مؤكدة** کی جگہ **العمامة سنة مؤكدة** لکھ دیا ہے اور اس طرح دیانت علمی کا جنازہ نکال دیا ہے۔ (وہ علماء، مفتیان جو اس فیصلے میں موجود تھے)

(۱) حضرت علامہ مفتی غلام علی اوکاڑوی اور حضرت علامہ مفتی سید حسین الدین شاہ صاحب، حضرت علامہ مفتی سید ریاض حسین شاہ صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد اشرف القادری صاحب، امیر سرحد حضرت علامہ مفتی فضل سبحان صاحب قادری، حضرت علامہ مفتی صاحبزادہ نور الحق قادری صاحب، حضرت علامہ مفتی حافظ محمد اسحاق ظفر (دامت برکاتہم العالیہ) اللہ ان کی عمر دراز کرے۔

نوٹ: مذکورہ بالا اعتراض کا جواب عمامہ کے مسئلہ میں دے دیا گیا ہے وہاں دیکھیں!

(۷) مولانا ابوداؤد صادق قادری رضوی نے لکھا:

جانشین حکیم الامت مفسر قرآن مفتی احمد یار خان گجراتی: (پیر سیف الرحمٰن) ہدایۃ السالکین میں ایسی کچی باتیں لکھ گئے ہیں جن سے پیر مذکور کی علمی اور عقلی کیفیت کمزور نظر آتی ہے مجھ کو تو ان کی مذکورہ کتاب میں صرف نادانیاں ہی نظر آئیں اس کتاب کو پڑھ کر کوئی شخص پیر مذکور کے مسلک اور مذہب کا حتمی یقینی پتہ نہیں لگا سکتا اس قسم کے لوگوں کے ایسے رویے سے سوائے دنیا پرستی اور چندہ گیری کے اور کیا ہو سکتا ہے یہ ابن الوقتی جلدی ختم ہو جاتی ہے اسی وجہ سے پیر مذکور کہیں تو اعلیٰ حضرت سے بیگانگی کا اظہار کرتے ہیں اور کہیں اعلیٰ حضرت بھی لکھ رہے ہیں مزید کم عقلی پر حیرانی ہے کہ لفظ بریلوی میں ان کو چار جھوٹ نظر آتے ہیں جبکہ خواہ کوئی اپنے آپ کو بریلوی کہے یا نہ کہے مگر عند اللہ وعند الناس یہ نشان ہر دو طرف قائم ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ قائم رہیں گے۔ (مفتی اقتدار احمد خان گجرات)

(خطرہ کا سائرن، ص، ۸۵)

(۸) جماعت اہلسنت کے فیصلے کے بعد کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ دوبارہ قلم اٹھائے مگر، جناب پیر محمد چشتی نے (۲۰۱۰ء) میں، کتاب، اصول تکفیر، لکھی اور مسلک اعلیٰ حضرت کے پاسبان، مولانا محمد ابوداؤد صادق نے ۲۰۱۰ء میں، خطرہ کا سائرن، کی اشاعت کی حضرت اقدس (صوفی نثار الحق سیفی) کیساتھ قاری حافظ عطاء محمد چشتی مولانا محمد بشیر القادری کی سبحانی مسجد اورنگی ٹاؤن میں گئے اور مولانا محمد بشیر القادری سے کہا کہ بورڈ کے فیصلے کے بعد اشتہار وغیرہ کو ختم نہیں کیا تو قادری صاحب نے کہا جس نے اشاعت کی بہت اچھا کیا، میں نے نہیں چھاپا، خوشی کا اظہار کیا، آج بھی دعوت اسلامی والے اس کتاب "الفتنة شديدة" کو لیکر لوگوں کے سامنے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے عقائد خراب ہیں اور طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ پیر محمد چشتی و مولانا ابوداؤد صاحب اور مولانا بشیر القادری کراچی والے نے خود ہی اپنے علماء، ہم مسلک کے فیصلے کو رد کیا، اور اس کی خلاف ورزی کی۔ (اللہ کی امان)۔

اب ہم اپنے اکابرین (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

کس کا چراغ جلتا ہے

حضرت علامہ صلاح بن مبارک بخاری، علیہ الرحمہ متوفی، ۷۹۳ھ، لکھتے ہیں:

نقل کردند خواجه علاء الحق والدین طابت تربته که اول ظهوری که خدمت مولانا حمید الدین رحمة الله علیه از خواجهٔ ما قدس الله روحه مشاهده کردند وسبب محبت ایشان شد آن بود که چون طریقهٔ پسندیدهٔ ایشان بر همه لایح شده بود، بسیاری از دانشمندان را به صحبت ایشان میل شد، خاصه خدمت مولانا حسام الدین خواجه یوسف را که به خواجه پیوستند ومحب ایشان شد وبه واسطهٔ مطالعهٔ احوالی که ایشان از خواجه کردند، ترک مدرسه وترک تدریس در مدرسه کردند واموال اوقاف را که در مدت ملازمت مدرسه گرفته بودند حساب کردند مقدار دوازده هزار دینار شد، در صدد آن شدند که آنها را بدهند وبسیاری از دانشمندان موافقت ایشان نمودند وملازمت صحبت شریف خواجه می کردند۔

ترجمہ: حضرت خواجہ علاء الحق والدین بخاری المعروف خواجہ عطار علیہ الرحمہ تابت تربتہ نے نقل فرمایا ہے کہ مولانا حمید الدین علیہ الرحمہ نے حضرت خواجہ خواجگان پیران پیرروشن ضمیر سید محمد بہاء الدین نقشبند بخاری، رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جو سب ظہور مشاہدہ کیا اور جو آپ کی محبت کا سبب بن گیا وہ یہ تھا، چونکہ آپ کا طریقہ پسندیدہ سب لوگوں پر واضح ہو چکا تھا۔ اس لیے بہت سے دانشمندوں کو آپ کی صحبت مبارکہ کی طرف میلان ہو گیا۔ بالخصوص مولانا حسام الدین خواجہ محمد یوسف بھی حضرت خواجہ خواجگان پیران پیرروشن ضمیر سید محمد بہاء الدین نقشبند بخاری رضی اللہ عنہ سے پیوستہ ہو گئے اور ان کے محب صادق بن گئے۔ اور انہوں نے آپ کے احوال کے مطالعے کی وجہ سے مدرسہ اور تدریس کو ترک کر دیا اور مدت ملازمت کے دوران جو ''احوال اوقاف'' حاصل کیے ان کا حساب کیا تو وہ بارہ ہزار دینار ہوئے تو انہیں بھی واپس کر دیا۔ بہت سے دانش مندوں نے بھی ان کی موافقت کی اور وہ بھی حضرت خواجہ خواجگان پیران پیرروشن ضمیر سید محمد بہاء الدین نقشبند بخاری رضی اللہ عنہ، کی صحبت شریف کی ملازمت کرنے لگے۔

وبعضی اکابر وعلماء بخارا این معنی را انکار می کردند ومی گفتند: نزدیک آمده است که مدارس مهجور گردد ورونق وابهت علم نماند وبعضی می گفتند: خدمت مولانا حسام الدین خواجه یوسف، دانشمند صاحب کمالند، هر آینه متابعت ایشان بی سری نباشد۔ آخر روزی در حضرت خواجه بودم که مولانا خرد ظهیری که از کبار تلامذهٔ مولانا حمید الدین بود، به خدمت خواجه آمد وگفت که مولانا فرمودند که بامداد می خواهیم که صحبت درویشانه داریم۔ خواجه قبول کردند وگفتند: درین طلب سری هست، بامداد پگاه بخدمت مولانا متوجه شدند۔ چون ملاقات شد، مولانا از سبب تشریف حضور سوال کردند، خواجه قصهٔ طلب را باز نمودند۔ مولانا فرمودند: امثال این سخنان وظیفهٔ من نیست، من نفرموده ام طریقه شما همه را معلوم شده است که بر نهج استقامت است۔ کسی را بر شما اعتراضی نیست۔ خواجه فرمودند: ما طالب حقیّم مهم ومقصود ما آن است که سلوک ما بر جادهٔ مصطفویه ومتابعت سنت باشد وحق از باطل متمیز گردد وخدمت شما مقتدای عصرید حکم کتاب از شما می باید گرفت واخبار رسول ﷺ وآثار صحابه رضوان الله

علیهم، اجمعین از شما معلوم می باید کرد، البته ما طریقۂ خود را بر شما عرض می کنی، اگر موافق سنت باشد، مواظبت نماییم و اگر مخالف باشد، از آن رجوع کنیم۔ چون مولانا کمال جد حضرت خواجه را در باب تمییز حق از باطل معلوم کردند، به استدعاء حضرت، خواجه مولانا عقد مجلس کردند و از علما و فقراء بخارا جمع کثیر حاضر شدند و مولانا خرد و جمعی از طلبه علم جرأت می نمودند که این چه طریقۂ درویشی باشد که بعضی مدارس بی رونق شده است و ابهت و عظمت علم نمانده است و اگر چند وقت برین بگذرد، طلبۂ علم از افاده و استفاده خواهند باز ماند و درین مجموع که آن جمع گفتند، حضرت خواجه خاموش بودند و چون به نسبت، روش خواجه و درویشان ایشان آن جمع هیچ محل اعتراض نیافتند، سخنان بیرون از جاده بسیار گفتند، مولانا در غضب شدند، و مولانا خرد را و متابعان او را منع بلیغ کردند و فرمودند: این سخنان شما از طریق صواب بیرون است۔ بعده خواجه توجه به مولانا، کردند، و فرمودند: حق تعالیٰ و تقدس به عنایت بی علت درد دین را در باطن ما پیدا کرده است، در محلی که ما را چیزی مشکل می، شود به موجب (فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون) (النحل: ۴۳) حق تعالیٰ گفته است: چیزی را که ندانید از اهل دانش پرسید۔ ما نیز عمل می کنیم و رجوع به علما می نماییم و از یشان سوال می کنیم و به عمل می آریم، ازین جهت ملازمت صحبت ایشان می نماییم۔ این طریقه صواب هست یا نی؟ ما را اعلام نمایید۔

بخارا کے بعض اکابر اور علما اس معنیٰ کا انکار کرتے اور کہتے تھے، وہ وقت قریب ہے کہ مدارس ویران ہو جائیں گے اور علم کی رونقیں اور ترقی ختم ہو جائیں گی۔ جبکہ بعض کہتے تھے کہ مولانا حسام الدین خواجہ یوسف ایک دانشمند اور صاحب کمال آدمی ہیں۔ ان کی متابعت کرنا بہرحال راز سے خالی نہیں۔ آخر ایک روز حضرت خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر سید محمد بہاء الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے کہ مولانا حمید الدین کا ایک بڑا شاگرد مولانا خرد ظہیری آپ کی خدمت میں آیا اور بولا مولانا حمید الدین نے فرمایا ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ صبح سویرے درویشوں کی صحبت اختیار کریں، حضرت خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر سید محمد بہاء الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ، نے قبول کیا اور فرمایا ''اس طلب میں ایک راز ہے'' آپ صبح سویرے مولانا کے پاس چلے گئے، جب ملاقات ہوئی تو مولانا نے آپ کی تشریف آوری کا سبب پوچھا، حضرت خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر سید محمد بہاء الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے طلب کرنے کا واقعہ بیان کر دیا، مولانا نے فرمایا ''اس طرح کی باتیں تو میرا وظیفہ نہیں ہیں میں نے تو کچھ نہیں کہا (کیونکہ) آپ کا طریقہ تو سب کو معلوم ہو چکا ہے کہ استقامت کی نہج پر (گامزن) ہے، کسی کو آپ پر کوئی اعتراض نہیں ہے؟'' حضرت خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر سید محمد بہاء الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''ہم طالب حق ہیں، ہماری مہم اور مقصود یہی ہے کہ ہمارا سلوک ''جادہ مصطفویہ'' اور ''متابعت سنت'' پر قائم رہے اور حق باطل سے ممیز ہو جائے (ہمیں) آپ جیسے مقتدائے عصر سے کتاب کا حکم حاصل کرنا چاہیے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخبار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار معلوم کرنے چاہیں۔ البتہ ہم اپنا طریقہ آپ کے سامنے عرض کرتے ہیں، اگر موافق سنت ہو تو ہم مواظبت کریں اور مخالفت ہو تو ہم اس سے رجوع کر لیں۔ جب مولانا نے باطل سے حق کی تمیز کرنے میں حضرت خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر سید محمد بہاء الدین نقشبند بخاری، رحمۃ اللہ علیہ کی کوشش کا کمال معلوم کیا تو آپ کی استدعا پہ انہوں نے ایک مجلس منعقد کی جس میں بخارا کے علما و فقراء کی کثیر تعداد حاضر ہوئی۔ (مجلس میں) مولانا خرد اور طالب علموں کی ایک جماعت جرات کرنے لگی کہ یہ کونسا طریقہ درویشی ہے کہ بعض مدارس بے رونق ہو چکے ہیں اور

علم کی ترقی اور عظمت ماند پڑ چکی ہے، اگر تھوڑا سا وقت اور اسی طرح گزر گیا تو طالب علم افادے اور استفادے سے منہ موڑ لیں گے۔اس مجمع میں وہ لوگ تو بولے مگر حضرت خواجہ علیہ الرحمہ خاموش رہے، جب ان لوگوں کو حضرت خواجگان پیران پیر روشن ضمیر سید محمد بہاء الدین نقشبند بخاری، رضی اللہ عنہ، اور ان کے درویشوں کی روش کے بارے میں کوئی محل اعتراض خاص نہ ہوا تو انہوں نے بہت سی غیر ضروری باتیں کیں۔مولانا غضب ناک ہو گئے اور انہوں نے مولانا خرد اور ان کے پیروکاروں کو واضح طور پر منع کیا اور فرمایا ''تمہاری یہ باتیں طریق صواب سے باہر ہیں'' بعدۂ حضرت خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر سید محمد بہاء الدین نقشبند بخاری، رضی اللہ عنہ نے مولانا کی طرف توجہ کرتے ہوئے فرمایا ''حق تعالیٰ وتقدس نے اپنی عنایات بے علت سے ہمارے باطن میں درد دین پیدا کیا ہے جس جگہ پہ ہمیں کوئی چیز مشکل لگتی ہے تو ہم حکم خدا:

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

ترجمہ: اہل ذکر سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں (سورۃ النحل ۴۳) کے مطابق عمل کرتے ہوئے علماء کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان سے سوال کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔اس طرح ہم ان کی صحبت کو لازمی سمجھتے ہیں، یہ طریقہ صواب ہے یا نہیں؟ ہمیں اس کی خبر دیں۔

مولانا فرمودند۔ این طریقه به غایت مستحسن است و بر جادۂ سنت است و بر همۂ اهل اسلام لازم است که مواظبت برین طریقه نمایند۔ آنگاه خواجه فرمودند: چون خدمت خواجه یوسف این داعیه را در ما شناخته اند، گاهی کرم می فرمایند و تشریف حضور ارزانی می دارند و حل مشکلات دینیه فقیران می کنند این روش چگونه است؟ مولانا فرمودند قوی روش پسندیده است۔ آن جمع تمام خاموش شدند و محل مؤاخذه نمی یافتند و اتفاقا خواجه نمدی پوشیده بودند، آن جمع گفتند: این لباس منهی است۔ رسول ﷺ امت را از پوشیدن جامۂ که سبب نهی رسول الله ﷺ امت را از پوشیدن جامۂ که سبب دو شهرت گردد و این نمد سبب شهرت است۔ خدمت خواجه یوسف در آن مجلس حاضر بودند، فرمودند که این نمد از آن نیست، لباسی سبب شهرت است که در اعلا مرتبۂ تکلف باشد که خلق به آن مشغول گردند و این نمد متوسط الحال است، کسی به این مشغول نیست۔ حضرت خواجه فرمودند: چون این نمد سبب بحث شد، اولی آنست که نپوشیم۔ فقیری در آن جمع حاضر بود، آن نمد را به او ایثار کردند۔ بعده منکران گفتند که طریقۂ بحث این درویشان را ما نمی دانیم هم از جنس ایشان یکی را حکم سازیم۔ هر سخنی که در حق این درویشان او گوید، سخن همان باشد وچنانکه در عصر هر صاحب دولتی اصحاب اقوال وارباب، احوال را ازو می آورده اند و انکار آنچه بیخواست از آن صاحب دولت به ہور می آمده است، می کرده اند، در وقت خواجۂ ما نیز ازین طایفه بسیار بودند:

مولانا نے فرمایا ''یہ طریقہ بہت زیادہ مستحسن ہے اور جادہ سنت ہے اور تمام اہل اسلام پر لازم ہے کہ اس طریقے کی مواظبت اختیار کریں'' پھر حضرت خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر سید محمد بہاء الدین نقشبند بخاری، رضی اللہ عنہ، نے فرمایا ''جب خواجہ یوسف علیہ الرحمہ نے ہمارے داعیہ کو شناخت کر لیا تو کبھی کبھی کرم فرماتے ہیں اور ہمارے ہاں تشریف لا کر فقیروں کی دینی مشکلات کو حل کرتے ہیں، یہ روش کیسی ہے؟'' مولانا نے فرمایا ''یہ روش بہت ہی پسندیدہ ہے'' وہ تمام جماعت خاموش ہو گئی اور انہیں موخذے کا کوئی موقع نہ مل سکا۔اتفاقاً حضرت خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر سید محمد بہاء الدین نقشبند بخاری رضی اللہ عنہ، نمد پہنے ہوئے تھے۔

اس جماعت نے کہا ''یہ لباس منہی (منع) ہے'' رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو ایسا لباس پہننے سے منع کیا ہے جو شہرت کا سبب ہو اور یہ نمد شہرت کا سبب ہے۔ خواجہ یوسف علیہ الرحمۃ بھی اس مجلس میں حاضر تھے۔ انہوں نے فرمایا ''یہ نمدہ وہ لباس نہیں ہے، وہ لباس سبب شہرت ہوتا ہے جس میں اعلیٰ درجے کا تکلف ہو کہ مخلوق اس میں مشغول ہو جائے۔ جبکہ یہ نمد ''متوسط الحال'' ہے کوئی اس اس کے ساتھ مشغول نہیں ہوتا'' حضرت خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر سید محمد بہاء الدین نقشبند بخاری، رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''چونکہ یہ نمد بحث کا سبب ہو گیا ہے اس لیے اولیٰ یہی ہے کہ ہم اسے نہ پہنیں'' ایک فقیر اس مجلس میں موجود تھا، آپ نے وہ نمد اسے عطا فرما دیا، اس کے بعد وہ منکر بولے، ہم ان درویشوں کی بحث کا طریقہ نہیں جانتے، ہم ان کی جنس کے کسی (آدمی) کو ''حاکم'' بناتے ہیں، ان درویشوں کے حق میں جو کہے گا، سخن وہی (معتبر) ہوگا۔ جیسا کہ ہر ''صاحب دولت'' کے زمانے میں ''اصحاب اقوال'' اور ''ارباب احوال'' اس سے ظاہر ہونے والے احوال کا انکار کرنا چاہتے ہیں،

حضرت خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر سید محمد بہاء الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۷۹۱ھ، کے دور میں ایسے لوگ بہت زیادہ تھے۔

يريد الجاحدون ليطفؤه		ويأبى الله الا ان يتمه

ترجمہ: منکرین اسے بجھانا چاہتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل کا ارادہ فرمائے ہوئے ہیں۔

نظم

ما می خواهیم ودیگران می خواهند		تا بخت کرا بود کرا دارد دوست
لطفی نماند کان صنم خوش لقا نکرد		ما را چه جرم گر کرمش با شما نکرد

ترجمہ: ہم بھی چاہتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی چاہتے ہیں، کس خوش قسمت کو دوست رکھا جائے گا؟
ایسی کوئی مہربانی نہیں جو محبوب نے نہ کی ہو، اس میں ہمارا کیا قصور ہے اگر آپ پر اس نے نظرِ کرم نہ کیا۔

واز آن جماعت در آن مجلس بسیار بودند، اتفاق بر آن کردند که درویشی است از فرزندان خواجه اولیاء بزرگ قدس الله روحه او را طلب می باید داشت ودرین قضیه حکم گردانید تا هر چه او گوید در حق خواجه ودرویشان ایشان سخن آن باشد وبه جهت این معنی آن درویش را حکم می ساختند که دانسته بودند از منکران عالی خواجه بود واتفاقا جمعی را که با آن درویش یک صفته یعنی یکجهت بودند، در انکار خواجه به طلب او فرستادند۔ خواجه در جمیع این احوال خاموش بودند۔ چون آن درویش بیامد، بقیهٔ اهل انکار بیکبار مسافتی راه او را استقبال نمودند وتعظیم واحترام بسیار کردند۔ بعده چون آن درویش به مجلس مولانا رسید واصحاب تفرقه جمع بنشستند از طریقهٔ حضرت خواجهٔ ما از آن درویش سوال کردند۔ آن درویش گفت: آنچه حق باشد خواهم گفت۔ پس توجه به خدمت مولانا واهل مجلس کرد وگفت: خواجه قطب الدین والد این فقیر را می دانید؟ همه به یک کلمه گفتند: ایشان مقتدای اهل طریقت بودند خصوصا اهل انکار که وصف خواجه قطب الدین بسیار کردند آنگاه گفت: روزی در خدمت والد خود بودم که خدمت خواجه بهاء الحق والدین در لباس نوابان سلاطین آمدند واز مرکب پیاده شدند وبا والد این ضعیف ملاقات کردند۔ بعد از لحظهٔ والد اشارت به

من کردند در خانه در فلان موضع سر نباتی است چندین گاه است که آنرا نگاه داشته ایم بیار من به تعجیل رفتم و آنرا به حضرت والد آوردم۔ دو قسم کردند یک قسم به ایشان دادند و دیگری به من و فرمودند۔ تو فرزند منی و ایشان نیز فرزند منند و میان ما عقد برداری بستند و فرمودند یکدیگر را کنار گیرید۔ آنگاه والد مرا گفتند: واقف باش که از ایشان اسرار و احوال بزرگ خواهد به ظهور آمد پس آن درویش چنین گفت که این زمان دم ظهور آن احوال است که والد مارا فرموده بودند اهل انکار بیکبار خجل و شرمسار شدند, از آن ظهور حقانیت طریقۂ حضرت خواجه و سلطان ولایت ایشان به عنایت حق تعالیٰ و تقدس بر همه غلبه کرد۔

اور ایسی جماعت (منکران) اس مجلس میں بہت زیادہ تھی۔ ان سب لوگوں نے اس پر اتفاق کیا کہ خواجہ اولیاء بزرگ قدس اللہ روحہ کے ایک ''فرزند درویش'' کو طلب کرنا چاہیے اور اس قضیہ میں اسے منصف ٹھہرانا چاہیے، جو کچھ وہ حضرت خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر غوث یزدانی سید محمد بہاء الدین نقشبند بخاری ﷺ، اور ان کے درویشوں کے حق میں کہے گا وہی سخن (معتبر) ہوگا۔ وہ سب لوگ ''اس درویش'' کو اس لیے حکم (منصف) ٹھہراتے تھے کہ وہ اسے حضرت خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر غوث یزدانی سید محمد بہاء الدین نقشبند بخاری ﷺ، کا منکر تصور کرتے تھے، پھر انہوں نے حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے انکار میں ایک گروہ اس ''یک صفت یعنی یک جہت'' درویش کو بلانے کے لیے بھیجا، حضرت خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر غوث یزدانی سید محمد بہاء الدین نقشبند بخاری ﷺ، ان جمیع احوال میں خاموش رہے، جب وہ درویش آیا تو بقیہ ''اہل انکار'' اکٹھے ہوکر ایک مسافت راہ (کے برابر) اس کے استقبال کے لیے گئے اور انہوں نے اس کی بہت زیادہ تعظیم اور احترام کیا۔ اس کے بعد جب وہ درویش مولانا کی مجلس میں پہنچا تو سب ''اصحاب تفرقہ'' مل کر بیٹھ گئے اور اس درویش سے حضرت خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر غوث یزدانی سید محمد بہاء الدین نقشبند بخاری، ﷺ کے طریقے کے بارے میں سوال کیا؟ وہ درویش بولا ''جو حق ہوگا میں وہی کہوں گا'' پھر اس نے مولانا کی خدمت اور اہل مجلس کی طرف توجہ کرتے ہوئے کہا ''آپ لوگ اس فقیر کے والد خواجہ قطب الدین کو جانتے ہیں؟'' سب نے بیک کلمہ کہا ''وہ اہل طریقت کے مقتداء تھے'' خصوصاً اہل انکار نے خواجہ قطب الدین کی بہت زیادہ توصیف بیان کی۔ آنگاہ وہ (درویش) بولا ''ایک دن میں اپنے والد کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت خواجہ خواجگان غوث یزدانی سید محمد بہاء الحق والدین نقشبند بخاری، ﷺ، ان کے پاس نوابوں اور سلطانوں کے لباس میں تشریف لائے اور سواری سے پیادہ ہوکر اس ضعیف کے والد سے ملاقات کی۔ ایک لحظہ کے بعد میرے والد نے مجھے حکم فرمایا کہ گھر میں فلاں جگہ سر نباتی (مصری) موجود ہے، جس پر ہم نے عرصے سے نگاہ رکھی ہوئی ہے، اسے لے آؤ، پھر فرمایا تو میرا فرزند ہے اور یہ بھی میرے فرزند ہیں اور ہم دونوں کے درمیان برادرانہ تعلق قائم کرتے ہوئے فرمایا، تم ایک دوسرے کے گلے لگ جاؤ'' پھر میرے والد نے مجھے فرمایا ''واقف رہو ان سے بہت بڑے اسرار اور احوال کا ظہور ہوگا'' ساتھ اس درویش نے یہ کہا ''کہ یہی ان کے احوال کے ظہور زمانہ ہے جن کے بارے میں میرے والد نے فرمایا تھا'' اس سے سب اہل انکار بیکبار خجل اور شرمسار ہوگئے اور اس سے حضرت خواجہ (قدس اللہ سرہ) کے طریقے کی حقانیت اور آپ کی سلطانی ولایت حق تعالیٰ و تقدس کی عنایت سے سب پر غالب آگئی۔

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ، فَغُلِبُوا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا صَاغِرِينَ،

ترجمہ: تو حق ثابت ہوا اور ان کا کام باطل ہوا (۱۱۸) تو یہاں وہ مغلوب پڑے اور ذلیل ہوکر پلٹے (سورۃ الاعراف: ۱۱۸،۱۱۹)

آنچه حق بود، ظاهر شد وآنچه منکران می اندیشیدند، باطل شد، مغلوب ومحجوب از آن مجلس باز گشتند۔ حضرت خواجه خدمت مولانا را عذر بسیار خواستند وفرمودند: تصدیع خدمت کردیم وجرمانۂ آن پیش مولانا بردند۔ مولانا از خواجه درخواست کردند که این طعام می باید که در قدم مبارک پخته شود، در حال خواجه با درویشان به ضبط آن اقدام نمودند ومولانا با اصحاب خاصه جمع نشسته،بودند خواجه لحظۂ به صحبت مولانای آمدند وساعتی نزدیک درویشان می رفتند که به کار پختن طعام مشغول بودند۔ اتفاقا یک کرتی خواجه به صحبت مولانا آمدند ودر پهلوی مولانا خرد نشستند، حال او دیگر شد۔

گویا جو حق تھا ظاہر ہوگیا اور جو منکرین اندیشہ کرتے تھے وہ باطل ہوگیا۔ اور وہ اس مجلس سے ''مغلوب اور محجوب'' ہو کر نکل گئے۔ حضرت خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر غوث یزدانی سید محمد بہاء الحق والدین نقشبند بخاری ﷺ، نے مولانا کی خدمت میں بہت زیادہ عذر کرتے ہوئے فرمایا ہم نے خدمت کی تصدیع کی ہے۔ پھر آپ نے مولانا کو اس کا جرمانہ پیش کیا۔ مولانا نے بھی حضرت خواجہ علیہ السلام سے درخواست کی یہ کھانا آپ کے قدم مبارک میں تیار ہونا چاہیے۔ حضرت خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر غوث یزدانی سید محمد بہاء الحق والدین نقشبند بخاری ﷺ، نے اسی وقت درویشوں کے ساتھ کھانا پکانے کا اہتمام کیا اور مولانا خاص دوستوں کی جماعت کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضرت خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر غوث یزدانی سید محمد بہاء الحق والدین نقشبند بخاری ﷺ، ایک لحظہ مولانا کی صحبت میں آتے اور ایک ساعت ان درویشوں کے پاس چلے جاتے جو کھانا پکانے میں مشغول تھے۔ اتفاقاً ایک مرتبہ آپ مولانا کی صحبت میں آئے اور مولانا خرد کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ (اس سے) مولانا خرد کا حال دیگر ہوگیا۔

خواجه زود به طرف درویشان رفتند۔ مولانا خرد از خود رفت وبیهوش گشت ومولانا واصحاب به آن مشغول شدند وخاطر مولانا قوی نگران شد این فقیر را طلب کردند وفرمودند: نزدیک است که مولانا خرد هلاک گردد، می باید به حضرت خواجه باز نمودن من قصه،را بر حضرت خواجه عرض کردم فرمودند: محل نگرانی کاطر نیست، اما رعایت خاطر مولانا می باید کردن۔ خواجه دست مبارک بر کتف مولانا خرد نهادند آن صفت او کمتر شد۔ به حال خود باز آمد، بسیار گریست وعذر بسیار خواست از آن کرده وگفته واز صمیم قلب محب ومعتقد حضرت خواجه شد وآن چندان انکار وعناد او در لحظۂ باقرار ووداد متبدل شد از مطالعۂ آن احوال حضرت،مولانا را به حضرت خواجه محبت بسیار شد واز نسبت محبت خود مولانا در حضور خواجه چنین می گفتند که چنانکه سپیدی،چشم را به سیاهی چشم در روشنایی احتیاج است، مرا به شما احتیاج است اول کرتی را که این بندۂ ضعیف که جمع کننده این کتاب عدة السالکین است، به حضرت خواجه رسیده بود در قصر عارفان، درین اثنا سخنی فرمودند که در آن وقت ظهور شیخ نجم الدین، کبرا قدس الله روحه در خوارزم سخنان به سمع مولانا فخر الدین رازی علیه الرحمة از شیخ رسیده است مولانا شیخ را طلب کرده اند واز شیخ پرسیده که بم عرفت الله به چه شناختی خدای را جل جلاله شیخ فرموده اند: عرفت الله تعالیٰ بواردات غیبیة تعجز عن ادراکها العقول المشککة، گفت، شناختم خدای را جل جلاله به آن وارداتی که از غیب به من می رسد که عاجز است از دریافت آن واردات، عقلها که در شک اندازنده است مولانا متحیر شده اند۔ بعده خواجه فرمودند به این ضعیف که وقتی علمای بخارا نیز به ما مشغول شدند واین قصه را فرمودند۔

حضرت امام الطریقہ خواجہ خواجگان بہاء الحق والدین نقشبند بخاری، رضی اللہ عنہ، جلدی سے درویشوں کی طرف چلے گئے۔ مولانا خرد خود رفتہ اور بے ہوش ہو چکے تھے۔ اب مولانا اور سب اصحاب اس میں مشغول تھے، مولانا کا دل از حد پریشان تھا، انہوں نے اس فقیر (خواجہ علاء الدین علیہ الرحمۃ) کو طلب کر کے فرمایا ''نزدیک ہے کہ مولانا خرد ہلاک ہو جائیں، حضرت امام الطریقہ خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر غوث یزدانی سید محمد بہاء الحق والدین نقشبند بخاری، رضی اللہ عنہ، کو بلا لینا چاہیے'' میں نے حضرت امام الطریقہ خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر غوث یزدانی سید محمد بہاء الحق والدین نقشبند بخاری، رضی اللہ عنہ، کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا ''یہ دل کی پریشانی کا موقع نہیں، لیکن خیر مولانا کی ''رعایت خاطر'' ہونی چاہیے، پھر آپ نے مولانا خرد کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اس کی وہ صفت (بے ہوشی) بہت زیادہ کم ہو گئی، وہ اپنے (اصلی) حال میں آ گیا اور بہت زیادہ روتے ہوئے اپنے قول و فعل کے بارے میں بہت زیادہ معذرت کرنے لگا اور صمیم قلب سے آپ کا محب و معتقد بن گیا۔ اس طرح اس کا انکار اور عناد فوراً اقرار اور وداد میں تبدیل ہو گیا، ان احوال کے مطالبہ سے حضرت مولانا کو حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے ساتھ بہت زیادہ محبت ہو گئی، حضرت مولانا اپنی اس محبت کے بارے میں حضرت امام الطریقہ خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر غوث یزدانی سید محمد بہاء الحق والدین نقشبند بخاری، رضی اللہ عنہ کے حضور یہ عرض کیا کرتے تھے ''جس طرح روشنی کے لیے آنکھ کی سفیدی کو آنکھ کی سیاہی کی احتیاج ہے'' اس طرح مجھے آپ کی احتیاج ہے۔ پہلی مرتبہ جب یہ کتاب ''عدۃ السالکین'' کو جمع کرنے والا بندہ ضعیف ''قصر عارفاں'' میں حضرت امام الطریقہ خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر غوث یزدانی سید محمد بہاء الحق والدین نقشبند بخاری، رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا، دریں اثنا آپ نے یہ فرمایا ''جس وقت خوارزم میں شیخ نجم الدین کبری قدس اللہ روحہ کے ظہور کی خبریں مولانا فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ نے سنیں تو مولانا نے حضرت شیخ کو بلا کر پوچھا'' ''آپ نے اللہ جل جلالہ کو کیسے پہچانا'' حضرت شیخ نے فرمایا: میں نے خدا جل جلالہ کو اس واردات سے شناخت کیا جو غیب سے مجھ تک پہنچی ہے۔ اور اس واردات کی دریافت سے شک میں ڈالنے والی عقلیں عاجز ہیں۔ (اس جواب سے) مولانا رازی حیران ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے اس ضعیف سے فرمایا ''کہ ایک مرتبہ بخارا کے علماء ہمارے ساتھ مشغول (بحث) ہوئے اور پھر آپ نے (مذکورہ) قصہ بیان فرمایا''۔

نقل کردند خواجه علاء الحق والدین نور الله روضته که در اوایل ظهور خواجهٔ ما قدس الله روحه پیش از قصه اجتماع علما وفقراء بخارا واعظی بود در شهر بخارا از فرزندان بکر فضل بخاری علیه الرحمة او را نیز ازین پیوستن خواجه یوسف علیه الرحمة به حضرت خواجه بغایت دشوار آمده بود، بسیار می گفت که آن درویش سر و پا برهنه را علم و دانش نیست، متابعت کردن او چه معنی دارد؟ می باید او را منع کردن تا به اهل علم دیگر صحبت ندارد۔ روزی اتفاق کرد و به جمعی از یاران خود به طرف قصر عارفان متوجه شد واتفاقا در همان روز خواجه یوسف نیز با جمعی از طلبه به حضرت خواجه به قصر عارفان آمدند، در باغ خانقاه اجتماع عظیم شد۔ چون از طعام فارغ شدند، اصحاب آن واعظ را صبر نمانده بود تا زود تر به خواجه و درویشان ایشان مشغول گردند۔ درین حال شیخ امیر حسین، از در باغ در آمد و سلام گفت۔ خواجه فرمودند: امیر حسین به این طرف بیا۔ آنگاه گفتند: چند مخالفت امر ما می کنی؟ هر چند ترا یقین، زیاده می شود، خلاف بیشتر می نمایی۔ شیخ امیر حسین گفتند۔ مرا چه محل خلاف باشد؟ خواجه فرمودند: ترا گفته بودم که سینهٔ فلان زمین بلند است آنرا می باید هموار کردن تا آب خورد و ترب کشته شود و بی کشت نماند۔ شیخ امیر حسین گفت: چنان کرده ام۔

خواجه جمعی از کبار اصحاب را فرستادند تا از حال آن زمین تفحص نمایند۔ چون درویشان رفتند، آن چنان که خواجه فرموده بودند، سینۂ آن زمین ترب کشته نشده بود، به واسطۂ آنکه بلند بود، آب نرسیده بود۔ حضرت خواجه شیخ امیر حسین را گفتند: سخن مرا این چنین می شنوی؟ بهیبت در شیخ امیر حسین نظر کردند، در حال حالش دیگر شد افتاد و از گردن او آوازی آمد و روی او به طرف قفاء، او به طرف سینه گشت۔ احوال حاضران از مشاهدۂ آن حال متغیر شد و فرصتی دراز بر آن گذشت۔ هیچ کس را از حاضران مجال، آن نبود که از حضرت خواجه درخواست کند۔ آخر الامر خواجه یوسف و آن واعظ و جمع طلبه برخاستند و شفاعت بسیار کردند۔ خواجه درخواست ایشانرا قبول کردند و فرمودند: تا دست شیخ امیر حسین را مالیدند روی و قفای او به حالت اصلی باز آمد و آنانکار حاضران به اقرار مبدل شد۔

واعظ بھی قریب آ گیا

حضرت خواجہ علاء الحق والدین عطار (نور اللہ روضۃ) نے نقل فرمایا کہ حضرت امام الطریقہ خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر غوث یزدانی سید محمد بہاء الحق والدین نقشبند بخاری، رضی اللہ عنہ، کے ''اوائل ظہور'' میں بخارا کے علماء وفقرا کے اجتماع کے واقعے سے پہلے (کی بات ہے) شہر بخارا میں بکر فضل بخاری علیہ الرحمۃ کے فرزندوں میں سے ایک واعظ تھا۔ اس کو بھی خواجہ یوسف علیہ الرحمۃ کا حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ سے مل جانا بہت زیادہ ''دشوار'' لگتا تھا، وہ اکثر کہتا تھا کہ سر اور پاؤں سے ننگے درویش کے پاس علم ودانش نہیں' اس کی متابعت کرنے کا کیا معنیٰ ہے؟ اس کو روکنا چاہیے تا کہ دوبارہ اہل علم کے ساتھ نہ بیٹھے۔'' ایک دن وہ اپنے دوستوں سے اتفاق کرکے قصر عارفاں کی طرف متوجہ ہوا اور اتفاقاً اسی روز حضرت خواجہ یوسف علیہ الرحمۃ بھی طلباء کی جماعت کے ساتھ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ''قصر عارفاں'' آئے۔ ''باغ خانقاں'' میں عظیم اجتماع (منعقد) ہوا، جب (سب لوگ) طعام سے فارغ ہوئے تو اس واعظ کے دوست صبر نہ کر سکے۔ جہاں تک کہ حضرت امام الطریقہ خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر غوث یزدانی سید محمد بہاء الحق والدین نقشبند بخاری رضی اللہ عنہ، اور ان کے درویشوں کے ساتھ (بحث میں) مشغول ہو گئے، دریں حال شیخ امیر حسین باغ میں آیا اور اس نے سلام کی۔ حضرت امام الطریقہ خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر غوث یزدانی سید محمد بہاء الحق والدین نقشبند بخاری، رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''امیر حسین اس طرف آؤ'' پھر فرمایا ''تو ہمارے حکم کی کب تک مخالفت کرے گا، جب تیرا یقین زیادہ ہوتا ہے تو اتنا ہی زیادہ مخالفت کرتا ہے'' شیخ امیر حسین نے کہا ''میں نے کس وقت (آپ کے) خلاف کیا'' حضرت امام الطریقہ خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر غوث یزدانی سید محمد بہاء الحق والدین نقشبند بخاری، رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں نے تجھے کہا تھا کہ فلاں زمین کا سینہ بلند ہے، اسے ہموار کرنا چاہیے تا کہ وہ پانی جذب کر سکے اور وہاں مولی کاشت کی جائے اور وہ بے کشت نہ رہ جائے'' شیخ امیر حسین نے کہا ''میں نے ایسا ہی کیا ہے'' حضرت امام الطریقہ خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر غوث یزدانی سید محمد بہاء الحق والدین نقشبند بخاری، رضی اللہ عنہ نے بڑے اصحاب کو روانہ کیا تا کہ اس زمین کی حالت کی خوب تحقیق کریں، جب درویش گئے تو (دیکھا) حضرت امام الطریقہ خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر غوث یزدانی سید محمد بہاء الحق والدین نقشبند بخاری، رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق اس زمین میں مولی کاشت نہ کی گئی تھی، اس واسطے کہ وہ ابھی تک بلند تھی اور پانی کے بغیر تھی، حضرت امام الطریقہ خواجہ خواجگان پیران پیر روشن ضمیر غوث یزدانی سید محمد بہاء الحق والدین نقشبند بخاری، رضی اللہ عنہ نے شیخ امیر حسین سے فرمایا ''تو میری بات اسی طرح سنتا ہے''۔ پھر آپ نے ہیبت سے امیر ح

کی طرف نظر کی تو اسی وقت اس کا حال بدل گیا، وہ گر پڑا اور اسکی گردن سے آواز نکلی، پھر اس کا منہ قفا (گدی) کی طرف اور قفا سینے کی طرف ہوگئی۔ اس کا حال دیکھ کر حاضرین کا احوال بھی متغیر ہوگیا، اس طرح ''فرصت دراز گزر گئی'' مگر حاضرین میں سے کسی آدمی کو اس کی مجال نہیں تھی کہ حضرت یوسف (قدس اللہ سرہ) سے درخواست کرے۔ آخر الامر خواجہ یوسف علیہ الرحمۃ، وہ واعظ اور سب طلبہ اکٹھے اٹھے اور بہت زیادہ شفاعت کی تو آپ نے ان کی شفاعت کو قبول کرتے ہوئے فرمایا ''شیخ امیر حسین کے ہاتھ کو مالش کرو'' پھر اس کا چہرہ اور قفا اصلی حالت میں آگئی اور ان حاضرین کا انکار، اقرار میں تبدیل ہوگیا۔

(انیس الطالبین وعدۃ السالکین، ص، ۱۶۸، تا، ۱۷۳، مکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکیا)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمۃ متوفی، ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

قَالَهُ ابْنُ شَجَرَةَ. مَأْخُوذٌ مِنْ قَوْلِهِمْ: وَهِيَ السِّقَاءُ إِذَا تَخَرَّقَ. وَمِنْ أَمْثَالِهِمْ:

خَلِّ سَبِيلَ مَنْ وَهَى سِقَاؤُهُ		وَمَنْ هُرِيقَ بِالْفَلَاةِ مَاؤُهُ

أَيْ مَنْ كَانَ ضَعِيفَ الْعَقْلِ لَا يَحْفَظُ نَفْسَهُ.

یہ ابن شجرہ نے کہا ہے۔ یہ عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے: وَهِيَ السِّقَاءُ جب اس میں سوراخ ہوجائیں۔

ان کی امثال میں ہے:

خَلِّ سَبِيلَ مَنْ وَهَى سِقَاؤُهُ		وَمَنْ هُرِيقَ بِالْفَلَاةِ مَاؤُهُ

ترجمہ: اس آدمی کا راستہ چھوڑ دے جس کا مشکیزہ پھٹ گیا ہو اور جس کا پانی جنگل میں بہہ گیا ہو۔ یعنی جو کمزور عقل والا ہو وہ اپنا دفاع نہیں کرسکتا۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ الحاقۃ، تحت الآیۃ: ۱۷، ج، ۱۸، ص، ۱۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

حضرت حافظ قدس سرہٗ نے فرمایا:

ممکن ز غصہ شکایت کہ در طریق طلب		براحتی نرسید آنکہ زحمتی نکشیت

ترجمہ: غصہ محبوب سے شکایت مت کہ اسی لیے کہ راہ طریقت میں راحت نہیں ہوتی جب تک کہ اس میں دکھ درد نہ ہو۔

نیز فرمایا:

خام را طاقت پروانہ پر سوختہ نیست		نازکان را نرسد شیوہ جان افشانی

ترجمہ: کچے عاشق کو پروانہ پُرسوختہ والی طاقت کہاں نازک وجود لوگوں کو جان قربان کرنے کا طریقہ ہی نہیں۔

(تفسیر روح البیان، ج، ۵، ص، ۱۷۷، سورۃ الاسراء، تحت الایت، ۵۸ دار الکتب، بیروت)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

گوئے توفیق و سعادت درمیان افگندہ اند		کس بہ میدان در نمی آید سواران را چہ شد

ترجمہ: توفیق اور سعادت کا گیند درمیان میں پڑا ہے کوئی بھی میدان میں نہیں آتا سواروں کو کیا ہوا۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۵۴، ج، ۲، ص، ۴۸۱، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

شعر

خوشترآن باشد که سرّ دلبران		گفته آید در حدیثِ دیگران

ترجمہ: یہ بڑا اچھا طریقہ ہے کہ دوستوں کا راز دوسروں کی بات میں ڈال کر بیان کر دی جائے

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۱۷، ج، ۲، ص، ۵۱۶، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

مولوی جامی علیہ الرحمۃ۔

مجموعهٔ کون را به قانون سبق		کردیم تصفح ورقاً بعد ورق
حقا که ندیدیم و نخواندیم درو		جز ذات حق و شیون ذاتیهٔ حق

و آنچه مکشوف و معتقد این فقیر است، آن است که این عرصه، عرصهٔ وهم است و این صور و اشکال که در عرصه است، صور و اشکال ممکنات است که به صنع خداوندی جل سلطانه۔ در مرتبهٔ حس و وهم ثبوتی پیدا کرده است و اتقان یافته، [illegible]

و هر چه مشهود و محسوس است در این صفحه، از جنس ممکنات است، هر چند بعضی از سالکان را آن مشـ[illegible] متوهم به واجب گردد و به عنوان حقیقت، ظاهر گردد، اما فی الحقیقت از افراد عالم است۔

و او تعالی وراء الوراء است و از دید و دانش ما جداست و از کشف و شهود ما منزه و مبرا است

خلق را وجه کی نماید او		در کدام آینه در اید او

معارف آگاہی مولوی عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔

رباعی

مجموعهٔ کون را به قانون سبق		کردیم تصفح ورقاً بعد ورق
حقا که ندیدیم و نخواندیم درو		جز ذات حق و شیون ذاتیهٔ حق

ترجمہ: کائنات کے مجموعہ کو پہلے قانون کے مطابق ہم نے ورق ورق تلاش کیا

توحق بات یہ ہے کہ سوائے ذاتِ حق اور شیون ذاتیہ حق کے اور کوئی چیز نہ پڑھی اور نہ دیکھی۔

اور اس فقیر کا عقیدہ اور کشف یہ ہے کہ یہ میدان وہم کا میدان ہے اور یہ صور و اشکال جو اس میدان میں ہیں ممکنات کے اشکال و صور میں جنہوں نے خداوند تعالیٰ کی صنعت سے مرتبۂ حس و وہم میں ثبوت پیدا کیا ہے اور استحکام پایا ہے اور جو کچھ بھی اس صفحہ میں مشہود و محسوس ہے وہ ممکنات کی جنس سے ہے اگر چہ بعض

سالکین کو وہ مشہود واجب متوہم ہوتا ہے اور عنوانِ حقیقت سے ظاہر ہوتا ہے لیکن اصل میں عالم کے افراد سے ہے اور اللہ تعالیٰ وراء الوراء ہے اور ہماری دید و دانش سے الگ ہے اور ہمارے کشف و شہود سے مبرا ومنزہ ہے۔

خلق را وجه کی نماید او		در کدام آیینه در اید او

ترجمہ: وہ مخلوق کو اپنا چہرہ کس طرح دکھا سکتا ہے اور وہ کون سے آئینہ میں سا سکتا ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۶۷، ج، ۲، ص، ۵۰۹، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ھیں

مخدوما! این قسم سخنان که منبیء از افشای اسرار باشد و از ظاهر مصروف بود، در هر وقتی از مشایخ طریقت۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرار هم۔ به ظهور آمده است و عادت مستمره این بزرگواران گشته (است)۔

امری نیست که این فقیر آن را ابتدا کرده باشد و اختراع نموده (باشد)۔ لیس هذا اول قارورة کسرت فی الاسلام۔ پس این همه شور و غوغا چیست، اگر لفظی صادر شده است که ظاهرش مطابقت به علوم شرعیه ندارد، آن را به اندک توجه از ظاهر صرف نموده، مطابق باید ساخت و مسلمانی را متهم ن باید کرد۔

اشاعتِ فاحشه و تفضیحِ فاسق، هر گاه در شریعت حرام و منکر باشد، تفضیح مسلمانی به مجرد اشتباه چه مناسب بود، و شهر به شهر به آن منادی کردن، کدام تدین باشد؟ طریق مسلمانی و مهربانی آن است که کلمه (ای) که ظاهرش مخالف علوم شرعیه است، اگر از شخصی صادر شود، باید دید که قائل آن کیست؟ اگر ملحد و زندیق بود، در آن باید کرد و در اصلاح آن نباید کوشید۔ و اگر قائل آن کلمه، از مسلمانان بود و ایمانی به خدا و رسول داشته باشد، در اصلاح سخن او باید کوشید و محمل صحیح از برای آن پیدا باید نمود، یا از آن قائل حل آن باید طلبید، و اگر در حل آن عاجز آید، نصیحتش باید کرد و امر معروف و نهی منکر بر وفق اولی است که به اجابت نزدیک است و اگر مقصود اجابت نباشد و تفضیح مطلوب بود، امر دیگر است۔ اللہ تعالیٰ توفیق دهار۔

وعجب تر آنکه از مکتوبِ شریف مفهوم می شود که بعد از ا، تماعِ کتابتِ فقیر از آن عزیز اشتباهی و انحرافی در ملازمان شمانیز طاری، شده بود، مانا که انعکاسی باشد۔

بایستی که مظان اشتباه را ایشان خود حل می کردند و بر این فقیر نمی انداختند و تسکین فتنه می فرمودند۔ از یاران دیگر چه گله نماید، که بعضی از ایشان با وجود قدرت دفع اشتباه، خود را معاف :اشتند و سکوت ورزیدند۔

ما زی اران چشم یاری داشتیم۔

(رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّهَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا) والسلام اولا و آخرا۔

ترجمہ: میرے مخدوم! اس قسم کی باتیں جو کہ افشائے راز کی خبر دیں اور ان کے ظاہر معنی مراد نہ ہوں تو ہر وقت میں مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم سے ایسی باتیں ظہور میں آئی ہیں اور ان بزرگواروں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی ہمیشہ کی عادت ہو چکی ہے، کوئی بھی ایسا امر نہیں ہے جس کو اس فقیر (امام ربانی مجدد

الف ثانی علیہ الرحمہ) نے شروع کیا ہو اور اس کی اختراع کی ہو' یہ پہلا شیشہ ہی نہیں ہے جو اسلام میں توڑا گیا ہو'۔ پس یہ تمام شور و غوغا کیسا ہے؟ اگر کوئی ایسا لفظ صادر ہوا ہے جس کا ظاہر علوم شریعت کے مطابق نہیں ہے تو اس کو تھوڑی سی توجہ سے ظاہر سے پھیر کر مطابق بنا دینا چاہئے اور مسلمان کو متہم نہ کرنا چاہئے اور بے حیائی کی اشاعت اور فاسق کو رسوا کرنا بھی جب شریعت میں حرام ہے تو ایک مسلمان کو محض کسی اشتباہ کی بنا پر بدنام کرنا کیا مناسب ہے اور شہر شہر اس کی منادی کرنا کونسی دینداری ہے؟

مسلمانی اور مہربانی کا طریقہ تو یہ ہے کہ وہ کلمہ جس کا ظاہر علوم شریعت کے مخالف ہو اگر کسی آدمی سے صادر ہو جائے تو دیکھنا چاہئے کہ اس کا قائل کون ہے اگر ملحد اور زندیق ہو تو اس کا رد کرنا چاہئے اور اس کی اصلاح کی کوشش کرنا چاہئے اور اگر اس کلمہ کا قائل مسلمانوں میں سے ہو اور خدا عزوجل و رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہو تو اس کی بات کی صلاح کی کوشش کرنا چاہئے اور اس کے لئے صحیح محمل پیدا کرنا چاہئے یا اس کہنے والے سے اس کو حل کرا لیا جائے اور اگر وہ اس کو حل کرنے میں عاجز ہو تو اس کو نصیحت کرنی چاہئے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا نرمی سے بہتر ہے کہ وہ تسلیم کر لینے کے زیادہ قریب ہے۔

اور اگر مقصود تسلیم کرانا نہ ہو اور صرف رسوا کرنا مطلوب ہو تو دوسری بات ہے اللہ تعالیٰ توفیق دیں۔ اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ آپ کے مکتوب شریف سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس بزرگ سے اس فقیر (امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) کا خط سننے کے بعد آپ کے مریدوں میں بھی اشتباہ اور انحراف طاری ہوا شائد کہ وہ پرتو ہو۔ چاہئے تو یہ تھا کہ شبہ کے مقامات کو آپ خود حل کر دیتے اور اس فقیر (امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) پر نہ ڈالتے، اور فتنہ کو بٹھا دیتے دوسرے دوستوں کی شکایت کیا کروں کہ بعض نے ان میں سے باوجود اشتباہ کو دور کرنے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی اپنے آپ کو معاف رکھا اور خاموشی اختیار کر لی۔

مازیاران	چشم	یاری	داشتیم

ترجمہ: ہم دوستوں سے دوستی کی امید رکھتے تھے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (الکہف، ۱۰)

ترجمہ: اے ہمارے رب عزوجل ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔ والسلام اولاً و آخراً

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۱۲۱، ج، ۲، ص، ۶۸۹، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت علامہ شیخ بدر الدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

"مخدوما! این قسم سخنان کہ منبی از افشائے اسرار باشد و از ظاہر مصروف بود ہر وقتے از مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم، بظہور آمدہ است و عادت مستمرہ این بزرگواران گشتہ۔ امرے نیست کہ این فقیر آن را ابتدا کردہ باشد و اختراع نمودہ: "لیس (ابن اولین شیشہ نیست کہ در اسلام شکستہ شدہ باشد۔) ھذا اول قارورة کسرت فی الاسلام"۔

پس این ہمہ شور و غوغا چیست؟ اگر لفظے صادر شدہ است کہ ظاہرش مطابقت بعلوم شرعیہ ندارد، آنرا باندک توجہ از ظاہر صرف نمودہ مطابق باید ساخت و مسلمانے را متہم نباید کرد۔ اشاعت فاحشہ و تفضیح فاسق ہر گاہ در شریعت حرام و منکر (ناپسندیدہ۔) باشد، تفضیح مسلمانے بمجرد اشتباہ چہ مناسب بود؟ و شہر بشہر بآن منادی کردن کدام تدین باشد؟ طریق مسلمانی و مہربانی آنست کہ کلمہ کہ ظاہرش مخالف علوم شرعیہ است، اگر از شخصے صادر شود باید دید کہ قائل آن کیست؟ اگر ملحد و

زندیق بود درد آن باید کرد و در اصلاح آن نباید کوشید و اگر قائل آن از مسلمانان بود و ایمانے بخدا و رسول داشته باشد، در اصلاح سخن او باید کوشید و محمل صحیح از برائے آن پیدا باید نمود یا ازان قائل حل آن باید طلبید، و اگر در حل آن عاجز آید نصیحتش باید کرد، و امر معروف و نهی منکر بر فق اولیٰ ست که باجابت نزدیک است۔

ترجمہ: میرے مخدوم! ایسی باتیں جو افشائے اسرار اور خلاف ظاہر سے متعلق ہوں وہ ہر زمانے میں مشائخ سے ظاہر ہوتی رہی ہیں اور وہ ان کی عادت سی بن گئی ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں جو اس فقیر (امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) نے شروع کی ہو یا اس کا اختراع کیا ہو، یہ کوئی پہلا شیشہ نہیں جو اسلام میں توڑا گیا ہو، پھر یہ سب شور و غوغا کیوں ہے اگر کوئی ایسا لفظ میرے قلم سے صادر ہوا ہے جو بظاہر علوم شرعیہ سے مطابقت نہ رکھتا ہو تو تھوڑی سی تاویل بھی مطابقت کیلئے کی جاسکتی ہے اور کسی مسلمان پر بہتان نہ باندھنا چاہیے، بری بات کی اشاعت اور فاسق کی فضیحت جب کہ شریعت میں حرام اور ممنوع ہے تو ایک مسلمان کی فضیحت محض ایک شبہ کی وجہ سے کہاں تک درست ہے اور پھر شہر بشہر اس کی منادی کرنا کہاں کی دین داری ہے مسلمانی اور انیکی کا تقاضا تو یہ ہے کہ اگر کوئی کلمہ بظاہر علوم شرعیہ سے ہٹا ہوا معلوم ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اس کا کہنے والا کون ہے اگر وہ ملحد اور زندیق ہے تو ضرور اس کی تردید چاہیے اور اس کی اصلاح کی کوشش نہ کرنی چاہیے لیکن اگر اس کلمے کا کہنے والا مسلمان ہے اور اللہ تعالیٰ پر اور حضور انور ﷺ پر ایمان رکھتا ہے تو اسکی بات کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے اور اس کیلئے محل صحیح پیدا کرنا چاہیے یا پھر اس کے کہنے والے سے اس کا حل طلب کرنا چاہیے اور اگر وہ اس کا حل نہ کر سکے تو اس کو نصیحت کرنی چاہیے اور امر معروف اور نہی منکر کو نرمی کے ساتھ ہی کرنا بہتر ہے کیونکہ یہی بات قبولیت کے قریب ہے۔

(حضرات القدس، ج ۲، ص ۱۳۵، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

حضرت علامہ شہزادہ داراشکوہ قادری لکھتے ہیں:

حضرت شیخ ذوالنون مصری و ابو تراب بخشی رحمهما الله علیه فرموده اند که الله تعالیٰ از بنده که اعراض فرماید زبان او بطعن ورد و بانکار اولیاء دراز شود۔

ترجمہ: حضرت ذوالنون مصری (قدس اللہ سرہ) اور ابو تراب تخشبی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندہ سے ناراض ہوتا ہے، اس کی زبان کو اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) پر طعن و تشنیع اور اعتراضات وانکار کرنے میں دراز فرما دیتا ہے۔

(سفینۃ الاولیاء، ص ۱۵، در طبع منشی نول کشور بہ طبع مزین مقبول جہان گردید)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

((شیخ الاسلام هروی)) می فرماید: الهی چیست اینکه دوستان خود را کردی که هر که ایشان را شناخت، تو را یافت و تا تو را نیافت، ایشان را نشناخت، بعض این طائفه، سم قاتل است وطعن ایشان موجب حرمان ابدی است، نجاناالله سبحانه و ایاکم عن هذا الابتلاء ((شیخ الاسلام)) فرمود: الهی! هر که را خواهی بر اندازی، او را ما بادر اندازی۔

بی عنایات حق و خاصان حق		گر ملک باشد، سیاه هستش ورق

این رجوع و انابت که حق۔ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالیٰ۔ به تجرید شما را کرامت فرموده است، نعمت عظمیٰ تصور فرمایند۔ و از حضرت حق

سبحانہ، استقامت بر آن طلبند۔

والسلام علی من اتبع الھدی والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات۔

ترجمہ: حضرت شیخ الاسلام سیدنا عبداللہ انصاری ہروی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ الٰہی تو نے اپنے دوستوں کو کیا کر دیا ہے۔ کہ جس نے انہیں شناخت کر لیا تجھے پالیا، اور جب تک تجھے شناخت نہ کر سکا انہیں بھی نہ پاسکا۔ اس گروہ کے ساتھ بغض وعناد زہر قاتل ہے، اوران پر اعتراض اور نکتہ چینی ابدی محرومی کا موجب ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں اس ابتلاء وآزمائش سے نجات دے۔ حضرت شیخ الاسلام سیدنا عبداللہ انصاری ہروی علیہ الرحمہ مذکور نے فرمایا ہے۔ الٰہی تو جسے مردود بارگاہ کرنا چاہتا ہے اسے ہم سے الجھا دیتا ہے۔

بی عنایات حق و خاصان حق	گر ملک باشد، سیاہ ہستش ورق

ترجمہ: حق تعالیٰ اور خاصان حق کی عنایات اور مہربانیوں کے بغیر کوئی فرشتہ صفت بھی ہو تو اس کا نامہ اعمال سیاہ ہی رہے گا،

یہ رجوع اور انابت جو حق سبحانہ وتعالیٰ نے از سر نو تمہیں عطا فرمائی ہے اسے نعمتِ عظمیٰ تصور کریں اور حق سبحانہ سے اس پر استقامت طلب کریں۔ ہر متبع ہدایت اور مصطفیٰ (علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات) کی متابعت کی پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۱۰۶، ج ۱، ص، ۲۷۲، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

مشائخ ننگی تلوار ہیں:

حضرت علامہ صلاح بن مبارک بخاری علیہ الرحمہ متوفی، ۷۹۳ھ، لکھتے ہیں:

نقل کرد عزیزی کہ روزی حضرت خواجۂ ما قدس اللہ روحہ در شہر بخارا بر دراز گوشی نشستہ بودند و اتفاقا درویشی بر راہ گذر ایشان بود خواجہ چون باو نزدیک رسیدند، آن درویش درخواست کرد کہ از دراز گوش فرود آمدن شرط نیست۔ خواجہ فرمودند کہ: ما را در خاطر نبود کہ فرود آییم درخواست حاجت نیست۔ آن درویش در غضب شد و خواجہ را ناسزای بسیار گفت۔ خواجہ تبسم کردند وبشاشت نمودند۔ حاضران از آن لطف خواجہ تعجب کردند۔ اتفاقا روز دیگر خواجہ بہ جمعی از درویشان بہ طرف، کوفین رفتند و آن درویش را مرض صعبی پیدا شد۔ بعضی از کسانی کہ در آن روز بی ادبی او بہ نسبت خواجہ حاضر بودند نزدیک، او رفتند و او را گفتند سبب مرض تو آن سخنان است کہ بہ نسبت ایشان آن روز گفتی۔ علاج تو ہم از ایشان خواھد بود و آن درویش دایم از خواجہ یاد می کرد۔ روزی مرا طلبید و گفت: اگر ایشان نخواھند آمد من ھلاک خواھم شد۔ بعد از زمانی کہ از پیش او بیرون آمدم بہ طرفی بہ مہمی می رفتم مرا با خواجہ ملاقات شد کہ ہمان ساعت از طرف کوفین می آمدند۔ بر ایشان سلام گفتم۔ از من پرسیدند کہ حال آن درویش بیمار چون است کہ این زمان پیش او بودی بہتر ہست؟ من تعجب کردم۔ آنگاہ گفتم: زحمت قوی دارد منتظر لقای شریف است۔ خواجہ بہ منزل نرفتند۔ بالفور بہ عیادت او رفتند و من نیز در قدم ایشان بودم۔ آن درویش را پرسش کردند وفرمودند: الشافی ہو اللہ، خوش خواھی شد مترس نخواھی درین مرض مرد۔ از برکۂ دعای ایشان اثر صحت در آن درویش پیدا شد۔ خواجہ را عذر بسیار خواست و گفت: خاطر شریف شما از من رنجیدہ باشد؟ من بی ادبی کردم، عفو فرمایید خواجہ فرمودند: خاطر ما از

تو نرنجیده است و در باطن ما از تو غباری نیست۔ آنگاه خواجه از پیش آن درویش بیرون آمدند و در آن اثنا فرمودند: ما متابعت روش پیغامبر ﷺ می نماییم۔ دندان مبارک او را شکستند فرمودند: اللهم اهد قومی فانهم لا یعلمون۔ اما گفته اند۔ مشایخ، تیغ برهنه اند۔ خلق خود را بر آن تیغ می زنند و ایشان خود را بر کسی نمی زنند۔ از حضرت عزیزان قدس اللہ سره سوال کرده اند که می گویند فلان کس را تیغ مشایخ رسید۔ این سخن چگونه است؟ ایشان فرموده اند۔ آنکه مرد دست به غیر نمی پردازد و آنکه نامرد است نمی تواند۔ اما درین راه تیغی است برهنه خلق خود را بر آن می زنند۔

ایک عزیز نے نقل کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ شہر بخارا میں ایک دراز گوش پر سوار تھے۔ اتفاقاً ایک درویش آپ کی راہ گزر پر (کھڑا) تھا جب آپ اس کے نزدیک پہنچے تو اس درویش نے درخواست کی ’’گدھے سے نیچے اترنا شرط نہیں‘‘ حضور سیدی محمد بہاء الدین نقشبند بخاری ﷺ خواجہ نے فرمایا ’’ہمارے دل میں بھی نہیں تھا کہ ہم نیچے اتریں، پس درخواست کی حاجت نہیں‘‘ اس درویش نے غضب ناک ہو کر آپ کو بہت برا بھلا کہا، آپ نے تبسم فرمایا اور بشاشت کا اظہار کیا، حاضرین آپ کے اس لطف پہ حیران ہو گئے۔ اتفاقاً دوسرے روز حضور سیدی محمد بہاء الدین نقشبند بخاری ﷺ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ ’’کوفین‘‘ کی طرف روانہ ہوئے تو (معلوم ہوا کہ) اس درویش کو ایک سخت (قسم کا) مرض لاحق ہو گیا ہے۔ بعض لوگ جو اس روز حاضر تھے جب اس نے حضور سیدی محمد بہاء الدین نقشبند بخاری ﷺ کی بے ادبی کی تھی، وہ اس کے پاس گئے اور اسے کہا تیری بیماری کا باعث وہ الفاظ ہیں جو تو نے اس دن آپ کی نسبت ادا کیے تھے۔ اس بیماری کا علاج بھی آپ ہی کریں گے۔ اب وہ درویش ہمیشہ حضور سیدی محمد بہاء الدین نقشبند بخاری ﷺ کو یاد کرتا رہتا تھا، ایک روز اس نے مجھے طلب کیا اور کہا ’’اگر آپ تشریف نہ لائے تو میں ہلاک ہو جاؤں گا‘‘ کچھ دیر کے بعد جب میں اس کے پاؤں سے (اٹھ کر) باہر آیا اور ایک کام کی غرض سے ایک طرف کو روانہ ہوا تو حضور سیدی محمد بہاء الدین نقشبند بخاری ﷺ سے میری ملاقات ہوگئی۔ آپ اس وقت کوفین کی طرف سے تشریف لا رہے تھے۔ میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ اس ’’درویش بیمار‘‘ کا حال کیا بہتر ہے، جس کے پاس تو ابھی بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے تعجب کیا اور اسی وقت عرض کیا ’’اسے بہت زیادہ زحمت ہے اور وہ آپ کی لقائے شریف کا منتظر ہے‘‘ حضور سیدی محمد بہاء الدین نقشبند بخاری ﷺ اپنی منزل پر نہ گئے، اس کی عیادت کے لیے چل پڑے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے اس درویش کی عیادت کی اور فرمایا ’’وہی اللہ شفا دینے والا ہے‘‘ تو ٹھیک ہو جائے گا، خوف نہ کھا، تو اس بیماری سے نہیں مرے گا، آپ کی دعا کی برکت سے اس درویش میں صحت کا اثر پیدا ہو گیا۔ اس نے حضور سیدی محمد بہاء الدین نقشبند بخاری ﷺ سے بہت زیادہ عذر کیا اور عرض کی ’’آپ کی خاطر شریف مجھ سے رنجیدہ ہے۔ میں نے بے ادبی کی، آپ معاف فرما دیں‘‘ حضور سیدی محمد بہاء الدین نقشبند بخاری ﷺ نے فرمایا ’’میرا دل تجھ سے رنجیدہ نہیں اور میرے باطن میں تیری طرف سے کوئی غبار نہیں‘‘ پھر حضور سیدی محمد بہاء الدین نقشبند بخاری ﷺ اس درویش کے پاس سے باہر آ گئے اور دراں اثناء ارشاد فرمایا ’’ہم روش پیغمبر ﷺ کی متابعت کرتے ہیں، لوگوں نے ان کے دندان مبارک کو شہید کیا تو آپ نے فرمایا

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِي فَإِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُونَ۔ **ترجمہ:** اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے وہ (میری عظمت) کو نہیں جانتے‘‘ (شعب الایمان، رقم: ۱۳۷۵)

لیکن کہا گیا ہے ’’مشائخ ننگی تلوار ہیں لوگ خود اپنے آپ کو اس تلوار پر گرا لیتے ہیں، وہ خود تو کسی پر نہیں گرتے‘‘ حضرت شیخ المشائخ خواجہ علی النساج رامتنی عرف عزیزان علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا کہ ’’یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی کو مشائخ کی تلوار لگی ہے، یہ بات کیسی ہے‘‘ آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا ’’جو آدمی مرد کامل ہے وہ غیر

سے مشغول نہیں ہوتا اور جو' نامرد' ہے وہ یہ کام کر نہیں سکتا، لیکن اس راہ (عرفان) میں (شیخ کامل) ایک ننگی تلوار ہے، لوگ خود اپنے آپ کو اس پر گرا لیتے ہیں'

(انیس الطالبین وعدۃ السالکین، ص،۱۷۹، ۱۸۰، مکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکیا)

جاہل علماء ہی صوفیہ کا انکار کرتے ہیں:

حضرت علامہ محمد بن سلیمان بغدادی حنفی، نقشبندی علیہ الرحمۃ متوفی، ۱۲۳۴ھ، لکھتے ہیں:

وهؤلاء يصدر غالبا الا من بعض المتفقهة القاصرين كما قال العالم الفقيه العارف المحقق قطب زمانه في الشريعة والحقيقة الشيخ عبد الغني النابلسي الحنفي القادري النقشبندي قدس سره في شرح عنوان الديوان وقد اعتاد المتفقهة في كل زمان على التفتيش عن عيوب الناس الشرعية بحيث لا يؤولون ما يجدونه مخالفا لعلمهم وان كان له الف تاويل بل ينكرون بمقتضى علمهم ما يكون محتملا للخطا ولو بوجه ضعيف وان كان صوابه ظاهرا بل ربما بعضهم يجهل مذهب الاخر فينكر عليه ما خالف مذهبه كما حكى رجل حنفي المذهب صلى ركعتين في الجامع الاموي فوضع يديه تحت سرته ثم لما فرغ من صلوٰته اقام عليه النكير رجل شافعي المذهب وقال له ضع يديك على صدرك هذا الذي فعلته مكروه وانت جاهل باحكام الصلوٰة۔

ان صوفیہ کا انکار بسا اوقات نیم ملا یا جاہل علماء ہی کرتے ہیں جیسے کہ عالم، فقیہ، عارف، محقق۔ قطب زمان۔ شیخ عبدالغنی نابلسی حنفی قادری نقشبندی علیہ الرحمۃ نے "عنوان الدیوان" کی شرح میں تصریح فرمائی کہ ہر زمانے میں جاہل علماء کی عادت رہی ہے کہ بزرگان دین ومشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے عیوب کو تلاش کرتے رہتے ہیں، بلکہ بزرگان دین کے افعال یا اقوال اگر (انکے قول یا فعل کے) ہزار ہا تاویلات ہوں اور ان کا درست ہونا ظاہر باہر ہی کیوں نہ ہو لیکن محض خطاء کا احتمال پائے جانے سے اس کا انکار کرتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض علماء دوسرے مذہب کو نہیں جانتے جو چیز اپنے مذہب کے خلاف دیکھتے ہیں اس کا انکار کر دیتے ہیں جیسے کہ ایک شخص جو حنفی المذہب تھا "جامع اموی" میں دو رکعت نماز ادا کر رہا تھا، اپنے ہاتھ ناف کے نیچے باندھے ہوئے تھے جب نماز سے فارغ ہوا تو ایک شخص جو شافعی المذہب تھا کھڑے ہو کر کہنے لگا ہاتھ سینے پر رکھا کر یہ جو تو نے کیا مکروہ ہے تو نماز کے مسائل واحکام سے ناواقف ہے۔

نیم ملا، صوفیہ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے انکار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں:

وهذه الامور كلها طريقة المتفقهة في المذاهب لا الفقهاء فان المتفقهة قاصرون ومرادهم ان يغرفوا بين الناس بالعلم والفقه لاجل اغراض شيطانية يريدون انفاذها وشهوات نفسانية يحاولون ايجادها فيضطر بهم الامر الى التفتيش عن عيوب الناس فكيف يؤولون شيئا مقصودهم التفتيش عليه ومتى ظفروا بوجه فاسد في حال انسان فكأنهم ظفروا بملك الدنيا ففي قلوبهم الفرح الشديد فمن المحال ان يقيلوا عثرة مؤمن او يتغافلوا عن زلة بمسلم لانهم في زعمهم لا يرتقون ويرتفعون الا بانكار المناكر خصوصا على الكامل الخاشع والعابد الذاكر۔

اس قسم کے تمام کام نیم ملاؤں کے ہوتے ہیں، جب کہ فقہا کرام کی یہ حالت نہیں رہی کیونکہ مقصود انکا انکار کرنے سے لوگوں کے درمیان علم وفقہ کے ساتھ شہرت حاصل کرنا ہوتا ہے، اعتراض شیطانیہ اور شہوات نفسانی انکو انکار کرنے پر مجبور کر دیتی ہے تو اس مجبوری کی وجہ سے یہ لوگ لوگوں کے عیوب کی تلاش کرتے رہتے

ہیں تو وہ کیسے (صوفیہ کے قول یا فعل کی) اچھی تاویل کریں جبکہ مقصود انکا مذکورہ شہرت حاصل کرنا ہو، جب کہ یہ لوگ مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے عیوب کی تفتیش کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں تو انکو اتنی زیادہ خوشی ہوتی ہے گویا وہ ساری دنیا کے مالک بن گئے ہیں یہ تو ہے ہی محال و ناممکن کہ کسی مومن یا مسلمان کی ذلت و رسوائی سے غافل ہو جائیں کیونکہ انکے سوچ و گمان میں یہ بات ہوتی ہے کہ بلندی علم کا اظہار اور شان و شوکت حاصل کرنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک لوگوں کے افعال و اعمال کا انکار نہ کیا جائے خصوصاً عابد ذاکر کامل و مکمل شیخ کا۔

(الحدیقۃ الندیۃ فی الطریقۃ النقشبندیۃ، ص،۹۶، ۹۷، المکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکیا)

صوفیہ کرام کے احوال و کیفیات کے انکار کیلئے ستر چیزوں کا علم ضروری ہے:

حضرت علامہ محمد بن سلیمان بغدادی حنفی، نقشبندی علیہ الرحمۃ متوفی، ۱۲۳۴ھ، لکھتے ہیں:

وکان شیخ الاسلام المخزومی رحمہ اللہ تعالی یقول لا یجوز لاحد من العلماء الانکار رلی الصوفیۃ الا ان سلک طریقھم ورای افعالھم واقوالھم مخلافۃ للکتاب والسنۃ واما بالاشاعۃ عنھم فلان یجوز الانکار علیھم ولا سبھم وطال فی ذلک ثم قال وبالجملۃ فاقل ما یحق علی المنکر حتی یسوغ لہ الانکار علی اقوالھم او علی افعالھم او علی احوالھم ان یعرف سبعین امرا ثم بعد ذلک یسوغ لہ الانکار منھا غوصہ فی معرفۃ معجزات الرسل علیھم السلام علی اختلاف طبقاتھم وکرامات الاولیاء علی اختلاف طبقاتھم ویؤمن بھا ویعتقد ان الاولیاء یرثون الانبیاء فی جمیع معجزاتھم الا ما استثنی منھا ومنھا اطلاعہ علی کتاب تفسیر القرآن سلفا وخلفا لیعرف اسرار الکتاب والسنۃ ومنازع الائمۃ المجتھدین ویعرف التفسیر والتاویل وشرائطہ ویتبحر فی لغات العرب فی مجازاتھا واستعاراتھا حتی یبلغ الغایۃ ومنھا کثرۃ الاطلاع علی مقامات السلف والخلف فی معنی آیات الصفات واخبارھا ومن اخذ بالظاھر ومن اول ومن دلیلہ ارجح من الآخر ومنھا تبحرہ فی علم الاصولیین ومعرفۃ منازع ائمۃ الکلام ومنھا وھو اھمھا معرفۃ اصطلاح القوم فیما عبروا عنہ من التجلی الذاتی والصوری وماھو الذات وذوات الذات ومعرفۃ حضرۃ الاسماء والصفات والفرق بین الحضرات والفرق بین الاحدیۃ والواحدیۃ ومعرفۃ الظھور والبطون والازل والابد وعالم الغیب والکون والشھادۃ والشئون وعالم الماھیۃ والھویۃ والسکر والمحبۃ ومن ھو صادق فی السکر حتی یسامح ومن ھو الکاذب حتی یؤاخذ وغیر ذلک فمن لم یعرف مرادھم کیف یحل کلامھم او ینکر علیھم بما لیس ھو مرادھم انتھی۔

حضرت شیخ الاسلام مخزومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ علماء میں سے کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ صوفیہ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا انکار (یا ان کے احوال و کیفیات پر رد) کریں جب تک خود صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے طریقے پر نہ چلا ہو، اور جب تک واقعی صوفیہ کے اقوال و افعال کتاب و سنت کے مخالف نہ پائے ہوں آپ نے اس بات پر طوالت فرمائی لیکن آخر میں فرمایا کہ اسوقت تک صوفیہ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے اقوال و اعمال اور احوال کا انکار کرنا (یا رد کرنا) منکر کیلئے جائز نہیں جب تک ستر (۷۰) چیزوں کو نہ جانتا ہو۔

(۱) ایک ان ستر میں سے یہ ہے کہ انبیاء و رسل ﷺ کے معجزات کو جانتا ہو اور ان پر ایمان رکھے اور یہ عقیدہ ہو کہ اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) تمام

معجزات میں انبیاء کرام ﷺ کے وارث ہیں (بعض کے استثناء کے ساتھ)۔

(۲) سلفاً وخلفاً قرآن پاک کی تفسیر پر مطلع ہوتا ہے کہ کتاب وسنت کے اسرار کی معرفت اور ائمہ مجتہدین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے اختلاف ونزاع کو جان سکے اور تفسیر وتاویل اور اس کی شرائط کو جان سکے۔

(۳) مجازات استعارات میں عرب کی لغت پر مکمل دسترس حاصل ہوتا کہ عرب کی گفتگو کے مقصد کو سمجھ سکے۔

(۴) سلف وخلف نے آیات وصفات کے معانی اپنے اپنے مقام کی بناء پر کئے ہیں تو آیات صفات تفسیر میں سلف وخلف کے مقامات پر مطلع ہوتا کہ ان کے مقامات سے جان سکے کہ کس نے آیت کے ظاہر کو لیا اور کس نے آیت کے باطن کو لیا اور ان حضرات کے دلائل میں سے راجح دلیل کون سی ہے اور مرجوح کونسی ہے۔

(۵) علم اصول اور آئمہ کلام کے اختلاف ونزاع کے مقام پر عبور وتبحر حاصل ہو۔

(۶) جو ان ستر میں سے سب سے اہم ہے وہ یہ ہے کہ صوفیاء کی اصطلاحات کی معرفت حاصل ہو یعنی صوفیاء کی اصطلاحات میں سے تجلی ذاتی، تجلی صوری ذات، ذوات الذات، اسماء وصفات، احدیت، واحدیت کے درمیان فرق ظاہر وباطن کی معرفت حاصل ہو۔ ازل وابد، عالم الغیب، کون، شہادت، شئون، عالم ماھیت اور ھویت، شکر ومحبت کی معرفت اور یہ علم ہو کہ سکر میں کون صادق ہے تا کہ اس سے اعتراض کی نظر پھیر لی جائے اور سکر میں کون جھوٹا ہے تا کہ اس کی گرفت کی جائے، وغیرہ وغیرہ۔

جو شخص صوفیہ حضرات (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی مراد کو ہی نہ جان سکے، اسے ان حضرات (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے بارے میں کلام کرنا کیسے روا ہوگا یا ان پر رد کرنا کیسے جائز ہوگا۔

(الحدیقۃ الندیۃ فی الطریقۃ النقشبندیۃ، ص۹۹،۱۰۰، المکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکیا)

شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر، مکی، ہیتمی، شافعی علیہ الرحمۃ متوفی ۹۷۴ھ، لکھتے ہیں:

(كِتَابُ الرِّدَّةِهِيَ قَطْعُ الْإِسْلَامِ بِنِيَّةٍ أَوْ قَوْلِ كُفْرٍ) عَنْ قَصْدٍ وَرَوِيَّةٍ فَلَا أَثَرَ لِسَبْقِ لِسَانٍ أَوْ إِكْرَاهٍ وَاجْتِهَادٍ وَحِكَايَةِ كُفْرٍ لٰكِنْ شَرَطَ الْغَزَالِيُّ أَنْ لَا يَقَعَ إِلَّا فِي مَجْلِسِ الْحَاكِمِ وَفِيهِ نَظَرٌ بَلْ يَنْبَغِي أَنَّهُ حَيْثُ كَانَ فِي حِكَايَتِهِ مَصْلَحَةٌ جَازَتْ وَشَطْحِ وَلِيٍّ حَالَ غَيْبَتِهِ أَوْ تَأْوِيلِهِ بِمَا هُوَ مُصْطَلَحٌ عَلَيْهِ بَيْنَهُمْ، وَإِنْ جَهِلَهُ غَيْرُهُمْ إِذِ اللَّفْظُ الْمُصْطَلَحُ عَلَيْهِ حَقِيقَةٌ عِنْدَ أَهْلِهِ فَلَا يُعْتَرَضُ عَلَيْهِمْ بِمُخَالَفَتِهِ لِاصْطِلَاحِ غَيْرِهِمْ كَمَا حَقَّقَهُ أَئِمَّةُ الْكَلَامِ وَغَيْرُهُمْ وَمِنْ ثَمَّ زَلَّ كَثِيرُونَ فِي التَّهْوِيلِ عَلَى مُحَقِّقِي الصُّوفِيَّةِ بِمَا هُمْ بَرِيئُونَ مِنْهُ۔

ترجمہ: ارتداد اسلام کو قصداً چھوڑنے یا قصداً کلمہ کفریہ کہنے کا نام ہے۔ تو سبق لسان (بغیر قصد کے زبان پر کلمہ کفر آجانا) اور اکراہ (کسی کی موت یا عضو کے تلف کرنے کی دھمکی کی صورت میں کلمہ کفر کہنا مثلاً کہے کہ تعدد الٰہی کا اقرار کرو ورنہ جان سے ماردوں گا) حکایت کفر (کفر کی حکایت کو بیان کرنا) اور ولی کی بات کی تاویل کرنا جو تاویل اہل طریقت کی اصطلاح کے مطابق ہو۔ ارتداد (مرتد ہونے) میں کوئی اثر نہیں رکھتا۔ اہل طریقت انکے نزدیک درست ہوتی ہے۔ لہٰذا

دوسروں (اہل ظاہر) کی اصطلاح کے مخالف ہونے پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ یہی وجہ (صوفیہ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی اصطلاح کو نہ سمجھنا) ہے کہ بہت سے لوگ صوفیہ کے حقائق کو (اصطلاحات) غلط کہنے کی وجہ کہنے سے گمراہ ہو گئے۔

(تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج، کتاب الردۃ، ج،۹،ص،۸۲)

عَنْ عَزَّةَ بِنْتِ عِيَاضٍ، قَالَتْ: سَمِعْتُ أَبَا قِرْصَافَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا حَشَرَهُ اللهُ فِي زُمْرَتِهِمْ

ترجمہ: حضرت قرصافہ ﷜ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جس قوم سے محبت کرتا ہو اللہ اس کو اسی قوم کے زمرہ سے اٹھائے گا۔

(المعجم الکبیر، ج،۳،ص،۱۹، رقم: ۲۵۱۹، الجامع الصغیر، رقم: ۱۲۱۲۲)

علامہ خیر الدین بن احمد بن علی رملی حنفی ﷫ متوفی ،۱۰۸۱ھ، لکھتے ہیں:

وحقيقة ما عليه الصوفية لا ينكرها الا كل نفس جاهلة غبية۔

ترجمہ: اس چیز کی حقیقت سے جس پر صوفیہ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) عمل پیرا ہوتے ہیں کوئی بھی انکار نہیں کرتا مگر جاہل و کم عقل اس کا انکار کرتا ہے۔

(فتاویٰ خیریہ، کتاب الکراھیۃ والاستحسان، ج،۲،ص،۱۸۱، میر محمد کتب خانہ، کراچی، وفتاوی الخلیلی علی المذھب الشافعی، ج،۲،ص،۲۶۲)

وقال سيدى العارف المحقق الشيخ احمد زروق المالكى الشاذلى قدس سره فى النصيحة الكافية لمن خصه الله بالعافية واما الفقراء فيسلم لهم فى كل ما لا يقتضى العلم انكاره وما وجب انكاره فانكر عليهم مع اعتقاد كما لهم اذ لا يبعدان يكون للولى الهفوة والهفوات والزلة والزلات اذ الاولياء محفوظون والحفظ يجوز معه الوقوع فى المعصية الا انه لا يجوز معه الاصرار عليها وقد سئل الجنيد قدس سره ايزنى العارف فقال وكان امر الله قدرا مقدورا قال ابن عطاء رحمة الله تعالى عليه ليت شعرى لو قيل له اتتعلق بمة العارف بغير الله تعالى لقال لا ولا ينكر على الفقراء الا محرما مجمعا على تحريمه انتهى۔

محقق عارف شیخ احمد زرق مالکی قدس سرہ (النصیحت الکافیہ) میں رقم طراز ہیں کہ جس شخص پر اللہ تعالیٰ نے خصوصی انعامات کیے ہوں اس کو چاہیے کہ صوفیاء وفقراء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کے ہر اس کام کو تسلیم کرے جس کے انکار کا علم تقاضا نہیں کرتا اور جس چیز پر انکار ضروری ہو اس کا انکار کیا جائے لیکن انکے (صوفیہ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے کمال کا معتقد بھی ہو کیونکہ یہ بعید نہیں ممکن ہے) کہ ایک ولی سے ایک سے زائد لغزشیں واقع ہو جائیں کیونکہ اولیاء محفوظ ہوتے ہیں حفاظت کے ساتھ گناہ میں واقع ہونا ممکن ہے لیکن حفاظت کے ساتھ گناہ پر اصرار (گناہ بار بار) درست و جائز نہیں۔

حضور سید الطائفہ جنید بغدادی ﷜ سے کسی نے پوچھا کیا عارف زنا کرسکتا ہے تو آپ ﷫ نے فرمایا:

وَكَانَ أَمْرُ اللهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا

ترجمہ: اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے (سورۃ الاحزاب: ۳۸)

یعنی اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہو کر رہے گی کاش کہ منکرین کو اس بات کا علم ہوتا کہ جب حضرت ابن عطاء ﷫ سے پوچھا جاتا کہ عارف غیر اللہ کا قصد و ارادہ کرسکتا ہے تو آپ فرماتے نہیں لیکن فقراء کا انکار اس وقت کیا جائے جب وہ ان محرمات کا ارتکاب کریں جس کے حرام ہونے پر سب کا اتفاق ہو۔

مشائخ عظام پر وارد ہونے والے شبہات اور اس کے جوابات کا بیان:

فمن شبه المنكرين على شيخنا قدس الله سره الشهرة بالولاية والظهور بالارشاد لطالب الهداية زعما منهم ان الاولياء ما اخفياء والشرة آفة تؤذن بحب الرياسة فنقول ان حب الرياسة امر قلبى لا يحكم عليه بالظنون وقد قال تعالى ان بعض الظن اثم وقال ﷺ ما امرت ان اشق عن قلوبكم والمرشد بعد تأهله للارشاد وتبحره فى علوم الشريعة والحقيقة وامر اشياخه له بنشر فوائد الطريقة ودعوة الخلق الى الحق على بصيرة باتباع سبيل المبعوث رحمة للخليقة يحرم عليه الاخفاء وكتم ما عنده من الفوائد والآلاء اذ قال ﷺ اذا ظهرت البدع او الفتن فليظهر العالم علمه الحديث وقال من كتم علما الجم بلجام من نار يوم القيامة فالظهور فى حق مثل هذا امتثال المامور والاخفاء عين القصور فسبحان من جعل المحاسن مساويا والمساوى محاسنا فى اعين المنكرين اہل الغرور۔

شبہ نمبر (۱) ہمارے شیخ قدس سرہ پر منکرین کے شبہات میں سے ایک شبہ یہ ہے کہ آپ ولایت کا اظہار کرتے ہیں اور اس بارے شہرت چاہتے ہیں اور (منکرین) یہ گمان کرتے ہیں کہ ولی چھپے ہوئے ہوتے ہیں اور شہرت ولی کے لیے ایک آفت ہے جو برتری کی محبت کو پیدا کرتی ہے۔

جواب: میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کہ شہرت پسندی دل کا معاملہ ہے محض گمان کی بنا پر کسی پر شہرت پسندی کا حکم نہیں کیا جا سکتا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ

ترجمہ: بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔ (سورۃ الحجرات: ۱۲)

سرکارِ مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں تمہارے دل سے بات نکال لوں۔

شیخ جب رشد و ہدایت کا اہل ہو جائے اور علوم شریعہ میں تبحر حاصل ہو جائے اور طریقت کے فوائد سے مشرف ہو جائے تو اس پر چھپے رہنا حرام ہے اور طریقت کے فوائد جو اس کو حاصل ہوئے ان کا چھپانا اس پر حرام ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا جب بدعات اور فتنے پیدا ہو جائیں تو عالم کو چاہیے کہ وہ علم حدیث کو ظاہر کرے اور فرمایا جس نے علم حدیث کو چھپایا قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔ تو کامل و مکمل شیخ کا اپنے آپ کو ظاہر کرنا مامور بہ (حکم شرع) ہوا اور چھپانا عین قصور ہے کتنی ہی پاک ہے وہ ذات جس نے منکرین متکبرین کی نظروں میں خوبیوں کو برائیاں اور برائی کو خوبی بنا دیا۔

وقال الشيخ العالم الاعلامة المتبحر الفهامة العارف المحقق عبد الوهاب الشعرانى قدس سره النورانى فى الاجوبة المرضية عن الفقهاء والصوفية وسمعت شيخنا شيخ الاسلام زكريا رحمة الله تعالى عليه يقول اياكم ان تنكروا على احد ممن اشهره الله تعالى، بالولاية فى بلادكم، فان الله لا يشهر احدا بالولاية الا لحكمة قال ومن جملة نعم الله تعالى انى من حين كنت صغيرا لم انكر على احد من القوم واقول عن كل شىء لم اعرفه من احوالهم لعل هذا من العلم الذى لم يطلعنى الله تعالى عليه انتهى۔

علامہ فہامہ شیخ محقق امام عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ نے اپنی کتاب "الاجوبة المرجية عن الفقهاء والصوفيه" میں فرمایا میں نے اپنے حضرت شیخ الاسلام زکریا علیہ الرحمۃ سے سنا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے شہروں میں ولایت کے ساتھ مشہور فرمایا ہو اور اس شخصیت کے انکار سے باز رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو

۱۹۵۲۱۴

ولایت دیگر مشہور کرے تو یہ کسی حکمت کے بناء پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بچپن سے لے کر آج تک میں نے اہل طریقت میں سے کسی کا انکار نہیں کیا اور صوفیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے جن احوال کو میں نہ جان سکوں، تو کہتا ہوں کہ ممکن ہے کہ یہ احوال اس علم سے ہوں جس علم سے اللہ تعالیٰ کے مجھے مطلع نہیں فرمایا۔

وقال فی مدراج السالکین من باب آداب المریدین ومنها ای الآداب ان لا یطیع فی شیخه قولا ولا یصاحب له عدوا ولا یباعد له صدیقا ولا یباغضه وکذلک لا یجالس من یخرج علی شیخه ویقول انا ماعندی شیخ الا فلانا الذی لم یتصدر لمشیخة قط لینفر ذلک المرید عن طریق شیخه ولیعلم ان ملخص باب المشیخة هو نصح المسلمین ومحبة الخیر والترقی لهم لا غیر فالتارک لهذه الامور عاص لله تعالی فکیف یمدح انما حق هذا الذم اذا کان عارفا بالطریق واما اذا کان جاهلا فلا تفاضل بینه وبین الاشیاخ الجهلة ولکن للاشیاخ اسوة بالرسل علیهم الصلوٰة والسلام قال تعالی وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا من المجرمین فهی للاشیاخ بحکم الارث انتهی ومنها وقوف بعض المریدین اتفاقا بمغلوبیة الحب والادب والتواضع والاعظام له واستفادة العلوم منه من غیر امر ولا رضاء بذلک زاعمین الاستدلال علی هذا الانکار بقوله ﷺ من احب ان یتمثل له الناس قیاما فلیتبوأ مقعده من النار فنقول وهذا الحب ایضا امر قلبی لا یحکم علیه بالظن مع وجود دلائل قطعیة علی ضده من نهیه مرارا عن ذلک وزجره وتوبیخه وکراهته لمن یتصف بها هنالک علی انه قال العالم المحقق خاتمة المتأخرین السفیری فی شرح البخاری قال اسحاق ابن ابراہیم الشهیدی کنت اری یحیی القطان یصلی العصر ثم یستند الی اصفالتل منارة مسجده فیقف بین یدیه علی ابن المدینی وسلیمان ابن داود واحمد ابن حنبل ویحیی ابن معین وغیرهم یسئلونه عن الحدیث وهم قیام علی ارجلهم الی ان تحین صلوٰة المغرب لا یقول لواحد منهم اجلس ولا یجلسون هیبة واعظاما انتهی فلیت شعری ما یقول المنکر فی وقوف هؤلاء المجتهدین بین یدی شیخهم اکان بحب قلبی منه لذلک فیصدق علیه الحدیث ام لا کما تشهد به سیرتهم الحمیدة ویؤیده حسن الظن بالسلف الصالح المطلوب فی حق کل مسلم فان اختار الشق الاول والعیاذ بالله فلا کلام لنا معه اذ جواب مثله السکوت وان اختار الشق الثانی قلنا له هلا سحبت هذا الحکم علی شیخنا المسلم العالم العامل المتبع لسیرتهم ونهج سبیلهم الواضح وتجنبت التعسف والقوادح

آپ (امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ) "مدارج السالکین" میں فرماتے ہیں کہ شیخ کی بات کی طرح ہر بات نہ کرے اور نہ ہی شیخ کے دشمن کا ساتھی بنے اور نہ ہی شیخ کے دوست سے دور ہو، نہ اس سے بغض رکھے، اسی طرح اس شخص کے پاس نہ بیٹھے جو شیخ کے خلاف ہو۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ۔

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن بنادیئے تھے مجرم لوگ۔ (سورۃ الفرقان:۳۱)

مشائخ کے بھی ضرور دشمن ہونگے کیونکہ مشائخ انبیاء کے وارث ہیں۔ مرید کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ شیخ کی محبت اور تواضع میں مغلوب ہوں اگر مرید کے لیے کوئی تعظیم کی خاطر کھڑا ہو جائے تو مرید اس کے کھڑے ہونے سے خوش و راضی نہ ہو کیونکہ حضور سیّد المرسلین ﷺ نے ارشاد فرمایا: من احب ان یتمثل له الناس قیاما فلیتبوء مقعده النار جو یہ پسند کرتا ہو کہ لوگ اس کے لیے تعظیماً کھڑے ہوں تو اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔ (جمع الفوائد من جامع الاصول ج:۲

الزوائد، رقم: ۱۳۱۷۷) میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ شیخ کے ساتھ محبت بھی دل کا معاملہ ہے محض گمان کے ساتھ اس پر کوئی حکم نہیں کرسکتا کیونکہ محض گمان کے خلاف حکم کرنے پر بہت سے دلائل قطعیہ وارد ہوئے ہیں اور گمان کی ممانعت پر شدید نہی وراد ہوئے ہیں۔ خاتمۃ المتاخرین محقق سفیری علیہ الرحمۃ نے شرح بخاری میں فرمایا کہ اسحٰق بن ابراہیم شہیدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میں نے یحییٰ قطان علیہ الرحمۃ کو دیکھا کہ عصر کی نماز پڑھتے تو مسجد کی مینار کے ساتھ ٹیک لگاتے تو علی ابن مدنی ،سلیمان ابن داؤد، امام احمد بن حنبل، یحییٰ ابن معین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) وغیرھم آپ کے حضور کھڑے رہتے اور حدیث کے بارے میں سوال کرتے یہاں تک کہ نماز مغرب کا وقت ہوجاتا آپ کسی کو نہ کہتے کہ بیٹھ جائیں اور نہ ہی یہ حضرات آپ کی ہیبت و رعب کی وجہ سے بیٹھتے۔ منکرین ان مجتہدین کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو اپنے شیخ کے حضور کھڑے رہتے تھے یا تو وہ کہیں گے ان کا کھڑا ہونا محبت کی بنا پر تھا یا محبت کے بغیر کھڑے ہوتے تھے۔ پہلی صورت میں منکرین کے ساتھ ہماری کوئی بحث نہیں بلکہ ان کا جواب سکوت ہے اور اگر دوسری صورت مراد ہے تو پھر اعتراض صرف ہمارے شیخ جو بزرگان دین کی سیرت پر عمل پیرا ہیں کے ساتھ کیوں مخصوص ہے۔

(الحدیقۃ الندیۃ فی الطریقۃ النقشبندیۃ، ص ۱۰۱، تا ۱۰۴، المکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکیا)

حضرت علامہ محمد بن سلیمان بغدادی حنفی، نقشبندی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۲۳۴ھ، لکھتے ہیں:

ثم رجع بوطنه بشعار الصوفية الاكابر مرشداً فی علمی الباطن والظاهر ولما اطردت سنة الله فی الدین خلوا من قبل ان جعل حساداً لكل منه، تفرد فی الفضل وكلما كان الكمال والمحبوبية الالهینا سئل كان الانكار والحسد اشدّ هاج علیه بعض معاصریه ومواطنیه بالحسد والعداوة والبهتان ووشوا عند حاكم كردستان تنبو عن سماعها الآذان وهو برئ من كلها بشهادة البداحة والعیان لم یقابل صنیعهم الشنیع الا بادعاء لهم وحسن الصنیع فلم تخب نارهم وما زادهم الا شرهمو عوارهم وقد قیل كل عداوة قد ترجی ازالتها الا عداوة من عاداك عن حسد فخلاهم وشأنهم فی السلیمانیة ورحل الی بغداد سنة الف ومأتین وثمانیة وعشرین مرّة ثانیه فالف الذی تولی كبر البهتان من المنكرین ورساله عاطلة عن الصدق والصواب ومهرها بمهور اخوانه المنكرین مشحونة بتضلیل الشیخ المترجم وتكفیره ولم یخشو امقت المنتعم شدید العقاب ارسلها الی والی بغداد سعید باشا یحرضه علی اهانته واخراجه من بغداد بسعایته فبصره الله تعالیٰ بدسائسهم الناشئة من الحسد والعناد وامر بعض العلماء بزدها علی وجه السداد فانتدب له العالم النحویر الدراج الی رحمة الله تعالیٰ القدیر محمد افندی مفتی الحلة سابقا وكان مدرس لمدرسة العلویة لاحقا بتالیف رسالة طعن باسنة ادلتها اعجازهم فولّتهم الادبار ثم لا ینصرون وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ومهرت بمهور علماء بغداد وارسلت الی المنكرین فسلقنهم بالسنة حداد فخبت نارهم وانطمست آثارهم ورجع بعد هذه الامور الی السلیمانیة محفوفا بالكمالات الاحسانیة۔

پھر آپ اپنے وطن کو روانہ ہوئے، اس وقت آپ علم باطن و ظاہر میں عظیم رہنما بن گئے تھے، اللہ تعالیٰ کی سنت مبارکہ اس بات پر جاری ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یکتا ہو اس کے حاسدین پیدا ہوجاتے ہیں جب آپ نے محبوبیت الٰہیہ کو درست طریقہ سے حاصل کیا تو آپ پر ہم وطن اور معاصرین حسد

وعداوت اور بہتان پر اتر آئے اور حاکم کردستان کے پاس آپ کے خلاف ایسی جھوٹی باتیں کی گئیں کہ کان بھی ان کے سننے سے پناہ مانگتے ہیں حالانکہ آپ ان تمام باتوں سے بداہۃً بری ہیں۔لیکن اس کے باوجود ان کے لئے دعا فرماتے اور ان کے ساتھ بھلائی کرتے لیکن ان لوگوں کی حسد کی آگ ٹھنڈی نہ ہوتی۔آپ کے حسن سلوک کے باوجود ان کی شرارتیں زیادہ ہوتی گئیں۔کہا گیا ہے کہ تمام دشمنیوں کے ازالہ کی امید کی جاسکتی ہے لیکن حسد سے جو دشمنی وجود میں آتی ہے وہ ختم نہیں ہوتی پھر آپ ۱۲۲۸ھ کو دوبارہ بغداد تشریف لے گئے۔

جب آپ وہاں پہنچے تو آپ کے حاسدین اور بہتان تراشوں نے آپ کے خلاف (صدق وصواب کے زیور سے خالی) آپ کی تکفیر پر ایک رسالہ لکھا اور بہت سے منکرین کے دستخط ومہر ثبت کر کے والیٔ بغداد سعید پاشا کی طرف بھیجا تا کہ والیٔ بغداد کو آپ کی اہانت اور بغداد سے نکالنے پر برانگیختہ کیا جاسکے اللہ تعالیٰ نے والیٔ بغداد کو ان کے حسد وعناد سے آگاہ فرما دیا۔والی صاحب نے بعض علماء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو اس رسالہ پر رد کرنے کا حکم دیا سب سے پہلے مدرسہ علویہ کے سابق مفتی محمد امین آفندی علیہ الرحمۃ نے رد کیا اور آپ کے حق میں ایک بہترین رسالہ تحریر فرمایا۔مفتی حلہ نے آپ کے حق میں جو رسالہ لکھا اس میں علماء بغداد کی مہریں اور دستخط بھی ثبت فرمائے۔پھر منکرین کی طرف ارسال فرمایا تو منکرین کے عناد کی آگ بجھ گئی اور انکی زبانوں کو مفتی حلہ نے یوں لگام دی کہ پھر کبھی بھی منکرین کو آپ پر طعن وتشنیع کی جرأت نہیں ہوئی۔ان تمام امور کے بعد پھر آپ سلیمانیہ گئے تو تمام لوگ آپ کے کمالات کے معترف اور محتاج تھے۔

(الحدیقۃ الندیۃ فی الطریقۃ النقشبندیۃ،ص۵۵،۵۶،المکتبۃ الحقیقۃ،استانبول،ترکیا)

سیّدنا عبداللہ قطّان علیہ الرحمۃ کے حالاتِ زندگی:

عارف باللہ سیدی شیخ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی،نابلسی،حنفی،نقشبندی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۱۴۳ھ،لکھتے ہیں:

ذکر الشیخ محی الدین بن العربی قدس اللہ سرہ فی کتابہ (روح القدس) فی ترجمۃ شیخہ ابی محمد عبد اللہ القطان المفتوح علیہ فی القرآن، کان یصدع بالامر لا تأخذہ فی اللہ لومۃ لائم، یرد الکلام علی السلاطین فی وجوہہم اقبح الرد۔

ترجمہ: حضرت سیدنا محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ''روح القدس'' میں اپنے شیخ حضرت سیدنا ابو محمد عبداللہ قطان علیہ الرحمۃ کے بارے میں فرماتے ہیں: ''آپ قرآنِ کریم کی تفسیر کرتے ہوئے معاملات کو حد درجہ وضاحت سے بیان فرماتے اور اللہ تعالیٰ کے احکام بیان کرنے کے معاملے میں کبھی کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے،سلاطین کی غلط باتوں کو ان کے سامنے ہی انتہائی سخت طریقے سے رد کر دیتے۔

(الحدیقۃ الندیۃ فی شرح الطریقۃ المحمدیۃ،ج۱،ص۲۴۷،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددِ الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی،حنفی،نقشبندی،قدس سرہ،متوفی ۱۰۳۴ھ،لکھتے ہیں:

ومروی است از معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کہ نامہ ای بہ حضرت عائشہ۔رضی اللہ تعالی عنہا۔نوشت و ازز او خواست تا با کلماتی ایشان را نصیحت کند، پس نوشت سلام علیکم اما بعد بہ تحقیق من شنیدم از پیغمبر خدا۔صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم۔

می فرمود: کسی کہ رضایت خدا را طلب کند در حالی کہ مردم از او ناراض شوند، کفایت کند او را خدای تعالی بار و گرانی مردم را۔

وھر کسس طلب کند خوشنودی مردم رابہ ناخوشنودی خدا، خداوندا ورابہ مردم می سپارد۔ وسلام باد ابر تو۔

وعن معاوية رضي الله تعالى عنه انه كتب الى عائشة رضي الله تعالىٰ عنها ان كتبي الى كتابا توصيني فيه ولا تكثري فكتبت سلام عليكم اما بعد فاني سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وعلى اله وصبحه وسلم يقول من التمس رضى الله بسخط الناس كفاه الله مونة الناس ومن التمس رضى الناس بسخط الله وكله الله الى الناس والسلام عليك۔

ترجمہ: حضرت سیدنا امیر معاویہ ﷛ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ ﷞ کو لکھا کہ مجھے کوئی ایسا خط لکھیں جس میں مختصر وصیت درج ہو۔ تو حضرت سیّدہ عائشہ ﷞ نے انہیں لکھا۔

سلام عليكم اما بعد فاني سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ آله وصحبه وسلم يقول من التمس رضى الله موته الناس، ومن التمس رضى الله بسخط الله وكله الله الى الناس والسلام عليكم السلام عليكم

کے بعد واضح ہو کہ میں نے تاجدارِ مدینہ رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کی ناراضگی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اللہ کی رضا کا طالب رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے لوگوں کے بوجھ اور گرانی سے کافی ہوگا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو نظر انداز کرے گا اور لوگوں کو راضی کرے گا اللہ اسے لوگوں کے سپرد کردے گا۔ یعنی اس کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لے گا۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۹۸، ج ۱، ص ۲۵۸، مرکز نخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

تو مرا دل ده ودلیری بیں		روبۂ خویش خوان وشیری بیں

ترجمہ: آپ مجھے دل عطا کریں پھر دلیری دیکھیں، مجھے اپنی لومڑی کہہ کر پکاریں اور پھر میری شیری دیکھیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۵۰، ج ۱، ص ۱۷۷، مرکز نخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت اقدس (صوفی نثار الحق سیفی) فرماتے ہیں:

ایک دن رات ساڑھے آٹھ بجے باڑا شریف پہنچا کھجوری شریف کے لیے گاڑی کا انتظام نہیں ہو رہا تھا کہ اچانک ایک ڈاٹسن والے نے گاڑی روکی اور کہا کہ پیر صاحب، حضرت اقدس فرماتے ہیں میں نے کہا ہاں پیر صاحب۔ گاڑی میں بیٹھ گیا اچانک باتیں شروع ہوئیں تو وہ بڈھا تبلیغی نکلا اور کہا کہ پیر صاحب تبلیغیوں کو کافر کہتا ہے۔ میں خاموش رہا، تھوڑی دیر کے بعد حضور سیدی حضرت مبارک صاحب ﷫ کی جگہ آ گئی تو میں اتر گیا۔ پیدل جا رہا تھا کہ داؤد باچا کے گھر سے تھوڑا سا آگے تھا کہ اچانک چار کتے بھونکتے ہوئے میری طرف آئے، لمبائی میں خچر کے برابر تھے، دل میں سوچا کہ آج میرا کام ہو گیا۔ لیکن اچانک حضور سیدی حضرت مبارک ﷫ کو آواز دی اور کہا المدد یا شیخ! یہ کہنا ہی تھا کہ وہ کتے آپس میں لڑے اور چلے گئے۔ قریب ہی ایک خادم تھا، پوچھنے لگا کہ کتوں نے کاٹا تو نہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ اندر خانقاہ شریف میں حاضر ہوا تو حضور سیدی حضرت مبارک صاحب ﷫ نے سلام کلام کے بعد فرمایا کہ گاڑی میں بڈھے نے تجھے کہا کہ پیر صاحب تبلیغیوں کو کافر کہتا ہے تو جواب کیوں نہیں دیا؟ اس کے منہ میں گوبر ڈالنا تھا۔ آج الحمد للہ ستائیس (۲۷) سال کے بعد آپ کے فرمان

نے رنگ لایا۔اور جواب لوگوں کے سامنے ہے۔ہماری جان بھی قربان حضور سیدی مبارک ﷺ پر:

نیکیاں فائدہ ہی فائدہ:

عن أنس ابن مالكٍ قالَ قالَ رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ: مَنْ كَتَبَ حَرفًا مِنَ العِلمِ لِرَجُلٍ فَكَأَنَّما تَصَدَّقَ بِدِينارٍ وَلَهُ أَجرُ عِتقِ رَقَبَةٍ وَكَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ حَرفٍ أَلفَ حَسَنَةٍ وَمَحا عَنهُ أَلفَ سَيِّئَةٍ وَرَفَعَ لَهُ أَلفَ دَرَجَةٍ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے نفع کی خاطر علم میں ایک حرف لکھے وہ ایسا ہے کہ گویا اس نے ایک دینار خیرات کیا اور اس کے لیے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر وثواب ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر حرف کے بدلے میں ایک ہزار نیکی لکھیں گے اور ایک ہزار گناہ معاف فرمائیں گے۔اور ایک ہزار درجات بلند فرمائیں گے۔

(من فوائد ابی بکر الشاشی، ج ۱، ص، ۱۰۴، الریاض، الایماء الی زوائد الامالی والاجزاء، ص، ۴۶۸، تاریخ اربل، ج ۱، ص، ۱۰۷)

اہلِ طریقت کا دفاع:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

ومن اخلاقهم، الاعتناء بالذب عن اهل الطريق ورد المنكرين عليهم بالادلة الواردة فى الكتاب والسنة وان المنكر معدودا من الجهال المامور بالاعراض عنهم ولو انه عالما لم يقع منه انكار، بل كان يستدل بافعالهم واقوالهم بالكتاب والسنة۔

ترجمہ: سچے مریدوں کا شیوہ یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت کے دلائل سے اہلِ طریقت کا دفاع کرتے ہیں۔اور انکار کرنے والوں کا رد کرتے ہیں۔اگرچہ منکرین کا تعلق جہلا سے ہے۔جن سے اعراض اور صرفِ نظر کرنے کا حکم ہے۔اور اگر منکرین اہلِ علم ہوتے تو کبھی انکار نہ کرتے بلکہ کتاب وسنت سے ان کے اقوال و انعال پر استدلال کرتے۔ (الکوکب الشاھق فی الفرق بین المرید الصادق وغیر الصادق، ۱۸۷، در المعارف، القاہرۃ،)

بے دلیل بات کا اتباع حرام ہے، اسی طرح دین میں بغیر یقین کوئی بات کہنا حرام ہے۔

(تفسیر القرآن المعروف بہ تفسیر ابن کثیر حافظ عماد الدین اسمٰعیل بن عمر بن کثیر شافعی مطبوعہ مصر، ج ۲ ص، ۲۱۱)

ایک دعا یہ بھی منقول ہے:

اللهم أرنا الحق حقًا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلًا وارزقنا اجتنابه ولا تجعله ملتبسًا علينا فنضل۔

ترجمہ: اے اللہ ہمیں حق کو حق دکھا اور اس کی تابعداری نصیب فرما اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچا کہیں ایسا نہ ہو کہ حق وباطل ہم پر خلط ملط ہو جائے اور ہم بہک جائیں۔

(الضیاء اللامع من الخطیب الجوامع، ج ۷، ص، ۵۴۳، مفتاح الافکار للتاھب لدار القرار، ج ۲، ص، ۲۰۶)

وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا

ترجمہ: اے اللہ ﷻ ہمیں نیکوکار اور پرہیزگار لوگوں کا امام بنا۔ (سورۃ الفرقان: ۷۴)

(فیوضات الرضویہ فی تشریحات الہدایہ المعروف بہ شرح ہدایہ: ج ۱، ص ۱۳۰)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

در رخِ مہ عیب بینی میکنی		در بہشتے خار چینی میکنی

ترجمہ: تو چاند کے چہرے میں عیب بینی کر رہا ہے بہشت میں کانٹا تلاش کر رہا ہے۔

گر بهشت اندر روی تو خار جو		هیچ خار آنجا نیابی غیرِ تو

ترجمہ: اگر تو بہشت میں کانٹا تلاش کرنے جائے تو اس میں اپنے سوا کوئی کانٹا نہ پائے گا۔

مطلب: بزرگانِ دین میں عیب کیا تلاش کرتے ہو اگر ان میں کوئی عیب ہے تو یہی ہے کہ تم جیسے نالائقوں سے ان کو پالا پڑ گیا۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۹۵۹)

مشائخ نقشبندیہ نے مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے حق میں تین سو ساٹھ رسالے لکھے

تمام مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے ان شبہات کے رد میں رسالے لکھے جو مخالفوں نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے کلام پر کئے۔ سب سے پہلے حضرت حجۃ اللہ علیہ الرحمۃ نے ایک رسالہ تصنیف کیا جس میں اس قسم کی عقلی اور نقلی صحیح ساطعہ و براہین قاطعہ مندرج فرمائی جنہیں پڑھ کر ثابت ہو جاتا تھا کہ ہر ایک مسلمان پر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے کلام اور کمالات کا ماننا واجب ہے۔

اسی طرح حضرت محمد اشرف حضرت شیخ سیف الدین حضرت محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور میرے (مصنف) جد امجد حضرت شیخ محمد ہادی علیہ الرحمۃ نے کتابیں اور رسالے تصنیف کئے چنانچہ حضرت سیّدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نے بہتر رسالے لکھے۔ اس طریقہ کے خلفاء نے بھی مختلف رسالے لکھے سب کی مجموعی تعداد تین سو ساٹھ تھی۔

(روضۃ القیومیہ، ج ۳، ص ۱۱۶)

حضرت علامہ صلاح بن مبارک بخاری علیہ الرحمۃ، متوفی، ۷۹۳ھ، لکھتے ہیں:

حضرت خواجۂ ما قدس اللہ روحہ کہ می فرمودند کہ در اوایل طلب روزی گذر من بر قمار خانہ افتاد۔ جمعی را دیدم کہ بہ قمار مشغول بودند۔ و در آن جمع دو کس در آن کار استغراق تمام داشتند۔ اما یکی مغلوب شدہ بود و ہر چہ داشت از نقد و نسیہ در باختہ و با وجود آن، ہر لحظہ سعی و جد او در آن کار زیادہ بود و با آن حریف غالب می گفت: ای یار! شیرین روی اگر سر رود ازین روی نگردانم۔ چون من، آن حالت او را دیدم، در آن کار از آن ذوق و شوق او مرا غیرت آمد و از آن روز باز طلب و سعی من درین راہ در ترقی شد۔

نظم

تا در نزنی بہ ہرچہ داری آتش		ہرگز نشود حقیقت وقت تو خوش

ہمارے خواجہ محمد بہاء الدین عرف والدین نقشبند علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ اوائل طلب میں ایک روز قمار خانے سے میرا گزر ہوا، میں نے ایک گروہ کو دیکھا کہ وہ جوئے میں مشغول ہے۔ان میں دو شخص جو سراپا مستغرق تھے۔جب ایک مغلوب ہوگیا اور اس کے پاس کچھ مال تھا سب ہار دیا۔تو اس کے باوجود بھی وہ ہر لحظہ جدوجہد کرتا رہا اور حریف غالب سے کہتا!

''یارا گر اس کام میں سر بھی چلا جائے تو پیچھے نہ ہٹوں گا'' جب میں نے اس کی یہ حالت دیکھی تو اس کام میں اس کے ذوق وشوق سے مجھے غیرت آئی، اس دن سے اس راہ میں طلب وسعی نے اور ترقی کی۔

نظم

تا در نزنی به هرچه داری آتش		هرگز نشود حقیقت وقت تو خوش

ترجمہ: جب تک تو اپنی ہر چیز کو جلا نہ ڈالے، تب تک ہر گز تیرا وقت حقیقتاً اچھا نہیں ہوسکتا۔

(انیس الطالبین وعدۃ السالکین، ص ۱۳۱، مکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکیا)

اب مجلس شوریٰ کی طرف سے اگر امام ربانی شہباز لامکانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے دیوانے آپ کی تائید میں تین سو ساٹھ رسالے لکھ سکتے ہیں تو الحمد للہ مجلس شوریٰ کی طرف سے یہ پہلا تحفہ، مزید تین سو انسٹھ کتابیں لکھنے کے لیے تیار ہیں۔حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بہادری سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے۔(انشاء اللہ تعالیٰ)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری علیہ الرحمۃ متوفی ۳۱۰ھ، لکھتے ہیں:

دخل ابن الزبير على أمه حين رأى من الناس ما رأى من خذلانهم، فقال: يا أمه، خذلني الناس حتى ولدي وأهلي، فلم يبق معي إلا اليسير ممن ليس عنده من الدفع اكثر من صبر ساعة، والقوم يعطونني ما أردت من الدنيا، فما رأيك؟

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی اپنی والدہ حضرت سیدہ طیبہ اسماء رضی اللہ عنہا سے رائے طلب کرنا

حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ لوگوں کی اس بے وفائی اور شکست کو دیکھ کر اپنی والدہ حضرت سیدہ طیبہ اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ان سے کہا کہ لوگوں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔یہاں تک کہ میری اولاد اور رشتہ دار سب مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔اب میرے ساتھ مٹھی بھر آدمی ہیں جن کی قوت مدافعت تھوڑی دیر کی مہمان ہے۔میرے دشمن جو میں طلب کروں مجھے وہ دنیا کا سب کچھ دینے پر آمادہ ہیں اب بتائیے کہ آپ کی کیا رائے ہے۔

حضرت سیّدہ طیبہ اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی گفتگو:

فقالت: أنت والله يا بني أعلم بنفسك، إن كنت تعلم أنك على حق وإليه تدعو فامض له، فقد قتل عليه أصحابك، ولا تمكن من رقبتك يتلعب بها غلمان أمية، وإن كنت إنما أردت الدنيا فبئس العبد أنت! أهلكت نفسك، وأهلكت من قتل معك، وإن قلت: كنت على حق فلما وهن أصحابي ضعفت، فهذا ليس فعل الأحرار ولا أهل الدين، وكم خلودك في الدنيا! القتل أحسن.

انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! بخدا خود تم ہی اپنے حال کو زیادہ جانتے ہو۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم حق وسچائی پر ہو اور اس کی طرف دعوت دیتے ہو تو اسے پورا کرو کیونکہ اسی وجہ سے تمہارے طرفداروں نے اپنی عزیز جانیں تمہاری خاطر قربان کی ہیں۔ اپنی گردن پر دوسروں کو قبضہ نہ کرنے دو کہ بنی امیہ کے نوعمر لڑکے اس سے کھیلتے پھریں اور اگر تمہاری یہ تمام کوشش دنیا کے حاصل کرنے کیلئے ہے تو تم بدترین خلائق ہو۔ تم نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا اور جو تمہارے ساتھ مارے گئے ان کا خون بھی ضائع گیا۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ اگرچہ میں تو صداقت وراستی پر ہوں مگر چونکہ میرے ساتھی مجھے چھوڑ کر دشمنوں سے جا ملے ہیں اس لئے میں بھی اپنے میں کمزوری محسوس کرتا ہوں تو یہ شرفا یا نیک بندگان خدا کا طریقہ نہیں۔ دنیا میں ہمیشہ تم رہ نہیں سکتے اس لئے موت ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔

فدنا ابن الزبير فقبل رأسها وقال: هذا والله رأيي، والذي قمت به داعيا إلى يومي هذا ما ركنت إلى الدنيا، ولا أحببت الحياة فيها،وما دعاني إلى الخروج إلا الغضب لله أن تستحل حرمه، ولكني أحببت أن أعلم رأيك، فزدتيني، بصيرة مع بصيرتي. فانظري يا أمه فإني مقتول من يومي هذا، فلا يشتد حزنك، وسلمي الأمر لله، فإن ابنك لم يتعمد إتيان منكر، ولا عملا بفاحشة، ولم يجر فيحكم الله، ولم يغدر في أمان، ولم يتعمد ظلم مسلم ولا معاهد، ولم يبلغني ظلم عن عمالي فرضيت به بل أنكرته، ولم يكن شيء آثر عندي من رضا ربي اللهم إني لا أقول هذا تزكية مني لنفسي، أنت أعلم بي، ولكن أقوله تعزية لأمي لتسلو عني فقالت أمه: إني لأرجو من الله أن يكون عزائي فيك حسنا إن تقدمتني، وإن تقدمتك ففي نفسي، أخرج حتى أنظر إلى ما يصير أمرك۔

اس گفتگو کو سن کر حضرت سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ اپنی ماں سے اور نزدیک ہو گئے۔ ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور عرض کی: بخدا میری بھی یہی رائے ہے۔ خدا کی قسم میں نے نہ تو دنیا کی طرف رجحان کیا اور نہ دنیا میں رہنا چاہتا ہوں۔ حکومت کیلئے میری جدوجہد ذاتی غرض پر مبنی نہ تھی بلکہ بوجہ اللہ میں نے یہ مہم اپنے سر لی تھی۔ میں نے اسے اچھا نہ سمجھا کہ حرم محترم کی عزت مٹادی جائے۔ مگر اس وقت میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کی رائے بھی لے لوں۔ آپ نے میرے ارادے کو اور بھی پکا کر دیا۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں۔ میں آج مارا جاؤں گا مگر آپ مجھ پر رنج وغم نہ کریں اور مجھے اللہ ﷻ کے سپرد کر دیجئے۔ میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ نہ میں نے کسی ایسے کام کرنے کا ارادہ کیا جس سے میری عزت پر دھبہ آئے اور نہ میں نے کوئی اور برا کام کیا۔ نہ خدا ﷻ کے احکام کی تعمیل میں حد سے تجاوز کیا۔ نہ امان دے کر اس کو توڑا۔ نہ کسی مسلمان یا ذمی پر ظلم کیا۔ جب کبھی کسی ماتحت افسر کے ظلم کی خبر مجھے ملی، میں نے کبھی اسے اچھی نظر سے نہیں دیکھا بلکہ اسے سرزنش کر دی۔ خدا ﷻ کی خوشنودی میرے نزدیک سب سے بڑھ کر تھی۔ جو میں کہہ رہا ہوں اس لئے نہیں کہ میں نے برے اعمال کئے ہیں ان سے اپنے آپ کو علیحدہ کر رہا ہوں۔ بلکہ اے خدا تو خوب مجھ سے واقف ہے کوئی شئے تجھ سے چھپی ہوئی نہیں۔ اس بیان سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ میرے ان حالات کو معلوم کر کے میرے بعد میری ماں کو رنج نہ ہو بلکہ وہ میری خوبیوں سے ایک گونہ اطمینان وتسلی حاصل کر سکیں۔

ان کی ماں نے فرمایا کہ مجھے اللہ ﷻ سے یہ توقع ہے کہ اگر تم مجھ سے پہلے اس جہان فانی سے رحلت کر گئے تو میں ثابت قدمی واستقلال سے تمہاری موت پر صبر کروں گی اور اگر میں تم سے پہلے مرگئی تو میرے جی میں آتا ہے کہ کم از کم میں نکل کر دیکھ تو لوں کہ تمہاری اس جنگ کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

حضرت سیّدہ طیبہ اسماء ﷞ کا حضرت سیّدنا عبداللہ بن زبیر ﷛ پر بھروسہ

قال: جزاك الله يا أمه خيرا، فلا تدعي الدعاء لي قبل وبعد فقالت: لا أدعه أبدا، فمن قتل على باطل فقد قتلت على حق۔

حضرت سیدنا عبداللہ ابن زبیر ﷛ نے فرمایا: اے والدہ محترمہ! خدا ﷻ آپ کو اس کی جزائے خیر دے۔ آپ مہربانی فرما کر ہمیشہ میرے لئے دعا فرماتی رہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں میں ہرگز ایسا نہیں کروں گی کہ تمہارے لئے دعا نہ کروں کیونکہ مجھے مکمل یقین ہے کہ چاہے کسی شخص نے باطل کیلئے اپنی جان دی ہو مگر تم نے حق وصداقت کی راہ میں اپنی جان عزیز قربان کی ہے۔

حضرت سیّدہ طیبہ طاہرا اسماء ﷞ کی حضرت سیّدنا عبداللہ بن زبیر ﷛ کے حق میں دعا

ثم قالت: اللهم ارحم طول ذلك القيام في الليل الطويل، وذلك النحيب والظما في هواجر المدينة ومكة، وبره بأبيه وبي اللهم قد سلمته لأمرك فيه، ورضيت بما قضيت، فأثبني في عبد الله ثواب الصابرين الشاكرين. قال مصعب بن ثابت: فما مكثت بعده إلا عشرا، ويقال: خمسة أيام.

اس کے بعد انہوں نے یہ دعا مانگی: اے اللہ تو اس کی لمبی راتوں میں عبادت کیلئے شب بیداری اور مکہ اور مدینہ کی دوپہروں میں تیری عبادت میں آہ وبکا کرنے اور روزے میں پیاس کی شدت کو برداشت کرنے اور اپنے باپ اور مجھ سے حسن سلوک کرنے کی وجہ سے اس پر رحم فرما۔ اے اللہ! اس کے معاملے کو میں نے تیرے سپرد کر دیا ہے اور جو کچھ تو نے فیصلہ کیا ہے میں اس پر خوش ہوں۔ میرے بیٹے عبداللہ کی وجہ سے تو مجھے صبر وشکر کرنے والوں کا سا ثواب عطا فرما۔ حضرت عبداللہ ﷛ کی ماں آپ کے قتل کے بعد صرف پانچ یا دس دن اور زندہ رہیں۔

حضرت سیّدنا عبداللہ ابن زبیر ﷛ کی اپنی والدہ سے آخری ملاقات:

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ يعقوب بن عبد الله، عن عمه قال: دخل ابن الزبير على أمه وعليه الدرع والمغفر، فوقف فسلم، ثم دنا فتناول يدها فقبلها فقالت: هذا وداع فلا تبعد، قال ابن الزبير: جئت مودعا، إني لأرى هذا آخر يوم من الدنيا يمر بي، واعلمي يا أمه أني إن قتلت فإنما أنا لحم لا يضرني ما صنع بي، قالت: صدقت يا بني، أتم على بصيرتك، ولا تمكن ابن أبي عقيل منك، وادن مني أودعك،

جب حضرت سیدنا عبداللہ ﷛ اپنی والدہ کے پاس گئے تو زرہ اور خود پہنے ہوئے تھے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے۔ سلام کیا۔ آگے بڑھے اور اپنی والدہ کا ہاتھ تھام کر اسے بوسہ دیا۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ یہ آخری رخصت کا وقت ہے۔ تم مجھ سے دور مت رہو۔ حضرت عبداللہ ﷛ نے فرمایا: میں آپ سے رخصت ہونے آیا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس دنیا میں قیام کا یہ آخری دن ہے۔ اس کے علاوہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر میں قتل ہو گیا تو میں محض ایک گوشت کا لوتھڑا ہوں گا۔ جو کچھ میرے ساتھ کیا جائے گا اس سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

ان کی ماں نے کہا: اپنے ارادے کی تکمیل کرو۔ اپنے آپ کو ابن ابی عقیل کے حوالے نہ کرو۔ میرے قریب آؤ تا کہ میں تمہیں رخصت کروں۔

حضرت سیّدنا عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی جنگ کی تیاری

فدنا منها فقبلها وعانقها، وقالت حيث مست الدرع: ما هذا صنيع من يريد ما تريد! قال: ما لبست هذا الدرع إلا لأشد منك، قالت العجوز: فإنه لا يشد مني، فنزعها ثم أدرج كميه، وشد أسفل قميصه، وجبة خز تحت القميص فأدخل أسفلها في المنطقة، وأمه تقول: البس ثيابك مشمره ثم انصرف ابن الزبير وهو يقول

إني إذا أعرف يومي أصبر		إذ بعضهم يعرف ثم ينكر

چنانچہ حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ اور قریب ہو گئے۔ ان کے بوسے لئے اور گلے ملے۔ جب انہیں زرہ چبھی تو انہوں نے فرمایا کہ جو لوگ جان دینے پر تیار ہوتے ہیں وہ زرہ نہیں پہنا کرتے۔ حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے زرہ صرف اس لئے پہنی ہے تا کہ آپ کو تسلی رہے کہ میں پورے طور پر مسلح مقابلے کیلئے جا رہا ہوں۔ اس پر ان کی ضعیف العمر ماں نے فرمایا کہ ان باتوں سے مجھے تسلی نہیں ہو سکتی۔ اس پر حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے زرہ اتار دی اور قمیض کے بازو چڑھا لئے۔ اپنی قمیض کے دامن سے کمر باندھ لی اور ململ کا جبہ جو قمیض کے نیچے تھا اس کے نچلے حصے کو بھی کمر کے پٹکے میں لپیٹ لیا۔ ان کی ماں کہتی جاتی تھیں کہ کپڑے ایسے پہنو جس سے چستی و چالاکی معلوم ہو۔ پھر حضرت ابن زبیر یہ رجزیہ شعر پڑھتے ہوئے واپس ہوئے۔

إني إذا أعرف يومي أصبر		إذ بعضهم يعرف ثم ينكر

ترجمہ: میں جب اپنے معرکے کو پہچان لیتا ہوں تو صبر کرتا ہوں۔ حالانکہ بعض لوگ جانتے ہیں اور پھر ثابت قدم نہیں رہتے۔

حضرت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کو صبر کی تلقین:

فسمعت العجوز قوله، فقالت: تصبر والله إن شاء الله، أبوك أبو بكر والزبير، وأمك صفية بنت عبد المطلب۔

ان کی ضعیف ماں نے اس شعر کو سن کر کہا: تم صبر کرو گے۔ کیونکہ خدا کی قسم! تمہارے باپ حضرت سیدنا امیر المومنین ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ ہیں اور تمہاری ماں صفیہ عبد المطلب کی بیٹی ہے۔

حضرت سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شجاعت و بہادری:

حدثني الحارث، قال: حدثني ابن سعد، قال: أخبرني محمّد بن عمر، قال: أخبرنا ثور بن يزيد، عن شيخ من أهل حمص شهد وقعة ابن الزبير مع أهل الشام، قال: رأيته يوم الثلاثاء وإنا لنطلع عليه اهل حمص خمسمائة خمسمائة من باب لنا ندخله، لا يدخله غيرنا، فيخرج إلينا وحده في أثرنا، ونحن منهزمون منه، فما أنسى أرجوزة له: إني إذا أعرف يومي أصبر وإنما يعرف يوميه الحر إذ بعضهم يعرف ثم ينكر. فأقول: أنت والله الحر الشريف، فلقد رأيته يقف في الأبطح ما يدنو منه أحد حتى ظننا أنه لا يقتل.

اہل حمص کے ایک سردار نے، جوخوداس واقعہ میں شریک تھا، بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو منگل کے روز دیکھا تھا اور ہم حمص والے پانچ سو آدمیوں کے دستے کی صورت میں ان پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ داخلے کیلئے بھی ایک خاص دروازہ مقرر کر دیا گیا تھا کہ جس میں سے صرف ہمیں ہی داخل ہونے کا حکم ملا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تنہا ہمارے مقابلے میں آتے اور ہم سب شکست کھا کر پیچھے ہٹ جاتے اور وہ رجزیہ شعر جو اوپر لکھا جا چکا ہے اور یہ

مصرع

اذ بعضهم يعرف ثم ينكر

ترجمہ: جب کہ بعض دوسرے لوگ جان بوجھ کر ایسے وقت میں انجان ہو جاتے ہیں۔

پڑھتے۔ میں ان سے کہتا کہ بلاشبہ آپ ایک شریف جوانمرد ہیں۔ میں نے انہیں ابطح میں کھڑے ہوئے دیکھا۔ کسی شخص کو آپ کے پاس جانے کی جرأت نہ ہوتی تھی اور اس سے ہمیں خیال ہوا کہ آپ مارے ہی نہیں جائیں گے۔

حدثني الحارث، قال: حدثنا ابن سعد، قال: أخبرنا محمد بن عمر، قال: حدثنا مصعب بن ثابت، عن نافع مولى بني أسد، قال: رأيت الأبواب قد شحنت من أهل الشام يوم الثلاثاء، وأسلم أصحاب ابن الزبير المحارس، وكثرهم القوم فأقاموا على كل باب رجالا وقائدا وأهل بلد، فكان لأهل حمص الباب الذي يواجه باب الكعبة، ولأهل دمشق باب بني شيبة، ولأهل الأردن باب الصفا، ولأهل فلسطين باب بني جمح، ولأهل قنسرين باب بني سهم، وكان الحجاج وطارق بن عمرو جميعا في ناحية الأبطح إلى المروة، فمرة يحمل ابن الزبير في هذه الناحية، ومرة في هذه الناحية فلكأنه أسد في أجمة مايقدم عليه الرجال، فيعدو في أثر القوم وهم على الباب حتى يخرجهم وهو يرتجز: إني إذا أعرف يومي أصبر وإنما يعرف يوميه الحر ثم يصيح: يا أبا صفوان، ويل أمه فتحا لو كان له رجال! لو كان قرني واحدا كفيته. قال ابن صفوان: إي والله وألف..

ترجمہ: غرض کہ منگل ہی کے دن حرم کے تمام دروازے شامیوں سے بھر گئے۔ حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی فوج والوں نے مدافعت کے مقامات دشمن کے حوالے کر دیئے تھے۔ دشمن کی تمام فوجیں ان میں سما گئیں۔ ہر دروازے پر خاص خاص جماعتیں، افسر اور کئی ایک شہر کے لوگ مقرر کر دیے گئے۔ چنانچہ جس دروازے پر حمص والے مقرر کئے گئے تھے وہ بالکل کعبے کے سامنے تھا۔ اسی طرح دمشق والے باب بنی سہم پر متعین کر دیے گئے تھے۔ حجاج اور طارق بن عمرو دونوں کی فوجیں ابطح کی سمت میں مروہ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کبھی اس طرف دشمن کا مقابلہ کرتے اور کبھی دوسری جانب۔ اس وقت آپ کی مثال جنگل کے شیر کی طرح تھی کہ جب دشمن کی جماعتیں آپ پر حملہ آور ہوتیں آپ ان کے پیچھے جھپٹتے حالانکہ وہ دروازے ہی پر کھڑی ہوتی تھیں۔ یہاں تک کہ آپ انہیں دروازے سے بھی باہر نکال دیتے اور رجزیہ شعر پڑھتے اور بآواز بلند کہتے: اے ابن صفوان تیری والدہ کو فتح کی خوشخبری حاصل نہ ہوگی۔ کاش میرے ساتھی ہوتے۔

لو كان قرني واحدا كفيته

ترجمہ: اگر میرا مد مقابل ایک شخص ہوتا تو میں اس کیلئے کافی تھا

اس کے جواب میں ابن صفوان کہتے: بخدا اگر ہزار بھی ہوتے تو آپ ان سے عہدہ برآ ہو جاتے۔

حضرت سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

حدثني الحارث، قال: حدثنا ابن سعد، قال: أخبرنا محمد بن عمر، قال: فحدثني ابن أبي الزناد وأبو بكر بن عبد الله بن مصعب، عن ابى المنذر، وحدثنا نافع مولى بني أسد، قالا: لما كان يوم الثلاثاء صبيحة سبع عشرة من جمادى الأولى سنة ثلاث وسبعين وقد أخذ الحجاج على ابن الزبير بالأبواب، بات ابن الزبير يصلي عامة الليل، ثم احتبى بحمائل سيفه فأغفى، ثم انتبه بالفجر فقال: أذن، يا سعد، فأذن عند المقام، وتوضأ ابن الزبير، وركع ركعتي الفجر، ثم تقدم، وأقام المؤذن فصلى بأصحابه، فقرأ »ن وَالْقَلَمِ« حرفا حرفا، ثم سلم، فقام فحمد الله وأثنى عليه ثم قال: اكشفوا وجوهكم حتى أنظر، وعليهم المغافر والعمائم، فكشفوا وجوههم فقال: يا آل الزبير، لو طبتم لي نفسا عن أنفسكم كنا أهل بيت من العرب اصطلمنا في الله لم تصبنا زباء بتة أما بعد يا آل الزبير، فلا يرعكم وقع السيوف، فإني لم أحضر موطنا قط الا ارتثثت فيه من القتل، وما أجد من أدواء جراحها أشد مما أجد من، ألم وقعها صونوا سيوفكم كما تصونون وجوهكم، لا أعلم امرأ أكسر سيفه، واستبقى نفسه، فإن الرجل إذا ذهب سلاحه فهو كالمرأة أعزل، غضوا أبصاركم عن البارقه، وليشغل كل امرى قرنه، ولا يلهينكم السؤال عني، ولا تقولن: أين عبد الله بن الزبير؟ ألا من كان سائلا عني فإني في الرعيل الأول. ابى لابن سلمى أنه غير خالد، ملاقي المنايا أي صرف تيمما، فلست بمبتاع الحياة بسبة، ولا مرتق من خشية الموت سلما. احملوا على بركة الله

۱۷ جمادی الاول ۷۳ ہجری بروز منگل شنبہ صبح کے وقت حجاج نے تمام ناکوں پر قبضہ کر لیا۔ اس تمام رات حضرت سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ عبادت الٰہی میں مصروف رہے۔ پھر تلوار کی پٹی سے کمر باندھ کر تھوڑی دیر کیلئے سو گئے۔ بہت سویرے بیدار ہوئے۔ سعد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اذان دو۔ سعد رضی اللہ عنہ نے مقام ابراہیم کے پاس اذان دی۔ آپ نے وضو کیا۔ دو رکعت سنت فجر پڑھی۔ پھر آگے بڑھے۔ مؤذن نے اقامت کہی اور آپ نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی۔ دونوں رکعتوں میں سورۂ نون والقلم حرف بحرف تلاوت کی اور سلام پھیرا۔ پھر خطبے کیلئے کھڑے ہوئے۔

حمد وثنا کے بعد فرمایا: آپ لوگ اپنے چہرے کھول دیں تا کہ میں آپ کو دیکھوں (کیونکہ تمام لوگوں نے خود اور عماموں سے اپنے چہرے چھپا رکھے تھے) اس حکم کی بجا آوری میں لوگوں نے اپنے چہرے کھول دیئے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے آل زبیر رضی اللہ عنہ! اگر تم نے میرے ساتھ بھلائی کی ہوتی تو عرب میں ہمارا وہ خاندان ہوتا کہ جس نے اللہ ﷻ کے راستے میں اپنی جانیں قربان کی ہوتیں اور ہم پر کبھی یہ مصیبت نازل نہ ہوتی۔ اے آل زبیر رضی اللہ عنہ! تم ہرگز تلواروں کے لڑنے سے خوف زدہ نہ ہونا کیونکہ مجھے اس کا تجربہ ہے۔ کوئی ایسی جنگ نہیں ہوئی کہ جس میں میں زخمی نہ ہوا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ زخم کے علاج کرنے کی تکلیف تلوار کے لگنے سے زیادہ سخت ہے۔ جس طرح تم اپنے چہروں کو بچاتے ہو۔ اسی طرح تلواروں کو بھی بچانا۔ کیونکہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا کہ جس کی تلوار ٹوٹ گئی ہو اور پھر وہ زندہ باقی رہا ہو۔ کیونکہ مرد کے پاس ہتھیار نہ ہوں تو وہ عورت کی طرح نہتا ہے۔ جب بجلی چمکے اپنی آنکھیں بند کر لینا یا تلواروں سے

اپنی آنکھیں بچانا۔ ہر شخص کو چاہئے کہ وہ صرف اپنے مقابل کا دھیان رکھے۔ میرے متعلق سوال تمہاری اپنی توجہ کو نہ ہٹائے اور ہرگز نہ کہنا کہ میں کہاں ہوں۔ البتہ جو شخص دریافت کرے اسے بتادینا میں سواروں کے سب سے اول دستے میں کھڑا ہوں گا۔ اللہ ﷺ کا نام لے کر حملہ کرو۔

حضرت سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

ثم حمل عليهم حتى بلغ بهم الحجون، فرمي بأجرة فأصابته في وجهه فأرعش لها، ودمى وجهه، فلما وجد سخونة الدم يسيل على وجهه ولحيته قال:

فلسنا عَلى الأَعْقَابِ تَدْمَى كُلُومُنَا .		وَلَكِنْ عَلَى أَقْدَامِنَا تقطر الدما

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دشمن پر حملہ کیا اور حجون تک انہیں پیچھے ہٹا دیا۔ ایک اینٹ آپ کے چہرے پر لگی جس کی وجہ سے آپ کو چکر آ گیا اور تمام چہرہ لہو لہان ہو گیا۔ جب خون کی گرمی جو آپ کے چہرے پر سے بہہ رہا تھا آپ کو محسوس ہوئی:

تو آپ نے یہ شعر پڑھا۔

فلسنا عَلى الأَعْقَابِ تَدْمَى كُلُومُنَا .		وَلَكِنْ عَلَى أَقْدَامِنَا تقطر الدما

ترجمہ: ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو پشت پر زخم کھاتے ہوں اور ایڑیاں ان کے خون سے حنائی ہوتی ہیں بلکہ خون ہمارے پنجوں پر گرتا ہے۔

وتغاووا عليه. قالا: وصاحت مولاه لنا مجنونه: وا امير المؤمنيناه! قالا: وقد رأته حيث هوى، فأشارت لهم إليه، فقتل وإن عليه ثياب خز وجاء

ترجمہ: اور پھر دشمن ان پر ٹوٹ پڑے۔ ایک مجنون لونڈی چلائی: **وا امير المؤمنيناه** (افسوس امیر المؤمنین ہلاک ہو گئے) کیونکہ جہاں آپ گرے تھے، اس نے آپ کو دیکھ لیا تھا اور لوگوں کو بتانے کیلئے ان کی طرف اشارہ کیا۔ سفید ململ کا لباس آپ کے زیب تن تھا۔

طارق کی حضرت سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شجاعت کو داد:

الخبر إلى الحجاج، فسجد وسار حتى وقف عليه وطارق بن عمرو، فقال طارق: ما ولدت النساء أذكر من هذا، فقال الحجاج: تمدح من يخالف طاعة أمير المؤمنين! قال: نعم، هو أعذر لنا، ولولا هذا ما كان لنا عذر، أنا محاصروه وهو في غير خندق ولا حصن ولا منعة منذ سبعة أشهر ينتصف منا، بل يفضل علينا في كل ما التقينا نحن وهو، فبلغ كلامهما عبد الملك، فصوب طارقا۔

حجاج کو جب اس شہادت کی خبر ملی اس نے سجدۂ شکر ادا کیا اور طارق اور وہ دونوں آپ کی لاش پر آئے۔ طارق نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ ان سے زیادہ جوانمرد آج تک پیدا نہیں ہوا۔ حجاج نے سن کر کہا: تم ایسے شخص کی تعریف میں رطب اللسان ہو جس نے امیر المؤمنین کی مخالفت کی۔ طارق نے جواب دیا: بے شک ان کی یہی غیر معمولی بہادری اور شجاعت ہی تو ہمارے لئے تسلی کا باعث ہو سکتی ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہمارے پاس اس کا کیا جواب ہوتا کہ ہم نے سات ماہ سے ان کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ نہ انہوں نے خندق کھودی نہ کوئی قلعہ تھا نہ کوئی اور بلند مقام تھا جو قدرتی طور پر بچاؤ کا کام دیتا۔ مگر پھر بھی لڑائی میں انہوں

نے اپنا پلہ ہلکا نہ ہونے دیا بلکہ انہی کا پلہ بھاری رہا۔ جب اس گفتگو کی خبر عبد الملک کو ہوئی اس نے طارق کے خیال کی تائید کی۔

(تاریخ الطبری المعروف بتاریخ الامم والملوک، ج۵، ص۲۸۷، تا۲۹۰، شرکۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت)

حضرت سیّدنا امام مالک علیہ الرحمۃ کی جرأت:

جعفر بن سلیمان تک جب یہ خبر پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ اونٹ سے اتار لیا جائے۔ بعض نے قصہ یوں بیان کیا ہے کہ جعفر بن سلیمان والی مدینہ سے کسی نے شکایت کردی کہ امام مالک علیہ الرحمۃ آپ لوگوں کی بیعت کو صحیح نہیں سمجھتے، اس پر اس کو غصہ آیا اور آپ کو بلوا کر کوڑے لگوائے، آپ کو کھینچا گیا اور دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں سے اتروادیا۔ ان چیزوں سے آپ کی عزت ووقعت اور شہرت زیادہ ہی ہوئی۔

(فیوضات الرضویہ فی تشریحات الہدایہ المعروف بہ شرح ہدایہ: ج۱، ص۸۸)

باب نمبر ۱

کل سوال: (۱)

اعتراض: دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔

پیر سیف الرحمن کے انتقال کے بعد ان کے خلیفہ خاص میاں محمد حنفی سیفی اس فرقہ کے پیشوا قرار پائے۔ میاں محمد صاحب لاہور کے نواحی علاقے راوی ریان میں مقیم ہیں اور فرقہ سیفیہ کا مرکز یہی علاقہ ہے؟ (فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص،۹)

الجواب:

حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے فانی دنیا سے پردہ کرنے کے بعد آپ کے بڑے فرزند حضرت علامہ محمد سعید حیدری صاحب آپ کے جانشین ہوئے۔ سلسلہ عالیہ سیفیہ کا مرکز لکھوڈیر (فقیر آباد شریف) ہے۔ محمد الیاس گھمن تجھے غلط فہمی ہوئی ہے یا تمہاری تحقیق غلط ہے۔ اگر تمہاری تحقیق ٹھیک ہے تو جواب دو۔

مرد قلندر کی فریاد:

رازدارِ حقیقت سید محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ متوفی، ۱۰۵۴ھ، لکھتے ہیں:

آمدی و آتسم برجان زدی		رفتی و برآتشم دامان زدی

ترجمہ: آئے اور آکر جلایا جان کو! چل دیئے اور آگ کو بھڑکا دیا

(برکات احمدیہ، نام دگر زبدۃ المقامات، ص،۲۹۸، ناشر المکتبۃ ایشیق، استانبول، ترکیہ)

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ متوفی، ۱۰۴۵ھ، لکھتے ہیں:

خواجہ کلان بن مولانا خواجگی دهبیدی را ۔ علیهما الرحمہ ۔ کہ از حاضران بود ازین معنی پری وجدی در گرفت و این بیت راهمی خواند:

آن پرمی رخسار آمدجائے دردل کر دورفت		مرغ جانم را بہ تهغ غمزہ بسمل کر دورفت۔

مولانا خواجگی دہبیدی کے فرزند خواجہ کلاں (علیہما الرحمۃ) جو اس وقت موجود تھے وجد میں آ گئے۔

اور یہ شعر پڑھا

آن پرمی رخسار آمدجائے دردل کر دورفت		مرغ جانم را بہ تهغ غمزہ بسمل کر دورفت۔

ترجمہ: وہ حسین رخسار والا محبوب آیا۔ دل میں جگہ بنائی اور چلا گیا، میری مرغِ جان (روح) کو اپنی ناز وادا اور غمزہ کی تیغ سے بسمل کیا اور چلا گیا۔

(نسمات القدس، فصل چہارم از مقصد اول، ص،۱۸۵)

حضرت مولانا شہاب الدین نواسہ حضرت سید امیر حمزہ بن حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس سرہ، متوفی، ۷۷۲ھ، فرماتے ہیں:

بانیک و بد زمانہ ام کاریست بسے		دارند چنانکہ داشت پاشیدم ورفت

ترجمہ: میں نے دنیا کی پاکیزہ زمین میں بویا اور چل دیا، سینکڑوں دشمن اور دوست بنائے اور چل دیا۔

زمانے کے نیک وبد سے میرا گہرا تعلق ہے، میں (آخرت) میں وہی (کچھ) پاؤں گا جو (یہاں) بو کر چلا گیا ہوں۔

(آگاہی سید امیر کلال قدس سرہ، ص، ۶۲، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلیشرز، کراچی)

ہر کہ را روے در نکو نامی است		طمع عاشقی ازو خامی است
رَو تو بدنام باشد در رہِ عشق		کین سعادت همه ز بدنامی ست

ترجمہ: ہر شخص جسے نیک نامی سے لگاؤ ہے، اس سے عاشقی کی امید رکھنا خام خیالی ہے۔

جا تو عشق کے راستے میں بدنام بن جا، کہ یہ سعادت سراسر بدنامی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔

(آگاہی سید امیر کلال قدس سرہ، ص، ۹، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلیشرز، کراچی)

حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کی بیماری کے باعث ہم (صاحبزادگان) میں سے کوئی نہ کوئی روزانہ ان کے ساتھ ہوتا تا کہ رات کے وقت کوئی حاجت ہو تو نپٹائی جا سکے۔ آپ مبارک علیہ الرحمۃ کی وصال کی رات میری باری تھی۔ جب آپ بستر پر تشریف لائے تو فرمایا

امشب بسیار گران است و معلوم میشود کہ امشب، شبِ سفر و رفتن است

ترجمہ: آج کی رات بہت بھاری ہے معلوم ہوتا ہے کہ آج سفر کرنے اور جانے کی رات ہے۔

یہ جملہ آپ نے متعدد بار دہرایا اور بعد میں تمام بچوں کو خلیفوں کو اور مریدین کو دعائیں دیں۔

پھر رات ایک بجے تقریباً آپ نے تین پیالی چائے نوش کی اور پشتو کا ایک شعر پڑھا جس کا مفہوم کچھ اسطرح ہے کہ "اس دنیا میں جو بھی آیا ہے اسے جہانِ ثانی میں چلے جانا ہے۔ موت کا نعرہ ہر وقت یاد ہونا چاہئے" پھر فرمایا مجھے نیند آ رہی ہے اور آپ سو گئے۔

رات تقریباً پونے دو بجے ۱:۴۵ آپ نے دونوں بازو اچانک اوپر کی طرف بلند کر دیئے، میں جلدی سے اٹھا اور آپ کو سہارا دیا ان کا سر میرے سینے پر تھا، آپ کی جان کنی کا عالم تھا۔ آپ نے کلمہ شہادت پڑھنا شروع کر دیا اور اشارے سے مجھے بھی حکم فرمایا تو میں بھی کلمہ شریف پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ پھر آپ نے اپنا منہ اور آنکھیں بند کیں اور چہرہ قبلے کی طرف کر کے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

امام خراسان پیر و مرشد حضرت اخندزادہ سیف الرحمن علیہ الرحمۃ بھی ستائیس جون ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۴ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ کو داغ مفارقت دے گئے۔

درمیانی شب یہ آفتابِ طریقت اور ماہتابِ شریعت اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اور دنیا اللہ ﷻ کے ایک محبوب سے محروم ہو گئی

آسمان اورزمین مومن پر گریہ کرتے ہیں:

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

روز ارتحال حضرت ایشان قدس سرہ اطراف آسمان بغایۃ الغایۃ سرخ شدہ بود۔ گفتہ اند سرخی آسمان گریۂ اوست بر دوستان حق۔ کما فی شرح الصدور: "ان السماء والارض تبکیان علی المومن" وفیہ ایضاً: "بکاء السماء حمرۃ اطرافھا" وفیہ ایضاً: "عن سفیان قال کان یقال ھذہ الحمرۃ التی تکون فی السماء بکاء السماء علی المومن۔"

ترجمہ: حضرت امام ربانی ابو معصوم مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ کے انتقال کے دن آسمان کے تمام اطراف میں بہت زیادہ سرخی پھیلی ہوئی تھی۔ کہتے ہیں کہ آسمان کی سرخی اس (آسمان) کا گریہ ہے جو اللہ ﷺ کے پیاروں کے لیے ہوتا ہے چنانچہ شرح الصدور (باب، بکاء السماء والارض، ص، ۱۴۵، دار ابن کثیر، بیروت) میں ہے کہ "آسمان اور زمین مومن پر گریہ کرتے ہیں" اور اسی میں ہے کہ۔ آسمان کا رونا یہ ہے کہ اس کے اطراف سرخ ہو جاتے ہیں۔

عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ كَانَ يُقَالُ هَذِهِ الْحُمْرَةُ الَّتِي تَكُونُ فِي السَّمَاءِ بُكَاءُ السَّمَاءِ عَلَى الْمُؤْمِنِ

حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ: آسمان کی جو سرخی ہے وہ آسمان میں آسمان کا رونا ہے مومن پر"

(حضرات القدس، ص، ۲۰۹، محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور)

قطعہ تاریخ وفات (فارسی)

حضرت اخوندزادہ پیر سیف الرحمٰن پیر ارچی مبارک قدس سرہ (متوفی ۱۴۳۱ھ ۲۰۱۰ء)

سوئے گلزار جناں با صد نیاز وشاد رفت		قطب وقیوم زماں آخر بہشت آباد رفت
بست آں محبوبِ سبحاں رخت از دارِ فنا		رایگاں آہ و فغان و نالہ و فریاد رفت
رہبرِ اہل سلوک و مرشدِ زندہ دلاں		چارہ ساز ما غریباں پیکر امداد رفت
بر صدائے "ارجعی" لبیک گفتہ شیخ کل		بہر دیدار خدا از عالم ایجاد رفت
آسماں بارید اشک و کرد نوحہ فرش خاک		آخرش از دارِ فانی پیر ما شہزاد رفت
اہل عرفان وطریقت در غمِ او مضطرب		سیف رحماں پیر ارچی قائد ارشاد رفت

ترجمہ: گلزار جنت کی طرف سینکڑوں خوشیوں اور نیاز کے ساتھ گئے، قطب زماں وقیوم زماں بہشت اخروی میں آباد ہوئے

محبوب سبحان نے اس دار فانی سے سامان باندھا، انکے جانے پر آہ وفغاں نالہ وفریاد رایگاں ہوئے

اہل سلوک کے دلبر زندہ دلوں کے مرشد، مجھ جیسے چارہ ساز غریبوں کے پیکر امداد چلے گئے

"ارجعی" کی صدا پر شیخ کل نے لبیک کہا، عالم موجودات دیدار خدا کیلئے گئے

آسماں اشک بہائے فرش زمیں نوحہ کرے، آخر دار فانی سے میرا پیر شہزاد گیا

اہل عرفان وطریقت انکے غم میں مضطرب، سیف الرحمٰن پیرارچی اس جہاں سے گئے

(تحفۂ نقشبندیہ، کے آخر)

قطعاتِ تاریخہائے وصال شیخ نقش بندیہ ۱۴۳۱ھ

قطعہ تاریخ وفات (فارسی)

میرِ کارواں پیر سیف الرحمٰن ارچی نقشبندی مجددی

بانیٔ سلسلۂ سیفی جہاں سے اٹھا		مغموم اس کے غم میں ہے حلقۂ ارادت
کہیے یہ ارتجالا ہاتف کی اتباع میں		مہجور داغ پیر ارچی ہے سالِ رحلت
دین مبیں کو اس کے سبب سے ملا فروغ		پھیلایا اس نے سلسلہ کیا با کمال ہے
مہجور بزم غیب سے آئی ہے یہ ندا		تشہیرِ نقش بندی سن ارتحال ہے
چرچا جہاں میں پھیلا اس کی فضیلتوں کا		بامِ عروج پر ہے جائز مقامِ شہرت
مہجور سال وصل پیرِ سوات کہیے		بانیٔ سلسلۂ سیفی، متاعِ نسبت
کیا ہے عام فیضان ولایت		دیا اس نے ہدایت کا سبق ہے
کہو کے ساتھ سال وصل مہجور		اخوند زادہ مبارک ظل حق ہے
کرے گی یاد اس کی دل گرفتہ		سدا روئیں گے یارانِ طریقت
کہواز روئے احسن سال مہجور		اخوندزادہ مبارک اہل جنت

از اثر خامہ سید عارف محمود مہجور رضوی گجرات۔

(انوار رضا، شمارہ ۳، ص ۱۵۲)

باب نمبر ۲

امت کا اختلاف اور اس کا حل:

علامہ صدرالدین محمد بن علاء الدین علی بن محمد ابن ابی العز، حنفی، دمشقی علیہ الرحمۃ متوفی، ۷۹۲ھ لکھتے ہیں:

والأمور التي تتنازع فيها الأمة، في الأصول والفروع، إذا لم ترد إلى الله والرسول، لم يتبين فيها الحق، بل يصير فيها المتنازعون على غير بينة من أمرهم، فإن رحمهم الله أقر بعضهم بعضا، ولم يبغ بعضهم على بعض، كما كان الصحابة في خلافة عمر وعثمان يتنازعون في بعض مسائل الاجتهاد، فيقر بعضهم بعضا، ولا يعتدي ولا يعتدى عليه، وإن لم يرحموا وقع بينهم الاختلاف المذموم، فبغى بعضهم على بعض، إما بالقول، مثل تكفيره وتفسيقه، وإما بالفعل، مثل حبسه وضربه وقتله. والذين امتحنوا الناس بخلق القرآن، كانوا من هؤلاء، ابتدعوا بدعة، وكفروا من خالفهم فيها، واستحلوا منع حقه وعقوبته. فالناس إذا خفي عليهم بعض ما بعث الله به الرسول: إما عادلون وإما ظالمون، فالعادل فيهم: الذي يعمل بما وصل إليه من آثار الأنبياء، ولا يظلم غيره، والظالم: الذي يعتدي على غيره. وأكثرهم إنما يظلمون مع علمهم بأنهم يظلمون،

ترجمہ: امت کا اصول وفروع دونوں میں اختلاف ہے اگر اختلاف کے حل کے لئے اس کو اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رد نہ کیا جائے تو راہ حق کا پتہ نہیں چل سکتا اور اختلاف کرنے والے بھی کسی واضح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے یقیناً صحابہ کرام ؓ بھی اختلاف برداشت کرتے تھے اپنے مخالفین پر بغاوت کا الزام نہیں لگاتے تھے جیسا کہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب ؓ، حضرت سیدنا عثمان بن عفان ؓ کے دور خلافت میں بعض اجتہادی مسائل میں اختلاف موجود تھا لیکن آپس میں شکر رنجی نہ تھی اور نہ ہی ایک دوسرے پر برہم ہو کر طعن وتشنیع کا بازار گرم رکھتے بلکہ باہم مروت اور ہمدردی سے رہتے اگر ان میں محبت ہمدردی موجود نہ ہوتی تو ان میں مذموم اختلاف رونما ہو جاتا اور نہ صرف یہ کہ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگاتے بلکہ باہم دست وگریبان ہوتے قتل وضرب کا بازار گرم رکھتے جیسا کہ مسئلہ خلق قرآن میں اس بدعت کے ایجاد کرنے والے لوگ اس حد تک اختلاف کرتے ہیں کہ اپنے مخالفین کو کافر کہتے ہیں ان کے حقوق کے پامال کرنے اور انھیں جیل میں ڈالنے اور پابند سلاسل کرنے کے فتویٰ دیتے ہیں۔

دین اسلام کی کچھ باتیں اگر سمجھ میں نہ آئیں تو جو لوگ غور وفکر کے بعد جس نتیجہ پر پہنچیں اس پر عمل پیرا رہیں اور اپنے مخالفین پر ظلم وتعدی نہ کریں انھیں مورد ملامت نہ بنائیں تو یہ وہ لوگ ہیں جن میں اعتدال ہے لیکن اپنے مخالفین پر زیادتی کرنے والے ظالم ہیں جب کہ ان میں اکثر ایسے ہوتے ہیں جو جان بوجھ کر ان پر

زیادتی کرتے ہیں۔

كَمَا قَالَ تَعَالَى: وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ(آلِ عِمْرَان،۱۹)

وَإِلَّا فَلَوْ سَلَكُوا مَا عَلِمُوهُ مِنَ الْعَدْلِ، أَقَرَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، كَالْمُقَلِّدِينَ لِأَئِمَّةِ الْعِلْمِ، الَّذِينَ يَعْرِفُونَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ عَاجِزُونَ عَنْ مَعْرِفَةِ حُكْمِ اللهِ وَرَسُولِهِ فِي تِلْكَ الْمَسَائِلِ، فَجَعَلُوا أئمتهم نوابا عن الرسول، وقالوا: هذا غَايَةُ مَا قَدَرْنَا عَلَيْهِ، فَالْعَادِلُ مِنْهُمْ لَا يَظْلِمُ الْآخَرَ، وَلَا يَعْتَدِي عَلَيْهِ بِقَوْلٍ وَلَا فِعْلٍ، مِثْلَ أَنْ يَدَّعِيَ أَنَّ قَوْلَ مُقَلِّدِهِ هُوَ الصَّحِيحُ بِلَا حُجَّةٍ يُبْدِيهَا، وَيَذُمُّ مَنْ خالفه، مع أنه معذور۔

ارشادخداوندی ہے:

" وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ إِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ

ترجمہ: اور پھوٹ میں نہ پڑے کتابی مگر بعد اس کے کہ انہیں علم آچکا اپنے دلوں کی جلن سے۔(ال عمران،۱۹)

اور اہل کتاب نے جو اس دین سے اختلاف کیا ہے تو علم حاصل ہونے کے بعد آپس کی ضد سے کیا۔ وگرنہ اگر وہ راہ اعتدال اختیار کرتے تو اپنے مخالفین پر کفرو فسق کے فتوے نہ لگاتے۔

مقلدین آئمہ علم:

جیسا کہ آئمہ علم کی تقلید کرنے والے خوب سمجھتے ہیں کہ مسائل میں اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو ان آئمہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی وساطت کے بغیر سمجھنا ممکن نہیں وہ آئمہ علم (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کو رسول اللہ ﷺ کا نائب سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں بس ہمیں تو اسی قدر آگاہی حاصل ہے جس قدر ہمیں آئمہ علم (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) نے آگاہ کیا ہے ان میں راہ اعتدال پر اس شخص کو سمجھا جائے گا جو اپنے مخالفین کے خلاف طعن وتشنیع نہیں کرتا اور نہ ہی وہ دعویٰ کرتا ہے کہ میرے ہی امام کا قول صحیح ہے اور دیگر آئمہ کے اقوال باطل ہیں۔

أنوع الاختلاف: ثُمَّ إِنَّ أَنْوَاعَ الِافْتِرَاقِ وَالِاخْتِلَافِ فِي الْأَصْلِ قِسْمَانِ:

اخْتِلَافُ تَنَوُّعٍ، وَاخْتِلَافُ تَضَادٍّ. وَاخْتِلَافُ التَّنَوُّعِ عَلَى وُجُوهٍ: مِنْهُ مَا يَكُونُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الْقَوْلَيْنِ أَوِ الْفِعْلَيْنِ حَقًّا مَشْرُوعًا، كَمَا فِي الْقِرَاءَاتِ الَّتِي اخْتَلَفَ فِيهَا الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، حَتَّى زَجَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ ، وَمِثْلُهُ اخْتِلَافُ الْأَنْوَاعِ فِي صِفَةِ الْأَذَانِ، وَالْإِقَامَةِ، وَالِاسْتِفْتَاحِ، وَمَحَلِّ سُجُودِ السَّهْوِ، وَالتَّشَهُّدِ، وَصَلَاةِ الْخَوْفِ، وَتَكْبِيرَاتِ الْعِيدِ، وَنَحْوِ ذَلِكَ، مما قَدْ شرعَ جميعهُ، وَإِنْ كَانَ بَعْضُ أَنْوَاعِهِ أَرْجَحَ أَوْ أَفْضَلَ ثُمَّ تجدُ لِكَثِيرٍ مِنَ الْأُمَّةِ فِي ذَلِكَ مِنَ الِاخْتِلَافِ مَا أَوْجَبَ اقْتِتَالَ طَوَائِفَ مِنْهُمْ عَلَى شَفْعِ الْإِقَامَةِ وَإِيتَارِهَا وَنَحْوِ ذَلِكَ! وَهَذَا عَيْنُ الْمحَرَّمِ وَكَذَا تجدُ كَثِيرًا مِنْهُمْ فِي قَلْبِهِ مِنَ الهوَى لِأَحَدِ هَذِهِ الْأَنْوَاعِ، وَالْإِعْرَاضِ عَنِ الْآخَرِ وَالنَّهْيِ عَنْهُ: مَا دَخَلَ بِهِ فِيمَا نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

وَمِنْهُ مَا يَكُونُ كُلٌّ مِنَ الْقَوْلَيْنِ هُوَ فِي المعْنَى الْقَوْلُ الْآخَرُ، لَكِنِ الْعِبَارَتَانِ مختلِفَتَانِ، كَمَا قَدْ يختلِفُ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ فِي أَلْفَاظِ

الحدودِ، وَصِيَغِ الأدِلَّةِ، وَالتَّعْبِيرِ عَنِ المسمّيَاتِ، وَنَحوِ ذَلِكَ ثُمَّ الجهلُ أَوِ الظُّلْمُ يحمِلُ على حمدِ إحدَى المقَالَتَيْنِ وَذَمِّ الأُخرَى وَالِاعتِدَاءِ على قائلها! ونحو ذلك.

وَأَمَّا اختِلَافُ التَّضَادِ، فَهُوَ القَوْلَانِ المتنَافِيَانِ، إِمَّا فِي الأُصُولِ، وَإِمَّا فِي الفُرُوعِ، عِنْدَ الجمهُورِ الَّذِينَ يَقُولُونَ: المصيبُ وَاحِدٌ. وَالخطْبُ فِي هَذَا أَشَدُّ، لِأَنَّ القَوْلَيْنِ يَتَنَافَيَانِ، لَكِنْ نَجِدُ كَثِيرًا مِنْ هَؤُلَاءِ قَدْ يَكُونُ القَوْلُ البَاطِلُ الَّذِي مَعَ مُنَازِعِهِ فِيهِ حَقٌّ مَا، أَوْ مَعَهُ دَلِيلٌ يَقْتَضِي حَقًّا مَا، فَيَرُدُّ الحقَّ مَعَ البَاطِلِ، حَتَّى يَبْقَى هَذَا مُبطِلًا فِي البَعْضِ، كَمَا كَانَ الأَوَّلُ مُبطِلًا فِي الأَصْلِ، وَهَذَا يجرِي كَثِيرًا لِأَهْلِ السُّنَّةِ.

وَأَمَّا أَهْلُ البِدْعَةِ، فَالأَمْرُ فِيهِمْ ظَاهِرٌ. وَمَنْ جَعَلَ اللهُ لَهُ هداية ونورا رأى من هذا ما تبين لَهُ مَنْفَعَةَ مَا جَاءَ فِي الكِتَابِ وَالسُّنَّةِ مِنَ النَّهْيِ عَنْ هَذَا وَأَشْبَاهِهِ، وَإِنْ كَانَتِ القُلُوبُ الصَّحِيحَةُ تُنْكِرُ هَذَا، لَكِنْ نُورٌ عَلَى نُورٍ.

وَالِاختِلَافُ الأَوَّلُ، الَّذِي هُوَ اختِلَافُ التَّنَوُّعِ، الذَّمُّ فِيهِ وَاقِعٌ عَلَى مَنْ بَغَى عَلَى الآخَرِ فِيهِ وَقَدْ دَلَّ القُرْآنُ عَلَى حمدِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنَ الطَّائِفَتَيْنِ فِي مِثْلِ ذَلِكَ، إِذَا لم يحصُلْ بَغْيٌ،

اختلاف کے اقسام:

اختلاف کی دوقسمیں ہیں ایک قسم اختلاف تنوع ہے اور دوسری قسم اختلاف تضاد ہے اختلاف تنوع کی آگے کچھ اقسام ہیں ایک قسم یہ ہے کہ دونوں اقوال اور افعال میں سے ہر ایک درست ہے جیسا کہ قرآن پاک کی قراءتوں میں صحابہ کرام ﷺ کا اختلاف تھا آپ نے انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا تم دونوں کی قراءت صحیح ہے اسی طرح کا جواز کا اختلاف اذان تکبیر دعائے استفتاح سجدہ سہو کے مقام تشہد نماز خوف اور تکبیرات عیدین وغیرہ کے مسائل میں ہے اگر چہ بعض صورتیں دیگر صورتوں سے ارجح اور افضل ہیں جبکہ تمام مشروع ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ امت اسلامیہ میں تکبیر دوہری یا اکہری کہنے پر اختلاف اتنی شدت اختیار کر جاتا ہے کہ دونوں گروہ باہم دست وگریباں دکھائی دیتے ہیں۔

حالانکہ اتنے معمولی مسائل پر لڑائی جھگڑا کرنا شرعاً ناجائز ہے اسی طرح جن لوگوں کے دلوں میں ایک صورت زیادہ محبوب ہوتی ہے وہ دوسری صورت کے پرچار کرنے والوں کی مخالفت کرتے ہیں ان کے خلاف نفرت کا اظہار کرتے ہیں اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے سے روکتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے جیسے نبی ﷺ نے اس کے کرنے سے روکا ہے حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ دونوں صورتیں مباح ہیں دونوں قول درست ہیں دونوں کی حقیقت ایک ہے عبارت میں اختلاف ہے جیسا کہ حدود کے الفاظ دلائل کے صیغوں اور مسمیات کی تعبیر میں اختلاف کثرت کے ساتھ موجود ہے لیکن کسی ایک قول کو مذموم قرار دینا اور اس کے قائل پر زیادتی کرنا عین جہالت ہے اور سراسر ظلم ہے۔ البتہ اختلاف تضاد میں دونوں اقوال ایک دوسرے کے مخالف ہوتے ہیں اور ان میں منافات ہوتی ہے کبھی یہ منافات اصول میں اور کبھی فروع میں ہوتی ہے جمہور محدثین کے ہاں ایک قول درست ہے دوسرا قول غلط ہے کبھی وہ ہوتا تو غلط ہے لیکن اس میں کچھ صحت کا پہلو بھی ہوتا ہے یا دلیل ہوتی ہے تو غلط کے ساتھ اسکا صحیح پہلو بھی غلط قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ غلط کو غلط قرار دیا جاتا ہے اہل سنت کے مختلف فیہ مسائل میں کثرت کے ساتھ

اس کی امثلہ موجود ہیں۔

اہل بدعت کا معاملہ ظاہر ہے جس شخص کو بھی اللہ تعالیٰ نے نور ہدایت سے نوازا ہے وہ کتاب وسنت کی روشنی میں بدعات اور اہل بدعت سے کنارہ کش رہے گا اگر چہ کتاب وسنت کے علم کے بغیر بھی تندرست دلوں والے لوگ بدعات سے دور بھاگتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ جب انھیں کتاب وسنت کی تائید بھی حاصل ہو جاتی ہے تو معاملہ نور علیٰ نور ہو جاتا ہے۔

اختلاف تنوع جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے اس میں جو شخص قابل مذمت ہے جو اپنے مخالف رائے رکھنے والے پر کیچڑ اچھالتا ہے جب کہ قرآن پاک نے دونوں فریقوں کی تعریف ہی کی ہے اگر مخالفت میں طعن وتشنیع نہیں ہے۔

كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: (مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللهِ)(الحشر:۵) وَقَدْ كَانُوا اخْتَلَفُوا فِي قَطْعِ الْأَشْجَارِ، فَقَطَعَ قَوْمٌ، وترك آخرون. وكما في قوله تعالى: (وَدَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ، فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا) (الْأَنْبِيَاءِ:۷۹) فَخَصَّ سُلَيْمَانَ بِالْفَهْمِ وَأَثْنَى عَلَيْهِمَا بِالْحُكْمِ وَالْعِلْمِ. وَكَمَا فِي إِقْرَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَنِي قُرَيْظَةَ لِمَنْ صَلَّى الْعَصْرَ فِي وَقْتِهَا، وَلِمَنْ أَخَّرَهَا إِلَى أَنْ وَصَلَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ وَكَمَا فِي قَوْلِهِ: إِذَا اجْتَهَدَ الْحَاكِمُ فَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا اجْتَهَدَ فَأَخْطَأَ فله أجر۔

وَالِاخْتِلَافُ الثَّانِي، هُوَ مَا حُمِدَ فِيهِ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، وَذُمَّتِ الْأُخْرَى، كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: (وَلَوْ شَاءَ اللهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَلَكِنِ اخْتَلَفُوا فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ) (البقرة:۲۵۳)

وقوله تعالى: (هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِنْ نَارٍ) (الحج:۱۹) الْآيَاتِ.

وَأَكْثَرُ الِاخْتِلَافِ الَّذِي يَئُولُ إِلَى الْأَهْوَاءِ بَيْنَ الْأُمَّةِ مِنَ الْقِسْمِ الْأَوَّلِ، وَكَذَلِكَ إِلَى سَفْكِ الدِّمَاءِ وَاسْتِبَاحَةِ الْأَمْوَالِ وَالْعَدَاوَةِ وَالْبَغْضَاءِ؛ لِأَنَّ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ لَا تَعْتَرِفُ لِلْأُخْرَى بِمَا مَعَهَا مِنَ الْحَقِّ، وَلَا تُنْصِفُهَا، بَلْ تَزِيدُ عَلَى مَا مَعَ نَفْسِهَا مِنَ الْحَقِّ زِيَادَاتٍ مِنَ الْبَاطِلِ، وَالْأُخْرَى كَذَلِكَ وَلِذَلِكَ جَعَلَ اللهُ مَصْدَرَهُ الْبَغْيَ فِي قَوْلِهِ: (وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ) (الْبَقَرَةِ:۲۱۳)؛ لِأَنَّ الْبَغْيَ مُجَاوَزَةُ الْحَدِّ، وَذَكَرَ هَذَا فِي غَيْرِ مَوْضِعٍ مِنَ الْقُرْآنِ لِيَكُونَ عِبْرَةً لِهَذِهِ الْأُمَّةِ وَقَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْبَابِ مَا خَرَّجَاهُ فِي الصَّحِيحَيْنِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ" .فَأَمَرَهُمْ بِالْإِمْسَاكِ عَمَّا لَمْ يُؤْمَرُوا بِهِ، مُعَلِّلًا بِأَنَّ سَبَبَ هَلَاكِ الْأَوَّلِينَ إِنَّمَا كَانَ كَثْرَةَ السُّؤَالِ ثُمَّ الِاخْتِلَافَ عَلَى الرُّسُلِ بِالْمَعْصِيَةِ۔۔

ارشاد خداوندی ہے:

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللهِ۔

ترجمہ: مسلمانوں تم نے جو کھجور کا درخت کاٹ ڈالا اور اس کو اس کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا یہ سب اللہ کے حکم سے ہوا۔ (سورۃ الحشر، ۵)

درختوں کے کاٹنے پر ان میں اختلاف تھا چنانچہ کچھ لوگوں نے درختوں کو کاٹا اور دوسرے لوگ باز رہے ارشاد خداوندی ہے۔

وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ، فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا۔

ترجمہ: اور داؤد اور سلیمان علیہ السلام (کا حال بھی سن لو) کہ جب وہ ایک کھیتی کا مقدمہ فیصلہ کرنے لگے جس میں لوگوں کی بکریاں رات کو چر گئیں (اور اسے روند گئیں) تھیں اور ہم ان کے فیصلے کے وقت موجود تھے تو ہم نے فیصلہ (کرنے کا طریق) سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکم اور علم بخشا تھا۔ (سورۃ الانبیاء ۷۸۔۷۹)

ان دونوں آیتوں میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو فہم کے ساتھ خاص کیا گیا ہے جب کہ دونوں کی علم اور حکم کے اوصاف کی وجہ سے تعریف کی گئی ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے بنو قریظہ کے دن اس شخص کو درست قرار دیا جس نے عصر کی نماز اس کے وقت میں ادا کی اور اس شخص کو بھی درست قرار دیا جس نے عصر کی نماز کو موخر کیا اور بنو قریظہ پہنچ کر وہاں نماز ادا کی۔ (۱) بخاری، مسلم عن ابن عمر رضی اللہ عنہ

نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے:

جب حاکم اجتہاد کرے اور صواب کو پالے تو اس کیلئے دو ثواب ہیں اور جب اجتہاد میں خطا کرے تو اس کے لئے ایک ثواب ہے۔

(۲) بخاری، مسلم، احمد وغیرہم من حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ وعمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔

دوسرا اختلاف وہ ہے جس میں ایک جماعت قابل حمد وستائش ہے اور دوسری جماعت قابل مذمت ہے ارشاد خداوندی ہے:۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَلَٰكِنِ اخْتَلَفُوا فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ

ترجمہ: اور اگر خدا چاہتا تو ان سے پچھلے لوگ اپنے پاس کھلی نشانیاں آنے کے بعد آپس میں نہ لڑتے لیکن انہوں نے اختلاف کیا تو ان میں سے بعض تو ایمان لے آئے اور بعض کافر ہی رہے۔ (سورۃ البقرۃ، ۲۵۳)

نیز فرمایا:

هَٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِنْ نَارٍ۔ (سورۃ الحج، ۱۹)

ترجمہ: یہ دو (فریق) ایک دوسرے کے دشمن اپنے پروردگار (کے بارے) میں جھگڑتے ہیں تو جو کافر ہیں انکے لئے آگ کے کپڑے قطع کئے جائیں گے۔

امت مسلمہ میں عام طور پر اختلاف پہلی قسم کا ہے یعنی اس کی بنیاد آراء اور خواہشات میں اسی طرح امت مسلمہ میں خون گرانا اموال کا سلب ونہب بعض و عداوت وغیرہ بھی اسی قبیل سے ہے اختلاف کا منشاء یہ ہے کہ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو حق پر نہیں سمجھتا حالانکہ اس کے ساتھ بھی حق ہے انصاف کا یہی تقاضا ہے لیکن اس کو باطل پر سمجھتا ہے اور دوسرا فرقہ پہلے فرقہ کو باطل پر سمجھتا ہے اور اس پر زیادتی کرتا ہے ارشاد خداوندی ہے:

وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ

ترجمہ: اور اس میں اختلاف بھی انہی لوگوں نے کیا جن کو کتاب دی گئی تھی باوجودیکہ ان کے پاس کھلے ہوئے احکام آچکے تھے (اور یہ اختلاف انھوں نے

صرف) آپس کی ضد سے کیا۔ (سورۃ البقرۃ، ۲۱۳)

اللہ پاک نے اختلاف کا سبب حد سے تجاوز ہونا قرار دیا ہے قرآن پاک کے متعدد مقامات میں اس کا ذکر عبرت کے لئے کیا گیا ہے اسی مضمون کی ایک حدیث بخاری مسلم میں مذکور ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم مجھے چھوڑے رکھو جب تک کہ میں تمہیں چھوڑے رکھوں تم سے پہلے لوگ بوجہ کثرت سوال اور انبیاء علیہم السلام سے اختلاف کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیئے گئے تو جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو تم اس سے رک جاؤ اور جب کسی بات کا حکم کروں تو استطاعت کے مطابق اس پر عمل کرو اس حدیث میں انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان کاموں سے رک جائیں جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا ہے اس لئے کہ پہلے لوگوں کی تباہی کا سبب کثرت سوال پھر انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کرتے ہوئے ان کی نافرمانی تھی۔

ثُمَّ الاِختِلَافُ فِي الكِتَابِ، مِنَ الَّذِينَ يقِرُّونَ بِهِ عَلى نَوعَينِ: أَحَدُهما اختِلَافٌ فِي تَنزِيلِهِ، وَالثَّانِي اختِلَافٌ فِي تَأْوِيلِهِ وَكِلَاهما فِيهِ إِيمَانٌ بِبَعْضٍ دُونَ بَعْضٍ:

فَالأَوَّلُ كَاختِلَافِهِمْ فِي تَكَلُّمِ اللهِ بِالقُرآنِ وَتَنزِيلِهِ، فَطَائِفَةٌ قَالَتْ: هَذَا الكَلَامُ حَصَلَ بِقُدرَتِهِ ومشيئته لكونه مخلوقا فِي غَيرِهِ لَم يَقُم بِهِ، وَطَائِفَةٌ قَالَت: بَل هُوَ صِفَةٌ لَهُ قَائِمٌ بِذَاتِهِ لَيسَ بِمَخلُوقٍ، لَكِنَّهُ لَا يَتَكَلَّمُ بِمَشِيئَتِهِ وَقُدرَتِهِ وَكُلٌّ مِنَ الطَّائِفَتَينِ جمعت فِي كَلَامِهَا بَينَ حَقٍّ وَبَاطِلٍ، فَآمَنَت بِبَعضِ الحقِ، وَكَذَّبَت بِمَا تَقُولُهُ الأُخرَى مِنَ الحقِ، وَقَد تَقَدَّمَتِ الإِشَارَةُ إِلَى ذَلِكَ.

وَأَمَّا الاختِلَافُ فِي تَأوِيلِهِ، الَّذِي يَتَضَمَّنُ الإيمان ببعضه دون بعض، فكثير،

كَمَا فِي حَدِيثِ عَمرِو بنِ شُعَيبٍ، عَن أَبِيهِ، عَن جَدِّهِ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَصحَابِهِ ذَاتَ يَومٍ وَهُم يختَصِمُونَ فِي القَدَرِ، هَذَا يَنزِعُ بِآيَةٍ وَهَذَا يَنزِعُ بِآيَةٍ، فَكَأَنَّمَا فُقِئَ فِي وَجهِهِ حَبُّ الرُّمَّانِ، فَقَالَ: أَبِهَذَا أُمِرتُم؟ أَم بِهَذَا وُكِلتُم؟ أَن تَضرِبُوا كِتَابَ اللهِ بَعضَهُ بِبَعضٍ؟ انظُرُوا مَا أُمِرتُم بِهِ فَاتَّبِعُوهُ، وَمَا نُهِيتُم عَنهُ فَانتَهُوا .وَفِي رِوَايَةٍ: يَا قَومِ بِهَذَا ضَلَّتِ الأُمَمُ قَبلَكُم، بِاختِلَافِهِم عَلَى أَنبِيَائِهِم وَضَربِهِمِ الكِتَابَ بَعضَهُ بِبَعضٍ، وَإِنَّ القُرآنَ لَم يَنزِل لِتَضرِبُوا بَعضَهُ بِبَعضٍ، وَلَكِن نَزَلَ القُرآنُ يُصَدِّقُ بَعضُهُ بَعضًا، مَا عَرَفتُم مِنهُ فَاعمَلُوا بِهِ، وَمَا تَشَابَهَ فَآمِنُوا بِهِ. وَفِي رِوَايَةٍ: فَإِنَّ الأُمَمَ قَبلَكُم لَم يَلعَنُوا حَتَّى اختَلَفُوا، وَإِنَّ المِرَاءَ فِي القُرآنِ كُفرٌ . وَهُوَ حَدِيثٌ مشهور، مخرج فِي المسانيد وَالسُّنَنِ. وَقَد رَوَى أَصلَ الحدِيثِ مُسلِمٌ فِي صَحِيحِهِ، مِن حَدِيثِ عَبدِ اللهِ بنِ رَبَاحٍ الأَنصَارِيِّ، أَنَّ عَبدَ اللهِ بنَ عَمرٍو قَالَ: هجَّرتُ إِلَى النبي صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَومًا، فَسَمِعَ أَصوَاتَ رَجُلَينِ اختَلَفَا فِي آيَةٍ، فَخَرَجَ عَلَينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يُعرَفُ فِي وَجهِهِ الغَضَبُ، فَقَالَ: إِنَّمَا هَلَكَ مَن كَانَ قَبلَكُم بِاختِلَافِهِم فِي الكِتَابِ .

اختلاف فی الکتاب دو قسم کا ہے اختلاف فی التنزیل اور اختلاف فی التاویل دونوں میں ایمان بالبعض ہے ایمان بالکل نہیں ہے اس میں پہلا اختلاف تو یہ ہوا کہ اللہ جل جلالہ کا قرآن کے ساتھ کلام کرنا اور اتارنا اس کے غیر میں اس کی قدرت اور مشیت کے ساتھ مخلوق ہے اس کے ساتھ قائم نہیں ہے یہ ایک فرقے کا نظریہ ہے دوسرے فرقے نے کہا قرآن پاک اللہ کی صفت ہے اس کے ساتھ قائم ہے غیر مخلوق ہے اور یہ بھی کوئی بات نہیں کہ وہ اپنی قدرت اور مشیت

کے ساتھ متکلم ہے واضح ہے کہ دونوں گروہوں نے حق و باطل کو ملا دیا ہے بعض حق باتوں پر ایمان لائے اور دوسرے فریق کی بعض باتوں کی تکذیب کی ارشارۃً اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

اختلاف فی التاویل بھی ایمان بالبعض کو متضمن ہے یہ بھی کثرت کے ساتھ موجود ہے جیسا کہ حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام ﷺ میں تشریف لائے تو وہ مسئلہ تقدیر میں جھگڑا کر رہے تھے ہر ایک آیات پیش کر رہا تھا اس سے آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا جیسا کہ آپ کے چہرہ میں انار نچوڑا گیا ہے آپ نے فرمایا کیا تمہیں اس کا حکم دیا گیا ہے یا تمہاری یہ ذمہ داری ہے کہ تم کتاب اللہ کے بعض کو بعض کے ساتھ غلط قرار دے رہے ہو خیال کرو جس کام کا تمہیں حکم دیا جائے وہ کام کرو اور جس سے روکا جائے اس سے رک جاؤ ایک روایت میں ہے اے قوم اسی وجہ سے تم سے پہلے ہونے والی اُمتیں گمراہ ہوگئیں کہ انھوں نے اپنے پیغمبروں ﷺ سے اختلاف کیا اور کتاب اللہ کی بعض آیتوں کو دیگر بعض آیتوں کے ساتھ غلط کہا جب کہ قرآن پاک کا نزول اس لئے تو نہیں ہوا تھا قرآن پاک کا نزول تو اس لئے ہوا تھا

کہ اس کی بعض آیات دوسری بعض آیات کی تصدیق کرتی ہیں پس جس قدر تمہیں معرفت حاصل ہو جائے اس پر عمل کرو اور متشابہات پر ایمان لاؤ ایک روایت میں ہے تم سے پہلے لوگوں پر اس وقت تک لعنت نہ کی گئی جب تک کہ ان میں اختلاف رونما نہ ہوا یاد رکھو قرآن پاک میں جھگڑے کھڑے کرنا کفر ہے (حدیث صحیح ہے) یہ حدیث مشہور ہے مسند اور سنن کی کتابوں میں مروی ہے اصل حدیث صحیح مسلم میں ہے سیدنا عبداللہ بن عمرو ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں شفیع اعظم ﷺ کی خدمت میں دوپہر کے وقت گیا آپ ﷺ نے دو آدمیوں کی آواز سنی وہ ایک آیت میں اختلاف کر رہے تھے آپ تشریف لائے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر ناراضگی کے آثار تھے آپ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے لوگ کتاب اللہ ﷺ میں اختلاف کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئے۔

وَجَمِيعُ أَهْلِ الْبِدَعِ مُخْتَلِفُونَ فِي تَأْوِيلِهِ، مُؤْمِنُونَ بِبَعْضِهِ دُونَ بَعْضٍ، يَقِرُّونَ بِمَا يُوَافِقُ رَأْيَهُمْ مِنَ الْآيَاتِ، وَمَا يُخَالِفُهُ: إما أن يتأوله تَأْوِيلًا يُحَرِّفُونَ فِيهِ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ، وَإِمَّا أَنْ يَقُولُوا: هَذَا مُتَشَابِهٌ لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ معناه، فيجحدوا ما أنزله مِنْ مَعَانِيهِ! وَهُوَ فِي مَعْنَى الْكُفْرِ بِذَلِكَ؛ لِأَنَّ الْإِيمَانَ بِاللَّفْظِ بِلَا مَعْنًى هُوَ مِنْ جِنْسِ إِيمَانِ أَهْلِ الْكِتَابِ، كَمَا قَالَ تَعَالَى: (مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا) (الجمعة:٥) . وَقَالَ تَعَالَى: (وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ) (الْبَقَرَةِ:٧٨) .أَيْ: إِلَّا تِلَاوَةً مِنْ غَيْرِ فَهْمِ مَعْنَاهُ. وَلَيْسَ هَذَا كَالْمُؤْمِنِ الَّذِي فَهِمَ مَا فَهِمَ مِنَ الْقُرْآنِ فَعَمِلَ بِهِ، وَاشْتَبَهَ عَلَيْهِ بعضه فوكل علمه إلى اللهِ، كَمَا أَمَرَهُ النَّبِيُّ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِهِ: "فَمَا عَرَفْتُمْ مِنْهُ فَاعْمَلُوا بِهِ، وَمَا جَهِلْتُمْ مِنْهُ فَرُدُّوهُ إِلَى عَالِمِهِ" فَامْتَثَلَ ما أمر به صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

قَوْلُهُ: وَدِينُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَاحِدٌ، وَهُوَ دِينُ الْإِسْلَامِ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ). (آل عمران:١٩) وَقَالَ تَعَالَى: (وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا) (المائدة:٣) . وَهُوَ بَيْنَ (الْغُلُوِّ) التَّقْصِيرِ، وَبَيْنَ التَّشْبِيهِ وَالتَّعْطِيلِ، وَبَيْنَ الجبرِ وَالْقَدَرِ، وَبَيْنَ الْأَمْنِ وَالْإِيَاسِ.

ش: ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّا مَعَاشِرَ الْأَنْبِيَاءِ دِينُنَا وَاحِدٌ" وَقَوْلُهُ تَعَالَى (وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ) (آلِ عِمْرَانَ:٨٥) عَامٌّ فِي كُلِّ زَمَانٍ، وَلَكِنَّ الشَّرَائِعَ تَتَنَوَّعُ، كَمَا قَالَ تَعَالَى: (لِكُلٍّ

جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرعَةً وَمِنهَاجًا) (المائدة:۴۸) , فَدِينُ الإِسلَامِ هُوَ مَا شَرعَهُ اللهُ سُبحَانَهُ وَتَعَالَى لِعِبَادِهِ عَلَى أَلسِنَةِ رُسُلِهِ، وأصل هذا الدين وفروعه روايته عَنِ الرُّسُلِ، وَهُوَ ظَاهِرٌ غَايَةَ الظُّهُورِ، يُمكِنُ كُلَّ مميِّزٍ مِن صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ، وَفَصِيحٍ وَأَعجَمَ، وَذَكِيٍّ وَبَلِيدٍ، أَنْ يَدخُلَ فِيهِ بِأَقصَرِ زَمَانٍ، وَإِنَّهُ يَقَعُ الخُرُوجُ مِنهُ بِأَسرَعَ مِن ذَلِكَ، مِن إِنكَارِ كَلِمَةٍ، أَو تَكذِيبٍ، أَو مُعَارَضَةٍ، أَو كَذِبٍ عَلَى اللهِ، أَوِ ارتِيَابٍ فِي قَولِ اللهِ تَعَالَى، أَو رَدٍّ لِمَا أَنزَلَ، أَو شَكٍّ فِيمَا نَفَى اللهُ عَنهُ الشَّكَ، أَو غَيرِ ذَلِكَ مما في مَعنَاهُ، فَقَد دَلَّ الكِتَابُ وَالسُّنَّةُ عَلَى ظُهُورِ دِينِ الإِسلَامِ، وَسُهُولَةِ تَعَلُّمِهِ، وَأَنَّهُ يَتَعَلَّمُهُ الوَافِدُ ثُمَّ يُوَلِّي فِي وَقتِهِ وَاختِلَافِ تَعلِيمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فِي بَعضِ الأَلفَاظِ بِحَسَبِ مَن يَتَعَلَّمُ، فَإِن كَانَ بَعِيدَ الوَطَنِ، كَضِمَامِ بنِ ثَعلَبَةَ النَّجدِيِّ، وَوَفدِ عَبدِ القَيسِ، عَلَّمَهُم مَا لم يسعهم جهله، مع علمه أن دينه سينشر في الآفَاقِ، وَيُرسِلُ إِلَيهِم مَن يُفَقِّهُهُم فِي سَائِرِ مَا يَحتَاجُونَ إِلَيهِ، وَمَن كَانَ قَرِيبَ الوَطَنِ يُمكِنُهُ الإِتيَانُ كُلَّ وَقتٍ، بِحَيثُ يَتَعَلَّمُ عَلَى التَّدرِيجِ، أَو كَانَ قَد عَلِمَ فِيهِ أَنَّهُ قَد عَرَفَ مَا لَا بُدَّ مِنهُ أَجَابَهُ بِحَسَبِ حَالِهِ وَحَاجَتِهِ، عَلَى مَا تَدُلُّ قَرِينَةُ حَالِ السَّائِلِ، كَقَولِهِ: قُل آمَنتُ بِاللهِ ثُمَّ استَقِم. وَأَمَّا مَن شَرَعَ دِينًا لم يأذن به اللهُ، فَمَعلُومٌ أَنَّ أُصُولَهُ المستَلزِمَةَ لَهُ لَا يجوزُ أَن تَكُونَ مَنقُولَةً عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَلَا عَن غَيرِهِ مِنَ المُرسَلِينَ، إِذ هُوَ بَاطِلٌ، وَمَلزُومُ البَاطِلِ بَاطِلٌ، كَمَا أَنَّ لَازِمَ الحَقِّ حَقٌّ۔

تمام اہل بدعت تاویل میں مختلف رائے والے ہیں بعض تاویلات پر ایمان رکھتے ہیں بعض پر ایمان نہیں رکھتے جوان کی رائے کے موافق ہوں انھیں تسلیم کرتے ہیں اور رائے کے مخالف آیات کی تاویل کرتے ہیں بلکہ تحریف کرتے ہیں یا متشابہ کہہ دیتے ہیں جس کے معنی کا کسی کو علم نہیں اس طرح وہ نازل شدہ معانی کا انکار کرتے ہیں یعنی ان کے ساتھ کفر کرتے ہیں ظاہر ہے کہ ایمان باللفظ بلا معنی اہل کتاب کے ایمان جیسا ہے ارشاد خداوندی ہے:

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا (سورۃ الجمعہ ۵)

ترجمہ: جن لوگوں (کے سر) پر تورات لدوائی گئی پھر انھوں نے اس کے بارے (تعمیل) کو نہ اٹھایا ان کی مثال گدھے کی سی ہے جس پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوں۔

نیز فرمایا:

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتٰبَ إِلَّا أَمَانِيَّ

ترجمہ: اور ان میں کچھ حرف پڑھنا ہی نہیں جانتے ہیں۔ (سورۃ البقرۃ ۷۸)

لفظ امانی سے مراد صرف تلاوت ہے یعنی معنی معلوم نہ کرنا واضح رہے کہ یہ شخص اس مومن کی طرح نہیں ہوسکتا جو قرآن کے معانی سمجھتا ہے اور ان پر عمل کرتا ہے جس کا معنی اس پر مشتبہ ہوتا ہے اس کے علم کو اللہ ﷻ کے سپرد کر دیتا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ قرآن پاک کی جن آیات کے معانی کی معرفت حاصل ہو جائے اس پر عمل کرو اور جس کی معرفت معلوم نہ ہو اس کو کسی عالم کے سپرد کرو پس آپ کے ارشاد گرامی پر عمل کیا جائے۔

آسمان وزمین میں اللہ کا دین ایک ہے اور وہ دین اسلام ہے ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللهِ الإِسْلَامُ۔

ترجمہ: بیشک دین اللہ ﷻ کے ہاں اسلام ہے۔ (سورۃ آل عمران:۱۹)

نیز فرمایا: وَرَضِیتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

ترجمہ: اور میں نے تمہارے لئے اسلام دین پسند کرلیا ہے۔ (سورۃ المائدہ ۳)

پس دین اسلام افراط وتفریط تشبیہ وتعطیل جبر وقدر بیم ویاس کے درمیان ہے۔

(ش) صحیح حدیث میں ہے امام المرسلین ﷺ نے فرمایا ہم انبیاء ﷺ کی جماعت کا دین ایک ہے۔

نیز ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ

ترجمہ: اور جو شخص اسلام کے علاوہ دین تلاش کرتا ہے اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا۔ (سورۃ آل عمران، ۸۵)

ہردور میں عمومیت کا حامل ہے البتہ شرائع میں اختلاف ضرور ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَۃً وَّمِنْھَاجًا۔

ترجمہ: تم میں سے ہرایک کے لئے ہم نے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔ (سورۃ المائدہ ۴۸)

پس دین اسلام وہ ہے جس کو اللہ سبحانہ نے اپنے بندوں کے لئے انبیاء ﷺ کی وساطت سے بھیجا اس لحاظ سے دین اسلام کے اصول وفروع انبیاء ﷺ سے مروی ہیں ان کی حقیقت اظہر من الشمس ہے ہر چھوٹا بڑا فصیح غیر فصیح ہوشیار کمزور جس میں تمیز کی اہلیت موجود ہے اس کے لئے ممکن ہے کہ وہ کلمہ اسلام کا اقرار کر کے آناً فاناً اسلام میں داخل ہوجاتا ہے اور انکار کر کے فوراً خارج ہوسکتا ہے انکار میں تکذیب معارضہ شک یا منزل من اللہ کا رد کرنا بھی داخل ہے۔

پس کتاب وسنت دین اسلام کے غلبہ اور اس کے حصول کے آسان ہونے پر دلالت کناں ہے بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ دور دراز سے آنے والا شخص آتا ہے اور اس وقت اسلامی تعلیم سے روشناس ہوکر واپس وطن لوٹ جاتا ہے تعلیم کا اسلوب متعلمین کے مزاج کے مطابق ہے جیسے ضمام بن ثعلبہ نجدی اور عبدالقیس کا وفد انھیں آپ ضروری امور کی تعلیم سے بہرہ ور فرماتے ہیں

اس لئے کہ آپ کو نجوبی علم تھا کہ دین اسلام اکناف عالم میں پھیلے گا تو ضرورت کے مطابق مبلغین بھیجے جائیں گے جو دور دراز رہنے والے لوگوں کو پیدا ہو نے والے مسائل میں راہ نمائی کریں گے البتہ نزدیک رہنے والے لوگوں کے لئے ہر وقت آنا ممکن ہے انھیں تدریجی طور پر مسائل بتائے گئے یا جب کوئی سائل آیا تو اس کے حسب حال اس کے سوالات کے جوابات دیئے جیسا کہ آپ نے ایک سائل سے فرمایا آپ اللہ پر ایمان لائیں پھر اس پر استقامت اختیار کریں۔

لیکن دین اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین نکالنا باطل ہے اللہ تعالیٰ اسے ہرگز پسند نہیں فرماتے جب کہ اس کے اصول نہ ختم المرسلین ﷺ سے منقول ہیں اور نہ ہی دیگر پیغمبروں ﷺ سے منقول ہیں باطل اس لحاظ سے ان کا باطل ہونا ظاہر ہے جیسا کہ دین اسلام کا حق ہونا ظاہر ہے۔

(شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص، ۵۱۳، تا، ۵۱۹، قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی)

امام طحاوی کا قول:

علامہ صدرالدین محمد بن علاءالدین علی بن محمد ابن ابی العز حنفی، دمشقی علیہ الرحمۃ متوفی ۷۹۲ھ لکھتے ہیں:

وَقَوْلُهُ: وَبَيْنَ الجبرِ وَالقَدَرِ وَأَنَّ العَبْدَ غَيْرُ مجبورٍ عَلى أَفْعَالِهِ وَأَقْوَالِهِ وَأَنَّهَا لَيسَتْ بِمَنْزِلَةِ حَرَكَاتِ المرْتَعِشِ وَحَرَكَاتِ الأَشْجَارِ بِالرِّيَاحِ وَغَيْرِهَا، وَلَيسَتْ مخلوقَةً لِلْعِبَادِ، بَلْ هِيَ فِعْلُ العَبْدِ وَكَسْبِهِ وَخَلْقُ اللهِ تَعَالَى۔

ترجمہ: دین اسلام جبر وقدر کے درمیان ہے بندہ اپنے افعال اقوال میں مجبور نہیں ہے اور اس کے افعال رعشہ والے کی حرکات کی مثل نہیں ہیں اور نہ ہی ان درختوں کی حرکات کی طرح ہیں جو آندھی کے ساتھ حرکت کرتے ہیں لیکن ان کو انسانوں کی مخلوق نہیں کہا جاسکتا ہاں افعال کا خالق اللہ ﷻ ہے البتہ فاعل بندہ ہے۔

(شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص، ۵۲۰، قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی)

حضرت شیخ المشائخ شیخ عبدالاحد علیہ الرحمۃ کے مرشد کریم حضرت سیدنا قطب الاقطاب شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

بیت

جهان پر از آفتاب وچشمها کور		جهان پر از حدیث وگوش ها کر

ترجمہ: سارا جہاں آفتاب سے پُر ہے لیکن آنکھیں نابینا ہیں جہاں آواز سے بھرا ہوا ہے لیکن کان بہرے ہیں۔

(مجموعہ خطوط مکتوبات قدوسیہ، ص، ۳۲۸)

حضرت سیدنا قطب الاقطاب شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

مکتوب ۸۹: بجانب شیخ عبدالشکور، مذاہب اربعہ (چاروں مذہبوں)

توحید مطلب اور صاحب مذہب ومجتہد کے مابین کے فرق کے بیان میں۔

حق حق حق!

المقصود هو ولا سواه

ترجمہ: مقصود وہی ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔

واضح ہو کہ یہ چار مذہب جن کی حقیقت پر تمام اہل حق متفق ہیں اصول دین کے لحاظ سے تمام ایک ہی دین حق پر مبنی ہیں سب اہل حق ہیں اور اہل اللہ ہیں۔ ان کے متعلق اصول دین میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ شرع محمدی کے یہ سب امام اور مقتدا ہیں اور یہ سب اہل سنت وجماعت ہیں اور فروعات میں جو اختلاف ہے وہ رحمت ہے کیونکہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

اختلاف امتی رحمة

ترجمہ: میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

یہاں یہ یادر ہے کہ اختلاف اور مخالفت میں فرق ہے اختلاف سے مراد صرف اختلاف رائے ہے جس میں کوئی مضرت نہ ہو اور باعث تعمیر ہو لیکن مخالفت دشمنی ہے جو باعث تخریب ہے۔

لہذا فروعی اختلاف رحمت اس لئے ہے کہ اس میں ایک وسعت اور یسر ہے (یسر بمعنی آسانی ۔ آسانی اس لئے کہ لوگوں کی طبائع مختلف ہیں اور فروعی اختلاف کسی نہ کسی کی طبیعت کے مطابق ہوتا ہے)۔پس اختلافی مسائل کے متعلق اعتقاد یہ ہونا چاہئے کہ جو روش میں نے اپنے مذہب کے مطابق اختیار کی ہے وہ صحیح ہے لیکن اس میں خطا کا احتمال ہے اور روش دوسرے مذاہب نے اختیار کی ہے وہ غلط ہے لیکن صحیح کا احتمال ہے۔ چنانچہ مسئلہ قروء میں امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک قروء سے مراد حیض ہے اور اس مذہب کے لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ مفہوم صحیح ہے لیکن اس میں خطا کا احتمال ہے۔ اگر اسے صحیح نہ سمجھے اور اس پر مستحکم نہ ہو تو دین میں خلل واقع ہوگا اور شیطان کے پنجے میں پھنس کر حق سے دور ہو جائے گا۔ اور اگر اس میں احتمال خطا کا اعتقاد نہ رکھے تو باعث فساد ہے کیونکہ اجتہادی مسائل میں حقیقت حال سے صرف اللہ تعالیٰ واقف ہے اور کسی کو معلوم نہیں۔ پس اعتقاد خطا اعتقاد صواب کے منافی (خلاف) نہیں کیونکہ اعتقاد صواب میں استحکام دین ہے اور اعتقاد خطا میں علم غیب سے نجات ہے (یعنی اگر امکان خطا کا قائل نہ ہو تو اہل یقین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں شرک لازم آتا ہے کیونکہ علم غیب صرف اللہ کو ہے اور ہم یقین سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اختلافی مسائل میں جو ہماری روش ہے اس میں احتمال خطا نہیں) پس احتمال خطا میں فلاح دین ہے۔

توحید مطلب:

توحید مطلب سے یہ مراد ہے کہ اہل سنت و جماعت کے جتنے مذاہب ہیں ان میں سے ہر ایک کا امام یا شیخ ایک ہونا چاہئے:

فان الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ

ترجمہ: کیونکہ اپنی قوم یا جماعت کا شیخ اپنی امت کے نبی کی طرح ہے (الحدیث)

بیک وقت دو شخصوں کا مقلد ہونا روا نہیں کیونکہ یہ انتقال مذہب ہے جو ناجائز ہے کیونکہ انتقال مذہب کا مطلب ہے ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف جانا۔ پس ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف وہ آدمی جائے گا جو یا تو اپنے مذہب کو صحیح نہیں سمجھتا اور دل میں شک رکھتا ہے یا دونوں مذاہب میں سے کسی مذہب کے متعلق احتمال خطا کا قائل نہیں۔ اور دین کے معاملہ میں یہ دونوں اعتقاد ناجائز ہیں کیونکہ اس سے دونوں مذاہب میں شک لازم آتا ہے جو باعث فساد دین ہے۔ العیاذ باللہ (پناہ بخدا)۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ۔

ترجمہ: اور راہیں نہ چلو کہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ (الانعام: ۱۵۳)

مختلف طرائق پر مت چلو کیونکہ یہ روش تم کو اللہ ﷻ کی صحیح راہ سے محروم کر دے گی اور جو جائز ہے یہ ہے کہ طالب صادق جس جگہ جائے فائدہ حاصل کرے اور صاحب کمال بنے مردان خدا کا ادب ملحوظ رکھے۔ اور ہر ایک سے نعمت حاصل کرے لیکن اپنے امام اور شیخ کے متعلق اعتقاد راسخ رکھے یہی وجہ ہے کہ بزرگ فرماتے ہیں کہ ارادت یکجا و نعمت صد جائے (یعنی مرید ایک کا ہو اور نعمت سینکڑوں سے حاصل کرے) روایت ہے کہ سلطان العارفین (بایزید بسطامی) علیہ الرحمۃ نے

دوصد مشائخ کی خدمت کی اور ہر ایک سے فیض حاصل کیا اور مرید حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے تھے۔ چونکہ آپ طالب صادق تھے ہر جگہ سے کمال حاصل کیا اور اس سے ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ اس کے باوجود جن مشائخ نے اپنے مریدوں کو دوسرے مشائخ کے پاس جانے سے منع کیا ہے انھوں نے اس لئے کیا ہے کہ شیطان زندہ ہے ممکن ہے دین کے کام میں خلل ڈال دے اور دوسرے پیر کو اس کے اپنے پیر سے افضل بتا کہ گمراہ کر دے۔ اگر چہ دونوں مشائخ واصل حق اور مقتدائے دین ہیں کیونکہ:

الطرایق الی اللہ بعدانفاس الخلائق۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستوں کی تعداد اتنی ہے جتنے کہ مخلوقات کے سانس ہیں۔

اور ان میں سے ہر ایک صحیح راستے پر ہے اور حرص و ہوا سے پاک ہو کر اللہ ﷻ تک اس کی رسائی ہوگئی ہے۔ اس کا قول و فعل سب حق ہے کیونکہ جب تک یہ اعتقاد نہ ہو تو راہ دین پر چل نہیں سکتا۔ اور دوسرے پیر کے پاس جانے کا مطلب ہو سکتا ہے کہ اسے اپنے پیر کی صداقت میں شک ہے اور اس سے شیطان کو وساوس ڈالنے کا موقع ملتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب قطب عالم سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی علیہ الرحمۃ حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا ایک رسالہ پڑھتے ہیں تو ان کو بلا کر فرمایا کہ ہم نے سنا ہے تم حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کا رسالہ پڑھتے ہو۔ یہ کام مت کرو۔ وجہ یہ ہے کہ جب تم اگلے زمانے کے لوگوں میں کوئی ایسی چیز دیکھتے ہو جو ہمارے اندر نہیں تو شیطان کو گمراہ کرنے کا موقع ملتا ہے اور تمہارے شیخ کے متعلق تمہارے دل میں بدگمانی پیدا کرتا ہے جس سے کام بگڑ جاتا ہے۔ یہاں قابل غور یہ بات ہے کہ اگر چہ قطب عالم شیخ نصیر الدین علیہ الرحمۃ کامل اور صادق تھے اور صادقین کو شیطان گمراہ نہیں کر سکتا تاہم آپ نے انھیں منع فرمایا اور یہ منع فرمانا خلقت کی نصیحت کے لئے تھا۔

صاحب مذہب اور مجتہد کے مابین فرق:

صاحب مذہب اور مجتہد کے درمیان یہ فرق ہے کہ صاحب مذاہب اپنی رائے کو صحیح سمجھتا ہے اور خلق کو اپنے مذہب کی طرف بلاتا ہے لیکن مجتہد اگر چہ مجتہد ہے اور اپنے اجتہاد پر قائم رہتا ہے لیکن اپنے امام کے مذہب کے اندر رہتا ہے اس کا اجتہاد اپنے امام کے مذہب کے دائرہ سے باہر نہیں جاتا چنانچہ جب امام اعظم رضی اللہ عنہ قرء سے مراد حیض لیتے ہیں تو ان کے مذہب کے مجتہدین وہی مراد لیتے ہیں۔ اور اسی کے اندر اجتہاد کرتے ہیں اسی طرح چونکہ امام شافعی رضی اللہ عنہ قرء سے طہر (پاکی) مراد لیتے ہیں اس لئے آپ کے مذہب کے مجتہدین بھی طہر مراد لیتے ہیں۔ اور اسی کے اندر اجتہاد کرتے ہیں۔

مذہب اہل سنت و جماعت:

مذہب اہل سنت و جماعت یہ ہے کہ جو مسلک رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا وہی حضور امام المرسلین ﷺ اور صحابہ کرام تابعین تبع تابعین رحمہم اللہ کے عہد سے لے کر آج تک اہل اسلام اور اہل حق کے اجماع کے ساتھ ان چار مذاہب کا مسلک رہا ہے اور اصل اور فروع کے ساتھ وہی مذہب ان بزرگوں رحمہم اللہ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے اور قیامت تک رہے گا۔ کتاب تیسری الاحکام میں لکھا ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے جن میں سے صرف ایک فرقہ نجات پائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ وہ فرقہ کونسا ہے۔ فرمایا اہل سنت و جماعت۔ انھوں نے دریا

فت کیا کہ سنت و جماعت سے کیا مراد ہے فرمایا جس پر میں ﷺ ہوں اور میرے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں لہذا مومن کو چاہئے کہ مذہب اہل سنت و جماعت اختیار کرے اور ملت اسلامیہ میں سے جو شخص اہل سنت و جماعت سے تخالف (اختلاف) کرے وہ اہل باطل ہے اور جب وہ اختلاف معصیت کی حد تک پہنچ جائے تو وہ اہل بدعت اور گنہگار ہے لیکن عاصی (گنہگار) کی شفاعت جائز ہے جب یہ اختلاف کفر کی حد تک پہنچ جائے تو ایسا شخص حکم آخرت میں کافر کہلاتا ہے اور کافر ہمیشہ دوزخ میں رہے گا: **لاعذر فی الاخرة** ان کے لئے آخرت میں کوئی عذر نہیں یہ ان کے متعلق شرع کا حکم ہے۔

فرقہ رافضیہ، قدریہ، جبریہ اور منکرین رویت اور قرآن مجید کو مخلوق کہنے والے سب جو اہل سنت و جماعت کی مخالفت کرتے ہیں اسی قبیل سے ہیں۔ چنانچہ بعض اہل بدعت حق تعالیٰ کو جسم اور جوہر کہتے ہیں اس کے لیے مکان و زماں، طول عرض وعمق جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ لوگ حکم آخرت میں کافر ہیں لیکن احکام دنیا میں ان کے ساتھ کفار کا سا معاملہ نہیں کیا جاتا۔ اور اُن کا قتل کرنا اور ان کی اولاد کو قتل کرنا اور ان کے مال غارت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ مسلمان ہونے کا دعوئ کرتے ہیں اور مستحق امان ہیں:

وهذا قولهم لاتكفروا اهل القبلة

ترجمہ: اہل قبلہ کی تکفیر مت کرو۔ کے یہی معنی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(مجموعہ خطوط مکتوبات قدوسیہ، ص، ۳۳۰، ۳۳۳)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

ومما من الله تبارک وتعالى به علي: عدم مبادرتي الى الرد على من نقل عنه بعض الحسدة غلطة تخالف النقل، بل اتثبت في ذلک غاية التثبت، لا سيما ان افضت تلک الغلطة الى التكفير او التعزير، وهذا الامر قليل من يثبت فيه، بل يبادر احدهم الى الفتوى مع انه لم يجتمع بصاحب الواقعه، ولا ثبت ذلک الامر عنده ببينة عادلة۔ ولما نقل بعض الناس عن الشيخ عبد المجيد السامولي عليه الرحمة انه نهى المصلين على رسول الله ﷺ ان يقولوا: اللهم صل وسلم على سيدنا محمد افضل مخلوقاتک، وانه قال: لا تقولوا افضل مخلوقاتک فان ذلک لم يرد في حديث الى آخر ما انهوه في حقه، بادر الى ذلک كل مبادر، فمنهم من افتى بالتكفير ومنهم من افتى بالنكير ومنهم من افتى بالتعزير، فارسلت له مكاتبة الى المحلة اخبرته فيها عما قال الحسدة في حقه، وانه يخبرني بحقيقة الحال، فكتب الي وبعد: فما نسب الى العبد من نهيه المصلين عن قولهم افضل مخلوقاتک لم يقع مني، وانما صورة ذلک: انه قدم الى سوال مضمونه هل الافضل الصلاة على رسول الله ﷺ بما ورد من الكيفيات، ام الصلاة عليه بالكيفيات التي فيها زيادة التفخيم والتعظيم، فاجبت: الافضل الصلاة عليه ﷺ بما ورد، فان الوقوف على حد السنة اولى من تعدى السنة۔ ثم قلت: وهذا الذي قلناه لا ينافي اعتقادنا التفضيل الذي اجمع عليه الائمة، فقد نقل الشيخ عز الدين بن عبد السلام عليه الرحمة الاجماع على ان نبينا محمدا ﷺ افضل الخلق اجمعين فلا مخلوق افضل منه فكيف لي ان اخرق الاجماع۔ قال: وهذا ما استحضرت انني كتبته على ذلک السوال، ولكن اقول كما قال يعقوب عليه الصلاة والسلام: (فصبر جميل والله المستعان على ما تصفون)

(یوسف: ۱۸) قال: وکنت اود انهم لو اطلعونی علی ذلک الجواب الذی اشاعوہ، لازیدہ بیانا وایضاحا موافقا لما علیه العلماء قاطبة، فلم یطلعونی علیه، ولم یراجعونی فیه، هذا ما وقع انتهی۔ فلما کتب الی ذلک ارسلته للمتعصبین علیه، فلم یصغ احد منهم الی ذلک۔ وکان الحسن البصری رضی الله عنه یقول: اذا بلغکم عن احد کلام واعلمتموہ فانکرہ، فارجعوا الیه وکذبوا الناقل، انتهی۔ وقالوا فی کتب الفقه: ان القاضی او المفتی او الشاهد اذا انکر فتواہ او حکمه او شهادته، لا یحلف لانه مؤتمن، انتهی۔ فایاک یا اخی والتعصب علی احد الا بعد اجتماعک علیه وسماعک منه ما یخالف ظاهر الشرع، واعلامک له بمخالفته فی ذلک الشریعة، او کلام الجمهور مثلا، ثم بعد ذلک ان صمم علی المخالفة فانکر علیه وشنع رحمة به وبالمسلمین، اما هو فلئلا یکون من الائمة المضلین، واما المسلمون فلئلا یتبعوہ فی ذلک فیهلکوا، والحمد لله رب العالمین۔

ترجمہ: بعض حاسدین جس سے خلاف نقل غلطی نقل کریں میں اس کی تردید میں جلدی نہیں کرتا بلکہ اس کے متعلق انتہائی چھان پھٹک کرتا ہوں۔ خصوصاً جب وہ غلط مسئلہ تکفیر یا تعزیر تک لے جائے۔ اور اس امر میں کم لوگ تحقیق وتفتیش کرتے ہیں بلکہ کوئی تو فتویٰ میں جلدی کرتا ہے باوجودیکہ صاحب واقعہ سے اس کی ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی یہ امر اس کے نزدیک عادل گواہ سے ثابت ہوا۔

اور جب بعض لوگوں نے شیخ عبدالمجید السامولی علیہ الرحمہ سے نقل کیا کہ انہوں نے رسول پاک ﷺ پر درود شریف پڑھنے والوں کو **اللھم صل علی وسلم علی سیدنا محمد افضل مخلوقا** تک کہنے سے روکا اور کہا افضل مخلوقا تک مت کہو۔ کیونکہ یہ حدیث میں وارد نہیں۔ اور آخر تک جو کچھ ان کی طرف منسوب کیا تو ہر جلد باز نے جلدی کی۔ کسی نے تکفیر کا فتویٰ دیا تو کسی نے انتہائی غلط مسئلہ کا فتویٰ دیا۔ کسی نے تعزیت کا فتویٰ دیا۔ میں نے خط بھیجا جس میں انہیں اس کے متعلق باخبر کیا جو حاسدوں نے ان کے حق میں کہا۔ اور یہ کہ مجھے حقیقت حال کی اطلاع بخشیں۔ تو آپ نے مجھے لکھا کہ بندہ کی طرف جو منسوب کیا گیا کہ درود شریف پڑھنے والوں کو افضل مخلوقا تک کہنے سے روکا ہے۔ میں نے ایسا نہیں کہا۔ اصل صورت یہ ہے کہ میرے پاس ایک سوال آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ کیا رسول پاک ﷺ پر درود شریف ان کیفیات کے ساتھ پڑھنا افضل ہے جو کہ حدیث میں وارد ہیں یا ان کیفیات کے ساتھ جن میں تفہیم وتعظیم زیادہ ہے؟ تو میں نے جواب دیا تھا کہ آپ پر درود شریف انہیں صیغوں کے ساتھ پڑھنا افضل ہے جو کہ حدیث پاک میں وارد ہیں۔ کیونکہ حد سنت پر ٹھہرنا آگے بڑھنے سے بہتر ہے۔ پھر میں نے کہا تھا کہ یہ جو ہم نے کہا ہے فضیلت کے متعلق ہمارے اعتقاد کے منافی نہیں جس پر آئمہ کا اجماع ہے۔

چنانچہ شیخ الاسلام معارف آگاہی عزالدین بن عبدالسلام علیہ الرحمہ نے اس پر اجماع نقل فرمایا ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ پس کوئی مخلوق آپ سے افضل نہیں۔ تو میرے لئے کیسے ممکن ہے کہ اجماع کے خلاف کہوں۔ یہ ہے وہ جو مجھے یاد ہے کہ میں نے اس سوال پر لکھا۔ لیکن میں وہی کہتا ہوں جو حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ

ترجمہ: پس میں صبر جمیل کروں گا۔ اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہوں) اور تم پر جو تم بیان کرتے ہو۔ (یوسف: ۱۸)

نیز فرمایا: مجھے تمنا تھی کہ اے کاش مجھے اس جواب سے مطلع کرتے جو انہوں نے مشہور کیا ہے تاکہ میں تمام علماء کی موافقت میں مزید بیان اور

وضاحت کرسکوں لیکن انہوں نے مجھے اطلاع دی نہ اس کے متعلق میری طرف رجوع کیا۔ یہ ہے واقعہ۔ پس جب آپ نے یہ دیکھا تو میں نے اسے متعصبین کے پاس بھیجا۔ مگر ان میں سے کسی نے اس پر کان نہ دھرا۔

اور حضرت سیدنا امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تمہارے پاس کسی کی طرف سے کوئی کلام پہنچے اور تم اسے اس کے متعلق جتلاؤ۔ پس وہ انکار کرے تو اس کی طرف رجوع کرو اور ناقل کو جھوٹا کہو۔

اور کتب فقہ میں فقہاء نے فرمایا ہے کہ قاضی یا مفتی یا گواہ جب اپنے فیصلے یا اپنے فتویٰ یا اپنی گواہی سے انکار کرے تو اس سے قسم نہ لی جائے کیونکہ وہ صاحب امانت ہے۔ انتہی۔ پس اے بھائی! کسی پر تعصب سے پرہیز کر مگر اس سے ملاقات اور اس سے وہ کچھ سننے کے بعد جس کا ظاہر شریعت کے خلاف ہو اور تو اسے ظاہر شریعت کی یا کلام جمہور کی اس کی مخالفت سے اسے باخبر کرے۔ پھر اس کے بعد اگر وہ مخالفت پر ڈٹ جائے تو اب اس پر اور مسلمانوں پر رحم کرتے ہوئے اس پر انکار کر اور اس کی شناخت بیان کر۔ اس پر تو اس لئے کہ گمراہ کرنے والے آئمہ سے نہ ہو جائے اور مسلمانوں پر اس لئے کہ اس میں اس کی پیروی نہ کریں پس وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(المنن الکبری، الباب السابع ص، ۳۳۷، ۳۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علم کو چھپانے والا بہت بڑا مجرم ہے:

امام اہل سنت علامہ ابوشکور محمد بن عبد السعید سالمی کشی، ماتریدی، حنفی، علیہ الرحمۃ متوفی، لکھتے ہیں:

وروی عن جابر بن عبد الله عن رسول الله ﷺ انه قال اذا لقی آخر امتی اولها فمن کان علم عنده فلیظهره فان کاتم العلم فی ذلک الوقت ککاتم الوحی علی وروی عن حماد بن ابی حنیفة انه سال اباه فقال یا ابی ان لم اتعلم الکلام هل یضرنی فقال یضرک من وجه ولا یضرک من وجه لا یضرک لان الله تعالیٰ لا یسالک عن الکلام ویضرک من حیث انک اذا لم تعرف الکلام ولم تعلم کیف تجادل الناس وقد قال رسول الله ﷺ ان اوثق عری الاسلام الحب فی الله والبغض فی الله وانک اذا لم تعرف المبتدع من غیره فلا تعلم کیف تحب فی الله وتبغض فی الله یا بنی ان مثل هذا کبیر مغطاة اذا لم تعلمه تقع فیها فقال یا ایها العالم ان الناس یقولون لی بان اصحاب رسول الله ﷺ لا یعلمون الکلام فقل یا ایها المتعلم قل لهم بان اصحاب رسول الله ﷺ لم یکن العدو حضر ببابهم شاهرا سیفه واما نحن فقد حضر العدو شاهرا سیفه ببابنا فمن حضر العدو ببابه شاهرا سیفه یجب علیه ان یتهیا لقاتله ومن لم یحضر العدو ببابه فانه لا یجب علیه ان یتهیا لقاتله

وروی عن عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه انه قال اذا لقیتم اهل القدر فابدوهم بالسوال دل ان المناظرة معهم جائزة مباحة ولو لم یجز المناظرة والجدال مع اهل الاهواء والکفرة لکانوا یغلبون علی اهل الاسلام ولکان لا یظهر الحق من البطل لان الحق انما یظهر باظهار الدلیل والحجة واظهار الدلیل والحجة یکون بالمناظرة۔

ترجمہ: حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے امام المرسلین ﷺ سے مروی ہے کہ شفیع اعظم ﷺ نے فرمایا: جب آخری میری امت پہلی امت میری کی نفی کرے توجس کے پاس علم ہو، وہ اپنے علم کا اظہار کرے، اس وقت علم کا چھپانے والا ایسے ہے جیسے میری وحی کو چھپانے والا۔

حضرت حماد ابن ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے والد امام اعظم رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اگر میں علم کلام کو نہ سیکھوں تو کیا مجھے نقصان ہوگا؟ فرمایا: من وجہ نقصان ہوگا اور من وجہ نقصان نہ ہوگا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ سوال نہیں کرے گا کہ علم کلام کیوں نہیں سیکھا؟ اس لحاظ سے تو نقصان نہیں اور اس حیثیت سے کہ جب تم علم کلام نہیں جانو گے تو لوگوں سے مناظرہ نہیں کرسکو گے، اس پہلو سے نقصان ہے۔

اور حضور شفیع اعظم ﷺ نے فرمایا: اسلام کی مضبوط ترین گرہ ہے۔

"الحب فی اللہ و البغض فی اللہ"

ترجمہ: اللہ کے لیے محبت ہو اور اللہ کے لیے بغض ہو

اور جب تک تم مبتدع اور غیر مبتدع کو نہ پہچانو گے تو کیسے اللہ کے لئے محبت کرو اور اللہ کے لیے بغض کرو گے؟

اے بیٹے! اس کی مثال اس کنویں کی سی ہے جو اوپر سے ڈھکا ہوا ہو اور جب تک تجھ کو علم نہ ہو تو تو کنویں میں گر جائے گا۔

پھر فرمایا: اے عالم! لوگ مجھے کہتے ہیں: اصحاب رسول ﷺ علم کلام نہیں جانتے تھے، تو اے متعلم! تو اس کا جواب دے کر اصحاب رسول ﷺ کے دروازے پر دشمن تلوار سونت کر نہیں حاضر ہوتا تھا اور ہماری یہ حالت ہے کہ دشمن شمشیر بکف ہو کر ہمارے دروازہ پر حاضر ہوتا ہے تو جس کے دروازہ پر دشمن ننگی تلوار لے کر آ جائے تو اس پر واجب ہے کہ اس کے مقابلہ کے لیے تیار ہو جائے اور جس کے دروازہ پر دشمن تلوار سونت کر حاضر نہ ہو تو اس پر جنگ کی تیاری واجب اور ضروری نہیں ہیں۔

حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اہل قدر سے ملاقات ہو تو پہلے سوال کرو، معلوم ہوا کہ اہل بدعت سے مناظرہ جائز و مباح ہے اور اگر ھواء اور اہل بدعت اور دوسرے کافروں سے مناظرہ اور مجادلہ جائز نہ ہوتا تو یہ مذاہب باطلہ اہل اسلام پر غالب آ جاتے اور حق و باطل میں فرق ظاہر نہ ہوتا، اس لیے کہ حق دلیل و حجت کے ظاہر ہونے سے ظاہر ہوتا ہے اور دلیل و حجت کا اظہار مناظرہ سے ہوتا ہے۔

لہٰذا بوقت ضرورت مناظرہ جائز ہے اور اس غرض سے علم کلام و علم مناظرہ، علم مجادلہ پڑھنا پڑھانا ہے، بلکہ فی زمانہ ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ جل شانہ، اعلم

(تمھید ابی شکور السالمی، ص، ۱۷۵، ۱۷۶، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، پاکستان)

أن عمر بن عبد العزيز كان يقول: ما سرني لو أن أصحاب محمد صلى الله عليه لم يختلفوا، لأنهم لو لم يختلفوا لم تكن رخصة۔

ترجمہ: حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ فرماتے تھے مجھے کوئی خوشی حاصل نہ ہوتی، اگر اصحاب محمد ﷺ اختلاف نہ کرتے، کیونکہ اگر وہ اختلاف نہ کرتے رخصت ثابت نہ ہوتی۔

(المقاصد الحسنہ، ص، ۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، موضوعات کبریٰ، ص، ۵۲، قدیمی کتب خانہ کراچی)

شیخ ضیاء الدین ابو نجیب عبد القاہر سہروردی، قدس سرہ، متوفی، ۵۶۳ھ، لکھتے ہیں:

فقد قال رویم: لا زالت الصوفية بخير ماتنافروا، فاذا اصطلحوا اهلكوا

ترجمہ: حضرت سیدنا آفتاب ولایت رویم نے فرمایا: صوفیاء (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی حالت اس وقت تک خیر و بھلائی پر رہے گی جب تک وہ ایک دوسرے کے ساتھ منافرت (اختلاف) کرتے رہیں گے (احوال کی اصلاح کی سعی و کوشش کرتے رہیں گے)۔ اور جب بھی وہ ایک دوسرے کی طرف سے بے پرواہ اور ایک دوسرے کے احوال سے اتفاق کرلیں گے ہلاکت میں پڑ جائیں گے۔

(آداب المریدین، ص، ۳۶، معہد الدرسات الاسیویۃ والافریقیۃ، الجامعۃ العبرِیۃ فی اورشلیم، مرقاۃ المفاتیح، ج، ۹، ص، ۱۹۵، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

باب نمبر۳

اگر کوئی تم سے بات کرے تو تحقیق کرو، قرآن کا فیصلہ:

قال اللہ تعالیٰ، یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا إِنْ جَاءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَیَّنُوا أَنْ تُصِیبُوا قَوْمًا بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوا عَلَیٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِینَ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے اہلِ ایمان! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کرلو کہ کہیں تم کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو، پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہو۔ (القرآن ۴۹/۶)

انہوں نے صرف اُسی کے اعتماد پر کاربندی کرلی، شرع مطہر نے حکم دیا تھا تمھیں علم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھو۔

قال اللہ تعالیٰ، فَاسْأَلُوا أَھْلَ الذِّکْرِ إِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے: اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ (القرآن ۲۱/۷)

انہوں نے اہل علم سے بے پوچھے کارروائی کی، قرآن عظیم نے ارشاد کیا تھا جو بات پیش آئے علماء سے عرض کرو وہ حقیقتِ کار تک پہنچ جائیں گے۔

قال اللہ تعالیٰ، وَإِذَا جَاءَھُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِہٖ وَلَوْ رَدُّوہُ إِلَی الرَّسُولِ وَإِلَیٰ أُولِی الْأَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِینَ یَسْتَنْبِطُونَہٗ مِنْھُمْ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جب انکے پاس کوئی بات اطمینان یا ڈر کی آتی ہے اس کا چرچا کر بیٹھتے ہیں اور اگر اس میں رسول ﷺ اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور اس کی حقیقت جان لیتے ان لوگوں سے جو ان میں سے اجتہاد کرتے ہیں (القرآن ۴/۸۳)

انہوں نے اپنی رائے مستقل سمجھی فرقانِ حکیم نے فرمایا تھا جب تک شرع اجازت نہ دے آپ کچھ نہ کر بیٹھو:

قال اللہ تعالیٰ، یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُولِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ إِنَّ اللّٰہَ سَمِیعٌ عَلِیمٌ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے اہلِ ایمان! اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو یقیناً اللہ سُننے جاننے والا ہے۔ (القرآن ۴۹/۱)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

صوفیہ کرام کی نسبت یہ کہنا کہ ان کا قول و فعل معاذ اللہ کچھ وقعت نہیں رکھتا بہت سخت بات ہے۔

اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَاتَّبِعْ سَبِیلَ مَنْ أَنَابَ إِلَیَّ

ترجمہ: جو میری طرف جھکے ان کی راہ کی پیروی کر۔ (القرآن الکریم، ۳۱/۱۵)

صوفیہ کرام سے زیادہ اللہ کی طرف جھکنے والا کون ہوگا، فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

وَاِنَّمَا یَتَمَسَّكُ بِاَفْعَالِ اَهْلِ الدِّیْنِ۔

ترجمہ: دینداروں کے افعال سے سند لائی جاتی ہے۔

(فتاوٰی ہندیہ، کتاب الکراھیۃ، الباب السابع عشر، نورانی کتب خانہ پشاور، ۵/۳۵۲) (فتاوٰی رضویہ، ج ۲۲، ص ۵۵۹، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

باب نمبر ۴

احوالِ مشائخ کے بارے میں تین گروہ:

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمہ متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

وبالجملہ مردم در غلبۂ احوال مشائخ وشطحیاتِ ایشان سہ فرقہ اند۔

فرقۂ اول: فقہائے صرف وعلمائے ظاہر کہ براہِ ردّ وانکار روند، وتسلیمِ آن ننمایند، واھلِ آنرا معذور ندارند۔ باز درمیانِ این فقہاء دو گروہ اند۔ گروھے بحسب واقع وحکم نفس الامر منکر باشند ودر ظاہر وباطن خطِ بطلان ورقم فساد بر آن کشند وآن را بجھل وجنون، نسبت کنند ومنشائے این کار از بے مناسبتی وبے مشربی وجمودِ طبع وخرابئ باطن ست ودر وے حرمان از برکات وخوف سوءِ خاتمت، بود۔

وگروھے دیگر از فقہاء در ظاہر بقصد زجر عوام وسد ذرائع انکار کنند ودر اظہار رد وانکار با طائفۂ اول شریک باشند ولیکن دل را باز بان موافق نسازند، ودر باطن منکر نہ باشند، واین ہر دو گروہ در حقِ مشائخ براہ تقصیر وتفریط رفتہ اند۔ علیٰ تفاوت بینھما۔

وفرقۂ ثانی: براہ غلو وافراط روند واعتقاد کنند کہ ہر چہ ایشان کنند وکردہ اند حق است، ہر چند کہ خلافِ شریعت باشد بلکہ شریعت، ہمان ست کہ ایشان کردہ اند، وگروھے گویند کہ حاشا وکلا کہ از ایشان خلافِ شریعت سرزند ونزدِ این فرقہ اقوالِ علماء وروایاتِ فقہاء را اعتبارے نباشد، واین را محبتِ مشائخ واعتقادِ پیران خیال کنند اگرچہ بعض از ایشان بتکلف وچرب زبانی ومصلحتِ وقت اظہارِ انقیاد فقہ وشریعت نمایند ولیکن سیمائے وقت وناصیۂ حال دلالت کند کہ مضمر باطن ومکنون سرّ ہمان ست، واین طائفہ را جھلۂ صوفیہ خوانند، چنانچہ فرقۂ اول را متقشفہ فقہاء گویند، واگرچہ فرقۂ اولیٰ در جمودت وبلادت بیشتر اند ولیکن قدم این فرقۂ ثانی در جھل وضلالت بیشتر است ہمین مقدار فرق است کہ طائفۂ اولیٰ بے عرفا نند وطائفۂ ثانی بے ایمان۔ اول در مقامِ معرفت نہ در آمدہ اند، وثانی از دائرۂ اسلام بدر افتادہ اند۔ زیرا کہ تمسکِ منکر بظاہر شریعت وحکمِ علم است، ووے دران معذور است۔ وبالجملہ ہر دو طائفہ براہ افراط وتفریط افتادہ اند۔

ترجمہ: غلبہ احوال مشائخ اوران کی شطحیات کے بارے میں بھی تمام لوگوں کے تین گروہ ہیں۔

پہلا گروہ فقہاءِ محض اور علماء ظاہر کا ہے کہ وہ انکار کی راہ پر چلتے ہیں اوراس کو تسلیم نہیں کرتے اور جن کو غلبۂ احوال ہوتا ہے اس کو معذور نہیں سمجھتے۔ پھر ان فقہا کے بھی دو گروہ کر دیے گئے ہیں۔ ایک گروہ ان لوگوں کا ہے جو واقعہ کے مطابق اور حکم نفس الامر سے قطعاً منکر ہیں ظاہراً اور باطناً اس کو باطل اور فاسد قرار دیتے ہیں۔ اوراس کے واقف کاروں کو جہل اور جنون سے نسبت دیتے ہیں اس کا سبب ان (فقہا) کی بے مناسبتی و بے مشربی اوران کی طبیعت کا جمود نیز ان کے باطن کی خرابی ہے۔ اوراس طرزِ عمل میں اُن کیلیے ڈر ہے کہ وہ برکتوں سے محروم رہ جائیں اوران کا انجام برا ہو۔

فقہا کا دوسرا گروہ ظاہر میں عوام کے لعن طعن کے خیال اور ذرائع کے ختم ہوجانے کے سبب انکار کرتا ہے۔ اور دو انکار میں پہلے گروہ کا شریک ہے لیکن دل کو زبان کے موافق نہیں رکھ سکتا اوراس لیے باطن میں منکر نہیں ہوتا۔ یہ دونوں گروہ مشائخ کے حق میں تقصیر وتفریط میں مبتلا ہیں۔ جہاں تک ان دونوں کے درمیان فرق کا تعلق ہے دوسرا گروہ غلو اور افراط میں مبتلا ہے اوراس بات پر اعتقاد رکھتا ہے کہ جو کچھ ان مشائخ نے کہا ہے خواہ ان کا وہ فعل کتنا ہی خلافِ شرع ہو وہی حق ہے بلکہ درحقیقت وہی شریعت ہے۔

دوسرے گروہ کے لوگ کہتے ہیں حاشا وکلا کہ ان سے یہ کام شریعت کے خلاف سرزد ہوگیا۔ اس فرقہ کے نزدیک علماء کے اقوال اور فقہ کی روایات کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور وہ اس کو مشائخ کے ساتھ محبت اور پیروں سے عقیدت پر محمول کرتے ہیں۔ اگرچہ ان میں سے بعض لوگ تکلف اور چرب زبانی اور مصلحتِ وقت کی بنا پر فقہ اور شریعت کی پابندی کا اظہار کرتے ہیں لیکن وقت اور حال دلالت کرتا ہے کہ مضمرِ باطن اور سرِ مکنون یہی ہے۔

متصوفین اور فقہاءِ متقشفہ:

جہلاء اوراس گروہ کو صوفیہ اور فرقہ اول کو فقہاء متقشفہ کہتے ہیں، اگرچہ پہلا فرقہ جمود اور کند ذہن ہونے میں بڑھا ہوا ہے لیکن اس دوسرے فرقے کا قدم جہل اور ضلالت میں زیادہ آگے ہے۔ ان میں اتنا ہی فرق ہے کہ پہلا فرقہ بغیر عرفان کے ہے اور دوسرا فرقہ بغیر ایمان کے۔ پہلا فرقہ معرفت کے مقام میں داخل ہی نہیں ہوا ہے اور دوسرا اسلام کے دائرہ سے نکل گیا ہے اس لیے کہ منکر کی سند بظاہر شریعت اور علم کی حکمت ہے اور وہ اس میں معذور ہے۔ اور دونوں گروہ پوری طرح افراط وتفریط میں جا پڑے ہیں۔

(مرج البحرین، ص، ۵،۶،۳،۳ محمد اعلیٰ، ناظم آباد، کراچی)

حضرت مولانا شہاب الدین نواسہ حضرت سید امیر حمزہ بن حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس سرہ، متوفی ۷۷۲ھ، فرماتے ہیں:

سخن دانسته گو چیزے که گوئی		بدل دانسته بهتر گو مگوئی
بمیدانِ فصاحت گو گرانی		مران بس کرم تا در سر ندانی

ترجمہ: تو بات کو سمجھنے (تولنے) کے بعد کر، جس چیز کو کہنا چاہتا ہے، اسے دل سے جان کر کہہ، (ورنہ) مت بول۔

گوتو میدان فصاحت کا بہادر ہے (لیکن) مہربانی کر کے (اس وقت تک) مت بول، جب تک کہ تو راز کو نہ پالے۔

(آگاہی سید امیر کلال قدس سرہ، ص، ۵۳، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلیشرز، کراچی)

منافقان را نصیحت مکنید تا آنگاه که آنہا را قابلِ نصیحت نہ بینید۔ و اگر ملامتش کنید او نشنود و دشمن شما گردد۔

منافقوں کو جب نصیحت کے قابل نہ سمجھو تو انہیں نصیحت مت کرو، کیونکہ اگر (اس حالت میں) منافق کو ملامت کرو گے تو وہ نہیں سنے گا اور تمہارا دشمن بن جائے گا:

کسے را کہ بینی ز حق بر گران		منہ باوے اے خواجہ حق درمیان
چو دروے نگیرد عدو داندت		برنجد بجان وبرنجاندت
نگین خصلتے دار اے نیک بخت		کہ در موم گیرد نہ در سنگ سخت

ترجمہ: جس آدمی کو تو دیکھے کہ حق اس پر گراں ہے، اے خواجہ! اس کے سامنے حق مت پیش کر۔

جب اس کا دل دشمنی سے پاک نہ ہو تو اس کا دل دکھی ہوتا ہے، (لہٰذا) وہ تجھے بھی دکھ دے گا۔

اے نیک بخت! تو نگینہ کی صفت اپنا کہ وہ موم میں جگہ پکڑتا ہے، نہ کہ سخت پتھر میں۔

(آگاہی سید امیر کلال قدس سرہ، ص، ۱۰۵، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلیشرز، کراچی)

حضرت سیدنا امام ابوبکر بن ابو اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب بخاری کلابازی، حنفی علیہ الرحمۃ متوفی ۳۸۰ھ لکھتے ہیں:

وَقَالَ یوسف بن الحسَین لکل أمة صفوة وهم وَدِیعَة الله الَّذین أخفاهم عَن خلقه فَإِن یکن مِنهُم فِي هَذِه الأمة فهم الصُّوفِیَّة ،قَالَ رجل لسهل بن عبد الله التستري من أصحب من طوائف النَّاس فَقَالَ عَلَیْك بالصوفیة فَإِنَّهُم لَا یستکثرون وَلَا یستنکرون شَیْئا وَلکل فعل عِندهم تَأْوِیل فهم یعذرونك على کل حَال۔

ترجمہ: حضرت سیدنا یوسف بن حسین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''ہر امت میں برگزیدہ لوگ ہوتے ہیں اور یہ لوگ اللہ عزوجل کی امانت ہوتے ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے مخلوق سے پوشیدہ رکھا ہوتا ہے۔ اگر اِس امت میں کوئی ایسا ہے تو وہ صوفی ہیں۔ کسی نے حضرت سیدنا عارف لاثانی سہل بن عبداللہ تستری علیہ الرحمۃ سے دریافت کیا کہ کن لوگوں کی صحبت اختیار کروں؟ فرمایا: صوفیہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی صحبت اختیار کرو کیونکہ وہ تمہاری کسی بات کو ناپسند نہ کریں گے اور تمہاری ہر بات کی کوئی نہ کوئی تاویل نکال لیں گے۔ لہٰذا وہ تمہیں ہر حالت میں معذور سمجھیں گے۔

(التعرف لمذہب التصوف، الباب الاول، ص، ۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے افعال کی تاویل کرنا واجب ہے:

امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی، شافعی علیہ الرحمۃ متوفی ۶۷۶ھ، لکھتے ہیں:

حکي عن إبراهیم الرقي قال: قصدته مسلماً علیه فصلی صلاة المغرب فلم یقرأ الفاتحة مستویاً فقلت في نفسي :ضاعت سفرتي فلما سلمت خرجت للطهارة فقصدني السبع فعدت إلیه وقلت أن الأسد قصدني ،فخرج ،وصاح على الأسد ،وقال ألم أقل لك لا تتعرض لضیفاني ،فتنحی وتطهرت ، فلما رجعت قال: اشتغلتم بتقویم الظواهر فخفتم الأسد ،واشتغلنا بتقویم القلب فخافنا الأسد. قلت قد یتوهم من یتشبه بالفقهاء ولا فقه عنده ان صلاة أبي الخیر هذا کانت فاسدة لقوله لم یقرأ الفاتحة مستویاً وهذه

جهالة وغباوة ممن يتوهم ذلك وجسارة منه على إرسال الظنون في أولياء الرحمن فليحذر العاقل من التعرض لشيء من ذلك بل حقه إذا لم يفهم حكمهم المستفادة ولطائفهم المستجادة أن يتفهمها ممن يعرفها، وكل شيء رأيته من هذا النوع مما يتوهم من لا تحقيق عنده أنه مخالف ليس بمخالف مخالفاً بل يجب تأويل أفعال أولياء الله تعالى، وجواب هذا من ثلاثة أوجه أحدها أنه جرى منه لحن لا يخل بالمعنى، ومثل هذا لا يفسد الصلاة بالاتفاق الثاني أنه مغلوب على ذلك بخلل في لسانه فتصح صلاته بالاتفاق الثالث أنه لو لم يكن له عذر فقراءة الفاتحة ليست بمتعينة عند أبي حنيفة وطائفة من العلماء ولا يلزم هذا الولي أن يتقيد بمذهب من أوجبها، ورأيته بخط الشيخ رضي الله تعالى عنه.

حضرت ابراہیم رقی علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں میں (حضرت ابوالخیر تیناتی علیہ الرحمہ کی) ملاقات کیلئے حاضر ہوا، تو آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی لیکن سورۃ فاتحہ قاعدہ سے تلاوت نہیں کی، میں نے اپنے دل میں کہا میرا سفر بیکار گیا، میں نماز کے بعد طہارت کیلئے نکلا تو ایک شیر نے میرا تعاقب کیا میں واپس انکے پاس آیا، اوران سے یہ بات کہی تو وہ نکلے، اور شیر کو منع فرمایا، کیا میں نے تم سے نہیں کہا ہے کہ میرے مہمانوں سے تعرض نہ کیا کرو، شیر دور ہٹ گیا، میں طہارت سے فارغ ہو کر لوٹا، تو آپ نے فرمایا "تم لوگ ظاہر کی درستی پر لگے تو شیر سے ڈر گئے، ہم نے باطن کی اصلاح کی تو شیر ہم سے ڈرنے لگے۔ میں کہتا ہوں کہ بعض ظاہر بین فقہاء کو شبہ ہوگا اور حقیقت میں وہ فقیہ نہیں ہیں کہ ابوالخیر کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ فاتحہ ٹھیک سے نہیں پڑھی، جو شخص ایسا سمجھے یہ اس کی جہالت اور بیوقوفی ہے، اور اولیاء اللہ کے بارے میں بدگمانی پر جسارت ہے، عقلمند کو ایسی باتوں سے بچنا چاہئے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ جب اس قسم کی کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو جاننے والوں سے پوچھ لینا چاہئے، جب اس قسم کی کوئی بات سامنے آجائے جو بظاہر مخالفِ شرع ہے اور حقیقت میں مخالف نہیں ہے تو ایسے موقع پر اولیاء اللہ کے افعال کی تاویل کرنا واجب ہے، اس واقعہ کا جواب تین طرح سے ہوسکتا ہے، اوّل یہ کہ اس سے سورۃ فاتحہ میں اس طرح کا لحن ہوا ہو کہ جس سے معنی میں فرق نہیں پڑتا تو اس سے بالاتفاق نماز فاسد نہیں ہوتی، دوسرے یہ کہ زبان میں مجبوری تھی، تو اس صورت میں بھی نماز بالاتفاق صحیح ہے، تیسرے یہ کہ کوئی عذر نہ تھا، جب بھی نماز صحیح ہوگی، کیونکہ امام ابوحنیفہ اور دوسرے علماء (رحمہم اللہ علیہم اجمعین) کے نزدیک قرأت فاتحہ فرض نہیں ہے، اور ولی کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ایسے مذہب کا پابند ہو جس میں قرأت فاتحہ فرض ہے، میں نے اس کو شیخ علیہ الرحمہ کی تحریرات میں دیکھا ہے۔

(بستان العارفین، فصل فی منثور حکایات فی المواہب والکرامات، ص، ۱۳۴ تا ۱۳۷، مکتبۃ التراث الاسلامی، القاہرۃ) (ص، ۱۳۵، ۱۳۶)

بزرگوں کے قول کی تاویلات:

پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، چشتی، سیالوی علیہ الرحمہ متوفی ۱۳۵۶ھ، لکھتے ہیں:

قال دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قول زیر بحث یعنی لَمْ أَخُنْهُ الخ اور وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي کس سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور کہاں اور کونسا موقع اس قول کا آپڑا تھا۔ اے آخر ما قال اقول اس قول کا مخاطب وہی مخبر اور بادشاہ کا فرستادہ ہے۔ جس کو پہلے بھی مخاطب بنا کر واپس کر دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ ارجع کا مخاطب وہی مخاطب ہے ذَٰلِكَ لِيَعْلَمَ الخ کا یا کوئی اور فرستادۂ شاہی۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ جب پہلے یوسف علیہ السلام نے اس کی پیغام رسانی پر تعمیل نہ فرمائی اور کہہ دیا کہ جا کر بادشاہ سے کہو کہ تا وقت بریئت و تحقیق حادثہ ماضیہ میں حاضر نہیں ہوتا اس نے جا کر

اسی طرح عرض کردی۔ اب بادشاہ نے عورتوں کو بلوا کر استفسار کیا۔ سب نے معہ بی بی زلیخا یوسف علیہ السلام کی بریئت بیان کی۔ پھر دوبارہ اس کو یا کسی اور کو بادشاہ نے بعد تعمیل ارشاد یوسفی بلانے کے لیے بھیجا تا کہ یوسف علیہ السلام کو کہہ دے کہ آپ آیئے تا کہ ملزموں کو سزا دی جاوے۔ کما قال الکاشفی۔ اُس نے جا کر یوسف علیہ السلام سے عورتوں کا جوابی ماجرا اور ان کی بریت وغیرہ کا ذکر کیا۔ تب یوسف علیہ السلام نے اس سے مخاطب ہو کر پہلی دفعہ حاضری سے انکار کرنے کی اور شاہی حکم کی تعمیل نہ کرنے کی وجہ بقولہ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ اے لیعلم العزیز انی لم اخنہ او لیعلم الملک انی لم اخنہ ای الملک فان خیانۃ الوزیر خیانۃ الملک او لیعلم الملک انی لم اخنہ

ای العزیز بیان فرمائی اور کہا کہ میں ان کو سزا دلانی نہیں چاہتا۔ میرا مطلب تحقیق طلبی سے صرف اتنا ہی تھا کہ لیعلم الخ اور ظہور بریت پر احسان خداوندی بقولہ الا ما رحم ربی جتلایا چونکہ لم اخنہ سے مدح نفس خود اور استقلال فی الصلاحیت سمجھا جاتا تھا۔ لہٰذا دفعیہ اس کا قولہ وَمَآ أُبَرِّئُ نَفْسِي سے واجب ہوا گو یا وانہ لمن الصادقین کے بعد اور ذٰلک لیعلم کے ماقبل فاخبر یوسف بذلک فقال مقدر ہے۔

(ذٰلک لیعلم انی الخ) قال میرے خیال میں یہاں مختلف جرائم کو گڈمڈ کر دیا ہے۔ کید یعنی مکر الگ جرم ہے۔ افترا اور بہتان کرنا الگ جرم ہے۔ خیانت ایک الگ جرم، یہ امر یہاں تک صاف ہے کہ واضعان انگریزی قانون نے بھی ازالہ حیثیت عرفی یعنی افتراء اور بہتان کے لیے الگ تعریف اور دفعہ قائم کی ہے یعنی دفعہ ۵۵۵ تعزیرات ہند اور کید اور دغا کے لیے الگ دفعہ ۴۱۵ اور خیانت کے لیے الگ دفعہ ۴۰۶ اقول کید لفظ عربی ہے نہ انگریزی کید کا معنی مطلق حیلہ سازی۔ اور یہ جنس ہے اپنے ماتحت کیلیے انواع ہوں یا اشخاص کوئی اہلِ عقل جنس اور اس کے انواع یا اشخاص کے مابین تقابل اور تغایر فی الوجود کا قائل نہیں، یعنی یہ نہیں کہا جاسکتا۔ ہذا ما حیوان و اما فرس وغیرہ وغیرہ۔ آپ کے واضعان انگریزی موضوع مسئلہ سے خارج ہیں کیونکہ وہ اپنے آپ کو اعلم من اللہ العلام سمجھ کر برخلاف قرآن کریم کے قانون بندی پر کمر بستہ ہیں۔ کید کے جزئیات میں سے کتمان شہادت حقہ بھی ہے۔

یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں (إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ) یعنی ہاتھ کاٹنے والی عورتوں کا یہ کید کہ باوجود اس کے کہ ان کو زلیخا کا اقرار میری عفت کے ساتھ معلوم تھا کیونکہ ان کو مخاطب بنا کر زلیخاں نے کہا تھا وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهُ عَنْ نَّفْسِهِ اور یوسف علیہ السلام کی بریئت کا فَاسْتَعْصَمَ کے ساتھ اظہار و اقرار کیا تھا۔ انہوں نے اس اقرار زلیخا پر شہادت نہ دی۔ یعنی وَشَهِدَ شَاهِدٌ کے موقعہ پر۔ کید کے جزئیات میں سے بہتان و افتراء بھی ہے۔ چنانچہ زلیخا نے کہا قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوٓءًا إِلَّآ أَنْ يُّسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ایسا ہی وہ تدابیر جن کو موصل الی المطلوب سمجھا جاوے کامیابی ہو یا نہ چنانچہ اپنے ہاتھ کاٹنے والی عورتوں نے بی بی زلیخا کے لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُونًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ کہنے کے بعد یوسف علیہ السلام سے کہا تھا:

اطع مولاتک (اپنی مالکہ کی اطاعت کر) بی بی زلیخا والے بہتان مذکور اور عورتوں کی تدبیرات موصلہ الی المقصود سے لفظ کید کے ساتھ تعبیر فرمائی گئی قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ ایسا ہی تدبیر خفی الٰہی سے جو کامیابی یوسف علیہ السلام کے لیے کی گئی تھی تا کہ بھائی ان کا بنیامین ان کے پاس ہی رہے لفظ کید کے ساتھ تعبیر فرمائی گئی۔ قال اللہ تعالیٰ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ وہ کید الٰہی نفع رسانی یوسف علیہ السلام کے لیے کیا تھا۔ یہ تھا کہ ان کے بھائیوں سے یہ کہلوایا کہ جَزَآؤُهُ مَنْ وُّجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَآؤُهُ ورنہ بادشاہ مصر کے قانون میں سارق کی سزا ضرب وغیرہ تھی نہ یہ کہ سارق کو مال مسروقہ کے مالک کے سپرد کیا جاوے۔ کید کے جزئیات مواضع متعددہ قرآنیہ سے آپ معلوم کر سکتے ہیں۔ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ۔ وارادوا بہ کیدا فجعلنا ھم الاخسرین وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ

خیانت خائن (یعنی خیانت ورزی عزیز دربار امانت الٰہیہ یعنی یوسف علیہ السلام کو قید میں ڈالنا) سے بھی تعبیر کید کے ساتھ کی گئی ہے۔ اسی آیت زیر بحث میں غور فرمایئے۔ وَأَنَّ اللهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ اس مقام پر ایک محقق ماہر عربیت لکھتے ہیں

(وسمی فعل الخائن کیدا لان شانہ ان یفعل بطریق الاحتیال والتلبیس) فمعنی ہدایتہ الکید اتمامہ وجعلہ مؤدیا الی ماقصد بہ انتھی۔ اب آپ ہی فرمادیں کیا میں نے برخلاف واضعان انگریزی جو تغایر وجودی فیما بین جنس وجزئیات اس کے ٹھہرانے والے ہیں گڈ مڈ بقول جناب مجائی یا کہ کلام معجز نظام میں ایسا ہی آیا ہے جس کی شان یہ ہے قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا قال بمحصلہ وَأَنَّ اللهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ کو بعد اقبال جرم مائی زلیخا کی طرف منسوب کرنا موزوں معلوم ہوتا ہے۔

ایسا ہی وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ ایک عام گنہگار بندہ کی جانب سے زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ اس کو ایک نبی کی طرف منسوب کیا جائے جو کہ مسلمہ طور پر معصوم ہے اور جس کے مقابل اس کا نفس امارگی نہیں کرسکتا۔ اور جس کی ذات مبارک میں گناہ وسوء کا دخل وتصور نہیں ہوتا۔ اقول یہاں پر گنہگار بندہ مائی زلیخا تھیں۔ کوئی عاقل یا کسی عاقل کا وجدان شہادت دے سکتا ہے کہ مائی صاحبہ جو واقعہ ہذا کے وقت بت پرست تھیں اور حصول مقصود (وصال یوسفی) کے لیے اپنے بتوں کے سامنے سربسجود ہو کر حصول مدعا مانگتی تھیں اس مائی صاحبہ مشرکہ بت پرست کے یہ نورانی الفاظ ہوں وَأَنَّ اللهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ۔ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ ط ابھی تو عزیز مصر زندہ ہے۔ اس کی وفات کے بعد بھی مائی صاحبہ بحالت شرک رہیں۔ بعد ازاں بت کو توڑا۔ کتب تاریخ اور نہ سہی قصہ یوسف زلیخا مؤلفہ حضرت سیدنا معارف آگاہی مولوی عبدالرحمٰن جامی رحمہ اللہ ملاحظہ ہوں اور نیز مائی صاحبہ کا شاہی دربار میں یہ ظاہر کرنا: لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ۔ بے محل معلوم ہوتا ہے۔ البتہ مصر کی عورتوں اور یوسف علیہ السلام سے علیحدگی میں مناسب تھا۔ تیسرا عزیز مصر سے یوسف علیہ السلام کو ناحق قید کروا ڈالا۔ پھر لَمْ أَخُنْهُ کیسے کہہ سکتی ہے۔ کیا آپ کا وجدان اور طبع سلیم اس امر کو گوارا کرسکتی ہے کہ اضافت تحسبیہ جو ربی میں ہے، اس کو ایک محجوبہ مشرکہ کی طرف منسوب کیا جائے اور بحکم تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا ان نورانی کلمات کا منبع قلب نبی وانسان مقدس نہ ٹھہرایا جائے۔ ہمارے خیال میں یہ آیہ ذٰلک لیعلم سے لے کر غفور رحیم تک مقولہ ہے یوسف علیہ السلام کا۔ خواہ کیسی ہی دقتیں اس تقدیر پر پیش آئیں تو وہ گوارا ہوسکتی ہیں۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ مشرکہ بت پرست یہ کہے کہ میرا رب غفور رحیم ہے مگر بفضلہ تعالیٰ یہاں پر کوئی دقت بھی بعد ادنیٰ تامل نظر نہیں آتی۔ ایک انسان کی کلام کا اتصال کلام دوسرے انسان سے بغیر فصل اس کی نظیر قرآن مجید میں موجود ہے:

قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ

ترجمہ: قوم فرعون کے سردار بولے یہ تو ایک علم والا جادوگر ہے۔ (سورۃ الاعراف:۱۰۹)

يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ۔

ترجمہ: تمہیں تمہارے ملک سے نکالا چاہتا ہے۔ (سورۃ الاعراف:۱۰۱)

کلام ہے جماعت کا اور بلافصل متصل اس کے: فَمَاذَا تَأْمُرُونَ۔ فرعون کا کلام ہے۔ یوسف علیہ السلام بعد اخبار مخبر فرماتے ہیں وہ تحقیق طلبی اس غرض سے تھی تا کہ بادشاہ یا عزیز میری ملاقات سے پہلے معلوم کرلیوے کہ میں نے ان کے حق میں بحالت غیبو بت خیانت نہیں کی اور نیز یہ بھی ان کو معلوم ہوجائے کہ بحسب عادت

الٰہیہ خیانت کنندہ کے فعل کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ اگر میں بھی خائن ہوتا تو آخر جا کر بے عیب اور بری کیوں ثابت ہوتا۔ گویا کہ یہ جملہ قول یوسفی میں قیاس استثنائی کی طرف پر استدلال ہے ثبوت بریت یوسفی کے لیے اور تعریض ہے ساتھ زلیخا و عزیز و باقی عورتوں مصر کے، ایسا ہی: إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ ۔ کے ساتھ جب: إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي۔ منضم ہے تو اس سے یہ کیسے لازم آتا ہے کہ قائل قول ہذا کا نفس امارگی کر سکے۔ کمال تو اس میں ہے کہ نفس بحسب الطبع میلان کرے اور خوف الٰہی و حفظ ایزدی درجہ اختیار و قصد مصمم تک بھی نہ پہنچنے دے۔

خصی اور عنین میں قابلیت مدح کیا ہوگی۔ اگر آپ ذرا غور سے کام لیویں تو فوراً سمجھ سکتے ہیں کہ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي بعینہ بیان ہے اس قول یوسفی کا: والا تصرف عنی کیدھن اصب الیھن اے امل الیھن بطریق العزم المصمم لکن صرفت عنی کیدھن فما صبوت

پھر آپ ہی فرما دیں کہ ایک قول جو متحدہ المعنی ہے دوسرے قول کے ساتھ جس میں صرف تغایر لفظی ہے مقولہ ٹھہرایا جائے انسان کامل یعنی نبی کا اور دوسرا قول متحدہ المعنی با قول اول مقولہ ایک بت پرست کا مانا جائے

هل هذا الا تهافت و حل هذا الا بهتان عظيم

اس میں شک نہیں کہ نفوس مقدسۂ انبیاء صافیہ راضیہ مرضیہ ہوتے ہیں مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بحسب الطبع آمادگی ان کی طرف منسوب نہ کی جاوے بلکہ بحسب الطبع میلان ہو مگر بحسب حفظ الٰہی متصور نہیں کہ ان سے آثار امارگی ظہور اور وقوع میں آئیں حتیٰ کہ میلان بھی قصد مصمم کی حد تک ممکن نہیں کہ پہنچے۔ طبعی میلان کو بحد قصد مصمم و ارتکاب جرم تک نہ پہنچنے دینے کی غرض سے: وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ ۔ اور ایسا ہی: إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي اور حدیث شریف: رب لا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین ولا اقل من ذلک۔ وارد ہوا ہے۔ سورہ انعام میں ہے وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ۔

حضرت سیدنا شیخ نجم الدین دایہ قدس سرہ فرماتے ہیں: فشیطان الانس نفسه الامارة بالسوء و هی اعدی الاعداء انتهیٰ۔

یوسف علیہ السلام جبکہ اپنی صلاحیت و بریت و تقویٰ بقولہ: أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ ۔ سے ظاہر فرما چکے جس کا مفاد تزکیۂ نفس اور مدح ہے حالانکہ: فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ آ چکا ہے۔ لہٰذا بقول ذیل حقیقت امر کو ظاہر فرمایا اور قول سابق کو واجب التدارک سمجھا اور کہا کہ: إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ ۔ عنی بحسب الطبع گو ہر ایک نفس میلان رکھتا ہے بدی کی طرف اور میرا نفس بھی منجملہ افراد نفس مطلقہ کے ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندگان کو بچا لیتا ہے تو یہ بچنا گناہ سے میرے نفس کا ذاتی کمال نہیں بلکہ میرا رب اپنی عنایت اور عصمت کاملہ سے بعض نفوس (انبیاء علیہم السلام و اولیاء (رحمۃ اللہ علیہم)) کو بچا لیتا ہے۔ آثار امارگی ظاہر نہیں ہونے پاتے۔ حتیٰ کہ عزم مصمم تک بھی صرف میلان طبعی محل شکایت نہیں۔ چنانچہ صرف بھوک پیاس کے ہونے سے جب تک مملوک غیر کو استعمال نہ کرے یا استعمال کرنے پر عزم مصمم نہ کر لیوے محل شکایت نہیں ہو سکتا۔ اگر بھوک پیاس طبعی نہیں تو مردہ ہے نہ زندہ اور مسئلہ زیر بحث میں عنین ہے: إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي سے مشرف ہونے کی قابلیت کہاں: ان ربی غفور رحیم میرا رب بحق تعمیل کنندگان نفس امارہ مغفرت کرنے والا ہے۔ اور (رحیم) مبالغ فی الرحمۃ ہے نفوس انبیاء کے لیے کہ ان سے مقتضی طبعی صادر ہونے نہیں دیتا۔ غفور متعلق ہے امارۃ بالسوء کے ساتھ اور رحیم الا ما رحم ربی سے تعلق رکھتا ہے فافهم۔

پہلے لکھ چکا ہوں کہ قول یوسفی: وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ۔ معرض استدلال میں اپنی برأت پر بطرز قیاس استثنائی قائم کیا گیا ہے۔ اس تقدیر پر یہ جملہ تاکید ٹھہرا پہلے جملہ: أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ۔ کے لیے حاصل یہ ہوا کہ اگر میں خائن ہوتا تو اللہ تعالیٰ میرے امر کے لیے بحسب عادت الٰہیہ پختگی اور درستی

اور حسن خاتمہ نہ فرماتا۔

لکن التالی باطل فالمقدم مثلہ۔ پس ثابت ہوا کہ میں خائن نہیں ہوں اور نیز مقصود اس جملہ ثانیہ سے تعریض بھی ہے۔ بی بی زلیخا اور اس کے شوہر عزیز اور ایسا ہی مصر کی عورتوں کے ساتھ یعنی بی بی زلیخا نے اپنے شوہر کی امانت میں خیانت ورزی پر عزم مصمم کر لیا اور تحصیل خیانت میں اپنی طرف سے کوئی حیلہ باقی نہیں چھوڑا اور شوہر یعنے (عزیز مصر) نے امانت خداوندی کے متعلق خیانت کی کیونکہ اس نے باوجود مشاہدہ کر لینے امارات وعلامات برأت میرے کے مثلاً شہادت طفلی وغیرہ اپنی بی بی کی میرے بے گناہ قید کرنے میں اطاعت کی اور مصر کی عورتوں نے باوجود علم باقرار زلیخا در بار برأت یوسفی کتمان شہادت کیا مگر آخر الامر بحسب عادت الٰہیہ وَأَنَّ اللهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ط خائب وخاسر رہے اور میں اظہار برأت وعدم خیانت ورزی اپنی کا بطریق مدح وتزکیہ نفس خود نہیں کرتا کیونکہ اگر عصمت الٰہیہ وحفظ خداوندی سے قطع نظر کی جاوے تو ضروری ہی نفس پورا کرنے میں مقتضی طبعی وفطرتی اپنے کے کامیاب ہوسکتا ہے۔ ابوالبشر آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بمجرد دیکھنے مائی حوا صلاصاحبہ کے مائل ہوئے مگر آپ محل شکایت نہیں ہوسکتے کہ ابھی تک من جانب اللہ کوئی ہدایت اس بارہ میں نہیں پہنچی تھی۔ بعد ازاں نکاح کی ہدایت ہونے پر عقد کیا گیا۔ یہاں تک بیان ہے: إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ۔ کا پھر فرمایا: إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَحِيمٌ۔ ط پہلے غفور اور بعدش رحیم۔ اس لیے کہ جملہ سابقہ (ان النفس الخ) دو گروہ پر حاوی ہے۔ عوام اور انبیاء ﷺ واولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) مطلب یہ ہوا کہ غیر انبیاء واولیاء سے اگر اطاعت امر نفسانی ومخالفت حکم ربانی ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اگر چاہے مغفرت فرما دیتا ہے اور دوسرے گروہ انبیاء ﷺ واولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے حق میں تو رحیم صیغہ مبالغہ کا ہے یعنی مبالغ فی الرحمۃ اس حد تک ہے کہ ان کو حفظ وعصمت کی چادر سے ڈھانک لیتا ہے۔ جن کے شان میں وارد ہے إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ معلوم ہوا کہ فقرہ إِلَّا مَا رَحِمَ اور ایسا ہی رحیم علیٰ هذا القیاس إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ وغیرہ امثال ان کے ظہور میلان طبعی کے منافی نہیں۔ جب تک میلان بحد قصد مصمم وعزم بالجزم نہ پہنچا ہو۔

یہاں پر تین امر ہیں:

١۔ نفس کا میلان طبعی اضطراری۔

٢۔ میلان اختیاری معہ آمادگی وکمربستگی۔

٣۔ ارتکاب جرم۔

آیت (ولقد ہمت بہ) میں ہم زلیخا سے وہی دوسرا امر (میلان مع آمادگی) اور (ہم بہا) میں ہم یوسفی سے مراد امر اول یعنی نفس کا میلان ہے۔ یہاں پر بحسب الطبع سوال پیدا ہوتا ہے کہ لفظ ہم ایک ہے تو پھر ہم زلیخاوی سے مراد دوسرا امر محل شکایت اور ہم یوسفی سے مراد پہلا ہم یعنی میلان طبعی جو عند اللہ موجب شکایت نہیں اس کی کیا وجہ؟ جواباً گزارش ہے کہ وجہ اس کی نظم قرآنی میں غور کرنے سے معلوم ہوسکتی ہے۔ بی بی زلیخا کا علانیہ اقرار ہے وَلَقَدْ رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ اور قرآن کریم میں بھی حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ط اس لئے ہم زلیخاوی سے مراد عزم مصمم مع آمادگی ہے اور یوسف ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے: وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللهِ قِيلًا قال اللہ تعالیٰ قَالَ مَعَاذَ اللهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ

إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ، اور نیز بی بی زلیخا نے عفت یوسفی کا اقرار مصر کی عورتوں کے سامنے کیا تھا۔ وَلَقَدْ رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ عورتوں کو مخاطب کر کے کہتی ہے کہ میں نے اس کا نفس لینے میں یعنی تحصیل جماع میں حتی الوسع حیلہ سازی بحسب ہدایات تمہارے کی پھر اس نے اپنے آپ کو بچا ہی لیا اور بچا ہی لیا۔

یوسفی عفت پر تقویٰ پر یہ آیات روز روشن کی طرح شاہد ہیں لہٰذا: وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا میں ہم زلیخاوی سے عزم بالجزم مع آمادگی اور ہم یوسفی سے صرف میلان طبعی مراد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ولقد هما بصیغہ تثنیہ اور ایسا ہی ولقد هم کل واحد منهما نہیں فرمایا گیا گویا اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ہم یوسفی اور ہم زلیخاوی ایک جیسے اور ایک نوع سے نہیں تھے۔ وہاں تعبیر بالہم صرف مشاکلت کے لیے کی گئی یعنی فعل یوسفی کا ذکر چونکہ فعل زلیخاوی کے قرب و ہمسائیگی میں کیا گیا ہے لہٰذا ایک ہی لفظ کے ساتھ دونوں فعلوں سے تعبیر کی گئی اور ایک ہی شکل دونوں فعلوں کو دی گئی۔ ورنہ درحقیقت فعل یوسفی صرف میلان جو طبعاً واضطراراً انسان کامل الرجولیۃ کو ہوتا ہے نہ اختیاراً نہ قصداً اور فعل زلیخاوی اختیاراً و قصداً انتہائی ہی آمادگی کے ساتھ چنانچہ غَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وغیرہ۔

حضرت سیّدنا ختم الولایت وقت شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ بروقت حصول معراج معنوی وملاقات یوسفی فرماتے ہیں وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ زلیخا نے عزم مصمم تحصیل جماع پر کر لی اور (وہم بہا) یوسف علیہ السلام نے عزم مصمم اس کی دفعیہ میں کی۔ مکرراً معروض ہے کہ ذَٰلِكَ لِيَعْلَمَ سے لے کر غَفُورٌ رَحِيمٌ ط تک بعد استماع برأت از مخبر و پیغام دہندہ کلام یوسفی ہے جبکہ دوبارہ بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ اب آیئے میں نے حسب الطلب تحقیق کر لی اور آپ کی برأت ثابت ہوگئ

قال الکاشفی ملک یوسف را پیغام داد کہ زنان بگناہ معترف شدند بیا تا بحضور تو ایشان را عقوبت کنم۔ یوسف فرمود غرض من عقوبت نبود ایں خواست برائے آں کردم کہ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ الخ پیغام رسان کے پیغام اور خبر سنانے پر اتنے کلمات آپ نے بولے اور یہ بولنا بے محل نہ تھا۔ اس تقدیر پر طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ عدم خیانت ورزی یوسف علیہ السلام کی بادشاہ اور عزیز مصر کو اول سے معلوم تھی۔ جبکہ شہادت بچہ کی خرق عادت کے طریق پر ہوئی تھی۔

جواب: انی لم اخنہ از قبیل ما انا قلت کے ہے۔ قائل کے قول ہذا مزعومی تخصیص خیانت بمسند الیہ (یوسف علیہ السلام) کی تردید میں مجموعہ سلب مسند الیہ اور مفاد جملہ معطوفہ: وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ۔ سے تردید میں کام لینا چاہتا ہے فتدبر۔ اور یہ مجموع بعد راست بیانی زلیخا و عورتوں مصر کی عزیز اور بادشاہ کو معلوم ہوا۔ بی بی زلیخا کو عرصہ دراز تک کلمات وعبادات یوسفیہ کے دیکھنے سننے کا اتفاق ہوا۔ إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ط کو بے تعداد مرتبہ ان کی زبان پاک سے سنا۔ لہٰذا جس وقت سات کوٹھیوں کے دروازے بند کر دیے اور جماع کو خواہش ظاہر کی تو یوسف علیہ السلام نے انکار کیا اور اس فعل شنیع سے پہلو تہی کرنے کے متعلق حضور سیدی قطب الارشاد عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

زهے خجلت که در روزِ قیامت		که افتد بر زنا کاران غرامت
جزاءِ آن جفاکیشان نویسند		مراسرد فترایشان نویسند

ترجمہ: کتنی شرمندگی ہوگی جب قیامت کے دن زنا کاروں کو عذاب ہوگا تو جفا کاروں (زنا کاروں) کی سزا لکھیں گے،
تو ان کے دفتر میں سب سے پہلے مجھے لکھیں گے۔

بی بی زلیخا کی نہایت التجا پر فرمایا۔

بگفتا مانع من زان دوچیز است!		عتاب ایزد و قهر عزیز ست

ترجمہ: حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اس کام سے روکنے والی دو چیزیں ہیں ایک تو اللہ تعالیٰ کا عتاب اور دوسری عزیز مصر کا قہر وغضب۔

درجواب اس کے مائی صاحبہ کا قول ذیل محل اشتہار ہے۔

تو میگوئی خدئی من رحیم است		همیشه بر گنهگاران کریم است

ترجمہ: تو کہتا ہے کہ میرا خدا رحیم ہے، اور ہمیشہ گنہگاروں پر کریم ہے۔

(یوسف زلیخا، فارسی، ص،۱۶۱، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان)

یعنی تیرا ہر وقت کا وظیفہ ہے۔ ان ربی غفور رحیم ط ان ربی غفور رحیم ط تو میری مطلب براری میں پھر تجھے کیا خطرہ ہے۔

مجھے عدیم الفرصت ہونے کے علاوہ آج کل ضعف طبع بھی تعمیل ارشاد سے مانع تھا۔ مگر بہر کیف حسب الطلب کچھ لکھنا ضروری سمجھا گیا۔ جس سے مقصود مجھے اپنا خیال ظاہر کرنا ہے نہ یہ کہ بالضرور میری بات کو خلعت تسلیم سے مشرف کیا جاوے۔ وما انا علی ہذا بحریص۔ اب تیسرے خط جناب کی تعمیل کی جاتی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ لا تجسسوا نی لا تجسسوا قال میرے سوال کی بنا غلطی پر تھی بس اول اچھا بس و السلام خیر ختام۔

العبد الملتجی و المشتکی الی اللہ المدع

(و بمہر علی شاہ بقلم خود از گولڑہ ۲۸ شوال ۱۳۳۴ھ)

(مکتوبات طیبات، معروف، بمہر چشتیہ، ص: ۱۷۳/۱۷۹)

کلام ائمہ کے متعلق تفصیل:

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وکان شیخنا شیخ الاسلام زکریا الانصاری علیہ الرحمۃ، یقول: لا یخلو کلام الائمۃ عن ثلاثۃ احوال لانہ اما ان یوافق صریح الکتاب والسنۃ فھذا یجب اعتقادہ جزما، واما ان یخالف صریح الکتاب والسنۃ فھذا یحرم اعتقادہ جزما، واما ان لا یظھر لنا موافقتہ ولا مخالفتہ فاحسن احوالہ الوقف انتھی۔

ترجمہ: اور ہمارے شیخ، شیخ الاسلام زکریا الانصاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ائمہ کا کلام تین احوال سے خالی نہیں۔ کیونکہ یا تو صریح کتاب وسنت کے موافق ہوگا تو اس کا اعتقاد یقینا واجب ہے۔ یا صریح کتاب وسنت کے مخالف ہوگا تو اس کا اعتقاد یقینا حرام ہے یا ہمارے لئے اس کی موافقت یا مخالفت ظاہر نہ ہو تو اس کا بہترین حل یہ ہے کہ توقف کیا جائے۔ (انتہی)

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص، ۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت شیخ الشیوخ حافظ امام جلال الدین سیوطی، متوفی، ۹۱۱ھ، لکھتے ہیں:

وَأخرج ابْن الْمُنْذر عَن قَتَادَة فِي قَوْله (فَمن اتبع هُدَايَ) الْآيَة قَالَ: مَا زَالَ لله فِي الأَرْض أَوْلِيَاء مُنْذُ هَبَط آدم مَا أخلى الأَرْض لابليس

إلّا وفیہا أولیاء لہٗ یعملون للّٰہ بطاعتہٖ۔

ترجمہ: حضرت ابن المنذر علیہ الرحمۃ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے فمن تبع ھدای کی تفسیر یہ نقل کی ہے کہ زمین پر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے اترنے سے زمین پر اللہ کے ولی رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے لئے زمین کو کبھی خالی نہیں چھوڑا بلکہ ہمیشہ اللہ کے اولیاء رہے ہیں جو اس کی اطاعت کے اعمال کرتے رہے ہیں۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج ۱، ص ۱۳۱، مکتبۃ الرحاب، القاہرہ)

ولی کی ولایت کا تحریری ثبوت:

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمۃ فی ۱۳۵۰ھ، لکھتے ہیں:

قال ابن الشماع: ثم ذکر لی انہ اختصم شخصان من امراء الدولۃ فی الشیخ شرف الدین عمر بن الفارض رضی اللہ عنہ، فقال احدہما: ھذا ولی اللّٰہ، وقال الآخر: ھو کافر وان القائل بکفرہ کتب صورۃ سؤال فی کفرہ وطلب منہ الکتابۃ، قال شیخ الاسلام زکریا: فامتنعت من ذلک واعتذرت بان القول بکفر مسلم فیہ خطر قال: فلما سمع القائل بولایتہ لذلک طمع فی الکتابۃ بولایتہ فکتب صورۃ سؤال وطلب الکتابۃ بولایتہ فامتنعت ایضا واعتذرت بان الجزم بولایۃ من لا یتحقق ولایتہ فیہ خطر ایضا فلم یقنع بل طلب الکتابۃ وترک السؤال عندی، فذھبت بعد صلاۃ الجمعۃ الی الجامع الازھر لزیارۃ شخص کنت اعتقدہ لاستشیرہ فی الکتابۃ فی الولایۃ، فلما رآنی ابتدرنی قبل أن أکلمہ قول: نحن مسلمون او لا؟ قلت لہ: بل انتم من خیار المسلمین، قال: فما الذی یوقفک عن الکتابۃ؟ فقلت لہ: کنت انتظر الاذن، قال ثم فتح علیَّ بکتابۃ عظیمۃ فی القول بولایتہ۔ قال ابن الشماع: ھذا ملخص ما سمعتہ من لفظہ۔ مات سنۃ ۹۲۶ عن مائۃ وثلاث سنوات من العمر۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابن الشماع حلبی علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا شیخ الاسلام زکریا علیہ الرحمۃ نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ شیخ شرف الدین عمر بن الفارض علیہ الرحمۃ کے بارے میں امرائے دولت کے دو آدمیوں میں جھگڑا ہو گیا۔ ان میں سے ایک کا کہنا تھا کہ شیخ شرف الدین ''ولی اللہ'' ہیں۔ دوسرا کہتا تھا کہ وہ ''کافر'' ہے۔

کافر کہنے والے نے کفر کو ثابت کرنے کے لیے ایک مسئلہ کی صورت تحریر کی اور اس بارے میں حضرت سیدنا شیخ زکریا علیہ الرحمۃ سے اس کے کفر پر فتویٰ مانگا۔ شیخ الاسلام حضرت زکریا علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور عذر یہ پیش کیا کہ کسی مسلمان کے بارے میں کفر کا قول کرنے میں بہت خطرہ ہے۔ جب یہ بات دوسرے شخص تک پہنچی۔ جو اس شخص کے ''ولی اللہ'' ہونے کا قائل تھا تو اس نے خواہش کی کہ مجھے اپنے موقف کے بارے میں شیخ سے فتویٰ لینا چاہئے۔ چنانچہ اس نے بھی مسئلہ کی ایک صورت لکھی اور شیخ سے شخص مذکور کی ولایت کی تصدیق بذریعہ تحریر مانگی۔ فرماتے ہیں میں نے اسے بھی انکار کر دیا اور عذر یہ پیش کیا کہ کسی ایسے شخص کی ولایت کا یقین کر لینا جس کی ولایت متحقق اور ثابت شدہ نہ ہو۔ اس میں بھی خطرہ ہے۔ اس نے میرے جواب نہ دینے اور عذر پیش کرنے کو کافی نہ جانا بلکہ مجھ سے تحریری جواب طلب کیا۔ اور سوال میرے پاس ہی چھوڑ دیا۔ میں نماز جمعہ کے بعد جامع ازہر گیا تا کہ وہاں ایک شخص کی

زیارت کروں جس کا میں معتقد تھا اور اس سے ولایت کی تحریر کے بارے میں مشورہ طلب کرو۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو میری بولنے سے پہلے ہی وہ بول پڑا اور کہنے لگے۔ کیا ہم مسلمان ہیں یا نہیں؟ میں نے اسے کہا۔ بلکہ آپ تو مسلمانوں میں سے بہترین مسلمان ہیں۔ اس نے پھر کہا۔ تمہیں کس نے لکھ کر دینے سے روک رکھا ہے؟ میں نے کہا۔ میں اجازت کا انتظار کر رہا تھا کہتے ہیں کہ اس کے بعد شخص مذکور نے مجھے اس شخص کی ولایت کے بارے میں عظیم تحریر لکھوائی۔ حضرت سیدنا ابن الشماع علیہ الرحمۃ کہتے ہیں یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے۔ یہ ان سے سنے گئے الفاظ کا خلاصہ ہے۔ ۹۲۶ھ میں ایک سو تین سال کی عمر میں انہوں نے انتقال فرمایا۔

(جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۷۹، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

اشتباہ کے موقع پر توقف مناسب ہے:

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، علیہ الرحمۃ متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

توقف در محل اشکال و اشتباه که دلیلے یقینی در انجا نبود محمود است، و در مقامِ یقین که دلیلِ آن قاطع و واضح است، مذموم و مدار ومبنائے این طریق بر حسنِ ظن وترجیح دلیل اوست هر چند که مخالف و معارض داشته باشد تا گفته اند که اخراج هزار کافر از کفر بشبهۂ، اسلام درست است نه اخراج یک مؤمن از ایمان بشبهۂ کفر و در حقیقت بنائے عدم تکفیر اهلِ قبله هم برین نکته است۔ وقومے دیگر بران رفته که جزم بآنچه مود اے اجتهاد ومقتضائے دلیل ظاهر است از قبول وانکار واجب ولازم است غایتِ کار تفویض امر باطن است بعلمِ الٰهی وازین جاست اختلاف مردم در جماعت از صوفیه که از ایشان مشتبهات وموهمات فعلاً وقولاً سر برزده فرقۂ براهِ انکار روند، وقومے در مقام توقف بایستند ودر نظرِ حقیقت وانصاف هر دو گروه بمقتضائے انچه ایشان را روئے نموده وبر ایشان ظاهر شده است براهِ اولی واحوط می روند۔

یکے از مشائخِ طریقت را پرسیدند که ماتقول فی حق ابن العربی۔ یعنی در باب شیخ محی الدین ابن عربی که مردم چندین نزاع واختلاف دارند تو چه گوئی وچه اعتقاد داری؟ جواب داد: هو اعرف بکل فن من اهل کل فن۔ گفت وے عالم تر وماهر تر است بهر علمٍ وبهر فن از اهلِ هر علم وهر فن گفتند۔ ماسئلناک عن هٰذا۔ ترا ازین باب نه پرسیدیم در علم ومهارت ومزیت وے کر اخلاف است۔ سوال از وادی اعتقاد وانکار اوست در باب ایمان واتباع وهدایت۔ فرمود: اختلف فیه من الکفر الی القطبانیة۔ گفت پس اگر ازین وادی می پرسید در حالِ وے مردم را اختلاف است از کفر تا قطبیت۔ جماعت او را کافر دانند، وقومے دیگر قطبش خوانند۔ گفتند پس تو در کدام جانبی وراجح پیشِ تو چیست؟ فرمود: اسلم تسلم۔ گفت مذهبِ من تسلیم است وسلامتی نیز در تسلیم است۔ وترکِ غلو وافراط در انکار واعتقاد است۔ زیرا که در تکفیر سراسر خطر است ومبالغه در تعظیم نیز احتمال ضرر دارد تا عموم ناس در اتباع مبهمات، وموهمات ایشان نیفتند وبکنه مقصود نارسیده سر از جائے دیگر نه بر آرند۔ والله اعلم۔

ترجمہ: ایسے اشکال اور اشتباہ کے موقع پر توقف کرنا کہ جہاں دلیل یقینی نہ ہو محمود ہے۔ اور مقامِ یقین کہ جہاں دلیل قاطع اور واضح ہے مذموم۔ اس طریقے کے

مبنی اور مدار حسن ظن اور اس کی ترجیح ان چند دلیلوں پر ہے جو اس کے پاس اس دلیل کی مخالف و معارض ہیں۔ یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ ہزار کافروں کا اسلام کے شبہ میں کفر سے خارج ہو جانا صحیح ہے نہ ایک مومن کا کفر کے شبہ میں ایمان سے خارج ہو جانا۔ درحقیقت اہلِ قبلہ کی عدم تکفیر کی بنیاد بھی اسی نکتہ پر ہے۔ ایک اور گروہ اس طرف گیا ہے کہ جزم جو اجتہاد کا موڈی اور دلیل ظاہر کا مقتضی ہے قبول اور انکار سے واجب اور لازم ہے۔ کام کی غرض و غایت امر الٰہی سے باطن کے کام کی تفویض ہے اور اسی سے صوفیہ کی جماعت میں ہر دم اختلاف رونما ہوتا ہے کیونکہ ان صوفیہ سے متشبہات اور وہم فعلاً اور قولاً ظاہر ہوتے ہیں۔ ایک فرقہ انکار کے راستہ پر جاتا ہے اور دوسرا گروہ مقام توقف اختیار کرتا ہے اور حقیقت اور انصاف کی نظر میں دونوں گروہ اس مقتضا کے سبب جو ان کو دکھائی دیتا یا ظاہر ہوتا ہے صحیح ہیں۔

مشائخ طریقت میں سے کسی سے لوگوں نے پوچھا ''حضرت سیدنا آفتاب ولایت شیخ ابن عربی علیہ الرحمۃ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

(یعنی شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کے بارے میں کچھ لوگوں کے درمیان نزاع اور اختلاف ہے آپ کا کیا خیال ہے اور آپ کیا اعتقاد رکھتے ہیں)

انہوں نے جواب دیا: **ھو اعرف بکل فن من اھل کل فن** (وہ ہر علم میں ہر علم وفن کے آدمیوں سے زیادہ عالم اور زیادہ ماہر تھے)۔ لوگوں نے کہا ''ہم آپ سے اس باب (یعنی بارے) میں نہیں پوچھتے کہ ان کو کس قدر علم و مہارت اور برتری تھی۔

سوال: ان کے اعتقاد اور انکار کے بارے میں ہے یعنی ایمان، اتباع اور ہدایت کے بارے میں۔ فرمایا: **اختلف فیه من الکفر الی القطبانیة**۔

(اگر آپ اس بارے میں پوچھتے ہیں تو ان کے متعلق لوگوں کے درمیان اختلاف ہے جو کفر سے شروع ہو کر قطبیت کی حد تک پہنچتا ہے۔ ایک جماعت ایسی ہے جو انہیں کافر سمجھتی ہے دوسری ان کو قطب گردانتی ہے۔)

لوگوں نے کہا ''پھر آپ کس طرف ہیں اور آپ کے نزدیک کونسی بات واضح ہے۔ فرمایا ''اسلم تسلم'' (اسلام اختیار کرو سلامت رہو گے) میرا مذہب تسلیم ہے اور سلامتی تسلیم کے اختیار اور غلو کے ترک کرنے میں ہے۔ اور زیادتی انکار کرنے یا حد سے زیادہ اعتقاد رکھنے میں۔ اس لیے کہ تکفیر میں سراسر خطرہ ہے اور تعظیم میں مبالغہ بھی اپنے اندر ضرر کا احتمال رکھتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ عوام الناس ان کی ان مبہم و موہوم باتوں کا اتباع کرنے لگیں۔ اور مقصد کے کنہ و حقیقت سے عدم واقفیت کی بنا پر کسی دوسری ہی راہ پر جا پڑیں۔ **واللہ اعلم**

(مرج البحرین، ص، ۸۰، ۸۱، محمد اعلیٰ، ناظم آباد، کراچی)

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

فیطالع النصوص ونحوها من کتب الشیخ محیی الدین رضی الله عنه ویخبطون بالفهم والفکر، فیأتون ذلک من غیر وجهه فیضلون ویضلون غیرهم، ویتلفوا عقیدتهم، وقد کان محیی الدین رضی الله عنه یقول: (نحن قوم یحرم النظر فی کتبنا علی من لم یکن فی مقامنا)۔

ترجمہ: چنانچہ وہ حضرت سیدنا معارف آگاہی شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کی کتابیں مطالعہ کرتا ہے اور ان کے کلام کے محل و منشاء کو نہیں سمجھتا۔ پس خود ہی گمراہ ہوتا ہے اور غیروں کو بھی گمراہ کرتا ہے اور ان کے عقائد کو بگاڑتا ہے۔ حالانکہ حضرت سیدنا معارف آگاہی شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ جو شخص ہمارے درجے کا نہیں ہے اور ہمارے مقام پر نہیں پہنچا ہے اس پر ہماری کتابوں کا مطالعہ حرام ہے۔

(الانوار القدسیۃ فی بیان آداب العبودیۃ، ص، ۱۳۵، دار التقویٰ، دمشق)

ابن عربی کے بارے میں علماء کا خیال:

حضرت علامہ نورالدین محمد عبدالرحمٰن جامی نقشبندی احراری علیہ الرحمۃ متوفی ۸۹۸ھ، لکھتے ہیں:

یکی از کبار مشایخ بغداد در مناقب وی کتابی جمع کردہ است و در آنجا آوردہ کہ مصنفات حضرت شیخ قدّس سرہٗ از پانصد زیادت است۔

ترجمہ: بغداد کے ایک شیخ نے آپ کے حالات میں ایک کتاب لکھی ہے اس میں آپ کی تالیفات کو پانچ سو سے زائد بتایا ہے۔

(نفحات الانس من حضرات القدس، ص ۵۴۶، مرکز پخش: انشرات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاہ، تہران)

حضرت علامہ نورالدین محمد عبدالرحمٰن جامی نقشبندی احراری، قدس سرہ، متوفی ۸۹۸ھ، لکھتے ہیں:

و اعظم اسباب طعن طاعنان در وی کتاب فصوص الحکم است. و همانا کہ منشا طعن طاعنان یا تقلید و تعصب است یا عدم اطلاع بر مصطلحات وی یا غموض معانی و حقایقی کہ در مصنفات خود درج کردہ است و آن مقدار حقایق و معارف کہ در مصنفات وی بتخصیص در فصوص و فتوحات، اندراج یافتہ است در هیچ کتاب یافت نمیشود و از هیچ کس از این طایفہ ظاهر نشدہ است.

ترجمہ: شیخ اکبر پر اعتراض اور طعن کی بڑی وجہ فصول الحکم ہے اور اس میں کلام نہیں کہ اعتراض وطعن کی وجہ یا تو تقلید و تعصب ہے یا شیخ کی اصطلاعات سے ناواقفی اور معانی وحقائق کا غموض۔ جناب شیخ نے فصوص وفتوحات میں جس کثرت سے اسرار وحقائق کا بیان کیا ہے حضرات صوفیہ میں سے کسی نے ظاہر نہیں کیا ہے۔

(نفحات الانس من حضرات القدس، ص ۵۴۷، مرکز پخش: انشرات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاہ، تہران)

حضرت علامہ نورالدین محمد عبدالرحمٰن جامی نقشبندی احراری، قدس سرہ، متوفی ۸۹۸ھ، لکھتے ہیں:

و این فقیر از خدمت خواجہ برهان الدین ابو نصر پارسا قدّس سرہٗ چنین استماع دارد کہ میگفت کہ: والدم او این میفرمود کہ: فصوص جان است و فتوحات دل۔

ترجمہ: اور اس فقیر نے حضرت خواجہ برہان الدین ابونصر پارسا علیہ الرحمۃ سے ایسے ہی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے والد اس طرح فرمایا کرتے تھے کہ جناب شیخ اکبر کی کتاب فُصُوص الحِکَم جَان ہے اور فُتُوحاتِ مَکِیَہ دِل ہے۔

(نفحات الانس من حضرات القدس، ص ۵۴۷، مرکز پخش: انشرات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاہ، تہران)

حضرت علامہ نورالدین محمد عبدالرحمٰن جامی نقشبندی احراری علیہ الرحمۃ متوفی ۸۹۸ھ، حضرت علامہ عبدالحی بن احمد بن محمد ابن عماد حنبلی علیہ الرحمۃ، متوفی ۱۰۸۹ھ، لکھتے ہیں:

اجتمع الشيخان الإمامان العارفان المحقّقان الربانيان السهروردي، وابن عربي، فأطرق كل منهما ساعة، ثم افترقا من غير كلام، فقيل لابن عربي: ماتقول في السّهروردي؟ فقال: مملوء سنّة من فرقه إلى قدمه، وقيل للسهروردي، ماتقول فيه؟ قال: بحر الحقائق.

ترجمہ: اتفاقی طور پر ایک دن شیخ امام عارف محقّقِ ربانی شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ اور شیخ اکبر امام عارف محققِ ربانی ابن عربی علیہ الرحمۃ کا برسرِ راہ آمنا سامنا

ہوگیا۔ ایک نے دوسرے کو بہ غور ایک گھڑی دیکھا، پھر خاموشی سے ہر ایک اپنی راہ ہولیا۔ پھر ابن عربی علیہ الرحمہ سے عرض کیا گیا: آپ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو شیخ اکبر امام عارف محققِ ربانی ابن عربی علیہ الرحمہ نے فرمایا: وہ سر سے لے کر تا پاؤں تک سُنتِ مبارکہ سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور شیخ امام عارف محققِ ربانی شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ سے عرض کیا گیا: آپ شیخ اکبر امام عارف محققِ ربانی ابن عربی علیہ الرحمہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ شیخ امام عارف محققِ ربانی شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ نے فرمایا: وہ حقائق کا سمندر ہیں۔

(شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، ج،۷، ص،۳۳۷، مرآۃ الجنان جلد ۴ صفحہ ۱۰۱ نفحات الانس من حضرات القدس، ص،۵۴۶، مرکز پخش: انشرات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاہ، تہران)

اس میں کوئی کلام نہیں ہے کہ بعض اکابر علماء نے شیخ اکبر علیہ الرحمہ کو بُرے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ کسی نے کافر، کسی نے زندیق اور ابنِ تیمیہ نے ''اس اُمت کا شیطان'' کہا ہے۔ علامہ ابن حجر علیہ الرحمہ اور ابن عماد علیہ الرحمہ نے بعض علماء کے سخت الفاظ نقل کئے ہیں اور اس میں بھی کلام نہیں ہے کہ زیادہ تر علماء نے بعض علماء کا ساتھ نہیں دیا ہے۔ اُن میں سے بعض نے شیخ اکبر علیہ الرحمہ کے فضل وکمال کا اعتراف کیا ہے جیسے علامہ ابو طاہر مجد الدین محمد فیروز آبادی صاحب قاموس اور علامہ کمال بن الزملکانی، اور بعض نے اگر شیخ اکبر علیہ الرحمہ کے فضل کا بیان نہیں کیا ہے تو اُن کو برا کہنے سے روکا ہے۔

حضرت علامہ عبدالحی بن احمد بن محمد ابن عماد حنبلی علیہ الرحمہ متوفی ۱۰۸۹ھ، لکھتے ہیں:

وقد حكى العارف زرّوق عن شيخه النوري، أنه سئل عنه فقال: اختلف فيه من الكفر إلى القطبانية، والتسليم واجب، ومن لم يذق ما ذاقه القوم ويجاهد مجاهداتهم لا يسعه من الله الإنكار عليهم. انتهى.

ترجمہ: اور حضرت عارف زروق علیہ الرحمہ اپنے شیخ نوری علیہ الرحمہ سے بیان فرماتے ہیں فرمایا: ''کوئی ان کو کافر اور کوئی قطب کہتا ہے، اور تسلیم کرنا واجب ہے، اور جو چاشنی اس جماعت نے پائی ہے، وہ حلاوت اس نے نہیں پائی۔ اور جو مجاہدے اس جماعت نے کئے ہیں، ویسے مجاہدے اس نے نہیں کئے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس شخص کو ان لوگوں پر انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، ج،۷، ص،۳۳۶)

حضرت علامہ عبدالحی بن احمد بن محمد ابن عماد حنبلی علیہ الرحمہ متوفی ۱۰۸۹ھ، لکھتے ہیں:

وإمام هذه الطائفة شيخ الإسلام النووي، فإنه استفتي فيه فكتب: تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ

شیخ الاسلام امام نووی علیہ الرحمہ سے جب کسی نے شیخ اکبر علیہ الرحمہ کے بارے میں فتویٰ طلب کیا تو آپ نے یہ آیتِ مبارکہ لکھ دی:

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ

ترجمہ: وہ ایک جماعت تھی گزر گئی اُن کا ہے جو کما گئے اور تمہارا ہے جو تم کماؤ اور تم سے پوچھ نہیں ان کے کام کی۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۳۴)

(شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، ج،۷، ص،۳۳۶)

امام نووی علیہ الرحمہ کے جواب کا اثر یہ ہوا کہ وہ علماء جو شیخ کی بعض عبارتوں سے بیزار تھے کہنے لگے کہ نہ جناب شیخ کو برا کہو اور نہ ان کی کتابوں کا مطالعہ کرو۔

(حضرت مجدد الف ثانی اور ناقدین، ص،۶۸)

عارفین کاملین کے لئے زندقہ کی تہمت:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

قال الشیخ محیی الدین ولقد وقع لنا وللعارفین امور ومحن بواسطة اظھارنا المعارف والاسرار وشھدوا فینا بالزندقة وآذونا اشد الاذی وصرنا کرسول کذبه قومه وماآمن معه الا قلیل واعدی عدو لنا المقلدون لافکارھم۔

ترجمہ: شیخ محی الدین علیہ الرحمۃ نے فرمایا: کہ ہمیں اور عارفین کے لئے معارف واسرار کے اظہار کی وجہ سے بے شمار امور اور شدتیں لاحق ہوئیں۔ ہمارے بارے میں لوگوں نے زندقہ کی گواہی دی۔ اور ہمیں شدید اذیتیں پہنچائی گئیں۔

اور ہمیں اس پیغمبر جیسی صورت حال کا سامنا ہوا جسے اس کی قوم نے جھٹلایا۔ اور اس پر تھوڑے ہی ایمان لائے۔ اور ہمارے سب سے شدید دشمن وہ لوگ ہیں جو کہ اپنے افکار کے مقلد ہیں۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص، ۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ سراج الدین المخزومی علیہ الرحمۃ کے تاثرات ابن عربی علیہ الرحمۃ کے بارے میں:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وکان الشیخ سراج الدین المخزومی شیخ الاسلام بالشام یقول: ایاکم والانکار علی شیء من کلام الشیخ محیی الدین فان لحوم الاولیاء مسمومة وھلاک ادیان مبغضھم معلومة ومن ابغضھم تنصر ومات علی ذلک، ومن اطلق لسانه فیھم بالسب ابتلاہ اللہ بموت القلب۔ وکان ابو عبداللہ القرشی یقول: من غض من ولی اللہ عز وجل ضرب فی قلبه بسھم مسموم، ولم یمت حتی تفسد عقیدته ویخاف علیه من سوء الخاتمة۔

وکان ابو تراب النخشبی یقول: اذا الف القلب الاعراض عن اللہ صحبته الوقیعة فی اولیائه قال الشیخ مجد الدین الفیروز آبادی: وقد رأیت اجازۃ بخط الشیخ کتبھا للملک الظاھر بیبرس صاحب حلب ورأیت فی آخرھا واجزت له ایضا ان یروی عنی جمیع مؤلفاتی ومن جملتھا کذا وکذا حتی عد نیفا واربعمائة مؤلف، مؤلفا منھا تفسیرہ الکبیر فی خمسة وتسعین، مجلدا وصل فیه الی قوله تعالی (وعلمنٰه من لدنا علما) (الکھف: ۶۵) فاصطفاہ اللہ لحضرته ومنھا تفسیرہ الصغیر فی ثمانیة اسفار علی طریقة المحققین من المفسرین ومنھا کتاب الریاض الفردوسیة فی بیان الاحادیث القدسیة فھل یحل لمسلم ان یقول لایجوز مطالعة کتب الشیخ محیی الدین مطلقا ماذاک الا کفر وتعصب وعناد۔

ترجمہ: اور شیخ سراج الدین مخزومی علیہ الرحمۃ جو کہ شام میں شیخ الاسلام تھے فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا معارف آگاہی شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کے کلام میں سے کسی چیز پر بھی انکار سے بچو۔ کیونکہ اولیاء کے گوشت زہر آلود ہیں۔ اور ان سے بغض رکھنے والوں کے دینوں کی بربادی معلوم ہے۔ جس نے ان

کے ساتھ بغض کیا نصرانی ہوا اور اسی پر مرا۔ اور جس نے ان کی برائی میں زبان کھولی اللہ تعالیٰ نے اسے دل کی موت میں مبتلا فرمایا۔ اور حضرت ابو عبد اللہ القرشی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے ولی کی توہین کی اس کے دل میں زہر آلود تیر پیوست کر دیا جاتا ہے اور وہ نہیں مرتا حتیٰ کہ اس کا عقیدہ فساد کی نذر ہو جاتا ہے اور اس پر برے خاتمے کا خوف ہوتا ہے۔ اور حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابو تراب النخشبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب دل اللہ تعالیٰ سے بے رخی کا خوگر ہو جائے تو اسے اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی شان میں بدگوئی لاحق ہو جاتی ہے، حضرت سیدنا شیخ مجد الدین فیروز آبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا معارف آگاہی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ کے اپنے قلم سے وہ اجازت نامہ دیکھا جو آپ نے حلب کے بادشاہ ملک ظاہر بیبرس کے لئے لکھا۔ اور اس کے آخر میں فرمایا کہ میں اسے یہ اجازت بھی دیتا ہوں کہ مجھ سے میری تمام تالیفات کی روایت کرے، اور ان میں سے یہ کتاب ہے، یہ کتاب ہے حتیٰ کہ آپ نے کچھ اوپر چار سو کتابوں کی گنتی کی ہے۔ جن میں سے آپ کی بڑی تفسیر ہے جس کی پچانوے جلدیں ہیں جس میں آپ سورۃ الکہف کی آیت **وعلمناہ من لدنا علما** تک پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی بارگاہ کی حاضری کے لئے چن لیا، اور ان میں سے آپ کی چھوٹی تفسیر ہے جو کہ مفسرین میں سے محققین کے طریقے پر لکھی ہے جو کہ ۸ جلدوں میں ہے اور ان میں سے الریاض الفردوسیہ فی بیان الاحادیث القدسیہ ہے تو کیا کسی مسلمان کو جائز ہے کہ کہے کہ شیخ محی الدین علیہ الرحمہ کی کتابوں کا مطلقاً مطالعہ جائز نہیں یہ تو نرا کفر، تعصب اور عناد ہے۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص ۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ بلقینی کی شیخ بدر الدین السبکی کو فہمائش:

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

قال: ولما بلغ شیخنا السراج البلقینی ان الشیخ بدر الدین السبکی شیخ الاسلام بالشام رد علی الشیخ فی موضعین من کتاب الفصوص ارسل له کتابا من جملته: یا قاضی القضاۃ الحذر ثم الحذر من الانکار علی اولیاء اللہ وان کنت ولا بد رادا فرد کلام من رد علی الشیخ والا فدع۔

ترجمہ: نیز فرمایا کہ جب ہمارے شیخ السراج البلقینی علیہ الرحمہ کو یہ خبر پہنچی، کہ شیخ بدر الدین السبکی علیہ الرحمہ نے جو کہ شام میں شیخ الاسلام تھے فصوص کے دو مقامات پر شیخ کا رد کیا ہے تو آپ نے انہیں خط بھیجا جس میں لکھا اے قاضی القضاۃ اولیاء اللہ علیہ الرحمہ پر انکار سے ڈر۔ پھر ڈر۔ اور اگر تجھے ضرور رد ہی کرنا ہے تو اس کی بات کا رد کر جس نے شیخ کا رد کیا ورنہ یہ کام چھوڑ دے۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص ۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عماد ابن کثیر کا فیصلہ:

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وسئل العماد بن کثیر علیه الرحمة عمن یخطیء الشیخ محیی الدین فقال: اخشی ان یکون من یخطئه هو المخطیء وقد انکر قوم

علیه فوقعوا فی المهالک۔ وکذلک سئل الشیخ بدر الدین بن جماعة عن الشیخ محیی الدین فقال: مالکم ولرجل قد اجمع الناس علی جلالته انتهی۔ قال شیخ الاسلام المخزومی: واما ما نقله بعضهم عن الشیخ عز الدین بن عبد السلام انه کان یقول ابن عربی، زندیق فکذب وزور فقد روینا عن الشیخ صلاح الدین القلانسی صاحب الفوائد عن جماعة من مشائخه عن خادم الشیخ عز الدین بن عبد السلام قال: کنا فی درس الشیخ عز الدین فی باب الردة فذکر القاریء لفظة الزندیق فقال بعضهم: هذه، اللفظة عربیة او عجمیة؟ فقال بعض العلماء: فارسیة معربة، اصلها زن دن وهو الذی یضمر الکفر ویظهر الایمان فقال شخص من الطلبة مثل من؟ فقال شخص بجانب الشیخ عز الدین بن عبد السلام مثل محیی الدین بن العربی ولم ینطق الشیخ عز الدین بشیئ، قال الخادم: فلما قدمت له عشاء ہ وکان صائما سألته عن القطب من هو؟ فقال لا اری القطب فی زماننا هذا الا الشیخ، محیی الدین بن العربی وهو متبسم فاطرقت ملیا متحیرا فقال: مالک ذلک مجلس الفقهاء ما وسعنی فیه غیر السکوت۔ قال المخزومی فهذا هو الذی رویناه عن الشیخ عز الدین بالسند الصحیح انتهی۔ ذکر ذلک کله الشیخ المخزومی فی کتابه المسمی، بکشف الغطاء عن اسرار کلام الشیخ محیی الدین۔

ترجمہ: اور حضرت سیدنا علامہ عماد بن کثیر علیہ الرحمہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو حضرت سیدنا امام وقت شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ کو خطا کار کہتا ہے تو کہا کہ انہیں خطا کار کہنے والے کے متعلق مجھے خوف ہے کہ وہ خود خطا کار ہے کیونکہ ایک قوم نے شیخ پر انکار کیا تو ہلاکتوں میں گر گئے۔

اور اسی طرح حضرت سیدنا شیخ بدر الدین بن جماعۃ علیہ الرحمہ سے حضرت سیدنا امام وقت شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمانے لگے کہ تمہیں اور اس شخصیت کے متعلق کیا پڑی جن کی بزرگی پر لوگوں کا اجماع ہے۔

حضرت سیدنا شیخ الاسلام سراج مخزومی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے جو حضرت سیدنا سلطان العلماء شیخ عز الدین بن عبد السلام علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا ہے کہ حضرت سیدنا امام وقت شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ زندیق ہے نرا جھوٹ اور بہتان ہے۔ کیونکہ ہمیں شیخ صلاح الدین القلانسی صاحب الفوائد علیہ الرحمہ سے، ان کے مشائخ کی ایک جماعت سے، حضرت سیدنا سلطان العلماء شیخ عز الدین بن عبد السلام علیہ الرحمہ کے خادم سے روایت پہنچی۔ اس نے کہا کہ ہم ارتداد کے متعلق حضرت سیدنا سلطان العلماء شیخ عز الدین بن عبد السلام علیہ الرحمہ کے درس میں حاضر تھے۔ تو قاری نے لفظ زندیق ذکر کیا۔ بعض نے کہا یہ لفظ عربی ہے یا عجمی ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ فارسی لفظ ہے جسے عربی میں لایا گیا ہے۔ اس کا اصل زن ہے اور وہ ایسا شخص ہے جو اندرون ضمیر کافر ہے اور ایمان ظاہر کرتا ہے۔ پس طلبہ میں سے ایک شخص کہنے لگا: مثلاً کون؟ تو حضرت سیدنا سلطان العلماء شیخ عز الدین بن عبد السلام علیہ الرحمہ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا: جیسے محی الدین ابن عربی۔ اور حضرت سیدنا سلطان العلماء شیخ عز الدین بن عبد السلام علیہ الرحمہ کچھ نہیں بولے۔ خادم کہتا ہے کہ جب میں آپ کی خدمت میں شام کا کھانا پیش کیا کیونکہ آپ روزے سے تھے تو میں نے آپ سے قطب کے متعلق پوچھا کہ کون ہے؟ تو فرمایا: میں اپنے اس زمانے میں سوائے حضرت سیدنا امام وقت شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ کے کسی کو نہیں سمجھتا۔ اور آپ تبسم فرما رہے تھے۔ میں نے حیرت زدہ ہو کر سر جھکا لیا۔ تو فرمایا: تجھے کیا ہے؟

وہ فقہاء کی مجلس تھی۔سوائے خاموشی کے مجھے کوئی گنجائش نہ تھی۔حضرت سیدنا شیخ الاسلام سراج مخزومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ ہے وہ روایت جو حضرت سیدنا سلطان العلماء شیخ عزالدین بن عبدالسلام علیہ الرحمۃ سے ہمیں سند صحیح کے ساتھ پہنچی۔حضرت سیدنا شیخ الاسلام سراج مخزومی علیہ الرحمۃ نے یہ سب کچھ اپنے کتاب میں ذکر کیا جس کا نام کشف الغطاء عن اسرار کلام الشیخ محی الدین ہے۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر،ص،۱۴،۱۵،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

معارف آگاہی شیخ ابن عربی علیہ الرحمۃ کے بارے میں مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا نظریہ:

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی،حنفی،نقشبندی،قدس سرہ،متوفی،۱۰۳۴ھ،لکھتے ہیں

((شیخ محی الدین)) از مقبولان در نظر می آید و اکثر علوم او که مخالف آرای اهل حق اند، خطا و ناصواب ظاهر می شود۔ مانا که به خطای کشفی معذور داشته اندو در رنگ خطای اجتهادی از ملامت مرفوع ساخته۔ این اعتقاد خاص است۔ این فقیر را در مادۂ ((شیخ محی الدین)) که او را از مقبولان می داندو علوم مخالفه او را خطا و مضر می بیند۔ جمعی هستند از این طایفه که هم شیخ را طعن و ملامت می کنند و هم علوم او را تخطئۂ می نمایند و جمعی دیگر از این طائفه، تقلید شیخ را اختیار کرده، جمیع علوم او را صواب می دانند و به دلائل، و شواهد، حقیقت آن علوم را اثبات می نمایند و شک نیست که این هر دو فریق راه افراط و تفریط اختیار کرده اندو از توسط حال دور مانده (اند)۔

ترجمہ: عجب معاملہ ہے کہ حضرت سیدنا معارف آگاہی شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ مقبولوں میں سے نظر آتا ہے۔اور اس کے اکثر علوم جو آرائے اہل حق کے مخالف ہیں خطا اور ناصواب ظاہر ہوتے ہیں۔شاید خطاء کشفی کے باعث اس کو معذور رکھا ہے۔اور خطائے اجتہادی کی طرح ملامت کو اس سے ہٹا رکھا ہے۔ حضرت سیدنا معارف آگاہی شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کے حق میں فقیر (حضور سیّدی امام مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کا اعتقاد خاص بھی یہی ہے کہ اس کو مقبولوں میں سے جانتا ہے اور اس کے مخالف علوم کو خطا اور مضر دیکھتا ہے۔اس طائفہ میں سے بعض لوگ شیخ کو طعن ملامت بھی کرتے ہیں اور اس کے علوم کو بھی خطا پر جانتے ہیں اور بعض لوگ حضرت سیدنا معارف آگاہی شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کی تقلید اختیار کر کے اس کے تمام علوم کو بہتر اور صواب جانتے ہیں اور ان علوم کی حقیقت کو دلائل وشواہد کے ساتھ ثابت کرتے ہیں۔اور شک نہیں کہ ان دونوں فریقوں نے افراط وتفریط کا رستہ اختیار کیا ہے۔اور راہ اعتدال سے دور رہیں۔حضرت سیدنا معارف آگاہی شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کو جو مقبول اولیاء میں سے ہے خطائے کشفی کے باعث کس طرح رد کیا جائے اور اس کے علوم کو جو صواب سے دور اور اہل حق کی رائے کے مخالف ہیں تقلید سے کس طرح قبول کیے جائیں۔پس حق یہی درمیانی راہ ہے جس کی توفیق اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل وکرم سے بخشی ہے

(مکتوبات امام ربانی،دفتر اوّل،مکتوب،۲۶۶،ج،۱،ص ۵۶۴ مرکز بخش:زاهدان،خیابان خیام،صدیقی،تہران)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی،شافعی،متوفی،قدس سرہ،۹۷۳ھ،لکھتے ہیں:

وقال الشیخ مجد الدین الفیروز آبادی صاحب کتاب القاموس فی اللغة، لا یجوز لاحد ان ینکر علی القوم ببادیء الرأی لعلو

مراتبهم فی الفهم و الکشف، قال: ولم یبلغنا عن احد منهم انه امر بشیء یهدم الدین و لا نهی احدا عن الوضوء و لا عن الصلاۃ و لا غیرهما من فروض الاسلام و مستحباته، انما یتکلمون بکلام یدق عن الافهام، و کان یقول: قد یبلغ القوم فی المقامات و درجات العلوم الی المقامات المجهولة و العلوم المجهولة التی لم یصرح بها فی کتاب و لا سنة و لکن اکابر العلماء العاملین قد یردون ذلک الی الکتاب و السنة بطریق دقیق لحسن استنباطهم و حسن ظنهم بالصالحین و لکن ما کل احد یتربص اذا سمع کلاما لا یفهم بل یبادر الی الانکار علی صاحبه و خلق الانسان عجولا۔ قال: و ناهیک بابی العباس بن سریج فی العلم و الفهم تنکر مرة ثم حضر مجلس ابی القاسم الجنید لیسمع منه شیئا مما یشاع عن الصوفیة فلما انصرف قالوا له ما وجدت قال لم افهم من کلامه شیئا الا ان صولة الکلام لیست بصولة مبطل انتهی۔ و کان شیخ الاسلام مجد الدین الفیروز آبادی یقول: کما اعطی اللّٰہ تعالیٰ الکرامات للاولیاء التی هی فرع المعجزات فلا بدع ان یعطیهم من العبارات ما یعجز عن فهمه فحول العلماء۔

ترجمہ: اور حضرت سیدنا شیخ مجد الدین فیروز آباد علیہ الرحمہ صاحب کتاب القاموس میں جو کہ لغت میں ہے فرماتے ہیں کہ کسی کو جائز نہیں کہ قوم صوفیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) پر ابتدائی رائے سے ہی انکار کردے۔ کیونکہ فہم وکشف میں ان کا مقام بلند ہے اور فرمایا کہ ان میں سے کسی کے متعلق ہمیں یہ بات نہیں پہنچی کہ اس نے ایسی شے کا حکم دیا جو دین کو گرادے اور نہ ہی کسی کو وضو سے، نماز وغیرہ فرائض اسلام اور مستحبات سے منع کیا ہو۔ وہ تو صرف ایسی گفتگو کرتے ہیں جو افہام پر دقیق ہوتی ہے۔

اور آپ نے فرمایا کہ کبھی صوفیاء، مقامات اور درجات علوم میں غیر متعارف مقامات اور علوم تک پہنچ جاتے ہیں۔ جن کی کتاب وسنت میں صراحت نہیں ہوتی۔ لیکن اکابر علماء عاملین اپنے حسن استنباط اور صلحاء کے متعلق حسن ظن کی وجہ سے دقیق طریقے سے کبھی انہیں کتاب وسنت کی طرف لوٹا لیتے ہیں۔ لیکن ہر کوئی جب ایسی کلام سنتا ہے جو سمجھ میں نہیں آتی تو انتظار نہیں کرتا بلکہ صاحب کلام پر انکار کرنے میں جلدی کرتا ہے۔ اور انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے۔ اور علم و فہم میں حضرت سیدنا ابو العباس بن سریج علیہ الرحمہ کی شخصیت قابل اعتماد ہے ایک دفعہ اجنبی بن کر حضرت سیدنا سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی محفل میں حاضر ہوئے تاکہ ان سے صوفیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے جو کلام مشہور ہے اس میں سے کچھ سنیں۔ جب واپس ہوئے تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے کیا پایا؟ کہا: مجھے ان کی کلام سے کچھ سمجھ نہیں آتی البتہ کلام کا رعب کسی باطل پرست کا رعب نہیں۔

حضرت سیدنا شیخ الاسلام مجد الدین فیروز آباد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو کرامات عطا فرمائیں جو کہ معجزات کی فروع ہیں کوئی عجب نہیں کہ انہیں ایسی عبارات عطا فرمائے جن کو سمجھنے سے سربرآوردہ علماء عاجز آجائیں۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص ۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

باب نمبر ۵

سوال: (۲) مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے کا اعتراض

پیر سیف الرحمٰن کی وصیت نمبر ا: فقراء حقیقی کے حق میں بدگمانی نہ کریں کیونکہ ہر زمانہ میں فقراء حقیقی کے دشمن اور منکرین فقراء پر افتراء بازی کرتے ہیں لیکن تبیین ضروری ہے۔مکتوب کا اقتباس (صفحہ ۴۳، الفتنۃ الشّدیدۃ)

سوال: (۳) وصیت نمبر ۲:۔تمام مسلمان فقیر کی تصانیف اور فقیر کے خلفاء کی اسناد خلافت کا مطالعہ کریں۔جس میں فقیر نے اپنے آپ کو''فقیر''اور''الفقیر''سے مسمی کیا ہے اور کوئی دعوی فقیر نے نہیں کیا۔مکتوب اقتباس۔(صفحہ ۴۴، الفتنۃ الشّدیدۃ)

الجواب:

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۵۰ھ، لکھتے ہیں:

ابو عثمان المغربی: قال: اردت مرة ان امضی الی مصر فخطر لی ان ارکب السفینة، ثم خطر ببالی انی اعرف هناک فخفت الشهرة، فمر مرکب فبدا لی، فمشیت علی الماء ولحقت بالمرکب ودخلت السفینة والناس ینظرون، ولم یقل احد ان هذا ناقض للعادة او غیر ناقض، فعرفت ان الولی مستور وان کان مشهورا۔

ترجمہ: حضرت ابوعثمان مغربی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ چاہا کہ مصر جاؤں دل میں خیال گزرا کہ جہاز پر سوار ہوں گا پھر سوچا لوگ مجھے پہچان لیں گے مجھے مشہوری کا خوف ہوا، جہاز تو میرے سامنے چل پڑا میں پانی پر چلنے لگ گیا جہاز کے قریب پہنچا اور پھر اس میں داخل ہو گیا لوگ مجھے دیکھ رہے تھے لیکن کسی نے یہ نہیں کہا کہ بات خارق عادت ہے یا خارق عادت نہیں ہے۔میں سمجھ گیا کہ ولی مستور الحال ہے خواہ وہ مشہور ہی کیوں نہ ہو۔(یعنی ولی کو حقیقۃ لوگ نہیں سمجھ پاتے)

(جامع کرامات الاولیاء، ج۱، ص۴۱۶، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

حضرت مولانا شہاب الدین نواسہ حضرت سید امیر حمزہ بن حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس سرہ، متوفی ۷۷۲ھ، فرماتے ہیں:

ز دانائی دمے ارزد جہانے		نیرزد صد سر نادان بنانے
ببر از صحبت نادان کہ دانش		کند تاثیر در تو از زبانش
ز دانان بر در آن دانش پذیرند		چو شمعے کان ز شمعے بار گیرند

در آن کن جهد تا دانش پذیر		که نادان خیزی و نادان بمری

ترجمہ: لمحہ بھر کی دانائی ایک جہاں کی قیمت رکھتی ہے، سو نادانوں کے سر کی قیمت ایک روٹی کی قیمت کے برابر نہیں۔

نادان کی صحبت سے الگ ہوجا، کیونکہ اس کی زبان سے تیری دانش متاثر ہوجائے گی۔

داناؤں کے دروازے پر یوں دانش سیکھی جاتی ہے، جیسے ایک شمع سے دوسری شمع روشن کی جاتی ہے۔

تو (بھی) کوشاں رہ تا کہ دانش پائے، ورنہ ناداں اُٹھے گا اور ناداں ہی مرے گا۔

(آگاہی سید امیر کلال قدس سرہ، ص ۱۰۱، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلیشرز، کراچی)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

منها غوصه فى معرفة معجزات الرسل على اختلاف طبقاتهم وكرامات الاولياء على اختلاف طبقاتهم ويؤمن بها ويعتقد ان الاولياء يرثون الانبياء فى جميع معجزاتهم الا ما استثنى ومنها اطلاعه على كتب التفسير والتأويل وشرائطه ويتبحر فى معرفة لغات العرب فى مجازاتها واستعاراتها حتى يبلغ الغاية، ومنها كثرة الاطلاع على مقامات السلف والخلف فى معنى آيات الصفات واخبارها ومن اخذ بالظاهر ومن اول ومن دليله ارجح من الآخر ومنها تبحره فى علم الاصوليين ومعرفة منازع، ائمة الكلام، ومنها وهو اهمها معرفة اصطلاح القوم فيما عبروا عنه من التجلى الذاتى والصورى وما هو الذات وذات الذات ومعرفة حضرات الاسماء والصفات والفرق بين الحضرات وبين الاحدية والوحدانية والواحدية ومعرفة الظهور والبطون والازل والابد وعالم الغيب والكون والشهادة والشؤون وعلم الماهية والهوية والسكر والمحبة ومن هو الصادق فى السكر حتى يسامح ومن هو الكاذب حتى يؤاخذ وغير ذلك فمن لم يعرف مرادهم كيف يحل كلامهم اوينكر عليهم بما ليس من مرادهم انتهى۔

ترجمہ: ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسل ﷺ کے مختلف طبقات کے معجزات اور مختلف طبقات اولیاء کی کرامات کی معرفت میں غواصی کرے۔ ان پر ایمان لائے اور عقیدہ رکھے کہ اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) انبیاء ﷺ کے تمام معجزات میں ان کے وارث ہیں مگر جہاں استثناء کی گئی ہو۔

ان میں سے اس کا کتب تفسیر و تاویل پر اور اس کی شرائط پر مطلع ہونا ہے اور لغات عرب کے مجازات و استعارات کی معرفت میں تبحر ہو یہاں تک کہ انتہاء کو پہنچا ہوا ہو۔

اور ان میں سے آیات صفات اور ان کی اخبار کے معنوں میں سلف و خلف کے مقامات پر اطلاع کی کثرت ہے۔ کس نے ظاہر کو لیا اور کس نے تاویل کی۔ کس کی دلیل دوسری سے زیادہ ترجیح والی ہے۔

اور ان میں سے اصولیین کے علم اور ائمہ کلام کے مقامات اختلاف کی پہچان ہے۔

اور ان میں سے جو کہ سب سے اہم ہے قوم صوفیاء کی اصطلاحات ہیں جو وہ تعبیرات میں استعمال کرتے ہیں جیسے تجلی ذاتی اور صوری۔

ماہوالذات، ذات الذات، حضرات اسماء وصفات کی معرفت، حضرات کے درمیان اور احدیث ووحدانیت اور واحدیت کے درمیان فرق۔ظہور وبطون، ازل وابد، عالم الغیب والکون والشہادت اور شیون کی معرفت، علم ماہیت وہویت اور سکر ومحبت۔سکر میں سچا کون ہے کہ اس سے درگزر کی جائے اور جھوٹا کون ہے حتیٰ کہ اس کا مواخذہ کیا جائے۔وغیر ذالک۔تو جو شخص ان کی مراد پہچانتا نہیں ان کا کلام کیسے حل کرے گا یا ان پر اس امر کا انکار کیونکر کرتا ہے جو ان کی مراد ہی نہیں۔انتہی۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص ۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت مولانا شہاب الدین نواسہ حضرت سید امیر حمزہ بن حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس سرہ، متوفی ۷۷۲ھ، فرماتے ہیں:

چه خوش گفت آن خردمندِ سخندان		که رد از صحبتِ نادان بگردان
درختِ نفسِ نادان برنیارد		حضور صحبتش درد سر آرد
کسے چون عمر با نادان بسر برد		شود نادان و نادان خواهد او مرد

توجمہ: اس دانا حکیم نے کتنی خوبصورت بات کہی ہے کہ تو نادان (آدمی) کی صحبت سے منہ موڑ لے۔

درخت جنس ناداں آدمی پر پھل نہیں لگتا، اس کی صحبت کی حاضری دردسر ہوتی ہے۔

کوئی آدمی جب ناداں کے ساتھ زندگی گزارے تو وہ ناداں (ہی) بن جائے گا اور ناداں (ہی) وہ مرے گا۔

در اہانتِ ایشان سعی بلیغ نمایند کہ بہ وعدۂ صاحبِ شریعت محمد مصطفی ﷺ برسی کہ فرمودند:

ان (گمراہ گروہوں) کی اہانت میں پوری طرح کوشش کرو، تاکہ تم صاحب شریعت (حضرت) محمد مصطفی ﷺ کے وعدہ کو پاسکو کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے

مَنْ اَهَانَ صَاحِبَ الْبِدْعَةِ اٰمَنَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنَ الْفَزَعِ الْاَکْبَرِ وَاللّٰهِ وَاِیَّاکُمْ، (اتحاف، ۶:۱۰:۱۹۶:۲۶۴)

یعنی: جس نے بدعتی کی توہین کی، اللہ تعالیٰ اسے بڑی مصیبت سے محفوظ رکھے گا اور تم اللہ کی نافرمانی سے بچو۔ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔

(آگاہی سید امیر کلال قدس سرہ، ص ۱۰۱، ۱۰۲، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلیشرز، کراچی)

شریعت سے تمسخر:

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

(والاستهزاء علی الشريعة والاستهانة بها كفر) استهزا و سخريت اهانت شريعت كفر است چه آن علامت تكذيب و انكار است۔ والهزل بالكفر كفر اگر تلفظ بكلمه كفر بطريق هزل كند بی آنكه معنی او مراد دارد و اعتقاد كند كافر شود چه هزل موجب استخفاف است وهر گاه استخفاف معصيت كفر بود استخفاف كفر بطريق اولیٰ كفر باشد هر چند نداند كه آن كلمه كفر است زيرا كه جهل درين باب عذر نبود و نزد بعضی علما اگر كفر بودن آن نداند معذور است و اين بر تقديری است كه تلفظ بدان عمدا كند ما اگر بطريق خطا و سهو وسبقت لسانی بر زبانش آيد كفر نبود اجماعا۔

یعنی شریعت کا مذاق اڑانا اور احکام شرع کی توہین کرنا کفر ہے کیونکہ دراصل یہ شریعت کو جھٹلانے اور اس سے انکار کرنے کی علامت ہے۔

مذاقاً کفر یعنی از راہِ مذاق وتمسخر کلمۂ کفر کہنا بھی کفر ہے۔

اگر کوئی شخص مذاق کے طور پر کلمۂ کفر کہے خواہ اس نے اس کا معنی مراد نہ لیا ہو اور اس کا اعتقاد بھی نہ رکھتا ہو پھر بھی کافر ہو جاتا ہے کیونکہ ہزل وتمسخر دراصل استخفاف یعنی ہیچ سمجھنے کا موجب ہے اور چونکہ معصیت کو ہیچ سمجھنا کفر ہوتا ہے لہٰذا کلمۂ کفر کو ہیچ اور معمولی سمجھنے کی صورت میں کفر کا ثبوت بطریق اولیٰ پایا جاتا ہے خواہ وہ شخص نہ جانتا ہو کہ یہ کلمۂ کفر ہے۔

کیونکہ اس بارے میں جہل اور لاعلمی کوئی صحیح اور جائز عذر نہیں ہے اور بعض علماء کے نزدیک اگر وہ شخص اس کلمۂ کفر کے کفر ہونے کو نہ جانتا ہو تو وہ معذور سمجھا جائے گا البتہ اگر بطریق خطا، سہو یا بھول اور نسیان کے اس کی زبان سے کلمہ کفر نکل جائے تو وہ بالاتفاق کفر نہیں ہوتا۔

(تکمیل الایمان، ص، ۱۸۶، الرحیم اکیڈمی، لیاقت آباد، کراچی)

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی حنفی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

قال الشیخ أبو العباس رحمة الله علیه :معرفة الولی أصعب من معرفة الله فان الله معروف بکماله و جماله متی یعرف مخلوقاً مثله یأ کل کما یأکل ویشرب کمایشرب۔

ترجمہ: حضرت سیدنا شیخ ابوالعباس علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ولی کی پہچان اللہ کی معرفت سے مشکل تر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اپنے کمال وجمال کی وجہ سے معروف ہے لیکن اسے کیسے سمجھا جائے جو عام انسانوں کی طرح کھاتا پیتا ہے۔

(تفسیر روح البیان، ج،۶، ص،۶۶ دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے ظاہر و باطن کا فرق:

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

۳۲۔منہا: الٰھی چیست اینکه اولیائے خود را کردی که باطن ایشان زلال خضر ست هر که قطرۂ ازان چشید حیات ابدی یافت و ظاهرِ ایشان سم قاتل هر که بآن نگریست بموت ابدی گرفتار آمد ایشانند که باطن ایشان رحمت ست و ظاهر شان زحمت باطن بین ایشان از ایشان ست و ظاهر بین ایشان از بدکیشان بصورت جو نما اند و بحقیقت گندم بخش بظاهر از عوام بشر اند و بباطن از خواص ملک بصورت بر زمین اند و بمعنی بر فلک جلیس ایشان از شقاوت رسته است و انیس ایشان بسعادت پیوسته۔ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ وصلی الله تعالیٰ علی سیدنا محمد و اٰله وسلم۔

۳۲۔منہا: بارالٰہی! یہ کیا چیز ہے جو تو نے اپنے اولیاء (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے سلسلہ میں کر دی ہے کہ ان کا باطن تو خضر (حضرت سیدنا خضر علیہ السلام) کا آبِ زُلال (مقطر اور صاف پانی) ہے کہ جس نے اس سے ایک قطرہ بھی چکھ لیا اُس نے حیاتِ ابدی (دائمی زندگی) پالی۔ اور ان کا ظاہر، زہر قاتل ہے جس نے ان کے ظاہر کی طرف دیکھا وہ ابدی موت میں گرفتار ہو گیا یہ وہ بزرگ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) ہیں کہ اُن کا باطن رحمت ہے اور ان کا ظاہر زحمت ہے ان کے باطن کو دیکھنے والے کا انہی میں شمار ہوتا ہے اور ان کے ظاہر کو دیکھنے والا بد مذہب ہوتا ہے بظاہر جو دکھانے والے ہیں لیکن حقیقت میں گیہوں بخشنے والے ہیں۔ بظاہر تو عام انسانوں میں سے ہیں لیکن باطن میں خاص فرشتوں میں سے ہیں۔ ظاہری طور پر تو زمین پر ہیں لیکن حقیقت میں آسمانوں پر بسیرا کرنے والے ہیں۔ ان کے

پاس بیٹھنے والے بدبختی سے نجات پالیتے ہیں اور ان سے محبت رکھنے والے سعادت سے ہمکنار ہیں۔

أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ أَلَآ إِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

ترجمہ: یہ اللہ ﷻ کی جماعت کے لوگ ہیں یاد رکھو اللہ کی جماعت کے لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔

اور اللہ ﷻ کی رحمتیں اور سلامتیاں نازل ہوں ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل رضی اللہ عنہم پر۔

(مبدأ و معاد، منہا، ۳۲، ص ۵۶، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

مذکورہ حدیث کی شرح میں علامہ محمد عبدالرؤف مناوی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۱ھ، لکھتے ہیں:

فَمن أحب أَوْلِيَاء الرَّحْمَن فَهُوَ مَعَهم فِي الْجنان وَمن أحب حزب الشَّيْطَان فَهُوَ مَعَهم فِي النيرَان وَفِيه بِشَارَة عَظِيمَة لمن أحب الصُّوفِيَّة أَو تشبه بهم وانه يكون مَعَ تفريطه بِالْقيامِ بِمَا هم عَلَيْهِ مَعَهم فِي الْجنَّة وَمن تشبه بهم انما فعل ذَلِك لمحبته اياهم ومحبته لَهُم لَا تكون الا لتنبيه روحه لما تنبهت لَهُ أَرْوَاحهم لِأَن محبَّة الله محبَّة أمره وَمَا يقرب اليه وَمن تقرب مِنْهُ يكون يجاذب الرّوح لَكِن المتشبه تعوق بظلمة النَّفس الصُّوفِي خلص من ذَلِك۔

ترجمہ: جس نے اولیاء الرحمٰن کے ساتھ محبت کی تو وہ ان کے ساتھ ہوگا جنت کے باغوں میں اور جس نے شیطان کی ٹولی سے محبت کی تو وہ جہنم ان کے ساتھ ہوگا اس حدیث شریف میں اس شخص کے لیے عظیم بشارت ہے جو صوفیہ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) سے محبت رکھتا یا ان کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے۔ آپ کے اس قول سے اس بات میں اس شخص کیلئے بہت بڑی بشارت ہے جو صوفیہ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کے ساتھ محبت اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ کرتے ہیں اور اس ذات کے ساتھ محبت کرنا جو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتا ہو لیکن صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کے محض مشابہت کرنے والا نفس کی تاریکی کے موڑ پر ہوتا ہے اور صوفی نے نفس کی تاریکی سے نجات کی حاصل کی ہوتی ہے۔ (التیسیر بشرح الجامع الصغیر، ج ۲، ص ۳۸۷، ۳۸۸، مکتبۃ الامام الشافعی، الریاض)

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۵۰ھ، لکھتے ہیں:

قال: وسمعت شیخنا شیخ الاسلام زکریا علیہ الرحمہ یقول: ایاکم ان تنکروا علی احد ممن اشہرہ اللہ تعالیٰ بالولایۃ فی بلادکم، فان اللہ تعالیٰ لا یشہر احدا بالولایۃ الا لحکمۃ۔ قال: ومن جملۃ نعم اللہ تعالیٰ علیّ انی من حین کنت صغیرا لم انکر علی احد من القوم، واقول عن کل شیء لم اعرفہ من احوالہم لعل ہذا من العلم الذی لم یطلعنی اللہ تعالیٰ علیہ، قال: وخرجت یوما انا وجماعۃ من طلبۃ العلم الی برکۃ الحاج نزور سیدی ابراہیم المتبولی رضی اللہ عنہ، فقال جماعۃ: انا لا نعتقدہ الا ان اظہر لنا کرامۃ، وقال جماعۃ: نحن لا ننکر ولا نعتقد، وقلت انا: انی معتقد غیر منکر، فلما دخلنا علی الشیخ شق لنا بطیخۃ وصار یفرق علینا کل واحد شقۃ، فبدأ من الجانب الایسر وصار یتعدی الواحد ویعطی من بعدہ بشخص او شخصین حتی ختم بالاول من ہو علی جانب الایمن، فانکر الجماعۃ علیہ وقالوا: ہذا جہل بالسنۃ، فقلت انا: لا بد لذلک من حکمۃ، فان مثل الشیخ لا یجہل مثل ذلک؛ قال: وکنت اسن الجماعۃ واعطانی آخرہم، فقلت لبعض اصحابی: اکتبوا من اعطاہم الشیخ علی الترتیب فانہ لا بد

لذلک من حکمة، فکتبوا ذلک، فمن اعطاه اولا مات اولا، و من اعطاه ثانیا مات ثانیا الی آخر الجماعة، فکان عطاؤہ علی ترتیب اعمارھم، و قد ماتوا کلھم و لم یبق غیری لکونه اعطانی آخر الجماعة انتھی۔

حضرت امام شعرانی علیہ الرحمۃ ہی حضرت شیخ الاسلام زکریا علیہ الرحمۃ کی زبانی یہ واقعہ بیان کرتے ہیں آپ فرماتے تھے اگر کسی شخص کو اللہ کریم تمہارے علاقے میں بطور ولی مشہور کردے تو اس کا انکار نہ کرو کیونکہ اللہ کریم کسی حکمت کے تحت ہی اسے مقام شہرت پر فائز فرماتا ہے مجھ پر اللہ کریم کے بے شمار احسانات میں سے ایک یہ احسان بھی بچپن سے ہی میں نے کسی ولی کا انکار اور مخالفت نہیں کی اگر ان کا کوئی حال مجھے سمجھ نہیں آتا تھا تو میں کہہ دیتا شاید اس حال کا تعلق اس علم سے ہو جو مجھے معلوم نہیں ہے، ایک دن میں طالب علم ساتھیوں کے ایک گروہ کے ساتھ سیدی ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے گیا۔ ساتھی کہنے لگے ہم نہ منکر ہیں اور نہ معتقد، ایک گروہ بولا تو اسی صورت میں معتقد ہوں گے جب آپ کرامت ظاہر فرمائیں گے۔ میں نے کہا میں تو معتقد ہوں منکر نہیں ہوں ہم حضرت کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے تربوز کے ہمارے لیے ٹکڑے کئے اور سب کو ایک ایک ٹکڑا دیتے گئے مگر بجائے دائیں طرف سے شروع کرنے کے بائیں طرف سے شروع کیا ایک کے بعد دوسرے کے یا دو کو دیتے گئے اور سب سے آخر میں اس شخص کو عطا فرمایا جو دائیں طرف پہلا تھا، ساتھیوں کو یہ بات ناگوار گزری وہ کہنے لگے یہ اس میں سنت پاک سے بے خبری ہے، میں نے کہا ضرور کوئی حکمت ہے کیونکہ شیخ جیسا عظیم المرتبت انسان ایسی سنت بات سے بے خبر نہیں ہوسکتا فرماتے ہیں میں عمر میں سب سے بڑا تھا مگر آپ نے سب سے آخر میں مجھے عطا فرمایا تھا میں نے ایک ساتھی سے کہا جس ترتیب سے حضرت نے تربوزہ عطا فرمایا ہے اسی ترتیب سے نام لکھ لو کیونکہ اس طرح عطا فرمانے میں ضرور کوئی حکمت ہے۔ ساتھیوں نے یہ بات لکھ لی اب حضرت نے جسے پہلے عطا فرمایا تھا وہ پہلے مر گیا اور دوسرے نمبر والا دوسرے نمبر پر مرا اسی طرح ساری جماعت اسی ترتیب سے فوت ہوگئی۔ تو راز یہ تھا کہ آپ عمر کی ترتیب کے حساب سے تقسیم فرما رہے تھے مجھے چونکہ سب سے آخر میں عطا فرمایا لہٰذا میں زندہ ہوں۔

(جامع کرامات الاولیاء، ج۱، ص۳۶۶، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

رموز کے بارے میں اکابر کی تحسین اور بیان حکمت:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

و کان الامام ابو القاسم القشیری رضی اللہ عنه یقول: نعم ما فعل القوم من الرموز فانھم انما فعلوا ذلک غیرۃ علی طریق اھل اللہ عز و جل ان تظھر لغیرھم فیفھموھا علی خلاف الصواب فیضلوا فی انفسھم و یضلوا غیرھم و لذلک نھوا المرید ان یطالع فی رسائل القوم لنفسه من غیر قراءۃ علی شیخ انتھی۔

و کان سیدی علی بن وفا رضی اللہ عنه اذا سئل لم رمز القوم کلامھم یقول: افھموا ھذا المثال تعلموا اسبب رمزھم و ذلک ان الدنیا غابة و نفوس المحجوبین عن حقائق الحق المبین من اھلھا کالسباع و الوحوش الکواسر و العارف بینھم کانسان دخل لیلا الی تلک الغابة و ھو حسن القراءۃ و الصوت فلما احس بما فیھا من السباع الکواسر اختفی فی بطن شجرۃ و لم یجھر بالقرآن

يتغنى به هناک حذرا منهم اليس يدل اختفاؤه عنهم وعدم رفع صوته بالقرآن على انه عليم حكيم او هو بضد ذلک؟ لا والله بل هو عليم حكيم اذ لو ترأى لهم او اسمعهم صوته وقراء ته لم يهتدوا به ولم يفهموا عنه وسارعوا الى تمزيق جسده واكل لحمه وكان هو الملقى بنفسه الى التهلكة، وذلک حرام فافهموا هذا المثال وقولوا لمن يعترض على العارفين فى رمزہم لكلامهم قد انزل الله تعالیٰ على محمد ﷺ فواتح سور كثيرة من القرآن مرموزة وقال تعالىٰ: (ولا تجهر بصلاتک) الاسراء: ۱۱۰) اى بقراءتک (ولا تخافت بها) فامره ان لا يجهر بالقرآن بحيث يسمعه الجهلة المنكرون فيسبون بجهلهم من لا يجوز سبه ولا يخفيه عمن يؤمن به۔ فكما لم يدل اخفاء النبی ﷺ قراء ته عن الجاهلين المنكرين على بطلان قراء ته ولا قدح فى صحتها كذلک لا يدل اخفاء العارفين كلامهم عن المجادلين بغير علم على بطلانه ومخالفته للشريعة فافهم۔

ترجمه: اورسیدنا امام قشیری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ قوم نے رموز کا کیا ہی اچھا کام کیا ہے کیونکہ انہوں نے اہل اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے طریق پر غیرت کے طور پر ایسا کیا کہ کہیں ان کے غیر پر ظاہر ہو جائے پس وہ اسے غلط سمجھ بیٹھیں اور یوں خود گمراہ ہو جائیں اور دوسروں کو گمراہ کریں۔ اسی لئے انھوں نے مرید کو اپنے آپ رسائل قوم کے مطالعہ سے منع کیا ہے مگر یہ کہ شیخ کے حضور قرأت کرے۔ انتہی

اور سیدی علی بن وفا رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا جاتا کہ قوم نے اپنے کلام کو رمز کے ساتھ کیوں کہا ہے؟ تو آپ فرماتے: یہ مثال سمجھ لو ان کی رمز کا سبب سمجھ جاؤں گے۔ اور وہ یہ ہے کہ دنیا ایک جنگل ہے اور اہل حق کی طرف سے بیان فرمودہ حقائق حق سے محجوبین کے نفوس درندوہ اور شکاری وحشی جانوروں کی طرح ہیں اور ان کے درمیان عارف اس انسان کی طرح ہے جو اس جنگل میں رات کے وقت داخل ہوا جبکہ اس کی قرأت و آواز اچھی ہے۔ جب اس نے وہاں درندے محسوس کئے تو ایک درخت کے درمیان چھپ گیا اور وہ وہاں ان سے ڈرتے ہوئے خوبصورت آواز کے ساتھ اونچی آواز سے قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتا۔ کیا اس کا ان سے چھپنا اور بلند آواز کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت نہ کرنا اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ علم وحکمت والا ہے یا وہ اس کی ضد ہے؟ نہیں اللہ کی قسم وہ علم وحکمت والا ہے۔ کیونکہ اگر وہ ان کے سامنے ظاہر ہو جاتا یا انہیں اپنی آواز وقرأت سنا دیتا تو وہ اس کے ساتھ ہدایت پاتے نہ کچھ سمجھ حاصل کرتے۔ بلکہ اسے چیر پھاڑ کر اس کا گوشت کھانے میں جلدی کرتے۔ اور وہ اپنی جان ہلاکت میں ڈالنے والا ہوتا۔ اور یہ حرام ہے۔ پس اس مثال کو سمجھو اور جو عارفوں پر ان کی کلام کی رمز کے بارے میں اعتراض کرتا ہے اسے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر قرآن کریم کی کئی سورتوں کا افتتاح رمزوں کے ساتھ اتارا۔ اور فرمایا **ولا تجهر بصلاتک** اے بقراءتک کہ آپ اپنی قرأت بلند آواز سے نہ کریں **ولا تخافت بها** (الاسراء، ۱۱۰) نہ ہی بالکل پست آواز کے ساتھ کریں۔ پس آپ ﷺ کو حکم دیا کہ اس قدر بلند آواز کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت نہ کریں جسے جاہل منکر سن کر اپنی جہالت کی وجہ سے اس ذات کو برا بھلا کہیں جس کی شان میں بدگوئی جائز نہیں۔ اور ایمان والوں سے چھپائیں بھی نہیں۔ تو جس طرح حضور ﷺ کا اپنی قرأت کو جاہل منکروں سے چھپانا آپ کی قرأت کے باطل ہونے پر دلالت نہیں کرتا اور اس کے درست ہونے میں کوئی خرابی پیدا نہیں کرتا اسی طرح عارفوں کا اپنی کلام کو بے علم، جھگڑوں سے چھپانا اس کے باطل اور خلاف شرع ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ اسے خوب سمجھ لے۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص، ۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

رمز کے بغیر اظہار کلام کا موقع:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

لکن ان هيأ الله تعالیٰ للعارف اسباب ظهور شأنه وقدر علی قهر المنكرين عليه بالحال او بادحاض اقوالهم بالحجج الواضحة حتی صاروا يقرون له بالفضل طوعا وكرها فله حينئذ اظهار معارفه علی رؤوس الاشهاد كما اظهر رسول الله ﷺ قراء ته بالقرآن علی رؤوس الكفار حين تهيأت اسباب الظهور وتمكن فی امره وصار له انصار يحفظونه من الاذی فعلم ان للعارفين فی ذلک الاسوة برسول الله ﷺ وقد اختفی الامام احمد بن حنبل رضی الله عنه ايام الفتنة ثلاثة ايام ثم خرج، فقيل له: انهم الی الآن فی طلبک فقال ان رسول الله ﷺ لم يختف فی الغار اكثر من ثلاثة ايام، فقد بان لک انه ليس للانسان مقابلة الوحوش والسباع الكواسر والظهور لهم الا ان علم قدرته علی دفع اذيتهم له بتهيؤ اسباب القهر لهم بالقوة والمكنة والانصار۔

ترجمہ: لیکن اگر اللہ تعالیٰ عارف کے لئے اس کی شان کے ظہور کے اسباب مہیا فرمائے اور وہ انکار کرنے والوں کو حال کے ذریعے یا ان کے اقوال کو واضح دلائل کے ساتھ مٹا کر مغلوب کرنے پر قادر ہو حتیٰ کہ وہ طوعاً کرھاً اس کی فضیلت کا اقرار کرنے لگیں تو اس وقت اسے اپنے معارف کو کھلے عام اظہار کرنے کی اجازت ہے جس طرح کہ رسول پاک ﷺ نے جب اسباب غلبہ مہیا ہوئے۔ امر میں پختگی ہوئی اور کفار کی ایذاء سے حفاظت کرنے والے انصار مل گئے تو کفار کے سامنے قرآن کریم کی قرأت ظاہر فرمائی۔ تو معلوم ہوا کہ عارفین کے لئے اس مسئلے میں رسول کریم ﷺ کا نمونہ موجود ہے۔

اور ایام فتنہ کے دوران امام احمد بن حنبل ﷺ تین دن روپوش رہے۔ پھر آپ باہر آئے تو آپ سے کہا گیا کہ وہ لوگ ابھی آپ کی تلاش میں ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: کہ رسول پاک ﷺ غار میں تین دن سے زائد پوشیدہ نہیں رہے۔ پس تیرے لئے واضح ہو گیا کہ انسان کے لئے وحشیوں اور درندوں کا مقابلہ اور ان کے سامنے ظاہر ہونا درست نہیں مگر اس وقت کہ ان کی اذیت کو قوت، طاقت اور مددگاروں کے ساتھ انہیں مغلوب کرنے کے اسباب مہیا ہونے کی وجہ سے اپنے سے روکنے پر قدرت معلوم ہو جائے۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص، ۲۵، ۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت) (الیواقیت والجواہر ص: ۸۷)

زبان عشق اور چڑیا:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وقد بلغنا ان عصفورا راود عصفورة فی قبة سليمان بن داود فابت عليه فقال لها: قد بلغ بی من حبک ما لو قلت لی اقلب هذه القبه علی سليمان وجنده لقلبتها فحملت الريح كلامه الی سليمان فارسل خلفه وقال: ما حملک ان تقول ما لم تقدر عليه؟ فقال: مهلا يا نبی الله انی عاشق والعشاق انما يتكلمون بلسان المحبة والعشق، لا بلسان العلم والتحقيق فاعجب ذلک سليمان انتهی- وفی ذلک، عذر عظيم للعشاق فی طريق اهل الله عز وجل كسيدی عمر بن الفارض واضرابه رضی الله عنهم اجمعين وفی قصة

موسی، مع الخضر علیہما السلام باب عذر عظیم لعلاء الشریعۃ و علماء الحقیقۃ و ان کان الذی وقع من موسی انما ھو عن نسیان لشرط الخضر علیہ فان فی ھذہ القصۃ اقامۃ عذر لمن انکر ولمن انکر علیہ لکان من شان اہل الطریق ان لا یقیموا الحجج علی من انکر علیہم لعلمھم بحجابہ عن طریقھم و انما یقولون لہ کما قال الخضر: (ھذا فراق بینی وبینک) (الکہف: ۷۸) ولو ان اھل اللہ اقاموا الحجۃ علی المنکرین علیہم لقدروا علی ذلک لما ھم علیہ من النور المبین، فلا تظن یا اخی انھم عاجزون علی اقامۃ الحجۃ و تنسبھم الی العامیۃ۔

ترجمہ: اور ہمیں یہ خبر پہنچی کہ ایک چڑے نے حضرت سلیمان بن داؤد علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے خیمے میں چڑیا کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا، وہ نہیں مانی تو وہ کہنے لگا کہ تیری محبت میرے دل میں یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اگر تو مجھے کہے کہ میں یہ قبہ سلیمان اور ان کے لشکر پر الٹ دوں تو ایسا کر گزروں۔ ہوا نے اس کی بات حضرت سلیمان علیہ السلام تک پہنچادی۔ آپ نے اسے بلا بھیجا اور فرمایا کہ تجھے کس چیز نے برانگیختہ کیا کہ تو ایسی بات کرتا ہے جس کی تجھ میں طاقت نہیں۔ تو اس نے عرض کی ''یا نبی اللہ! مجھے معاف فرمائیں۔ میں عاشق ہوں اور عشاق صرف عشق و محب کی زبان سے بات کرتے ہیں۔ علم و تحقیق کی زبان سے نہیں''۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس سے متعجب ہوئے۔ انتہی۔ اور اس میں اہل اللہ کے طریق میں جو عشاق ہیں ان کے لئے عظیم عذر ہے۔ جیسے حضرت عمر بن الفارض اور آپ جیسے دوسرے حضرات رحمہم اللہ۔

جب کہ آپ حضرت خضر علیہ السلام کی معیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں علماء شریعت اور علماء حقیقت کے لئے عذر عظیم کا دروازہ ہے۔ گرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو کچھ واقع ہوا وہ آپ پر حضرت خضر علیہ السلام کی لگائی ہوئی شرط کو بھول جانے کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ اس واقعہ میں عذر قائم کیا گیا ہے اس کے لئے جو انکار کرے، اور اس کے لئے جس پر انکار کیا جائے گویا اہل طریقت کی شان یہ ہے کہ ان پر جو انکار کرے اس کے خلاف دلائل قائم نہ کریں کہ وہ جانتے ہیں کہ ایسا شخص ان کے طریقے سے حجاب میں ہے۔ یہ حضرات تو اسے اسی طرح جواب دیتے ہیں جس طرح خضر علیہ السلام نے فرمایا: **ھذا فراق بینی و بینک** (الکہف) اور اگر اہل اللہ انکار کرنے والوں پر حجت قائم فرماتے تو کر سکتے تھے کہ وہ نور مبین پر ہیں۔

تو اے بھائی! یہ گمان مت کر کہ وہ حجت قائم کرنے سے عاجز ہیں۔ اور انہیں عدم بصیرت کی طرف منسوب نہ کر۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص ۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مشائخ کے شطحیات وہفوات:

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

و نیز مشائخ فرمودہ اند کہ کل حقیقۃ ردّتہا الشریعۃ فھی زندقۃ و از بعضے ازین طائفہ بسبب غلبۂ حال و سکر و محبت کلمات و اشارات صادر شدہ کہ بفہم اہلِ ظاہر در نیاید و بعضے اعمال و حرکات بوجود آمدہ کہ مخالف ظاہر فتوی شریعت باشد، و آنرا شطحیاتِ مشائخ و ھفواتِ ایشان خوانند و مبہمات و موھمات نیز گویند، کلمات مثل انا الحق و سبحانی ولیس فی جبتی سوی اللہ و انا

ہووہو انا۔ ومانندِ آن وافعال مثل تنویر لحیہ وخرق ثیاب والقائے دراھم در آب والقائے نفس در مہالک وامثالِ آن ومنشائے صدورِ ایں کلمات وافعال طفح سکر وغلبۂ حال وفقدانِ ضبط واختیار است۔

ترجمہ: مشائخ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس حقیقت کو شریعت رد کرتی ہو وہ بے دینی ہے اور اس گروہ میں سے بعضے لوگ حال کے غلبے اور محبت میں محویت کی وجہ سے کچھ ایسے کلمات اور اشارات زبان سے نکالتے ہیں جو اہلِ ظاہر کی سمجھ میں نہیں آتے اور ان میں سے بعض ایسے اعمال اور حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جو بظاہر شریعت کے فتوے کی مخالفت ہوتی ہیں اور ان کو مشائخ کی شطحیات اور ان کے ہفوات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ان کو مبہمات اور موہمات بھی کہتے ہیں۔ مثلاً "**انا الحق**" (میں خدا ہوں) یا "**سبحانی مااعظم شانی**" (میری شان کتنی بڑی ہے) یا "**لیس فی جبتی سوی اللّٰہ**" (میرے اندر اللہ کے سوا اور کچھ نہیں) یا "**اناھو وھوانا**" (میں وہ ہوں اور وہ میں ہے) اور اسی طرح کے اور دوسرے کلمات اور افعال کی مثال ہے جیسے ڈاڑھی سے روشنی کے نکلنے کی (حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کی طرف اشارہ ہے) اور کپڑے کے پیوند۔ اور ان درہموں کی بات کا دل میں آنا جو پانی میں پڑے تھے، اور اس بات کا دل میں پیدا ہونا کہ نفس ہلاکت میں مبتلا ہے۔ اور یہ مثالیں اور ان کلمات اور افعال کے صادر ہونے کا منشا در اصل طفحِ سکر، غلبۂ حال، ضبط اور اختیار کا فقدان ہے۔

(مرج البحرین، ص، ۳۴، محمد اعلیٰ، ناظم آباد، کراچی) (مرج البحرین، ص ۵۱)

قولِ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ اور اس کی توجیہ:

آپ کا قول ہے کہ **طاعتک لی یارب اعظم من طاقتی لک** اے میرے پروردگار! تیرا میری اطاعت کرنا میرا تیری اطاعت کرنے سے زیادہ عظیم ہے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ اے میرے پروردگار! میری دعا کو قبول فرمالینا یعنی میں گزارش کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما، مجھے معافی عطا فرما۔ اور میرا مواخذہ نہ فرما۔ تیرا اسے قبول فرمالینا اس سے کہیں زیادہ عظیم ہے کہ میں تیرے حکم کی تعمیل کروں اور تیری نہی سے رک جاؤں۔ کیونکہ تو عظیم ہے اور میں حقیر۔ تو آقا ہے اور میں بندہ اسی لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب والوں نے اس قسم کے الفاظ کو چھپا کر اسے دعا کا نام دے دیا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ بایزید علیہ الرحمۃ کی مراد یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا مطیع ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بلند و بالا ہے۔ یعنی دعا کو قبول فرمانا مراد ہے۔

دوسرا قول اور اس کی توجیہ:

آپ نے ایک قاری کو سنا کہ پڑھ رہا تھا **ان بطش ربک لشدید** یعنی تیرے پروردگار کی پکڑ البتہ سخت ہے آپ نے سن کر ایسی چیخ ماری کہ ناک سے خون بہنے لگا اور کہا **بطشی اشد من بطشہ بی**۔ یعنی میرا پکڑنا اس کے مجھے پکڑنے سے زیادہ سخت ہے، آپ کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مجھے پکڑنا تو رحمت کے ساتھ ہی مخلوط ہوگا کیونکہ اپنے بندے پر اس کی رحمت اس پر اس کے غضب پر غالب ہے۔ کیونکہ حدیث قدسی میں اس کا ارشاد ہے، **سبقت رحمتی غضبی** کہ میری رحمت میرے غضب سے آگے ہے۔ پس وہ اپنے بندے پر اس کی والدہ مشفقہ سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ جب کہ بایزید کی پکڑ ایسی نہیں وہ تو محض انتقام ہے جس میں رحمت کی آمیزش نہیں کیونکہ تنگی کی وجہ سے اس کا غضب اس کی رحمت پر غالب ہے۔ تو گویا اس کا اپنے بھائی کو پکڑنا اللہ تعالیٰ کے اسے پکڑنے سے زیادہ سخت ہے خصوصاً اپنے دشمن کو جب کہ اس پر قابو پالے تو قریب نہیں کہ اس پر دنیا و آخرت میں رحم فرمائے۔ شیخ محی الدین علیہ الرحمۃ وغیرہ نے

اس کی اس طرح تاویل کی ہے۔

شیخ شبلی علیہ الرحمۃ کے قول کی توجیہہ:

آپ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: کہ میری ذلت نے یہود کی ذلت معطل کردی۔ اس میں آپ کی مراد یہ ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میری عاجزی اس کے دربار میں یہود کی ذلت سے زیادہ بڑی ہے کیونکہ عاجزی والا اللہ تعالیٰ کی عظمت کے متعلق اپنی معرفت کے معیار پر ہی عاجزی کرتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ یہود کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا عرفان زیادہ رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کی عاجزی یہود کی ذلت سے زیادہ ہوگی۔

دوسرا قول اور اس کی توجیہہ

آپ سے یہ قول بھی منقول ہے **مافی الجبته الا اللہ یا مافی الجثة الا اللہ**۔ جثہ بمعنی بدن۔ یعنی جبہ یا جثہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں۔ اس سے آپ کی مراد یہ ہوسکتی ہے کہ میرے جسم میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کوئی فاعل نہیں۔ جیسا کہ بعض نے کہا: **مافی الکونین الا اللہ تعالیٰ** تو اس سے اس کی مراد کونین کی نفی ہرگز نہیں۔ اور نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خلق میں حلول فرمایا۔ کیونکہ اس نے جیسے کہ تو دیکھتا ہے کونین کا اثبات فرمایا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کا اور ان کے افعال کا خالق ٹھہرایا۔

قول شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کی توجیہہ

آپ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے میرے قلب نے غلطی سے میرے کی طرف سے یہ بات بیان کی یا مجھے میرے رب نے میرے قلب کی طرف سے یہ بات بیان کی۔ یا مجھے میرے رب نے مجھے اپنی طرف سے یہ بات بیان فرمائی۔ درمیان سے واسطے اٹھادیئے۔ آپ کی مراد یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے ایسے کلام فرمایا جس طرح انبیاء علیہم السلام سے فرمایا۔ اس سے صرف یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ الہام کے فرشتے کے ذریعے آپ کو بعض احوال کے بیان میں الہام فرماتا ہے۔ تو یہ حضور ﷺ کے اس ارشاد کی فہرست آتا ہے کہ اگر میری امت میں محدث (دال مشدد کی زبر کے ساتھ) ہو تو عمر ہے۔

اور اس کی وضاحت یہ ہے اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو جو وحی الہام ہوتی ہے اس میں اس وحی میں جو انبیاء علیہم السلام کو اپنے لئے یا اپنی امتوں کے لئے شریعت مقرر کرنے کے لئے ہوتی ہے فرق یہ ہے کہ نبی فرشتے کا مشاہدہ کرتا ہے اور اس کا کلام سنتا ہے۔ پس فرشتے کے مشاہدہ اور سماع کلام دونوں کا جامع ہوتا ہے جب کہ ولی اس طرح نہیں کیونکہ وہ فرشتے کی کلام سنتا ہے اس کا جسم نہیں دیکھتا اور اگر اس کا جسم دیکھے تو کلام نہیں سنتا اور اس میں راز یہ ہے کہ نبی شریعت جاری فرماتا ہے جب کہ ولی اس کی پیروی میں اپنے نبی ﷺ کی شریعت کی دعوت دیتا ہے جو کہ اس ولی کے نزدیک حتمی ثابت ہوتی ہے پس اسے کسی امر کے مزید انکشاف کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جب کہ نبی علیہ السلام شرح جدید جاری فرماتا ہے اور دوسری شرع منسوخ کرتا ہے تو اسے مزید انکشاف وتاکید کی ضرورت ہوتی ہے، پس اے بھائی وحی الہام اور وحی کلام میں فرق کرتا کہ تو سربرآوردہ علماء میں سے ہوجائے، شیخ ابوالمواہب الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح تقریر فرمائی ہے۔

(الیواقیت والجواہر ص: ۴۵ سے ۴۶)

امام غـــزالی علیہ الرحمہ کے قول کی تو جیہـــہ

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وممانقل عن الامام الغزالی رضی اللہ عنه انه قال: لیس فی الامکان ابدع مما کان، ولعل مراده رضی اللہ عنه ان جمیع الممکنات ابرزھا اللہ تعالیٰ علی صورة ما کانت فی علمه تعالیٰ القدیم، وعلمه القدیم لا یقبل الزیادة وفی القرآن العظیم (اعطی کل شیء خلقه) (طه: ۵۰) فلو صح ان فی الامکان ابدع مما کان ولم یسبق به علمه تعالیٰ للزم علیه تقدم جهل، تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ وھذا ھو معنی قول الشیخ محیی الدین بن العربی رضی اللہ عنه فی تاویل ذلک: ان کلام حجة الاسلام فی غایة التحقیق، لانه ما ثم لنا الا رتبتان قدم وحدوث، فالحق تعالیٰ له رتبة القدم، والحادث له رتبة الحدوث، فلو خلق تعالیٰ ما خلق الی ما لا یتناھی عقلا فلا یرقی عن رتبة الحدوث الی رتبة القدم ابدا، انتھی

۔وقد رایت مؤلفین للشیخ برھان الدین البقاعی رضی اللہ عنه فی تاویل ھذه الکلمة عن الغزالی رضی اللہ عنه، وکلاھما لم یحم حول ھذا الحمی، فالحمد للہ رب العالمین۔

ترجمہ: اور امام غزالی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: شاید اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ تمام ممکنات جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس صورت پر ظاہر فرمایا جو کہ اس کے علم قدیم میں تھی۔ اور اس کا علم قدیم اضافہ قبول نہیں کرتا اور قرآن عظیم میں ہے: أَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ۔ (سورۃ طٰہٰ آیت ۵۰) جس نے ہر چیز کو صورت عطا فرمائی) پس اگر یہ درست ہوتا کہ ممکنات میں اس سے زیادہ عجیب شے ہے جو پہلے تھی اور اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں نہیں تو جہالت کو مقدم کرنا لازم آیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے بہت بلند وبالا ہے۔ اور اس کی تاویل میں شیخ محی الدین بن العربی رضی اللہ عنہ کے اس قول کا یہی معنی ہے کہ حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کا کلام انتہائی تحقیق میں ہے۔ کیونکہ وہاں ہمارے سامنے دو ہی رتبے ہیں۔ قدیم اور حادث پس حق تعالیٰ کے لئے مرتبہ قدیم ہے۔ اور حادث کے لئے مرتبہ حدوث ہے۔ تو اگر اللہ تعالیٰ وہاں تک تخلیق فرمائے جس کی عقلی طور پر انتہاء نہیں پھر بھی مرتبہ حدوث سے کبھی اوپر نہیں جاسکتا۔ انتہی۔

اور میں نے شیخ برہان الدین البقاعی رضی اللہ عنہ کی دو تالیفات امام غزالی رضی اللہ عنہ کے اس کلمے کی تاویل میں دیکھی ہیں۔ اور دونوں ہی اس حد کو چھو نہیں سکتیں۔ **فالحمد للہ رب العالمین۔**

(المنن الکبری، الباب الرابع ص، ۲۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام غـــزالی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب قول کی نسبت کی تردید

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وممالم یصح نقله عن الامام الغزالی رضی اللہ عنه واشاع بعضھم عنه قولھم انه قال: ان للہ عبادا لو سالوه ان لا یقیم الساعة لم یقمها، وان للہ عبادا لو سالوه ان یقیم الساعة الآن لاقامها، فان مثل ذلک کذب وزور علی الامام حجة الاسلام رضی اللہ عنه

وارضاه، یجب علی کل عاقل تنزیه الامام عنه، لانه یرد النصوص القاطعة الواردة فی مقدمات الساعة، فیؤدی ذلک الی تکذیب الشارع ﷺ فیما اخبر وان وجد ذلک فی بعض مؤلفات الامام، فذلک مدسوس علیه من بعض الملاحدة۔ وقد رایت کتابا کاملا مشحونا بالعقائد المخالفة لاهل السنة والجماعة صنفه بعض الملاحدة صنف کتابا فی تنقیص الامام الاعظم ابی حنیفة رضی اللہ عنه، فکتب علیه کذب واللہ وافتری من اضاف هذا الکتاب الی حجة الاسلام، انتهی۔ وکذلک ذکر الشیخ مجد الدین الفیروز آبادی صاحب القاموس فی اللغة ان بعض الملاحدة صنف کتابا فی تنقیص الامام الاعظم ابی حنیفة رضی اللہ عنه واضافه الیه ثم اوصله الی الشیخ جمال الدین بن الخیاط الیمنی، فشنع علی الشیخ اشد التشنیع، فارسل الیه الشیخ مجد الدین یقول: انی معتقد فی الامام ابی حنیفة غایة الاعتقاد، وصنفت فی مناقبه کتابا حافلا: وبالغت فی تعظیمه الی الغایة، فاحرق هذا الکتاب الذی عندک، او اغسله فانه کذب وافتراء علیّ، انتهی۔ وکذلک مما لم یصح عن الشیخ ابی یزید رضی اللہ عنه ما نقله بعضهم من انه قال: ان آدم علیه السلام باع حضرة ربه بلقمة، انتهی فان الشیخ ابا یزید من جملة مشائخ رسالة القشیری الجامعین بین الشریعة والحقیقة، فکیف یصدر عنه مثل هذا الکلام الجافی فی حق السید آدم علیه السلام، فافهم، وکذلک مما لم یصح نقله عنه رضی اللہ تعالیٰ عنه ما نقله بعضهم من انه قال: لو شفعنی اللہ تعالیٰ فی الاولین والآخرین لم یکن ذلک عندی بکبیر، غایة الامر انه شفعنی فی لقمة طین، انتهی فان ذلک کلام من لم یشم رائحة الادب، فانه یبطل خصوصیة رسول اللہ ﷺ انتهی۔ وقد فتحت لک یا اخی باب الاجوبة عن علماء الاسلام من الفقهاء والصوفیة رضی اللہ عنهم اجمعین، فقس علی ذلک، واللہ سبحانه وتعالیٰ یتولی هداک والحمد للہ رب العالمین۔

ترجمہ: اور امام غزالی علیہ الرحمۃ سے آپ کا ایک قول جس کی نقل میں صحت نہیں جسے بعض لوگوں نے آپ کی طرف سے مشہور کیا ہے کہ آپ نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ اگر اس سے دعا کریں کہ قیامت قائم نہ تو اسے قائم نہیں فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے ایسے بھی بندے ہیں کہ اگر اس سے دعا کریں کہ ابھی قیامت قائم کردے تو کردے گا۔ پس ایسی باتیں امام حجۃ الاسلام رضی اللہ عنہ پر نرا جھوٹ اور بہتان ہے۔ ہر عاقل پر واجب ہے کہ امام کو ایسی باتوں سے بری سمجھے کیونکہ اس سے مقدمات قیامت کے بارے میں وارد ہونے والی نصوص قطعیہ کی تردید ہوتی ہے اور یہ شارع ﷺ کی خبروں میں تکذیب تک لے جاتی ہے۔ اور اگر یہ امام غزالی علیہ الرحمۃ کی بعض تالیفات میں پائی جاتی ہیں تو یہ بعض ملحدوں کی طرف سے آپ پر دسیسہ کاری کی گئی ہے۔ اور میں نے ایک کتاب پوری کی پوری اہل سنت وجماعت کے مخالف عقائد سے بھری ہوئی دیکھی ہے جسے بعض ملحدوں نے تصنیف کیا اور اسے امام غزالی علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کردیا۔ اس پر شیخ بدرالدین بن جماعۃ علیہ الرحمۃ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے اس پر لکھ دیا کہ واللہ اس نے جھوٹ کہا ہے اور بہتان لگایا ہے جس نے اس کتاب کو حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کیا۔ انتہی۔

اور اسی طرح شیخ مجدالدین فیروز آبادی صاحب علیہ الرحمۃ القاموس فی اللغۃ نے ذکر کیا ہے کہ بعض ملحدوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص میں ایک کتاب تصنیف کی اور اسے میری طرف منسوب کردیا۔ پھر اسے شیخ جمال الدین بن الخیاط یمنی علیہ الرحمۃ کے پاس پہنچادیا۔ پس شیخ نے میری

شدید مذمت کی۔ چنانچہ شیخ مجد الدین علیہ الرحمۃ نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا بغایت معتقد ہوں اور میں نے آپ کے مناقب میں ایک جامع کتاب تصنیف کی ہے جو کہ آپ کی انتہائی تعظیم پر مبنی ہے۔ پس آپ اس کتاب کو جو آپ کے پاس ہے جلادیں یا اسے دھوڈالیں۔ کیونکہ یہ مجھ پر جھوٹ اور بہتان ہے۔

اور اسی طرح شیخ بایزید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جس کی نقل آپ سے صحیح نہیں۔ جسے بعض نے نقل کیا ہے کہ آپ نے کہا ہے کہ آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی بارگاہ کو ایک لقمے کے عوض بیچ دیا۔ جبکہ شیخ بایزید علیہ الرحمۃ رسالہ القشیری کے مشائخ میں سے ہیں جو کہ شریعت وحقیقت کے جامع ہیں۔ پس آپ سے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے بارے میں ایسا مبنی بر جفا قول کیسے صادر ہوسکتا ہے۔ پس سمجھ لے۔

اور اسی طرح غیر صحیح نقل پر مبنی قول آپ کی طرف سے بعض نے نقل کیا کہ آپ نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ اولین وآخرین کے متعلق میری شفاعت قبول کر لے تو میرے نزدیک یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ اس امر کی حد صرف یہی ہے کہ مٹی کے ایک لقمے میں میری شفاعت قبول کر لی۔ انتہی۔ کیونکہ یہ کسی ایک شخص کا کلام ہے جسے ادب کی مہک تک نہیں پہنچتی۔ پس بیشک یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت کو باطل کرتا ہے۔

اور اے بھائی! میں نے تیرے لئے علماء اسلام، فقہاء اور صوفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کی طرف سے جوابات کا دروازہ کھول دیا ہے۔ پس اس پر قیاس کر۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ تیری ہدایت کا متولی ہو۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(المنن الکبری، الباب الرابع، ص ۲۰۷، ۲۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

قول بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی توجیہ

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی نے مثنوی شریف میں اس مقام کی خوب تفصیل فرمائی ہے اور تسلط جن سے اس کی توضیح کی ہے کہ انسان پر ایک جن مسلط ہو کر اس کی زبان سے کلام کرے اور رب عزوجل اس پر قادر نہیں کہ اپنے بندے پر تجلی فرما کر کلام فرمائے جو اس کی زبان سے سننے میں آئے بلاشبہ اللہ قادر ہے اور معترض کا اعتراض باطل، اس کا فیصلہ خود حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہو چکا ظاہر بینوں بے خبروں نے ان سے شکایت کی کہ آپ سبحانی ما اعظم شانی کہا کرتے ہیں، فرمایا: حاشا میں نہیں کہتا کہا آپ ضرور کہتے ہیں ہم سب سنتے ہیں فرمایا:

جو ایسا کہے واجب القتل ہے میں بخوشی تمہیں اجازت دیتا ہوں جب مجھے ایسا کہتے سنو بے دریغ خنجر ماردو، وہ سب خنجر لے کر منتظر وقت رہے یہاں تک کہ حضرت پر تجلی وارد ہوئی اور وہی سننے میں آیا سبحانی ما اعظم شانی مجھے سب عیبوں سے پاکی ہے میری شان کیا ہی بڑی ہے، وہ لوگ چار طرف سے خنجر لے کر دوڑے اور حضرت پر وار کئے جس نے جس جگہ خنجر مارا تھا خود اس کے اسی جگہ لگا اور حضرت پر خط بھی نہ آیا، جب افاقہ ہوا دیکھا لوگ زخمی پڑے ہیں، فرمایا: میں نہ کہتا تھا کہ میں نہیں کہتا وہ فرماتا ہے جسے فرمانا بجا، واللہ اعلم

(فتاوٰی رضویہ، ج ۱۴، ص ۶۶۶، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

''حق اور خلق دونوں ایک'' کا جواب:

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

ومن ذلک دعوی المنکر ان الشیخ علیه الرحمة جعل الحق والخلق واحدا فی قوله فی بعض نظمه فیحمدنی واحمده ویعبدنی واعبده بتقدیر صحة ذلک عنه۔ والجواب ان معنی یحمدنی انه یشکرنی اذا اطعته کما فی قوله تعالیٰ (فاذکرونی اذکرکم) (البقرة: ۱۵۲) واما فی قوله فیعبدنی واعبده ای یطیعنی باجابته دعائی کما قال تعالیٰ (لا تعبدوا الشیطٰن) (یس: ۵۹) ای لا تطیعوه والا فلیس احد یعبد الشیطان کما یعبد الله فافهم۔ وقد ذکر الشیخ فی الباب السابع والخمسین وخمسمائة من الفتوحات المکیة بعد کلام طویل ما نصه وهذا یدلک صریحا علی ان العالم ما هو عین الحق تعالیٰ اذ لو کان عین الحق تعالیٰ ما صح کون الحق تعالیٰ بدیعا انتهیٰ۔

ترجمہ: ان میں سے منکر کا یہ دعویٰ ہے کہ شیخ علیہ الرحمہ نے حق اور خلق کو ایک کر دیا جبکہ آپ نے اپنی ایک نظم میں یہ کہا کہ وہ میری حمد کرتا ہے اور میں اس کی حمد کرتا ہوں اور وہ میری عبادت کرتا ہے اور میں اس کی عبادت کرتا ہوں۔ اگر اس کی نسبت شیخ کی طرح صحیح ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یحمدنی کا معنی یہ ہے کہ جب میں اس کی اطاعت کرتا ہوں تو وہ میری قدر شناسی فرماتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے۔

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ۔

ترجمہ: تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۵۲)

رہا فیعبدنی واعبده کا مفہوم تو وہ ہے میری دعا قبول فرما کر میری اطاعت فرماتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ۔ (سورۃ یٰسین: ۶۰) یعنی **لا تطیعوه** اس کی اطاعت نہ کرو۔ ورنہ کوئی بھی شیطان کی عبادت نہیں کرتا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ اور شیخ ابن عربی قدس اللہ سرہ نے فتوحات مکیہ کے ۵۵۷ ویں باب میں طویل کلام کے بعد یوں ذکر کیا ''یہ تجھے اس امر پر صراحتاً دلالت کرتا ہے کہ عالم وہ حق تعالیٰ کا عین نہیں کیونکہ حق تعالیٰ کا عین ہوتا تو حق تعالیٰ کا بدیع ہونا صحیح نہ ہوتا۔ انتہیٰ۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص ۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمہ متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

خاکِ او ہم سیرتِ جاں مے شود		سرمۂ چشمِ عزیزاں مے شود

ترجمہ: اس (قبر) کی خاک (بعض برکات کے اعتبار سے) جان کی ہم سیرت ہو جاتی ہے (یعنی) وہ معزز لوگوں کی آنکھ کا سرمہ بن جاتی ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص ۵۷۸)

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

ومما انعم الله تعالیٰ به علی حال اشتغالی بالفقه: کثرة تاویلی للقوم کلامهم، وزجر من یطعن فی طریقهم بفهمه فلم یقع لی قط

التجریح فی الطائفة ولا فی طریقهم، کما یقع فیه کثیر من الفقهاء، وهذا من اکبر نعم الله تعالیٰ علیّ، حیث حفظنی من الانکار علی القوم حتی دخلت طریقهم، وکان رفقتی فی الاشتغال یلومونني علی عدم الانکار، ویقولون وهل ثم لنا طریق یتقرب به الی الله تعالیٰ غیر ما نحن علیه، فاسکت، واقول الله اعلم۔ وقد اجمع اهل الطریق علی انه ما انکر احد شیئا من المقامات علی اهل الطریق الا حرم ذلک المقام، ولو دخل فی طریقهم عقوبة له، وکنت اقول لرفقتی: اذا کنتم تؤولون کلام الحق تعالیٰ وکلام رسوله ﷺ مع وسع کلام الله تعالیٰ وکلام رسوله ﷺ، وعموم الخطاب به لجمیع العباد، فکلام الفقراء احق بالتاویل لضیقه وعدم عموم الخطاب به۔

ترجمہ: فقہ میں میری مشغولیت کی حالت میں قوم صوفیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے کلام کی کثرت سے تاویل کرتا ہوں اور جو اپنے فہم کے مطابق ان کے طریق میں طعن کرتا ہے اسے ڈانٹتا ہوں۔ پس مجھ سے کبھی بھی طائفہ اور ان کے طریق کے متعلق تنقیص واقع نہیں ہوئی جس طرح کہ اس میں کثیر فقہاء پڑتے ہیں۔ اور مجھ پر یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتوں میں سے ہے کہ اس نے مجھے قوم پر انکار سے محفوظ رکھا حتیٰ کہ میں ان کے طریق میں داخل ہوا اور اشتغال بالفقہ میں میرے ساتھی انکار نہ کرنے پر میری ملامت کرتے۔ اور کہتے: کیا اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرنے کے لئے کوئی طریق کامل ہے سوائے اس کے جس پر ہم ہیں۔ میں خاموش رہتا اور کہتا: اللہ اعلم۔ اور اہل طریق کا اس پر اجماع ہے کہ کسی نے اہل طریق کے کسی مقام کا انکار نہیں کیا مگر سزا کے طور پر وہ اس مقام سے محروم رہتا ہے۔ گرچہ وہ ان کے طریق میں داخل ہو جائے اور میں اپنے رفقاء سے کہتا: جب تم لوگ حق تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے کلام کی اس کی وسعتوں اور تمام بندوں کے لئے عموم خطاب کے باوجود تاویل کرتے ہو تو کلام فقراء اس کی تنگی اور عموم خطاب نہ ہونے کی وجہ سے تاویل کا زیادہ مستحق ہے۔

(المنن الکبریٰ، الباب الاول ص، ۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

کفرِ شریعت اور کفرِ حقیقت:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

۲۹۔معرفت: کسے را بمحض فضل می خواهند که بدولت ترقیات مشرف سازند در هر مقامے او را فنا و بقا ارزانی می دارند۔ تا زمانے که، در مقام تحت فنا و بقا متحقق نشود عروج ازان بفوق متصور نیست۔ سنة الله التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنة الله تبدیلا۔

عزیزے می فرماید

بکفر و باسلام یکسان نگر		که هر یک ز دیوانِ او دفتریست

بکفر و اسلام یکسان نگریستن وقت غلبۀ توحید است و افراط سکر که در مقام جمع صرف است و آن موطن فنا و استهلاک است و این دید نه باختیار سالک است پس هر آئینه معذور باشد و هر سالکے را که ازین بمقام نگذرانند و بمقام فرق بعد الجمع نرسانند بوئے از اسلام حقیقی بمشام جان او نخواهد رسید و در کفر حقیقی محبوس ابد خواهد ماند و مرضئ حق سبحانه را از نامرضی او تعالیٰ امتیاز نتواند کرد

هر کس که کشته گشت از ان خال هندوش		گرچه شهید رفت مسلمان نمی رود

خال هند و منبئ از ظلمت و استتار است که مناسب مقام کفر است بمسلمانی مناسبتے ندارد و همچنان که در مرتبۂ شریعت عدم امتیاز میان اسلام و کفر کفر شریعت است در مرتبۂ حقیقت عدم امتیاز میان این هر دو کفر حقیقت است۔

وایضاً پیش از ظهور غلبۂ حال عدم امتیاز میان اسلام و کفر چنانکه نزد اهل شریعت کفر است نزد اهل حقیقت نیز کفر است ومذموم اگر اختلافے هست میان و اهل شریعت و اهل حقیقت در صورت غلبۂ حال است در رنگ منصور حلاج که مغلوب حال بوده است اهل شریعت بکفر او حکم کرده اند نه اهل حقیقت اما نزد اهل حقیقت هم منقصت دامنگیرِ اوست از کاملان نمی شمرند واز مسلمانان حقیقی نمی انگارند۔ این شعر منصور باین معنی شاهداست

کفرت بدین الله والکفر واجب		لدی وعند المسلمین قبیح

پس پیش از ظهور غلبۂ حال تقلید ارباب احوال نمودن وتمیز نا کردن از بے تمیزی است والحاد وزندقه و کفر شریعت وحقیقت است اعاذ نا الله سبحانه وجمیع المسلمین من امثال هٰذه التقلیدات۔ شایان شان تقلید علوم شرعیه است نجات ابدی منوط بتقلید حنفی وشافعی است اقوال جنید وشبلی رحمهم الله از برائے دو مصلحت بکار مے آیند پیش از ظهور احوال استماع این اقوال طالبان راتشویقے بآن احوال می بخشد ووجدے پیدا می آرد بعد از ظهور احوال همین اقوال را مصداق محک احوال خود می سازند وبغیر این دو مصلحت اقوال ایشان را دانستن وغور کردن دران ممنوع است احتمال ضرر غالب است عاقلان در محلے که توهم ضرر باشد اقدام نمی نمایند فکیف که ظن غالب باشد۔

۲۹۔معرفت: (کارکنانِ قضاوقدر) جس کسی کو محض اپنے فضل سے ترقیات کی دولت سے مشرف فرمانا چاہتے ہیں ہر مقام میں اُسے فناء اور بقا عطا فرمادیتے ہیں۔ جب تک اس کو نزول کے مقام میں کچھ فنا اور بقا میسر نہ آجائے، اس مقام سے اوپر کی طرف عروج کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا یہی اللہ ﷻ کا طریقہ ہے جو اس سے پہلے بھی گذر رہا ہے اور تم اللہ تعالیٰ کے طریقے میں کسی قسم کی تبدیلی ہرگز نہیں پاؤ گے ایک عزیز فرماتے ہیں۔

بکفر و باسلام یکسان نگر		که هر یک ز دیوانِ او دفتریست

ترجمہ: کفر اور اسلام کو یوں جانتے ہیں دو دفتر اس کے ہی دیوان کے

کفر اور اسلام کو ایک ہی نظر سے دیکھنا غلبۂ توحید اور افراطِ سُکر کے وقت میں ہوا کرتا ہے، جو جمع محض کے مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ فنا اور بالاک ہوجانے کا مقام ہے اور یہ دیکھنا سالک کے اپنے اختیار سے نہیں ہوتا۔ لہذا قطعاً معذور ہوتا ہے۔ جس سالک کو اس مقام سے گذرنا نصیب نہ ہوا اور وہ فرق بعد الجمع کے مقام تک رسائی حاصل نہ کرسکے، حقیقی اسلام کی بُو اس کے مشامِ جان تک کبھی بھی نہیں پہنچ سکے گی اور وہ تا ابد کفرِ حقیقی میں گرفتار رہے گا اور حق تعالیٰ سبحانہ کی رضامندی کو اس کی ناراضگی سے جدا نہیں کرسکے گا۔

هر کس که کشته گشت از ان خال هندوش		گرچه شهید رفت مسلمان نمی رود

ترجمہ: اسکے سیاہ تل پہ جو قربان ہوگیا، ہوکر شہید بھی وہ مسلماں نہیں رہا

خالِ ہندوی (سیاہ تل) تاریکی اور پوشیدگی کی خبر دیتا ہے جو کہ مقامِ کفر ہی کے مناسب ہے مسلمانی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ اور جس طرح مرتبۂ شریعت میں اسلام اور کفر کے درمیان امتیاز نہ کرنا کفرِ شریعت ہے، اسی طرح حقیقت کے مرتبہ میں ان دونوں کے درمیان امتیاز نہ کرنا کفرِ حقیقت ہے۔ نیز غلبۂ حال کے ظہور سے پہلے، اسلام اور کفر کے درمیان امتیاز نہ کرنا جس طرح اہلِ شریعت کے نزدیک کفر ہے، اہلِ حقیقت کے نزدیک بھی کفر ہے اور قابلِ مذمت ہے اہلِ شریعت اور اہلِ حقیقت کے درمیان اگر کچھ اختلاف ہے تو وہ غلبۂ حال کی صورت میں ہے جیسا کہ منصور حلاج علیہ الرحمۃ کا معاملہ ہوا جو کہ مغلوب الحال تھا۔ اہلِ شریعت نے اس کے کفر کا حکم دیا ہے۔ اہلِ حقیقت نے نہیں۔ تاہم اہلِ حقیقت کے نزدیک بھی کوتاہی اس کی دامنگیر ہے وہ اسے کاملین میں سے شمار نہیں کرتے ۔ اور حقیقی مسلمانوں میں سے نہیں سمجھتے منصور کا یہ شعر اسی مضمون کا شاہد ہے۔

كفرت بدين الله والكفر واجب		لدى وعند المسلمين قبيح

ترجمہ: ہوا کافر میں دینِ حق سے مجھ پر کفر واجب ہے، اگرچہ سب مسلمانوں کے ہاں یہ کفر بدتر ہے

تنبیہ: لہٰذا غلبۂ حال کے ظہور سے پہلے، اصحاب احوال کی پیروی کرنا اور فرق نہ کرنا بدتمیزی ہے، الحاد و زندقہ ہے، کفرِ شریعت و حقیقت ہی اللہ سبحانہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ایسی تقلیدات سے محفوظ رکھے۔ تقلید کے شایانِ شان تو علوم شرعیہ ہی ہیں۔ نجاتِ ابدی (مذہب) حنفی اور (مذہب شافعی) کی تقلید ہی میں منحصر ہے۔ (حضرت سیدنا شیخ المشائخ) جنید بغدادی علیہ الرحمۃ اور امام شبلی علیہ الرحمۃ کے اقوال دو مصلحتوں سے کارآمد ہوتے ہیں۔ ظہورِ احوال سے پہلے ان اقوال کا سننا طالبین کیلئے ان احوال کی طرف شوق دلانے کا باعث بنتا ہے اور ایک قسم کا وجد پیدا کر دیتا ہے۔ ظہورِ احوال کے بعد وہ انہی اقوال کو اپنے احوال کی کسوٹی و مصداق بنا لیتے ہیں۔ ان دونوں مصلحتوں کے بغیر ان حضرات (رحمۃ اللہ علیہم) کے اقوال کو جاننا اور ان میں غور و فکر کرنا ممنوع ہے، اس میں نقصان کا احتمال غالب ہے۔ اور جس مقام میں ضرر کا ذرا بھی وہم پایا جاتا ہو، عقلمند لوگ اس کی طرف پیشقدمی نہیں کرتے، تو جہاں ظن غالب ہو وہاں کیسے ممکن ہے۔

(معارف لدنیہ، معرفت، ۲۹، ص، ۵۶، تا ۵۸، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

((شیخ محی الدین بن العربی)) ۔ قدس سرہ۔ اگر این فرق را ملاحظہ می فرمود کہ این فقیر بہ آن مھتد گشتہ است، ہر گز عجز معرفت را بہ جھل یاد نمی کرد و آن را عدم علم نمی شمرد و آنجا کہ گفتہ: فمنا من علم و منا من جھل فقال العجز عن درک الادراک ادراک و بعد از آن علوم، شق اول را بیان نمودہ است و بہ آن مباھات فرمودہ و آن علوم را مخصوص بہ خود دانستہ و گفتہ کہ خاتم الانبیاء نیز این علوم را از خاتم الاولیاء اخذ می نماید۔ و خاتم الولایۃ المحمدیۃ خود را گفتہ و از این راہ مورد مطاعن خلایق گشتہ [است] و شراح ((فصوص)) در توجھات آن، صرف ھمم نمودہ اند۔

و نزد فقیر بلکہ توان گفت فی الحقیقت این علوم کہ شیخ گفتہ است، بہ مراتب پایان تر از آن عجز است، بلکہ بہ آن عجز نسبت ندارد، کہ بہ ظلال وابستہ است۔ و عجز در آن موطن، اصل است۔

سبحان اللہ! قائل این قول، ((حضرت صدیق)) است۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ چنانچہ گفتہ اند و مصدر ظھور این عجز او۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کہ رأس عرفا و رئیس صدیقان است۔

علم چه بود که از آن عجز سبقت نماید و کدام قادر بود که از آن عاجز پیش قدم باشد۔ بلی! هر گاه به خواجهٔ (منظور رسول اللہ ﷺ می باشد۔) ((صدیق))۔ علیه و علیٰ اله الصلوة و السلام۔ چنان گوید، اگر به ((صدیق)) چنین گوید، چه توان کرد۔

عجب معامله است! ((شیخ)) با این گفتگو و با این شطح خلاف جواز، از مقبولان به نظر می در آید و در عداد اولیا مشاهد می گردد۔ با کریمان کارها دشوار نیست۔

آری! گاهی بود که به دعایی رنجند و گاهی بود که به دشنامی می خندند، رد کنندهٔ ((شیخ)) در خطر است و قبول کنندهٔ او، باسخنان او نیز در خطر۔ ((شیخ)) را قبول باید کرد و سخنان خلافی او را قبول نباید کرد، این است طریق وسط در قبول و عدم قبول ((شیخ)) که اختیار این فقیر است۔ و اللہ اعلم بحقیقة الحال۔

حضرت سیدنا معارف آگاہی شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ اگر اس فرق کو ملاحظہ کر لیتے جس کی اس فقیر (قبلہ درویشاں مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کو راہنمائی ہوئی ہے تو ہرگز معرفت سے عجز کو جہل سے تعبیر نہ کرتے اور اُسے عدم علم نہ سمجھتے۔ جیسا کہ انہوں نے کہا ہے کہ ”کچھ ہم میں سے وہ ہیں جنہوں نے جانا اور کچھ وہ ہیں جو جاہل ہیں اور پھر کہا ادراک کے درک سے عاجز آ جانا بھی ادراک ہے۔“ اور اس کے بعد شق اوّل کے علوم کو بیان کیا ہے اور اس پر فخر کیا ہے اور ان علوم کو اپنے سے مخصوص سمجھا ہے اور کہا ہے کہ خاتم الانبیاء بھی ان علوم کو خاتم الاولیاء سے حاصل کرتے ہیں اور اپنے آپ کو ولایت محمدیہ ﷺ کا خاتم کہا ہے اور اس وجہ سے خلقت کے طعنوں کا مورد بنا ہے اور فصوص کے شارحین نے اس عبارت کی توجیہات میں اپنی ہمتیں صرف کی ہیں اور اس فقیر (قبلہ درویشاں مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کے نزدیک بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ حقیقت میں یہ علوم جو شیخ نے بیان کئے ہیں کئی درجے عجز سے نیچے ہیں بلکہ اس عجز سے کوئی نسبت ہی نہیں رکھتے کیونکہ وہ علوم ظلال سے وابستہ ہیں اور عجز اس مقام میں اصل ہے۔

سُبحان اللہ اس قول کے قائل حضرت سیدنا امیر المومنین ابوبکر صدیق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ راویوں نے کہا ہے اور اس عجز کے ظہور کا مصدر بھی وہی ہیں جو عارفوں کے سردار اور صدیقوں کے رئیس ہیں علم کی کیا حقیقت ہے اور اس عجز سے سبقت کرے اور وہ کون سا قادر ہے جو اس عاجز سے آگے قدم رکھ سکے۔ ہاں جب وہ شیخ حضرت صدیق کے سردار ﷺ کے متعلق اس طرح کہہ سکتا ہے تو اگر صدیق کے متعلق ایسا کہہ دے تو اس کا کیا کیا جا سکتا ہے۔ عجیب معاملہ ہے کہ حضرت سیدنا معارف آگاہی شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ اس طرح کی گفتگو اور اس شطح کے باوجود جو کہ ناجائز ہے مقبولین سے نظر آتا ہے اور اولیاء کے شمار میں مشاہد ہوتا ہے۔

ع

باکریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ: کئی کام کریم لوگوں پر دشوار نہیں ہوتے۔

ہاں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دُعا سے ناراض ہوتے ہیں اور کبھی گالی سے ہنستے ہیں۔ حضرت سیدنا معارف آگاہی شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کو ردّ کرنے والا خطرے میں ہے اور اس کو ایسی باتوں سمیت قُبول کرنے والا بھی خطرے میں ہے۔ حضرت سیدنا معارف آگاہی شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کو قُبول کرنا چاہئے

اور اس کی اختلافی باتوں کو بھی قبول نہ کرنا چاہئے۔ یہ ہے شیخ کو قبول کرنے اور نہ کرنے کے متعلق متوسط راہ جو اس فقیر (قبلہ درویشاں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کی پسندیدہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقت کو بہتر جانے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۷۷، ج ۲، ص ۵۳۹، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

مکاشفہ ۳۹: می فرمودند شیخ ابن عربی علیہ الرحمۃ با این همه گفتگو و با این همه شطح خلاف از مقبولان بنظر می درآید و در عداد اولیاء مشاهد:

با کریمان کارها دشوار نیست

آرے گاهے بود که بدعائے برنجبد و گاهے بود که بدشنامے بخنند. رد کنندۂ شیخ در خطرست و قبول کنندۂ او ر باسخنان او نیز در خطر۔ شیخ را قبول باید کرد و سخنان خلافی او را قبول نبایه کرد این ست طریق وسط در قبول و عدم قبول او که اختیار این فقیر است

مکاشفہ نمبر ۳۹: آپ (امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) فرماتے تھے کہ حضرت سیدنا معارف آگاہی شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ اپنے تمام بیانات اور شطحیات کے باوجود اللہ تعالیٰ کے مقبولین میں نظر آتے ہیں اور اولیائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے ظاہر ہوتے ہیں۔

ع

با کریمان کارها دشوار نیست

ترجمہ: کئی کام کریم لوگوں پر دشوار نہیں ہوتے۔

کبھی دعاء سے رنجیدہ ہوتے ہیں اور کبھی گالیوں پر ہنستے ہیں حضرت سیدنا معارف آگاہی شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کا منکر بھی خطرے میں ہے اور ان کے بیانات کو قبول کرنے والا بھی خطرے میں ہے۔ (اس لیے) حضرت سیدنا معارف آگاہی شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کو تو قبول کر لینا چاہیے، لیکن ان کی شطحیات کو قبول نہیں کرنا چاہیے ان کے قبول کرنے اور نہ کرنے کا درمیانی طریقہ اس فقیر (امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کا یہی ہے۔

(حضرات القدس، ج ۲، ص ۱۰۶، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

معارف واسرار حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ:

حضرت غوث الاسلام والمسلمین شاہ غلام علی عبداللہ مجددی، دہلوی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۲۴۰ھ لکھتے ہیں:

میفرمودند معارف حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ موافق کتاب وسنت است وجائی که اعتراضات وارد نموده اند ایشان خود جواب آنرا تحریر فرموده نزد اهل انصاف کافیست وبسا کلمات که ارباب ظاهر بران گرفتها می نمایند از اولیائے کرام رحمهم اللہ علیهم اجمعین صادرشده بتاویل درست نمی شود پس هر تاویلی که در چنین سخنها کرده میشود از غلبه احوال یا از عدم مساعدات الفاظ بمعانی مقصوده یا امر الٰهی یا اظهار آں در کلام ایشان نیز جاریست۔

فرمایا: حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے معارف کتاب وسنت کے مطابق ہیں اور وہ مقامات کہ جہاں اعتراض وارد ہوئے ہیں، کے جواب آپ نے خود تحریر فرمادیے ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی، ج، ۱، مکتوب، ۲۰۹، ج، ۳، مکتوب، ۸۸، ۹۲، ۱۲۱) جو اہل انصاف کے نزدیک کافی ہیں۔

بہت سے کلمات جن پر علمائے ظاہر گرفت کرتے ہیں، دیگر اولیائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے بھی صادر ہوئے ہیں وہ بلا تامل درست نہیں ہوتے۔ ہر تاویل جو ایسے کلام کی، کی جائے وہ غلبہ احوال (سکر) یا الفاظ کا معانی کے بیان کے لیے کفایت نہ کرنا، یا ان باتوں کے اظہار کے لیے حکم الٰہی ہونا، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے کلام سے بھی ثابت ہے۔

(مقامات مظہری، فصل، چہارم، ص، ۶۹، حقیقت کتاب، ترکیہ)

سوال: (۴) اب ذرا انصاف سے کام لیں یہ جنونی خواب اور کشف کون سی کیفیت میں تھا؟

(۱۰) خلیفہ امان گل صاحب اپنا خواب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خواب دیکھتا ہوں کہ میرے ساتھ بہت سارے لوگ ہیں بعض سالکین ہیں اور بعض غیر سالکین ہیں اور ہم سب اکٹھے نبی کریم ﷺ کی ملاقات کے لیے جا رہے ہیں اور ایک کچے روڈ پر جا رہے ہیں اتنے میں یہ صدا آئی کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مرشدنا اخندزادہ سیف الرحمن پیرارچی صاحب علیہ الرحمۃ بھی موجود ہیں اس کے بعد جب ہم نے کچے روڈ کو کراس کرتے ہیں تو ایک پکے روڈ پر پہنچتے ہیں اس پکے روڈ پر ملائکہ کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں کہ غیر سالک اس پکے روڈ کو داخل نہیں ہوسکتا۔ تو غیر سالک وہاں رہ جاتے ہیں اور ہم سالکین علیہ الرحمۃ آگے چلتے ہیں تو کچھ آگے دیگر ملائکہ کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو کوئی سالک اپنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے قطع ہونے کی قربانی دے سکتا ہے وہ آگے جا سکتا ہے ورنہ نہیں جا سکتا تو قربانی دے نے والے سالکین آگے جاتے ہیں تو وہاں کچھ آگے دیگر ملائیک کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو کوئی ایک ہاتھ کی قربانی دے سکتا ہے وہ آگے جا سکتا ہے ورنہ نہیں جا سکتا تو یہاں بھی قربانی دینے والے سالکین آگے جاتے ہیں اسی طرح جب ہم آگے جاتے ہیں تو آنکھوں کی قربانی نوں کی قربانی، زبان کی قربانیاور دیگر اعضا، بدن کی قربانی، دینے کے مواضع علی الترتیب سامنے آئے ہیں تو قربانی دینے والے ہی آگے جاتے ہیں۔ آخر میں ایک پھاٹک سا لگا ہوتا ہے جسکی آفائیڈ (دوسری طرف) حضرت رسول اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اور حضرت آخندزادہ سیف الرحمٰن صاحب کھڑے ہوتے ہیں۔ لیکن اس پھاٹک سے صرف وہ سالکین آگے جا سکتے ہیں جو کہ سر کی قربانی دینے کو تیار ہوتے ہیں۔ تو دیکھتا ہوں کہ اس مقام سے صرف حضرت ردیف الکمالات محمد شاہ روحانی صاحب، مولوی یار محمد صاحب، اور مولوی عبدالحیٔ صاحب زعفرانی، آگے جا سکتے ہیں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) اور حضرت نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ سے جا ملتے ہیں۔

ع

ہر کہ او در عشق دعوہ کند		خالقش صد امتحان بروے کند

(ہدایت السالکین، ص، ۳۳۰)

سوال: (۵) خواب سات (۷) خلیفہ امان گل سیفی صاحب کراچی والے نے اپنا واقعہ کشف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ۱۳۶۹ھ جمعہ کی رات کو میں نے ایک عجیب واقعہ کشف دیکھا۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے حضرت اخندزادہ سیف الرحمن صاحب علیہ الرحمۃ کے اسم مبارک کی جز اول (یعنی سیف) اور جز ثانی (یعنی

الرحمن) کے بارے عجیب وغریب معارف دیکھ لیے۔

جزاول (سیف) کے بارے میں یہ مشہود ہوا کہ یہ دنیا میں ہر باطل کوتوڑتا ہےاور ختم کر دیتا ہے۔

اور جز ثانی (الرحمن) میں نظر آیا کہ لوگوں کی ارواح کو فوق العرش مراتب تک عروج دیتا ہے۔ یہ حضرت صاحب کے اسمی خوارق ہیں۔ یہ (سیف) وہی تلوار ہے کہ جہاد بدر میں مشرکین کی گردنیں اس کے ذریعہ کاٹ دی گیں نبی اکرم ﷺ واقعہ میں مجھے ارشادفرماتے ہیں کہ یہ (سیف) میری تلوار کی روح ہے کیونکہ دنیا میں اس (سیف) کے مقابلے میں باطل قیام نہیں کرسکتا۔ دیگرخوارق اس (سیف) کے یہ ہیں کہ بہت سارے سالکین حضرت صاحب کی محبت کے جزبہ میں سر کے بغیر لاشیں نظر نہیں آتی ہیں کہ حضرت صاحب کے سامنے اپنے سروں کوقربان کیے ہیں۔ اور (رحمن) میں ہی خوارق نظر آتے ہیں کہ اللہ تعالی کے اسم (الرحمن) کیساتھ مشارکت ہے(جوکہ اشتراک اسمی ہے)اورعرش پر سطور اور قائم ہے اس بات میں کوئی شک نہ کریں وغیرہ وغیرہ۔

(ہدایت السالکین،ص،۳۲۸)

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی ، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ، متوفی ،۱۰۴۵ھ، لکھتے ہیں:

غالبا بعضی سخنان ن سکریه و کلمات عالیه برزبان حضرت مولانا رفته برده منکران سخن چین آنرا به سلطان وقت رسانیده اند۔ چون آن، ماجرا به مولانا رسیده این کلمات را به سلطان نوشته درمقام تعلیم و تلقین طالبان به هھت مناسب استعداد هریک از ایشان از ذکر این نوع سخنان چاره نیست والا فقیر در صحبتها حتی الامکان ازین سخنان در میان نمی آید ولیکن گاهی بی اختیار کشیدن کشندگان بران،می آرد:

آهن ربای جذب حریفان گشود حرف		ورنه درین طریق ز گفتار فارغیم

نسمه: فرمود استماع سخنان این طایفه علیه را وجودی باید که تهی وفانی شده باشد از جمیع اوصاف بشریت۔ ازینجاست که جمعی که ازین، معنی هیچ بهره نداشته اند تکفیر این اکابر نموده اند و اگر کسی حالی نداشته باشد اما از روی صدق و اخلاص سخنان، ایشان را، گوید و شنود رفته به حال رساند۔

حالت سکر میں چند باتیں اور چند کلمات عالیہ غالباً حضرت مولانا کی زبان پر آ گئے تھے بعض سخن چیں معترضین نے یہ بات سلطان وقت تک پہنچادی مولانا کو جب اس شکایت کی خبر ہوئی تو مولانا نے وضاحت کے لیے بادشاہ وقت کو وہ کلمات لکھے اور فرمایا کہ طالبین طریقت کی تعلیم وتلقین کے لیے ان کی استعداد کی مناسبت سے ان کلمات کے سوا چارہ نہیں ورنہ یہ عاجز اپنی عام صحبتوں میں حتیٰ الامکان ان چیزوں سے احتراز کرتا ہے لیکن کبھی کبھی مجبوراً یہ کلمات درمیان میں لانے پڑتے ہیں۔

آهن ربای جذب حریفان گشود حرف		ورنه درین طریق ز گفتار فارغیم

ترجمہ: کبھی کبھی حریفوں کا دل کھینچنے کے لیے ہم رکاب کا سہارا لیتے ہیں ورنہ اس راستہ میں ہم گفتگو سے فارغ ہیں۔

آپ نے فرمایا درویشوں کی بات سننے کے لیے ایسی ہستی درکار ہے جو تمام اوصاف بشریت سے خالی اور فانی ہو یعنی صفت فنا کی آشنا اور اس سے متصف اسی لیے وہ لوگ جو ان صفات سے متصف نہیں درویشوں پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں اور اگر کوئی صاحب حال نہ ہو لیکن سچائی اور اخلاص سے درویشوں کی باتیں کرتا اور انہیں

سنتا ہو تو وہ کیفیات سے متصف ہوتا جائے گا۔

(نسمات القدس، ص، ۲۶۴، ۲۶۵)

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۴۵ھ، لکھتے ہیں:

دشمنی اهل دل (خرد) جز دشمنی با خویش نیست

ترجمہ: اہل اللہ کے ساتھ دشمنی کرنا درحقیقت اپنے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔

(نسمات القدس، ص، ۲۷۳)

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

مخدوما حضرت قطب عرفا مؤیدالدین الرضی خواجۂ ماهر گاه درآخر کار فرموده باشند که بیقین یقین معلوم شد که توحید کوچۂ تنگ،است شاهراه دیگراست، بازآن مخدوم می نویسند که آنحضرت در شهود وحدت در کثرت بوده اند هما ناکه آن ملاذبر قصۂ صدوراین عبارتِ شریفه از آنحضرت مطلع نشده اند که بتاویل آن مسارعت می نمایند نه آنست که مجرد این عبارت از ایشان سرزده باشدتا آنرا تاویل کنندو از ظاهر صرف نمایندهر چند قابل تاویل نبود صدور این عبارت عالیه منبی از معاملات ست و مبنی بر مقدم است

بیت

آسوده شبے باشدو خوش (باید) مهتابے		تابوتو حکایت کنم ازهربابے

هر گاه آنحضرت چنین فرمایندو درین مقام باشند آن ملاذاحق بمتابعت ایشانند هر چند مغلوب حال باشند تقلید پیر از دست ندهند و آنچه،فرموده اند که این معرفت بادلائل نقلیه و عقلیه مساعداست دلائل نقلیه که درین باب می آرندا کثر شان ازقبیل متشابهات است که البته از ظاهر مصروف است و مؤدل ست و ادله عقلیه غیر از اقناعیات که سخن رادران جاجایگاهست چه چیز خواهد بود۔ محقق دوانی رحمه اللہ تعالیٰ می نوسید که این مسئله ورائے طور عقل است و مالانا عبدالرحمن جامی قدس سرہٗ می فرمایند که ورائے طور عقل طوریست که دران طور بطریق مکاشفه ومشاهده چیز چند منکشف می گردد که عقل ازدرک آن عاجزاست همچنانکه حواس ازادراک معقولات که مدرک عقل استِ عاجزاندو دراں طور محقق شده است که حقیقت وجود که عین واجب الوجود است نه کلی است نه جزئی الخ

میرے مخدوم! جبکہ ہمارے خواجہ حضرت قطب عرفا مؤید الدین الرضی علیہ الرحمۃ انجام کار میں فرماتے ہوں کہ یقین کامل کے ساتھ معلوم ہو گیا کہ توحید ایک تنگ کوچہ ہے شاہراہ کوئی اور ہی ہے۔ پھر بھی وہ مخدوم (آپ) تحریر فرماتے ہیں کہ وہ (حضور سیدی قطب الارشاد خواجہ محمد رضی الدین محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ) وحدت در کثرت کے مشاہدہ میں رہے ہیں، شاید کہ وہ جائے پناہ (آپ) ان حضرت عالی قدس سرہ سے اس عبارت شریفہ کے صادر ہونے کے قصہ پر مطلع نہیں ہوئے ہیں جو اس کی تاویل میں جلدی کر رہے ہیں، ایسا نہیں ہوا ہے کہ صرف یہی عبارت ان (برہان حقیقت امام شریعت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) سے واقع ہوئی ہوتا کہ اس کی تاویل کریں اور ظاہر سے اس کو دوسری طرف لے جائیں اگرچہ وہ تاویل کے قابل نہ ہو، اس عبارت عالیہ کا صدور (کچھ) معاملات کی خبر دیتا اور

(چند) مقدمات پر مبنی ہے۔

بیت

آسودہ شبے باشد و خوش (بای د) مهتابے		تابو تو حکایت کنم ازهربابے

ترجمہ: ایک آرام وراحت کی رات ہواور چاندنی خوب چھٹکی ہوئی ہوتا کہ میں تجھ سے ہر طرح کی گفتگو کروں۔

جبکہ حضور سیدی قطب الارشاد خواجہ رضی الدین محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ اس طرح فرمائیں اور اس مقام میں ہوں تو آنجناب (برہان حقیقت امام شریعت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) ان کی متابعت کے زیادہ حقدار ہیں، آپ اگر چہ مغلوب حال ہوں پیر کی تقلید کو ترک نہ کریں۔اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ ''عقلی ونقلی دلائل اس معرفت کی تائید کرتے ہیں''، جو نقلی دلائل اس بارے میں لوگ لاتے ہیں ان میں سے اکثر متشابہات کی قسم سے ہیں کہ وہ لازمی طور پر ظاہر سے دوسری طرف پھیرے ہوئے اور تاویل کئے گئے ہیں اور دلائل عقلیہ اقناعیات (قانع اور قائل کردینے والے ہونے) کے سوا جن میں کلام کی گنجائش رہتی ہے اور کیا چیز ہوں گے محقق دوانی (حضرت سراج السالکین مولانا جلال الدین علیہ الرحمۃ) لکھتے ہیں کہ یہ مسئلہ طریقۂ عقل سے ماوراء ہے۔اور راز دار حقیقت برہان شریعت مولانا عبدالرحمن جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ طریقۂ عقل کے علاوہ ایک اور طریقہ ہے کہ جس طریقہ میں مکاشفہ ومشاہدہ کے طریق پر چند چیزیں منکشف ہوجاتی ہیں کہ عقل ان کے ادراک سے عاجز ہے جس طرح کہ حواس معقولات کے ادراک سے جو کہ عقل سے معلوم ہوتے ہیں عاجز ہیں اور اس طریقہ میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حقیقت وجود جو کہ عین واجب الوجود ہے نہ کلّی ہے نہ جزئی۔الخ''

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، اول، مکتوب، ۲۳۰ ص، ۴۱۵، ۴۱۶، اسرار محمد خان، ۳۷۰، گارڈن ویسٹ، کراچی)

انوار رضا کے سہ ماہی رسالہ میں بھی لکھا ہوا ہے کہ یہ کفر ہے اس طرح کے اعتقاد سے آدمی کافر ہوتا ہے اول تو اس خواب اور کشف کی توجیہ کرنی چاہیے کیونکہ خلیفہ امان گل اس وقت حالات سکر میں تھے اور اگر کافر کہنا ہی ہے تو پھر ہدایت السالکین کے مصنف مولوی ضیاء اللہ اور لکھوانے والا حضرت مبارک علیہ الرحمۃ اور ماننے والے ہزاروں خلفاء اور لاکھوں مرید بھی کافر بنتے ہیں ذرا ہماری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔

کشف پر شریعت مقدم ہے:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وقال فی الباب السادس والاربعین ومائتین من الفتوحات: ایاک ان ترمی میزان الشرع من یدک فی العلم الرسمی بل بادر الی العمل بکل ما حکم بہ وان فھمت منہ خلاف ما یفھمہ الناس مما یجول بینک وبین امضاء ظاھر الحکم بہ فلا تعول علیہ فانہ مکر الھی بصورۃ علم الالھی من حیث لا تشعر واطال فی ذلک۔ ثم قال: واعلم ان تقدیم الکشف علی النص لیس بشیء عندنا لکثرۃ اللبس علی اھلہ والا فالکشف الصحیح لا یاتی قط الا موافقا لظاھر الشریعۃ فمن قدم کشفہ علی النص فقد خرج عن الانتظام فی سلک اھل اللہ ولحق بالاخسرین اعمالا۔ انتھی۔

ترجمہ: فتوحات کے ۲۴۶ ویں باب میں فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو اس سے بچا کہ تو علم رسمی میں میزان شرع اپنے ہاتھ سے پھینک دے۔ بلکہ شرع کے ہر حکم

پر عمل میں جلدی کر۔ اور اگر تو اس سے اس کے خلاف سمجھے جو لوگ سمجھتے ہیں جو کہ تیرے اور اس کے حکم ظاہر کو جاری کرنے کے درمیان گھومتا ہے تو اس پر توجہ نہ کر کیونکہ وہ علم الٰہی کی صورت میں ایک خفیہ تدبیر الٰہی ہے۔ کہ اس کا تجھے شعور نہیں۔ اور طویل کلام فرمایا۔

پھر فرمایا کہ ہمارے نزدیک کشف کو نص پر مقدم کرنا کوئی چیز نہیں کہ کشف والوں کو اکثر اشتباہ ہو جاتا ہے۔ ورنہ کشف صحیح ہمیشہ ظاہر شریعت کے موافق ہی ہوتا ہے۔ تو جس نے اپنا کشف نص پر مقدم کیا وہ اہل اللہ کی لڑی میں پروئے جانے سے خارج ہو گیا۔ اور ان لوگوں میں شامل ہو گیا جن کے اعمال انتہائی خسارے میں ہیں۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص، ۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

خلافِ شریعت بات کی تاویل:

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

عرض: بعض اَکابر اَوْلیائے کرام سے کچھ کلمات ایسے صادر ہوئے جو بظاہر خِلَافِ شَرِیْعَت ہیں اس میں ان کو معذور رکھا جاتا ہے اور ان کلمات کی تَاوِیل کی جاتی ہے۔ اگر کوئی اس زمانہ میں ایسے اَلفاظ کہے اس کو معذور کیوں نہیں رکھا جاتا؟

ارشاد: اگر اس کی وِلَایَت ثابت ہو جائے تو اس کو بھی معذور رکھا جائے گا۔

ثبوتِ ولایت کا طریقہ:

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

عرض: ثُبُوتِ وِلَایَت کا کیا طریقہ ہے؟

ارشاد: اِطْبَاق ائمہ کا، علماء کا، جُمہور کا، سوادِ اَعْظَم کا۔ سوادِ اَعْظَم (یعنی اہلسنّت) جس کو ولی مان رہا ہے وہ بے شک ولی ہے۔ اور اگر یہ شرط نہ لگائی جائے بلکہ جس کسی کو بھی خِلافِ شریعت الفاظ بکتے سنئے اس کو معذور رکھیے تو ہر شرابی، ہر بَھنگڑ (یعنی بھنگ پینے والا) جو چاہے گا بک دے گا اور کہہ دے گا کہ ہم نے حالتِ سُکر (یعنی نشے کی حالت) میں ایسا کہا، شریعت بالکل مَعْدُوم ہو جائے گی۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص، ۳۵۳، ۳۵۴، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ، کراچی)

حضرت مولانا شہاب الدین نواسہ حضرت سید امیر حمزہ بن حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس سرہ، متوفی ۷۷۲ھ، فرماتے ہیں:

قدر زر زرگر شناسد		قدر جوہر جوہری شناسد
قدر گل و مل بادہ پرستان دانند		نے تنگ دلان و تنگ دستان دانند
اے بے خبر از بے خبری معذوری		سریست درین شیوہ کہ مستان دانند

ترجمہ: زر کی قدر زرگر جانتا ہے (اور) جوہر کی قدر جوہری جانتا ہے۔

ساقی اور شراب کی قدر بادہ پرست (ہی) جانتے ہیں، نہ کہ تنگ دل اور تنگ دست!

اے بے خبر! تو بے خبری کی وجہ سے معذور ہے، اس ادا میں ایک راز ہے جسے مست (ہی) جانتے ہیں۔

(آگاہی سید امیر کلال قدس سرہ، ص ۱۵، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلیشرز، کراچی)

شیخ المشائخ زبدۃ العارفین حضرت خواجہ عارف ریوگری، قدس سرہ، متوفی ۶۴۹ھ لکھتے ہیں:

نقل است کہ روزے طبیبے در میان بازار بآواز بلند می گفت کہ داروے ہر درد اوارم۔ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ بروئے گذر کرد و گفت کہ داروی گناہان داری؟ گفت دارم اما تلخ است، می توانی نوشید؟ گفت از بس علت گناہان توانم نوشید۔ گفت برو بیخ درویشی بیار و برگ صبر برو بار کن دھلیۂ علم وبلیلۂ حلم این چہار چیز را در دھان معرفت بیند از و بہ دست توفیق بکوب و آب چشمان بریزو در دیگ تواضع بپاش و بہ چمچۂ محبت بجنبان و بہ آتش شوق بجوشان و در خرقۂ تسلیم بپزو ار سرِ صدق بنوش۔ امید بہ کرم خدائے تعالیٰ کہ از بس علت گناہان شفایابی۔

ظہور خشم بزرگان تھی زفیض مدان		غبار چہرہ گردون دلیل باران است

نقل کیا گیا ہے کہ ایک دن ایک طبیب بازار میں بلند آواز لگا تا تھا کہ میرے پاس ہر درد اور بیماری کی دوا ہے۔ حضرت بایزید بسطامی (م ۲۶۱ھ) علیہ الرحمہ اس کے پاس سے گزرے اور پوچھا کہ کیا تیرے پاس گناہوں کی دوا ہے اس نے جواب دیا کہ ہے مگر کڑوی ہے کیا تو اسے پی سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں گناہوں کی بیماری کی زیادتی کی وجہ سے اسے پی سکتا ہوں۔ اس نے کہا کہ جا اور درویشی کی جڑ کو لا اور صبر کے پتے۔ علم کا ہلیلہ اور حلم کا بلیلہ اس پر ڈال اور ان چاروں چیزوں کی معرفت کے ہنہ (کھرل) میں ڈال دے اور توفیق کے ہاتھ سے اس کو کوٹ اور آنکھوں کا پانی یعنی آنسو اس پر چھڑک۔ تواضع کی دیگ میں اس کو چھڑک (ڈال) محبت کے چمچہ سے اس کو ہلا۔ شوق کی آگ پر اس کو جوش دے۔ تسلیم کے خرقہ (لباس، برتن) میں اس کو پکا اور صدق کے ساتھ اس کو نوش کر۔ خدا کے کرم سے امید ہے کہ گناہوں کی زیادتی سے شفایاب ہو جائے گا۔

(یعنی گناہوں سے معافی کے لیے درویشی، صبر، علم، حلم، معرفت، توفیق، آنسو یا پچھتانا، تواضع، محبت، شوق، تسلیم اور صدق ضروری ہیں)

ظہور خشم بزرگان تھی زفیض مدان		غبار چہرہ گردون دلیل باران است

ترجمہ: اولیاء اللہ کی ناراضگی کو ظاہر ہونے کو فیض سے خالی مت جان

اس لئے کہ آسمان کے چہرہ پر غبار کی موجودگی بارش کے ہونے کی نشاندہی (دلیل) ہے یعنی اللہ والوں کا غصہ بھی فیض کا سبب ہوتا ہے۔

(عارف نامہ، ص ۲۳، گاباسنز، اردو بازار، ایم۔ اے جناح روڈ، کراچی)

باب نمبر ٦

ہرولی اللہ کادشمن ہونالازم ہے:

عَنْ سَعْدٍ، قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟ قَالَ: الْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ، يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ، فَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ صَلَابَةٌ زِيدَ صَلَابَةً، وَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ رِقَّةٌ، خُفِّفَ عَنْهُ، وَلَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتَّى يَمْشِيَ عَلَى الْأَرْضِ مَا لَهُ خَطِيئَةٌ

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ کرتے ہیں، حضور نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا، کس شخص کو سب سے زیادہ شدید آزمائش میں مبتلا کیا گیا؟ نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا: انبیاء علیہم السلام اور پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ اور پھر ہر شخص کو اس کے دین کے مطابق آزمائش میں مبتلا کیا گیا۔ اگر وہ دین میں پختہ تھا تو اس کی پختگی میں اضافہ ہوا اور اگر وہ دین میں کمزور تھا تو اسے کمی کر دی گئی۔ انسان آزمائش میں مبتلا ہوتا رہتا ہے جب تک وہ زمین پر چلتا ہے اور یہاں تک کہ اس کا کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔

(سنن الدارمی، کتاب الرقاق، باب فی اشد الناس بلاء، رقم: ۲۸۲۵، ج، ۳، ص، ۱۸۳۲، دار المغنی، الریاض، دار ابن حزم، بیروت)

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۴۵ھ، لکھتے ہیں:

حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

مثنوی

گنج بے مارو گل بے خار نیست		شادئ بے غم دریں بازار نیست

ترجمہ: سانپ کے بغیر خزانہ نہیں۔ کانٹے کے بغیر پھول نہیں اس کائنات میں غمی کے بغیر خوشی نہیں۔

(نسمات القدس، ص، ۳۲۹)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

قال الجلال السیوطی علیہ الرحمۃ: واعلم انه ما کان کبیر فی عصر قط الا کان له عدو من السفلة اذ الاشراف لم تزل تبتلی بالاطراف فکان لآدم علیه السلام ابلیس وکان لنوح حام وغیره وکان لداود جالوت واضرابه وکان لسلیمان صخر وکان لعیسی فی حیاته الاولی بخت نصر وفی الثانیة الدجال وکان لابراهیم النمرود وکان لموسی فرعون وهکذا الی محمد ﷺ

فکان،له ابو جهل و کان لابن عمر عدو یعبث به کلما مر علیه ونسبوا عبد الله بن الزبیر الی الریاء والنفاق فی صلاته فصبوا علی رأسه ماء حمیا فزلع وجهه ورأسه وهو لا یشعر فلما سلم من صلاته فقال: ما شأنی؟ فذکروا له القصة فقال (حسبنا الله ونعم الوکیل) ومکث زمانا یتألم من رأسه ووجهه، وکان لابن عباس رضی الله عنهما نافع بن الازرق کان یؤذیه اشد الاذی ویقول: انه،یفسر القرآن بغیر علم وکان لسعد بن ابی وقاص جهلة من جهال الکوفة یؤذونه مع انه مشهود له بالجنة وشکوه الی عمر بن الخطاب وقالوا انه لا یحسن ان یصلی۔

ترجمہ: مفسر قرآن حضرت امام جلال الدین السیوطی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جس زمانے میں بھی کوئی بڑا پایا گیا کمینوں سے اس کا دشمن ضرور سامنے آیا کیونکہ اشراف ہمیشہ آزمائے جاتے رہے۔حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے لئے ابلیس۔حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کے لئے حام وغیرہ۔حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے لئے جالوت۔اوراس جیسے دوسرے لوگ۔حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لئے صخر۔حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لئے پہلی زندگی میں بخت نصر اور دوسری میں دجال۔حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لئے نمرود اور حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لئے فرعون تھا۔اوراسی طرح حضور نبی کریم ﷺ کے لئے ابوجہل۔اور حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک دشمن تھا جب بھی پاس سے گزرتا مذاق اڑاتا۔

اور حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو نماز کے بارے میں ریاء اور نفاق کی طرف منسوب کیا گیا۔چنانچہ لوگوں نے آپ کے سر پر گرم کھولتا ہوا پانی ڈال دیا۔آپ کا چہرہ اور سر جھلس گیا۔جبکہ آپ کو پتہ تک نہ چلا۔جب نماز سے سلام پھیرا تو فرمایا: میرا کیا حال ہے؟ لوگوں نے واقعہ بیان کیا تو کہنے لگے حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔(سورۃ آل عمران:۱۷۳) اور ایک عرصہ تک سر اور چہرے کی تکلیف میں مبتلا رہے۔

اور حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے نافع بن الازرق تھا۔آپ کو انتہائی شدید ایذاء دیتا۔اور کہتا کہ یہ علم کے بغیر قرآن کی تفسیر کرتا ہے۔اور حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے جاہلوں میں بعض جاہل ستایا کرتے تھے باوجودیکہ آپ کے لئے حضور اکرم شفیع محشر ﷺ نے جنت کی گواہی دی۔اور انھوں نے حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے آپ کی شکایت کی کہ یہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر،ص،۱۸،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

سید محمد بن مبارک کرمانی،میر خورد،چشتی علیہ الرحمہ متوفی،۷۷۰ھ،لکھتے ہیں:

وقول اوست اذا احب الله عبدا اکثر غمه فاذا ابغض عبدا وسع علیه دنیاه۔ونیز قول اوست لو عرضت علی الدنیا بخدافیرها ولا حاسب بها لکنت اتقذر ما کما یتقذر احد کم الجیفة۔

ترجمہ: آپ کا قول ہے: جب خدا تعالیٰ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو اکثر اوقات اسے غم والم پہنچا تا رہتا ہے اور جب کسی بندے سے بغض رکھتا ہے تو اس پر دنیا کو وسیع کر دیتا ہے اور یہ بھی آپ کا ارشاد ہے۔اگر مجھ پر دنیا بتمامہا پیش کی جاتی اور اس پر مجھ سے حساب نہ لیا جاتا تو بھی میں اسے اسی طرح پلید ونجس جانتا جس طرح کہ تم مردار کو پلید جانتے ہو۔

(سیر الاولیاء،باب،اول ص،۴۳،۴۴،مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان،اسلام آباد)

سوال:(٦) اعتراض: دیو بندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔

اس سرزمین پر جہاں اور بڑے بڑے اولیاء، علماء اور صلحاء پیدا ہوئے وہیں اس پر ایک فتنے کے بانی نے بھی جنم لیا فرقہ سیفیہ کے بانی پیر سیف الرحمن جلال آباد کے مضافات میں ایک گاؤں میں پیدا ہوئے جوانی میں ہی پیر بننے کا دعویٰ کیا اور مریدین کی تلاش میں افغانستان کے مختلف علاقوں میں بھٹکتے پھرے لیکن اس سرزمین نے انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیا؟ (فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص،۸)

الجواب:

مفسر قرآن علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمۃ متوفی ،٦٧١ھ، لکھتے ہیں:

وَجَوَازُ الْفِرَارِ مِنَ الظَّالِمِ هِيَ سُنَّةُ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَالْأَوْلِيَاءِ.

ترجمہ: اور ظالم سے راہ فرار اختیار کرنے کا جواز تو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی سنت اور ان کا طریقہ ہے۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ الکہف، تحت الآیۃ:۱۰، ج،۱۰، ص، ۲۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت) (تفسیر قرطبی ج،۵ ص، ۷۹۴)

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

سعدیا حب وطن گرچہ حدیث است صحیح		نتوان مرد بسختی که من اینجا زدم

ترجمہ: اے سعدی اگر حب الوطن حدیث صحیح ہے لیکن اپنی پیدائشی علاقہ میں سختی اٹھا کر مرنا اچھا نہیں۔

(تفسیر روح البیان، ج،۲، ص، ۲۷۴، سورۃ النساء، تحت الایت،۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت عالی امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

واجتنبوا عن البلاء ما استطعتم فان الفرار مما لا يطاق من سنن المرسلين عليهم والصلوات والتسليمات۔

ترجمہ: سو جتنا ہو سکے بلا سے بچو کہ طاقت سے زیادہ بوجھ سے فرار انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور ہم عین بلا میں عافیت سے ہیں۔ سو اللہ سبحانہ کے لئے حمد اور احسان ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب،۱۹، ج،۲، ص، ۳۸۵، مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی، حنبلی علیہ الرحمۃ متوفی ،۵٦۱ھ، لکھتے ہیں:

قال رضی اللہ عنہ لا یزال اللہ یبتلی عبدہ المؤمن علی قدر ایمانہ فمن عظم ایمانہ و کثر و تزاید عظم بلاؤہ الرسول بلاءہ اعظم من بلاء النبیؐ لان ایمانہ اعظم و النبی بلاؤہ اعظم من بلاء البدل وبلاء البدل اعظم من بلاء الولی کل واحد علی قدر ایمانہ، ویقینہ و اصل ذلک قول النبی ﷺ انا معاشر الانبیاء اشدّ الناس بلاء ثم الامثل فالامثل۔

فیدیم اللہ تعالی البلاء لھؤلآء السادات الکرام حتیٰ یکونو ابدا فی الحضرۃ و لا یغفلو عن الیقظۃ لانۃ تعالی یحبھم فھم اھل المحبۃ ویحبون الحق والمحب ابدا لا یختار بعد محبوبہ فالبلاء خطاف لقلوبھم و قید لنفوسھم یمنعھم عن المیل الی غیر مطلوبھم والسکون والرکون الی غیر خالقھم واذا دام ذٰلک فی حقھم ذابت اھویتھم وانکسرت نفوسھم و تمیز الحق من الباطل

فتنزوی الشهوات والارادة والميل الی اللذات والراحات باجمعها دنيا واخریٰ باجمعهاالی ما يلی النفس ويصير السكون الی وعد الحق عزوجل والرضاء بقضائه وانقناعة بعطائه والصبر علی بلائه والامن من شر خلقه الی ما يلی القلب فتقوی شوكة القلب فنصير الولاية علی الجوارح اليه لان البلاء يقوی القلب واليقين۔

ترجمہ: پیران پیر سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے بندۂ مومن کو اس قوتِ ایمان کے مطابق آزماتا ہے تو جس کا ایمان عظیم کثیر اور زیادہ ہوا س کی آزمائش وابتلاء بھی عظیم ہوتی ہے۔رسول کی آزمائش نبی کی آزمائش سے بڑھ کر ہوتی ہے۔کیونکہ رسول کا ایمان نبی کے ایمان سے اعظم ہوتا ہے۔اور نبی کی آزمائش اعظم ہوتی ہے ابدال کی آزمائش سے اور ابدال کی آزمائش عام ولی کی آزمائش سے بڑھ کر ہوتی ہے۔کیونکہ ہر ایک کی آزمائش اس کے ایمان ویقین کی پختگی کے مطابق ہے۔اور اس کی اصل نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: بے شک ہم گروہِ انبیاء کی مصیبت وآزمائش عام لوگوں سے سخت تر ہوتی ہے۔پھر ہر ایک کی اس کے مرتبہ کے مطابق۔(مسند البزار، رقم:۱۱۵۰،صحیح البخاری، رقم:۵۶۴۶،السنن الکبری للنسائی، رقم:۷۴۴۰،وصحیح ابن حبان، رقم:۲۹۲۱) اللہ تعالیٰ آزمائش کو ساداتِ کرام میں ہمیشہ رکھتا ہے تاکہ وہ ہروقت حضوری میں رہیں اور بیداری سے غافل نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے وہ اہل محبت اور اللہ کے محبوب ہیں۔اور محب ہمیشہ اپنے محبوب کی دوری کو پسند نہیں کرتا۔آزمائش ان کے دلوں کھینچنے والی ہے۔ان کے نفوس کے لیے قید ہے کہ انہیں غیر مطلوب وسکون کی طرف مائل ہونے اور خالق کے ماسوا کی طرف جھکاؤ سے روکتی ہے۔تو جب نزول بلاء ان کے حق میں دائمی ہو جائے تو ان کی خواہشیں پگھل جاتی ہیں اور ان کے ارادے ٹوٹ جاتے ہیں،حق باطل سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ارادہ اور دنیاوی واخروی لذتوں اور راحتوں کی طرف میلان سب کچھ صرف اور صرف نفس کی طرف سکڑ جاتا ہے اللہ ﷻ کے وعدہ سے سکون،اس کی قضا سے رضا اس کی عطا پر قناعت،اس کی آزمائش وبلا پر صبر اور اسکی مخلوق کے شر سے امن دل کے قریب ہوتا ہے اور دل کی شوکت کو قوت حاصل ہوتی ہے اور دل کی تمام اعضاء پر ولایت مل جاتی ہے کیونکہ آزمائش دل اور یقین کو قوی کر دیتی ہے۔

(فتوح الغیب،المقالۃ الثانیۃ والعشرون،ص،۸۵،۸۶،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي سَادِسَ سِتَّةٍ مَا عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ مِنْ مُسْلِمٍ غَيْرُنَا

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خود فرماتے تھے۔میں چھٹا مسلمان تھا،ہمارے سواء روئے زمین پر اور کوئی مسلمان نہ تھا۔

(حلیۃ الاولیاء،ج،۱،ص،۱۸۴،دار الحدیث،القاہرہ)

هَاجَرَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ إِلَى أَرْضِ الحَبَشَةِ الهِجْرَتَيْنِ جميعًا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف دو ہجرتیں کی۔

(الطبقات الکبری،ابن سعد،ج،۳،ص،۱۱۲،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

لما هَاجَرَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ مِنْ مَكَّةَ إِلَى المدِينَةِ نَزَلَ عَلَى مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ

ترجمہ: اور پھر مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس سکونت اختیار کی۔

(الطبقات الکبری،ابن سعد،ج،۳،ص،۱۱۲،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

وَشَهِدَ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ بَدْرًا وَضَرَبَ عُنُقَ أَبِي جَهْلٍ بَعْدَ أَنْ أَثْبَتَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ. وَشَهِدَ أُحُدًا وَالْخَنْدَقَ وَالْمَشَاهِدَ كُلَّهَا مَعَ رَسُولِ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں غزوات بدر واحد، خندق، بیعت الرضوان اور دیگر لڑائیوں میں شرکت کی۔ (وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی تھے جس نے غزوۂ بدر میں ابوجہل پر حملہ کر کے اس کا سر کاٹ لیا تھا۔)

(الطبقات الکبری، ابن سعد، ج، ۳، ص، ۱۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

آپ نے غزوۂ یرموک میں بھی شرکت کی سعادت حاصل کی

أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ كَانَ صَاحِبَ السَّوَادِ وَالْوِسَادِ وَالنَّعْلَيْنِ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے راز دار اور بستر اور نعلین رکھنے والے تھے۔

(الطبقات الکبری، ابن سعد، ج، ۳، ص، ۱۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

كَانَ عَبْدُ اللهِ يُلْبِسُ رَسُولَ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - نَعْلَيْهِ ثُمَّ يَمْشِي أَمَامَهُ بِالْعَصَا حَتَّى إِذَا أَتَى مَجْلِسَهُ نَزَعَ نَعْلَيْهِ فَأَدْخَلَهُمَا فِي ذِرَاعَيْهِ وَأَعْطَاهُ الْعَصَا. فَإِذَا أَرَادَ رسول الله. أن يقوم ألبسه ثُمَّ مَشَى بِالْعَصَا أَمَامَهُ حَتَّى يَدْخُلَ الحجرة قَبْلَ رَسُولِ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو نعلین پہناتے پھر آپ ﷺ کے آگے عصا لے کے چلتے یہاں تک کہ جب آپ ﷺ اپنی بیٹھنے کی جگہ تشریف لے آتے تو آپ ﷺ کے نعلین اتارتے پھر نعلین کو اپنے بازوں میں داخل کر لیتے اور آپ ﷺ کو عصا دیتے۔ پس جب رسول اللہ ﷺ اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو وہ آپ ﷺ کو نعلین پہنا دیتے، پھر عصا لے کے اگے چلتے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے حجرے میں داخل ہو جاتے۔

(الطبقات الکبری، ابن سعد، ج، ۳، ص، ۱۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

یہ حضور ﷺ کے یہاں بڑی کثرت سے آیا جایا کرتے تھے اور آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے۔

(فیوضات الرضویہ فی تشریحات البدایہ المعروف بہ شرح ہدایہ: ج، ا، ص، ۳۲)

دشت ارچی میں عرفان ومعرفت کی اشاعت:

حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمہ اپنے وطن دشت ارچی تشریف لائے اور عرفان ومعرفت کا جھنڈا نصب فرمایا اور ارشادِ طریقت کے دروازے عام وخاص سب کے لئے کھول دیئے جس کی وجہ سے حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمہ عوام وخواص میں مقبول ہو گئے اور آپ کی علمیت اور روحانیت لوگوں کے دلوں میں گھر کر گئی اور لوگ دور دور سے علم وعرفان حاصل کرنے کے لئے فوج در فوج آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

جو لوگ آپ کی محفل مبارک میں تشریف لاتے ان پر عجیب وغریب کیفیات طاری ہوتیں۔ بعض لوگ عشق ومحبت اور خوفِ الٰہی سے کانپتے اور لرزہ براندام ہوتے، بعض زور زور سے روتے، بعض عشقِ خداوندی میں چیختے اور بعض فنا فی اللہ بقا باللہ کے مقام پر فائز ہو جاتے۔ حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمہ کے فیوض وبرکات کی وجہ سے اکثر علاقوں کابل قندوز کے آس پاس، تخار ام البلاد بلخ، جوز جان، قندھار سمنگان اور بغلان وغیرہ کے اضلاع میں ذکر وفکر اور

عرفان الٰہی کا جھنڈا خوب بلند ہوا اور ان اضلاع میں حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمہ کے مریدین کی تعداد خاصی بڑھ گئی۔

حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمہ کی اس قدر ترقی اور مریدین میں اضافہ کی وجہ سے منکرین اولیاء اور حاسدین بھڑک اٹھے اور وہ حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمہ سے حسد کرنے لگے اور سالکین پر طرح طرح کے اعتراضات کرنے لگے اور انہیں مختلف طریقوں سے اذیتیں اور تکالیف پہنچانی شروع کر دیں لیکن آپ قدس سرہ نے منکرین اور حاسدین کے اعتراضات کے جواب قرآن وحدیث اور کتب اکابرین کی روشنی میں دیئے مگر منکرین اولیاء وتصوف اور علماء سوء نے ان دلائل کو نہ مانا۔

اس وقت اولیاء اللہ کے دشمنوں میں سے بدترین دشمن مولوی عبد السلام درزابی فاریابی تھا جو اہلِ تصوف پر لعن طعن کرتا اور ان پر جھوٹ اور بہتان باندھتا اور اسے کفر سے نسبت دیتا تھا (العیاذ باللہ) چنانچہ حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمہ سے فاریاب تشریف لے گئے تاکہ ارچی میں فتنہ فساد برپا نہ ہو جائے۔

حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمہ نے فاریاب کے ایک گاؤں جرقدوق میں مولانا محمد خان مرادی کے گھر قیام فرمایا اور مولوی عبد السلام درزابی فاریابی کو مناظرہ کے لئے چیلنج دیا اور چیلنج دینے کے بعد تین دن تک اس کا انتظار کیا لیکن مولوی عبد السلام مناظرہ کے لئے نہ آیا۔ مولوی عبد السلام کے ساتھیوں اور شاگردوں نے کافی اصرار کیا

کہ وہ حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمہ سے مناظرہ کریں لیکن وہ بالکل تیار نہ ہوا کیونکہ وہ جھوٹا تھا اور اسے معلوم تھا کہ اگر مناظرہ کرے گا تو اسے شرمندگی اٹھانا پڑے گی اور اس لئے وہ اپنے قریبی حلقہ' قوم' ساتھیوں اور شاگردوں میں خوب ذلیل ہوا۔ حتیٰ کہ اپنی آخری عمر میں (جب وہ سخت بیمار تھا اور اس کے شاگرد اسے پوچھتے تک نہ تھے حتیٰ کہ کوئی قضا حاجت کے لئے اس کے ساتھ جانے کو تیار نہ تھا) کہتا تھا کہ میرے اتنے شاگرد ہیں لیکن مجھے کسی نے بھی کوئی فائدہ نہ دیا نہ کسی نے میری کسی قسم کی کوئی امداد کی۔ اس طرح ایک اور بہت بڑا عالم اور لوگوں کا پیشوا جس کا نام ابن سقا تھا وہ بھی منکرین اولیاء میں سے تھا اسے بھی آخری عمر میں ایک مہلک بیماری لگ گئی اور آخرکار وہ نصرانیت میں مرگیا۔ (اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اولیاء کرام کی مخالفت سے بچائے کیونکہ حدیث قدسی ہے من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی میرے ولی سے دشمنی کرے گا میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں) الغرض حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمہ نے نشر واشاعت معرفت کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیا۔

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

ہر کہ عاشق شد اگرچہ نازنین عالم است	نازکی کم راست آید بارمی باید کشید

ترجمہ: جو شخص بھی عاشق بنتا ہے چاہے نازنین جہاں ہو عشق کے بعد اسے نازک مزاجی راس نہیں آتی بلکہ اب اسے مشقت برداشت کرنا ہوگی۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۲، ج، ۲، ص، ۱۵۱، ۳، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

پھر (حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمہ) قریہ قوچ نال سے اپنے پیارے شہر قندوز تشریف لے گئے اور بڑے شوق ومحبت اور خلوص دل سے خلق خدا کی ارشاد ودعوت الی اللہ دینے میں مصروف ہو گئے۔ ان ہی دنوں افغانستان میں روس کی سازباز سے غدار نور محمد ترکی کمیونسٹ کی حکومت قائم ہوئی چنانچہ ۲۷ اپریل ۱۹۷۸ء

میں غدار نور محمد ترکئی نے روس کے اشاروں پر افغانستان کے مشہور علماء کرام ومشائخ عظام اور عوام الناس میں سے دیندار لوگوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اور اکثر علماء کرام اور مشائخ عظام کو شہید کر دیا اور آزادی کے نام پر دہریت کا اعلان کر دیا لہٰذا حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمۃ نے علمائے کرام اور دیندار لوگوں خصوصاً اپنے مریدین کو جمع فرمایا اور ان کو نام نہاد نور محمد ترہ کئی کے مکروفریب اور اس کی غداری سے آگاہ فرمایا اور اس کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا روس اور کیمونسٹ نے قوت پالیا اور فقیر (حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمۃ) نے اپنے دین اور ایمان اور مذہب کے لئے خطرہ محسوس کیا تو ہجرت کے لئے قدم اٹھایا جو کہ سنتِ انبیاء ہے ۔اور ہجرت کے لئے فقیر (حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمۃ) نے قدم اٹھایا اور پلخمری میں میر عبدالغفور صاحب کے وہاں میں نے رات بسر کی اور اس کو میں نے امر کیا کی میرے تمام مریدین کو امر کریں کہ جہاد شروع کرو پس افغانستان میں ابتداء جہاد میرے مریدین نے شروع کیا جس کے نتیجہ میں میرے ساتھ خلفاء اور مریدین شہید ہوئے پہلی دفعہ میر عبدالغفور، آغا صاحب، صوفی حبیب الرحمٰن صاحب، اور میرے مرشد کریم کے بھائی نے جامِ شہادت نوش کیا۔

حضور سیّدی حضرت مبارک علیہ الرحمۃ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرمان کے مطابق:

وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ ﷻ ورسول ﷺ کی طرف ہجرت کرتا ہے پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ ﷻ کے ذمہ پر ہو گیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورۃ النساء، ۱۰۰)

پر عمل کرتے ہوئے حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمۃ نے ان لوگوں سے مناظرہ مجادلہ کیا۔ ۱۹۷۷ء کے اواخر میں آپ (حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمۃ) نے وہاں سے ہجرت فرمائی اور پاکستان میں نوشہرہ تشریف لائے، اور نوشہرہ کے مضافات میں پیر سباق کا علاقہ ہے۔

مولوی عبدالسلام پیر سباقی کے پاس قیام فرمایا اور وہاں ہی معرفت کا جھنڈا نصب فرمایا اور عرفان کا دروازہ عام وخاص کے لئے کھول دیا۔ آپ کی روحانیت وعلمیت کے حد درجہ کمال کی وجہ سے طالبانِ حق ومعرفت فوج درفوج آنا شروع ہو گئے کچھ عرصہ بعد آپ قدس سرہ پیر سباق چھوڑ کر نوشہرہ آ گئے اور وہاں ایک جامع مسجد دل آرام میں خطیب کے فرائض سرانجام دینے لگے اور یہاں ہی معرفت کے پیاسوں کو فیوض وبرکات اور انوار الٰہی سے سیراب کرنا شروع کر دیا لیکن اس علاقہ کے منکرین اولیاء کرام وتصوف نے آپ کی سخت مخالفت کی اور آپ پر اعتراضات کرنے لگے کیونکہ اس علاقہ میں منکرین اولیاء وتصوف اور فرقہ جبریہ، تبلیغی جماعت والوں کی اکثریت تھی لیکن آپ نے انہیں دلائل قاہرہ اور براہین تامہ سے مغلوب کر لیا اور لوگوں کو عشق رسول ﷺ اور خوف خدا ﷻ کا درس دیا یہاں تک کہ حضرت مبارک قدس سرہ عوام وخواص میں خوب مقبول ہو گئے اور دور دور شہروں سے تشنگان معرفتِ الٰہی آپ کے پاس آ کر اپنی پیاس بجھاتے تھے۔

(دوسرا معرکہ) نوشہرہ میں آپ نے تبلیغی جماعت کو مغلوب کیا اور ۳ سال تک نوشہرہ میں قیام کیا۔

اڑہائی سال کا عرصہ آپ حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمۃ نے وہاں گزارہ پھر وہاں سے آپ حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمۃ نے حاجی سلطان محمد آفریدی

اوران کے رفقاء کی نیازمندی، شوق عقیدت اور گزارشات پر باڑہ کے علاقہ منڈیکس کو مسکن بنایا۔ چونکہ آپکے برادر خورد حضرت غلام الرحمٰن، آفریدی صاحب کے علاقہ میں خطیب وامام مسجد تھے۔ ان کے توسّل ہی سے آپ کا تعارف ہوا پھر مذکورہ اشخاص نے انتہائی اسرار ومحبّت سے حضور سیدی حضرت مبارک ﷫ کو وہاں بلالیا جہاں آپ نے تعلیمات شریعت وطریقت کو بامِ عروج تک پہنچایا۔ ملک کے طول وعرض میں دیکھتے ہی دیکھتے گزرتے دنوں کے ساتھ حلقہ متوسّلین عروج پکڑتا گیا۔ اس سرزمین کی طرف متلاشیانِ حق کیلئے ایسی کشش اور روشنی رکھ دی کہ ہر ضلع اور صوبہ کے لوگ آپکی غلامی میں آنے کو فخر سمجھ کر شامل ہونے لگے۔ بے راہ وبے دین طبقہ سنّتِ مصطفی ﷺ کے سانچے میں ڈھلنے لگا جسم سراپا سنّت بنتے چلے گئے چہروں پرنور برسنے لگا حضور سیدی حضرت مبارک ﷫ کی بارگاہ میں موجود لوگوں کو دیکھ کر فرشتوں کے نورانی ماحول کا گمان ہوتا یا پھر خیر القرون کا نقشہ ابھر آتا۔

آزمائش کا تیسرا مرحلہ مولانا پیر محمد چشتی اور تمام باطل فرقے اور خصوصی طور پر صوبہ سرحد کے نجدیوں نے مختلف دھمکیاں دیں اور کہا ہم تم کو قتل کردیں گے حضرت مبارک ﷫ نے گریبان کھول کر فرمایا کرو شہید ہوجاؤں گا۔

ان تمام حالات کے بعد ایک فتنہ ظاہر ہوا، اور سامنے ایک ایمان سے خالی شخص کو بھیجا، جو مفتی منیر شاکر کے نام سے مشہور ہوا۔ جس نے زور آزمائی کی لیکن فتح اللہ نے حق ہی کو دینی تھی سو عطا فرمائی۔ اس بدعقیدہ شخص نے اس مقابلہ بازی میں (۲۰۰۴) میں اپنے پیروکاروں کے ساتھ ایف ایم ریڈیو کا آغاز کر کے اہل سنت کیخلاف زہر اگلنا شروع کردیا اور انتہائی گستاخانہ عقائد کا پرچار شروع کردیا۔ مثلاً حضرت گنج بخش علی ہجویری ﷫ کو داتا کہنا شرک، سیدنا امام حسین ؓ کے ساتھ ؓ لکھنا غلط، یزید لعین کو صحابہ کا سپہ سالار کہنا ضروری، معاذ اللہ امام حسین ؓ کو ظالم ثابت کرنا اور یزید کو مظلوم، یارسول اللہ ﷺ کہنا زنا سے بھی بڑھ کر گناہ کا باعث۔ ان خرافات وواہیات کے مقابلے میں اسلامی عقائد کا دفاع کرنا حضرت مبارک ﷫ نے اپنا فرض اولین سمجھتے ہوئے (۲۰۰۵) میں جواباً ایف ایم پر نشریات کا آغاز کیا اور مستند اور مدلل طریقے سے اس بدبخت شخص کا رد کیا۔ جب اس شخص کو بھی منہ کی کھانی پڑی تو شیطان چال بدل کر آیا یعنی اپنے آپ کو بچانے کی غرض سے حضرت مبارک ﷫ کی ذات اقدس کو الزامات کا نشانہ بنایا آخر کار یہ معاملہ طویل ہوتے ہوتے حکومت پاکستان تک پہنچ گیا۔ حکومت کو جب آپ کے لاکھوں مریدین کا علم ہوا تو خانہ جنگی کے اندیشہ کے پیش نظر حضرت مبارک ﷫ کی خدمت میں علاقہ چھوڑنے کیلئے عرض کیا، آپ ﷫ چونکہ ہر بات ڈنکے کی چوٹ پر کہنے کے عادی تھے۔ لہٰذا آپ آغاز میں اس کیلئے تیار نہ ہوئے بلکہ فرمایا کہ میرا کوئی عمل شریعت محمدی ﷺ اور سنت مصطفی ﷺ کے خلاف نہیں اور مومن کی زندگی کی تو معراج مصطفی کریم ﷺ کے قدموں پر نثار ہونے میں ہے، تو پھر

دانش میں خوف مرگ سے مطلق ہوں بے نیاز	میں جانتا ہوں موت ہے سنت حضور ﷺ کی

اپنی جاں تو ایک ہے دین مصطفی ﷺ کی سربلندی کیلئے اپنے (۱۳) بیٹے اور (۵۰) سے زیادہ پوتے نواسے بھی قربان کر کے نبی کے پیارے نواسے کی سنت ادا کرنے کو بھی تیار تھے۔ بس عزم صمیم کا پیکر اور جرات وشجاعت کی علامت بنے ان طوفانوں کے مقابلے میں آپ کی ذات یوں ہی ابھرتی رہی۔

(بعد میں غریب مریدوں کا لاہوریوں اور مخدوم زادگان سے سخت کلامی ہوئی اور بہت سی باتیں آخر حضرت مبارک ﷫ کو راضی کرلیا۔)

ہوا ہے گو تند وتیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے

وہ مردِ درویش حق نے جس کو دیئے ہیں اندازِ خسروانہ مگر جب حکومت نے بگڑتے ہوئے حالات اور قتل و غارت کے آثار سے آپ ﷺ کو آگاہ کیا اور مسلسل کئی بار بڑے بڑے جرگے بھیجے تو آپ نے ۲ فروری (۲۰۰۶) بروز جمعرات آپ نے منڈیکس باڑہ کی فضا کو چھوڑ دیا، لاہور کی طرف عازم سفر ہوئے۔ آستانہ عالیہ مسجد، گھر، مہمان خانے، زرعی زمین سب کچھ قربان کیا۔ آپ کی نگاہ دوربین جو آئندہ کے حالات کو دیکھ رہی تھی اس کے پیش نظر آپ نے مشائخ اہل سنت کو جمع کیا اور متحد ہونے کا احساس دلایا مگر مشائخ نے آپ کی بات پر اس وقت غور نہ فرمایا بلکہ جان بوجھ کر نظر انداز کیا۔ حضرت مبارک ﷺ نے ہجرت کے وقت آئندہ ہونے والا سب کچھ مشائخ کے گوش گزار کر دیا۔ آپ کے وہاں سے تشریف لے آنے کے بعد حرف بحرف وہی کچھ ہوا۔ انہیں مشائخ کو مخالفین نے گھروں سے نکال کر گولیاں ماری، سولیوں پر لٹکایا، مثلے کئے، میلاد و عرس پر سخت پابندیاں لگادیں، درگاہیں اور مزارات مسمار کر دیئے۔ آپ کی آمد کی خبر اہل پنجاب کیلئے مردہ جسموں میں جان کے مانند تھی۔ اس سعادت عظمیٰ کی وصولی بصد شکر کی گئی۔ لیکن جو حالات و کیفیات، فیض و برکات، جوش اور جذبہ کھلے علاقے میں ہوتے ہیں وہ مزے شہر میں کہاں ملتے ہیں۔

ہجرت کی فضیلت:

حضرت علامہ حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص، قدس سرہ، متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

قَوله تَعَالَى (وَمَنْ يهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يجدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَماً كَثِيراً وَسَعَةً) قِيلَ فِي المُرَاغَمِ إِنَّهُ أَرَادَ مُتَسَعًا لهجرَتِهِ؛ لِأَنَّ الرَّغمَ أَصلُهُ الذُّلُّ, تَقُولُ: فعلْتُ ذَلِكَ عَلَى الرَّغمِ مِنْ فُلَانٍ, أَيْ فَعَلته عَلَى الذُّلِّ وَالْكُرْهِ. وَالرَّغَامُ التُّرَابُ؛ لِأَنَّهُ يَتَيَسَّرُ لمَنْ رَامَهُ مَعَ احتِقَارِهِ وَأَرْغَمَ اللَّهُ أَنْفَهُ أَيْ أَلْصقَهُ بِالتُّرَابِ إِذلَالًا لَهُ؛ فَقَالَ تَعَالَى (وَمَنْ يهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يجدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَماً كَثِيراً وَسَعَةً) أَيْ يجدْ فِي الْأَرْضِ مُتَسَعًا سهْلًا, كَمَا قَالَ تَعَالَى: (هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولاً فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ) (الملك، ۱۵) فَمرَاغَمٌ وَذَلُولٌ مُتَقَارِبَانِ فِي المعْنَى. وَقِيلَ فِي المُرَاغَمِ إِنَّهُ مَا يرْغَمُ بِهِ مَنْ كَانَ يَمْنَعُهُ مِنَ الهجرَةِ. وَأَمَّا قوله تعالى: (وَسَعَةً) فَإِنَّهُ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَالرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ وَالضَّحَّاكِ: أَنَّهُ السَّعَةُ فِي الرِّزْقِ. وَرُوِيَ عَنْ قَتَادَةَ: أَنَّهُ السَّعَةُ فِي إِظْهَارِ الدِّينِ لمَا كَانَ يَلْحَقُهُمْ مِنْ تَضْيِيقِ المشْرِكِينَ عَلَيْهِمْ فِي أَمْرِ دِينِهِمْ حَتَّى يَمْنَعُوهُمْ مِنْ إِظْهَارِهِ.

وَسَعَةً وَمَنْ يخرجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِراً إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يدْرِكْهُ المَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجرُهُ عَلَى اللَّهِ) فِيهِ إِخْبَارٌ بِوُجُوبِ أَجْرِ مَنْ هَاجَرَ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ لَمْ تَتِمَّ هِجْرَتُهُ, وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ مَنْ خَرَجَ مُتَوَجِّهًا لِفِعْلِ شَيْءٍ مِنَ الْقُرَبِ أَنَّ اللَّهَ يجازِيهِ بِقَدْرِ نِيَّتِهِ وَسَعْيِهِ وَإِنْ انْقَطَعَ دُونَهُ, كَمَا أَوْجَبَ اللَّهُ أَجْرَ مَنْ خَرَجَ مُهَاجِرًا وَإِنْ لَمْ تَتِمَّ هِجْرَتُهُ. وَفِيهِ مَا يَدُلُّ عَلَى صِحَّةِ قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ فِيمَنْ خَرَجَ يرِيدُ الحجَّ ثُمَّ مَاتَ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ وَأَوْصَى أَنْ يحجَّ عَنْهُ أَنَّهُ يحجُّ عَنْهُ مِنَ الموْضِعِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ, وَكَذَلِكَ الحاجُّ عَنِ الميِّتِ أَوْ عَمَّنْ لَيْسَ عَلَيْهِ فَرْضُ الحجِّ بِنَفْسِهِ أَنَّهُ يحجُّ عَنْهُ مِنْ حَيْثُ مَاتَ الذي قصدَ للحجِّ؛ لِأَنَّ اللَّهَ قَدْ كَتَبَ لَهُ بِمِقْدَارِ مَا كَانَ لَهُ مِنَ الخرُوجِ وَالنَّفَقَةِ, فَلَمَّا كَانَ ذَلِكَ محتَسَبًا لِلْأَوَّلِ كَانَ الَّذِي وَجَبَ أَن يقضي عنه ما بقي.

مطلب: فيمن قَالَ: إِنْ خَرَجت مِن دَارِي إلا إلى الصلاة فعبدي حر، فخرج إليها ثم لم يصل و توجه إلى حاجة اخرى لم يحنث، وَفيهِ الدَّلَالَةُ عَلَى أَنَّ مَنْ قَالَ إِنْ خَرَجت مِن دَارِي إِلَّا إِلَى الصَّلَاةِ أَوْ إِلَى الحجّ فَعَبْدِي حُرٌّ فَخَرَجَ يُرِيدُ الصَّلَاةَ أَوْ الحَجَّ ثُمَّ لَمْ يَصِلْ وَلَم يحجّ، وَتَوَجَّهَ إِلَى حَاجَةٍ أُخْرَى أَنَّهُ لَا يحنَثُ فِي يمينِهِ؛ لِأَنَّ خُرُوجَهُ بَدِيًّا كَانَ لِلصَّلَاةِ أَوْ لِلْحَجِّ لِمُقَارَنَةِ النِّيَّةِ لَهُ كَمَا كَانَ خُرُوجُ مَنْ خَرَجَ مُهَاجِرًا قُرْبَةً وَهِجْرَةً لِمُقَارَنَةِ النِّيَّةِ وَاقْتِطَاعِ الْمَوْتِ لَهُ عَنِ الْوُصُولِ إِلَى دَارِ الْهِجْرَةِ لَمْ يَنْبطِلْ حُكْمَ الْخُرُوجِ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي وُجِدَ بَدِيًّا عَلَيْهِ وَلِذَلِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ" فَأَخْبَرَ أَنَّ أَحْكَامَ الأَفْعَالِ مُتَعَلِّقَةٌ بِالنِّيَّاتِ، فَإِذَا كَانَ خُرُوجُهُ عَلَى نِيَّةِ الهِجْرَةِ كَانَ مُهَاجِرًا، وَإِذَا كَانَ عَلَى نِيَّةِ الْغَزْوِ كَانَ غَازِيًا.

وَاستَدَلَّ قَوْمٌ بِهَذِهِ الآيَةِ عَلَى أَنَّ الْغَازِيَ إِذَا مَاتَ فِي الطَّرِيقِ وَجَبَ سَهْمُهُ مِنَ الْغَنِيمَةِ لِوَرَثَتِهِ. وَهَذِهِ الآيَةُ لَا تَدُلُّ عَلَى مَا قَالُوا؛ لِأَنَّ كَوْنَهَا غَنِيمَةً مُتَعَلِّقٌ بِحِيَازَتِهَا؛ إِذْ لَا تكون غَنِيمَةً إِلَّا بَعْدَ الحِيَازَةِ؛ وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَاعلَمُوا أَنَّمَا غَنِمتُم مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ) (الأنفال، ۴۱) فَمَنْ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يَغْنَمَ فَهُوَ لَمْ يَغْنَمْ شَيْئًا فَلَا سَهْمَ لَهُ؛ وَقَوْلُهُ تَعَالَى (فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللهِ) لَا دَلَالَةَ فِيهِ عَلَى وُجُوبِ سَهْمِهِ؛ لِأَنَّهُ لَا خِلَافَ أَنَّهُ لَوْ خَرَجَ غَازِيًا مِنْ بَيْتِهِ فَمَاتَ فِي دَارِ الإِسْلَامِ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ دَارَ الحَرْبِ أَنَّهُ لَا سَهْمَ لَهُ، وَقَدْ وَجَبَ أَجْرُهُ عَلَى اللهِ كَمَا وَجَبَ أَجْرُ الَّذِي خَرَجَ مُهَاجِرًا وَمَاتَ قَبْلَ بُلُوغِهِ دَارَ هِجْرَتِهِ وَاللهُ أَعْلَمُ.

قول باری ہے:

وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً۔

ترجمہ: جوکوئی اللہ ﷻ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں پناہ لینے کے لیے بہت جگہ اور بسر اوقات کے لئے بڑی گنجائش پائے گا۔(سورۃ النساء:۱۰۰)

ایک قول ہے کہ مراغم سے اللہ ﷻ نے ہجرت کے لئے کافی گنجائش اور بہت جگہ مراد لی ہے اس لئے کہ رغم کے اصل معنی ذلت اور عاجزی کے ہیں آپ کہتے ہیں "**فعلت ذلک علی الرغم من فلان**" یعنی میں نے یہ کام فلاں شخص سے عاجز اور مجبور ہونے کی بنا پر کیا ہے رغام مٹی کو کہتے ہیں کیونکہ مٹی ہر اس شخص کو میسر ہوتی ہے جو اسے حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہے خواہ وہ کتنا ہی حقیر کیوں نہ ہو۔محاورہ ہے "ارغم اللہ انفہ" یعنی اللہ اسے ذلیل کرنے کے طور پر اس کی ناک خاک آلود کردے۔

ارشاد باری ہے:

وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً۔

ترجمہ: وہ زمین میں بڑی کشادگی اور سہولت پائے گا۔(سورۃ النساء:۱۰۰)

جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ

ترجمہ: اللہ ﷻ کی ذات وہ ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے مسخر کر دیا سو تم اس کے راستوں پر چلو پھرو اور اللہ ﷻ کی دی ہوئی روزی میں سے کھاؤ پیو اور اسی کے پاس زندہ ہو کر جانا ہے۔ (سورۃ الملک:۱۵) مراغم اور ذلول دونوں الفاظ متقارب المعنی ہیں۔ مراغم کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد وہ اقدام ہے جس کے ذریعے کوئی شخص ہجرت کے راستے میں رکاوٹ بننے والے شخص کو مغلوب کر لے۔ قول باری (سعة) کے متعلق حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا ربیع بن انس رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا ضحاک رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس سے رزق میں کشائش مراد ہے قتادہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد دین کے اظہار میں کشادگی اور گنجائش ہے اس لئے کہ مشرکین کی طرف سے مسلمانوں کے دین کے معاملے میں اس قدر تنگی پیدا کر دی گئی تھی کہ انہوں نے مسلمانوں کو کھلم کھلا اس کے اظہار سے بھی روک دیا تھا۔

قول باری ہے:

وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِکْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ۔ (سورۃ النساء:۱۰۰)

ترجمہ: اور جو اپنے گھر سے اللہ ﷻ اور رسول ﷺ کی طرف ہجرت کے لئے نکلے اور پھر راستے ہی میں اسے موت آ جائے اس کا اجر اللہ ﷻ کے ذمے واجب ہو گیا۔

آیت میں اس شخص کے لئے اجر کے واجب ہو جانے کی خبر دی گئی ہے جو اللہ اور اس ﷻ کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کے لئے نکلے خواہ اس کی ہجرت مکمل نہ بھی ہو سکے۔ یہ چیز اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص کسی عبادت اور تقرب الٰہی کے کام کی نیت سے نکلے گا تو خواہ وہ یہ کام سرانجام دینے سے بچھڑ ہی کیوں نہ جائے اللہ تعالیٰ اسے اس کی نیت اور کوشش کے مطابق ضرور بدلہ دے گا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے ارادے سے نکلنے والے شخص کے لئے اجر واجب کر دیا خواہ اس کی ہجرت کی تکمیل نہ بھی ہو سکی ہو۔ اس میں حضرت سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا امام محمد رضی اللہ عنہ کے قول کی صحت پر دلالت موجود ہے کہ اگر ایک شخص حج کے ارادے سے گھر سے نکل پڑے اور راستے میں اس کی وفات ہو جائے اور اس نے مرنے سے پہلے کسی کو اس کی طرف سے حج کرنے کی وصیت کی ہو تو وہ شخص اس جگہ سے حج کا سفر شروع کرے گا جہاں اس وصیت کرنے والے کی موت واقع ہوئی تھی۔ اسی طرح میت کی طرف سے یا اس شخص کی طرف سے جس پر خود حج کرنا فرض نہ ہو حج کرنے والا اسی جگہ سے حج کا عمل شروع کرے گا جہاں حج کا ارادہ کرنے والے کی موت واقع ہوئی ہو گی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مرنے والے کے لئے اس کے سفر اور اخراجات کی مقدار اجر فرض کر دیا۔ اب چونکہ اس اجر کا حساب مرنے والے کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اس لئے صرف یہ بات ضروری ہو گی کہ اس کے حج کا باقی ماندہ حصہ اس کی طرف سے ادا کر دیا جائے اس میں یہ بھی دلالت موجود ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اگر نماز یا حج کے سوا کسی اور کام کے لئے گھر سے نکلوں تو میرا غلام آزاد ہے"۔ پھر وہ نماز یا حج کے ارادے سے گھر سے نکلے لیکن نہ نماز پڑھے اور نہ ہی حج کرے بلکہ کسی اور کام کی طرف متوجہ ہو جائے تو اس صورت میں وہ اپنی قسم میں حانث نہیں ہو گا یعنی اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ ابتداء میں اس کا گھر سے نکلنا نماز یا حج کے لئے تھا جو اس کی نیت کے ساتھ مقرون تھا۔ جس طرح وہ شخص جو رضائے الٰہی کی خاطر ہجرت کی نیت سے گھر سے نکلا ہوا اور پھر دار الہجرت تک پہنچنے میں موت اس کے آڑے آ گئی ہو اس سے اس کے گھر سے نکلنے کا وہ حکم باطل نہیں ہو گا جو ابتدا ہی میں اس کے اس خروج کو لاحق ہو گیا تھا یعنی دار الہجرت

تک پہنچ نہ پاسکنے کے باوجود بھی وہ مہاجر ہی شمار ہوگا۔

اسی بنا پر حضور ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ، وَإِلَى رَسُولِهِ، فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ، وَإِلَى رَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ

ترجمہ: تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر انسان کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی اس لئے جس شخص کی اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کی نیت کی ہوگی۔ اس کی ہجرت اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہوگی اور جس شخص کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے ہوگی اس کی ہجرت اسی چیز کے لئے ہوگی جس کی خاطر اس نے ہجرت کی ہوگی۔

(سنن ابن ماجہ، رقم:۴۲۲۷، صحیح البخاری، رقم:۱، مسند الحمیدی، رقم:۲۸، سنن ابی داؤد، رقم:۲۲۰۱)

حضور اکرم ﷺ نے یہ واضح فرمادیا کہ احکام کے اعمال نیتوں سے متعلق ہوتے ہیں۔ اس لئے ہجرت کی نیت سے جو شخص گھر سے نکلے گا وہ مہاجر شمار ہوگا اور اگر غزوہ یعنی جہاد کی نیت سے نکلے گا تو غازی کہلائے گا۔ بعض لوگوں نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ غازی کی اگر راستے میں وفات ہوجائے تو مال غنیمت میں اس کا حصہ واجب ہوگا جو اسکے ورثاء کو مل جائے گا۔ لیکن اس آیت کی اس قول پر دلالت نہیں ہورہی ہے اس لئے کہ کسی مال کا کسی کے لئے غنیمت بننے کے حکم کا تعلق اس بات پر موقوف ہے کہ وہ شخص دشمن کے اس مال کو اپنے قبضے میں کرلے، قبضے میں آنے سے وہ مال مال غنیمت نہیں ہوتا۔

ارشاد باری ہے:

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ۔

ترجمہ: ان لوکہ جو چیز بھی تم غنیمت کے طور پر حاصل کروگے اس میں اللہ ﷻ کے لئے پانچواں حصہ ہوگا۔ (سورۃ الانفال:۴۱)

اس لئے جو شخص مال غنیمت حاصل کرنے سے پہلے وفات پاجائے گا اسے گویا کوئی مال غنیمت حاصل نہیں ہوگا اسلئے مال غنیمت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ اور قول باری: فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللهِ۔

ترجمہ: تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہوگیا۔ (سورۃ النساء:۱۰۰)

کی اس کے حصے کے وجوب پر کوئی دلالت نہیں ہے اس لئے کہ اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص جہاد کی نیت سے اپنے گھر سے نکلے اور دارالحرب تک پہنچنے سے قبل ہی دارالاسلام میں اس کی وفات ہوجائے اسے مال غنیمت میں کوئی حصہ نہیں ملے گا البتہ اللہ ﷻ کے ذمے اس کا اجر واجب ہوجائے گا جس طرح اس شخص کا اجر اللہ ﷻ کے ذمے واجب ہوجاتا ہے جو ہجرت کی نیت سے گھر سے نکلا ہو لیکن دارالہجرت پہنچنے سے قبل اس کی وفات ہوگئی ہو۔ وَاللهُ أَعْلَمُ۔

(احکام القرآن، ج ۲، ص ۳۱۴، ۳۱۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

باب نمبر ۷

انبیاء علیہم السلام، صحابہ رضی اللہ عنہم اور اولیاء (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) پر آزمائش:

حضرت سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے دادا پیر شیخ المشائخ حضرت عبد القدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

مصرعہ

سنگ نا اہلاں خورد شاخے کہ باشد میوہ دار

ترجمہ: جس شاخ پر میوہ ہوتا ہے اس پر ہمیشہ نا اہلوں کی طرف سے پتھراؤ ہوتا ہے۔

فقر اسرار الٰہی میں سے ایک سر یعنی راز ہے اگر تو اسے تو ظاہر کرے تو بدنام ہو اور چھپائے تو ہلاک ہو۔

بیچارہ درویش دلریش بے خویش

اگر دم مارے تو پتھر کھائے اور اگر دم نہ مارے تو بے بس اور بے دم ہو کر ہلاک ہو جائے:

فلہ التحیرۃ والتحیرۃ

ترجمہ: اس کے لئے ہر وقت حیرت اور تحیر ہے۔

(مجموعہ خطوط مکتوبات قدوسیہ، ص، ۵۰۰)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

چوں بسازی با خسیِ ایں خساں		گردی اندر نورِ سنتہا رساں

ترجمہ: جب تو ان کمینوں کی کمینگی کے ساتھ سازگاری کرے گا۔

تو (انبیاء علیہم السلام و اولیاء (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی) سنتوں کے نور میں پہنچنے والا ہوگا۔

کانبیاء رنج خساں بس دیدہ اند		از چنیں ماراں بسے پیچیدہ اند

ترجمہ: کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام نے کمینوں سے بہت اذیتیں دیکھی ہیں ایسے سانپوں (کی ایذا رسانی) سے بہت پیچ و تاب کھائے ہیں۔

(مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص ۴۲۱)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

نوح نہصد سال دعوت مے نمود	دمبدم انکارِ قومش می فزود

ترجمہ: (جیسے کہ) حضرت نوح علیہ السلام (کچھ اوپر) نوسو سال تک دعوت کرتے رہے (مگر) دمبدم ان کی قوم کا انکار ہی بڑھتا گیا۔

مطلب: حضرت نوح علیہ السلام نے نوسو پچاس برس تک اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی مگر اس طویل مدت میں چند کس کے سوا کوئی ایمان نہ لایا، چنانچہ فرمایا ہے:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ

ترجمہ: اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تو وہ ان میں بچاس برس سے کم ہزار سال (۹۵۰ سال) رہے تو (آخرکار) ان (کی قوم) کو طوفان نے آلیا اور وہ بدستور) نافرمانیاں کرتے رہے۔ (سورۃ العنکبوت: ۱۴)

بعض روایات سے ظاہر ہے کہ ان لوگوں کی مخالفت صرف زبانی انکار تک محدود نہ تھی بلکہ وہ جوشِ مخالفت میں حضرت نوح علیہ السلام کو اس قدر مارتے کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑتے اور مخالفین ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ جاتے جب ان کو افاقہ ہوتا تو اگلے روز وہی تبلیغ و دعوت پھر شروع کر دیتے خیال کیجئے کہ

ہیچ از گفتن عناں واپس کشید	ہیچ اندر غارِ خاموشی خزید

ترجمہ: (ان بدسلوکیوں کے باوجود) کبھی انہوں نے (حق بات کے) کہنے سے باگ موڑی؟

(ہرگز نہیں) کبھی خاموشی کے غار میں جا گھسنا اختیار کیا؟ (ہرگز نہیں)۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے انکار و مخالفت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ایک بڈھا آدمی حضرت نوح علیہ السلام کے سامنے سے لاٹھی ٹیکتا جا رہا تھا ساتھ اس کا جوان بیٹا تھا۔ بڈھے نے اپنے بیٹے سے کہا اے عزیز! اس دیوانے شیخ سے بچنا کہیں اس کے دامِ فریب میں نہ آجانا۔ اس نے کہا ابا ذرا مجھے اپنی لاٹھی دینا پھر اس نے لاٹھی لے کر حضرت نوح علیہ السلام کے سر پر اس زور سے ماری کہ آپ بری طرح زخمی ہو گئے۔ مدعا یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اس قدر سخت بدسلوکیوں کے باوجود حق گوئی سے دست کش نہیں ہوئے تو ہم صرف انکار کے خوف سے کیوں خاموش رہیں اور خاموش رہنا کسی طرح موزوں بھی نہیں۔

زانکہ از بانگ و علالاے سگان	ہیچ واگردد ز راہے کارواں؟

ترجمہ: کیونکہ بھلا کتوں کے بھونکنے اور غل مچانے سے قافلہ کبھی (اپنے) راستے سے واپس آسکتا ہے؟ (ہرگز نہیں)۔

یا شبِ مہتاب از غوغائے سگ	سست گردد بدر را در سیر تگ

ترجمہ: یہ بھلا چاندنی رات میں کتے کے شور سے ماہِ کامل قدم رفتار میں سست ہو سکتا ہے۔

مطلب: مشہور ہے کہ جب چاند طلوع کرتا ہے تو کتے اس کو دیکھ کر بھونکتے ہیں۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے۔

مہ نور مے فشاند و سگ بانگ مے زند	سگ را بپرس خشم تو بر ماہتاب چیست

اسی طرح جب کوئی بزرگ جو فلکِ عرفان کا ماہتاب ہوا پنے فیوضِ باطن کے انوار سے لوگوں کو مستفید کرتا ہے تو حاسدین و منکرین کتوں کی طرح بھونکنا اور اس کی عیب جوئی کرنا شروع کر دیتے ہیں مگر جس طرح کتوں کا شور و غوغا ماہِ کامل کی رفتار کو روک نہیں سکتا اسی طرح ان حاسدین و منکرین

بزرگوں کو اپنے افاضۂ عام سے باز نہیں رکھ سکتی۔ آگے ارشاد ہے کہ کتوں کا بھونکنا بمقتضائے فطرت ہے نہ باختیارِ خود۔ کما قیل ؎

نیش عقرب نه از پئے کین ست		مقتضائے طبیعتش این ست
مه فشاند نور و سگ عو عو کند		هر کسے بر خلقتِ خود مے تند

ترجمہ: چاند نور برساتا ہے (کہ یہ اس کی فطرت میں داخل ہے) اور کتا بھوں بھوں کرتا ہے

(کہ اس کی فطرت کا مقتضا یہی ہے چنانچہ) ہر ایک اپنی فطرت پر عمل کرتا ہے۔

مطلب: خلقت سے مراد فطرت ہے یعنی کسی چیز کی وہ ہیئت نفسانی جس سے اس کے عین ثابت کی استعداد کے مطابق خاص افعال کا صدور ہوتا ہے جیسے چاند سے نور افشانی کا صدور ہوتا ہے اور کتے سے بھونکنے اور غل مچانے کا فعل وقوع پاتا ہے دوسرے مصرعہ میں اس آیہ کریمہ کے مضمون کی طرف اشارہ ہے:

قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَىٰ سَبِيلًا

ترجمہ: کیونکہ ہر ایک اپنے طور پر عمل کرتا ہے جو ٹھیک راستے پر ہے۔ تمہارا پروردگار اس کو خوب جانتا ہے۔ (سورۃ الاسراء، ۸۴)

آگے اس کی تفصیل ارشاد فرماتے ہیں:

هر کسے را خدمتے داده قضا		در خور آں گوهرش در ابتلا

ترجمہ: قضا (وقدر) نے ہر شخص کو امتحان کی مصلحت سے اس کی استعداد کے موافق ایک نہ ایک خدمت سپرد کر رکھی ہے۔

مطلب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا۔

جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم لوگوں کو آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔ (سورۃ الملک: ۲)

مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے تم کو زندگی بخشی جس سے تم عمل کی بجا آوری پر قادر ہو سکتے ہو اور تم پر موت کو مسلط کیا جو برے اعمال کو چھوڑ کر نیک اعمال اختیار کرنے کی داعی ہے کیونکہ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور اعمال کی جزا پانے کا وقت آنے والا ہے۔ (تفسیر مدارک)

(مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص ۱۱)

حضرت سیّدنا ایوب علیہ السلام کی عظیم آزمائش:

علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی، متوفی، ۷۷۴ھ، لکھتے:

وقوله (رَحمةً مِنْ عِندِنَا) أَيْ رَفَعْنَا عَنْهُ شِدَّتَهُ (وَ كَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضرم) رَحمةً مِنَّا بِهِ وَرَأْفَةً وَإِحسَانًا (وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ) أَيْ تَذْكِرَةً لِمَنِ ابْتُلِيَ فِي جَسَدِهِ أَوْ مَالِهِ أَوْ وَلَدِهِ فَلَهُ أُسْوَةٌ بِنَبِيِّ اللهِ أَيُّوبَ حَيْثُ ابْتَلَاهُ اللهُ بِمَا هُوَ أَعْظَمُ مِنْ ذَٰلِكَ فَصَبَرَ وَاحْتَسَبَ حَتَّىٰ فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ...

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں (اور یہ سب کچھ ہم نے ان کو عطا کیا) اپنی طرف سے رحمت سے۔

یعنی ہم نے ان کی تکالیف وشدت اور مصائب کو اپنی جانب سے رحمت اور احسان اور مہربانی کی وجہ سے دور کر دیا اور فرمایا "یہ عبادت کرنے والوں کیلئے نصیحت ہے۔" یعنی جو شخص جسم یا مال یا اولاد کے بارے میں مشقت و پریشانی میں مبتلا ہو جائے وہ اللہ ﷻ کے اس پیغمبر ایوب علیہ السلام سے نصیحت حاصل کرے اور ان

کے طریقے کو مضبوطی سے تھام لے اکہ انہوں نے کس طرح اس عظیم آزمائش پر صبر کیا اور اللہ ﷻ سے ثواب کی توقع رکھی تو پھر اللہ نے ان کی تمام پریشانیوں کو دور کردیا بلکہ پہلے سے کہیں زیادہ مال و دولت اور اہل و عیال سے نواز دیا۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج۱، ص۲۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی، متوفی، ۷۷۴ھ، لکھتے:

عَنْ أَبِي سَعِيدِ الخدْرِيِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّه قَالَ: إِنَّ مُوسَى قَالَ: أَيْ رَبِّ عَبْدُكَ المؤْمِنُ مُقتَرٌ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا. قَالَ: فَفُتِحَ لَهُ بَابٌ مِنَ الجنَّةِ فَنَظَرَ إِلَيْهَا قَالَ يَا مُوسَى: هَذَا مَا أَعْدَدْتُ لَهُ. فَقَالَ مُوسَى: يَارب وعزتك وجلالك لو كان مقطع الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ يُسْحَبُ عَلَى وَجْهِهِ، مُنْذُ يَوْمَ خَلَقْتَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَكَانَ هَذَا مَصِيرَهُ لم ير بوءسا قَطُّ. قَالَ: ثُمَّ قَالَ: أَيْ رَبِّ عَبْدُكَ الْكَافِرُ مُوَسَّعٌ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا. قَالَ: فَفُتِحَ لَهُ بَابٌ إِلَى النَّارِ فَيَقُولُ: يَا مُوسَى هَذَا مَا أَعْدَدْتُ لَهُ فَقَالَ: أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ وَجَلَالِكَ لَوْ كَانَتْ لَهُ الدُّنْيَا مُنْذُ يَوْمَ خَلَقْتَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَكَانَ هَذَا مَصِيرَهُ لَمْ يَرَ خَيْرًا قَطُّ تَفَرَّدَ بِهِ أَحْمَدُ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ. وَفِي صِحَّتِهِ نَظَرٌ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. وَقَالَ ابْنُ حِبَّانَ: ذِكْرُ سُؤَالِ كَلِيمِ اللّٰهِ رَبَّهُ جَلَّ وَعَلَا أَنْ يُعَلِّمَهُ شَيْئًا يذكره به حدثنا ابن سلمة، حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرنِي عَمْرُو بْنُ الحارِثِ إِنَّ دَرَّاجًا حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي الهيثَم، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّه قَالَ: قَالَ مُوسَى: يَا رَبِّ عَلِّمْنِي شَيْئًا أَذْكُرُكَ بِهِ وَأَدْعُوكَ بِهِ قَالَ: قُلْ يَا مُوسَى (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ) قَالَ: يَا رَبِّ كُلُّ عِبَادِكَ يَقُولُ هَذَا. قَالَ: قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. قَالَ: إِنَّمَا أُرِيدُ شَيْئًا تَخُصُّنِي بِهِ. قَالَ: يَا مُوسَى لَوْ أَنَّ أهل السموات السَّبعِ وَالْأَرَضِينَ السَّبعِ فِي كِفَّةٍ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فِي كِفَّةٍ مَالَتْ بِهِمْ لَا إله إلا الله. ويشهد لهذا الحديث البطاقة۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو سعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ”اے پروردگار! تیرا مومن بندہ تو دنیا میں تنگی و پریشانی میں ہے فرمایا پھر اس کے لئے جنت کا دروازہ بھی تو کھل جاتا ہے پس دیکھ اس کی طرف اے موسیٰ علیہ السلام یہ سب میں نے اپنے اس مومن بندے ہی کے لیئے تو تیار کیا ہے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔“

اے پروردگار! تیری عزت کی قسم اور تیرے جلال کی قسم اگر دونوں ہاتھ کٹا ہوا اور دونوں پاؤں سے لنگڑا جب آپ نے اس کو پیدا کیا ہے قیامت تک اسی حالت پر رہے اور پھر یہ ٹھکانا اس کا ہو تو پس بے شک اس نے کبھی بھی کوئی تکلیف دیکھی نہیں۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ”اے پروردگار! تیرا کافر بندہ تو دنیا میں خوشحالی اور خوش عیشی میں نظر آتا ہے؟“ فرمایا پھر اس کیلئے جہنم کا دروازہ بھی تو کھول دیا جاتا ہے۔ اے موسیٰ علیہ السلام یہ میں نے اس کیلئے تیار کر رکھا ہے۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے پروردگار! تیری عزت کی قسم تیرے جلال کی قسم اگر ساری دنیا اس کیلئے ہو جب سے آپ نے اس کو پیدا فرمایا ہے قیامت کے دن تک۔ لیکن پھر یہ ٹھکانا اسکا ہو تو پس اس نے کبھی کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔ امام احمد (المسند، ج۳، ص۸۱) اس کی روایت میں منفرد ہیں اور اس کی صحت میں نظیر ہے۔ واللہ اعلم

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے رب سے کسی ایسے کلمے کا سوال کرنا جس کے ساتھ وہ ذکر الٰہی کرتے رہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے پروردگار مجھے ایسا ذکر سکھلا دیجئے جس کے ساتھ میں آپ جل جلالہ کو یاد کرتا رہوں۔

اور اس کے ساتھ تجھے پکارتا رہوں فرمایا: ''اے موسیٰ علیہ السلام! کہو لا الہ الا اللہ عرض کیا اے پروردگار! یہ تو تیرے سارے بندے ہی کہتے ہیں۔ فرمایا کہ لا الہ الا اللہ عرض کیا اے پروردگار میں تو چاہتا ہوں ایسا کوئی کلمہ ہو جو میرے ساتھ خاص ہو فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام! اگر ساتوں آسمان اور سب کچھ اور ساتوں زمین اپنی تمام چیزوں کے ساتھ ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو لا الہ الا اللہ۔ والا پلڑا جھک جائیگا اور اس حدیث مبارک کی شہادت حدیث بطاقہ سے ہوتی ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج ۱، ص ۳۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ متوفی ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

اے برادر صبر کن بر دردِ نیش		تا رھی از نیشِ نفسِ گبرِ خویش

ترجمہ: اے بھائی زخم کے درد پر صبر کرو۔ تاکہ تم اپنے نفسِ بے دین کے زخم سے محفوظ رہو۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص ۱۷۹)

نوکرانی کا ایمان اور بچے کی شہادت:

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، علیہ الرحمۃ متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

ووجد ريحا طيبة، فقال: يا جبريل ما هذه الرائحة؟ قال: هذه رائحة ماشطة بنت فرعون وأولادها، بينا هي تمشط بنت فرعون إذ سقط المشط، فقالت: بسم الله، تعس فرعون. فقالت ابنة فرعون: أولك رب غير أبي؟ قلت: نعم، ربي وربك الله. وكان للمرأة ابنان وزوج فأرسل إليهم فراود المرأة وزوجها أن يرجعا عن دينهما، فقال: إني قاتلكما، فقالا: إحسانا منك إن قتلتنا أن تجعلنا في بيت- وفي رواية قالت: إن لي إليك حاجة. قال: وما هي؟ قالت: تجمع عظامي وعظام ولدي، فتدفنا جميعا. قال: ذلك لك بما لك علينا من الحق، فأمر بنقرة من نحاس فأحميت، ثم أمر بها لتلقى فيها هي وأولادها، فألقوا واحدا، واحدا، حتى بلغوا أصغر رضيع، فيهم، فقال: يا أمه قعي ولا تقاسي فإنك على الحق. قال: وتكلم أربعة وهم صغار: هذا وشاهد يوسف وصاحب جريج وعيسى ابن مريم عليه السلام۔

ترجمہ: آپ ﷺ نے عمدہ خوشبو سونگھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جبرائیل! یہ کیسی خوشبو ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''یہ فرعون کی لڑکی کو کنگھی کرنے والی اور اس

کی اولاد کی خوشبو ہے وہ فرعون کی لڑکی کو کنگھی کر رہی تھی کہ اچانک کنگھی نیچے گر پڑی اس نے کہا: ''بسم اللہ فرعون ہلاک ہو گیا۔'' اس کی بیٹی نے کہا: ''کیا میرے باپ کے علاوہ تیرا اور بھی کوئی رب ہے؟'' اس نے کہا: ''ہاں! میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔'' اس عورت کا خاوند اور دو لڑکے تھے۔ اس نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔ اس نے انہیں ابھارا کہ وہ اپنے دین سے لوٹ آئیں۔ فرعون نے کہا: ''میں تمہیں قتل کر دوں گا۔'' انہوں نے کہا: ''اگر تم مجھے قتل کر دو تو پھر ہمیں ایک ہی گھر میں دفن کرنا۔'' دوسری روایت میں ہے۔ اس عورت نے کہا: ''مجھے تجھ سے ایک ضروری کام ہے۔'' فرعون: ''وہ کیا؟'' اس عورت نے کہا: ''میری اور میرے بچوں کی ہڈیاں جمع کرنا اور انہیں اکٹھا جمع کر دینا۔'' فرعون نے کہا: ''میں تمہاری یہ تمنا پوری کر دوں گا'' اس نے تانبے کی ایک دیگ میں پانی گرم کرنے کا حکم دیا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ اس میں اس عورت کو اور اس کی اولاد کو پھینک دیا جائے۔ انہیں ایک ایک کر کے اس میں پھینک دیا گیا۔ حتیٰ کہ وہ شیر خوار بچے تک پہنچ گئے اس بچے نے کہا: ''امی جان! اس دیگ میں گر جانا۔ پیچھے نہ ہٹنا آپ حق پر ہیں۔''

چار بچوں نے بچپن میں گفتگو کی ہے۔

(۱) اس بچے نے، (۲) حضرت یوسف علیہ السلام کے گواہ نے، (۳) حضرت جریج رحمہ اللہ کے صاحب نے، (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج ۳، ص ۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

طائف اور سرکارِ دوعالم ﷺ کی آزمائش:

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، علیہ الرحمہ متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

فأقام بالطائف عشرة أيام وقيل شهرا لا يدع أحدا من أشرافهم إلا جاء إليه وكلمه، فلم يجيبوه وخافوا على أحداثهم منه فقالوا: يا محمد اخرج من بلدنا. وأغروا به سفهاءهم وعبيدهم يسبونه ويصيحون به حتى اجتمع عليه الناس.

ترجمہ: آپ ﷺ طائف میں دس روز یا ایک ماہ قیام فرما رہے۔ آپ ﷺ ان کے ہر ہر سردار کے پاس گئے اس سے بات چیت کی مگر انہوں نے آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک نہ کہا۔ انہوں نے کہا: ''(حضرت سیدنا و امامنا) محمد (مصطفیٰ احمد مجتبیٰ) ﷺ! ہمارے شہر سے نکل جائیں۔'' انہوں نے اپنے احمقوں اور غلاموں کو ابھارا وہ آپ ﷺ کو برا بھلا کہتے چیخیں مارتے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج ۲، ص ۴۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، علیہ الرحمہ متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروى البزار وأبو يعلى برجال الصحيح عن أنس رضي الله عنه: لقد ضربوا رسول الله صل الله عليه وسلم حتى غشي عليه فقام أبو بكر ينادي: ويلكم أتقتلون رجلا أن يقول ربي الله

ترجمہ: بزار اور ابو یعلیٰ علیہ الرحمہ نے صحیح سند سے حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''مشرکین نے حضور اکرم ﷺ کو اس قدر مارا کہ آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے۔ امیر المومنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھے انہوں نے فرمایا: ''تمہارے لیئے ہلاکت! کیا تم اس پاکیزہ ہستی کو قتل کر رہے

ہو جو کہتی ہے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔''

(سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج ۲، ص ۴۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ابوطالب کے انتقال کے بعد حضور ﷺ نے قریش سے بہت سی تکلیفیں برداشت کیں:

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، علیہ الرحمہ متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروى البزار وأبو نعيم في الفضائل عن علي رضي الله عنه أنه قال: أيها الناس أخبروني بأشجع الناس. قالوا: لا نعلم، فمن؟ قال: أبو بكر، لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وأخذته قريش، هذا يجأه وهذا يتلتله وهم يقولون: أنت الذي جعلت الآلهة إلها واحدا. قال: والله ما دنا منه منا أحد إلا أبو بكر يضرب هذا ويجالد هذا ويتلتل هذا ويقول: ويلكم أتقتلون رجلا أن يقول ربي الله! ثم رفع علي بردة كانت عليه فبكى حتى اخضلت لحيته، ثم قال: أنشدكم الله أمؤمن آل فرعون خير أم أبو بكر؟ فسكت القوم، فقال: ألا تجيبونني؟ فوالله لساعة من أبي بكر خير من مثلي مؤمن آل فرعون، ذاك رجل يكتم إيمانه وهذا رجل أعلن إيمانه. وروى الدارقطني في الإفراد عن عمرو بن عثمان بن عفان عن أبيه قال: أكثر ما نالت قريش من النبي صلى الله عليه وسلم بعد وفاة أبي طالب.

ترجمہ: بزار، ابونعیم علیہ الرحمہ نے فضائل میں امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ الکریم) سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''اے لوگو! مجھے اس شخص کے بارے بتاؤ جو سب سے زیادہ قوی ہو۔'' انہوں نے کہا: ''ہم نہیں جانتے۔ امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ الکریم) نے فرمایا: ''امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے شجاع تھے۔ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا۔ قریش آپ ﷺ کو پکڑے ہوئے تھے۔ ہر فرد آپ ﷺ کو مار رہا تھا۔ وہ آپ ﷺ کو گھسیٹ رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے تم (آپ ﷺ) وہی ہو نا جس نے سارے معبودوں کو ایک معبود بنا دیا ہے۔ مگر ہم میں سے سوائے امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اور کوئی آپ ﷺ کے قریب نہ جا سکا۔ وہ کفار مکہ کو مارتے ہوئے، کھینچتے ہوئے، اور انہیں پیچھے ہٹاتے رہے۔ انہوں نے کہا: ''تمہارے لیئے ہلاکت! کیا تم اس شخص کو قتل کر رہے ہو جو یہ کہتا ہے۔ کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔'' پھر امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ الکریم) نے اپنی وہ مبارک چادر اٹھائی جو ان کے اوپر تھی۔ گریہ بار ہو گئے حتیٰ کہ ان کی داڑھی مبارک تر ہو گئی۔ پھر فرمایا: ''میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اہل فرعون کا مؤمن بہتر تھا یا امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ؟ ساری قوم خاموش رہی انہوں نے فرمایا: ''کیا تم مجھے جواب نہیں دو گے؟ بخدا! امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی کی ایک ساعت آل فرعون کے مومن سے بہتر ہے۔ وہ شخص اپنا ایمان چھپاتا تھا اور یہ اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں۔'' دارقطنیؒ نے ''الافراد'' میں حضرت سیدنا عمرو بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے وہ فرماتے تھے: ''جناب ابوطالب کے انتقال کے بعد حضور ﷺ نے قریش سے بہت سی تکلیفیں برداشت کیں۔''

(سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج ۲، ص ۴۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، علیہ الرحمۃ متوفی، ۹۴۲، ھ لکھتے ہیں:

قال ابن عقبة: وقفوا له صفين على طريقه، فلما مر رسول اللهّٰ صلى الله عليه وسلّم بين الصفين جعل لا يرفع رجليه ولا يضعهما إلا رضخوهما بالحجارة حتى أدموا رجليه. زاد سليمان التيمي: أنه صلى الله عليه وسلم كان إذا أذلقته الحجارة يقعد إلى الأرض فيأخذون بعضديه ويقيمونه فإذا مشى رجموه بالحجارة وهم يضحكون. قال ابن سعد: وزيد بن حارثة يقيه بنفسه حتى لقد شجّ في رأسه شجاجا. قال ابن عقبة: فخلص منهم ورجلاه تسيلان دما فعمد إلى حائط من حوائطهم فاستظل في ظل حبلة منه وهو مكروب موجع وإذا في الحائط عتبة وشيبة ابنا ربيعة فلما رآهما كره مكانهما لما يعلم من عداوتهما اللهّٰ ورسوله صلى الله عليه وسلم، فلما اطمأن في ظل الحبلة قال ما سيأتي.

ترجمہ: ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ اہل طائف آپ ﷺ کے راستہ میں دو صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے جب حضور سرورِ کائنات ﷺ ان صفوں کے مابین سے گزرے جب بھی آپ ﷺ قدم مبارک اُٹھاتے یا رکھتے اہل طائف اس پر پتھروں کی بارش کر دیتے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک سے خون مبارک بہنے لگا۔ سلمان تیمی علیہ الرحمۃ نے یہ اضافہ کیا ہے: ''جب آپ ﷺ کو پتھر لگتا تو آپ ﷺ زمین پر بیٹھ جاتے وہ آپ ﷺ کو شانوں سے پکڑتے اور آپ ﷺ کو کھڑا کرتے جب آپ ﷺ چلنے لگتے تو وہ آپ ﷺ پر پتھر برساتے اور خود ہنسنے لگتے۔'' حضرت سیدنا ابن سعد رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے: ''حضرت سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنے آپ سے حضور اکرم ﷺ کا دفاع کرتے حتیٰ کہ ان کے سر پر کئی زخم آئے۔'' ابن عقبہ نے لکھا ہے: ''جب آپ ﷺ اہل طائف سے نجات پائی تو آپ ﷺ کے دونوں پاؤں مبارک سے خونِ اقدس نکل رہا تھا۔ آپ ﷺ ان کے باغوں میں سے ایک باغ کی طرف آئے۔ آپ ﷺ نے انگور کی بیل کے سائے میں توقف فرمایا۔ آپ ﷺ کو بہت زیادہ اذیت اور تکلیف ہو رہی تھی۔ یہ باغ عتبہ اور شیبہ کی ملکیت میں تھا جب آپ ﷺ نے انہیں دیکھا تو ناپسند فرمایا کیونکہ آپ ﷺ کو علم تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ سے کتنی عداوت رکھتے تھے۔ جب آپ ﷺ انگور کی بیل کے سائے میں قدرے پرسکون ہو گئے تو آپ ﷺ نے یہ دعا مانگی۔

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج،۲، ص،۴۳۸، ۴۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، علیہ الرحمۃ متوفی، ۹۴۲، ھ لکھتے ہیں:

قال ابن إسحاق: وكان إذا رأى رسول الله صلى الله عليه وسلّم همزه ولمزه فأنزل اللهّٰ سبحانه وتعالى: وَيْلٌ لِكُلِّ همزَةٍ لمزَةٍ الَّذِي جمعَ مالًا وَعَدَّدَهُ

ترجمہ: ابن اسحاق علیہ الرحمۃ نے ان میں امیہ بن خلف الجمحی کا ذکر بھی کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے۔ کہ جب بھی یہ حضور شفیع اعظم ﷺ کو دیکھتا تو آپ ﷺ کی عیب جوئی کرتا اور اشارے سے باتیں کرتا۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ طیبہ نازل کی:

وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةِ الَّذِى جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ (سورۃ الہمزۃ ۱، ۲)

ترجمہ: ہلاکت ہے ہر اس شخص کیلئے جو (روبرو) طعنے دیتا ہے۔ (پیٹھ پیچھے) عیب جوئی کرتا ہے جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن، کر رکھتا ہے۔

(سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج،۲،ص، ۴۶۴،دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی علیہ الرحمۃ متوفی، ۹۴۲،ھ لکھتے ہیں:

ومنهم الأخنس بفتح الهمزة وسكون الخاء المعجمة وفتح النون فسين مهملة، ابن شريق-بفتح الشين المعجمة وبالقاف-الثقفي واسمه أبي وذكر غير واحد إنه أسلم بعد ذلك. قال ابن إسحاق: وكان من أشراف القوم وممن يستمع منه وكان يصيب من رسول الله صلى الله عليه وسلّم ويرد عليه، فأنزل الله تعالى: وَلا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ كثير الحلف بالباطل مَهِينٍ حقير هَمَّازٍ عياب أي مغتاب مَشَّاءٍ بِنَمِيمٍ أي ساع بالكلام بين الناس على وجه الإفساد بينهم. مَنَّاعٍ لِلْخَيْرِ يمنع الناس من الخير من الإيمان والإنفاق والعمل الصالح مُعْتَدٍ ظالم أَثِيمٍ كثير الإثم عُتُلٍّ غليظ جاف بَعْدَ ذَلِكَ بعد ما عدّ من مثاليه زَنِيمٍ (القلم، ۱۰-۱۳)

اسی طرح الاخنس بن شریق بھی آپ ﷺ کا مذاق اُڑایا کرتا تھا۔ اس کا نام ابی تھا۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے اس نے بعد میں اسلام قبول کرلیا تھا۔

حضرت ابن اسحاق علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے۔ کہ یہ اپنی قوم کے سرداروں میں سے تھا۔ یہ آپ ﷺ سے قرآن پاک سنتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں درجہ ذیل آیات طیبات نازل کیں:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ، هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍ، مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ، عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ،

ترجمہ: اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا ذلیل، بہت طعنے دینے والا بہت اِدھر کی اُدھر لگا تا پھرنے والا، بھلائی سے بڑا روکنے والا حد سے بڑھنے والا گنہگار، درشت خو، اس سب پر طُرّہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا (سورۃ القلم: ۱۰، تا ۱۳)

(سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج،۲،ص، ۴۶۷،دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، علیہ الرحمۃ متوفی، ۹۴۲،ھ لکھتے ہیں:

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ ۖ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ

ترجمہ: اور بیشک تم سے اگلے رسولوں سے بھی ہنسی کی گئی تو میں نے کافروں کو کچھ دنوں ڈھیل دی پھر انہیں پکڑا تو میرا عذاب کیسا تھا۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ۙ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۚ

ترجمہ: بیشک ان ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں، جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہراتے ہیں۔ (الحجر: ۹۵،۹۶)

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ۙ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ۚ

ترجمہ: اور بیشک ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے تم دل تنگ ہوتے ہو، تو اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور سجدہ والوں میں ہو، اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو (الحجر:۹۹)

قال الجمهور ومنهم ابن عباس في أكثر الروايات عنه: كانوا خمسة. وقال في رواية: كانوا ثمانية وصححه في الغرر وجزم به أبو عمرو العراقي في الدرر

ترجمہ: مذاق اُڑانے والوں کی تعداد کے بارے جمہور علماء اکرام کا موقف یہ ہے کہ ان کی تعداد پانچ تھی۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی مروی ہے۔ دوسری روایت کے مطابق ان کی تعداد آٹھ تھی۔ الغرر میں اسی روایت کو صحیح کہا گیا ہے۔ ابوعمرو العراقی علیہ الرحمہ نے الدرر میں اسی قول کو یقین کے ساتھ لکھا ہے۔

(سبل الهدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج۲، ص۴۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، علیہ الرحمہ متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

زاد البزار والطبراني في الأوسط: ثم خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم من المسجد فلقيه أبو البختري ومع أبي البختري سوط يتخصر به فلما رأى رسول الله صلى الله عليه وسلّم أنكر وجهه فقال:۔ مالك؟ فقال النبي صلى الله عليه وسلم: خلّ عني قال: علم الله لا أخلي عنك أو تخبرني ما شأنك فلقد أصابك شيء. فلما علم رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه غير مخلّ عنه أخبره قال: إن أبا جهل أمر فطرح علي فرث. قال أبو البختري: هلم إلى المسجد. فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلّم وأبو البختري فدخلا المسجد ثم أقبل أبو البختري على أبي جهل فقال يا أبا الحكم أنت الذي أمرت بمحمد فطرح عليه الفرث؟ فقال: نعم. فرفع السوط. فضرب به رأسه فثار الرجال بعضها إلى بعض وصاح أبو جهل: ويحكم إنما أراد محمد أن يلقي بيننا العداوة وينجو هو وأصحابه..

ترجمہ: امام بزار اور امام الطبرانی نے الاوسط میں یہ اضافہ کیا ہے: ''پھر آپ ﷺ مسجد حرام سے باہر تشریف لائے آپ ﷺ کو راستہ میں ابوالبختری رضی اللہ عنہ ملا۔ ابوالبختری نے ایک چھڑی اٹھا رکھی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے اس دیکھا تو آپ ﷺ کا چہرہ انور متغیر ہوگیا۔ اس نے پوچھا: ''آپ ﷺ کو کیا ہوا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرا راستہ چھوڑ دو۔'' اس نے کہا: ''اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں آپ ﷺ کا راستہ نہیں چھوڑوں گا حتیٰ کہ آپ ﷺ مجھے بتادیں کہ آپ ﷺ کو کیا ہوا ہے؟ آپ ﷺ کو کیا تکلیف پہنچی ہے؟ جب آپ ﷺ نے سمجھ لیا کہ وہ آپ ﷺ کا راستہ نہیں چھوڑے گا تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ''ابوجہل نے حکم دیا۔ مجھ پر گوبر پھینکا گیا۔'' ابوالبختری نے کہا: ''آپ ﷺ میرے ہمراہ مسجد حرام میں داخل ہوجائیں۔ ابوجہل کی طرف متوجہ ہوکر ابوالبختری نے کہا: ''ابوالحکم! کیا تو نے حکم دیا ہے اور محمد عربی (جان عالم ﷺ) پر گوبر پھینکا گیا ہے۔'' اس نے کہا: ''ہاں! اس نے ڈنڈہ اُٹھایا اسے ابوجہل کے سر پر دے مارا۔ لوگ ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے۔ ابوجہل چلایا: ''تمہارے لیئے ہلاکت! محمد عربی (فداہ روحی، ابی وامی) ﷺ چاہتے ہیں کہ تمہارے مابین عداوت کی آگ بھڑک اُٹھے اور وہ اور ان کے صحابہ اکرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) بچ نکلیں۔''

(سبل الهدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج۲، ص۴۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، علیہ الرحمۃ متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

روى ابن إسحاق عن سعيد بن جبير قال: قلت لابن عباس: أكان المشركون يبلغون من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ما يعذرون به في ترك دينهم؟ قال: نعم، والله إن كانوا ليضربون أحدهم ويجيعونه [ويعطشونه حتى ما يقدر يستوي جالسا من شدة الضرّ الذي نزل به حتى يقولوا له: اللات والعزّى إلهك من دون الله؟ فيقول: نعم حتى إن الجعل ليمرّ بهم فيقولون له: هذا الجعل إلهك من دون الله فيقول نعم. افتداء منهم مما يبلغون من جهدهم. وكان أبو جهل الخبيث هو الذي يغري بهم رجال قريش، إذا سمع بالرجل أسلم له شرف ومنعة أنّبه [وأخزاه] فقال: تركت دين أبيك وهو خير منك، لنسفهن حلمك ولنفيّلنّ رأيك ولنضعن شرفك. وإن كان تاجرا قال: والله لنكسدن تجارتك ولنهلكن مالك. وإن كان ضعيفا ضربه وأغرى به.

ترجمہ: حضرت سیدنا ابن اسحاق علیہ الرحمۃ نے حضرت سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ''کیا صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو ترک دین کیلئے مشرکین اتنی اذیتیں دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ معذور سمجھے جاتے ہوں۔'' انہوں نے فرمایا ''ہاں! بخدا! مشرکین ایک مسلمان کو اتنا مارتے تھے۔ وہ اسے اتنا بھوکا اور پیاسا رکھتے تھے کہ وہ اس اذیت کی وجہ سے سیدھا ہو کر بیٹھ بھی نہیں سکتا تھا۔ کفار اس سے پوچھتے: ''رب تعالیٰ کو چھوڑ کر لات وعزیٰ تیرے معبود ہیں؟'' وہ کہتا: ''ہاں'' حتیٰ کہ اگر اس کے پاس سے بھونڑا گزرتا وہ اسے کہتے: ''رب تعالیٰ کو چھوڑ کر یہ بھونڑا تیرا معبود ہے۔'' وہ کہتا ہے: ''ہاں! کیونکہ اسے ستایا ہی اتنا جاتا تھا۔''

ابوجہل وہ خبیث شخص تھا جو قریش کے آدمیوں کو انگیخت کرتا تھا۔ اگر وہ کسی ایسے شخص کے بارے سنتا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے جو شرف وقدر والا ہوتا وہ اسے رسواء کرتا وہ اسے کہتا: ''تو نے اپنے باپ کا دین ترک کر دیا ہے۔ وہ تجھ سے بہتر تھا۔ ہم تیری دانائی کو پاگل کر دیں گے۔ تیری رائے کو جھٹلا دیں گے۔ تیرا شرف کم کر دیں گے۔'' اگر وہ تاجر ہوتا تو یہ کہتا: ''بخدا! ہم تیری تجارت میں مندا پیدا کر دیں گے۔ تیرا مال برباد کر دیں گے۔ اگر اسلام قبول کرنے والا کمزور ہوتا تو یہ اسے مارتا۔ لوگوں کو بھی ابھارتے کہ وہ اسے ماریں۔

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج ۲، ص ۳۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، علیہ الرحمۃ متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

فإن خفض رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يسمع الذين يستمعون من قراءته شيئا، فانزل الله تعالى: وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا (۱۱۰) قال عروة بن الزبير فيما رواه ابن إسحاق عنه: أول من جهر بالقرآن بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم بمكة عبد الله بن مسعود، اجتمع يوما أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلّم فقالوا: والله ما سمعت قريش هذا القرآن يجهر لها به قطّ، فمن رجل يسمعهموه؟ فقال عبد الله بن مسعود: أنا. قالوا: إنا نخشاهم عليك، إنما نريد رجلا له عشيرة يمنعونه من القوم إذا أرادوه. قال: دعوني فإن الله سيمنعني. فغدا ابن مسعود حتى أتى المقام في الضحى وقريش في أنديتها حتى

قام عند المقام ثم قال: بسم الله الرحمن الرحيم: الرَّحمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ثم استقبلها يقرؤها وتأمّلوه يقولون: ماذا قال ابن أمّ عبد؟ ثم قالوا: إنه ليتلو بعض ما جاء به محمد. فقاموا إليه فجعلوا يضربون في وجهه وجعل يقرأ حتى بلغ ما شاء الله أن يبلغ ثم انصرف إلى أصحابه وقد أثّروا بوجهه فقالوا: هذا الذي خشينا عليك. قال: ما كان أعداء الله تعالى أهون علي منهم الآن ولئن شئتم لأغادينهم بمثلها غدا. قالوا: لا حسبك، قد أسمعتهم ما يكرهون۔

ترجمہ: اگر حضور ﷺ پست آواز سے تلاوت فرماتے تو آپ ﷺ کی قرات سننے والے کچھ بھی نہ سن سکتے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا

ترجمہ: اور نہ تو بلند آواز سے نماز پڑھو اور نہ بلکل آہستہ پڑھو اسے اور تلاش کرو ان دونوں کے درمیان (معتدل) راستہ۔ (سورۃ الاسراء، ۱۱۰)

حضرت سیدنا ابن اسحاق علیہ الرحمۃ نے حضرت سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ذات جس نے حضور سید المرسلین ﷺ کے بعد سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں بآواز بلند قرات کی وہ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ذات تھی۔ ایک روز صحابہ اکرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) جمع ہوئے انہوں نے کہا: ''بخدا! قریش نے قرآن پاک کی باآواز بلند قرات سنی ہی نہیں۔ کون ہے جو انہیں باآواز بلند قرآن پاک کی قرات سنائے؟ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں'' صحابہ اکرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے فرمایا: ''آپ کے بارے ہمیں قریش سے خطرہ ہے۔ ہمیں ایک ایسا شخص درکار ہے جس کا قبیلہ ہو۔ جو اسے قریش سے اس وقت روک سکے جب وہ اس کے ساتھ برا ارادہ کریں۔ انہوں نے فرمایا: ''مجھے چھوڑ دو۔ عنقریب رب تعالیٰ انہیں مجھ سے روک دے گا۔'' دوسرے روز وقت صبح حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ مقام ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے قریش اپنی اپنی محافل میں تھے۔ انہوں نے وہاں کھڑے ہو کر یوں تلاوت شروع کی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ

ترجمہ: رحمٰن نے (اپنے حبیب ﷺ کو) سکھایا ہے قرآن۔ (سورۃ الرحمٰن: ۱، ۲)

پھر وہ لگاتار سورت الرحمٰن کی تلاوت کرتے رہے۔ قریش نے غور وفکر کیا۔ انہوں نے کہا: ''ابن ام عبد کیا کہہ رہا ہے''؟ پھر انہوں نے کہا: ''یہ تو اس کلام میں سے پڑھ رہا ہے جسے (سیدنا وامامنا) محمد عربی ﷺ لے کر آئے ہیں۔''

وہ خود آگے ان کے پاس گئے اور ان کے چہرے (مبارک) پر مارنے لگے۔ وہ پڑھتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے جہاں تک پڑھنا تھا پڑھا۔ پھر صحابہ اکرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی طرف لوٹ آئے۔ ان کے چہرے (مبارک) پر ضربوں کے نشانات تھے۔ انہوں نے کہا: ''ہمیں آپ رضی اللہ عنہ کے بارے یہی اندیشہ تھا۔'' حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بخدا! یہ دشمنانِ خدا میری نظروں میں جتنے آج رسوا ہوئے ہیں پہلے کبھی نہ تھے۔ اگر تم پسند کرو تو میں کل بھی اسی طرح کرونگا۔'' صحابہ اکرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے فرمایا: نہیں! آپ نے انہیں وہ کلام سنا دیا ہے جسے وہ ناپسند کرتے ہیں۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج۲، ص۳۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ محمد خیر طمعہ حلبی، البختری، الشامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ حضور سرورِ دوعالم ﷺ کی محبت وعشق میں مست تھے۔رات دن آپ ﷺ کے گیت گاتے رہتے۔ایک رات اپنے عشق کی وارفتگی میں بتوں کی مذمت اور توحید ورسالت کی باتیں کر رہے تھے اور ایک بدبخت سن رہا تھا۔اس نے صبح ہوتے ہی امیہ بن خلف کو سارا ماجرا سنا دیا۔

امیہ یہ سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کو سخت تکلیفیں دینے لگا۔اِن کو سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تپتی ریت پر سیدھا لٹا کر اِن کے سینے پر پتھر کی بڑی چٹان رکھ دیتا تھا تا کہ وہ حرکت نہ کر سکیں اور کہتا:

''اس حال میں مرجا!اور اگر زندگی چاہتا ہے تو اسلام سے ہٹ جا!''

مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس حالت میں بھی ''احد احد'' (معبود ایک ہی ہے، ایک ہی ہے) پکارتے تھے۔

بسا اوقات امیہ کا رویہ اور سخت ہوتا تو وہ آپ کو مکہ مکرمہ کے آوارہ لڑکوں کے حوالے کر دیتا، وہ لڑکے آپ کو گلی کوچوں میں چکر دیتے پھرتے اور یہ (حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ) تھے کہ ''احد احد'' (خدا ایک ہی ہے، ایک ہی ہے) پکارتے رہتے۔

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو نہ صرف دن کے وقت اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائی جاتیں تھیں بلکہ جب شام ہوتی تو آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر اندھیرے میں رکھا جاتا اور حکم ہوتا کہ باری باری انہیں کوڑے مارے جائیں اور تا صبح ان سے مار کو موقوف نہ کیا جائے۔

کئی روز تک حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اس مصیبتِ جانکاہ میں گرفتار رہے۔

حضرت سیدنا عمر بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ایک دن میں حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا تو وہ ازلی بدبخت امیہ آپ کو ایذا دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا:

''بتوں پر ایمان لے آ!ورنہ......جان سے ختم کر دوں گا۔''

اس بدبخت کی اس بات کے جواب میں حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے:

''میں تو بتوں سے بیزار ہوں (پھر میں بتوں پر ایمان کیسے لا سکتا ہوں)''

یہ سن کر اس خبیث امیہ کا غصہ اور تیز ہو جاتا۔پھر میں نے دیکھا کہ وہ آپ کے سینے پر چڑھ گیا اور دوزانوں بیٹھ کر زور سے آپ کا گلا دبانے لگا یہاں تک کہ آپ کی سانس بند ہو گئی اور بے حس وحرکت پڑے محسوس ہونے لگے۔میں سمجھا کہ شاید آپ فوت ہو گئے ہیں۔

میں جس کام کو جا رہا تھا اُسے پورا کر کے واپس لوٹا تو تا حال آپ بے ہوش پڑے تھے۔میرے آتے وقت اچانک آپ ہوش میں آئے تو اس ازلی بدبخت نے پھر کہا:

''اے بلال رضی اللہ عنہ!بتوں پر ایمان لے آ۔!!!''حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے آسمان کی طرف منہ کر کے کچھ کہا،لیکن میں کچھ سمجھ نہ سکا،اِس لیے کہ بوجۂ ضعف ونقاہت آپ کی آواز بالکل نہ ہونے کے برابر تھی۔

اسی دوران امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔آپ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا حال دیکھ کر سخت مضطرب ہوئے۔دوسرے دن

بھی امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہی منظر دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو علیحدگی میں مشورہ دیتے ہوئے فرمایا:

''اے بلال! تمہارا مالک کافر ہے۔ اس کے سامنے حضرت محمد ﷺ کا نام مبارک نہ لیا کرو اور اپنے محبوب کو دل میں یاد کرلیا کرو۔''

حضرت سیدنا بلال نے جواب دیا:

''نہیں جنابِ صدیق! یہ میرے بس کا روگ نہیں۔''

رہی بات امیہ کے ظلم وستم کی تو اس کی مجھے قطعاً پرواہ نہیں، وہ مجھے شہید بھی کرڈالے تو بھی میں باز نہیں آؤں گا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں روزمرہ کی طرح گرم چٹانوں تلے دبا امیہ کے کوڑے کھا رہا تھا اور وہ ہر کوڑے پر لات وعزیٰ (بتوں) کی عبادت پر مجبور کررہا تھا کہ ادھر سے ورقہ بن نوفل کا گزر ہوا۔

وہ میرے منہ سے ''اَحَدٌ اَحَدٌ'' کی آواز سن کر رُک گئے اور انہوں نے بآواز بلند کہا:

''اے بلال! وہ (اللہ) واقعی ایک ہے۔''

پھر انہوں نے امیہ سے مخاطب ہوکر فرمایا:

''میں خدا کی قسم! کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تو نے اسے مار ڈالا تو میں اس کی قبر پر درگاہ (دربار بناؤں گا اور گنبد) تعمیر کروں گا۔''

امیہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو مختلف سزائیں دیتا اور آپ کو سزائیں اور تکالیف دے کر خوشی محسوس کرتا۔ وہ کسی بھی طریقے سے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اپنا دین منوانا چاہتا تھا۔ اسی لیے وہ آپ کو سزائیں دیتا رہتا کہ شاید یہ مان جائیں لیکن حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ دین میں سچے، سچے تھے، وہ کہاں بدلنے والے تھے

اسی طرح ایک دن امیہ آپ رضی اللہ عنہ کو تکالیف دے رہا تھا اور ساتھ ساتھ کہہ رہا تھا:

''تو محمد ﷺ کا دین چھوڑ دے میں تجھے ایسی ایسی چیزیں دوں گا۔ مال ودولت دوں گا، اپنے سارے مال کا مالک بنادوں گا، تو صرف محمد ﷺ کا دین چھوڑ دو اور لات وعزیٰ کی عبادت کیا کرو۔''

امیہ کی یہ بیہودہ باتیں سن کر حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَحَدٌ اَحَدٌ اَنَا لَا اُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا		اَنَا کَافِرٌ بِالَّاتِ وَالْعُزّٰی

اللہ تعالیٰ ایک ہے، وہ ایک ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا اور میں لات وعزیٰ کو معبود ماننے (اور اُن کی عبادت کرنے) سے انکار کرتا ہوں۔

(طبقات ابن سعد، القسم الاول، الجزء الثالث، صفحہ ۱۶۵)

بالآخر امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کثیر مال کے بدلے خرید کر آزاد کردیا۔

(حزب الرحمٰن، ۱۶۶/۱۶۴)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، علیہ الرحمۃ متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

فمن المستضعفين بلال رضي الله عنه، وكان صادق الإسلام طاهر القلب. قال ابن إسحاق وغيره: فكان أمية بن خلف يخرجه إذا

حميت الظّهيرة فيطرحه على ظهره في بطحاء مكة ثم يأمر بالصخرة العظيمة فتوضع على صدره ثم يقول له: لا تزال هكذا حتى تموت أو تكفر بمحمد وتعبد اللات والعزّى فيقول وهو في ذلك البلاء. أحد أحد أنا كافر باللات والعزّى. وروى البلاذري عن عمرو بن العاص قال: مررت ببلال وهو يعذّب في الرمضاء ولو أن بضعة لحم وضعت عليه لنضجت وهو يقول: أنا كافر باللات والعزى. وأمية مغتاظ عليه فيزيده عذابا فيقبل عليه فيدغت في حلقه فيغشى عليه ثم يفيق. وروى ابن سعد عن حسان بن ثابت رضي الله تعالى عنه قال: حججت- أو قال اعتمرت- فرأيت بلالا في حبل طويل يمده الصبيان وهو يقول: أحد أحد أنا أكفر باللات والعزى وهبل ونائلة وبوانة فأضجعه أمية في الرمضاء. وروى البلاذري عن مجاهد قال: جعلوا في عنق بلال حبلا وأمروا صبيانهم أن يشتدّوا به بين أخشبي مكة- يعني جبليها- ففعلوا ذلك وهو يقول: أحد أحد. وروى ابن سعد عن عروة قال: كان بلال من المستضعفين من المؤمنين وكان يعذّب حين أسلم ليرجع عن دينه فما أعطاهم قط كلمة مما يريدون، وكان الذي يعذبه أمية بن خلف الجمحي. وروى البلاذري عن عمير بن إسحاق قال: كان بلال إذا اشتدّ عليه العذاب قال: أحد أحد. فيقولون له: قل كما نقول فيقول: إن لساني لا ينطق به ولا يحسنه. قال البلاذري: وروي أن بلالا قال: أعطشوني يوما وليلة ثم أخرجوني فعذّبوني في الرمضاء في يوم حارّ. قال ابن إسحاق: وحدثني هشام بن عروة عن أبيه قال: كان ورقة بن نوفل يمرّ ببلال وهو يعذّب وهو يقول: أحد أحد. فيقول ورقة: أحد أحد والله يا بلال. ثم يقبل على أمية بن خلف ومن يصنع ذلك به من بني جمح فيقول: أحلف بالله لئن قتلتموه لأتخذنه حنانا. حتى مرّ أبو بكر الصديق رضي الله تعالى عنهما وهم يصنعون به ذلك، وكانت دار أبي بكر في بني جمح فقال أبو بكر لأمية: ألا تتقي الله في هذا المسكين حتى متى تعذبه؟ قال أنت أفسدته فأنقذه مما ترى. قال أبو بكر: أفعل. عندي غلام أسود أجلد منه وأقوى على دينك أعطيكه به. قال: قد قبلت. قال: هو لك. فأعطاه أبو بكر غلامه ذلك وأخذ بلالا فأعتقه. وروى البلاذري بسند صحيح عن محمد بن سيرين قال: لما أسلم بلال أخذه أهله فقمطوه وألقوا عليه من البطحاء، وجعلوا يقولون: ربك اللات والعزى. فيقول أحد أحد. فأتى عليه أبو بكر رضي الله تعالى عنه فقال: علام تعذّبون هذا الإنسان؟ فاشتراه بسبع أواقيّ وأعتقه. فذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم أنه قد اشتراه فقال: الشركة يا أبا بكر. فقال: قد أعتقته يا رسول الله. وروى البلاذري بسند جيد عن إسماعيل بن أبي خالد عن قيس قال: اشترى أبو بكر بلالا بخمس أواقي.

ترجمہ: حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، پیاسلام کے سچے اور دل کے پاکیزہ تھے۔ حضرت ابن اسحاق علیہ الرحمہ وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب دوپہر خوب گرم ہوجاتی تو امیہ بن خلف انہیں پکڑ کر باہر نکال لاتا۔ مکہ مکرمہ کی چٹانوں پر انہیں پشت کے بل لٹا دیتا۔ پھر ایک بڑا پتھر لانے کا حکم دیتا۔ اسے ان کے سینہ اقدس پر رکھ دیا جاتا۔ امیہ ان سے کہتا: ''تمہیں اس طرح ستایا جاتا رہے گا حتیٰ کہ تم انتقال کر جاؤ یا (سیدنا وامامنا) ''محمد'' عربی ﷺ کا انکار کردو اور لات وعزیٰ کی پوجا شروع کر دو۔ وہ اس مصیبت کے عالم میں بھی احد احد کے ترانے الاپتے۔ وہ فرماتے: ''میں لات وعزیٰ کا انکار کرتا ہوں۔''

حضرت علامہ بلاذری علیہ الرحمہ نے حضرت سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے

گزرا۔ انہیں تپتی دوپہر میں اذیت دی جا رہی تھی۔ اگر اس چٹان پر گوشت کا ٹکڑا بھی رکھا جاتا وہ بھی پک جاتا۔ وہ فرما رہے تھے: ''میں لات وعزیٰ کا انکار کرتا ہوں۔ یہ سن کر امیہ کو اور غصہ آ جاتا وہ ان کی اذیت میں اضافہ کر دیتا وہ ان کے حلق پر مارتا۔ جس کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو جاتے۔'' پھر انہیں افاقہ مل جاتا۔

ابن سعد نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''میں نے حج یا عمرہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے گلے میں بھی رسی تھی۔ انہیں بچے کھینچ رہے تھے وہ احد احد پکار رہے تھے۔ وہ فرما رہے تھے: ''میں لات، عزیٰ، ہبل، نائلہ اور بوانۃ کا انکار کرتا ہوں'' امیہ انہیں دہکتی چٹان پر لٹا دیتا۔ حضرت علامہ بلاذری علیہ الرحمۃ نے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کفار حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے گلے میں رسی ڈال لیتے وہ اپنے لڑکوں سے کہتے کہ انہیں مکہ مکرمہ دو پہاڑوں کے مابین لے کر گھسیٹو۔ وہ اسی طرح کرتے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی زبان اقدس پر احد احد ہوتا۔ ابن سعد نے سیدنا حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ ناتواں تھے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو انہیں اذیت دی جاتی تھی تاکہ یہ اپنے دین سے برگشتہ ہو جائیں لیکن ان کی زبان مبارک سے ایک ایسا کلمہ بھی نہ نکلتا تھا جو کفار چاہتے تھے۔ امیہ بن حلف انہیں اذیتیں دیتا تھا۔'' بلاذری علیہ الرحمۃ نے حضرت عمیر بن اسحاق علیہ الرحمۃ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ پر اذیت شدت اختیار کر جاتی تو وہ احد احد کے ترانے الاپتے۔ کفار انہیں کہتے: ''اس طرح کہو جس طرح ہم کہہ رہے ہیں۔'' وہ فرماتے: ''میری زبان نہ اس طرح بول سکتی ہے نہ اسے پسند کرتی ہے۔'' بلاذری علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کفار نے مجھے ایک دن اور ایک رات تک پیاسا رکھتے پھر مجھے باہر نکالتے اور گرم دن میں گرم چٹان پر مجھے اذیتیں دیتے۔''

حضرت ابن اسحاق علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ حضرت سیدنا ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرتے وہ اذیتیں دی جا رہی ہوتیں وہ احد احد کے ترانے الاپ رہے ہوتے۔ ورقہ کہتے ''بخدا! یا بلال رضی اللہ عنہ! احد احد، پھر وہ امیہ کی طرف توجہ کرتے دیگر کفار کی طرف رخ کرتے اور کہتے ''بخدا! اگر تم نے اسے شہید کر دیا تو میں ان کی قبر انور کو رحمت الٰہیہ کی آماجگاہ بنا دوں گا۔ حتیٰ کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امیہ سے کہا: ''اس مسکین کے بارے تو رب تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ اسے کب تک اذیتیں دیتا رہے گا؟ امیہ نے کہا: ''تم نے ہی بگاڑا ہے تم ہی اسے اس اذیت سے نجات دلا سکتے ہو۔'' امیر المومنین جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں اسی طرح کرتا ہوں۔ میرے پاس ایک سیاہ فام غلام ہے جوان سے زیادہ مضبوط اور قوی ہے۔ وہ تیرے دین پر بھی ہے۔ وہ ان کے بدلے میں وہ تمہیں دے دیتا ہوں۔'' امیہ نے کہا: ''میں قبول کرتا ہوں میں انہیں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔'' حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے وہ غلام دیا اور حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ تو ان کے اہل خانہ انہیں پکڑتے۔ انہیں گرم چٹان پر پھینک دیتے۔ ان سے کہتے: ''لات وعزیٰ تیرے رب ہیں (استغفر اللہ)۔ وہ کہتے: ''احد احد'' امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے فرمایا: ''تم اس انسان کو کب تک اذیت دیتے رہو گے۔''

انہوں نے سات اوقیہ دے کر انہیں خریدا اور آزاد کر دیا۔ انہوں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں تذکرہ کیا کہ انہوں نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو خریدا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوبکر! مجھے بھی اس امر میں شریک کر لینا۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں نے انہیں آزاد کر دیا ہے۔''

بلاذری علیہ الرحمۃ نے جید سند کے ساتھ حضرت اسماعیل بن ابو خالد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہا امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پانچ اوقیہ میں

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو خرید اتھا۔

(سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج۲، ص ۳۵۷، ۳۵۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، علیہ الرحمہ متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

ومنهم أبو فكيهة واسمه أفلح ويقال يسار. وكان عبدا لصفوان بن أمية فأسلم حين أسلم بلال، فمرّ به أبو بكر رضي الله عنه وقد أخذه أمية بن خلف فربط في رجله حبلا وأمر به فجرّ ثم ألقاه في الرمضاء فمر به جعل فقال: أليس هذا ربك فقال الله ربي خلقني وخلقك وخلق هذا الجعل فغلظ عليه وجعل يخنقه ومعه أخوه أبي بن خلف يقول: زده عذابا حتى يأتي محمد فيخلصه بسحره. فأخرجه نصف النهار في شدة الحر مقيدا إلى الرمضاء ووضع على بطنه صخرة فدلع لسانه فلم يزل على تلك الحال حتى ظنوا أنه قد مات، ثم أفاق فمرّ به أبو بكر رضي الله عنه فاشتراه وأعتقه.

ترجمہ: سیدنا حضرت ابوفکیہہ رضی اللہ عنہ، ان کا نام افلح تھا۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام یسار تھا۔ یہ صفوان بن امیہ کے غلام تھے۔ انہوں نے اس وقت اسلام قبول کیا جب سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تھا۔ سیدنا امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے اس وقت امیہ بن خلف نے انہیں پکڑ رکھا تھا۔ اس نے ان کی ٹانگ کے ساتھ رسی باندھ رکھی تھی۔ اس نے حکم دیا انہیں گھسیٹا گیا۔ پھر انہیں ایک چٹان پر پھینک دیا گیا۔ ایک کیڑا ان کے پاس سے گزرا اس نے ان سے کہا: ''کیا یہ تمہارا رب نہیں ہے؟'' انہوں نے فرمایا: میرا رب تعالیٰ وہ اللہ ہے جس نے مجھے تخلیق کیا ہے اس نے تجھے بھی تخلیق کیا ہے۔ اسی نے اس کیڑے کو پیدا کیا ہے۔ یہ سن کر امیہ کو غصہ آ گیا وہ ان کا گلہ (مبارک) دبانے لگا اس کے ساتھ اس کا بھائی ابی بن خلف بھی تھا۔ اس نے کہا: ''اس کے عذاب میں اضافہ کر دے حتیٰ کہ محمد عربی ﷺ آئیں اور اپنے (معاذ اللہ) جادو سے انہیں نجات عطا فرمائیں۔'' وہ دوپہر کے وقت انہیں لے کر نکلتا وہ انہیں زنجیریں پہنا کر چٹان پر پھینک دیتا۔ ان کے پیٹ (مبارک) پر بڑا سا پتھر رکھ دیتا۔ ان کی زبان (مبارک) باہر نکل آتی وہ اسی حالت رہتے حتیٰ کہ کفار گمان کرتے کہ ان کا وصال ہو چکا ہے۔ پھر انہیں افاقہ ہو جاتا امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے انہوں نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا

(سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج۲، ص ۳۶۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، علیہ الرحمہ متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

ومنهم خباب بن الأرتّ بالمثناة الفوقية.

قال البلاذري: قالوا كان الأرت سواديا، فأغار قوم من ربيعة على الناحية التي كان فيها فسبوه وأتوا به الحجاز فباعوه فوقع إلى سباع بن عبد العزى الخزاعي حليف بني زهرة. وزعم أبو اليقظان أن خبابا كان أخا سباع لأمّه. قال البلاذري: وخباب فيما يقول ولده: ابن الأرتّ بن جندلة بن سعد بن خزيمة، من بني سعد بن زيد مناة بن تميم، وإنه وقع عليه سبي فصار إلى أم أنمار مولاته فأعتقته وإنه كانت به رتّة، كان ألكن إذا تكلم بالعربية فسمي الأرتّ. وروى البلاذري عن كردوس أن خبابا أسلم سادس ستة. وروى البلاذري عن الشعبي قال: أعطوهم ما أرادوا حين عذّبوا إلا خباب بن الأرت فجعلوا يلصقون ظهره بالأرض على

الرضف حتى ذهب ماء متنه.وروى البلاذري عن الشعبي، ومن طريق آخر عن أبي ليلى الكندي قال، جاء خباب إلى عمر رضي الله تعالى عنهما فقال له عمر: ادنه ادنه. فأجلسه على متكئه وقال: ما أحد أحق بهذا المجلس منك إلا رجل واحد. قال: ومن هو يا أمير المؤمنين؟ قال: بلال- وفي رواية الشعبي، عمار بن ياسر قال: ما هو بأحق مني أن بلالا كان له في المشركين من يمنعه. الله به، ولم يكن لي أحد، لقد رأيتني يوما وقد أوقدوا لي نارا ثم سلقوني فيها ثم وضع رجل رجله على صدري فما اتقيت الأرض إلا بظهري، ثم كشف خباب عن ظهره فإذا هو قد برص.وروى البلاذري عن أبي صالح قال: كان خباب قينا وكان قد أسلم، فكان رسول الله، صلى الله عليه وسلّم يألفه ويأتيه فأخبرت بذلك مولاته فكانت تأخذ الحديدة وقد أحمتها فتضعها على رأسه، فشكى ذلك إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: اللهم انصر خبابا فاشتكت مولاته رأسها وهي أم أنمار فكانت تعوي مع الكلاب، فقيل لها اكتوي فكان خباب يأخذ الحديدة قد أحماها فيكوي بها رأسها.قال محمد بن عمر الأسلمي وكان الذي يعذّب خبابا حين أسلم ولازم رسول الله صلى الله عليه وسلم عتبة بن أبي وقاص. وقيل وهو الثبت الأسود بن عبد يغوث.وروى البخاري ومحمد بن عمر الأسلمي والبيهقي عن خباب رضي الله تعالى عنه قال: أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو متوسد برده فيظل الكعبة ولقد لقينا من المشركين شدة شديدة فقلت: يا رسول الله ألا تدعو الله لنا؟ فقعد محمرًا وجهه فقال: إن كان من كان قبلكم ليمشط أحدهم بأمشاط الحديد مادون عظمه من لحم وعصب ما يصرفه ذلك عن دينه، ويوضع المنشار على مفرق رأس أحدهم فيشقّ باثنتين ما يصرفه ذلك عن دينه، وليتمنّ الله هذا الأمر حتى يسير الراكب من صنعاء إلى حضر موت لا يخاف إلا الله والذئب على غنمه۔

ترجمہ: سیدنا حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ، یہ عراق کے مضافات کے رہائشی تھے۔ بنو ربیعہ کے بعض افراد نے اس علاقہ پر شب خون مارا۔ سیدنا حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو قیدی بنالیا اور انہیں حجاز لا کر فروخت کر دیا سباع بن عبد العزی نے انہیں خرید لیا یہ بنو زہرہ کا حلیف تھا ابو الیقظان کا خیال ہے کہ سیدنا حضرت خباب رضی اللہ عنہ سباع کے ماں کی طرف سے بھائی تھے علامہ بلاذری علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ سیدنا حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ قیدی بن کرام انما کے پاس آئے۔ یہ ان کی مالکہ بنی۔ پھر اس نے ان کو آزاد کر دیا۔ سیدنا حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ ہکلاتے تھے۔ جب وہ عربی میں گفتگو کرتے تو ان کی زبان میں لکنت آجاتی تھی اس لیے ان کو ''الارت'' کہا جاتا تھا۔

حضرت بلاذری علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے کہ سیدنا حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کو گرم پتھر پر لٹادیا جاتا تھا حتی کہ ان کی کمر کا پانی ختم ہو جاتا تھا۔

حضرت بلاذری علیہ الرحمہ نے امام شعبی علیہ الرحمہ اور حضرت ابو لیلیٰ الکندی علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''سیدنا حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: '' قریب ہو جائیں۔ قریب ہو جائیں۔'' انہوں نے انہیں اپنی جگہ پر بٹھالیا۔ انہوں نے فرمایا: '' سوائے ایک شخص سے اور کوئی آپ سے زیادہ اس جگہ پر بیٹھنے کا مستحق نہیں،'' حضرت خباب رضی اللہ عنہ امیر المومنین! وہ کون سا شخص ہے؟ امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ: وہ حضرت بلال (یا حضرت عمار بن یاسر) ہیں۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ: وہ مجھ سے زیادہ

اس جگہ کے مستحق نہیں ہیں۔بعض مشرکین حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا دفاع کرتے تھےلیکن میرا دفاع کرنے والا کوئی نہ تھا۔میں نے خود کو ایک دن دیکھا مشرکین نے میرے لیے آگ جلائی انہوں نے اس پر مجھے لٹا دیا۔ایک کافر نے اپنا پاؤں میرے سینے پر رکھ دیا۔وہ زمین میری کمر سے ہی ٹھنڈی ہوئی''پھر سیدنا حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ نے اپنی کمر سے کپڑا اٹھایا،وہاں برص نما داغ تھے۔

علامہ بلاذری علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ سیدنا حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ لوہار پیشہ تھے۔انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محبت کرتے تھے اور ان کے پاس تشریف لاتے تھے۔ان کی مالکہ کو اس کی خبر ہوگئی۔وہ لوہے کا ٹکڑا لیتی۔اسے بھٹی میں گرم کرتیں۔اسے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے سر کے اوپر رکھ دیتیں۔انہوں نے اس تکلیف کیلئے عرض گذاشت بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کردی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی:''مولا!سیدنا حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کی مدد فرما۔''ان کی مالکہ کو درد کی شکایت ہوگئی۔وہ کتوں کے ساتھ بھونکا کرتی تھی۔اسے کہا گیا کہ سینگیاں لگواؤ۔سیدنا حضرت خباب رضی اللہ عنہ لوہا لیتے اسے بھٹی میں گرم کرتے اور اس سے اس کا سر داغتے،حضرت محمد بن عمر اسلمی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ جب سیدنا حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو عتبۃ بن ابی وقاص انہیں اذیتیں دیا کرتا تھا۔امام بخاری علیہ الرحمۃ،حضرت محمد بن عمر اسلمی علیہ الرحمۃ اور امام بیہقی علیہ الرحمۃ نے سیدنا حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خانہ کعبہ کے سایہ میں ٹیک لگا کر بیٹھے تھے۔ہم مشرکین سے شدت ناک اذیتیں برداشت کر رہے تھے۔میں نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ سے ہمارے لیئے دعا نہیں مانگیں گے؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور سرخ ہوگیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے ہوکر بیٹھ گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تم سے پہلے جو لوگ ایمان لائے تھے کفار لوہے کی کنگھیوں سے ان کی ہڈیوں سے ان کا گوشت اکھیڑ لیتے تھے۔لیکن وہ اپنا دین ترک نہیں کرتے تھے۔ایک شخص کے سر پر آری رکھ کر چلادی جاتی تھی۔وہ دو حصوں میں منقسم تو ہوجاتا تھا لیکن اپنے دین سے برگشتہ نہیں ہوتا تھا۔رب تعالیٰ اس امر(دین حق)کو ضرور مکمل فرمائے گا۔حتیٰ کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک جائے گا۔اسے رب تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا۔نہ ہی اسے اپنے بھیڑوں کے بارے بھیڑیئے کا خدشہ ہوگا۔''(صحیح البخاری،رقم:۳۸۵۲)

(سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد،ج،۲،ص،۳۵۸،۳۵۹،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی،علیہ الرحمۃ متوفی،۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

ومنهم صهيب بن سنان الرومي.،روى ابن سعد عن عروة قال: كان صهيب من المستضعفين من المؤمنين الذين كانوا يعذبون في الله.ومنهم عامر بن فهيرة.،قال البلاذري: قالوا كان عامر من المستضعفين فكان يعذّب بمكة ليرجع عن دينه حتى اشتراه أبو بكر وأعتقه.وروى ابن سعد عن محمد بن كعب القرظي بضم القاف وكسر الظاء المشالة المعجمة- قال: كان عامر بن فهيرة يعذّب حتى لايدري مايقول.

ترجمہ: حضرت سیدنا صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا ابن سعد علیہ الرحمۃ نے حضرت سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کمزور مسلمانوں میں سے تھے جنہیں راہ خدا میں تکالیف دی جاتیں تھیں۔

حضرت سیدنا عامر بن فہیرہ،رضی اللہ عنہ علامہ بلاذری علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ حضرت سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کا شمار بھی ان کمزور مسلمانوں میں ہوتا ہے جنہیں راہ خدا میں ستایا

جاتا تھا۔ تاکہ وہ اپنے دین حق کو چھوڑ دیں۔ امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا حضرت سیدنا ابن سعد علیہ الرحمہ نے لکھا ہے:
حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو راہ خدا میں اتنا ستایا جاتا حتیٰ کہ انہیں پتہ نہ چلتا تھا کہ وہ کیا کر رہے ہوتے۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج۲، ص۳۵۹، ۳۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، علیہ الرحمہ متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

ومنهم عمار بن ياسر وأبوه وأمه سمية وأخوه عبد الله رضي الله عنهم.

روى البلاذري والبيهقي عن مجاهد قال: أول من أظهر الإسلام أبو بكر وبلال وخباب وصهيب وعمار، فأما رسول الله صلى الله عليه وسلم فمنعه الله بعمه، وأما أبو بكر فمنعه قومه، وأما الآخرون فألبسوا دروع الحديد وصهروا في الشمس حتى بلغ الجهد منهم، وجاء أبو جهل إلى سمية فطعنها في قلبها فهي أول شهيدة في الإسلام. وروى ابن سعد عن محمد بن كعب القرظي قال: أخبرني من رأى عمار بن ياسر متجردا في سراويل. قال: ونظرت إلى ظهره فإذا فيه حبط فقلت: ما هذا؟ قال: هذا ما كانت قريش تعذبني في رمضاء مكة. وروى البلاذري عنه أيضاً قال: كان عمار يعذب حتى لا يدري ما يقول. وروى البلاذري عن أم هانئ رضي الله عنها أن عمار بن ياسر وأباه ياسرا وأخاه عبد الله ابن ياسر وسمية بن عمار كانوا يعذبون في الله فمر بهم رسول الله صلى الله، عليه وسلم فقال: صبرا آل ياسر فإن موعدكم الجنة. فمات ياسر في العذاب وأغلظت سمية لأبي جهل فطعنها في قلبها فماتت، ورمي عبد الله فسقط۔

حضرت سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ان کے بھائی حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ، اور والدین حضرت سیدنا یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کو اذیت دی جاتی تھی۔ علامہ بلاذری علیہ الرحمہ اور حضرت سیدنا امام بیہقی علیہ الرحمہ نے حضرت سیدنا مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے امیر المومنین سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا خباب رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا جان کے دفاع کی وجہ سے محفوظ تھے۔ امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی وجہ سے محفوظ تھے۔ جبکہ دیگر کمزور مسلمانوں کو لوہے کی زرہیں پہنا دی جاتیں تھیں۔ انہیں دھوپ میں پھینک دیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ ان کی اذیت شدت اختیار کر دی جاتی۔ ابو جہل، حضرت سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان کے دل پر نیزہ دے مارا یہ اسلام کی پہلی شہیدہ تھیں۔ حضرت سیدنا ابن سعد علیہ الرحمہ نے حضرت محمد بن کعب القرظی علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''میں نے اس شخص سے سنا جس نے حضرت سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کی زیارت کی تھی انہوں نے صرف شلوار پہنی ہوئی تھی۔ میں نے ان کے کمر پر نشانات دیکھے۔'' میں نے عرض کی: ''یہ کیا ہے''؟ انہوں نے کہا: ''یہ اس وجہ سے ہیں کہ قریش مجھے اذیت دیتے تھے وہ مجھے تپتی ہوئی چٹان پر پھینک دیتے تھے۔'' علامہ بلاذری علیہ الرحمہ نے حضرت مائی ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''حضرت سیدنا عمار، حضرت سیدنا یاسر، حضرت سیدنا عبد اللہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور حضرت سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ کو راہ خدا میں ستایا جاتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: ''آل یاسر! صبر کرو! تم سے جنت کا وعدہ ہے۔ حضرت سیدنا یاسر رضی اللہ عنہ اسی اذیت میں وصال فرما گئے۔ حضرت سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کے دل پر ابو جہل نے نیزہ مارا۔ وہ بھی شہید ہو گئیں۔ حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو تیر مارا

تو وہ گر پڑے۔

(الحاکم فی المستدرک، ج،۳،ص،۳۸۳،ابونعیم فی الحلیۃ،ج،۱،ص،۱۴۰،وابن حجر فی المطالب،رقم:۴۰۳۴،والمتقی الہندی فی اکنز العمال،رقم:۳۷۶۶۳،۳۷۶۶۷،وابن کثیر فی البدایۃ والنھایۃ،ج،۳،ص،۵۹)(سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد،ج،۲،ص،۳۶۰،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، علیہ الرحمہ متوفی،۹۴۲،ھ لکھتے ہیں:

و منهم جارية بني المؤمل بن حبيب.

قال البلاذري: و كان يقال لها فيما ذكر أبو البختري: لبيبة، أسلمت قبل إسلام عمر بن الخطاب فكان عمر يعذّبها حتى يفتر فيدعها ثم يقول: أما إني أعتذر إليك بأني لم أعدك إلا سآمة فتقول: كذلك يعذبك ربك إن لم تسلم. وروى ابن سعد عن حسان قال: قدمت مكة معتمرا والنبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه يؤذون ويعذّبون، فوقفت على عمر وهو متوزر يخنق جارية بني عمرو بن المؤمل حتى تسترخي في يديه فأقول قد ماتت. فاشتراها أبو بكر فأعتقها.

بنی مؤمل بن حبیب کی لونڈی (حضرت سیدہ لبیبہ رضی اللہ عنہا)

علامہ بلاذری علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ ابوالبختری نے ان کا نام حضرت سیدہ لبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کیا ہے۔انہوں نے امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام قبول کیا۔ امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ انہیں اذیت دیتے حتیٰ کہ تھک جاتے۔انہیں چھوڑ کر کہتے:''میں نے تمہیں صرف اس لیئے چھوڑا ہے کیونکہ میں تھک گیا ہوں۔'' وہ کہتیں:''اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو رب تعالیٰ تمہیں بھی اسی طرح اذیت دے گا۔'' ابن سعد رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ حضرت سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''میں عمرہ کرنے کے ارادے سے مکہ مکرمہ میں آیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اکرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو اذیت دی جارہی تھی۔میں امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا ہو گیا۔وہ غصہ میں تھے۔وہ بنو عمرو کی لونڈی کا گلا دبا رہے تھے حتیٰ کہ وہ ان کے ہاتھوں میں لٹک گئیں میں نے کہا:''یہ تو انتقال کر چکی ہیں۔'' امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں خریدہ اور آزاد کر دیا۔

حضرت سیدہ زنیرہ رضی اللہ عنہا امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ابو جہل انہیں ستاتے تھے۔علامہ بلاذری علیہ الرحمہ نے لکھا ہے:''ابو جہل کہا کرتا تھا کیا تم ان لوگوں کو (سیدنا وامامنا) حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں کو نہیں دیکھتے۔اگر جو کچھ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے ہیں وہ حق اور خیر ہوتا تو یہ لوگ ہم سے سبقت نہ لے جاتے۔کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ حضرت سیدہ زنیرہ رضی اللہ عنہا ہدایت حاصل کرنے میں ہم سے سبقت لے گئی ہے''۔حضرت سیدہ زنیرہ رضی اللہ عنہا کو اتنی اذیت دی گئی کہ ان کی بینائی ختم ہو گئی۔ابو جہل نے کہا:''لات وعزیٰ نے تیرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے؟'' انہوں نے جواب دیا:''لات وعزیٰ کو تو یہ بھی علم نہیں کہ ان کی پوجا کون کرتا ہے۔لیکن یہ ایک آسمانی امر ہے میرا رب تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ میری بصارت لوٹا دے۔''

اس رات کی صبح کو رب تعالیٰ نے ان کی بصارت لوٹا دی۔قریش نے کہا:''یہ تو (سیدنا وامامنا) حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا (معاذ اللہ) جادو ہے۔''

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں خریدا اور خرید کر آزاد کر دیا۔''

(سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد،ج،۲،ص،۳۶۱،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، علیہ الرحمۃ متوفی، ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

ومنهم أم عنيس بعين مهملة مضمومة فنون فمثناة تحتية فسين مهملة- ويقال عبيس بباء موحدة فمثناة تحتية. أمة لبنى زهرة، وكان الأسود بن عبد يغوث يعذبها فابتاعها أبو بكر. ومنهم النّهدية وابنتها. وكانت مولّدة لبني نهد بن زيد فصارت لامرأة من بني عبد الدار فكانت تعذبها وتقول: والله لا أقلعت عنكما أو يعتقكما بعض من صبأ بكما. فمر بهما أبو بكر رضي الله عنه وقد بعثتهما في طحين لها وهي تقول: والله لا أعتقكما أبدا فقال: حل يا أم فلان فقالت حل أنت والله أفسدتهما فأعتقهما. قال: فبكم هما؟ قالت: بكذا وكذا. قال: قد أخذتهما به وهما حرّتان أرجعا إليها طحينها قالتا: أو نفرغ منه يا أبا بكر ثم نرده إليها قال: أو ذاكما إن شئتما.

حضرت (مائی) ام عنیس رضی اللہ عنہا یہ بنو زہرۃ کی لونڈی تھیں اسود بن عبد یغوث انہیں اذیتیں دیتا تھا۔ امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ حضرت سیدہ نہدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کی لختِ جگر یہ بنو نہد بن زید کی لونڈی تھیں۔ بنو عبد الدار کی ایک عورت انہیں اذیتیں دیتی تھی۔ وہ انہیں کہتی تھی ''بخدا! میں تمہیں جڑ سے اُکھیڑ پھینکوں گی یا تمہیں وہ خرید لے جس نے تمہیں صابی بنایا ہے۔'' امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے اس عورت نے انہیں آٹا پسوانے کیلئے بھیجا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی: ''بخدا! میں تمہیں کبھی بھی آزاد نہیں کروں گی۔'' امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ام فلاں! ذرا ترس کرو۔'' اس نے کہا: ''اگر تمہیں زیادہ ترس آرہا ہے تو تم انہیں خرید کر آزاد کر دو۔ بخدا! تم نے ہی انہیں خراب کیا ہے۔''

امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ان کی کیا قیمت ہوگی۔''

اس نے کہا ''اتنی''۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے انہیں اتنی رقم میں خرید لیا ہے۔ یہ دونوں آزاد ہیں۔ تم اس کا آٹا واپس کر دو'' انہوں نے کہا: ''کیا ہم اس سے فارغ ہو کر آٹا واپس کر دیں یا ابھی واپس کر دیں۔'' انہوں نے فرمایا: ''جیسے تمہاری مرضی''۔

(سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج ۲، ص ۳۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، علیہ الرحمۃ متوفی، ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

ومنهم أم بلال حمامة. ذكرها أبو عمر في الدّرر فيمن كان يعذّب في الله فاشتراها أبو بكر وأعتقها. وأهملها أبو عمر في الاستيعاب واستدركوها على الاستيعاب. والحاصل مما تقدم: أن أبا بكر رضي الله عنه اشترى جماعة ممن كان يعذب في الله تعالى، وهم بلال وأمه وعامر بن فهيرة وأبو فكيهة وجارية بني المؤمل والنهدية وابنتها وزنّيرة. وروى الحاكم وصححه عن عبد الله بن الزبير قال: قال أبو قحافة لأبي بكر رضي الله عنهما: يا بني أراك تعتق رقابا ضعافا فلو أنك فعلت ما فعلت فأعتقت رجالا جلدا يمنعونك ويقومون دونك؟ فقال أبو بكر رضي الله عنه: يا أبت إنما أريد ما أريد الله عز وجل. فانزل الله تعالى: فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى [الليل إلى آخر السورة. قال عمار بن ياسر رضي الله عنه يذكر بلالا وأصحابه الذين أعتقهم أبو بكر مما كانوا فيه من البلا وكان اسم أبي بكر عتيقا:

جزى الله خيرا عن بلال وصحبه		عَتيقا وأخزى فاكها وأبا جهل
عشية هما في بلال وصحبه		ولم يحذرا ما يحذر المرء ذو العقل
بتوحيده رب الأنام وقوله		شهدت بأنّ الله ربي على مهل
فإن تقتلوني تقتلوني ولم أكن		لأشرك بالرّحمن من خيفة القتل
فيا ربّ إبراهيم والعبد يونس		وموسى وعيسى نجّني ثمّ لا تمل
لمن ظلّ يهوى العزّ من آل غالب		على غير حقّ كان منه ولا عدل

حضرت سیدہ حمامہ رضی اللہ عنہا یہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ حضرت ابوعمر علیہ الرحمہ نے ان کا تذکرہ ''الدرر'' میں کیا ہے انہیں بھی راہ خدا میں اذیت دی جاتی تھی امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ے ایسے بہت سے غلاموں کو خریدا جنہیں راہ خدا میں ستایا جاتا تھا۔ ان میں حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوفکیہتہ رضی اللہ عنہ، بنو مؤمل کی لونڈی، نھدیہ اور ان کی نور نظر اور زنیرہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) شامل ہیں۔ حاکم نے حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جناب حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے اپنے نور نظر امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ے کہا: ''نور نظر! میں دیکھ رہا ہوں تم کمزور کمزور غلاموں کو خرید کر آزاد کر رہے ہو۔ اگر تم قوی اور سخت غلاموں کو خرید کر آزاد کرو تو وہ تمہاری معاونت کریں گے اور تمہارا دفاع کریں گے۔'' اس وقت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔'' والد گرامی! میں انہیں رضائے الٰہی کے حصول کیلئے آزاد کرتا ہوں۔'' اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى ۔

ترجمہ: پھر جس نے (راہ خدا میں اپنا) مال دیا اور (اس سے) ڈرتا رہا۔ (اللیل ۵،۲)

حضرت سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا ان میں صحابہ اکرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا تذکرہ کیا جنہیں امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خرید کر آزاد کیا تھا۔ حالانکہ وہ سخت اذیتوں کا شکار تھے۔ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عتیق تھا۔

جزى الله خيرا عن بلال وصحبه		عتيقا و اخزى فا كهاً و اباجهل

ترجمہ: اللہ تعالیٰ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جزائے خیر دے اور فاکہہ اور ابوجہل کو رسوا کرے۔

عشية هما فى بلال و صحبه		ولم يخذر امايخذر المرئ ذوالعقل

ترجمہ: اس رات انہوں نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ برا ارادہ کیا۔ وہ اس چیز سے نہ ڈرے جس سے صاحب عقل شخص ڈرتا ہے۔

بتوحيده رب الانام و قوله		شهدت بان الله ربى على مهل

ترجمہ: کیونکہ انہوں نے رب تعالیٰ کی توحید کا اقرار کیا تھا''۔ انہوں نے کہا: ''میں اطمینان سے گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ ہی میرا رب ہے۔

فان تقتلونی تقتلونی ولم اکن		لا شرک بالرحمان من خیفة القتل

ترجمہ: اگر تم مجھے قتل کر سکتے ہو تو مجھے قتل کر دو لیکن میں قتل کے خوف سے رب تعالیٰ سے شرک نہیں کروں گا۔

فیا رب ابراهیم ولعبد یونس		وموسی وعیسی نجنی ثمّ لا تمل

ترجمہ: اے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رب! اے حضرت یونس علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رب مجھے نجات دے پھر انہیں مہلت نہ دے۔

لمن ظلّ یهوی العزمن آل غالب		علی غیر حق کان منه ولا عدل

ترجمہ: جس نے آل غالب سے عزت چھیننے کی کوشش کی وہ حق پر نہیں ہے اور اس کا یہ معاملہ انصاف پر مبنی نہیں ہے۔

(سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج۲، ص۳۶۱، ۳۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وروى ابن إسحاق عن بعض آل عمر قال: قال عمر لما أسلمت تلك الليلة تذكّرت أي أهل مكة أشد لرسول الله صلى الله عليه وسلم عداوة حتى آتيه فأخبره أني قد أسلمت. قال: فقلت: أبو جهل. فأقبلت حين أصبحت حتى ضربت عليه بابه فخرج أبو جهل فقال: مرحبا وأهلا يا بن أختي ما جاء بك؟ قلت: جئت لأخبرك أني قد آمنت بالله ورسوله وصدقت بما جاء به. فضرب الباب في وجهي وقال: قبحك الله وقبح ما جئت به.

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جس رات میں نے اسلام قبول کیا تو میں نے یاد کیا کہ اہل مکہ میں سے سب سے زیادہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن کون ہے؟ حتیٰ کہ میں اس کے پاس جاؤں اور اسے بتاؤں کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔'' میں نے دل میں کہا کہ ابو جہل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے شدید دشمن ہے۔ میں وقتِ صبح اس کے پاس گیا۔ اس کے دروازے پر دستک دی۔ ابو جہل باہر نکلا اس نے کہا: ''میرے بھانجے! تمہیں خوش آمدید! صبح صبح کس لئے آئے ہو؟'' میں نے کہا: ''میں اس لئے آیا ہوں تاکہ تمہیں بتادوں کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں۔ میں نے پیغام حق کی تصدیق کر دی ہے۔'' اس نے میرے چہرے پر دروازہ مارا۔ اس نے کہا: ''رب تعالیٰ تجھے اور جو کچھ تو لے کر آیا ہے اسے برباد کرے۔''

(سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج۲، ص۳۷۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

ونقل جماعة منهم أبو ذر الحسني عن أبي بكر النقاش أن عقبة لما تفل في وجه النبي صلى الله عليه وسلم رجع ما خرج منه إلى وجهه فصار برصا. انتهى. ثم التفت إليه النبي صلى الله عليه وسلم فقال: إن وجدتك خارجا من جبال مكة ضربت عنقك صبرا. وقال أبي بن خلف: والله لأقتلن محمدا. فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: بل أنا أقتله إن شاء الله. فلما بلغ أبيا ذلك أفزعه

لأنهم لم يسمعوا من النبي صلى الله عليه وسلم قولا إلا كان حقا۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوبکر النقاش ﷺ سے روایت ہے۔ کہ عقبہ نے جب آپ ﷺ کے چہرہ انور کی طرف (نعوذ باللہ) تھوکا تو وہ تھوک اسی کے چہرے پر پڑا اور وہاں برص کا داغ بن گیا۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے اس کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا: ''اگر میں نے تجھے مکہ مکرمہ کے پہاڑوں سے باہر پالیا تو تمہاری گردن اُڑادونگا۔''

ابی بن حلف نے کہا: بخدا! میں (حضرت سیدنا وامامنا) محمد عربی ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کردونگا'' حضور اکرم ﷺ تک یہ بات پہنچ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہرگز نہیں! بلکہ میں ﷺ اسے قتل کردوں گا انشاء اللہ!'' جب ابی تک یہ بات پہنچی تو وہ گھبرا گیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ حضور ﷺ کی زبان اقدس سے جو بات بھی ادا ہوتی ہے اسے پورا ہو کر رہنا ہے۔

(سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج۲، ص۴۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، علیہ الرحمۃ متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحب أن يسمع أصحابه حديثه. فأتاه يوما فقال: يا نعمان حدثنا ،فابتدأ الحديث من أوله، فرأى رسول الله صلى الله عليه وسلم يبتسم، ثم قال: أشهد أني رسول الله .ويقال إن النعمان هذا هو الذي قتله الأسود العنسي الكذاب وقطعه عضوا عضوا، والنعمان يقول: »أشهد ألا إله إلا الله وأشهد أن محمدا رسول الله، وأنك كذاب مفتر على الله عز وجل . ثم حرقه بالنار، والآثار في هذا كثيرة لا تحصى

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ پسند فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کے صحابہ اکرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اس کی باتیں سنیں۔ وہ ایک دن آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے نعمان! رضی اللہ عنہ ہمیں وہی داستان سناؤ اس نے ابتداء سے لے کر انتہا تک وہ داستان بیان کردی۔ اس نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ تبسم فرمارہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ ہوں۔'' کہا جاتا ہے کہ یہ وہی حضرت سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ تھے جنہیں اسود عنسی کذاب نے شہید کیا تھا۔ ان کا ایک ایک عضو کاٹا تھا وہ یہی کہہ رہے تھے: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ تو جھوٹا اور رب تعالیٰ پر افتراء باندھنے والا ہے۔'' اس نے انہیں آگ میں جلادیا۔ اس کے بارے اور بھی بہت سی روایات ہیں۔

(سبل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج۳، ص۳۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی، متوفی ۷۷۴ھ، لکھتے:

کسی نے کہا ہے:

وراء مضيق الخوف متسع الأمن		وأول مفروح به غاية الحزن

ترجمہ: اور خوف کی تنگی کے بعد امن کی فراخی ہے اور خوشی سے سرشار شخص پہلے انتہائی حزن وملال سے دوچار ہوتا ہے۔

فَلَا تَيْأَسَنْ فَاللّٰهُ مَلَّكَ يُوسُفًا		خَزَائِنَهُ بَعْدَ الْخَلَاصِ مِنَ السِّجْنِ

ترجمہ: پس ہرگز مایوس ورنجیدہ نہ ہو کیونکہ اللہ نے یوسف علیہ السلام کو جیل سے خلاصی کے بعد ہی ملک مصر کے خزانوں کا مالک بنایا تھا۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج۱،ص۲۵۲،دارالکتب العلمیہ، بیروت)

فرعون کی بیوی کا ایمان اور موت:

عَنْ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ: وَتَدَ فِرْعَوْنُ لِامْرَأَتِهِ أَرْبَعَةَ أَوْتَادٍ، ثُمَّ جَعَلَ عَلَى بَطْنِهَا رَحًى عَظِيمَةً حَتَّى مَاتَتْ۔

ترجمہ: ابورافع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور فرعون نے اپنی بیوی کو چار میخیں ٹھونکوا دیں تھیں دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں میں اس کی بعد اس کے پیٹ پر بہت بڑا بھاری پتھر رکھ دیا حتیٰ کہ وہ مرگئی۔

(شعب الایمان، باب فی شرح الرءبدینہ، رقم الحدیث:۱۶۳۸، ج۲،ص۲۴۴، ۲۴۵،دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سیّدنا عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ ایمان:

عَنْ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ: وَجَّهَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ جَيْشًا إِلَى الرُّومِ، وَفِيهِمْ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ حُذَافَةَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسَرَهُ الرُّومُ فَذَهَبُوا بِهِ إِلَى مَلِكِهِمْ، فَقَالُوا: إِنَّ هَذَا مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ، فَقَالَ لَهُ الطَّاغِيَةُ: هَلْ لَكَ أَنْ تَتَنَصَّرَ وَأُشْرِكَكَ فِي مُلْكِي وَسُلْطَانِي؟ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ: لَوْ أَعْطَيْتَنِي جَمِيعَ مَا تَمْلِكُ، وَجَمِيعَ مَا مَلَكَتْهُ الْعَرَبُ - وَفِي رِوَايَةِ الْقَطَّانِ: وَجَمِيعَ مَمْلَكَةِ الْعَرَبِ - عَلَى أَنْ أَرْجِعَ عَنْ دِينِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرْفَةَ عَيْنٍ، مَا فَعَلْتُ، قَالَ: إِذًا أَقْتُلُكَ، قَالَ: أَنْتَ وَذَاكَ، قَالَ: فَأَمَرَ بِهِ فَصُلِبَ، وَقَالَ لِلرُّمَاةِ: ارْمُوهُ قَرِيبًا مِنْ يَدَيْهِ قَرِيبًا مِنْ رِجْلَيْهِ وَهُوَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ، وَهُوَ يَأْبَى، ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَأُنْزِلَ، ثُمَّ دَعَا بِقِدْرٍ وَصَبَّ فِيهَا مَاءً حَتَّى احْتَرَقَتْ، ثُمَّ دَعَا بِأَسِيرَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَأَمَرَ بِأَحَدِهِمَا فَأُلْقِيَ فِيهَا وَهُوَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّصْرَانِيَّةَ [وَهُوَ يَأْبَى، ثُمَّ أَمَرَ بِهِ أَنْ يُلْقَى فِيهَا، فَلَمَّا ذُهِبَ بِهِ بَكَى، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُ بَكَى فَظَنَّ أَنَّهُ رَجَعَ، فَقَالَ: رُدُّوهُ فَعَرَضَ عَلَيْهِ النَّصْرَانِيَّةَ فَأَبَى، قَالَ: فَمَا أَبْكَاكَ إِذًا؟ قَالَ: أَبْكَانِي أَنِّي قُلْتُ هِيَ نَفْسٌ وَاحِدَةٌ تُلْقَى هَذِهِ السَّاعَةَ فِي هَذَا الْقِدْرِ فَتَذْهَبُ، فَكُنْتُ أَشْتَهِي أَنْ يَكُونَ بِعَدَدِ كُلِّ شَعَرَةٍ فِي جَسَدِي نَفْسٌ تُلْقَى هَذَا فِي اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ لَهُ الطَّاغِيَةُ: هَلْ لَكَ أَنْ تُقَبِّلَ رَأْسِي وَأُخَلِّي عَنْكَ؟ قَالَ عَبْدُ اللهِ: وَعَنْ جَمِيعِ أَسَارَى الْمُسْلِمِينَ؟ قَالَ: وَعَنْ جَمِيعِ أُسَارَى الْمُسْلِمِينَ، قَالَ عَبْدُ اللهِ: فَقُلْتُ فِي نَفْسِي عَدُوٌّ مِنْ أَعْدَاءِ اللهِ أُقَبِّلُ رَأْسَهُ وَيُخَلِّي عَنِّي وَعَنْ أُسَارَى الْمُسْلِمِينَ لَا أُبَالِي قَالَ فَدَنَا مِنْهُ وَقَبَّلَ رَأْسَهُ، فَدَفَعَ إِلَيْهِ الْأُسَارَى، فَقَدِمَ بِهِمْ عَلَى عُمَرَ فَأُخْبِرَ عُمَرُ بِخَبَرِهِ، فَقَالَ عمر: حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يُقَبِّلَ رَأْسَ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُذَافَةَ، وَأَنَا أَبْدَأُ فَقَامَ عُمَرُ فَقَبَّلَ رَأْسَهُ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ حضرت سیدنا امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے روم کی طرف ایک لشکر روانہ کیا ان میں ایک آدمی تھے جنہیں حضرت سیدنا عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کہا جاتا تھا اصحاب رسول میں سے تھے رومیوں نے انہیں قید کرلیا اور اسے اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے اور

جا کر کہا کہ یہ شخص محمد ﷺ کے اصحاب میں سے ہے اس سرکش نے اسے کہا کیا آپ کو دلچسپی ہے کہ آپ عیسائی بن جائے۔ چنانچہ میں آپ کو اپنی حکومت میں اور اپنے ملک اور سلطنت میں شریک کرلوں گا؟ حضرت سیدنا عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا اگر آپ مجھے وہ سب کچھ دے دیں جس کے آپ مالک ہیں اور وہ سب کچھ بھی عرب جس کے مالک ہیں۔ اور قطان کی ایک روایت میں ہے کہ ساری مملکت عرب اس شرط پر کہ میں محمد ﷺ کا دین چھوڑ دوں وہ بھی صرف اور صرف آنکھ جھپکنے کی دیر تو میں یہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اور بادشاہ نے کہا کہ پھر میں تجھے قتل کرا دیتا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تم جانو اور تمہارا کام تمہیں اس کا اختیار ہے۔ فرماتے ہیں چنانچہ اس نے حکم دیا انہیں پھانسی پر لٹکایا گیا اور تیر اندازوں سے کہا گیا کہ تیروں سے اس کے ہاتھوں اور پیروں کو نشانہ بنایا جائے اور وہ برابر اس پر اس کے عیسائی بننے کی دعوت پیش کرتا رہا اور حضرت سیدنا عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ انکار کرتا رہا اس کے بعد اس نے کہا کہ اس کو صلیب سے اتارلو اس کے بعد ایک ہنڈیا یا دیگ میں پانی کھولایا گیا اس کے بعد دو مسلمان قیدی بلائے ان میں سے ایک اس کھولتے ہوئے پانی میں ڈال دیا گیا اور بادشاہ برابر اس کے عیسائیت کی دعوت پیش کرتا رہا اور وہ انکار کرتے رہے اس کے بعد حکم دیا کہ اس کو بھی کھولتے ہوئے پانی میں ڈال دو جب انہیں لے جایا جانے لگا تو وہ رونے لگے، چنانچہ بادشاہ کو اطلاع کی گئی کہ وہ رو رہا ہے اس نے سوچا کہ شاید اب یہ شخص اسلام سے رجوع کرنا چاہتا ہے بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو واپس لاؤ پھر اس نے ان کو عیسائیت پیش کی اس نے انکار کر دیا اس نے کہا پھر تم کیوں روئے تھے؟ اس نے کہا کہ مجھے اس خیال سے رولایا کہ میں نے دل میں یہ سوچا تھا کہ آپ اسی وقت مجھے گرم پانی میں ڈال دیں گے میں ختم ہو جاؤں گا مگر میری یہ خواہش تھی کہ میرے ہر ہر بال کی جگہ میری روح ہوتی لہذا میرا ہر ہر روح کے ساتھ جس کے ساتھ میں بار بار اللہ کی راہ میں قربان ہو کر اللہ سے جا کر ملتا چنانچہ اس سرکش بادشاہ نے ان سے کہا اگر تم مجھے میرے سر پر بوسہ دو تو میں تجھے چھوڑ دوں گا؟ حضرت سیدنا عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے کہا ایک شرط کے ساتھ دوں گا وہ یہ ہے کہ تم تمام مسلمان قیدیوں کو چھوڑ دو اس نے کہا ٹھیک ہے میں تمام مسلمان قیدی چھوڑ دوں گا۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ قریب ہوئے اور اس کے سر کو بوسہ دیا اور اس نے تمام قیدی حضرت سیدنا عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیئے وہ تمام قیدیوں کو لے کر حضرت سیدنا امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے حضرت سیدنا امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ساری خبر سنائی چانچہ حضرت سیدنا امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اٹھے اور حضرت سیدنا عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سر کو بوسہ دیا۔

(شعب الایمان، باب فی شح المرء بدینہ، رقم الحدیث: ۱۶۳۹، ج ۲، ص ۲۴۴، ۲۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

واما الائمة المجتهدون فلا يخفى ما قاساه الامام ابو حنيفة مع الخلفاء و ما قاساه الامام مالک واستخفاؤه خمسا وعشرين سنة لايخرج لجمعة ولا جماعة و كذلک ما قاساه الامام الشافعی من اهل العراق ومن اهل مصر و كذلک لا يخفى ما قاساه الامام احمد بن حنبل من الضرب والحبس وما قاساه البخاری حين اخرجوه من بخاری الى خرتنک وقد نقل الثقات منهم الشيخ ابو عبد الرحمن السلمی واحمد بن خلكان والشيخ عبد الغفار القوصی وغيرهم انهم نفوا ابا يزيد البسطامی سبع مرات من بسطام بواسطة جماعة من علمائها وشيعوا ذا النون المصری من مصر الى بغداد مقيدا مغلولا وسافر معه اهل مصر يشهدون عليه بالزندقة، ورموا سمنون المحب احد رجال القشيری بالعظائم وارشوا امرأة من البغايا فادعت عليه انه يأتيها هو واصحابه

واختفى بسبب ذلك سنة، واخرجوا سهل بن عبد الله التسترى من بلده الى البصرة ونسبوه الى قبائح وكفروه مع امامته وجلالته، ولم يزل بالبصرة الى ان مات بها۔

ترجمہ: آئمہ مجتہدین تو حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو خلفاء سے جن شدتوں کا سامنا کرنا پڑا اور حضرت سیدنا امام مالک علیہ الرحمۃ کو جو سختیاں جھیلنا پڑیں کہ ۲۵ سال تک چھپے رہے جمعہ اور جماعت کے لئے باہر نہیں آتے تھے۔ اور اسی طرح اہل عراق اور اہل مصر کی طرف سے حضرت سیدنا امام شافعی علیہ الرحمۃ کو جن حالات کا سامنا کرنا پڑا کسی پر مخفی نہیں۔ اسی طرح سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو جو سزا اور قید بھگتنا پڑی۔ اور حضرت سیدنا امام بخاری علیہ الرحمۃ پر جو گزری جب آپ کو بخارا سے خرتنگ کی طرف نکالا گیا بھی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ کئی عمائدین کو جلاوطن کیا گیا جن میں سے حضرت سیدنا شیخ ابوعبدالرحمن السلمی علیہ الرحمۃ۔ حضرت سیدنا احمد بن خلکان علیہ الرحمۃ اور حضرت سیدنا شیخ عبدالغفار القوصی علیہ الرحمۃ وغیرہم ہیں۔ انھوں نے بسطام کے علماء کی ایک جماعت کے واسطے سے حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابویزید البسطامی علیہ الرحمۃ کو بسطام سے سات مرتبہ جلاوطن کیا، حضرت سیدنا شیخ المشائخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کو مصر سے بغداد تک بیڑیاں اور طوق ڈال کر گھمایا گیا، اور اہل مصر نے آپ کے خلاف بے دین ہونے کی گواہی کے لئے آپ کے ساتھ سفر کیا۔ حضرت سیدنا شیخ المشائخ سمنون المحب علیہ الرحمۃ کو جو کہ سیدنا امام قشیری علیہ الرحمۃ کے رجال میں سے ایک ہیں بڑے بڑے جرموں کی تہمت لگائی گئی۔ اور انھوں نے بازاری عورتوں میں سے ایک عورت کو رشوت دی جس نے آپ کے متعلق دعویٰ کیا کہ یہ اور ان کے ساتھی اس کے پاس آتے ہیں۔ اس بناء پر آپ ایک سال تک روپوش رہے۔ اور حضرت سیدنا سہل بن عبداللہ التستری علیہ الرحمۃ کو ان کے شہر سے بصرہ کی طرف نکالا گیا اور آپ کی امامت اور بزرگی کے باوجود آپ کو بُری حرکات کی طرف منسوب کیا گیا اور کافر تک کہا گیا اور آپ عین وفات تک بصرہ میں ہی رہے۔

ورموا ابا سعيد الخراز بالعظائم وافتى العلماء بكفره بالفاظ وجدوها فى كتبه وشهدوا على الجنيد بالكفر مرارا حين كان يتكلم فى علم التوحيد على رؤوس الاشهاد فصار يقرره فى قعر بيته الى ان مات وكان من اشد المنكرين عليه وعلى رويم وعلى سمنون وعلى ابن عطاء ومشايخ العراق ابن دانيال كان يحط عليهم اشد الحط وكان اذا سمع احدا يذكرهم تغيظ وتغير لونه واخرجوا محمد بن الفضل البلخى من بلخ لكون مذهبه كان مذهب اهل الحديث من اجراء آيات الصفات واخبارها على ظاهرها بلا تأويل والايمان بها على علم الله فيها ولما ارادوا اخراجه قال لا اخرج الا ان جعلتم فى عنقى حبلا ومررتم بى فى اسواق البلد وقلتم هذا مبتدع نريد ان نخرجه من بلدنا ففعلوا ذلك واخرجوه، فالتفت اليهم وقال: يا اهل بلخ نزع الله من قلوبكم معرفته قال الاشياخ فلم يخرج بعد دعوته عليهم تلك من بلخ صوفى ابدا مع انها كانت اكبر بلاد الله صوفية واخرجوا الامام يوسف بن الحسين الرازى وقام عليه زهاد الرى وصوفيوه واخرجوا اباعثمان المغربى من مكة مع كثرة مجاهدته وتمام علمه وحاله وضربوه ضربا مبرحا وطافوا به على جمل فاقام ببغداد الى ان مات بها، وشهدوا على الشبلى بالكفر مرارا مع تمام علمه وكثرة مجاهداته وادخله اصحابه البيمارستان ليرجع الناس عنه مدة طويلة۔

اورحضرت سیدنا ابوسعید الخراز علیہ الرحمۃ پر بڑے جرموں کی تہمت رکھی گئی۔علماء نے ان الفاظ کی وجہ سے جوکہ آپ کی کتابوں میں پائے گئے آپ کے کفر کا فتویٰ دیا۔اورحضرت سیدنا سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ پر کئی بار کفر کی گواہی دی گئی جبکہ آپ مجمع عام میں علم توحید میں گفتگو فرماتے تھے۔پس آپ اپنے گھر کے اندر تقریر فرمانے لگے حتیٰ کہ وفات پائی۔اورآپ۔اورحضرت سیدنا شیخ المشائخ رویم علیہ الرحمۃ حضرت سیدنا شیخ المشائخ سمنون علیہ الرحمۃ۔حضرت سیدنا شیخ المشائخ علی ابن عطاء علیہ الرحمۃ اور مشائخ عراق پر شدید انکار کرنے والوں میں ابن دانیال ہے۔ان کے متعلق سخت بدگوئی کرتا اور جب کسی کو ان کا ذکر کرتے ہوئے سن پاتا تو غضبناک ہوجاتا اور اس کا رنگ بدل جاتا۔

اورحضرت سیدنا محمد بن الفضل البلخی علیہ الرحمۃ کو بلخ سے نکال دیا گیا کیونکہ ان کا مذہب محدثین والا تھا کہ صفات کی آیات واخبار کو تاویل کے بغیر ان کے ظاہر پرمحمول کرتے تھے اور ان کے بارے میں علم الٰہی کے مطابق ان پر ایمان رکھتے تھے۔اور جب لوگوں نے انہیں نکالنا چاہا تو آپ نے کہا کہ میں نہیں نکلوں گا مگر اس وقت کہ تم میری گردن میں رسی ڈالو اور مجھے شہر کے بازاروں میں گھماؤ اور کہو کہ یہ بدعتی ہے ہم اسے اپنے شہر سے نکالنا چاہتے ہیں۔پس انھوں نے ایسا ہی کیا اور آپ کو نکال دیا۔نکلتے وقت آپ نے ان کی طرف رخ کیا اور فرمایا: بلخ والو! اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب سے اپنی معرفت کھینچ لے۔مشائخ فرماتے ہیں کہ ان پر آپ کی اس بدعا کے بعد بلخ سے کوئی صوفی ظاہر نہیں ہوا باوجودیکہ وہ صوفیہ کے حوالے سے بہت بڑا شہر تھا۔

اورحضرت سیدنا امام یوسف بن الحسین الرازی علیہ الرحمۃ کو نکالا گیا اور ری کے زاہدوں اور صوفیوں نے ان کے خلاف مہم چلائی اورحضرت سیدنا ابوعثمان المغربی علیہ الرحمۃ کو ان کے مجاہدہ کی کثرت اور ان کے علم وحال کے کمال کے باوجود مکہ معظمہ سے نکالا گیا۔شدید زدوکوب کیا گیا اور اونٹ پر بٹھا کر گھمایا گیا۔پس آپ بغداد میں قیام پذیر ہوئے یہاں تک کہ وہیں وفات پائی۔اور کمال علم اور کثرت مجاہدات کے باوجود حضرت سیدنا شیخ شبلی علیہ الرحمۃ پر کئی بار کفر کی گواہی دی گئی۔آپ کے مریدوں نے آپ کو طویل مدت تک کے لئے اسپتال میں داخل کردیا تاکہ لوگ آپ سے لوٹ جائیں۔

واخرجوا الامام ابا بکر النابلسی مع فضله وكثرة علمه واستقامته فی طریقه من الغرب الی مصر وشهدوا علیه بالزندقة عند سلطان مصر فامر بسلخه منكوسا فصار یقرأ القرآن وہم یسلخونه بتدبر وخشوع حتی قطع قلوب الناس وكادوا ان یفتتنوا به، وكذلک سلخوا النسیمی بحلب وعملوا له حیلة حین كان یقطعهم بالحجج وذلک انهم كتبوا سورة الاخلاص وارشوا من یخیط النعال وقالوا هذه ورقة محبة وقبول فضعها لنا فی اطباق النعل، ثم اخذوا ذلک النعل واهدوه للشیخ من طریق،بعیدة فلبسه وهو لا یشعر ثم طلعوا لنائب حلب وقالوا له: بلغنا من طریق صحیحة أن النسیمی كتب قل هو الله احد وجعلها فی طباق نعله وان لم تصدقنا فارسل وراءه وانظر ذلک ففعل، فاستخرجوا الورقة فسلم الشیخ لله تعالیٰ ولم یجب عن نفسه وعلم انه لا بد ان یقتل علی تلک الصورة، واخبرنی بعض تلامذة تلامذته انه صار ینشد موشحات فی التوحید وہم یسلخونه حتی عمل خمسمائة بیت وكان ینظر الی الذی یسلخه ویتبسم، ورموا الشیخ ابا مدین بالزندقة واخرجوه من بجایة الی تلمسان فمات بها، وكذلک اخرجوا الشیخ ابا الحسن الشاذلی من الغرب الی مصر وشهدوا علیه بالزندقة وسلمه الله من كیدهم، ورموا الشیخ عز الدین بن عبد السلام بالكفر وعقدوا له مجلسا فی كلمة قالها فی عقیدته وحرشوا السلطان علیه ثم

حصل له اللطف، ذكره ابن ايمن فی رسالته ورموا الشيخ تاج الدين السبكی بالكفر وشهدوا عليه انه يقول باباحة الخمر واللواط وانه يلبس فی الليل الغار والزنار واتوا به مغلولا مقيدا من الشام الی مصر، وخرج الشيخ جمال الدين الاسنوی فتلقاه من الطريق وحكم بحقن دمه، وانكروا علی سيدی ابراہيم الجعبری وسيدی حسين الجاكی ومنعوهما ان يجلسا علی كرسی الوعظ

اورحضرت سیدنا امام ابوبکرالنابلسی علیہ الرحمہ کوان کی فضیلت، کثرت علم اوراپنے طریقے پراستقامت کے باوجودغرب سے مصر کی طرف جلاوطن کیا گیا اورلوگوں نے سلطان مصر کے پاس آپ کے زندقہ کی گواہی دی، تواس نے الٹا کر کے آپ کی کھال کھینچنے کا حکم دیا۔ پس آپ تدبر اور خشوع کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کرنے لگے اور آپ کی کھال کھینچ رہے تھے حتیٰ کہ لوگوں کے دل کٹ گئے اور قریب تھا کہ آپ کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہوجائیں۔

اسی طرح حلب میں نسیمی علیہ الرحمہ کی کھال ادھیڑی گئی اور انھوں نے آپ کے لئے حیلہ کیا جبکہ آپ انہیں دلائل کے ساتھ لاجواب کردیتے تھے۔ وہ حیلہ یہ تھا کہ انہوں نے سورۃ اخلاص لکھی اور جوتے سینے والے کو رشوت دی کہ یہ محبت اور قبولیت کا کاغذ ہے اسے ہمارے لئے جوتے کی تہہ کے درمیان سی دو۔ پھر انہوں نے وہ جوتا لیا اور دور کی راہ سے وہ بطور ہدیہ شیخ کو پیش کردیا۔ آپ نے پہن لیا۔ جبکہ صورت حال کا پتہ نہ تھا۔ پھر حلب کے حاکم کے پاس پہنچے اور اسے کہا کہ ہمیں باوثوق ذرائع سے یہ بات پہنچی ہے کہ نسیمی نے قل ھواللہ احد لکھ کر اپنے جوتے کی تہہ میں رکھی ہے۔ اور اگر آپ ہماری تصدیق نہیں کرتے تو اسے بلا بھیجیں اور ملاحظہ کرلیں۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ کاغذ نکل آیا۔ پس شیخ نے اللہ تعالیٰ کے لئے سر تسلیم خم کردیا۔ اور اپنی صفائی پیش نہ کی۔ اور جان لیا کہ اس صورت میں قتل ناگزیر ہے۔

اور مجھے آپ کے مریدوں کے بعض مریدوں نے خبر دی کہ آپ نے توحید کے بارے قصیدے پڑھنے شروع کردیئے جبکہ لوگ کھال کھینچ رہے ہیں یہاں تک کہ آپ نے پانصد بیت موزوں کئے۔ اور جو کھال اتار رہا تھا اسے دیکھ رہے تھے اور مسکرا رہے تھے۔ اور حضرت سیدنا شیخ ابو مدین علیہ الرحمہ کو زندقہ کی تہمت لگائی گئی اور انہیں بجایہ سے تلمسان کی طرف جلاوطن کیا گیا۔ اور وہیں آپ کی وفات ہوئی۔

اسی طرح حضرت سیدنا شیخ ابوالحسن الشاذلی علیہ الرحمہ وغرب سے مصر کی طرف جلاوطن کیا گیا۔ اور آپ کے خلاف زندقہ کی گواہی دی گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے مکر سے بچالیا۔

حضرت سیدنا سلطان العلماء شیخ عزالدین بن عبدالسلام علیہ الرحمہ پر کفر کی تہمت لگائی گئی۔ اور آپ کے متعلق آپ کے ایک قول کے بارے میں میٹنگ بلائی گئی جو آپ نے اپنے عقیدے کے متعلق کہا تھا اور آپ کے خلاف بادشاہ کو بھڑکایا گیا پھر آپ کو لطف حاصل ہوگیا۔ اسے ابن ایمن نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے۔

اور حضرت سیدنا شیخ تاج الدین السبکی علیہ الرحمہ پر کفر کی تہمت رکھی گئی اور ان کے خلاف گواہی دی گئی کہ شراب اور لواطت کے جواز کے قائل ہیں۔ رات میں زنار پہنتے ہیں اور آپ کو طوق اور بیڑیاں ڈال کر شام سے مصر لایا گیا۔ اور حضرت سیدنا شیخ جمال الدین الاسنوی علیہ الرحمہ باہر آئے اور راستے میں ملے اور ان کے خون

کی حفاظت کا حکم دیا۔ اور حضرت سیدی ابراہیم الجعبری علیہ الرحمہ اور حضرت سیدی حسین الجاکی رحمۃ اللہ علیہ پر انکار کیا گیا اور دونوں کو کرسی وعظ پر بیٹھنے سے روک دیا گیا۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص،۱۸،تا،۲۰،دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وكان الشيخ اوحد الدين ينكر على الشيخ نجم الدين الكبرى، وينهى طلبته عن الاجتماع به، فاغلظ الشيخ نجم الدين يوما القول على الشيخ اوحد الدين، فقال الشيخ اوحد الدين: تغلظ على القول وقد صنفت في معرفة الله تعالىٰ تسعين كتابا، فقال له الشيخ نجم الدين: لو عرفت ما صنفت فيه، فطلع المنبر، وقال: ايها الناس ان الشيخ نجم الدين رجل جاهل، وان كان عالما فليجب عن هذه المسألة، فاجاب الشيخ نجم الدين عنها بثلاثمائة جواب، حتى تحير الناس، فهرب الشيخ اوحد الدين، ووقعت فتنة عظيمة، فهدم العوام بيت الشيخ اوحد الدين، واحرقوه فخاف الخليفة، وجاء يطيب خاطر الشيخ نجم الدين، فلم يفتح له، فاقام على الباب ثلاثة ايام، فقال للخليفة، وجاء يطيب خاطر الشيخ نجم الدين، فلم يفتح له، فاقام على الباب ثلاثة ايام، فقال للخليفة: هذه فتنة يزول فيها ملكك، وتقطع فيها رأسي، وتخرب فيها بغداد، فكان الآمر كما قال عليه الرحمة:

اور حضرت سیدنا شیخ اوحد الدین علیہ الرحمہ، حضرت سیدنا شیخ نجم الدین کبری علیہ الرحمہ پر انکار کرتے تھے اور اپنے طلبہ کو ان کے پاس بیٹھنے سے منع کرتے تھے۔ ایک دن حضرت سیدنا شیخ نجم الدین نے شیخ اوحد الدین کے متعلق سخت کلامی فرمائی تو شیخ اوحد الدین نے فرمایا کہ اس شخص نے میرے متعلق سخت کلامی کی ہے حالانکہ میں نے اللہ تعالیٰ کی معرفت میں نوے کتابیں لکھی ہیں۔ پس حضرت سیدنا شیخ نجم الدین علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اگر تجھے معرفت ہوتی تو اس میں تصنیف نہ کرتا۔ پس وہ منبر پر چڑھ کر کہنے لگے: لوگو! حضرت سیدنا شیخ نجم الدین علیہ الرحمہ ایک جاہل شخص ہے۔ اور اگر عالم ہے تو اس مسئلہ کا جواب دے۔ پس حضرت سیدنا شیخ نجم الدین علیہ الرحمہ نے اس کے متعلق تین صد جوابات دیئے حتیٰ کہ لوگ محو حیرت رہ گئے۔ چنانچہ شیخ اوحد الدین بھاگ گئے اور عظیم فتنہ برپا ہوا۔ لوگوں نے شیخ اوحد الدین علیہ الرحمہ کا گھر گرا دیا اور اسے جلا دیا۔ خلیفہ پر خوف طاری ہو گیا اور حضرت سیدنا شیخ نجم الدین علیہ الرحمہ کا دل راضی کرنے کے لئے حاضر آیا۔ آپ نے اس کے لئے دروازہ نہ کھولا۔ وہ تین دن تک دروازے پر کھڑا رہا۔ پس آپ نے اسے خلیفہ سے فرمایا: یہ ایک ایسا فتنہ ہے جس میں تیری بادشاہت زائل ہو جائے گی۔ اور میرا سر قلم کیا جائے گا۔ اور اس میں بغداد اجڑ جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا۔

(المنن الکبری، الباب الثالث عشر، ص،۵۰۱،دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت خواجہ احرار علیہ الرحمہ کے مخالفین اور معترضین:

احرار به دلیل موقعیت و محبوبیت اجتماعی و معنوی خود مورد حسد و عناد برخی معاصران قرار گرفت۔ پس از قتلِ سلطان ابو سعید (۲۲ رجب ۸۷۳ھ) که پشتیبان احرار بود۔ عدّه‌ای به مخالفت احرار به پا خاستند۔

حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ معاشرے میں اپنے مقام و مرتبہ اور روحانی قدر و منزلت کی وجہ سے بعض معاصرین کے حسد و عناد کا شکار بھی رہے۔ سلطان ابوسعید جو کہ آپ کا حامی تھا اُس کے قتل (۲۲ رجب ۸۷۳ھ/۱۴۶۹ء) کے بعد کئی لوگ حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ (الغ بیگ و زمان وی، ص، ۲۹۲)

این مخالفت تا حدّ آرزوی مرگ احرار۔

یہ مخالفت حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ کی موت کی خواہش۔ (ملفوظات، بند، ۲۲۷)

و سوء قصد به جان او فرا رفت۔

اور قتل کے ارادے تک جا پہنچی۔ (خوارقِ عادات احرار (پٹنہ)، ص، ۴۳)

مخالفان او مخالفتِ خود را با فرزندان و متعلقان احرار هم ادامه دادند۔ سلطان محمود میرزا پسر ابو سعید وقتی به محاصرۂ سمرقند رفت، احرار به او نامه نوشت و او را ازین کار بر حذر داشت۔

آپ کے مخالفین نے یہ سلسلہ حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ کے صاحبزادوں اور دیگر متعلقین تک جاری رکھا۔ ابوسعید کے بیٹے سلطان محمود میرزا نے جب سمرقند کا محاصرہ کیا تو حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ نے اس کو خط لکھا اور اسے اس کام سے باز رہنے کی تاکید کی۔ (ملفوظات، بند، ۳۲۱، ۶۶۶)

محمود بداعتقاد بود و احرار را خفیف می کرد۔

محمود بداعتقاد شخص تھا اور خواجہ احرار کو خفیف کرتا رہتا۔ (بابرنامہ (ترکی) ۲۶، ملفوظات، بند، ۳۱۹)

پس از وفاتِ احرار و سلطان احمد میرزا برادر اعیانی محمود سمرقند به تصرف محمود در آمد (۸۹۹ھ) و او با متعلقان احرار آغاز به درشتی کرد چنانکه اثر تعدّی او به اخلافِ احرار نیز رسید و بر ملازمان و چوپانانِ احرار مالیات گزاف تعیین کرد۔

حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ اور محمود کے سوتیلے بھائی سلطان احمد میرزا کی وفات کے بعد سمرقند محمود کے زیرِ نگین آ گیا (۸۹۹ھ/۱۴۹۴ء) اور اُس نے حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ کے متعلقین کے ساتھ سختی شروع کر دی۔ چنانچہ اس کے ظلم و ستم اور سختیوں کا یہ سلسلہ حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ کے اخلاف تک جا پہنچا۔ اس نے حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ کے ملازمین اور مزارعوں پر بے پناہ ٹیکس لگا دیے۔ (بابرنامہ (ترکی، ۲۳، خوارقِ عادات احرار، ص، ۲۶، حبیب السیر، ج، ۴، ص، ۹۷، ۹۸)

از میان افراد معمولی و برخی شیخ الاسلامهای سمرقند نیز بر احرار خرده گرفته می شد

ایراد قلندری "روزی حضرت ایشان (احرار) به دابج۔ که ملک ایشان است و در سغد سمرقند (واقع) است۔ می رفتند۔ قلندری در راه پیش آمده گفته: ای دنیا دار چند دنیا جمع می کنی؟"

بے حد معمولی حیثیت کے لوگ اور سمرقند کے بعض "شیخ الاسلام" بھی حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ پر تنقید کرتے تھے۔ مثلاً:

ایک قلندر کا اعتراض

ایک دن حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ داغ، جو کہ آپ کی ملکیت ہے اور سعد سمرقند میں واقع ہے، جا رہے تھے۔ ایک قلندر راستے میں آپ سے ملا اور کہا: ''اے دنیادار! کتنی دنیا جمع کرو گے؟'' (خوارقِ عادات احرار (پٹنہ)، ص، ۳۸)

ایرادواعظی:

نعمت واعظ یکے از مریدان خواجہ مولانا۔ کہ ذکرِ او بعد اَخواھد آمد۔ در مجالسِ وعظ خود احرار را غیبت می کرد و بہ نظم و نثر چیزھای نامناسب در حق او می گفت۔

ایک واعظ کا اعتراض:

خواجہ مولانا، جس کا ذکر آگے چل کر آئے گا، کے مریدوں میں سے ایک، نعمت واعظ اپنی مجالس وعظ میں حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ کی غیبت کرتا تھا اور آپ کے متعلق نامناسب اشعار پڑھتا تھا۔ (خوارقِ عادات احرار (پٹنہ)، ص، ۴۲)

تحقیر فرزند بھاؤالدین عمر:

روزی در مجلسی در ھرات کہ بسی از اکابر ھرات و امرا بودہ اند، پسر خدمت شیخ بھاؤالدین عمر بر سبیل مباھات و تحقیرِ حضرتِ ایشان (احرار) می گفتہ کہ حضرت خواجہ (احرار) شیخ ما (بھاؤایدین عمر) را بسیار پالیدہ اند"

بہاء الدین عمر کے صاحبزادے کی تنقید:

ایک روز ہرات میں ایک محفل میں ہرات کے کئی امرا اور اکابر جمع تھے۔ شیخ بہاء الدین عمر کے بیٹے (مطلع سعدین ص، ۱۱۵۵، ۱۱۵۷، ۱۲۳۳، ۱۲۹۸) نے اپنی برتری اور آپ (احرار علیہ الرحمہ) کی تحقیر کرتے ہوئے کہا کہ حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ نے ہمارے شیخ (بہاء الدین عمر) کی بہت جستجو کی۔ (خوارقِ عادات احرار (پٹنہ)، ص، ۴۲)

مخالفت شیخ زادہ الیاس:

شیخ زادہ الیاساکن کسوہ تون بیع و شرا و دھقانی و زراعت احرار را خلاف شریعت می دانست و گزارشی علیہ احرار بہ امیر درویش محمد خان داد۔

شیخ زادہ الیاس کا اعتراض: شیخ زادہ الیاس ساکن کوہ تون، حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ کی تجارت اور کھیتی باڑی کو خلافِ شریعت سمجھتے تھے۔ انہوں نے امیر درویش محمد خان کو حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ کے خلاف رپورٹ دی۔

(سلسلۃ العارفین، ص، ۴۳۳، رشحات عین الحیات، ج، ۲، ص، ۵۴۱، ۵۴۳، خوارق، ۵۰، ۵۱)

ابو الحسن فرزند الیاس می گفت: خرابی ملک بہ سبب احرار است و او مغول را بہ ولایت (سمرقند) در آوردہ و عیال و اطفال و اموال مسلمانان ھمہ بہ اسیری و تاراج رفت۔

الیاس کے بیٹے ابو الحسن کہتے تھے: ''ملک کی تباہی کا سبب حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ ہیں، وہ مغلوں کو ولایت (سمرقند) تک لائے اور

مسلمانوں کی مال ودولت اور اہل وعیال سب اسیری اور تاخت وتاراج کا شکار ہوئے۔'' (خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص، ۵۲)

دشمنی خواجه مولاناء سمرقندی ۵ (م۸۷۴ھ)

مخالف سرخست احرار در سمرقند شخصی به نام خواجه مولانا بود۔

خواجہ مولانا سمرقندی (م۸۷۶ھ/۱۴۷۶ء) کی دشمنی

حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ کے ایک شدید مخالف سمرقند کے خواجہ مولانا نامی شخص تھے۔

(رشحات عین الحیات، ج، ۲، ص، ۵۴۴، ۵۴۹، حبیب السیر، ج، ۴، ص، ۱۰۴)

پدران او شیخ الاسلام خطه سمرقند بودند و خودش هم مریدانی داشته است و خال خواجه عبد الملک پسر خواجه ابو نصر پارسا بو او احرار را به تحقیر ((شیخک روستایی)) می گفت۔

ان کے اجداد سمرقند کے ''شیخ الاسلام'' کے منصب پر فائز تھے۔ان ے اپنے بھی مرید تھے۔وہ خواجہ عبدالملک بن خواجہ ابونصر پارسا کے خالو/ماموں تھے۔خواجہ احرار کو حقارت سے ''شیخک روستایی'' (دیہاتی ملانہ) کہتے تھے۔(سلسلۃ العارفین، ص، ۴۵۳)

وادعامی کرد که کرامات او بیشتر از کرامات احرار است۔

ان کا دعویٰ تھا کہ ان کی کرامات حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ کی کرامات سے زیادہ ہیں۔(خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص، ۴۲)

وبه مردم توصیه می نمود: بگزارید این جعل (احرار) را که همگی همت او این است که دنیا جمع کند۔

وہ لوگوں کو نصیحت کرتے تھے: ''غلاظت کے اس کیڑے (حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ) کو چھوڑ دو جس کی ساری ہمت دنیا جمع کرنے پر لگی ہوئی ہے۔'' (سلسلۃ العارفین، ص، ۴۵۴)

خواجه مولانا یک بار عبدالرزاق نامی را۔که راهزن حرفه ای وبدنام بوده۔باوعده مبلغ کثیر مامور قتل احرار کرد۔ام این شخص قبل از اقدام دستگیر شد واعتراف کرد که ((سه نوبت حضرت ایشان تنها مرا پیش آمدند، هر چند سعی کردم که دست به کمان وتبر وشمشیر برده قصد ایشان بکنم نتوانستم۔))

خواجہ مولانا نے ایک بار عبدالرزاق نامی ایک بدنام اور پیشہ ورڈاکو کو کثیر اُجرت کے عوض حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ کے قتل پر لگایا۔لیکن یہ شخص اس انتہائی اقدام سے پہلے ہی گرفتار ہو گیا اور اس نے اعتراف کیا کہ ''تین بار آپ (حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ) اکیلے میرے سامنے آئے۔میں نے ہزار کوشش کی کہ تیر وشمشیر نکال کر آپ کا کام تمام کردوں مگر ایسا نہ کرسکا۔'' (خوارق عادات احرار (پٹنہ)، ص، ۴۳)

خواجه مولانا تا آخرین نفس از مخالفت احرار دست بر نداشت وفقط در حالت احتضار به واسطه مولان محمد معمامی از احرار کوتاهیها خواست۔و گفت ((هر چه کردیم به مقتضائی نفس کردیم،)) احرار هم از تقصیرات او گذشت۔

آخری وقت تک خواجہ مولانا نے حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ کی مخالفت ترک نہیں کی۔بس جان کنی کے عالم میں مولانا محمد معمائی کے توسط سے احرار سے کوتاہیوں کی معذرت کی اور کہا: ''ہم نے جو کچھ کیا نفس کی ترغیب پر کیا۔'' حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ نے آپ کی غلطیوں کو

نظر انداز کیا۔(سلسلۃ العارفین،ص،۴۵۵)

یکی از شیوخ تاشکند هم با احرار مخالفت داشت۔

تاشقند کے ایک اور شیخ بھی حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ کے مخالف تھے۔(رشحات عین الحیات، ج،۲،ص،۵۴۳،۵۴۴)

(احوال وسخنان خواجہ عبید اللہ احرار،ص،۶۱،تا،۶۳،تہران)

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی،شافعی،متوفی،قدس سرہ،۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وکان الشیخ سالم السلماباذی یحط ہو واصحابہ کثیرا علی سیدی احمد بن الرفاعی،فلقیہ مرۃ سیدی احمد فی طریق،ومعہ اکابر اصحابہ،فاول مارآہم سیدی احمد،نزل عن دابتہ،وکشف رأسہ وقبل لہم الارض،وقال لاصحابہ:باللہ علیکم ان اغلظوا علی القول فاصبروا ساعۃ،فلما قبل ید السلماباذی ورجلہ وہو راکب تلقاہ بکل قبیح وشتمہ،وقال لہ:ای اعور،ای دجال ای مستحل الحرام،ای مبدل القرآن،ای ملحد،حتی قال لہ:ای کلب۔

ترجمہ: اور حضرت سیدنا شیخ سالم سلماباذی علیہ الرحمہ اور ان کے مرید کثرت سے سیدی احمد بن الرفاعی علیہ الرحمہ پر سخت تنقید کرتے تھے۔ایک دفعہ سرراہ سیدی احمد کی آپ سے ملاقات ہوگئی جبکہ آپ کے ساتھ آپ کے اکابر مریدین تھے۔پس جیسے ہی سیدی احمد علیہ الرحمہ نے انہیں دیکھا اپنی سواری سے نیچے اترے۔اپنا سر کھولا اور ان کے لئے زمین بوسی کی۔اور اپنے مریدوں سے فرمایا کہ تمہیں اللہ تعالی کی قسم ہے۔اگر یہ حضرات مجھ سے سخت کلامی کریں تو صبر کرنا۔پس جب آپ نے حضرت سیدنا شیخ سالم سلماباذی علیہ الرحمہ کی دست بوسی کی اور پاؤں کو بوسہ دیا جبکہ وہ سوار تھے تو انہوں نے درشت کلامی کی اور برا بھلا کہا۔اور کہا:اے کانے!اے دجال!اے حرام کو حلال قرار دینے والے!اے قرآن کو بدلنے والے!اے ملحد!حتیٰ کہ یہاں تک کہہ دیا:اے کتے!

(المنن الکبری،الباب الثانی عشر،ص،۵۱۰،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی،شافعی،متوفی علیہ الرحمہ ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

واما الفقراء فسداہم ولحمتہم بلاء،بحکم الارث للرسل علیہم الصلاۃ والسلام۔وکان الشیخ الکامل الراسخ ابو الحسن الشاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،یقول:جرت سنۃ اللہ تعالیٰ فی انبیائہ واولیائہ ان یسلط علیہم الاذی،فی ابتداء امرہم،باخراجہم من اوطانہم،ورمیہم بالبہتان والزور،ثم تکون الدولۃ لہم آخر الامر ان صبروا،وکان رضی اللہ عنہ یقول ایضا:لما علم اللہ عز وجل ما سیقال فی انبیائہ واصفیائہ قضی علیٰ قوم بالشقاء،فجعلوا لہ تعالیٰ زوجۃ وولدا،وقالوا:(ید اللہ مغلولۃ)(المائدۃ:۶۴)۔وقالوا:(ان اللہ فقیر ونحن اغنیآء)(آل عمران:۱۸۱)۔حتی اذا ضاق ذرع النبی ﷺ او الولی من کلام قیل فیہ،نادتہ ہواتف الحق تعالیٰ:اما لک بی اسوۃ،فقد جعلوا الی زوجۃ وولدا،ونسبوا الی ما لا یلیق بجلالی وعظمتی،وانا خلقتہم،ورزقتہم فلا یسمع ذلک النبی او الولی الا التأسی،ولذلک تحمل الانبیاء والاولیاء ما یرمیہم بہ قومہم من الزور والبہتان والجنون والسحر وغیر ذلک،مما ہو مشہور فی الکتاب والسنۃ۔اہ

ترجمہ: رہے فقراء تو ان کا تو اوڑھنا بچھونا آزمائشیں ہیں کہ یہ رسل ﷺ کی وراثت ہے۔ اور شیخ کامل وراسخ ابوالحسن الشاذلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے انبیاء علیہم السلام واولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے متعلق سنت جاری ہے کہ ان پر ان کے امر کے آغاز میں اذیت مسلط فرماتا ہے۔ انہیں وطن سے نکالا جاتا ہے۔ ان پر بہتان طرازی ہوتی ہے۔ پھر انجام کار ان کے صبر کی بدولت غلبہ انہیں کے لئے ہوتا ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے جو کچھ کہ اس کے انبیاء کے متعلق کہا جائے گا اس نے کسی قوم کے شقاوت کا فیصلہ فرمایا۔ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے بیوی اور اولاد مقرر کردی۔ اور انہوں نے کہا:

يَدُ اللهِ مَغْلُولَةٌ۔

ترجمہ: اللہ کا ہاتھ جکڑا ہوا ہے۔ (سورۃ المائدہ: ۶۴)

قَالُوا إِنَّ اللهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ۔

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ اللہ مفلس ہے جبکہ ہم غنی ہیں۔ (سورۃ آل عمران: ۱۸۱)

حتیٰ کہ جب نبی پاک ﷺ تنگی محسوس فرمائیں یا ولی اس گفتگو سے جو اس کے متعلق کی گئی تو ہواتف حق تعالیٰ اسے ندا دیتے ہیں کہ تمہارے لئے میری ذات میں نمونہ ہے۔ انہوں نے میرے لئے بیوی اور بیٹا قرار دیا اور میری طرف وہ کچھ منسوب کیا جو میری جلالت اور عظمت کے لائق نہیں حالانکہ میں نے انہیں پیدا فرمایا اور انہیں رزق دیا۔ پس اس نبی یا ولی کے لئے سوائے اسوۂ حق کے گنجائش نہیں۔ اسی لئے انبیاء علیہم السلام واولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے اس کا تحمل فرمایا جس کی ان کی قوم نے انہیں تہمت لگائی جیسے جھوٹ۔ بہتان۔ جنون اور جادو وغیرہ جو کہ کتاب وسنت میں مشہور ہے۔

وقد حكى الشيخ تاج الدين بن عطاء الله رضى الله عنه، ان سيدى الشيخ ابا الحسن الشاذلى رضى الله عنه كان يقول: لا يكمل عالم فى مقام العلم حتى يبتلى باربع شماتة الاعداء، وملامة الاصدقاء، وطعن الجهال، وحسد العلماء، فان صبر على ذلك جعله الله تعالى اماما يقتدى به، ولما شاع امره فى بلاد المغرب تحزبت عليه الاعداء والحسدة من كل جانب، ورموه بالعظائم، وبالغوا فى ايذائه، حتى منعوا الناس من مجالسته، وقالوا: انه زنديق، ولما اراد السفر الى مصر كتبوا الى سلطان مصر مكاتبات من جملتها: انه سيقدم عليكم مغربى من الزنادقة، اخرجناه من بلادنا حين اتلف عقائد المسلمين، فاياكم ان يخدعكم بحلاوة منطقه، فانه من كبار الملحدين، ومعه استخدامات من الجان، فما وصل الشيخ الى مدينة الاسكندرية، حتى وجد الخبر بذلك سابقا على مقدمه، فقال: حسبنا الله ونعم الوكيل۔

ترجمہ: اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ رحمہ اللہ نے حکایت فرمائی ہے کہ سیدی الشیخ ابوالحسن الشاذلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کوئی عالم مقام علم میں باکمال نہیں ہوتا حتیٰ کہ چار چیزوں کے ساتھ آزمایا جائے۔ شماتت۔ اعداد۔ دوستوں کی ملامت۔ جاہلوں کے طعنے اور علماء کا حسد۔ پس اگر اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے مقتدا بنا دیتا ہے۔ اور جب دیار مغرب میں آپ مشہور ہوئے تو دشمنوں اور حاسدوں نے ہر سمت سے آپ کے خلاف گروہ بندی کی۔ آپ کو بڑے بڑے جرائم کی تہمت لگائی۔ اور آپ کی ایذاء میں مبالغہ کیا حتیٰ کہ لوگوں کو آپ کی مجلس میں بیٹھنے سے منع کردیا۔ اور کہا کہ یہ (معاذ اللہ) زندیق ہے۔ اور جب آپ نے مصر کی طرف سفر کا ارادہ کیا تو سلطان مصر کو کئی مکتوبات لکھ بھیجے۔ ان میں سے یہ ہے کہ ایک مغربی زندیق تمہارے ہاں آرہا ہے جسے ہم نے اپنے علاقہ سے نکال دیا ہے

جب اس نے مسلمانوں کے عقائد برباد کر دیئے۔ پس اس سے بچیں کہ اپنی شیریں گفتاری سے آپ کو دھوکہ دے۔ بیشک یہ بڑے ملحدوں میں سے ہے۔ اور اس کے پاس جنات خدمت گزار ہیں۔ پس جیسے ہی شیخ سکندریہ کے شہر میں پہنچے آپ کو یہ خبر پہلے ہی مل گئی۔

تو آپ نے کہا: حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔

فبالغ اهل الاسكندرية فى ايذائه، ثم رفعوا امره الى سلطان مصر، واخرجوا له مراسيم، فيها ما يبيح به دم الشيخ، فمد الشيخ يده، الى سلطان المغرب واتى منه بمرسوم يناقض ذلک فيه من التبجيل والتعظيم ما لا يوصف، تاريخه متأخر عن مراسمهم، فتحير السلطان، وقال: العمل بهذا اولى، واكرمه ورده الى الاسكندرية مكرما۔ ولما تزايد الاذى عليه توجه الى الله تعالىٰ فى انه يصبره، اغاثه الله تعالى، وذلک انه ارسل له سلطان مصر يسأله الدعاء، ويستلطف بخاطره، فكف الناس عنه الاذى حرمة للسلطان، وبعضهم زاد فى الاذى، وكاتبوا فيه السلطان، وقالوا: يا مولانا انه سيماوى، فتغير السلطان عليه، ثم ارسلوا اليه مكاتبات انه كيماوى، وانه يضرب الزغل، وحذروا الناس من مجالسته، فاتفق ان خازندار السلطان محمد بن قلاوون وقع فى امر يوجب القتل عند الملوک، فامر بشنقه۔

ترجمہ: پس سکندریہ والوں نے آپ کو ستانے کی انتہا کر دی۔ پھر آپ کو معاملہ سلطان مصر کی طرف لکھ بھیجا۔ اور آپ کے لئے ایسی تحریریں نکالیں جن کی وجہ سے شیخ کا خون مباح ہو جائے۔ پس شیخ نے اپنا ہاتھ سلطان مغرب کی طرف پھیلایا اور اس سے ایسی تحریر آئی جو کہ اس کے خلاف تھی۔ اس میں وہ تکریم و تعظیم تھی کہ بیان نہیں ہو سکتی۔ اس کی تاریخ ان کی تحریروں کے بعد کی تھی۔ سلطان متحیر ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ اس پر عمل زیادہ بہتر ہے۔ اور اس نے آپ کی تکریم کی اور تعظیم کے ساتھ آپ کو سکندریہ لوٹا دیا۔ جب آپ پر اذیت بڑھ گئی اور آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور توجہ کی کہ آپ کو صبر عطا فرمائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد فرمائی۔ اور وہ یہ کہ سلطان مصر نے آپ کی خدمت میں طلب دعا کے لئے پیغام بھیجا۔ اور آپ کی دلجوئی طلب کی۔ پس لوگ سلطان کے احترام میں آپ کو اذیت دینے سے رک گئے۔ اور بعض نے اذیت میں اضافہ کر دیا۔ اور آپ کے متعلق سلطان کو لکھا اور کہا: یا مولانا! یہ چاندی بنانے والا ہے۔ پس سلطان کا ذہن آپ پر متغیر ہو گیا۔ پھر انہوں نے اس کی طرف مکتوبات بھیجے کہ یہ کیمیا گر ہے۔ اور کھوٹا سونا بناتا ہے۔ اور انہوں نے لوگوں کو آپ کی مجلس میں بیٹھنے سے پرحذر رہنے کی تاکید کی۔ پس ایسا اتفاق ہوا کہ سلطان محمد بن قلاوون کا خازن ایسے معاملہ میں الجھ گیا جو کہ بادشاہوں کے نزدیک موجب قتل تھا۔ پس اس نے اسے پھانسی پر لٹکانے کا حکم دیا۔

فاختفى وهرب الى الاسكندرية، فاقام عند الشيخ، فبلغ الخبر السلطان، فارسل يقول: ما كفاک ضرب الزغل حتى انک تؤوى غريم السلطان؟ فارسله ساعة وصول كتابنا اليک والا فعلنا وفعلنا، فلم يرسله الشيخ، وغضب السلطان، وارسل يتوعد الشيخ بالقتل، ويقول كيف تتلف مماليک السلطان؟ فما وصل اليه الخبر مع شخص من اخصاء السلطان، قال له الشيخ معاذ الله ان تلف احدا من مماليک السلطان، وانما نحن نصلحه، ثم قال لقاصد السلطان ائتنا بما شئت من تماسيح الرصاص من مواصل السلطان، حتى اريک كيف الاصلاح، فاتى بشىء كثير، فالقاه الشيخ فى فسقية جامع من غير ماء، وارسل وراء الخازندار، فقال له: بل

على هذا الرصاص، فبال عليه فصار ذهبا خالصا، فقال: هذا صلاح و الا فساد؟ فقال صلاح، ثم امر القاصد بحمل ذلک الى خزانة السلطان، فوزنوا ذلک فوجدوه خمسة قناطير، فقال: هذا هدية لمولانا السلطان، وقل له يرضى عن مملوكه، فرضى عنه۔ثم ان السلطان نزل الى زيارة الشيخ فى الاسكندرية، واضمر فى نفسه انه يعلمه صنعة الكيمياء، فقال: كيمياؤنا التقوى، فاتق الله يعلمک حرف كن، ثم لم يزل معظمنا للشيخ الى ان مات، وقد ذكرنا فى مقدمة كتابنا المسمى باليواقيت والجواهر فى بيان عقائد الاكابر، جملة من العلماء والاولياء الذين امتحنوا واوذوا، وقتلوا، فراجعه ترى العجب۔

ترجمه: وہ چھپ کر سکندریہ بھاگ گیا۔اور شیخ کے پاس مقیم ہوگیا۔سلطان کو خبر پہنچ گئی۔اس نے آپ کو کہلا بھیجا کہ کیا تجھے وٹا سونا بنانا کافی نہیں کہ اب تو نے سلطان کے مجرم کو پناہ دے دی ہے۔ہمارا یہ رقعہ پہنچتے ہی اسے بھیج دو ورنہ ہم ایسا ایسا کریں گے۔شیخ نے اسے نہ بھیجا۔پس سلطان غضبناک ہوگیا اور اس نے شیخ کو قتل کرنے کی دھمکی لکھ بھیجی۔اور کہا کہ تو بادشاہ کے غلاموں کو کیونکر ہلاک کرتا ہے۔پس جب بادشاہ کے کسی خاص آدمی کے ذریعے یہ خبر آپ تک پہنچی تو شیخ نے اس سے فرمایا: اللہ کی پناہ کہ ہم شاہی غلاموں میں سے کسی کو تلف کریں۔ہم تو اس کی صرف اصلاح کرتے ہیں۔پھر آپ نے بادشاہ کے قاصد سے فرمایا کہ سلطان کے خزانے جس قدر ہو سکے قلعی لے آؤ حتیٰ کہ میں تجھے دکھاؤں کہ اصلاح کیسے ہوتی ہے؟ چنانچہ وہ کافی مقدار میں قلعی لے آیا۔شیخ نے اسے جامع کے حوض میں جو پانی سے خالی تھا ڈال دیا۔اور خازن کو بلا بھیجا۔اور اسے حکم دیا کہ اس قلعی پر پیشاب کردے۔پس اس نے اس پر پیشاب کر دیا اور وہ زر خالص بن گیا۔پس آپ نے فرمایا کہ یہ اصلاح ہے یا فساد؟ اس نے کہا یہ تو اصلاح ہے۔پھر آپ نے قاصد کو حکم دیا کہ اسے سلطان کے خزانے میں اٹھا لے جائے۔اس کا وزن کیا گیا تو پانچ قنطار نکلا آپ نے فرمایا: یہ مولانا السلطان کے لئے ہدیہ ہے۔اور اس سے کہو کہ اپنے غلاموں سے راضی ہوجائے۔چنانچہ وہ راضی ہوگیا۔

پھر سلطان شیخ کی زیارت کے لئے سکندریہ آیا۔اور دل میں یہ بات چھپائے ہوئے تھا کہ آپ اسے کیمیا گری سکھادیں۔آپ نے فرمایا کہ ہمارا کیمیا تقویٰ ہے۔پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو وہ تجھے حرف کن سکھادے گا۔پس بادشاہ ہمیشہ شیخ کی تعظیم کرتا رہا حتیٰ کہ فوت ہوگیا۔اور ہم نے اپنی کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر کے مقدمہ میں ان چند اکابر علماء اور اولیاء کا تذکرہ کیا ہے جن کے امتحان ہوئے۔ستائے گئے اور شہید کئے گئے۔پس اس کی طرف رجوع کر تو عجیب واقعات دیکھے گا۔

واعلم يا اخى انه لولا الكلام فى عرض خواص هذه الامة من العلماء والصالحين لعظموا، بل عبدوا من دون الله عز وجل كما عبدت النصارى المسيح عليه السلام، لكثرة ما يظهر عليهم من الخوارق والكرامات التى تكاد تلحق بالمعجزات، فكان تجريح الفسقة لهم، وتنقيصهم لهم فى المجالس كالدافع عنهم شر العين، ونظير تعليق الناس النعال البالية فى رحاب الابل النفيسة، او وضع الجماجم العظم فى زروعهم، دفعا لشر العين۔وقد ورد مرفوعا (اجعلوا فى زروعكم الجماجم) رواه الدايلى، وقد ورد (علماء امتى كانبياء بنى اسرائيل) فكان من رحمة الله تبارك وتعالىٰ باوليائه تجريح الناس لهم، توفيرا لاجورهم، ليوافوا القيامة بها كاملة، لم ياخذوا منها فى الدنيا شيئا، فان غالب من يعتقده الناس ويعظمونه بتقبيل الايدى او الارجل، حكمه حكم من نصب منجنيقا، ورمى حسناته شرقا وغربا، فكل مكان اعتقدوه فيه طار من حسناته اليه جانب، وذلک كان ابو يزيد البسطامى

رضی اللہ عنہ لا یقیم الا فی مواضع الانکار، و کل مکان اعتقدوہ فیہ تحول منہ۔فاعلم یا اخی ذلک ترشد، واللہ تبارک وتعالیٰ یتولی ھداک، وھو یتولی الصالحین۔والحمد للہ رب العالمین۔

ترجمہ: اور اے بھائی! جان لے کہ اگر اس امت کے خواص علماء اور صلحاء کی عزت کے خلاف کلام نہ کیا جاتا تو ان کی بغائت تعظیم کی جاتی بلکہ اللہ ﷻ کی بجائے ان کی پوجا کی جاتی جس طرح کہ نصاریٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی عبادت کی۔اس وجہ سے ان سے کثرت کے ساتھ خوارق وکرامات کا ظہور ہوا۔قریب ہیں کہ معجزات تک پہنچ جاتے۔پس فاسقوں کا مجالس میں ان کی بدگوئی اور تنقیص کرنا ان سے بدنظری کا دفاع کرنے والے کی طرح ہے۔دیکھو لوگ خوبصورت اونٹوں کی گردنوں میں بوسیدہ جوتے آویزاں کر دیتے ہیں یا اپنی کھیتیوں میں آنکھ کے شر کو دفع کرنے کے لئے کھوپڑیاں رکھ دیتے ہیں۔اور حدیث پاک میں مرفوعاً وارد ہے کہ اپنی کھیتیوں میں کھوپڑیاں رکھو۔اسے دیلمی نے روایت کیا۔اور یہ بھی وارد ہے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل پس اللہ تبارک وتعالیٰ کی اپنے اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے ساتھ رحمت ہے کہ لوگ ان کے متعلق غیر شائستہ گفتگو کرتے ہیں تا کہ ان کے اجر وافر ہوں۔کہ قیامت کے دن کامل اجر پائیں جس کا انہوں نے دنیا میں کچھ حصہ بھی نہ پایا۔پس بیشک اکثر ایسے لوگ جن کے معتقدین ان کی دست بوسی اور پابوسی کے ساتھ تعظیم کرتے ہیں ان کا حکم اس شخص کی طرح ہے جس نے منجنیق نصب کی اور اپنی نیکیاں شرقاً غرباً پھینک رہا ہے۔پس جس جگہ میں اس کے عقیدت مند ہوں اس کی نیکیاں اس سمت اڑ جاتی ہیں۔اسی لئے سیدنا سلطان العارفین حضرت ابویزید البسطامی رحمۃ اللہ علیہ صرف اسی جگہ اقامت فرماتے جہاں انکار ہو۔اور جس جگہ آپ کے عقیدت مند ہوتے آپ وہاں سے چلے جاتے۔پس اے بھائی! اسے جان لے تجھے راہنمائی حاصل ہوگی۔اور اللہ تبارک وتعالیٰ تیری راہنمائی کا متولی ہو۔اور وہ نیکوں کی سرپرستی فرماتا ہے۔۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(المنن الکبریٰ، الباب، ص ۶۷۱، تا ۶۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وایضاح ذلک: ان سبب کراھۃ الناس لبعضھم بعضا غالبا انما ھو المزاحمۃ علی الاغراض النفسانیۃ الدنیویۃ لا غیر، وانا بحمد اللہ تعالیٰ لا اتذکر اننی زاحمت احدا قط علی دنیا ولا علی مایؤل الی الدنیا من تدریس علم، او مجلس وعظ، او تظاھر بمعصیۃ، من زنا او شرب خمر او ترک صلاۃ ونحو ذلک، فعلام یکرھوننی، فما بقی الا الحسد، وذلک لا یقدح فی کمال العبد، لان مقرون بالنعمۃ، وزوال النعمۃ التی ترضی الحاسد لیس فی ید العبد، فعلم ان کل من رأیتہ یکرھک وانت لم تزاحمہ علی الدنیا، ولا تظاھرت بمعصیۃ فاعلم انہ حسودی، فلا ترج زوال حسدہ باظھار محبۃ، ولا باحسان الیہ، فان ذلک لا یصح

ترجمہ: اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ لوگوں کے غالباً ایک دوسرے کو ناپسند کرنے کا سبب اغراض نفسانیہ پر مزاحمت ہے اور کچھ نہیں۔اور مجھے بحمد اللہ تعالیٰ یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کبھی کسی سے دنیا پر یا اس چیز پر مزاحمت کی ہو جس کا انجام دنیا ہو جیسے تدریس علم یا مجلس وعظ یا پھر کسی معصیت پر ایکا کرنا جیسے بدکاری یا شراب نوشی یا ترک نماز وغیرہ ذالک۔پس وہ مجھے کس چیز کی بنا پر ناپسند کریں گے۔پس باقی نہ رہا مگر حسد۔اور یہ کمال عبد میں نقص پیدا نہیں کرتا۔کیونکہ یہ نعمت

کے ساتھ وابستہ ہے اور اس نعمت کا زائل ہونا جو حاسد کو راضی کرے عبد کے قبضے میں نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جسے تو دیکھے کہ تجھے ناپسند کرتا ہے جبکہ تو نے دنیا پر اس سے مزاحمت نہیں کی اور نہ ہی کس معصیت پر زور باندھا تو جان لے کہ وہ حاسد ہے۔ پس اظہار محبت کے ساتھ اور اس کے ساتھ احسان کر کے اس کے حسد کے زائل ہونے کی آرزو نہ کر۔ پس بیشک یہ درست نہیں۔

وقد سمعت سیدی علیا الخواص علیه الرحمة یقول: من کمال النعمة علی العبد وجود عدو وحاسد، لیحصل له کمال الاجر بالصبر علی عداوة الحساد له، ورمیهم له بالباطل والزور، ولولا ذلک العدو والحاسد لفاته ذلک الاجر، انتهی۔ واعلم یا اخی ان، من اولیاء الله تعالیٰ من یجری الله تعالیٰ له هذا الاجر بعد موته ایضا، فیتوارث بغضه خلف عن سلف، فتری بعض الناس یکرهه وینقصه، بل یسبه تبعا لوالده، ای الساب، ولا احد منهم اجتمع علیه، ولا ثبت عندهم ببینة عادلة شیء من الصفات التی ینقصونه بها، وذلک من التهور فی الدین لذلک الکاره، وکمال فی المقام لذلک المکروه، ثم ان کان ولابد لهؤلاء المتهورین من الانکار فلینکروا علی صاحب تلک الصفة او العقیدة السنیة مثلا، بقطع النظر عن نسبة ذلک الی قائل معین، فیقول من اعتقد کذا او فعل کذا فهو فاسق او مبتدع۔

ترجمہ: اور میں نے حضرت سیدنا شیخ المشائخ علی الخواص علیہ الرحمہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بندے پر کمال نعمت میں سے یہ ہے کہ کوئی دشمن اور حاسد پایا جائے تا کہ اسے حاسدوں کی عداوت اور اس پر جھوٹی تہمت پر صبر کی بنا پر اجر کامل حاصل ہو۔ اور اگر وہ دشمن اور حاسد نہ ہوتا تو اس سے وہ اجر فوت ہو جاتا۔ اور اے بھائی! جان لے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کوئی ولی ایسا بھی ہوتا ہے جس کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ یہ اجر اس کی وفات کے بعد بھی جاری رکھتا ہے۔ پس اس کا بغض خلف کو سلف سے بطور وراثت ملتا ہے پس تو کسی کو دیکھتا ہے کہ وہ اپنے والد کی پیروی میں اسے ناپسند کرتا۔ اور اس کی تنقیص کرتا ہے بلکہ گالیاں دیتا ہے۔ جبکہ ان میں کوئی اس سے ملا نہیں اور نہ ہی عادل گواہ کے ذریعے ان کے ہاں ان صفات میں سے کوئی چیز ثابت ہوئی جس کے ساتھ اس کی تنقیص کرتے ہیں۔ اور یہ اس ناپسند کرنے والے کے لئے دین میں ناروا جرأت ہے۔ اور جسے ناپسند کرتا ہے اس کے مقام کا کمال ہے۔ پھر اگر ان ناروا جرأت کرنے والوں کے لئے انکار کے بغیر چارہ کار نہیں تو اس صفت والے یا اس برے عقیدہ والے پر مثلاً انکار کریں اس کی کسی معین قائل کی طرف نسبت سے قطع نظر کرتے ہوئے۔ پس یوں کہے کہ جو ایسا عقیدہ رکھے یا یہ کام کرے تو وہ فاسق ہے یا بدعتی ہے۔

واما اذا ثبت عن احد شیء من طریق صحیحة فیجب الانکار علیه علی التعیین محبة فیه، وشفقة علیه، وخوفا من ان یکون معدودا من الائمة المضلین، لا بغضا فیه علی وجه التشفی، کما یقع فیه بعض الجهال۔ وکلامنا انما هو مع من یخشی الله تبارک وتعالی، والا فای دلیل لمن یبغض ابابکر وعمر او احدا من الائمة المجتهدین، او احدا من کمل العارفین، کالشیخ محیی الدین بن العربی، وسیدی عمر بن الفارض رضی الله تعالی عنهم اجمعین، فلیس لاحد فی بغضه لهؤلاء دلیل صحیح یستند الیه، وانما هی نزعات شیطانیة۔

البتہ جب کسی سے کوئی چیز صحیح طریقے سے ثابت ہوجائے تو اس سے محبت اور اس پر شفقت کے طور پر اس خطرے کے پیش نظر کہ اسے گمراہ کرنے والے راہنماؤں سے شمار کیا جائے علی التعیین اس پر انکار کیا جائے نہ کہ اپنے نفس کی تشفی کی جہت سے اس سے بغض کے طور پر۔ جس طرح کہ بعض جاہلوں سے ایسا رونما ہوتا ہے۔ جبکہ ہماری گفتگو تو صرف اس سے ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کا خوف رکھتا ہے۔ ورنہ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والے یا آئمہ مجتہدین میں سے کسی کے ساتھ عارفین کاملین میں سے کسی کے ساتھ جیسے شیخ محی الدین بن العربی سیدی عمر الفارض رحمہما اللہ سے بغض رکھنے والے کے لئے کون سی دلیل ہے۔ پس ان لوگوں میں سے کسی کے پاس بغض کی کوئی مستند دلیل صحیح نہیں ہے۔ یہ تو شیطانی وسوسے ہیں۔

(المنن الکبری، الباب، ص ۷۱۹، ۷۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی علیہ الرحمہ متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

فإذن لا تخلو الأنبياء عن الابتلاء بالجاحدين ولا تخلو الأولياء والعلماء عن الابتلاء بالجاهلين ولذلك قلما ينفك الأولياء عن ضروب من الإيذاء وأنواع البلاء بالإخراج من البلاد والسعاية بهم إلى السلاطين والشهادة عليهم بالكفر والخروج عن الدين وواجب أن يكون أهل المعرفة عند أهل الجهل من الكافرين كما يجب أن يكون المعتاض عن الجمل الكبير جوهرة صغيرة عند الجاهلين من المبذرين المضيعين۔

ترجمہ: پس طرح انبیاء علیہم السلام کو منکرین سے واسطہ پڑتا ہے۔ اسی سے ان کی آزمائش ہوتی ہے۔ اسی طرح اولیاء اور علماء کو بھی جاہلوں سے واسطہ پڑتا ہے اور ان کے امتحان کا وہ موجب ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء کسی نہ کسی مصیبت سے خالی نہیں ہوتے۔ ان کا بھی امتحان لیا جاتا ہے۔ مثلاً کبھی شہر سے نکال دیئے جاتے ہیں بعض لوگ سلاطین وقت کے سامنے ان کی چغلی کھاتے ہیں۔ بعض لوگ ان کے کفر پر گواہی دیتے ہیں اور بعض انہیں بے دین کہتے ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ جو لوگ اہل معرفت ہیں، وہ جاہلوں کے نزدیک کافر ہیں۔ جیسے کوئی اپنا اونٹ ایک قیمتی موتی کے بدلے بیچ دے تو جاہل اسے بیوقوف اور مال ضائع کرنے والا کہیں گے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب التوبہ، ج ۴، ص ۳۹، ۴۰، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ، وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت (دنیاوی) پریشانیوں کے نیچے ہے اور جہنم نفسانی خواہشات کے نیچے ہے۔

(سنن الدارمی، کتاب الرقاق، باب حف الجنۃ بالمکارہ، رقم: ۲۸۸۵، ج ۳، ص ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، دار المغنی، الریاض، دار ابن حزم، بیروت)

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

ثم قال: واشد الناس عداوۃ لاصحاب علوم الوھب الالھی فی کل زمان اھل الجدال بلا ادب فھم لھم من اشد المنکرین ولما علم العارفون ذلک عدلوا الی الاشارات، کما عدلت مریم علیھا السلام من اجل اھل الافک والالحاد الی الاشارۃ فلکل آیۃ او

حدیث عندہم وجہان وجہ یرونہ فی نفوسھم ووجہ یرونہ فیما خرج عنہم قال تعالیٰ: (سنریھم اٰیتنا فی الافاق وفی انفسھم) فصلت: ۵۳) فیسمون ما یرونہ فی نفوسھم اشارۃ لیأنس المنکرون علیھم ولا یقولوا ان ذلک تفسیر لتلک الآیۃ او الحدیث وقایۃ لشرہم ورمیھم لھم بالکفر جھلا من الرائمین معرفۃ مواقع خطاب الحق تعالیٰ واقتدوا فی ذلک بسنن من قبلھم وان اللہ تعالیٰ کان قادرا ان ینص ما تأولہ اھل اللہ وغیرھم فی کتابہ کآیات المتشابھات والحروف۔ اوائل السور، ومع ذلک فما فعل بل ادرج فی تلک الکلمات الالھیۃ والحروف علوما اختصاصیۃ لا یعلمھا الا عبادہ الخلص۔

ترجمہ: پھر فرمایا: کہ عطیۂ الٰہی کے علم والوں کے شدید دشمن ہر دور میں بے ادب اہل جدال ہیں۔ اور ان پر یہی لوگ شدید انکار کرنے والے ہیں۔ اور جب عارفین نے یہ امر پہنچانا تو اشارات کی طرف پھر گئے جیسے افک والحاد والوں کی وجہ سے حضرت مریم علیہا السلام اشارہ کی طرف پھر گئیں۔ پس ان کے نزدیک ہر آیت یا حدیث کی دو وجہیں ہیں۔ ایک وجہ جسے وہ اپنے آپ میں دیکھتے ہیں اور ایک وجہ اس میں دیکھتے ہیں جو کچھ ان سے خارج ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ۔

ترجمہ: ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق میں اور ان کے نفسوں میں دکھائیں گے۔ (فصلت حم السجدہ: ۵۳)

پس یہ حضرات جو کچھ اپنے آپ میں دیکھتے ہیں اسے اشارہ کا نام دیتے ہیں۔ تاکہ منکرین ان پر مانوس ہوں اور یہ نہ کہیں کہ یہ اس آیت کی یا حدیث کی تفسیر ہے۔ اور ایسا ان کے شر سے اور فتویٰ کفر سے بچنے کے لئے کرتے ہیں کہ تہمت کفر لگانے والے خطاب حق کے مواقع سے جاہل ہیں۔ اور اس سلسلے میں انھوں نے اسلاف کی سنتوں کی پیروی کی ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ قادر تھا کہ اہل اللہ وغیرہم نے جن مسائل کا تاویلا بیان کیا ہے اپنی کتاب میں آیات متشابہات اراوائل سورۃ کی طرح نصا بیان فرمادیتا۔ اس کے باوجود ایسا نہیں کیا بلکہ ان کلمات وحروف الٰہیہ میں ایسے مخصوص علوم درج فرمادیئے جنہیں اس کے صرف منتخب بندے ہی جانتے ہیں۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص ۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وقد کان ابو تراب النخشبی رضی اللہ عنہ یقول: اذا کان حال العبد الاعراض عن حضرۃ اللہ تعالیٰ، صحبتہ الوقیعۃ فی اولیاء اللہ تعالیٰ۔ وکان الشیخ عبد القادر الجیلی رضی اللہ عنہ یقول من وقع فی عرض ولی، ابتلاء اللہ بموت القلب۔ وکان الشیخ ابو عبد اللہ القرشی رضی اللہ عنہ یقول من غض من ولی ضرب فی قلبہ بسھم مسموم، ولم یمت حتی تفسد عقیدتہ، فیموت علی اسوأ حال، اھ۔ وکان الشیخ ابو العباس المرسی رضی اللہ عنہ یقول: قد تتبعنا احوال القوم فما رأینا احدا انکر علیھم ومات بخیر ابدا۔ ودخل علیّ مرۃ شخص فتعرض للحط علی سیدی عمر بن الفارج، فقلت لہ: تلک امۃ قد خلت، فقال: انی اتقرب الی اللہ بسبہ فی المجالس، ففارقنی، وسافر الی بلاد بنواحی اسکندریۃ، فاتھم بالفجور فحلق قاضی العسکر نصف لحیتہ وحاجبہ

وجرسه علی حمار مقلوبا ثم دخل الحمام بعد ایام فمات فی المغطس الحار فوجدوہ میتا کالقرن الیابس، مع انه کان من المفتین۔

ترجمہ: اور حضرت سیدنا ابوتراب النخشبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بندے کی حالت حضرت الٰہیہ سے روگردانی ہوتو اسے اولیاء اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگوئی لاحق ہوتی ہے۔اور حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر الجیلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو ولی کی عظمت کے خلاف بکتا ہے اللہ تعالیٰ اسے قلب کی موت میں مبتلا کردیتا ہے۔اور حضرت سیدنا شیخ ابوعبداللہ القرشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو ولی کی عظمت سے چشم پوشی کرتا ہے اس کے قلب میں زہریلا تیر پیوست کردیا جاتا ہے اور وہ نہیں مرتا حتیٰ کہ اس کا عقیدہ فاسد ہوجاتا ہے اور وہ برے حالوں مرتا ہے۔اور حضرت سیدنا شیخ ابوالعباس المرسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' ہم نے قوم کے احوال کی چھان پھٹک کی ہے پس ہم نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے ان کا انکار کیا ہو اور کبھی اس کا خاتمہ بالخیر ہوا ہو۔اور ایک دفعہ ایک شخص میرے پاس آیا اور سیدی عمر بن الفارض علیہ الرحمہ پر تنقید کے درپے ہوا میں نے اسے کہا:

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ۔

ترجمہ: یہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی۔(سورۃ البقرہ:۱۳۴)

اس نے کہا کہ میں اسے مجالس میں برا بھلا کہہ کر اللہ تعالیٰ کی طرف قرب حاصل کرتا ہوں۔پس اس نے مجھ سے جدائی اختیار کرلی۔اور نواحی اسکندریہ کے شہروں کی طرف نکل گیا۔پس اس پر بدکاری کی تہمت لگی۔قاضی عسکر نے اس کی آدھی داڑھی اور بھنویں منڈوادیں اور اسے گدھے پر الٹا بٹھا کر گھمایا۔کئی دنوں کے بعد حمام میں داخل ہوا پس گرم حوض میں مرگیا۔لوگوں نے اسے خشک سینگ کی طرح مردہ پایا حالانکہ وہ مفتیوں میں سے تھا۔

(المنن الکبریٰ، الباب الثامن،ص،۳۶۲،۳۶۳،دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی ،شافعی ،متوفی ،قدس سرہ، ۹۷۳ھ،لکھتے ہیں:

ومن شانه: ان یتحمل الاذی من جمیع الانام ویشهد ذلک من رحمة الله به ونعمته علیه، حتی لا یرکن الی سواه، لا سیما فی ابتداء امر الفقیر، وقد قال سیدی ابو الحسن الشاذلی رضی الله عنه: جرت عادة الحق سبحانه وتعالیٰ مع انبیائه واصفیائه ان یسلط علیهم الاذی فی مبتدأ امرهم، ثم تکون الدولة لهم آخرا، کما وقع للسید نوح علیه الصلاة والسلام وکذلک السید موسی والسید یوسف علیهما الصلاة والسلام وسیدنا محمد ﷺ مع قومهم، فالسید نوح صبر حتی اغرق الله قومه وکذلک السید موسی صبر حتی اغرق الله فرعون وجنوده، وکذلک السید یسف صبر حتی عزیز مصر واحتاج الیه اخوته وغیرهم، وکذلک نبینا محمد ﷺ لما اخرجه قومه من مکة رده الله الیها قاهرا بالسیف۔

ترجمہ: اور درویش کی یہ بھی شان ہوتی ہے کہ وہ تمام مخلوق کی اذیت کو برداشت کرتا ہے۔اور اس کو اپنے اوپر خدا عزوجل کی رحمت ونعمت سمجھتا ہے تا کہ خدا عزوجل کے سوا کسی کی طرف اس کا میلان نہ ہو۔خصوصاً ابتدائی حالت میں۔

اور حضرت سیدنا ابوالحسن شاذلی علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ کی انبیاء علیہم السلام اور اپنے برگزیدہ بندوں کے ساتھ یہ عادت جاری ہے کہ ابتدا میں ان پر تکالیف کو مسلط کرتے ہیں پھر اخیر میں غلبہ انہیں کو ہوتا ہے چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام وحضرت موسیٰ علیہ السلام وحضرت یوسف علیہ السلام اور سیدنا محمد ﷺ کو اپنی اپنی قوم کے

ساتھ یہی قصہ پیش آیا۔حضرت نوح علیہ السلام نے (لوگوں کی ایذا پر) صبر کیا۔یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے ان کی قوم کو (طوفان عظیم سے) غرق کر دیا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی ابتداء میں فرعون کی ایذا پر صبر کیا تو حق تعالیٰ نے فرعون کو اس کے لشکر سمیت غرق کر دیا۔حضرت یوسف علیہ السلام نے (بھائیوں کی بے عنوانیوں پر) صبر کیا تو وہ عزیز مصر بنے۔اوران کی طرف ان کے بھائی محتاج بن کر آئے۔اور دوسرے لوگ بھی۔اسی طرح ہمارے نبی کریم سیدنا محمد ﷺ کو جب آپ کی قوم نے (بہت ستایا حتی کہ) مکہ سے نکال دیا (اور آپ نے سب باتوں پر صبر کیا) تو حق تعالیٰ نے شمشیر بکف فاتحانہ (اور یہ حضور ﷺ کی رحمت و برکت تھی کہ آپ ﷺ کی قوم پر آسمانی سخت عذاب نازل نہیں ہوا، کیونکہ آپ ﷺ نے اپنی قوم کے لیے بددعا نہیں فرمائی، بلکہ ہمیشہ ان کے لیے دعائے ہدایت فرماتے رہے حق تعالیٰ نے ان کو حضور ﷺ کے ہاتھوں سزا دلوائی کہ مختلف غزوات میں وہ ذلیل وشکست خوردہ ہو کر واپس ہوئے حتی کہ ایک دن آپ ﷺ نے مکہ کو تلوار سے فتح فرما لیا) طور پر مکہ میں آپ کو داخل کیا۔

وکذلک السلف رضی الله عنهم اجمعین، لکن من یدوم علیه الاذی طول عمره ویرمی بالزندقة والکفر وغیرهما من الامور الباطنة، لان المعاصی الظاهرة یتنزه الفقیر عنها فی الغالب، ولو رماهم شخص بها لا یوافق علی ذلک فلا یحصل لهم الاذی الکامل بخلاف الامور الباطنة، فانها تدوم نسبتها الیهم فی الغالب استصحابا لما قیل، فیحصل الاذی الکامل المراد۔

اوراسی طرح بزرگان سلف (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے ساتھ معاملہ ہوتا رہا لیکن بعض پر عمر بھر اذیت باقی رہی ہے۔اوران کو زندقہ (بددینی) اور کفر وغیرہ ایسے امور سے متہم کیا گیا جو چھپی ہوئی باتیں ہیں، کیونکہ ظاہری گناہوں سے تو حضرات صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اکثر منزہ ہوتے ہیں، اگر کوئی شخص ان کو ظاہری گناہوں سے متہم کرنے لگے تو اس کی بات چل نہیں سکتی۔(نہ اسے کوئی مان سکتا ہے) اس لیے صوفیہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو بھی ایسے اتہامات سے پوری اذیت نہیں پہنچ سکتی (کیونکہ جس اتہام کو سب لوگ غلط سمجھ لیں اس سے کلفت کم ہوا کرتی ہے) بخلاف چھپی ہوئی باتوں کے (جن کا تعلق دل سے ہے جیسے زندقہ وکفر وغیرہ کہ اس سے کسی کا منزہ ہونا صورت دیکھ کر معلوم نہیں ہوسکتا) تو جس کو ان امور کے ساتھ متہم کر دیا جائے اس کی طرف ان کی نسبت اکثر ہمیشہ ہی رہتی ہے اور اس سے ان کو پوری اذیت پہنچتی ہے جو کہ مقصود (حق) ہے۔

ومنهم من ینسب الیه بعض العقائد الزائفة فی بعض عمره ثم یتغیر الحال تادیبا له ولنفسه لئلا تمیل الی الخلق لکثرة الاعتقاد منهم غالبا، فیفسد علیه حاله لانه یصیر عنده رکون الیهم فیشتغل قلبه بمحبتهم، والحق غیور، لا یحب ان یری فی قلب عبده المؤمن محبة لغیره، لانه موضع نظره، ولذلک کان ضرر الصدیق وخلطته اشد من ضرر العدو، لان العدو یصیبک فی ظاهرک والصدیق یصیبک فی قلبک، وعدو تصل به الی طریق القرب خیر من صدیق یحجبک عنها، فافهم واحذر ان تفهم هذا الکلام بخلاف المراد فیتخلل باطنک احتمال الاذی لتکون الدولة لک آخرا فی التصرف بالخلق بالحال والقال، لان العبد المؤمن لیس له دولة فی الدنیا، انما هی دار عمل وتحمل مشاق واکدار، اذا علمت ذلک فتحمل الاذی اقتداء بالانبیاء والمرسلین والسلف الصالحین فقط، فمن کان کذلک نصره الله تعالیٰ من غیر عشیرة ولا اهل، اما یقدره علی احتمال الاذی فلا یبالی به، او بغیر ذلک، وقد کان اهل بلد ابی یزید البسطامی رضی الله عنه یرمونه بالزندقة، ویقولون: (هذا یظهر الاسلام ویخفی الکفر)،

و كان رضی الله عنه من شأنه ان لا يقيم الا في موضع الذم، و كل موضع لحقوا به وعرفوا شانه ومدحوه تحول عنه

اور بعض بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی طرف ان کی زندگی کے کسی خاص حصہ میں غلط عقائد کی نسبت رہی جس سے (خدا تعالیٰ کا مقصود) ان کے نفس کی تادیب (وتربیت) تھی۔ تاکہ اسے اپنے ساتھ مخلوق کا زیادہ اعتقاد دیکھ کر مخلوق کی طرف ایسا میلان نہ ہو جائے جس سے اس کی حالت بگڑ جائے، کیونکہ جب اس کو مخلوق کی طرف میلان ہوگا تو اس کا دل ان کی محبت میں پھنس جائے گا۔

اور حق تعالیٰ بڑے صاحب غیرت ہیں وہ یہ نہیں چاہتے کہ اپنے بندۂ مؤمن کے دل میں اپنے سوا کسی اور کی محبت دیکھیں، کیونکہ مؤمن کا دل تجلی گاہ حق ہے (اور حق تعالیٰ کو اپنی تجلی کی جگہ میں دوسرے کا ہونا گوارا نہیں، کیونکہ وہ شرکت سے نہایت بیزار ہیں۔ لہٰذا جب سالک کے دل میں غیر حق کی جگہ ہوگی حق تعالیٰ اپنی تجلی کو اس سے ہٹا لیں گے اور یہی حالت کا بگڑنا ہے اس لیے غیب سے عارف پر مخلوق کی طرف سے قسم قسم کی ایذائیں بھیجی جاتی ہیں تاکہ اس کا دل مخلوق سے کھٹا ہو جائے اور کسی طرف خدا کے سوا میلان نہ ہو) پھر یہ حالت بدل جاتی (اور اذیت ختم ہو جاتی) ہے۔

اور یہاں سے معلوم ہو گیا کہ دوستوں کا وجود اور ان کا میل جول دشمن کی ایذا سے زیادہ مضر ہے کیونکہ دشمن سے تو ظاہری تکلیف پہونچتی ہے اور دوست سے دل پر مصیبت آتی ہے (کہ دل کو اس سے تعلق ہوتا ہے تو باطنی حالت خراب ہو جاتی ہے اور ظاہر کے نقصان سے باطن کا ضرر اشد ہے) اور وہ دشمن جو تم کو طریق قرب تک پہنچا دے اس دوست سے بہتر ہے جو تم کو اس سے روک دے۔ خوب سمجھ لو۔

اور خبردار اس تقریر کا مطلب الٹا نہ سمجھنا کہیں تمہارے دل میں تحمل ایذا کا خیال اس غرض کے لیے نہ آئے کہ (اب تکلیف کا تحمل کر لوں تاکہ اخیر میں میرا ہی غلبہ ہو تو اس وقت مخلوق میں اپنے حال وقال سے تصرف کیا کروں گا (اس نیت سے تحمل ایذا کا قصد ہرگز نہ کرنا) کیونکہ بندۂ مؤمن کے لیے دنیا میں (شوکت و) دولت کیسی؟ بس یہ تو کام کرنے کی جگہ اور مشقت ورنج برداشت کرنے کا گھر ہے (مؤمن کی سلطنت تو آخرت میں ہوگی)۔

جب یہ بات سمجھ گئے تو اب تم محض انبیاء مرسلین ﷺ اور سلف صالحین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی اتباع کے خیال سے تحمل اذیت کیا کرنا۔ اور جو شخص ایسا ہوگا حق تعالیٰ بدون کسی خاندان واہل عیال (کی اعانت) کے اس کی مدد کریں گے۔ یا تو اس کو ایذا کے تحمل کی طاقت دیدیں گے کہ اسے کسی بات کی پرواہی نہ ہوگی یا اور کسی صورت سے مدد کریں گے۔

حضور سیدی سلطان العارفین بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کے شہر والے ان کو زندقہ (بددینی) سے متہم کرتے تھے اور کہا کرتے کہ یہ شخص اسلام کو ظاہر کرتا اور کفر کو چھپاتا ہے (یعنی ظاہر میں مسلمان اور باطن میں معاذ اللہ کافر ہے) اور آپ کی بھی حالت یہ تھی کہ ایسے ہی مقامات میں ٹھہرا کرتے تھے جہاں بدنامی ہو، اور جس جگہ لوگوں کو ہجوم ہوتا اور کوئی آپ کی حالت کو پہچان لیتا اور تعریف و مدح ہونے لگتی وہاں سے چل دیا کرتے۔

واعلم ان كثرة الانكار عليك والاعداء لك، مما يثبت لك اسوة بالانبياء عليهم السلام لقوله تعالى: (وجعلنا بعضكم لبعض فتنة اتصبرون) فاعلم ان عداوة جميع المؤمنين للعبد من شقاوته، لان قلوب المؤمنين لا تمقت الا بحق، لانهم لا يجتمعون على ضلالة واعظم نصابهم اربع رجال۔

اور خوب جان لو! کہ لوگوں کو تم پر بکثرت انکار کرنا اور دشمنوں کا زیادہ ہونا تمہارے لیے انبیاء ﷺ کے ساتھ مشابہت ثابت کرتا ہے

کیونکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ۔

ترجمه: اور ہم اسی طرح نے تمہارے اندر بعض کو بعض کے لیے امتحان وآزمائش (کا سبب) بنایا ہے۔ تو کیا تم صبر کرو گے؟ (سورۃ فرقان: ۲۰)

اور یہ بھی جان لو کہ (ایک طرف سے) سب ہی مسلمانوں کا کسی شخص سے عداوت کرنا یہ اس کی شقاوت کی دلیل ہے کیونکہ سب مسلمانوں کے قلوب حق ہی کے موافق عداوت کر سکتے ہیں (ناحق نہیں کر سکتے) کیونکہ سب مسلمان گمراہی پر اتفاق نہیں کر سکتے اور بڑا نصاب جماعت کا چار آدمی ہیں (تو جس سے چار بھی خوش ہوں وہ یقین کے ساتھ شقی نہیں ممکن ہے حق پر ہو کیونکہ اس کی عداوت پر اجماع نہیں ہوا)۔

واعلم ان الدنيا ليست بموطن ظهور الجزاء للتكليف، فكل انسان فيها مشغول بنفسه، مطالب باداء ما كلف به من العمل، فمن علم هذا لم يبال كيف اصبح ولا امسى عند الخلق، ولم يلتفت لمدحهم ولا ذمهم لانهم فى محل الحجاب، وانظر الى احواله ﷺ فى الدنيا لم يظهر لنا منها الا ما اخبرنا الحق تعالىٰ من علو مرتبته، ولو لا ذلک جهلنا قدره، وفى الآخرة يظهر مقامه للخاص والعام، فلا يظهر كماله الا فى الآخرة، وكذلک كمل الرجال، لانها دار ظهور النتائج، واما الدنيا فانما هى دار اعمال، فمن طلب ظهور النتائج فيها فقد طلب غير الموضوع وباع آخرته بعرض دنياه، فافهم۔

اور خوب سمجھ لو کہ دنیا اعمال کی جزا ظاہر ہونے کی جگہ نہیں، (بلکہ اس کا ظہور آخرت میں ہوگا)۔ پس ہر شخص دنیا میں اپنے نفس کے ساتھ مشغول ہے۔ اور جن اعمال کا اسے مکلف کیا گیا ہے۔ ان کی ادا کا اس سے مطالبہ ہے تو جس نے اس مضمون کو سمجھ لیا اسے اس کی کچھ بھی پرواہ نہ ہوگی کہ مخلوق کی نظر میں میری صبح وشام کیونکر گذرتی ہے اور اس کو نہ کسی کی مدح پر التفات ہوگا نہ مذمت پر کیونکہ مخلوق مقام حجاب میں ہے (اس کو حقیقت کی خبر نہیں کہ کون کس درجہ کا ہے اور کون کس رتبہ پر ہے کیونکہ یہاں کسی کے عمل کی جزا ظاہر نہیں ہوتی صرف اعمال ظاہر ہوتے ہیں اور کسی کا درجہ ومرتبہ جزا ہی سے معلوم ہو سکتا ہے اعمال میں تو بہت لوگ شریک ہیں)۔

اور تم کو رسول اللہ ﷺ کے حالات میں نظر کرنا چاہیے کہ ہم کو دنیا میں حضور ﷺ کا بلند مرتبہ صرف اسی قدر معلوم ہوا ہے کہ جتنا حق تعالیٰ نے بتلادیا ہے اور اگر اتنا بھی نہ ہوتا تو ہم حضور ﷺ کے مرتبہ سے بالکل واقف نہ ہوتے، ہاں آخرت میں حضور ﷺ کا مقام (عالی) ہر خاص وعام کو معلوم ہو جائے گا۔ پس آپ ﷺ کا کمال (حقیقی) آخرت ہی میں ظاہر ہوگا اسی طرح حضرات کاملین (کا مقام بھی آخرت ہی میں ظاہر ہوگا) کیونکہ ظہور نتائج کی وہی جگہ ہے اور دنیا تو صرف دار العمل ہے تو جو شخص دنیا میں ظہور نتائج کا طالب ہو وہ خلاف قاعدہ بات کا طالب ہے۔ اور اپنی آخرت کو متاع دنیا کے بدلے بیچ رہا ہے (کیونکہ ظہور مقامات کی طلب کرنا محض نفسانی خواہش ہے جو سراسر دنیا ہے۔ خوب سمجھ لو۔

وقال سيدى ابو الحسن الشاذلى رضى الله عنه: لما علم الله سبحانه وتعالىٰ انه لا بد ان يتكلم فى انبيائه واصفيائه قضى على قوم بالشقاوة، فنسبوه الى اتخاذ الصاحبة والولد، حتى اذا ضاق الولى ذرعا من كلام قيل فيه، نادته هواتف الحق: (هذا وصفک لو لا لطفى بک) فافهم وطب نفسا وقر عينا بجميع ما يقال فيک، فان جميع المنكرين رحمة من الله عليک، والا لو عكس

الامر وجعلک منکرا علیه کالکافر والعاصی ماذا کنت تفعل فاحمد الله سبحانه وتعالی، واسلک سبیل الاصفیاء، وکثرة المدح من جمیع الخلق لا تغنی عنک من الله شیئا وانت عنده بخلاف ذلک، بل جمیع المنکرین یفارقونک بالموت، فهل ینزلون معک فی القبر یتعصبون علیک ویتولون سوالک او حسابک فی الآخرة؟

اور حضور سیدی ابوالحسن شاذلی علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے کہ چونکہ حق تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اس کے انبیاء اور اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی شان میں کچھ کچھ باتیں (ایذا رساں ضرور کہی جائیں گی اس لیے خدا ﷻ نے ایک جماعت کی قسمت میں شقاوت (وبدبختی) مقرر کردی جنہوں نے حق تعالیٰ کو بیوی اور اولاد کے ساتھ متہم کیا، (کسی نے کہا فلانی خدا کی بیوی ہے۔ کسی نے کہا کہ فلاں خدا کا بیٹا ہے۔) تو اب جب کبھی کسی ولی کا دل ان باتوں سے تنگ ہوتا ہے جو اس کے بارے میں کہی جاتی ہیں تو ہاتف حق اس کو ندا دیتا ہے کہ تیری (اصل) صفت تو یہی تھی (جو مخلوق کہہ رہی ہے) اگر میرا لطف تجھ پر نہ ہوتا بس سمجھ سے کام لے اور جو کچھ تجھے کہا جائے ان پر راضی رہ (اور مکدر نہ ہو) کیونکہ جتنے لوگ تجھے برا کہہ رہے ہیں یہ خدا ﷻ کی رحمت ہے تیرے حال پر ورنہ اگر معاملہ برعکس ہوتا اور خدا تعالیٰ تجھے ان لوگوں میں سے کردیتے جو خدا تعالیٰ کو برا کہتے ہیں جیسے (صدہا) کافر و عاصی ایسے موجود ہیں تو اس وقت تو کیا کرلیتا۔ بس حق سبحانہ کا شکر کر اور اولیاء واصفیاء کے طریقہ پر چلتا رہ۔

اور (عزیز من!) تمام مخلوق اگر تمہاری مدح وثنا کرے تو خدا ﷻ کے نزدیک تم کو اس سے کیا نفع ہوسکتا ہے۔ اگر عند اللہ تم قابل مدح نہیں ہو اور مخلوق کا برا بھلا کہنا تم ضرر دے سکتا ہے اگر خدا ﷻ کے نزدیک تم برے نہیں ہو، بلکہ سب منکرین (برا کہنے والے) مرنے کے ساتھ ہی تم سے جدا ہوجائیں گے، کیا وہ قبر میں تمہارے ساتھ جائیں گے اور وہاں تمہارے خلاف کچھ کارروائی کریں گے اور آخرت میں تمہارے سوال و جواب یا حساب و کتاب کے مالک ہوں گے (ہرگز نہیں تو جب ان کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں پھر ان کے برا کہنے سے رنج کیوں ہے)۔

واحذر حین مدح الخلق لک ان تظهر التواضع فتحقر نفسک لما یعظمونک، فان ذلک یزیدک تعظیما عندهم بل اسکت ایهاما لهم بانک تحب المدح بما لیس فیک، هذا هو الاصلح لک دائما، فان قال لک الشیطان: هذا مما ینفر القلوب منک وانت تنفع الناس وتعلمهم الخیر، وانما یلیق هذا الحال بالسیاح الذین خربوا حالهم فقل له: انما انظر الی المحرک لهم وهو الله تعالی، فان اقام، فی باطنهم تعظیما لی لا یمکنهم ان یحقرونی، واشهد ذلک فضلا منه، وان اقام فی باطنهم تحقیرا لی لا یمکنهم التعظیم لی، ولو اظهرت لهم کل کرامة۔ فافهم۔

اور دیکھو جب مخلوق تمہاری مدح کرے اس وقت اظہار تواضع سے بچو کہ جب وہ تمہاری تعظیم کریں تو تم اپنی حقارت ظاہر کرنے لگو (ایسا نہ چاہیے) کیونکہ اس سے تمہاری تعظیم ان کے نزدیک اور زیادہ ہوجائے گی، بلکہ ایسے وقت میں خاموش رہو۔ تاکہ لوگوں کو یہ وہم ہو کہ تم اپنی تعریف سے خوش ہوتے ہو، یہی تمہارے لیے ہمیشہ مفید ہے۔

اور اگر شیطان تم سے یہ کہے کہ اس (خاموشی) سے تو قلوب میں تیری طرف سے نفرت پیدا ہوجائے گی۔ اور تو جو لوگوں کو نفع پہنچا رہا اور ان کو خیر کی تعلیم دے رہا ہے (یہ نفع بند ہوجائے گا) اور یہ حالت تو ان سیاحوں کے مناسب ہے جو اپنی (ظاہری) حالت کو خراب خستہ رکھتے ہیں (تاکہ کوئی ان کا معتقد نہ ہو۔ اور

مقتداؤں کو ایسا طرز اختیار نہ کرنا چاہیے جس سے لوگوں کو بد اعتقادی ہو)۔

توتم شیطان سے کہہ دو کہ میں تو اس خدا تعالیٰ کی طرف نظر کرتا ہوں جو مخلوق کو حرکت دے رہا ہے (مخلوق پر نظر نہیں کرتا) پس اگر خدا تعالیٰ نے بندوں کے دل میں میری تعظیم رکھی ہے تو وہ مجھ کو کبھی حقیر نہیں سمجھ سکتے۔اور میں اس کو خدا تعالیٰ کا فضل سمجھوں گا۔اور اگر اس نے ان کے دلوں میں میری تحقیر رکھی ہے تو یہ ممکن نہیں کہ وہ میری تعظیم کرسکیں، گو میں ان کے سامنے ساری کرامتیں ظاہر کردوں۔

وبالجملة؛ فمن كان قصده التعظيم عند الخلق لم يزل فى تكدير، لانه لابد فى الوجود من منكر عليه، وطلبه من جميع الخلق ان يقبلوا عليه بالثناء والحمد والاعتقاد جهل منه، فلا بد له من ذام ومادح، ولو كان فى فضل، نحو الصحابة رضى الله عنهم، وقد كان شخص يذم الامام عليا رضى الله عنه وينكر عليه، فاجتمع به المنكر فاثنى عليه بحضرة الصحابة رضى الله عنهم على خلاف عادته، فقال السيد على رضى الله عنه: (انا دون ما تقول وفوق ما فى نفسك)، نافهم، فهمنا الله واياك، فان من رضى، بعلم الله فيه لا يتغير، ولو توجه اليه الثقلان بالذم والتنقيص، ولا يغيره على الله تعالىٰ شيئ، بل شأن العبد الغفلة عما الناس فيه مطلقا، شغلا بسيده، وقد سمعت هاتفا على لسان الحق تعالىٰ: (من شهد الامور كلها منيلم يتغير من وجدان ولا فقد، ومن خرج من حضرتى سلطت عليه اعدائى، فلا يلومنّ الا نفسه والسلام)، فافهم فهمنا الله واياك۔

الغرض جس شخص کا مطلوب مخلوق کی نظر میں بڑا بننا ہو وہ ہمیشہ پریشانی میں رہے گا، کیونکہ دنیا میں کوئی نہ کوئی اس کا مخالف بھی ضرور ہوگا، پھر اس کا تمام مخلوق سے یہ امید رکھنا کہ سب اس کی طرف تعریف وثناء اور اعتقاد کے ساتھ متوجہ ہوں محض جہالت ہے، کیونکہ اس کا ایک ثنا خواں ہوگا تو ایک برا کہنے والا بھی ضرور ہوگا، چاہے یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے برابر ہی فضیلت کیوں نہ رکھتا ہو۔

چنانچہ ایک شخص امیر المومنین حضرت سیدنا علی (کرم اللہ وجہہ) کو برا کہتا اور ان پر انکار کیا کرتا تھا پھر ایک دفعہ وہ آپ سے ملا تو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں خلاف عادت آپ کی تعریف کرنے لگا۔

امیر المومنین حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو تو زبان سے کہہ رہا ہے میں اس سے تو کم ہوں اور جو تیرے دل میں ہے اس سے زیادہ ہوں۔خوب سمجھ لو۔خدا تعالیٰ ہمیں اور تمہیں فہم (سلیم) عطا فرمائے۔پس جو شخص خدا تعالیٰ کے علم سے راضی رہے جو اس کے متعلق ہے اس کو کبھی تغیر نہ ہوگا۔گو تمام انس وجن اس کی مذمت وتنقیص اس کے منہ پر کرنے لگیں جب کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ اس کا معاملہ نہیں بدلا۔بلکہ بندہ کی شان تو یہ ہے کہ اپنے مولیٰ کے ساتھ ایسا مشغول رہے کہ لوگوں کے معاملات سے بالکل غافل ہو جائے۔

اور میں نے ایک ہاتف کو سنا جو حق تعالیٰ کی طرف سے کہہ رہا تھا کہ "جو شخص تمام امور کو میری طرف سے مشاہدہ کرتا ہے وہ کسی چیز کے پانے یا کھو جانے سے کبھی متغیر نہیں ہوسکتا۔اور جو شخص میرے حضور سے نکل گیا میں اس پر اپنے دشمنوں کو مسلط کر دیتا ہوں۔پس وہ اپنے نفس کے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔والسلام۔سمجھ جاؤ خدا تعالیٰ ہمیں اور تمہیں فہم (سلیم) عطا فرمائے۔

(الانوار القدسیۃ فی بیان آداب العبودیۃ، الباب الثالث، ص، ۸۴ــ۸، دار التقوی، دمشق)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ

ترجمہ: یاورتمہارارب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو انہیں ان کی بناوٹوں پر چھوڑ دو۔(سورۃ الانعام الآیت،۱۲۲)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ جو گمراہ کن شخص کسی کو شرع کے خلاف کام کی رغبت دے وہ انسانی شیطان ہے اگرچہ وہ اپنے عزیزوں میں سے ہو یا عالم کے لباس میں ہو اس سے معلوم ہوا کہ تمام نبیوں کے دشمن ضرور ہوئے ایسے ہی علماء و اولیاء کے دشمن ہونا ضروری ہیں جس عالم کا کوئی بے دین دشمن نہ ہو وہ عالم خود بے دین ہے کہ بے دینوں کی مروت کرتا ہے اس دشمنی میں حکمت الٰہیہ یہ ہے کہ جب تک کوئی مقابل نہ ہو قوت کا پتہ نہیں لگتا اگر تاریکی نہ ہوتی تو سورج کی قدر نہ ہوتی، اگر پیاس نہ ہوتی تو پانی کی قدر نہیں ۔ (تفسیر نور العرفان، ص، ۲۲۵)

حضرت مولانا شہاب الدین نواسہ حضرت سید امیر حمزہ بن حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس سرہ، متوفی، ۷۷۲ھ، فرماتے ہیں:

تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ ولے بسیار اھلِ علم اند که زبان ایشان عالم است۔ اما دلِ ایشان عالم نیست و ایشان را هم استحقاق نظر اهل الله نیست۔

چنانکه قطب العارفین مولانا جلال الدین رومی علیه الرحمه فرمودند

آه ازین زشتان که خوبی می نمایند از نقاب		از برون شو آفتاب و از درون شو کامیاب

عالم آنان اند که خداے عز و جل را می شناسند به صفاتِ سرِ او همچنان که می نمایند هم چنان باشند و چنانکه باشند نمایند۔

حضرت رسالت علیه السلام می فرمایند که مرد آن است که بودِ او از نمود او بهتر باشد و این مشهور است که روزے سلطان العارفین وبرهان المحققین سلطان بایزید بسطامی قدس سره بر سرِ یکے رسیده بودند که مخنثِ خود را آراسته است سلطان روئے مبارکِ خود را ازو بگردانیدند۔ چون آن مخنث از سلطان این حال مشاهده کرد، گفت که اے بزرگوارِ دین واے دانندۂ رازِ یقین ماهم چنان که می نمایم به، خلق هستم تو نیز همچنان که می نمائی هستی۔ بعضے از سالکان و صالحانِ راهِ حق تعالیٰ گفته اند که عالم کیست و عارف کیست۔ گفتند که عالم آنان اند که گفتارِ ایشان بهتر از رفتار ایشان باشد۔ و عارفان آنان اند که کردار ایشان بهتر از گفتار ایشان باشد و مراد از همه علمها علم خداشناسی است و عمل کردن است به انچه می داند۔

تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ

ترجمہ: (اللہ ﷻ) جسے چاہتا ہے، ملک عطا فرماتا ہے۔(سورۃ آل عمران:۲۶)

لیکن بہت سے اہلِ علم ہیں جن کی زبان عالم ہے اور اُن کا دل عالم نہیں ہے، اور وہ اہل اللہ کی نظر کے مستحق نہیں ہیں۔

جس طرح کہ قطب العارفین مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے:

آہ ازین زشتان کہ خوبی می نمایند از نقاب	از برون شو آفتاب و از درون شو کامیاب

ترجمہ: ان بُروں پر افسوس جو نقاب سے خوبی دکھلاتے ہیں، تُو باہر سے سورج (کی طرح روشن) بن جا اور اندر (باطن) سے کامیاب ہو جا۔

عالم وہ ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو اُس کی صفات کے راز (حقیقت) سے پہچانتے ہیں، جس طرح کہ وہ نظر آتی ہیں، وہ ایسے ہی ہیں اور جیسی ہیں ویسی دکھائی دیتی ہیں۔ حضور سیّدی ختم المرسلین ﷺ فرماتے ہیں کہ مردود ہے کہ اس کا ہونا اُس کے نظر آنے سے بہتر ہو۔ یہ (بات) مشہور ہے کہ ایک روز سلطان العارفین علیہ الرحمۃ اور برہان المحققین سلطان بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ ایک ایسے ہیجڑے کے پاس پہنچے جس نے اپنے زنانہ پن کو آراستہ کر رکھا تھا۔ حضرت سلطان (بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ) نے اپنا چہرہ مبارک اس سے پھیر لیا۔ جب اس ہیجڑے نے حضرت سلطان بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا یہ حال دیکھا تو عرض کیا کہ اے دین کے بزرگوار! اور اے راہِ یقین کے دانا! ہم جیسے لوگوں کو نظر آتے ہیں ویسے ہی ہیں، اور آپ بھی جس طرح نظر آتے ہیں ویسے ہی ہیں!

حق تعالیٰ کے راستے کے بعض سالکین اور صالحین نے بتایا ہے کہ عالم کون ہے اور عارف کون ہے؟ انہوں نے کہا ہے کہ عالم وہ ہیں جن کی گفتار اُن کی رفتار سے بہتر ہے۔ اور عارف وہ ہیں جن کا کردار اُن کی گفتار سے بہتر ہے۔ تمام علوم سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا ہے، اور جسے جانتا ہے، اس پر عمل کرنا ہے:

(آگاہی سید امیر کلال قدس سرہ، ص، ۲۳، ۲۴، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلیشرز، کراچی) (آگاہی سیّد امیر کلال قدس سرہ، ص:۵۹)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰ھ، لکھتے ہیں:

ایک صاحبِ ولایت نے حضرت محبوبِ الٰہی (قدس اللہ سرہ العزیز) کی بارگاہ میں حاضری کا منزلِ دُور دَراز سے قصد فرمایا۔ راہ میں جس سے حضرت محبوبِ الٰہی (قدس اللہ سرہ العزیز) کا حال دریافت فرماتے لوگ تعریف ہی کرتے۔ انہوں نے اپنے دل میں کہا میری محنت ضائع ہوئی کہ یہ اگر حق گو ہوتے لوگ ضرور اُن کے بدگو ہوتے جب دہلی قریب رہی اُنہوں نے لوگوں سے پوچھا، اب مذمتیں سنیں، کوئی کہتا: وہ دہلی کا مکار ہے، کوئی کچھ کہتا، کوئی کچھ کہتا۔ انہوں نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہ میری محنت وصول ہوئی۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص، ۲۴۰، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ، کراچی)

اہل طریقت کے احترام شریعت کی دلیل:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وکان الشیخ عز الدین بن عبد السلام یقول: مما یدلک علی ان اھل الطریق ما تعدوا علی قواعد الشریعۃ دون غیرھم ما یقع علی ایدیھم من الکرامات والخوارق ولا یقع شیء من ذلک علی ید احد ولو بلغ فی العلم ما بلغ الا ان سلک طریقھم انتھی۔

ترجمہ: اور حضرت سیدنا سلطان العلماء شیخ عز الدین بن عبد السلام علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جو چیز تجھے اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اہل طریقت نے دوسروں کے مقابلہ میں قواعد شریعت سے تجاوز نہیں کیا ان کے ہاتھوں کرامات اور خوارق کا واقع ہونا ہے۔ اور یہ کسی کے ہاتھوں واقع نہیں ہوتیں اگرچہ علم میں کہاں تک پہنچ جائے مگر جبکہ ان کے طریقے پر چلے۔ انتہی۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص، ۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اہل فکر ونظر کے لئے اہل عطایا پر اعتراض درست نہیں:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

و کان الشیخ مجد الدین الفیروز آبادی یقول: لا ینبغی لاحد من اہل الفکر و النظر الاعتراض علی اہل العطایا والمنح فان علوم ہؤلاء فرع علوم اہل النظر وکان الشیخ محیی الدین من اکابر اہل العطایا الذین کشف لهم الحق عن جمال وجهه الباقی، فتلألأت، سبحاته بالانوار الساطعة الی یوم التلاقی ومن تعرض لتخطئة مثله او تکفیره فانما هو لجهله وحرمانه اولعدم فهمه وضعف ایمانه وعدم مبالاته بهفوات لسانه انتهی۔ وقد نقل الامام الغزالی فی الباب الثامن من کتاب العلم من الاحیاء عن بعض العارفین انه کان یقول: من لم یکن له نصیب من علم القوم یخاف علیه سوء الخاتمة وادنی نصیب منه التصدیق والتسلیم لاهله کما ان من لم یتغلغل فی علم الشریعة یخاف علیه الزبیر۔

ترجمہ: اور حضرت سیدنا شیخ الاسلام مجد الدین فیروز آباد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اہل فکر ونظر میں سے کسی کو اہل عطایا پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ ان حضرات کے علوم اہل نظر کے علوم کی فرع ہیں جبکہ شیخ محی الدین علیہ الرحمہ اہل عطایا کے اکابرین سے ہیں جن کے لئے حق نے اپنے جمال باقی سے پردے ہٹادیئے۔ پس قیامت تک اس کے انوار وتجلیات چمکتے رہیں گے۔ تو جو ایسوں کو خطا کار کہنے یا ان کی تکفیر کرنے کے درپے ہوا تو وہ صرف اپنی جہالت اور محرومی کی وجہ سے یا پھر اپنی بے سمجھی، ایمانی کمزوری اور اپنی زبان کی بے اعتدالیوں سے لاپرواہی کی وجہ سے اس کا مرتکب ہوا۔ (انتہی)

اور امام غزالی علیہ الرحمہ نے الاحیاء کی کتاب العلم کے آٹھویں باب میں عارفین میں سے بعض سے یہ بات نقل فرمائی کہ آپ نے فرمایا کہ جسے قوم صوفیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے علم سے کوئی حصہ نہیں ملا اس پر برے خاتمے کا خوف ہے اور اس سے ادنیٰ حصہ یہ ہے کہ اس علم والوں کی تصدیق اور ان کے فیصلوں کو تسلیم کرے۔ جس طرح کہ جس نے علم شریعت میں پختگی حاصل نہیں کی اس پر پھسلنے کا ڈر ہے۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، ص ۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ والوں سے دشمنی کی سزا:

حضرت مولانا شہاب الدین نواسہ حضرت سید امیر حمزہ بن حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس سرہ، متوفی، ۷۷۲ھ، فرماتے ہیں:

نقل است که روزے حضرت امیر کلال علیه الرحمه به مسجد جامع بخارا بر فتند به اصحابِ خود۔ شخصے بر سر زراعتِ خود با غلام خود کارے می کرد۔ آن غلام گفت که اے خواجه ایهنا چه مرد مانند که می آیند۔ خواجه گفت ایهنا مفتن خوار انند۔ چون آن شخص با غلامِ خود این سخن گفت حضرت امیر علیه الرحمه فرمودند که اے یاران حضرت خواجه عبدالخالق غجدوانی علیه الرحمه فرموده اند که هر که درویشان را نظر کند به چشمِ حقارت تا کر کین نه شود از دنیا نه رود۔ یاران همه متحیر شدند که چه بود بر زبانِ مبارک ایشان، گذشت۔ اما ایشانان ازین واقف نه بودند و چون از مسجد جامع باز گشتند و بهمان جار سیدند آن شخص را آتش درون افتاده بود و به هیچ، وجه تحمل نه داشت۔ چون چشم بر ابر افتاد دانست که بد گفته است۔ آن مرد گفت مرا به نزدیک امیر علیه الرحمه ببرید، که

من بد گفته ام۔ چون به نزدیک امیر آوردند امیر فرمودند که اے عزیزان این تیر کاری خورده است وعلاج پذیر نیست او را بخانه باز گردانید۔ هنوز بخانه نه رسیده بود که ازین عالم نقل کرد۔ زنهار ازین قوم گریزان می باش۔ صد سر برند که درمیان دست نه بود۔ آے هر که اهل اللہ را دست می دهد بواسطۂ آن است که دست از دنیا کوتاه کرده اند وروے ازو پاک گردانیده اند۔

ترجمہ: منقول ہے کہ ایک روز حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس سرہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جامع مسجد بخارا کی طرف جارہے تھے۔ راستے میں ایک آدمی اپنے غلام کے ہمراہ اپنے کھیتوں میں کام کررہا تھا۔ اس غلام نے کہا کہ اے مالک! یہ کون لوگ ہیں جو آرہے ہیں؟ مالک نے کہا، یہ مفت خور ہیں۔ جب اس شخص نے اپنے غلام سے یہ بات کی تو حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس سرہ نے فرمایا کہ اے دوستو! حضور شیخ المشائخ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی درویشوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے، جب تک وہ ذلیل نہ ہوجائے، دنیا سے نہیں جاتا۔ سب عقیدتمند حیران ہوگئے کہ کیا (ماجرا) ہوا ہے کہ آپ کی مبارک زبان پر یہ بات آئی ہے؟ لیکن وہ اس (واقعہ) سے آگاہ نہ تھے۔ جب وہ جامع مسجد (بخارا سے واپس لوٹے اور اسی جگہ پہنچے تو اس آدمی کے اندر (باطن) میں آگ لگی تھی اور وہ کسی طرح بھی (اسے) برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔ جب اس کی نظر (درویشوں پر) پڑی تو سمجھ گیا کہ اس نے بری بات کہی ہے۔ وہ آدمی بولا: ''مجھے حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس سرہ کے پاس لے چلو کہ میں نے بیہودہ بات کی ہے۔'' جب اسے حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس سرہ کے پاس لائے تو حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس سرہ نے فرمایا کہ اے عزیزو! اس نے ایک ایسا کاری تیر کھایا ہے جس کا علاج نہیں ہوسکتا، اسے واپس گھر لے جاؤ۔ ابھی وہ گھر نہیں پہنچا تھا کہ اس جہاں سے چل بسا:

زنهار ازین قوم گریزان می باش		صد سر برند که درمیان دست نه بود

ترجمہ: خبردار! اس جماعت (صوفیہ کی دشمنی) سے تو باز رہ (کہ یہ لوگ) سینکڑوں سر(یوں) کاٹ ڈالتے ہیں کہ کوئی ہاتھ نظر نہیں آتا۔

جی ہاں! جو کوئی (اپنا) ہاتھ اللہ والوں کے ہاتھ میں دیتا ہے تو اس کی وجہ سے (یہ ہوتا) ہے کہ (اللہ والے) اس کا ہاتھ دنیا سے روک لیتے ہیں اور اس کے چہرے کو پاکیزہ بنا ڈالتے ہیں۔

(آگاہی سید امیر کلال قدس سرہ، ص، ۳۲، ۳۳، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلیشرز، کراچی)

اولیاء اللہ سے دشمنی اللہ سے دشمنی ہے:

دیوبندیوں کے مولانا اللہ یار خان نقشبندی دیوبندی نے لکھا:

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ علم تابع معلوم کے ہوتا ہے۔ اگر معلوم اعلیٰ اور عظیم ہے تو علم بھی عظیم ہوگا۔ اس قاعدہ کی روشنی میں اس حقیقت پر غور کریں۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

ترجمہ: میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔ (سورۃ الذریٰت: ۵۲)

قَالَ الْمُفَسِّرُوْنَ مَعْنَاهُ لِيَعْرِفُوْنِ

مفسرین کرام نے فرمایا: (وہ میری عبادت کریں) سے مراد ہے کہ وہ میری معرفت حاصل کریں۔

(البحر المحیط فی التفسیر ،ج،۱۰،ص،۵۶۰،الدر المصون فی علوم الکتاب المکنون ،ج،۱۱،ص،۱۳۶،تفسیر ابن کثیر ،ج،۷،ص،۴۲۵،تفسیر روح البیان ، ج ، ۱، ص، ۱۱۳،۲۶۹،۴۰۹،ج،۵،ص،۴۶۷،تفسیر مظہری، ج،۱۰،ص،۳۰۳)

جب معرفت الٰہی حاصل ہوگئی تو مقصد تخلیق پورا ہوگیا۔پس ایسے مقبولین خدا جو غایتِ تخلیق کا مصداق ہیں ان سے دشمنی رکھنا کور باطنی کی دلیل ہے۔

فائدہ: اولیاء اللہ سے دشمنی رکھنے کے دو عظیم نقصان ہیں اول دنیا میں ان کی برکت سے محرومی دوم سوء خاتمہ کا خطرہ۔یہ دونوں امور حدیث قدسی سے ثابت ہوگئے۔

(دلائل السلوک،ص:۸۵۔۸۷)

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: أَنَّهُ خَرَجَ يَوْمًا إِلَى مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَجَدَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَاعِدًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَبْكِي، فَقَالَ: مَا يُبْكِيكَ؟ قَالَ: يُبْكِينِي شَيْءٌ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ يَسِيرَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ، وَإِنَّ مَنْ عَادَى لِلّٰهِ وَلِيًّا، فَقَدْ بَارَزَ اللهَ بِالْمُحَارَبَةِ، إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْأَبْرَارَ الْأَتْقِيَاءَ الْأَخْفِيَاءَ، الَّذِينَ، إِذَا غَابُوا لَمْ يُفْتَقَدُوا، وَإِنْ حَضَرُوا لَمْ يُدْعَوْا وَلَمْ يُعْرَفُوا، قُلُوبُهُمْ مَصَابِيحُ الْهُدَى، يَخْرُجُونَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةٍ

ترجمہ: امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک دن مسجد نبوی ﷺ کی طرف گئے، تو حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم ﷺ کی قبر انور کے پاس بیٹھے، روتے ہوئے پایا۔تو امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو کس نے رولایا ہے؟ اور حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: مجھے اس حدیث نے رولایا ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے، اور بے شک جس نے اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ علیہم) سے دشمنی رکھی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ کیا۔اور بے شک اللہ تعالیٰ ایسے نیک متقی اور پوشیدہ رہنے والے لوگوں کو محبوب رکھتا ہے، جو اگر غائب ہو جائیں تو کوئی انہیں کو تلاش نہیں کرتا۔اور اگر موجود ہوں تو انہیں کوئی کھانے دعوت تک نہیں دیتا، اور نہ ہی انہیں کوئی پہچانا نہیں ہے۔ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں، ایسے لوگ ہر گرد آلود فتنے سے نکل جائیں گے۔

(سنن ابن ماجہ ،کتاب ،الفتن ، باب من ترجی لہ السلامۃ من الفتن ، رقم الحدیث :۳۹۸۹،ص،۶۴۳، دار الکتب العلمیہ ، بیروت ،المستدرک علی الصحیحین ،للحاکم ،رقم :۴ ،ج،۱،ص،۴۴،والترغیب والترھیب ،ج،۳،ص،۲۹۸)

دیوبندیوں کے مولانا اللہ یار خان نقشبندی دیوبندی نے لکھا:

وسیلہ صلحا اور صحبتِ مشائخ کا محمود ہونا ثابت ہوا۔ذاکرین کی جماعت میں شمولیت سے بھی بدکار نجات حاصل کر لیتا ہے۔

اولیاء کی ذرا سی صحبت ایماندار آدمی کو جنتی بنا دیتی ہے۔

(دلائل السلوک،ص،۱۰۰)

دیوبندیوں کے مولانا اللہ یار خان نقشبندی دیوبندی نے لکھا:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جو شخص کسی فن میں مہارت نہیں رکھتا اُسے اس فن اور اہلِ فن پر تنقید کا حق نہیں پہنچتا۔چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ فلاسفہ جنہیں علم و تحقیق پر بہت ناز ہے جب تصوف پر بحث کرتے ہوئے مسئلہ کشف پر آتے ہیں تو ان کے لئے اس عاجزانہ اعتراف کے بغیر اور کوئی راستہ نہیں ملتا کہ

هذا طور وراء طور العقل لايدركه الا اصحاب قوة القدسيه

ترجمہ: اس (کشف) کا طور، طریقہ عقل کے طور سے وراء ہے اس کو قدسیہ قوت والے ہی اس کا ادراک کر سکتے ہیں۔

(دلائل السلوک، ص، ۸)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

رنگِ سبزت زرد شد اے قرع زُود		زانکه از گلگونه بود اصلی نبود

ترجمہ: اے کدو (پھر) جلدی تیرا سبز رنگ زرد ہو گیا کیونکہ وہ پوڈر سے تھا اصلی نہ تھا (اسی طرح ناقص پہلے پہلے اپنے لباسِ درویشی اور ملفوظاتِ منقولہ سے اپنی بزرگی کا رنگ جمالیتا ہے مگر آخر ڈھول کا پول ظاہر ہو جاتا ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص ۲۵۹)

درس وسعت قلبی:

حضرت مولانا شہاب الدین نواسہ حضرت سید امیر حمزہ بن حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس اللہ سرہ، متوفی، ۷۷۲ھ، فرماتے ہیں:

نقل است که روزے سید امیر کلال علیه الرحمة در معرفت مستغرق گشته بودند۔ وقصه مناسک حج را بیان می کردند بعضے از منازل را بایارانِ خود وانچه علما را دران اتفاق واختلاف بود همه را بیان می کردند چنانچه حضارِ مجلس متحیر بماندند۔ بے اعتقادے دران مجلس بوده است۔ گفته که حضرت امیر علیه الرحمة کعبه را کجا دیده اند که بیان می کنند۔ کسے این معنی را بیان کند که وے آن چیز رادیده باشد چون ساعتے هنوز نه گذشته بود که حضرت امیر علیه الرحمة بیرون آمدند ودستِ آن شخص گرفته فرمودند که چشمِ خود رابکشا وبالا نظر کن تا به بینی۔ چون آن مرد نظر کرد دید که خانۂ کعبه بر سرِ حضرت امیر علیه الرحمة طواف می کند۔ چون آن مراد این، حال رامشاهده کرد در زیر قدمهاے حضرت افتاده توبهٔ کرد۔ ازان حضرت امیر علیه الرحمة که اے نادان چون کسے را درمے نمی باشد در گمانِ او این است که هیچ کس را چیزے نیست تاوقتیکه آئینۂ دل راکشاده نمی گردانی چیزے رانمی بینی

این دیده بپوش تا دلت دیده شود		زان دیده جهان دیگرے دیده شود
گر روزنِ دل ز ذکر حق بکشائی		بربام فلک هرچه بود دیدهٔ شود

منقول ہے کہ ایک روز حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس اللہ سرہ معرفت میں مستغرق تھے اور اپنے دوستوں سے حج کے مناسک کا قصہ اور بعض منازل کا حال بیان کر رہے تھے اور علماء کا اس بارے میں جو اتفاق اور اختلاف ہے، وہ سب بتا رہے تھے۔ چنانچہ حاضرین مجلس حیران رہ گئے۔ اس مجلس میں ایک بے اعتقاد تھا، وہ کہنے لگا کہ حضرت امیر نے کعبہ کب دیکھا ہے کہ (وہاں کا) بیان کر رہے ہیں؟ آدمی اس چیز کا ذکر کرتا ہے جسے اس نے دیکھا ہو۔ ابھی ایک ساعت نہ گزری تھی کہ حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس اللہ سرہ باہر تشریف لائے اور اس آدمی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اپنی آنکھیں کھولو اور اوپر دیکھو کہ تمہیں نظر آئے۔ جب اُس آدمی نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ کعبہ حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس اللہ سرہ کے سر پر گھوم رہا ہے۔ جب اس آدمی نے یہ حالت دیکھی تو وہ حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس اللہ سرہ کے (مبارک) قدموں میں گر پڑا اور توبہ کی۔ اس پر حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ اے نا سمجھ! جب آدمی کے پاس ایک درم نہ ہو تو اس کے گمان میں ہوتا ہے کہ کسی کے پاس بھی کوئی شے نہیں ہے۔ جب تک تو اپنے دل

کے آئینہ کو کشادہ نہیں کرتا، اس وقت تک تو کچھ نہیں دیکھ سکتا:

زان دیده جهان دیگرے دیده شود		این دیده بپوش تا دلت دیده شود
بربام فلک هرچه بود دیده شود		گر روزنِ دل ز ذکر حق بکشائی

ترجمہ: اس آنکھ کو بند کرتا کہ تیرا دل بینا بن جائے (کیونکہ) اس آنکھ سے ایک دوسرا جہاں نظر آتا ہے۔

اگر تو دل کا روشندان ذکر حق سے کشادہ کرلے (تو) پھر آسمان کے چھت پر جو کچھ ہے، اسے دیکھنے لگے گا۔

(آگاہی سید امیر کلال قدس سرہ، ص، ۱۵، ۱۶، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلیشرز، کراچی)

علماء اسلام اور صوفیہ کرام کی طرف سے اپنی طاقت اور کوشش کے موافق خوب جواب دیں:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

اور جو لوگ ان پر طعن کرتے ہیں ان کی بات پر ہرگز کان نہ دھریں، جب کہ ہم جانتے ہیں کہ ان پر طعن اسی شخص نے کیا ہے جو ان کے مراتب پہچاننے سے قاصر ہے، پھر یہ خوب یاد رکھو! کہ جو شخص ایسے لوگوں پر طعن کرتا ہے اس کا نور (قلب) بجھ جاتا ہے اور اس کی تصانیف سے بالکل فائدہ نہیں ہوتا، کیونکہ اس نے ایسے لوگوں کی بے ادبی کی جن کو حق تعالیٰ شانہ نے قیامت تک کے لیے اپنے بندوں کا پیشوا بنایا ہے۔

بھلا ایک معمولی آدمی کے مرتبہ کو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مرتبہ سے کیا نسبت؟ جو وہ امام کے اقوال کی تردید پر جرأت کرے اور ابن جوزی کے مرتبہ کو حضرت سیدنا شیخ المشائخ معروف کرخی علیہ الرحمہ اور حضرت سیدنا شیخ المشائخ جنید علیہ الرحمہ وحضرت سیدنا شیخ المشائخ شبلی علیہ الرحمہ اور حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابو یزید بسطامی علیہ الرحمہ اور حضرت سیدنا شیخ المشائخ سہل بن عبداللہ تستری علیہ الرحمہ اور جو ان کے مثل بزرگان طریق رحمہم اللہ ہیں ان کے مرتبہ سے کیا نسبت؟ جو وہ ان پر رد کرنے کو تیار ہو گئے، اور اپنی کتاب "تلبیس ابلیس" میں لکھ گئے کہ میری جان کی قسم! ان صوفیوں نے تو شریعت کے فرش کو بالکل طے کر کے رکھ دیا، کاش کہ یہ لوگ صوفی نہ بنتے۔

اور اسی کتاب کے ایک دوسرے موقعہ میں لکھتے ہیں کہ یہ صوفی لوگ تو درجہ جنون سے بھی چند طبقے آگے بڑھ گئے، اور اس کتاب میں انہوں نے حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابو یزید بسطامی علیہ الرحمہ وحضرت سیدنا شیخ المشائخ سہل بن عبداللہ تستری علیہ الرحمہ اور حضرت سیدنا شیخ المشائخ شبلی علیہ الرحمہ اور حضرت سیدنا شیخ المشائخ امام غزالی علیہ الرحمہ اور ایک جماعت کی جماعت (رحمہم اللہ تعالیٰ) کی تکفیر صاف صاف لکھ دی۔ اور بہت ہی عجیب بات ہے کیونکہ یہی حضرات تو اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں بڑے بڑے پیشوا اور امام ہیں جو کہ شریعت وطریقت کے جامع ہیں (یہ بھی کافر ہوں گے تو پھر مسلمان کون رہا؟) اور خود ابن جوزی نے اپنی تمام کتب رقائق کو (جن میں زہد و اخلاق کے عبرت آمیز مضامین ہیں) ان حضرات کے مناقب سے اور ان کی، حکایات سے آراستہ کیا ہے، پس شاید یہ خیال بدگمانی کا ان کو ابتدائی حالت میں رہا ہو (پھر بعد میں رائے بدل گئی اور حسن ظن پیدا ہو گیا ہو) یا کہ یہ باتیں کسی دشمن نے ان کی کتاب میں ملحق کر دی ہوں

(البحر المورود فی المواثیق والعهود، ص، ۹۰، ۹۱)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

اے عزیز! خوب جان لو کہ ہم نے علماء باعمل میں سے کسی کو نہیں سنا کہ وہ ائمہ اسلام میں سے کسی کے بھی تردید کے درپے ہوئے ہوں، بلکہ وہ تو ان کی طرف سے کوشش کر کے اچھے اچھے جوابات بناتے تھے جیسا کہ شیخ عالم محقق جلال الدین محلی علیہ الرحمہ نے ''شرح منہاج نووی'' میں کیا ہے کہ مصنف کے کلام کو اچھی سے اچھی محمل پر حمل کرتے ہیں اور کبھی مصنف پر اعتراض یا غصہ ظاہر نہیں کرتے، بلکہ اچھی طرح ان کی باتوں کو بناتے ہیں یہاں تک کہ آج کل اکثر طلبہ نووی علیہ الرحمہ کی باتوں کا جواب نہیں جانتے (بلکہ شارح کی توجیہ کی وجہ سے ان کو صحیح اور پختہ سمجھتے ہیں) حق تعالیٰ ان اہل انصاف کو جزائے خیر دے۔

اور حضور سیدی جنید علیہ الرحمہ و حضور سیدی غزالی علیہ الرحمہ کے بارے میں ائمہ طریق اور علماء اسلام شہادت دے چکے ہیں کہ وہ اولیاء اللہ علیہم الرحمہ میں سے ہیں، اب جو کوئی ان پر طعن کرتا ہے وہ آفتاب پر خاک ڈالنا چاہتا ہے، حالانکہ وہ صاف چمک رہا ہے کہ ذرا سی بدلی بھی اس کے سامنے حائل نہیں، کیا وہ چھپکلی کی پھونک سے پہاڑوں کی ہلانا چاہتا ہے؟ حضور سیدی شیخ ابوالحسن شاذلی علیہ الرحمہ نے حضور سیدی امام حجۃ الاسلام ابوحامد غزالی علیہ الرحمہ کی بابت شہادت دی ہے کہ وہ بڑے صدیقین میں سے ہیں۔ یہ شہادت اتنے بڑے شیخ کی زبان سے حضور سیدی امام غزالی رحمہ اللہ کی فضیلت کے لیے کافی دلیل ہے اور حضور سیدی شیخ محی الدین بن عربی علیہ الرحمہ باوجودیکہ علوم ظاہرہ و باطنہ میں پورے متبحر تھے، پھر بھی کتاب ''احیاء العلوم'' کا مطالعہ کیا کرتے اور اس سے مستفید ہوتے تھے اور ان کی طرف سے اچھے اچھے جوابات دیا کرتے تھے۔

حضور سیدی امام غزالی علیہ الرحمہ شریعت میں اس حد تک پہنچ گئے تھے کہ اپنے سب ہمعصروں پر سبقت لے گئے، یہاں تک کہ آپ کا لقب حجۃ الاسلام پڑ گیا اور آج مذہب حضور سیدی امام شافعی رحمہ اللہ میں ان کی کتابوں پر علماء رجوع کرتے ہیں اور انہیں سے فتویٰ دیتے ہیں اور بعض عارفین نے (روحی فداہ) سیدنا رسول اللہ ﷺ (فداہ ابی و امی) کو امام غزالی علیہ الرحمہ کے ساتھ دیگر انبیاء علیہم السلام پر فخر و مباہات فرماتے ہوئے دیکھا ہے کہ حضور ﷺ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: کہ آپ کی امت میں بھی کوئی عالم غزالی علیہ الرحمہ جیسا ہے؟ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں۔ اور علماء مغرب میں سے ایک عالم کو حضور سیدی امام غزالی علیہ الرحمہ سے انکار تھا اور انہوں نے کتاب ''احیاء العلوم'' جلا دی تھی، تو خواب میں اسی عالم نے حضور سیدنا رسول اللہ ﷺ (روحی فداہ) کو دیکھا کہ آپ ان سے چہرۂ مبارک پھیرے ہوئے ہیں، پھر حضور ﷺ نے کسی کو ان کے کپڑے اتارنے کا حکم دیا اور وہ عالم حضور ﷺ کے سامنے کوڑوں سے مارے گئے، پھر وہ عالم جب خواب سے بیدار ہوئے تو اپنے پہلوؤں پر کوڑوں کی اثر پائے جو کہ مرتے دم تک باقی رہے، پھر ان عالم صاحب نے اس گستاخی سے توبہ کی اور کتاب ''احیاء العلوم'' کو سونے کے پانی سے لکھوایا، خدا تعالیٰ ان کو جزائے خیر مرحمت فرمائیں۔

فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کو کسی شخص کی نسبت یہ بات معلوم ہو کہ اس نے کسی مسئلہ میں غلطی کی ہے، تو اوّل اس سے ملو، اگر وہ غلطی کا انکار کرے تو اس کی تصدیق کرو اور اس کے بعد اس غلطی کی نسبت اس کی طرف کرنا جائز نہ ہوگی اور اگر تم اس سے نہ مل سکو تو اس کے قول کو ستر طریقوں سے بناؤ اور صحیح معنے پر حمل کرو، اگر اس پر بھی تمہارے نفس کو تسلی نہ ہو تو اسی کو ملامت کرو اور کہو کہ میرے بھائی کا کلام ستر صورتوں کا احتمال رکھتا ہے اور تو ان میں سے ایک صورت پر بھی اس کو حمل نہیں کرتا۔

پس اس قول سے معلوم ہوا کہ ہم کو اپنے کسی ہمعصر کی تنقیص محض اس کی نسبت کوئی بات سننے سے جائز نہیں ہو سکتی، بلکہ ہم کو انتظار کے بعد تحقیق کرنی

چاہیے اور ان سے ملنا چاہیے یا کم از کم خط و کتابت کرنی چاہئے پس یا تو وہ اس بات کا اقرار کرلیں گے یا انکار کریں گے، اگر وہ اس بات کا اقرار کرلیں (جو کہ ان کی نسبت ہم کو پہنچی تھی) تو ہم کو کوئی صورت اس کے مسلک کی صحیح اور صواب ہونے کی اپنے ذہن میں تلاش کرنی چاہیے اور اس کو علماء کے سامنے پیش کرنا چاہیے اور اگر علماء اس کے مسلک کو کسی صورت سے صحیح تسلیم کرلیں تو ہمیں بھی اس کا قائل ہونا چاہیے۔ اور اگر علماء اس کے مسلک کو کسی صورت سے نہ پسند کریں اور سب کے سب اس سے انکار کریں تو ہم کو غور کرنا چاہیے کہ وہ ہمعصر اس کے بعد کیا کرتا ہے، اگر وہ اپنی غلطی سے انکار کرے تو ہم کو بھی اس سے راضی ہوجانا چاہیے کیونکہ اب وہ اپنے دین کی طرف رجوع کرچکا اور اگر وہ اپنی اس غلطی ہی پر جما رہے تو اس وقت ہم کو اس کی بات کی اشاعت جائز ہوگی (اور یہ کہنا جائز ہوگا کہ فلاں شخص نے اس مسئلہ میں غلطی کی ہے، مگر یہ اشاعت محض) اس شخص پر اور اس کے متبعین پر شفقت ظاہر کرنے کے لیے ہونی چاہیے (کہ شاید اس طرح وہ اپنی غلطی سے رجوع کرے یا اگر اس نے رجوع نہ کیا تو مسلمانوں کو تو اس کی غلطی کا علم ہوجائے گا، تو وہ اس غلطی سے محفوظ رہیں گے) بغض و عداوت اور شفاء غیظ کے طریقہ سے اس کی غلطی کا اظہار نہ کرنا چاہیے (اور سمجھدار شخص دونوں طریقوں میں بخوبی امتیاز کرلے گا)۔

اور اس بات کی، آج کل لوگوں میں بہت ہی کمی ہے، کیونکہ آج کل ہمعصروں میں حسد اور کینے بہت زیادہ ہوگئے ہیں۔ اگر کسی ہمعصر کی نسبت کوئی بات سنتے ہیں تو اس کی تحقیق کبھی نہیں کرتے (فوراً اس کے درپے ایذا ہوجاتے ہیں) اور تحقیق نہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ وہ ڈرتے ہیں کہ مبادا تحقیق کے بعد یہ بات کہیں غلط نہ ثابت ہوجائے، تو پھر وہ غرض نفسانی یعنی ایذاء رسانی حاصل نہ ہوسکے گی اور آج کل لوگ جھوٹ باتیں کثرت سے سنتے ہیں، کیونکہ لوگوں کی آبرو میں پڑنے سے آج کل احتیاط بہت کم کی جاتی ہے۔

حضرت سیدنا عبدالعزیز دیرینی علیہ الرحمہ کو جب معلوم ہوتا کہ کسی نے ان کی غیبت کی ہے، تو اس سے (شفقت کے ساتھ) فرمادیا کرتے کہ اے بھائی! تو نے میرے گناہ اپنی پشت پر کیوں لادے؟ تم کو وہی گناہ بہت تھے جو تم خود اپنی پشت پر پہلے سے لادے ہوئے ہو۔

میں کہتا ہوں کہ لوگوں کی آبرو میں پڑنے کا ادنیٰ نقصان یہ ہے کہ قیامت کے دن وہ لوگ اس غیبت کرنے والے کے نیک اعمال میں پورے مختار ہوں گے، اگر ان میں سے کوئی کہنے لگے کہ میں تو اس غیبت کے بدلے اس شخص کے سارے اعمال لوں گا اور اس کے بغیر راضی نہ ہوں گا، تو اس کو غیبت کرنے والے کے سارے اعمال دلادیئے جائیں گے، پس جو شخص کہ ایک مفلس آدمی کو اپنے اعمال میں بااختیار بنادے اس سے بڑھ کر بیوقوف بھی کوئی ہوگا؟

اور یاد رکھو! بعض دفعہ عالم اپنی تصنیف میں کوئی بات لکھتا ہے یا پڑھاتے ہوئے کہتا ہے، پھر اس سے بعد میں یا اسی مجلس میں رجوع کرلیتا ہے، پس کسی دیندار کو ایسی بات کی نسبت اس عالم کی طرف اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ وہ اس سے دوبارہ مراجعت نہ کرے اور یہ نہ معلوم کرلے کہ اس وقت اس کی کیا رائے ہے اور اب اس کے علم میں اس مسئلہ کے متعلق کیا بات ہے؟ اور اس بارے میں بہت لوگ تباہ ہوگئے ہیں کہ بعض مصنفین کی طرف سے انہوں نے وہ باتیں شائع کردیں جن سے کہ وہ رجوع کرچکے تھے اور تحریف کرکے ان کی طرف وہ باتیں منسوب کردیں جن کے اعتقاد و عمل سے وہ بالکل بری تھے، چنانچہ خود مجھے یہ واقعہ پیش آیا کہ چند مسائل میری طرف سے مصر میں مشہور ہوگئے، جن کا مجھے علم و شعور بھی نہ تھا اور نہ مجھے اس شہرت کا پتہ پہلے پہل چلا اور کسی نے بھی مجھ سے ان مسائل میں مراجعت نہیں کی۔

(البحر المورود فی المواثیق والعھود، ص ۹۱ تا ۹۵)

حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو ایک وصیت یہ بھی فرمائی تھی کہ اس بات سے (ہمیشہ) بچو! کہ تم ظاہر میں تو خدا تعالیٰ کے دوست بنو اور باطن میں دشمن (اس کا مطلب یہی ہے کہ ایسا نہ ہونا چاہیے کہ ظاہر میں اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے کام کرتے رہو اور دل میں تکبر و حسد وغیرہ لیے بیٹھے رہو جو کہ دشمنان خدا کے کام ہیں) اس کو خوب سمجھ لو اور اس پر اچھی طرح عمل کرو۔ خدا تعالیٰ تم کو ہدایت کرے۔

(البحر المورود فی المواثیق والعہود، ص، ۱۰۱)

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ يَسَارٍ أَبَا الحُبَابِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ

ترجمہ: حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرمائے تو اسے تکالیف میں مبتلا کرتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب المرضی والطب، رقم: ۵۶۴۵ ص، ۱۰۵۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اور حضرت سیدنا امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ عالم باعمل کی پہچان یہ ہے کہ تمام امراء و اغنیاء اس کے دشمن ہوں کوئی اس کا (دوستی کے ساتھ) معتقد نہ ہو، کیونکہ ان لوگوں میں خلاف شرع باتیں بہت ہوتی ہیں، اس لیے عالم باعمل کے اعتراضات بھی ان پر بہت ہوں گے (جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ لوگ اس کے دشمن ہو جائیں گے)۔

(البحر المورود فی المواثیق والعہود، ص، ۱۲۷)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، علیہ الرحمہ متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

از خدا جوئیم توفیقِ ادب		بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

ترجمہ: ہم خدا سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں، بے ادب اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے محروم رہا۔

مطلب: باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب مشہور ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے ادب کی توفیق کے لئے دعا کرنی چاہئے۔

حضور قطب الارشاد مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ

طالبِ صحبتِ رنداں شو و توفیق طلب		ازخدا خواه که والله ولی التوفیق
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد		بلکه آتش در همه آفاق زد

ترجمہ: اللہ کی محبت میں وارفتہ و مست کی صحبت کا طالب ہو اور اللہ سے توفیق مانگ کیونکہ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے
بے ادب نے نہ صرف اپنے آپ کو خراب کیا بلکہ اطرافِ عالم میں (فتنہ و فساد) کی آگ لگادی۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۷۱)

باب نمبر ۸

سوال: (۷) مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے کا ایک نیک مشورہ، فتنۃ الشدیدۃ کے آخر پر

(۱) پیر صاحب کو غیر جانبدار علماء، مشائخ کے بورڈ میں شریعت کے فیصلہ پر آمادگی ظاہر کر دینا چاہیے!

(۲) شریعت کونسل کا جو فیصلہ ہر دو فریق کو کھلے دل سے قبول کرنا چاہیے!

(۳) پیر صاحب اور ان کے خلف کو بلا وجہ علماء اہلسنت پر تکفیری فتوؤں سے توبہ کرنا چاہیے۔

(۴) تمام خلفاء و مریدین کو ضابطۂ اخلاق کا پابند کرنا چاہیے!

الجواب: مولانا بشیر القادری کا کیا زبردست نیک مشورہ ہے، ہم نے عمل کر لیا بورڈ نے فیصلہ تو کیا مگر خود عمل نہ کر سکے۔

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

دشمن ارچہ دوستانہ گویدت		دام داں گرچہ زدانہ گویدت

ترجمہ: دشمن اگر چہ دوستی کے رنگ میں (کچھ) کہے اس کو جال سمجھو اگر چہ (بظاہر) اس کی بات دانہ ہو۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۴۳۲)

علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی علیہ الرحمۃ متوفی، ۷۷۴ھ، لکھتے:

لَا تحقِرَنَّ عَدُوًّا تَزْدَرِيهِ فكَمْ		قَدْ أَتْعَسَ الدَّهرُ جَدَّ الجِدِّ بِاللَّعِبِ
فَهَذِهِ الشَّمسُ يَعْرُوهَا الكُسوفُ لها		على جَلَالَتِهَا بِالرَّأسِ والذنب

ترجمہ: کسی دشمن کو کم سمجھ کر حقیر مت جان! کتنے ہی نیک بختوں کی نیک بختی کو زمانے نے ہنسی مذاق میں تہس نہس کر کے رکھ دیا،

دیکھو! یہ سورج باوجود یکہ کتنا بڑا ہے پھر بھی اس پر گرہن پوری طرح چھا جاتا ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج، ۱۳، ص، ۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امیر المومنین حضرت سیّدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی نصیحت:

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری علیہ الرحمۃ متوفی، ۳۱۰ھ، لکھتے ہیں:

قال عمر بن عبد العزيز: من وصل أخاه بنصيحة له في دينه، ونظر له في صلاح دنياه، فقد أحسن صلته، وأدى واجب حقه، فاتقوا

الله، فإنها نصيحة لكم في دينكم، فاقبلوها، وموعظة منجية في العواقب فالزموها الرزق مقسوم فلن يغدر المؤمن ما قسم له، فأجملوا في الطلب، فإن في القنوع سعة وبلغة وكفافا، إن أجل الدنيا في أعناقكم، وجهنم أمامكم، وما ترون ذاهب، وما مضى فكأن لم يكن، وكل أموات عن قريب، وقد رأيتم حالات الميت وهو يسوق، وبعد فراغه وقد ذاق الموت، والقوم حوله يقولون: قد فرغ رحمه الله! وعاينتم تعجيل إخراجه، وقسمة تراثه ووجهه مفقود، وذكره منسي، وبابه مهجور، وكأن لم يخالط إخوان الحفاظ، ولم يعمر الديار، فاتقوا هول يوم لا تحقر فيه مثقال ذرة في الموازين.

روى سهل بن محمود، قال: حدثنا حرملة بن عبد العزيز، قال: حدثني أبي، عن ابن لعمر بن عبد العزيز، قال: أمرنا عمر أن نشتري موضع قبره، فاشتريناه من الراهب

قال: فقال بعض الشعراء:

أقول لما نعى الناعون لي عمرا		لا يبعدن قوام العدل والدين
قد غادر القوم باللحد الذي لحدوا		بدير سمعان قسطاس الموازين

روى عبد الرحمن بن مهدي، عن سفيان، قال: قال عمر بن عبد العزيز: من عمل على غير علم كان ما يفسد أكثر مما يصلح، ومن لم يعد كلامه من عمله كثرت ذنوبه، والرضا قليل، ومعول المؤمن الصبر، وما أنعم الله على عبد نعمة ثم انتزعها منه فأعاضه مما انتزع، منه الصبر إلا كان ما أعاضه خيرا مما انتزع منه، ثم قرأ هذه الآية: إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ. (سورة الزمر: ١٠)۔

ترجمہ: ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز ﷺ فرمانے لگے کہ جس شخص نے اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو کوئی ایسا نیک مشورہ دیا ہو جو اُس کے دینی و دنیاوی معاملات میں مفید ثابت ہوا ہو تو اس نے اپنے اسلامی بھائی چارے کے حق کو ادا کر دیا۔ اللہ سے ڈرو۔ یہ تمہارے ایمان کی بہتری کیلئے ایک مفید مشورہ ہے۔ اس پر عمل کرو۔ یہ ایک ایسی نصیحت ہے جو انجام کار تمہیں ساحل نجات تک پہنچانے والی ہے۔ ہر شخص کیلئے رزق کی ایک خاص مقدار لکھی جا چکی ہے۔ جس کا جتنا مقدر ہے وہ ضرور اُسے مل کر رہے گا۔ اس لئے طلب رزق میں کوئی بری بات یا کوشش نہ کرنا چاہئے اور قناعت خود ایک بڑی دولت ہے، جسے یہ میسر ہوا سے کسی اور شئے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں دنیا سے ایک دن ضرور چلے جانا ہے۔ سامنے دوزخ ہے۔ جو چیز سامنے ہے مٹنے والی ہے اور جو فنا ہوگئی اس کا تو گویا کبھی وجود ہی نہ تھا۔ ہم سب کے سب بہت ہی جلد مرنے والے ہیں۔ مرنے والے کی حالت تم خود دیکھ ہی چکے ہو کہ حالت نزع کی تکلیف سے جب اسے نجات مل جاتی ہے اور اس کی روح جسم سے پرواز کر جاتی ہے تو اور لوگ کہتے ہیں کہ اللہ اس پر اپنی رحمت کرے مصیبت سے چھٹکارا ہوا۔ پھر فوراً اسے گھر سے لیجاتے ہیں اور وہ جو دولت پیچھے چھوڑ جاتا ہے اس کی تقسیم شروع ہو جاتی ہے۔ اب اس کی صورت دکھائی نہیں دیتی بلکہ کوئی اس کا ذکر تک نہیں کرتا۔ اب اس کا دروازہ غرض مندوں سے خالی نظر آتا ہے۔

گویا کبھی اس نے اپنے خاص دوستوں سے دوستانہ تعلقات قائم ہی نہیں کئے تھے اور کبھی وہ اس دنیا میں رہا بسا ہی نہ تھا۔اس لئے آپ اسی دن کے خطرات سے ڈرتے رہئے جس روز کہ چھوٹی سے چھوٹی بات بھی میزانِ عمل میں کچھ نہ کچھ وزن رکھتی ہے۔

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے کسی صاحب زادہ کو حکم دیا تھا کہ میرے لئے قبر کی زمین بھی خرید کر لی جائے۔ چنانچہ ایک راہب سے زمین خریدی گئی۔

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص بغیر اچھی طرح جانے بوجھے کوئی کام کرتا ہے اس کام میں بھلائی سے زیادہ برائی ہوتی ہے اور جو شخص کوئی بات کہتا ہے اور پھر عمل سے اپنی بات کی تائید نہیں کرتا اس کے گناہ زیادہ ہوجاتے ہیں۔ دنیا میں خوشی کی مقدار بہت تھوڑی ہے اور مؤمن کی معراج صبر ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو کوئی نعمت عطا فرمائی اور پھر اُسے واپس لے لیا مگر اس کے معاوضہ میں اسے صبر دیا تو یہ صبر اس شئے سے بہتر اس کا معاوضہ ہے۔

پھر آپ نے یہ آیت پاک تلاوت فرمائی:

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ

ترجمہ: صبر کرنے والوں کو ان کے صبر کا معاوضہ بے حساب دیا جاتا ہے۔(سورۃ الزمر:۱۰)

(تاریخ الطبری المعروف بتاریخ الامم والملوک، ج۵، ص۶۰۶، ۶۰۷، شرکۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت)

حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی علیہ الرحمۃ متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

روي أن إبليس لعنه الله تمثل لعيسى ابن مريم صلى الله عليه وسلم فقال له قل لا إله إلا الله فقال كلمة حق ولا أقولها بقولك لأن له أيضاً تحت الخير تلبيسات

ترجمہ: مروی ہے کہ ابلیس مردود جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے آیا اور آپ سے عرض کیا کہ کہو لا الہ الا اللہ تو آپ نے فرمایا کہ یہ کلمہ تو ٹھیک ہے مگر تیرے کہنے سے نہیں کہوں گا۔اس سے غرض آپ کی یہی تھی کہ مردود خیر کے اندر بھی دھوکہ کرتا ہے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، ج۳، ص۴۲، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

حضرت شیخ المشائخ شیخ عبدالاحد علیہ الرحمۃ کے مرشد کریم حضرت سیدنا قطب الاقطاب شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

شعر

تا نسوزی بر نیاید بوئے عود		پخته داند ایں سخن بر خام نیست

ترجمہ: جب تک تو جلے گا نہیں عود کی خوشبو تجھ سے نہیں آئے گی جو راز دان ہیں وہی اس بات کو جانتے ہیں نادانوں کو اس کا علم نہیں۔

(مجموعہ خطوط مکتوبات قدوسیہ، ص۴۳۰، ۴۳۱)

بیت

سر باز همچو مردان داری اگر سرے		ورنہ بکنج خانہ بنشیں چو بیوہ زن!

ترجمہ: اگر سر ہے تو مردانِ حق کی طرح سر پر کھیل جا، ورنہ بیوہ عورت کی طرح گھر کے کونے میں بیٹھ جا۔

بیت

گر مرد راہ عشقی جاں را ہدف بساز		از تیر رو مگرداں واز تیغ دم مزن!

ترجمہ: اگر تو عشق کا مردِ میدان ہے تو جان قربان کر دے اور تیر و تیغ سے نہ ڈر۔

(مجموعہ خطوط مکتوبات قدوسیہ، ص، ۴۳۰)

بیت

گر عشق مے بازی دلا پروانہ شو نے مگس		بلائے آتش چرخ زن پرواز بر حلوہ مکن

ترجمہ: اگر تو عشق بازی کرتا ہے تو پروانہ بن کر آگ میں جل جا لیکن مکھی کی طرح حلوے کے گرد چکر نہ لگا۔

(مجموعہ خطوط مکتوبات قدوسیہ، ص، ۳۰۰)

بابِ نمبر ۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

فیصلہ مقدمہ

مابین مولانا پیر محمد چشتی صاحب واخونزادہ پیر سیف الرحمٰن نقشبندی صاحب

منجانب: شرعی بورڈ جماعت اہل سنت پاکستان

۳۰ اکتوبر ۱۹۹۵ موچی دروازہ لاہور میں کل پاکستان سنی کنونشن زیر اہتمام جماعت اہل سنت پاکستان ہونے والا تھا کہ چند روز قبل صاحبزادہ پیر محمد حمید سیفی ابن جناب اخونزادہ پیر سیف الرحمٰن نقشبندی اپنے والد صاحب کے چند خلفاؒ و مریدین کی معیت میں جماعت اہل سنت کے مرکزی دفتر جامعہ حزب الاحناف لاہور آئے اور جماعت کے مرکزی ناظم اعلیٰ صاحبزادہ پیر محمد افضل قادری صاحب سے ملاقات کی اور بتایا کہ وہ اہل سنت ہیں اور کل پاکستان سنی کنونشن لاہور میں بھر پور شرکت کرنا چاہتے ہیں اور انتظامات کے سلسلہ میں تعاون کی پیش کش کرتے ہیں مرکزی ناظم اعلی اور جماعت کے دیگر احباب نے ان حضرات کے اس جذبہ کی تحسین کی اور انہیں کنونشن میں شرکت کی اجازت دی اور ان سے سنی کانفرنس کے لیے رضا کار طلب کئے اور انہیں مختلف ذمہ داریاں سونپ دیں۔

اس کے بعد جناب مولانا پیر محمد چشتی صاحب لاہور آئے اور جماعت کے مرکزی ناظم اعلی صاحب سے ملاقات کی، مولانا چشتی نے مرکزی ناظم اعلیٰ صاحب سے کہا کہ اخونزداہ پیر سیف الرحمٰن نقشبندی اور انکے خلفاؒ و مریدین کو سنی کنونشن میں شرکت کی اجازت نہیں ہونی چاہیے کیوں کہ ان لوگوں کے عقائد درست نہیں ہیں اور یہ لوگ حضور نبی اکرم ﷺ اور حضرت غوث اعظم کے گستاخ و بے ادب ہیں اور اس بات پر زور دیا کہ جماعت کے علما کرام کو میرے اور پیر سیف الرحمٰن نقشبندی کے درمیان اختلاف کا فیصلہ کرنا چاہیے جماعت جو فیصلہ کرے گی مجھے منظور ہوگا جس کے جواب میں مرکزی ناظم اعلیٰ نے کہا کہ اب کنونشن سر پر ہے لہذا اس وقت آپ کے اختلاف کا جائزہ لینا اور فیصلہ کرنا ممکن نہیں البتہ آپ دونوں فریق کنونشن میں شرکت کریں کنونشن کے بعد آپ کے مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

بعدازاں جماعت اہل سنت پاکستان کی مرکزی انتظامیہ کے اجلاس مورخہ 95-11-27 ملتان شریف میں مرکزی ناظم اعلیٰ صاحب اور امیر پنجاب

حضرت علامہ سید حسین الدین شاہ صاحب کوفریقین بالا کے درمیان مصالحت کرانے کی ذمہ داری سونپی گئی جس کے لئے مرکزی ناظم اعلیٰ صاحب نے متعدد بار فریقین سے رابطے کئے اور بالآخر فریقین کو اعتماد میں لے کر فیصلہ ہوا کہ جماعت اہل سنت پاکستان ایک شرعی بورڈ تشکیل دے جو کہ شرع شریف کی روشنی میں فریقین کے درمیان اختلاف کا فیصلہ کرے۔

چنانچہ مورخہ 96-7-6 کے مرکزی انتظامیہ کے اجلاس لاہور میں حضرت مولانا غلام علی اوکاڑوی صاحب ،حضرت مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب اور حضرت علامہ سید ریاض شاہ صاحب پر مشتمل ایک شرعی بورڈ مولانا اوکاڑوی صاحب کی سربراہی میں تشکیل دیا گیا اور مرکزی ناظم اعلیٰ صاحب کو رابطہ کے لئے ذمہ داری سونپی گئی مرکزی ناظم اعلیٰ صاحب نے فریقین سے متعدد بار رابطہ کر کے تحریری ضمانت حاصل کی کہ وہ شرعی بورڈ کا فیصلہ قبول کریں گے اور اس پر عمل درآمد کو یقینی بنائیں گے۔

شرعی بورڈ جماعت اہل سنت پاکستان نے مورخہ 18 ستمبر 1996 کو دربار جنیدیہ غفوریہ لنڈی کوتل پشاور میں فریقین کے مقدمہ کی سماعت کا پروگرام بنایا اس سے قبل مورخہ 17 ستمبر کو شرعی بورڈ کا ضیاالعلوم جامعہ رضویہ روالپنڈی میں اجلاس ہوا اور مقدمہ کی سماعت کا طریقہ کار طے کیا گیا۔18 ستمبر کو لنڈی کوتل کی بجائے پشاور شہر میں حضرت صاحبزادہ نورالحق قادری صاحب کی رہائش گاہ پر مقدمہ کی تفصیلی سماعت ہوئی بورڈ کے ارکان میں سے حضرت مولانا غلام علی اوکاڑوی اور حضرت مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب نے مقدمہ کی سماعت کی جبکہ حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب کسی وجہ سے تشریف نہ لاسکے ۔سماعت کے دوران شرعی جرگہ کے مشیر حضرت مولانا مفتی محمد اشرف القادری صاحب بھی مجلس میں موجود تھے مرکزی ناظم اعلیٰ کی زیرنگرانی یہ سارا پروگرام ہوا۔ مولانا حافظ محمد اسحاق ظفر نے یہ ساری کاروائی ریکارڈ کی اور گفتگو کا خلاصہ قلم بند بھی کیا حضرت صاحبزادہ نورالحق صاحب قادری ضیافت اور دیگر انتظامات میں مصروف رہے امیر سرحد حضرت مولانا فضل سبحان صاحب قادری بھی اس ذمہ داری میں ان کے ساتھ شریک تھے۔**فجزاھم اللہ احسن الجزا۔**

مقدمہ کی سماعت شروع ہونے سے پہلے ایک بار پھر فریقین سے شرعی بورڈ کے فیصلے کو قبول کرنے اور اس پر عمل درآمد کرنے کی توثیق کرائی گئی مولانا پیر محمد چشتی صاحب اصالتاً تشریف لائے جبکہ آخونزادہ پیر سیف الرحمٰن نقشبندی نے اپنے بڑے بیٹے جناب صاحبزادہ محمد سعید حیدری کو اپنا موقف پیش کرنے کے لیے مکمل اختیارات تحریری طور پر دے کر بھیجا فریقین کے تفصیل کے ساتھ بیانات سنے گئے وضاحتیں طلب کی گئیں فریقین کے بیانات مکمل ریکارڈ کیے گئے

اس کے بعد 29 دسمبر 1996 کو لاہور میں شرعی بورڈ کا اجلاس بلایا گیا جس میں صرف حضرت مولانا اوکاڑوی تشریف لائے باقی دو ارکان تشریف نہ لاسکے لہذا یہ اجلاس ملتوی کر دیا گیا اور دوسرے روز 30 دسمبر 1996 کو ضیاء العلوم جامعہ رضویہ روالپنڈی میں دو روز مسلسل شرعی بورڈ کا اجلاس ہوا جس میں مقدمہ کا پوری تفصیل کے ساتھ جائزہ لیا گیا اور شرعی جرگہ کے سربراہ حضرت مولانا غلام علی اوکاڑوی نے فیصلہ کی تفصیلات کے سلسلہ میں بریفنگ دی۔

آج مورخہ 27 جون 1997 کو جامع مسجد اتفاق لاہور میں شرعی بورڈ کا اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا غلام علی اوکاڑوی منعقد ہوا جس میں مولانا اوکاڑوی کے علاوہ حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب نے شرکت فرمائی اور مندرجہ ذیل مسائل پر درج ذیل فیصلہ جاری کیا گیا

مسئلہ نمبر ۱: فریقین کی ایک دوسرے کی تکفیر ،جس کا پس منظر یہ ہے کہ صوبہ سرحد میں تبلیغی جماعت نے کلمہ طیبہ کا پختون میں ترجمہ کیا جس کا اردو ترجمہ یہ بتایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین اخونزادہ پیر سیف الرحمٰن نقشبندی نے اس غلط ترجمہ کی بنا پر تبلیغی جماعت کی تکفیر کی

جبکہ مولانا پیر محمد چشتی صاحب نے اس ترجمہ کی بنا پر ان کی تکفیر سے اختلاف کیا تو پیر صاحب اور مولانا چشتی کے درمیان اس موضوع پر گفتگو ہوئی جس کے بعد پیر صاحب نے مولانا چشتی کو بھی کافر قرار دیا۔

مسئلہ نمبر ۲: فریقین اور ان کے حامیوں نے ایک دوسرے کے خلاف وسیع پیمانہ پر لٹریچر شائع کیا۔

مسئلہ نمبر ۳: مولانا چشتی صاحب نے پیر سیف الرحمٰن نقشبندی پر الزام لگایا کہ وہ اہل سنت جماعت بریلوی کے مخالف ہیں اور خانقاہ سیفیہ منڈی کس کھجوری باڑہ سے شائع کی گئی ایک کتاب میں اہل سنت و جماعت بریلوی پر رکیک حملے کئے گئے ہیں

مسئلہ نمبر ۴: مولانا چشتی صاحب کا الزام کہ پیر سیف الرحمٰن نقشبندی عمامہ شریف کو سنت موکدہ کا درجہ دیتے ہیں اور بغیر عمامہ کے نماز کو مکروہ، بدعت اور خلاف سنت قرار دیتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۵: پیر سیف الرحمٰن نقشبندی کے ایک مرید کا خواب کہ نبی ﷺ اور دیگر انبیاء کرام وصالحین موجود تھے کہ نبی ﷺ نے خود پیر سیف الرحمٰن نقشبندی کو امامت پر کھڑا کیا اور پھر پیر صاحب اور انکے خلفاء کی طرف سے اس خواب کی حمایت وتائید۔

جواب موجود ہے

مسئلہ نمبر ۶: پیر سیف الرحمٰن صاحب کے ایک مرید کا خواب کہ حضرت غوث الاعظم چاند کی صورت میں انہیں نظر آئے اور پیر سیف الرحمٰن صاحب سورج کی صورت میں اور وہ چاند اس سورج میں جذب ہو گیا اور پھر تعبیر بیان کرتے ہیں کہ پیر سیف الرحمٰن صاحب حضرت غوث اعظم سے فوق ہیں غوث اعظم نے مقام عبدیت حاصل کیا ہے اور پیر سیف الرحمٰن نے اس مقام عبدیت سے چھ درجہ اوپر مزید حاصل کئے ہیں غوث اعظم مجدد ہیں اور پیر سیف الرحمٰن نقشبندی مجدد اعظم ہیں۔

اس خواب کی پیر صاحب نے خود تائید کی ہے پیر صاحب کے خلفاء نے متعدد کتابوں میں اس خواب کی تعبیر کو درست قرار دیا ہے پیر صاحب کے بیٹے مولانا محمد حمید صاحب نے اپنی کتاب احقاق الحق میں اس خواب اور تعبیر کی کھلے الفاظ میں تائید کی ہے اور اپنے والد صاحب کو حضرت غوث اعظم سے فوق قرار دیا ہے۔

فیصلہ جات:

فیصلہ مسئلہ نمبر ۱: شرعی بورڈ پوری تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ ہر دو فریق نے ایک دوسرے کی تکفیر کی ہے اخونزادہ پیر سیف الرحمٰن نقشبندی کے مختار عام صاحبزادہ محمد سعید حیدری نے اپنے مترجم مولانا امین اللہ کے ذریعے اعتراف کیا ہے کہ میرے والد صاحب نے مولانا پیر محمد چشتی کو کافر قرار دیا ہے جب کہ مولانا پیر محمد چشتی ایک طرف تو تکفیر سے انکار کرتے ہیں لیکن انہوں نے اپنے بیان میں جو کہ ریکارڈ ہے کہا ہے میں نے فتویٰ تکفیر نہیں لگایا ظاہر حدیث کے مطابق وہ زندیق ہے۔

نیز پیر سیف الرحمٰن نقشبندی کے نام اپنے خط مورخہ 14-4-94 کی شق نمبر ۳ میں لکھا ہے۔ میرے نزدیک اس عقیدہ پر حکم کفر لگانا اور ایسے الفاظ کو کفریہ کہنا قرآن وحدیث سے انکار اور صحابہ تابعین مجتہدین اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دینے کے مترادف ہے ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث کا منکر اور صحابہ سمیت تمام مسلمانوں کو کافر قرار دینے والا کافر ہو جاتا ہے مولانا چشتی اسی خط کی شق نمبر ۳ میں لکھتے ہیں۔ آپ کا یہ فتویٰ نہایت خطرناک ہے قرآن وحدیث سے انکار اور قابل نظر تمام عالم اسلام کو کافر قرار دینے کے مترادف ہے۔

اور پیر صاحب کے نام اپنے خط مورخہ 94-4-17 میں لکھتے ہیں اور عالم اسلام کے مشترکہ و مسلمہ اور قطعی عقائد کو آپ کفر سے تعبیر کر رہے ہیں میری تحریر میں کوئی ایسی بات نہیں جو باعث تکفیر ہو اگر ہو تو میری تحریر کی روشنی میں ثابت کریں اور مجھے مسلمان کریں میں ان کا شکریہ ادا کروں گا یا اعلانیہ توبہ کر کے تجدید اسلام کرے اور میرے ہاتھوں پر مسلمان ہو جائے۔

مولانا چشتی کا حدیث نبوی قال رسول اللہ ﷺ

ایما امرئ قال لاخیه کافر فقدباء بها احدهما ان کان کما قال والا رجعت علیه (مسلم شریف جلد اول صفحہ نمبر ۵۷) کی رو سے پیر سیف الرحمٰن نقشبندی کی طرف سے ان کی تکفیر کی بنا پر پیر صاحب کو کافر قرار دینا درست نہیں ہے کیوں کہ اس حدیث کے بارے میں امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں هذا الحدیث مما عده بعض العلماء من المشکلات من حیث ان ظاهره غیر مراد وذالک ان مذهب اهل الحق انه لا یکفر المسلم بالمعاصی کالقتل والزنا وکذا قوله لأخیه کافر من غیر اعتقاد بطلان دین الاسلام اور فرماتے ہیں اس حدیث کی متعدد تاویلیں ہیں جن میں سے ایک تاویل یہ ہے معناه فقدرجع علیه تکفیره یعنی جو کسی مسلمان کو کافر کہے گا تو اس کا فتویٰ اس کی طرف لوٹا دیا جائے گا پھر فرماتے ہیں فلیس الراجع حقیقة الکفر بل التکفیر۔ کفر کی حقیقت اس کی طرف نہیں لوٹے گی (یعنی وہ کافر نہیں ہوگا) بلکہ تکفیر لوٹے گی۔ اور ایک تاویل یہ بھی فرمائی ہے رجعت علیه نقیصته لاخیه ومعصیة تکفیره یعنی جو کسی مسلمان کو کافر کہے گا تو اس کی اپنے بھائی کی تنقیص کا وبال اور تکفیر کا گناہ اس کی طرف لوٹے گا۔

اہل سنت کے علمائے کرام نے ضروریات دین میں سے کسی ایک کے انکار کو کفر قرار دیا ہے اور قطعی ثبوت کے بغیر کسی کو کافر قرار دینے سے منع کیا ہے حضرت علامہ علی قاری حنفی شرح فقہ اکبر صفحہ نمبر ۹۵ میں فرماتے ہیں وقد ذکروا ان المسئلة المتعلقة بالکفر اذا کان لها تسع وتسعون احتمالا للکفر احتمال واحد فی نفیه فالاولی للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال النافی اور تحقیق انہوں نے ذکر کیا ہے کہ جس مسئلے کا تعلق کفر کے ساتھ ہو اور اس میں ۹۹ احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال کفر کی نفی کا ہو تو مفتی اور قاضی کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ نفی کفر کے احتمال پر عمل کریں۔

تمہید الایمان، فتاویٰ خلاصہ، محیط، فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ بزازیہ، وجیز کردری، بحر الرائق، تنویر الابصار، حدیقہ ندیہ، تنبیہ الولاۃ شامی، سل الحسام شامی اور دیگر بہت سی کتب میں تکفیر میں سخت احتیاط کا حکم دیا گیا ہے اور جہاں نفی تکفیر کا احتمال ہو تکفیر سے منع کیا گیا ہے۔

لہٰذا شرعی بورڈ فیصلہ کرتا ہے کہ فریقین ایک دوسرے کے خلاف فتویٰ کفر سے رجوع کریں اور خدا تعالیٰ سے اور ہر دو فریق ایک دوسرے سے معذرت چاہیں کیوں کہ جس بنا پر تکفیر کی گئی ہے اس میں نفی کفر کا احتمال موجود ہے

۲۔ دونوں فریقین اپنا لٹریچر جس میں ایک دوسرے کے خلاف زہر اگلا گیا ہے فوری طور پر ضائع کریں اور اپنے حامیوں کو پوری تاکید کے ساتھ ہدایت کریں کہ وہ ایسا لٹریچر فی الفور ضائع کریں۔

۳۔ چونکہ اخند زادہ پیر سیف الرحمٰن نقشبندی کے مختار عام نے شرعی بورڈ کے سربراہ حضرت مولانا غلام علی اوکاڑوی کے سامنے مورخہ 96-10-16 کو یہ بیان دیا ہے کہ میرے والد پیر سیف الرحمٰن نقشبندی اب حسام الحرمین کے فتاویٰ کی مکمل تائید کرتے ہیں اور اسمٰعیل دہلوی کی تصنیف تقویۃ الایمان کی گستاخانہ عبارات کو بھی کفریہ قرار دیتے ہیں اور اس سے قبل خانقاہ سیفیہ منڈی کس کھجوری جس سے جو لٹریچر سنی بریلوی مسلک کے خلاف شائع ہوا ہے وہ یا تو لاعلمی کی بنا پر

ایسا ہوا ہے یا پھر بعض لوگوں نے پیر صاحب کی اجازت کے بغیر ایسا کیا ہے۔

لہذا فیصلہ کیا جاتا ہے پیر سیف الرحمٰن صاحب اس لٹریچر کو فوری طور پر ضائع کرنے کے لئے اقدامات اٹھائیں اور ہدایت السالکین سمیت تمام وہ کتابیں جن میں اہل سنت بریلوی پر تنقید کی گئی ہے کو ضائع کرائیں اور پیر صاحب کے جن مریدین وخلفاء نے سنی بریلوی مسلک کے خلاف زہر اگلا ہے ان سے توبہ کروائیں یا پھر ان سے برأت کا اعلان کریں۔

۴۔ عمامہ شریف کے بارے میں شرعی بورڈ کی تحقیق یہ ہے کہ سنت غیر مؤکدہ ہے کسی کا یہ کہنا کہ عمامہ کے بغیر نماز ادا کرنا بدعت مکروہ اور واجب الاعادہ ہے غلو فی الدین ہے۔

امام شعرانی کشف الغمہ جلد اول صفحہ نمبر ۸۵ مطبوعہ مصر میں روایت فرماتے ہیں کان صلی اللہ علیہ وسلم یامر بستر الراس فی الصلوۃ بالعمامۃ او القلنسوۃ وینھی عن کشف الراس فی الصلوۃ یعنی نبی ﷺ عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ سر ڈھانپنے کا حکم فرماتے تھے اور ننگے سر نماز سے منع فرماتے تھے۔

کنز العمال جلد نمبر ۷ صفحہ نمبر ۱۲۱ پر ہے عن ابن عباس کان یلبس القلانس تحت العمائم وبغیر العمائم و یلبس العمائم بغیر القلانس و کان یلبس القلانس الیمانیۃ الخ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ نبی ﷺ عمامہ کے نیچے ٹوپی اور ٹوپی بغیر عمامہ کے اور عمامہ بغیر ٹوپی کے پہنتے تھے اور یمنی ٹوپیاں پہنتے تھے۔

جامع ترمذی صفحہ نمبر ۲۵۴ پر ہے عن عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الشھداء اربعۃ رجل مومن جید الایمان لقی العدو فصدق اللہ حتی قتل فذالک الذی یرفع الناس الیہ اعینھم یوم القیمۃ ھکذا ورفع راسہ حتی وقعت قلنسوتہ فلا ادری قلنسوۃ عمر اراد ام قلنسوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ شہدا چار قسم کے ہیں مومن شخص جو دشمن سے جنگ لڑے پس اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرے حتیٰ کہ شہید ہو جائے پس یہ وہ (شہید) ہے جس کی طرف لوگ قیامت کے روز اس طرح نگاہیں اٹھائیں گے اور اپنا سر اٹھایا حتی کہ آپ کی ٹوپی گر گئی (راوی کہتے ہیں) مجھے نہیں معلوم کہ حضرت عمر فاروق کی ٹوپی گری یا نبی ﷺ کی۔

فتاویٰ عالمگیری اور دیگر متعدد کتب فقہ میں ہے و النظم من التکملۃ روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لہ قلانس یلبسھا و قد صح ذالک اقوال الظاھر ان المراد لبسھا بغیر عمائم او اعم الخ۔

مروی ہے کہ نبی ﷺ کی ٹوپیاں تھیں جنھیں پہنتے تھے اور تحقیق یہ بات ثابت ہے میں کہتا ہوں ظاہر مراد بغیر عمامہ کے پہننا ہے یا مراد عام ہے

ان احادیث مبارکہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ صرف ٹوپی پہننا خلاف سنت نہیں اور صرف ٹوپی سے بھی نماز جائز ہے اگرچہ عمامہ شریف کی فضیلت زیادہ ہے۔

عظیم فقیہ امام سرخسی اصول سرخسی میں فرماتے ہیں حضور ﷺ کے لباس کی سنتیں سنن الزوائد (سنت غیر مؤکدہ) میں پھر فرماتے ہیں کالعمامۃ جیسا کہ عمامہ۔

فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ نمبر ۴۰۷ میں ہے سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ امام کے سر پر دستار نہ ہو اور مقتدی کے دستار ہو تو کسی کی

نماز میں کچھ خلل آتا ہے یا نہیں اور اگر کچھ خلل ہوتا ہے تو امام کے یا مقتدی کے بینوا توجروا

جواب: کسی کی نماز میں خلل نہیں ہوتا عمامہ مستحبات نماز سے ہے اور ترک مستحب سے خلل در کنار کراہت نہیں آتی

وذالک لا ن التعمم من سنن الزوائد و سنن الزوائد حکمها حکم المستحب درمختار میں ہے لها اداب لا یوجب اسائة و لا عتابه کترک سنة الزوائد لکن فعله افضل ردالمختار میں ہے السنة نو عان سنة الهدی و ترکها یوجب اسائة و کراهة کالجماعة والاذان والاقامة و نحوها و سنة الزوائد و ترکها لا یوجب ذالک کسیر النبی ﷺ فی لباسه والنفل ومنه المندوب یثاب فاعله ویسیء تارکه۔فلا فرق بین النفل و سنن الزوائد من حیث الحکم لا نه لایکره ترک واحد منها۔۔بخلا ف سنة الهدی و هی السنن المؤکدة القریبة من الواجب الذی یضلل تارکها۔ نیز صفحہ نمبر ۲۸۸ پر اسی قسم کا فتوی موجود ہے۔

نوٹ: مقدمہ کی سماعت کے دوران صاحبزادہ محمد سعید حیدری کے مترجم مولوی امین اللہ نے اعتراف کیا کہ عمامہ کے بارے میں ہدایت السالکین میں سارا مضمون میرا ہے پیر صاحب کا نہیں ہے اس سلسلہ میں نہایت افسوسناک بات یہ ہے کہ عمامہ کے سنت مؤکدۃ ہونے پر ہدایت السالکین میں جو دلائل پیش کیے گئے ہیں ان کے نہایت ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ کتاب مواہب لدنیہ (مصنفہ شیخ ابراہیم بیجوری) کی عبارت العذبۃ سنۃ مؤکدۃ محفوظۃ لم یترکھا العلماء میں بدترین خیانت کر کے ہدایت السالکین کے صفحہ نمبر ۱۴۳ پر العذبة سنة مؤكدة کی جگہ العمامة سنة مؤكدة لکھ دیا ہے اور اس طرح دیانت علمی کا جنازہ نکال دیا ہے۔

۶،۵ شرعی بورڈ فیصلہ کرتا ہے کہ دونوں خوابیں اور ان کی تائید میں جو لٹریچر چھاپا گیا ہے اس سے مسلمانوں کو سخت اذیت پہنچی ہے اور ان خوابوں کی اس طرح تشہیر فتنہ فساد کا موجب بنی ہے مسلمہ اکابرین میں سے آج تک کسی نے اس قسم کی بات کی جرأت نہیں کی لہذا اس تمام لٹریچر کو اور اسکے خلاف جو لٹریچر لکھا گیا ہے دونوں فریق فوری طور پر ضائع کر دیں اور پیر صاحب آئندہ ایسی خوابوں کی اشاعت سے جن سے مسلمانوں میں فتنہ وفساد پیدا ہوتا ہے کلی اجتناب کریں۔ واللہ اعلم بالصوب

سید ریاض حسین شاہ عفی عنہ

(مفتی ابوالفضل غلام علی اکاڑوی غفرلہ) (نگران اعلیٰ دارالافتاء) (جامعہ حنفیہ دارالعلوم اشرف المدارس (ٹرسٹ)) (اوکاڑہ پاکستان)

(۲۴ صفر المظفر ۱۴۱۸) (۲۹ جون ۱۹۹۷) والسلام علیکم

الجواب:

سنو لوگو! جماعت اہلسنت کے فیصلے کے بعد کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ دوبارہ قلم اٹھائے مگر، جناب پیر محمد چشتی نے (۲۰۱۰) میں، اصول تکفیر، لکھا اور فرقہ داؤدیہ کے بانی مولانا محمد ابوداؤد صادق نے ۲۰۱۰ء میں، خطرہ کا سائرن، چھاپی حضرت اقدس (صوفی نثار الحق سیفی) کیساتھ قاری حافظ عطاء محمد چشتی مولانا محمد بشیر القادری کی سجانی مسجد اورنگی ٹاؤن گئے اور مولانا محمد بشیر القادری سے کہا کہ بورڈ کے فیصلے کے بعد اشتہار وغیرہ کو ختم نہیں کیا تو قادری صاحب نے کہا جس نے چھاپا بہت اچھا کیا میں نے نہیں چھاپا خوشی کا اظہار تو کیا آج بھی دعوت اسلامی والے اس کتاب ''الفتنۃ شدیدۃ'' کو لیکر لوگوں کے سامنے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے عقائد خراب ہیں اور طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں اب ہم مجبور ہیں جواب لکھنے پر۔ حضرت امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے اوپر جو اعتراضات ہوئے مجددی

دیوانوں نے رد میں ساڑھے تین سو رسائل لکھے، اب ہم میدان میں موجود اعتراضات کے جوابات دیں گے۔ پیر محمد چشتی و مولانا ابوداؤد صاحب اور مولانا بشیر القادری کراچی والے نے خود ہی اپنے علماء، ہم مسلک کے فیصلے کو رد کیا، اور اس کی خلاف ورزی کی۔ اللہ کی امان۔

الجواب:

شیخ ضیاء الدین ابونجیب عبدالقاہر سہروردی، قدس سرہ، متوفی، ۵۶۳ھ، لکھتے ہیں:

اقبل معاذیر من یاتیک معتذرا		ان بر عندک فیما قال اوفجرا

ترجمہ: جو شخص تیرے پاس معذرت پیش کرے اس کے عذروں کو قبول کر، خواہ وہ ان میں سچا ہو یا جھوٹا

فقد اطاعک من ارضاک ظاهره		وقد اجلک من بعصیک مستترا

ترجمہ: کیونکہ اس شخص نے تیری اطاعت کی جس کے ظاہر نے تجھ کو رضامند کیا اور اس شخص نے جس نے چھپ کر تیری نافرمانی کی تجھ کو بڑا اور قابل تعظیم سمجھا۔

کہا گیا ہے کہ برملا عتاب کرنا اس سے بہتر ہے کہ دل میں کینہ رکھا جائے۔

(آداب المریدین، ص، ۹۰، معہد الدرسات الاسیویۃ والافریقیۃ، الجامعۃ العبریۃ فی اورشلیم)

صاحبزادہ محمد سعید حیدری صاحب (موجودہ سجادہ نشین) نے مفتی عابد حسین رضوی سیفی اور مولانا سید ایاز علی شاہ پشاوری اور دیگر علماء کو منع کیا کہ اختلاف کے بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے اب کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں، اور خلیفہ خاص مفتی احمد علی شاہ آف کراچی کے بیٹے نے اس کا اقرار کیا، ثبوت موجود ہے، عبارت دیکھو! جو کچھ دن سکون اور اطمینان سے گزرے تھے جن میں سلسلہ عالیہ سیفیہ کے (اہل سنت) علماء اور مشائخ کے مابین بظاہر کوئی اختلاف سامنے نہیں آیا تھا اب جب دوبارہ یہ حالات سنی دل پارا پارا ہو گیا۔ (اظہار الحق فی خرافات صوفی نثار الحق جواب اختلاف، ص، ۳)

پابندی عہد و معاہدہ:

حضرت علامہ حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص علیہ الرحمۃ متوفی، ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

حلف: قَوْله تَعَالَى: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ} رُوِيَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَمُجَاهِدٍ وَمُطَرِّفٍ وَالرَّبِيعِ وَالضَّحَّاكِ وَالسُّدِّيِّ وَابْنِ جُرَيْجٍ وَالثَّوْرِيِّ قَالُوا: "الْعُقُودُ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ أَرَادَ بِهَا الْعُهُودَ". وَرَوَى مَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: "هِيَ عُقُودُ الْجَاهِلِيَّةِ الْحِلْفُ". وَرَوَى جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ وَأَمَّا حِلْفُ الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمْ يَزِدْهُ الْإِسْلَامُ إلَّا شِدَّةً". وَرَوَى ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ قَالَ: سَمِعْت أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: حَالَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِنَا; فَقِيلَ لَهُ: قَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ وَمَا كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمْ يَزِدْهُ الْإِسْلَامُ إلَّا شِدَّةً" فَقَالَ: حَالَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِنَا. قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: "إنَّمَا آخَى بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ".

قَالَ أَبُو بَكْرٍ: قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: {وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ} (النساء، ۳۳) فَلَمْ يَخْتَلِفْ الْمُفَسِّرُونَ أَنَّهُمْ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ قَدْ

كَانُوا يَتَوَارَثُونَ بِالحلفِ دُونَ النَّسَبِ وَهُوَ مَعْنَى قَوْلِهِ: {وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ} (النساء، ٣٣) إِلَى أَنْ جَعَلَ اللهُ ذَوِي الْأَرْحَامِ أَوْلَى مِنَ الحليفِ بِقَوْلِهِ: {وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ} (الأنفال، ٧٥) فَقَدْ كَانَ حِلْفُ الْإِسْلَامِ عَلَى التَّنَاصُرِ وَالتَّوَارُثِ ثَابِتًا صَحِيحًا. وَأَمَّا قَوْلُهُ: "لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ" فَإِنَّهُ جَائِزٌ أَنْ يُرِيدَ بِهِ الحلفَ عَلَى الْوُجُوهِ الَّتِي كَانَ عَلَيْهَا الحلفُ فِي الجاهِلِيَّةِ، وَكَانَ هَذَا الْقَوْلُ مِنْهُ بَعْدَ نَسْخِ التَّوَارُثِ بِالحلفِ. وَقَدْ كَانَ حِلْفُ الجاهِلِيَّةِ عَلَى وُجُوهٍ: مِنْهَا الحلفُ فِي التَّنَاصُرِ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ إِذَا حَالَفَهُ: "دَمِي دَمُكَ وَهَدْمِي هَدْمُكَ وَتَرِثُنِي وَأَرِثُكَ" فَيَتَعَاقَدَانِ الحلفَ عَلَى أَنْ يَنْصُرَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ فَيَدْفَعَ عَنْهُ وَيَحْمِيَهُ بِحَقٍّ كَانَ ذَلِكَ أَوْ بِبَاطِلٍ؛ وَمِثْلُهُ لَا يَجُوزُ فِي الْإِسْلَامِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَجُوزُ أَنْ يَتَعَاقَدَا الحلفَ عَلَى أَنْ يَنْصُرَهُ عَلَى الْبَاطِلِ وَلَا أَنْ يَزْوِيَ

مِيرَاثَهُ عَنْ ذَوِي أَرْحَامِهِ وَيَجْعَلَهُ لِحَلِيفِهِ؛ فَهَذَا أَحَدُ وُجُوهِ الحلفِ الَّذِي لَا يَجُوزُ مِثْلُهُ فِي الْإِسْلَامِ. وَقَدْ كَانُوا يَتَعَاقَدُونَ الحلفَ لِلْحِمَايَةِ وَالدَّفْعِ، وَكَانُوا يَدْفَعُونَ إِلَى ضَرُورَةٍ؛ لِأَنَّهُمْ كَانُوا نَشَرًا

(١) لَا سُلْطَانَ عَلَيْهِمْ يُنْصِفُ الْمَظْلُومَ مِنَ الظَّالِمِ وَيَمْنَعُ الْقَوِيَّ عَنِ الضَّعِيفِ، فَكَانَتِ الضَّرُورَةُ تُؤَدِّيهِمْ إِلَى التَّحَالُفِ فَيَمْتَنِعُ بِهِ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ، وَكَانَ ذَلِكَ مُعْظَمَ مَا يُرَادُ الحلفُ مِنْ أَجْلِهِ، وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَانُوا يَحْتَاجُونَ إِلَى الْجِوَارِ وَهُوَ أَنْ يُجِيرَ الرَّجُلُ أَوِ الْجَمَاعَةُ أَوِ الْعِيرُ عَلَى قَبِيلَةٍ وَيُؤَمِّنَهُمْ فَلَا يَنْدَاه

(٢) مَكْرُوهٌ مِنْهُمْ؛ فَجَائِزٌ أَنْ يَكُونَ أَرَادَ بِقَوْلِهِ: "لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ" هَذَا الضَّرْبَ مِنَ الحلفِ. وَقَدْ كَانُوا يَحْتَاجُونَ إِلَى الحلفِ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ لِكَثْرَةِ أَعْدَائِهِمْ مِنْ سَائِرِ الْمُشْرِكِينَ وَمِنْ يَهُودِ الْمَدِينَةِ وَمِنَ الْمُنَافِقِينَ، فَلَمَّا أَعَزَّ اللهُ الْإِسْلَامَ وَكَثَّرَ أَهْلَهُ وَامْتَنَعُوا بِأَنْفُسِهِمْ وَظَهَرُوا عَلَى أَعْدَائِهِمْ، أَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاسْتِغْنَائِهِمْ عَنِ التَّحَالُفِ؛ لِأَنَّهُمْ قَدْ صَارُوا كُلُّهُمْ يَدًا وَاحِدَةً عَلَى أَعْدَائِهِمْ مِنَ الْكُفَّارِ بِمَا أَوْجَبَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ التَّنَاصُرِ وَالْمُوَالَاةِ بِقَوْلِهِ تَعَالَى: {وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ} (التوبة، ٧) وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْمُؤْمِنُونَ يَدٌ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ" وَقَالَ: "ثَلَاثٌ لَا يغل عليهن قلب مؤمن إخلاص العمل لله، وَالنَّصِيحَةُ لِوُلَاةِ الْأَمْرِ، وَلُزُومُ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ، فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيطُ مَنْ وَرَاءَهُمْ". فَزَالَ التَّنَاصُرُ بِالحلفِ وَزَالَ الْجِوَارُ، وَلِذَلِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ: "وَلَعَلَّكَ أَنْ تَعِيشَ حَتَّى تَرَى الْمَرْأَةَ تَخْرُجُ مِنَ الْقَادِسِيَّةِ إِلَى الْيَمَنِ بِغَيْرِ جِوَارٍ" وَلِذَلِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ." وَأَمَّا قَوْلُهُ: "وَمَا كَانَ مِنْ حِلْفٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمْ يَزِدْهُ الْإِسْلَامُ إِلَّا شِدَّةً" فَإِنَّمَا يَعْنِي بِهِ الْوَفَاءَ بِالْعَهْدِ مِمَّا هُوَ مُجَوَّزٌ فِي الْعُقُولِ مُسْتَحْسَنٌ فِيهَا، نَحْوُ الحلفِ الَّذِي عَقَدَهُ الزُّبَيْرُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِحِلْفٍ حَضَرْتُه حُمْرَ النَّعَمِ فِي دَارِ ابْنِ جُدْعَانَ وَأَنِّي أَغْدِرُ بِهِ: هَاشِمٌ وَزُهْرَةُ وَتَيْمٌ تَحَالَفُوا أَنْ يَكُونُوا مَعَ الْمَظْلُومِ مَا بَلَّ بَحْرٌ صُوفَةً، وَلَوْ دُعِيتُ إِلَى مِثْلِهِ فِي الْإِسْلَامِ لَأَجَبْتُ وَهُوَ حِلْفُ الْفُضُولِ". وَقِيلَ إِنَّ الحلفَ كَانَ عَلَى مَنْعِ الْمَظْلُومِ، وَعَلَى التَّأَسِّي فِي الْمَعَاشِ، فَأَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ حَضَرَ هَذَا الحلفَ قَبْلَ النُّبُوَّةِ وَأَنَّهُ لَوْ دُعِيَ

إلی مثلِهِ في الإسلام لأجاب; لِأنَّ اللهَ تعالی قد أمرَ المؤمنينَ بذلِكَ, وهوَ شيءٌ مُستحسَنٌ في العُقول, بَلْ واجبٌ فيها قبلَ وُرُودِ الشَّرعِ; فعَلِمنا أنَّ قولَهُ: "لا حِلفَ في الإسلامِ" إنَّما أرادَ بهِ الَّذي لا تجوِّزهُ العُقولُ ولا تبيحُهُ الشَّريعةُ. وَقد رُوِيَ عَنهُ صَلَّی اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أنَّهُ قالَ: حَضرتُ حِلفَ المطيبين وأنا غلام, وما أحب أن أنكثهُ وأنَّ لي حمرَ النَّعَمِ". وَقد كانَ حِلفُ المطَيَّبِينَ بَينَ قُرَيشٍ علی أنْ يَدفعوا عَنِ الحرمِ مَنْ أرادَ انتهاكَ حرمتِهِ بِالقِتالِ فيهِ. وَأمَّا قولُهُ: "وَما كانَ في الجاهِلِيَّةِ فلَم يزدْهُ الإسلامُ إلَّا شِدَّةً" فَهوَ نحوُ حِلفِ المطَيَّبِينَ وَحِلفِ الفُضولِ, وَكُلِّ ما يلزَمُ الوَفاءُ بِهِ مِنَ المعاقَدَةِ دونَ ما كانَ مِنهُ مَعصيةً لا تجوِّزهُ الشَّريعةُ.

وَالعَقدُ في اللُّغةِ هوَ الشَّدُّ, تَقولُ: عَقَدتُ الحبلَ, إذا شَدَدته. وَاليَمينُ علی المستقبَلِ تُسمَّی عقدًا, قالَ اللهُ تعالی: {لا يُؤاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغوِ في أيمانِكُم وَلكِن يُؤاخِذُكُم بِما عَقَّدتُمُ الأيمانَ(المائدة:) وَالحلفُ يُسمَّی عَقدًا, قالَ اللهُ تعالی: {وَالَّذينَ عَقَدَت أيمانُكُم فآتوهُم نَصيبَهُم} (النساء,۳۳)

ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ۔

ترجمہ: اے ایمان لانے والو، بندشوں کی پوری پابندی کرو۔(سورۃ المائدہ:۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہد، مطرف، ربیع، ضحاک، سدی، ابن جریج اور ثوری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا قول ہے کہ اس مقام پر عقود سے عہود مراد ہے۔معمر نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد زمانہ جاہلیت میں کئے گئے معاہدے وغیرہ ہیں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے آپ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے: اسلام میں کوئی حلف نہیں زمانہ جاہلیت میں کئے گئے حلف کو اسلام نے اور مضبوط کر دیا ہے۔ابن عیینہ نے عاصم الاحول سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضور ﷺ نے ہمارے گھر کے احاطے میں بیٹھ کر مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات کا معاہدہ کرایا تھا، ابن عیینہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرات انصار ومہاجرین کے درمیان صرف بھائی چارے کا رشتہ قائم کر دیا تھا۔

ابوبکر جصاص علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ قول باری ہے:

وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ ،

ترجمہ: وہ لوگ جن سے تمہارے عہد و پیمان ہوں تو ان کا حصہ انہیں دو۔(سورۃ النساء:۳۳)

مفسرین کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ لوگ اسلام کے ابتدائی زمانے میں نسب کی بجائے حلف اور معاہدے کی بنا پر ایک دوسرے کے وارث قرار پاتے تھے۔درج بالا آیت کا یہی مفہوم ہے یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا جب اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کو حلیف کے مقابلے میں اولیٰ قرار دیا اور فرمایا:

وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ۔

ترجمہ: اور کتاب اللہ میں رشتہ دار ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں بہ نسبت دوسرے مومنین اور مہاجرین کے۔(سورۃ الاحزاب:٦)

اس طرح ایک دوسرے کی مدد اور وراثت پر مبنی حلف یعنی دوستی کا معاہدہ زمانہ اسلام میں بھی باقی اور ثابت رہا۔ رہ گیا آپ کا یہ ارشاد کہ **(لا حلف فی الاسلام)** تو اس میں یہ گنجائش ہے کہ آپ کے نزدیک شاید وہ معاہدہ مراد ہو جو زمانہ جاہلیت میں ہونے والے معاہدوں کی طرز کا ہو۔ کیونکہ اس زمانے میں یہ معاہدے بہت سی ایسی باتوں پر مشتمل ہوتے تھے جن کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں تھی۔ نیز یہ کہ آپ نے شاید حلف کی بنا پر توارث کا حکم منسوخ ہو جانے کے بعد یہ فرمایا ہو۔ زمانہ جاہلیت میں ہونے والے معاہدوں کی کئی صورتیں تھیں، ایک صورت یہ تھی کہ معاہدے کی بنیاد ایک دوسرے کی مدد ہو مثلاً معاہدہ کرتے وقت ایک شخص دوسرے سے کہتا ''میرا خون تیرا خون ہے، مجھے گرانا تجھے گرانا ہے، تو میرا وارث ہوگا اور میں تیرا وارث ہوں گا''۔ اس طرح دو شخص اس بنیاد پر معاہدہ کر لیتے کہ ہر ایک دوسرے کی مدد کرے گا۔ اس کا دفاع کرے گا اور حق و باطل ہر امر میں اس کی حمایت کرے گا۔ ایسی شرطیں اسلام میں جائز نہیں ہیں کیونکہ امر باطل میں بھی ایک دوسرے کی مدد اور حمایت کا سرے سے جواز ہی نہیں ہے اور نہ ہی اس امر کا کہ اپنی جائیداد رشتہ داروں سے سمیٹ کر اور انہیں اس سے محروم رکھ کر وراثت کے طور پر حلیف کی جھولی میں ڈال دے۔ زمانہ جاہلیت میں ہونے والے معاہدوں کی ایک یہ صورت تھی جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں تھی کبھی یہ لوگ ایک دوسرے کی حمایت اور ایک دوسرے کے دفاع کی بنیاد پر بھی معاہدے کرتے تھے یہ لوگ اس قسم کے معاہدے کرنے پر مجبور تھے کیونکہ ان لوگوں کی زندگیوں میں اجتماعیت کا رنگ نہیں تھا نہ کوئی ہیئت حاکمہ تھی جو مظلوم کا ظالم سے اس کا حق دلاتی اور طاقتور کو کمزور کی ایذا رسانی سے باز رکھتی اس لئے ضرورت کے تحت وہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ دوستی اور امداد کے معاہدے کر لیتے اور اس طرح ایک دوسرے کے شر سے محفوظ رہتے اور ایک دوسرے کی پناہ میں زندگی بسر کرتے۔ زمانہ جاہلیت کے معاہدوں میں یہی مقاصد کار فرما ہوتے، اسی بنا پر لوگوں کو جوار یعنی پڑوس کی ضرورت بھی پیش آتی تھی۔ اس کی صورت یہ ہوتی کہ کوئی شخص اگر وہ یا کوئی قافلہ کسی قبیلے کے پڑوس میں آجاتا اور ان کی اجازت اور امان سے وہاں ڈیرے ڈال دیتا۔ اس صورت میں پھر اسے اس قبیلے کی طرف سے کسی قسم کی تکلیف یا نقصان پہنچنے کا اندیشہ ختم ہو جاتا اس وضاحت کی روشنی میں اس بات کا امکان ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے ارشاد **(لا حلف فی الاسلام)** سے اسی قسم کے معاہدے مراد لیے ہوں۔ اسلام کے ابتدائی زمانے میں بھی اس قسم کے معاہدوں کی ضرورت پیش آجاتی تھی کیونکہ مسلمانوں کے دشمنوں یعنی مشرکین مکہ، یہود مدینہ اور منافقین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت اور غلبہ عطا کر دیا، اہل اسلام کی کثرت ہوگئی انہیں دشمنوں پر غلبہ نصیب ہوا اور وہ اپنی حفاظت آپ کرنے کے قابل ہو گئے تو حضور ﷺ نے انہیں خبر دی کہ اب اس کے باہمی معاہدوں کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ تمام مسلمان اب یکجان ہو گئے تھے اور دشمنوں کے مقابلے میں ان کی حیثیت اب ایک فرد واحد کی بن گئی تھی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک دوسرے کی مدد اور ایک دوسرے کی حمایت واجب کر دی تھی۔

چنانچہ ارشاد باری ہے: وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

ترجمہ: مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے حمایتی اور سرپرست ہیں وہ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: تمام اہل ایمان دوسروں کے مقابلے میں ایک ہاتھ یعنی ایک فرد واحد کی طرح ہیں۔ نیز آپ کا ارشاد ہے: تین باتیں ایسی ہیں جن کے متعلق مومن کے دل میں کوئی کھوٹ نہیں ہوتا، اللہ کے لئے اخلاص عمل حکمرانوں کے لئے خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت سے وابستگی، مسلمانوں کی دعائیں

ان کے پیچھے سے ان کا احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہیں)۔اس طرح حلف کی بنا پر ایک دوسرے کی مدد کا سلسلہ ختم ہو گیا اور اس کے ساتھ جوار کا مسئلہ بھی، اختتام کو پہنچ گیا۔اسی بنا پر حضور ﷺ نے حضرت عدی بن حاتم سے فرمایا تھا: شاید تمہاری عمر اتنی دراز ہو جائے کہ تم ایک عورت کو تنہا قادسیہ سے یمن تک جوار کے بغیر سفر کرتے ہوئے دیکھ سکو) اسی بنا پر آپ نے فرمایا تھا (**لا حلف فی الاسلام**) رہ گیا آپ کا یہ ارشاد (**وما کان من حلف فی الجاهلية فلم يزده الاسلام الاشدة**) تو اس سے آپ کی مراد عہد کا پورا کرنا ہے اس بات کو عقل انسانی بھی جائز قرار دیتی ہے اور اس کے نزدیک یہ ایک مستحسن امر ہے مثلاً وہ معاہدہ جو زبیر بن عبدالمطلب نے کیا تھا۔حضور ﷺ نے فرمایا ''ایک معاہدہ جو ابن جدعان کے گھر کے احاطے میں طے پایا تھا اور جس میں میں بھی موجود تھا مجھے یہ پسند نہیں کہ اس معاہدے سے غداری کے صلے میں مجھے سرخ اونٹ مل جائیں بنو ہاشم، بنو زہرہ اور بنو تیم نے آپس میں یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ مظلوم کا اس وقت تک ساتھ دیتے رہیں گے جب تک گرمی کی وجہ سے اس کا جسم پسینے سے شرابور ہوتا رہے گا۔یعنی جب تک اس کی دادرسی نہیں ہو جائے گی اگر مجھے زمانہ اسلام میں اس قسم کے معاہدے کی دعوت دی جاتی تو میں اسے قبول کر لیتا'' یہ معاہدہ حلف الفضول، کے نام سے مشہور ہوا، ایک قول یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جس معاہدے کا ذکر فرمایا ہے وہ مظلوم کی حمایت اور زندگی کے گذران کے سلسلے میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرنے اور ایک دوسرے کی خبر گیری کے متعلق تھا۔حضور ﷺ نے یہ بتایا کہ آپ نبوت سے قبل اس معاہدے کے وقت موجود تھے اور اگر آپ کو زمانہ اسلام میں اس جیسے معاہدے کی دعوت دی جاتی تو آپ ضرور اسے قبول کر لیتے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اس کا حکم دیا ہے اور عقل انسانی کے نزدیک بھی یہ ایک مستحسن فعل ہے بلکہ شریعت کے ورود سے قبل عقل انسانی کے نزدیک ایسا اقدام واجب تھا۔اس سے ہمیں یہ بات معلوم ہوئی کہ اس ارشاد (**لا حلف فی الاسلام**) سے آپ کی مراد یہ ہے کہ اسلام میں ایسا معاہدہ نہیں ہو سکتا جسے شریعت مباح سمجھتی نہ ہو اور نہ ہی عقل انسانی اس کی اجازت دیتی ہو، حضور ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ''میں مطیبین کے معاہدے میں موجود تھا اس وقت میں نو عمر تھا اور مجھے یہ پسند نہیں کہ اگر میں اس معاہدے کو توڑ دوں تو مجھے اس کے بدلے سرخ اونٹ مل جائیں۔

حلف المطیبین اس معاہدے کا نام ہے جو قریش کے درمیان ہوا تھا اور اس میں یہ طے پایا تھا کہ جو لوگ حرم کے اندر قتال کر کے اس کی بے حرمتی کے مرتکب ہوں گے ان کے خلاف مشترکہ طور پر اقدام کیا جائے گا۔اس لئے آپ کے ارشاد (**وما کان فی الجاهلية فلم يزده الاسلام الاشدة**) سے مراد حلف المطیبین اور حلف الفضول جیسے معاہدے ہیں۔نیز اس سے ہر ایسا معاہدہ اور باہمی عقد مراد ہے جسے پورا کرنا لازم ہوتا ہے اس سے وہ وعدہ مراد نہیں ہے جس کی بنیاد معصیت پر ہو اور شریعت میں جس کے جواز کی کوئی گنجائش نہ ہو۔لغت میں عقد کے معنی باندھنے اور بندھن کے ہیں جب آپ رسی باندھ دیں اور اس میں گرہ ڈال دیں تو آپ کہیں گے ''عقدت الحبل'' (میں نے رسی باندھ دی) مستقبل کی قسم کو بھی عقد کا نام دیا جاتا ہے۔

ارشاد باری ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ۔

ترجمه: تم لوگ جو مہمل قسمیں کھا لیتے ہو ان پر اللہ گرفت نہیں کرتا، مگر جو قسمیں تم جان بوجھ کر کھاتے ہو۔ان پر وہ تم سے ضرور مواخذہ کرے گا۔(سورۃ المائدہ:۸۹)

معاہدے اور حلف کو بھی عقد کہا جاتا ہے۔

ارشاد باری ہے:

وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ۔

ترجمہ: جن لوگوں سے تمہارے عہد و پیمان ہیں انہیں ان کا حصہ دو۔ (سورۃ النساء: ٣٣)

(احکام القرآن، ج، ٢، ص، ٣٦٨، تا، ٣٧٠، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی حنفی علیہ الرحمہ متوفی، ١١٣٧ھ، لکھتے ہیں:

قوله عليه السلام: ولا تكن امر فتعقى ولا حلوا فتسترط۔ يقال أعقيت الشئ اذا أزالته من فيك لمرارته واستراطه ابتلاعه ومن أمثال العرب لا تكن رطباً فتعصر ولا يابساً فتكسر وذلك لان خير الامور اوساطها ورعاية مقتضى الحال قاعدة الحكيم۔

قال الشيخ سعدى قدس سره:

چون نرمي كنى خصم گردد دلير		ر وگر خشم گيرى شوند از تو سير
درشتي و نرمي باهم در بهست		چو رگ زن كه جراح و مرهم نهست

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اتنا کڑوا مت ہو کہ ذلیل ہو جائے اور اتنا میٹھا مت ہو کہ نگلا جائے۔ يقال أعقيت الشئ سے ہے۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب کسی شئے کو اس کے کڑوے پن کی وجہ سے منہ سے نکال کر تھوکا جائے۔ اور تسترط۔ استراط سے ہے بمعنی شئے کے لذیز ہونے کی وجہ سے اسے نگل جانا۔ اسی لیے امثال عرب میں یہ مثل مشہور ہے۔ ایسا تر نہ ہو کہ نچوڑے جاؤ اور نہ ہی ایسا خشک ہو کہ توڑے جاؤ۔ اسی لیے دانشور فرماتے ہیں: درمیانے امور بہتر ہوتے ہیں۔ سمجھدار انسان موقعہ محل کی رعایت کو مدِ نظر رکھتا ہے۔

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا

چون نرمي كنى خصم گردد دلير		ر وكر خشم گيرى شوند از تو سير
درشتي و نرمي باهم در بهست		چو رگ زن كه جراح و مرهم نهست

ترجمہ: جب بہت زیادہ نرمی کرو گے تو دشمن دلیر ہو جائے گا اگر زیادہ سختی کرو گے تو اپنے پرائے ہو جائیں گے۔

سختی و نرمی لازم و ملزوم ہیں جیسے خون نکالنے والا پہلے نشتر مارتا ہے تو پھر مرہم لگاتا ہے۔

(تفسیر روح البیان، ج، ٥، ص، ٣٩٣، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، علیہ الرحمہ متوفی، ٩٤٢ھ لکھتے ہیں:

قوله تعالى: لَقَدْ سَمِعَ اللهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ (آل عمران، ١٨١) وقوله تعالى: إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللهُ عَلَى بَشَرٍ مِنْ شَيْءٍ (الأنعام، ٩١) روى ابن إسحاق، وابن جرير، وابن المنذر، وابن أبي حاتم عن ابن عباس، وابن جرير عن السدي، وابن جرير عن عكرمة أن أبا بكر الصديق رضي الله عنه دخل بيت المدارس بعد نزول قوله تعالى: مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللهَ قَرْضاً حَسَناً (البقرة، ٢٤٥) فوجد يهود قد اجتمعوا إلى رجل منهم يقال له فنحاص [بن عازوراء] وكان من علمائهم وأحبارهم. فقال أبو

بكر: ويلك يا فنحاص: »اتق الله عز وجل وأسلم، فو الله إنك لتعلم أن محمدا رسول الله قد جاء كم بالحق من عند الله تجدونه مكتوبا عندكم في التوراة . «فقال فنحاص لعنه الله: »والله يا أبا بكر ما بنا إلى الله من فقر، وإنه إلينا لفقير، وما نتضرع إليه كما يتضرع إلينا، وإنا عنه لأغنياء [وما هو عنا بغني] ولو كان عنا غنيا ما استقرض منا أموالنا كما يزعم صاحبكم، ينهاكم عن الربا ويعطيناه ولو كان عنا غنيا ما أعطانا الرب . «فغضب أبو بكر فضرب وجه فنحاص ضربة شديدة وقال: »والذي نفسي بيده لو لا العهد الذي بيننا وبينك لضربت عنقك أي عدو الله. «فذهب فنحاص إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا محمد، انظر ما فعل بي صاحبك. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لأبي بكر: »ما حملك على ما صنعت «؟ فقال أبو بكر: يا رسول الله [إن عدو الله] قال قولا عظيما إنه زعم أن الله عز وجل فقير وأنهم عنه أغنياء، فلما قال ذلك غضبت لله مما قال فضربت وجهه. فجحد ذلك فنحاص، وقال: ما قلت ذلك. فانزل الله تعالى فيما قال فنحاص [ردا عليه] وتصديقا لأبي بكر رضي الله عنه: لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِياءُ سَنَكْتُبُ ما قالُوا وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِياءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذابَ الْحَرِيقِ (آل عمران،١٨١) ونزل في أبي بكر الصديق، وما بلغه في ذلك في الغضب: وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذىً كَثِيراً وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (آل عمران،١٨٦). وروى ابن أبي حاتم، وأبو الشيخ عن السدي في قوله تعالى: إِذْ قالُوا ما أَنْزَلَ اللَّهُ عَلى بَشَرٍ مِنْ شَيْءٍ، قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتابَ الَّذِي جاءَ بِهِ مُوسى (الأنعام،٩١).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِياءُ

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے قول ان (گستاخوں) کا سنا، جنہوں نے کہا کہ اللہ مفلس ہے حالانکہ، ہم غنی ہیں۔'' (آل عمران:۱۸۱)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِذْ قالُوا ما أَنْزَلَ اللَّهُ عَلى بَشَرٍ مِنْ شَيْءٍ

ترجمہ: جب کہا انہوں نے کہ نہیں اتاری اللہ نے کسی آدمی پر کوئی چیز (یعنی وحی)۔ (الانعام:۹۱)

حضرت ابن اسحاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم (رحمۃ اللہ علیہم) نے حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیت المدارس تشریف لے گئے۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہو چکی تھی۔

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضاً حَسَناً

ترجمہ: کون ہے جو دے اللہ تعالیٰ کو قرض حسن۔ (البقرۃ:۲۴۵)

انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص کے اردگرد یہودی جمع ہیں۔ اس شخص کو فنحاص کہا جاتا تھا۔ یہ ان علماء میں سے تھا۔ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے فخاص! اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ اسلام قبول کر لے۔ بخدا! تو خوب جانتا ہے کہ حضرت ''محمد'' (مصطفی احمد مجتبیٰ) ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ وہ رب تعالیٰ کے پاس سے حق لے کر تمہارے پاس تشریف لائے ہیں۔ تمہارے ہاں تورات میں بھی آپ کا ذکر خیر ہے۔ فخاص لعنہ اللہ نے کہا: ''اے ابوبکر! ہم اللہ تعالیٰ کے محتاج نہیں ہیں۔ وہ ہمارا محتاج ہے۔ ہم اس کی طرف اس طرح آہ وزاری نہیں کرتے جس طرح وہ ہماری طرف آہ وزاری کرتا ہے۔ ہم اس سے مستغنی ہیں مگر وہ ہم سے مستغنی نہیں ہیں۔ اگر وہ ہم سے مستغنی نہ ہوتا تو ہم سے اموال بطور قرض نہ لیتا۔ جیسے تمہارے صاحب گمان کرتے ہیں۔ وہ تمہیں سود سے منع کرتا ہے اور ہمیں سود دیتا ہے۔ اگر وہ ہم سے مستغنی ہوتا تو ہمیں سود نہ دیتا۔'' یہ بکواسات سن کر امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا۔ انہوں نے فخاص کے چہرے پر زوردار تھپڑ رسید کیا اور کہا: ''دشمن خدا! اگر ہمارے اور تیرے مابین عہد نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔''

فخاص بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو گیا۔ اس نے عرض کی: ''محمد عربی! (ﷺ) ذرا دیکھیں آپ کے ساتھی نے میرا کیا حشر کیا ہے؟'' حضور اکرم ﷺ نے امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''آپ کو اس عمل پر کس نے ابھارا؟'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کے اس دشمن نے بہت بڑی گستاخی کی ہے۔ یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے یہ اس سے مستغنی ہے۔ مجھے اس کی بکواس پر غصہ آیا اور میں نے اس کے چہرہ پر مار دیا'' فخاص نے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تصدیق اور فخاص کی تردید کرتے ہوئے۔ یہ آیت طیبہ نازل کی۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَاۗءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ

ترجمہ: بے شک سنا اللہ تعالیٰ نے قول ان (گستاخوں) کا جنہوں نے کہا کہ اللہ مفلس ہے حالانکہ ہم غنی ہیں ہم لکھ لیں گے جو انہوں نے کہا نیز قتل کرنا ان کا انبیاء کو ناحق (بھی لکھ لیا جائے گا) اور ہم کہیں گے کہ (اب) چکھو آگ کے عذاب (کا مزہ)۔ (آل عمران:۱۸۱)

امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس غصے کے بارے فرمایا:

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

ترجمہ: اور یقیناً تم سنو گے ان سے جنہیں دی گئی کتاب تم سے پہلے اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا اذیت دینے والی بہت باتیں اور اگر تم (ان دل آزاریوں پر) صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بے شک یہ بہت بڑی ہمت کا کام ہے۔ (آل عمران:۱۸۶)

ابن ابی حاتم، ابوشیخ نے سدی سے روایت کیا ہے کہ فخاص نے کہا: ''(معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نے حضرت ''محمد'' عربی ﷺ پر کچھ بھی نازل نہیں کیا۔''

اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰي بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَاۗءَ بِهٖ مُوْسٰي

ترجمہ: جب کہا انہوں نے کہ نہیں اتاری اللہ نے کسی آدمی پر کوئی چیز (یعنی وحی) آپ پوچھیئے کس نے اتاری تھی وہ کتاب جسے لے کر آئے تھے موسیٰ علیہ السلام۔ (الانعام:۹۱)

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج۳، ص۴۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اب دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن ،کو موقعہ ملا اور اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ ،لکھ کر عوام کے سامنے کر دیا، کیا اب بھی ہم خاموش رہیں؟ اب جو سیفی حضرات خاموش رہیں وہ مرشد کو راضی کریں اور جس کو درد ہو وہ میدان میں کود ے۔

اٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے		ہمت مرداں مددِ خدا ، ہمت مرداں مددِ خدا

اب ہمارے مرشد کریم حضرت مبارک (پیر سیف الرحمٰن علیہ الرحمۃ) کے خلاف جو رسائل لکھے ایک مخالف کے قلم سے سب کو جمع کیا گیا۔

سوال: (۸) اعتراض: دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن نے اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔

سیفیوں کے غلط عقائد ونظریات سے آگاہی ہو سکے۔ وہ کتب یہ ہیں

۱۔خطرہ کا سائرن (مولانا ابوداؤد صادق)

۲۔پیرار چی یا جادوگر افغانی (علامہ پیر محمد چشتی)

۳۔الفتنۃ الشدیدۃ (علامہ بشیر القادری)

ہم (دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن) نے ان کتابوں کی تلخیص کی ہے تاکہ قارئین کو پڑھنے میں اکتاہٹ اور دقت نہ ہو اور غیر ضروری باتوں کو بھی ترک کر دیا ہے۔

اس فرقہ کے رد میں اور بھی بریلوی اکابرین نے درج ذیل کتب لکھی ہیں۔

۱۔الجراحات علی المزخرفات (پیر محمد چشتی چترالی)

۲۔اونچی دوکان پھیکا پکوان (علامہ اظہر محمود اظہری)

۳۔شمشیر پاکستانی برگردن پیر افغانی (مولانا شفیق الرحمٰن)

۴۔فتنہ سیفیہ کی حقیقت کا انکشاف (علامہ بشیر القادری)

۵۔کفر کا پھندہ پیٹ کا دھندہ (علامہ بشیر القادری)

۶۔قہر یزدانی بر فتنہ پیر افغانی (بریلویوں کے مفتی اعظم)

الیاس گھمن تم بھول گئے ہو پیر محمد چشتی نے ایک خط بھی ارسال کیا تھا حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کی طرف

الیاس گھمن تم بھول گئے ایک آٹھ صفحے کا رسالہ مولانا محمد عثمان دیوبندی تاروجبہ نے ضلع وتحصیل نوشہرہ سے شائع کیا تھا

الیاس گھمن تم بھول گئے ضلع وتحصیل نوشہرہ جلبی سے مولانا عبدالقدوس نے بھی ایک کتاب لکھی ہے۔ الیاس گھمن شاید تم بھول گئے کی پیر محمد چشتی نے ایک فتویٰ لکھا۔

جواب: الیاس گھمن الحمدللہ ثم الحمدللہ ہماری ہر بات قرآن حدیث صحابہ مجتہدین مذاہب اربعہ سلاسل اربعہ کے اقوال میں اس کی اصل موجود ہے جسے انشاء اللہ ہم ثابت کریں گے جسے تم توہین سمجھتے ہو جسے تم گستاخی سمجھتے ہو جسے تم بے ادبی سمجھتے ہو جسے تم نے غلط رنگ دیا الیاس گھمن خدا کا خوف کرو پہلے تحقیق کرو بعد میں اعتراض کرو اور فتویٰ دو۔ تم نے اپنی کتاب فرقہ سیفیہ میں پچاس سے اکاون صفحات خود لکھے باقی تمام دیگر کتب سے نقل کردہ عبارتیں ہیں۔

کیا تحقیق اس چیز کا نام ہے صد تعجب۔ مزید محنت کرو!

حضرت مولانا شہاب الدین نواسۂ حضرت سیدامیر حمزہ بن حضرت سیدی شیخ الشیوخ سید امیر کلال قدس سرہ، متوفی، ۷۷۲ھ، فرماتے ہیں:

سخن دانسته گو چیزے که گوئی	بدل دانسته بهتر گو مگوئی
بمیدانِ فصاحت گو گرانی	مران بس کرم تا در سر ندانی

ترجمہ: تو بات کو سمجھنے (تولنے) کے بعد کر، جس چیز کو کہنا چاہتا ہے، اسے دل سے جان کر کہہ، (ورنہ) مت بول۔

گو تو میدان فصاحت کا بہادر ہے (لیکن) مہربانی کر کے (اس وقت تک) مت بول، جب تک کہ تو راز کو نہ پالے۔

(آگاہی سید امیر کلال قدس سرہ، ص، ۵۳، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلیشرز، کراچی)

علامہ ملا معین الدین بن مولانا شرف الدین حاجی ہروی واعظ کاشفی نقشبندی، متوفی، ۹۰۷ھ، لکھتے ہیں:

میفرمودند که مردمِ بدنفس چون خواهند که عیب کسے بر شمارند اول بدیهائے که در ذاتِ ایشان موجود است، بر زبان ایشان جاری می شود چه آن به فهم ایشان نزدیک تر است۔

ترجمہ: عارف نامی مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں بدطینت افراد جب چاہتے ہیں کہ کسی کے عیوب کو ظاہر کریں تو پہل اُن برائیوں سے کرتے ہیں جو خود اُن کی ذات میں موجود ہیں کیونکہ وہ ان کی فہم اور سمجھ سے زیادہ قریب ہیں۔

(رشحات عین الحیات، من نفائسِ انفاسیہ، رشحہ، ۲، ص، ۱۵۱، منشی نولکشور، کانپور)

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بے ادب کا انجام:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وقد تصدی شخص للرد علی الامام ابی حنیفة رضی الله عنه وارضاه، وعمل فی ذلک کراسة، واتی بها الیَ یعرضها علیَ فطردته، ولم اصغ الی قوله، ففارقنی ووقع من سلم بیته، وکان عالیا فانکسر صلبه وخرج زر ورکه من مکانه فهو اوالی الآن مکسور، یبول ویتغوط علی نفسه، نسال الله تعالیٰ العافیة، وقد ارسل لی مرات ان اعوده فلم افعل، ادبا مع الامام ابی حنیفة رضی الله عنه ان اوالی من اساء الادب معه۔

هذا التاویل فی حق الائمة الماضیین، اما الاحیاء فلا اقبل فی احدهم کلاما قط حتی اجتمع بهم، وافاوضه فی ذلک الکلام، فربما نقل الحسدة عنه کلاما باطلا، او حرفوه عن مواضعه، علی خلاف مراده، لیشنوا الغارة علیه عند المتهورین فی دینهم من باب التعصب والباطل، بقصد انهم یطفئون نوره فی البلد، ویابی الله الا ان یتم نوره۔

وهذا الامر قد کثر نقله بین الاقران، وذلک من قلة الورع فی المنطق، فان الورع فی المنطق فی کل زمان اعز من الکبریت الاحمر، وقد کان شیخنا شیخ الاسلام زکریا رضی الله عنه اذا رفع الیه سوال عن احد من علماء العصر یقول: لا اکتب علیه الا ان اجتمعت به وسالته عن مراده، وتارة یقول: ان ثبت ذلک عن قائله بطریق شرعی لا تعصب فیه فالحکم کذا وکذا، انتهی۔

ترجمہ: اور ایک شخص حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے رد کے درپے ہوا۔ اور اس موضوع پر ایک رسالہ لکھ مارا اور مجھ پر پیش کرنے کے لئے لے کر آیا۔ میں نے اسے دھتکار دیا۔ اور میں نے اس کی بات پر کان نہ دھرا۔ اس نے مجھ سے قطع تعلق کر لیا۔ اور وہ اپنے گھر کی سیڑھی سے گر گیا۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ ابھی تک ٹوٹی پڑی ہے۔ اپنے اوپر ہی بول و براز کرتا ہے۔ ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں۔ اور اس نے مجھے کئی بار پیغام بھیجا کہ اس کی تیارداری کروں لیکن میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ادب کرتے ہوئے یہ کام نہ کیا کہ ان کے بے ادب سے دوستی کروں۔ یہ تاویل تو گزشتہ آئمہ کے متعلق ہے۔ رہے وہ جو زندہ ہیں تو ان کے بارے میں کبھی بھی میں کوئی بات قبول نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ ان سے میری ملاقات ہو اور اس کلام کے بارے میں ان سے گفتگو کر لوں۔ کئی دفعہ حاسدین اس سے کلام باطل نقل کر دیتے ہیں یا اس کی مراد کے خلاف اسے اصل مقام سے بدل دیتے ہیں تاکہ تعصب اور باطل طریقے سے اس پر دین میں جرأت کرنے والوں کے پاس ہر سمت سے حملہ کر دیں۔ اس قصد کے ساتھ کہ شہر میں اس کی روشنی بجھا دیں۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ انکار فرماتا ہے مگر اس کا کہ اس کا نور پورا فرما دے۔ اور معاصرین کے درمیان ایسے امر کی نقل کثرت سے ہے۔ اور یہ گفتگو میں پارسائی کی قلت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ ہر دور میں گفتگو میں احتیاط کبریت احمر سے زیادہ قیمتی ہے۔

اور ہمارے شیخ، شیخ الاسلام زکریا رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جب کوئی سوال علماءِ عصر میں سے کسی کے متعلق پیش کیا جاتا تو فرماتے کہ میں اس پر جواب نہیں لکھوں گا مگر جبکہ اس سے میری ملاقات ہو اور اس سے اس کی مراد پوچھ لوں۔ اور کبھی فرماتے کہ اگر یہ اس کے قائل سے بطریق شرعی ثابت ہو جائے جس میں تعصب نہ ہو تو اس کا حکم یوں یوں ہے۔ انتہی۔

(المنن الکبریٰ، الباب الرابع ص، ۱۹۲، ۱۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

باب نمبر ۱

کچھ خطرناک باتیں غیرت کرو:

مولانا محمد بشیر القادری نے لکھا

اعلیٰ حضرت کے مشن نے ہی تمہارے مکروفریب کو ظاہر کیا۔ پیر افغانی جیسے اجہل لوگ پیر نہیں شریر ہیں ولی الرحمٰن نہیں ولی الشیطان ہیں (الفتنۃ الشدیدۃ، ص، ۱۶۴)

ٹائٹل پر الفتنۃ الشدیدۃ پیر سیف الرحمٰن کے دجل وفریب اور گمراہ کن نظریات۔ دیگر فرقوں کیساتھ (الفتنۃ الشدیدۃ)

فرعون نمرود، مرزا قادیانی کیساتھ شامل کیا (الفتنۃ الشدیدۃ، ص، ۲۸)

سیفیہ فتنہ ناریہ (الفتنۃ الشدیدۃ، ص، ۳۰)

کہ سینے، شکم اور دماغ میں فلاں مقام سر ہے فلاں مقام خفی اور فلاں مقام مخفی اور یہ مقام قلب، یہ مقام روح، یہ مقام نفس، یہ مقام قربانی اور یہ مقام سلطانی ہے ایسے لوگ ہرگز ہرگز اہل قلب کہلانے کے مستحق نہیں بلکہ باحسد اور اہل کلب (کتے والے) ہیں اور بسب تقلید طالب دنیا ہیں۔ (الفتنۃ الشدیدۃ، ص، ۹۴)

افغانی پیر اپنے مکروفریب کی وجہ سے دجال ہے (الفتنۃ الشدیدۃ، ص، ۱۶۱)

افغانی پیر تو ولی ہی نہیں اسفاو یا عجبا، افغانی پیر میں تو تنزل ہی تنزل ہے تکبر ہی تکبر ہے تحسّر ہی تحسّر ہے، تجبّر ہی تجبّر ہے۔ (الفتنۃ الشدیدۃ، ص، ۱۶۲)

پیر افغانی کا یہ کہنا کہ میں دیوبندی بھی نہیں ہوں اور بریلوی بھی نہیں ہوں۔ تو ہے کیا؟ چوں چوں کا مربہ نہ مومن نہ کافر۔ (الفتنۃ الشدیدۃ، ص، ۱۶۷)

یہ دیوبندی مولوی سیف الرحمٰن! خارج عن الاسلام ہے کافر و مرتد ہے یہ اہلسنت و جماعت سنی بریلوی حضرات کا پیر اور مقتداء اور راہنما اور پیشوا نہیں بن سکتا۔

(الفتنۃ الشدیدۃ، ص، ۱۶۹)

دیوبندی پیر افغانی کو بریلویوں کے کھاتہ میں ڈال رہے ہیں میں (مفتی عبداللہ قادری قصوری) کہتا ہوں کہ جب پیر افغانی دیوبندی ہے اور دھوکے سے سنی بنا ہوا ہے تو اس چالباز پیر اور مکار امام اور عیار مرشد کو دیوبندی اپنے کھاتے میں ڈالیں۔ (الفتنۃ الشدیدۃ، ص، ۱۶۹)

امابعد:۔ آج اس دور فتن میں کتنے ہی فتنے سر اٹھا رہے ہیں اور انسانی لباس میں بھیڑئے بھولے بھالے سنیوں کو گمراہ کر رہے ہیں اور ہر طرف گمراہی، بے دینی کے سیلاب امڈ رہے ہیں

افغانی جاہل۔ (الفتنۃ الشدیدۃ، ص، ۱۷۰)

پیر افغانی جاہل پیر کے خلیفہ ہیہات ہیہات۔ (الفتنۃ الشدیدۃ، ص، ۱۷۰)

تمام سیفیوں مع پیر مغاں (آتش پرستوں کا پیشوا) کو بھی کھلا چیلنج دیتے ہیں۔ (الفتنۃ الشدیدۃ،ص،۳۴)

تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر مولانا عبدالمقدس جلبی والے نے لکھا

اس زمانے میں بعض جاہل پیر اور بزعم خود مرشدیں پیدا ہوئے ہیں۔ (تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر،ص،۱)

بھیڑ کی شکل میں بھیڑیا کیا لکھتا ہے۔ (تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر،ص،۲۲۶)

بھیڑ کی شکل میں بھیڑیا پیر سیف الرحمٰن اور آپ کے مریدوں کے مذموم عقائد اور باتیں انکی کتابوں سے۔ (تبرید الخاطر فی توضیح ذکر الذاکر،ص،۵۲۴)

دین اسلام کو چاہنے والے کمزور ہوتے رہے اور وہی لوگ اہل سنت سے خارج ہو کر اپنے آپ کو وہابی، دیوبندی، قادیانی، شیعہ، حرکت الانصار، سپاہ صحابہ، الدعوت والارشاد، اہلحدیث، تبلیغی جماعت، مجلس احرار، جماعت اسلامی، حزب اللہ، طاہری، تحریک منہاج القرآن، انجمن سرفروشان اسلام، سیفی وغیرہ کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ جن کی ابتداء ہے خارجیت اور وہابی، دیوبندی، شیعہ، قادیانی اور انتہا ہے دجال ہے۔

نوٹ: جب دجال نکلے گا تو یہ تمام فتنے اس کے ساتھ مل جائیں گے۔ بس جس خوش نصیب مسلمان نے ان فتنوں کو قبول نہ کیا ہو گا تو وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا اس لئے فتنہ دجال سے بچنے کے لئے ان فتنوں سے اجتناب ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ پیارے محبوب ﷺ کے طفیل ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ (صفحہ،۲۳، الفتنۃ الشدیدۃ)

آج کل جس فتنہ کا تذکرہ کثرت سے ہر ایک مسلمان کی زبان پر عام ہے وہ فتنہ ناریہ سیفیہ ہے جس کے بانی نام نہاد پیر سیف الرحمٰن افغانی ہیں، جو مسٹر طاہر القادری کی طرح نہایت مکار، اور گوہر شاہی کی طرح، فریب کار فتنہ سیفیہ ناریہ کے عقائد و نظریات پر مشتمل، کتاب ''ہدایۃ السالکین'' جو کہ خود پیر مکار سیف الرحمٰن کی اپنی لکھی ہوئی ہے جو کہ اب انڈر گراؤنڈ ہو چکی ہے۔ (صفحہ،۳۰، الفتنۃ الشدیدۃ)

اقول: ہم اس سے قبل عرض کر چکے ہیں کہ ھدایۃ السالکین جس کی وجہ سے یہ فتنہ اور فساد ہوا اس کے مصنف پیر سیف الرحمٰن ہیں اور اسی کتاب کے اندر وہ تمام عبارات موجود ہیں جو قابل اعتراض ہیں اور آج فتنہ سیفیہ کے چیلے عوام الناس میں ایک قسم کی الجھن پیدا کرنا چاہتے ہیں اور کر رہے ہیں۔

(صفحہ،۳۲، الفتنۃ الشدیدۃ)

مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوانا ہی انگریزوں کا اصل اور بنیادی مقصد ہوتا ہے جس کے لئے وہ لمبی لمبی رقم ادا کرتے ہیں اور اس رقم سے انگریزوں کے دلارے ایجنٹ بڑے بڑے دار العلوم، مساجد بنا کر اپنی پروفیسری، پیری چمکاتے ہیں؟ (صفحہ،۹، الفتنۃ الشدیدۃ)

اور لوگوں کو من گھڑت بشارات، خواب، الہامات سنا سنا کر اپنے قریب کر کے اپنی پروفیسری، پیری، مجددیت، قیومیت منواتے ہیں۔

(صفحہ،۹، الفتنۃ الشدیدۃ)

انا ربکم الاعلیٰ بولتے اور دعوے خدا ہونے کی دکان کھولتے ہیں۔ جیسے گذرے ہوؤں میں فرعون و نمرود وغیرہما مردود اور آنے والوں میں مرزا قادیانی، کے سوا ایک اور دجال لعین اور جوان سے کم درجہ ہمت رکھتے ہیں کذاب یمامہ و مسیلمہ کذاب ثقیف وغیرہما خبیثوں کی طرح ادعای رسالت و نبوت پر جھکتے ہیں اور ان سے کم مکار کوئی مہدی موعود بنتا ہے کوئی غوث زماں کوئی مجتہد وقت، کوئی قیوم زماں، کوئی چنین و چناں بہرحال اب تو مکار حشرات الارض کی طرح کئی نکل پڑے کھلے اور باطل صریح جھوٹ کے نشان باندھ کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ (صفحہ،۲۸، الفتنۃ الشدیدۃ)

الفتنة الشَّديدة

پیر سیف الرحمٰن کے دجل وفریب اور گمراہ کن نظریات کا ردِّ بلیغ

پروف ریڈنگ:۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ مفتی عبدالحلیم ہزاروی، مہتمم جامعہ غوثیہ

تقریظ سعید:۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفتی اعظم سکھر مولانا محمد حسین قادری رضوی

ناشر:۔۔۔۔۔۔۔۔۔ادارۂ برکاتِ الرضا

(صفحہ،۰، الفتنۃ الشَّدیدۃ)

پیر محمد چشتی صاحب مدظلہ العالی نے تو اس کے عقیدہ وعمل کو غیر اسلامی وغیر شرعی فرمایا تھا۔ جو تمہارے نزدیک پیر صاحب کی تکفیر تھی۔ لیکن میرا جرم کیا تھا؟ حق بیان کیا۔ جو ظلم مجھ پر ہوا اس کو بیان کیا۔ اب پیر صاحب کہتے ہیں کہ میں بغیر شرعی دلیل فتویٰ نہیں دیتا۔ حالانکہ مجھ پر بغیر شرعی وجوہات کے فتویٰ کفر صادر کیا۔

(صفحہ،۹۸، الفتنۃ الشَّدیدۃ)

کیا شیخ الحدیث پیر محمد چشتی مدظلہ العالی نے اس نام نہاد پیر سیف الرحمان کی گرفت غلط کی ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس مردِ مومن نے ان کی گرفت شرعی کر کے شریعت کے ساتھ ساتھ طریقت کی بھی حرمت بچالی۔

کیا خوب کہا کسی نے

حضرت تمہاری چال بھی کتنی عجیب ہے ۔۔۔ رکھتے کہیں ہو پاؤں اور پڑتا کہیں پہ ہے

(صفحہ،۱۲۱، الفتنۃ الشَّدیدۃ)

مولوی ابوداؤد صادق اپنی کتاب خطرہ کا سائرن میں لکھتے ہیں

''پیر سیف الرحمٰن کی باتیں گمراہی سے بھرپور ہیں۔

(خطرہ کا سائرن، ص،۸۱)

''جو نظریات پیر سیف الرحمٰن سرحدی کے متعلق بحوالہ کتاب ''ہدایۃ السالکین'' تحریر کئے گئے ہیں۔ ایسے خیالات اہلسنت کے مطابق ہرگز نہیں ہیں۔ لہٰذا ایسا شخص مقتداء وراہنما ہونے کے لائق نہیں ہے'' (واللہ اعلم بحالہ)

(خطرہ کا سائرن، ص،۹۵)

ایسے شخص کو امام بنانا گناہ اور پیر و مرشد ماننا بھی سخت وشدید قسم کا گناہ''۔

(خطرہ کا سائرن، ص،۸۸)

''پیر موصوف کو سر عام کھلم کھلا توبہ کرنی چاہئے''۔

(خطرہ کا سائرن، ص،۸۹)

الحمدللہ، ہم ملفوظات اعلیٰ حضرت کی وہ عبارت اور سیف الرحمٰن کی اس ملعون عبارت کا موازنہ غیر جانبدار علماء کے ذریعہ کرانے کیلئے ہر جگہ تیار ہیں۔

الفتنۃ الشدیدۃ کے ص،۰ پر بفیضان نظر کرم امام اہلِ سنت احمد رضا محدث بریلوی ﷫ لکھا ہوا ہے مگر آج تک کسی بھی مکتبہ فکر بریلوی حضرات کے کسی فرد نے اعتراض نہیں کیا اور جہاں بھی سیفیوں کے دو چار مرید بنتے ہوئے نظر آتے ہیں وہاں فتنۃ الشدیدۃ دعوت اسلامی والے لیکر پہنچ جاتے ہیں سبحان اللہ۔

الجواب:

سنو! قطب شام علامہ روزگار شیخ عارف باللہ سیدی شیخ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی، نابلسی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۴۳ھ، نے رسالۂ ایضاح الدلالات میں اس سلسلہ میں نہایت نفیس پر از حقائق مقالہ لکھا ہے اس میں تحریر فرمایا ہے۔

اذا ساء فعل المرء ساء ت ظنونه	وصدّق . مایعتاده من توهم
والا فان الکامل لا یعرف الوجود	الا کاملا ولا یری الا الکمال

ترجمہ: جب کسی شخص کے اعمال برے ہوجائیں تو اس کے خیالات بھی برے ہوجاتے ہیں اور وہی شخص اپنے خیالات کو سچ ہی کہتا ہے جبکہ کامل شخص کسی شئے کو ناقص گمان ہی نہیں کرتا اور وہ صرف کمال ہی دیکھتا ہے۔

(ایضاح الدلالات فی سماع الآلات، ص،۶ نسخہ خطی)

کہاں آجکل کے محققوں کی دروغ بافیاں اوران کے فاسد خیالات اور کہاں اہل کمال کا ارشاد اوران کا مبارک طریقہ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔

امام حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

الفَسَادُ: خروج الشيء عن الاعتدال

ترجمہ: فساد کسی چیز کے اعتدال کی حد سے گزر جانے کو کہتے ہیں۔

(معجم مفردات الفاظ القرآن، ص، ۳۹۳، میر محمد کتب خانہ، کراچی)

حضرت علامہ محمد غیاث الدین علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

هر سخن که قابل اعتماد نباشد	آنرا خرافه و خرافات گویند

ترجمہ: ہروہ بات جو نا قابل اعتماد ہو اس کو خرافہ اور خرافات کہتے ہیں۔

(غیاث اللغات، ص، ۲۶۱، میر محمد کتب خانہ آرام باغ، کراچی)

خرافہ کی جمع، فضول باتیں: بیہودہ باتیں، فضول بکواس۔

خواہ افراط کی صورت میں ہو یا تفریط کی، لہٰذا کسی شخص کا ہروہ عمل جو خلاف عدل ہو فساد سے تعبیر کیا جائے گا۔

کیا پیر محمد چشتی کا خط، خطرے کا سائرن، فتنۃ الشدیدۃ، فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، وغیرہ وغیرہ بھی **فساد فی الارض** میں شامل نہیں ہے کہ پڑھنے والے پڑھیں گے کہ اس میں کیا ظلم وزیادتی، بے اصولی، حق تلفی واستیصال، گمراہی وضلالت، شرانگیزی وفتنہ پروری، منافقت ومنافرت، تخریبی وسازشی کاروائیاں اور منفی انداز فکروعمل شامل نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ لَا تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِۙ قَالُوۡۤا اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ

ترجمہ: اور جب کہا جائے انہیں کہ مت فساد پھیلاؤ زمین میں تو کہتے ہیں کہ ہم ہی تو سنوارنے والے ہیں۔ (البقرۃ:۱۱)

پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں ان کے دلوں کی بیمار ہونے کی دلیل پیش کی جارہی ہے۔ وہ دن رات فتنہ وفساد پھیلانے میں اور حق کی شمع بجھانے مین مصروف ہیں اور اگر ان کی فتنہ پردازیوں کی طرف توجہ دلا کرانہیں باز رہنے کو کہا جاتا ہے تو الٹا گھورتے ہیں اور کہتے ہیں آپ ہمیں فسادی کہتے ہیں ہم ہی تو امن واصلاح کے لئے

ہروقت کوشش کررہے ہیں اب جوشخص فساد پھیلانے اور حق کا چراغ گل کرنے کو اصلاح کہنے پر مصر ہو اسکے قلب ونظر کو اگر بیمار نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے۔

اب آپ اپنے گردوپیش پر نظر ڈالئے جتنے نئے فرقے، نئے مذہب، جنم لے رہے ہیں ان کے بانی بھی اصلاح اور قوم کی فلاح کا دعویٰ ہی کرتے ہیں۔لیکن ان کی فتنہ پردازیاں آئے دن جوگل کھلا رہی ہیں ان کے باعث تو قوم کا ذہنی اتحاد بھی پاش پاش ہوتا جارہا ہے اللہ تعالیٰ ان نادان دوستوں یا دانا دشمنوں کے مکروفریب سے امت کو بچائے اور ہمیں توفیق بخشے کہ ہم ان کو پہچان سکیں۔آمین

(تفسیر ضیاء القرآن، ج۱، ص۳۵،۳۶)

حضرت سیدنا شیخ عبدالحق حنفی نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

پس چون باعث دشنام پدر و مادر شد گویا خود دشنام داد و دشنام دادن پدر و مادر بھر وجه که باشد گناه کبیره است زیرا که داخل عقوق است۔

شعر

گرمادرخویش دوست داری		دشنام مکن بمادر من

وازیں جامعلوم شود که هر گه سبب و واسطۂ فسق و فساد گردد نیز فاسق است۔

ترجمہ: کسی کے والدین کو گالی دے کر اپنے والدین کو گالی دلوانے کا سبب ہے اس لیے کہ ماں باپ کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے کیونکہ یہ ان کی نافرمانی میں داخل ہے

شعر

گرمادرخویش دوست داری		دشنام مکن بمادر من

ترجمہ: اگر تو اپنی ماں سے محبت رکھتا ہے تو میری ماں کو گالی نہ دے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ جوشخص فسق وفساد کا ذریعہ بنے وہ بھی فاسق ہے۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۴، ص۱۰۸،۱۰۹، المکتبہ الرشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (آل عمران، آیت ۳۱،۳۲)

ترجمہ: آپ ﷺ فرمایئے (انھیں کہ) اگر تم (واقعی) محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کرو (تب) محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ اور بخش دے گا تمہارے لیے تمہارے گناہ اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے آپ ﷺ فرمایئے اطاعت کرو اللہ کی اور (اس کے) رسول ﷺ کی۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

جب یہود کو اسلام کی دعوت دی گئی تو انھوں نے یہ کہہ کر اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کردیا کہ ہم تو پہلے ہی محبت الٰہی سے سرشار ہیں اور اس کے لاڈلے فرزند ہیں۔ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ کسی نئے نبی کی اُمت میں داخل ہونے کی زحمت گوارا کریں۔سابقہ آیات میں قرآن نے اُن کے بُرے اعمال اور رذیل عادات کا ذِکر فرمایا۔ایسی ناپسندیدہ حرکات کے باوجود وہ خدا کی دوستی کا دم بھرا کرتے۔ان آیات میں اُنھیں تنبیہ فرمائی جارہی ہے کہ محبت الٰہی کا دعویٰ

بغیر دلیل قابلِ التفات نہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ رسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کرو۔ اگر تم نے دل وجان سے اس رسُول کریم ﷺ کی اطاعت کی تو تمہارا دعویٰ محبت بھی دُرست تسلیم کرلیا جائے گا۔ اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی ایک سب سے بڑی نعمت سے بھی سرفراز کیے جاؤ گے یعنی تمھیں محبوب الٰہی ہونے کا شرف بخشا جائے گا۔ اور تمھارے اعمال نامہ کی سیاہی کو رحمت اور مغفرت کے پانی سے صاف کردیا جائے گا۔ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء کی عظمتِ شان اور جلالتِ قدر کا کیا کہنا۔ جس کی غلامی یہود جیسی راندۂ درگاہ اور ذلیل قوم کو بھی اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا سکتی ہے۔ اور اُس کے گھناؤنے کرتوتوں کی بخشش کا سبب بن سکتی ہے۔ اگر اُمت مسلمہ اتباعِ حبیب خدا ﷺ کو اپنا شعار بنالے اور سنتِ سرورِ کائنات ﷺ کے سانچے میں اپنی سیرت کو ڈھال لے تو کیا یہ محبوبیت کی خلعت فاخرہ سے نوازی نہیں جائے گی؟ حیاء کا سر ندامت کے بوجھ سے اُٹھ نہیں سکتا جب ہم اللہ تعالیٰ کی محبت کے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں اور عمل کی دُنیا میں رسُولِ کریم ﷺ کی سُنت سے انحراف کیے ہوتے ہیں۔ کیا اچھا کہا ہے کسی شاعر نے

لو كان حبک صادقا لاطعته		ان المحب لمن يحب مطيع

ترجمہ: اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اپنے محبوب کی اطاعت میں سرگرم ہوتا۔ کیونکہ محب تو ہمیشہ اپنے محبوب کا مطیع ہوا کرتا ہے۔

اِس آیت میں بھی دعوتِ اسلام قبول کرنے والوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ تم اللہ ﷻ اور اُس کے رسُول ﷺ کی اطاعت کرو۔ آج کل بعض لوگ اِس تحریک کو بڑی سرگرمی سے چلا رہے ہیں کہ ہمیں صرف قرآن کا اتباع کرنا چاہیے۔ سُنّتِ نبوی کی پیروی کی ضرورت نہیں حیرت ہوتی ہے کہ قرآن کے احکام کا اتباع کرنے کے دعوی کے ساتھ وہ اِنکارِ سُنّت کی کیسے جرأت کرتے ہیں۔ کیا قرآن نے ہی بے شمار مقامات پر نہایت واضح اور زوردار انداز میں یہ حکم نہیں دیا کہ اللہ تعالیٰ کے اس رسُول برحق ﷺ کی اطاعت کرو۔ اُس کا حکم مانو اور اُس کے اُسوۂ حسنہ کو اپناؤ۔ تو گویا حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری قرآن سے کوئی الگ چیز نہیں۔ بلکہ قرآن ہی کی بے شمار آیات کی تعمیل ہے۔ اگر آپ سنت نبوی ﷺ کی پیروی سے انکار کریں گے تو آپ نے صرف سنت کا ہی انکار نہیں کیا بلکہ قرآن کی بے شمار آیات کا انکار کردیا۔ اِتباعِ رسُول ﷺ اور اطاعت رسول ﷺ کسے کہتے ہیں؟ یہ بتادینا ضروری ہے تاکہ کوئی لفظی ابہام راہِ راست سے منحرف کرنے کا باعث نہ بنے۔ امام ابوالحسن آمدی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اتباع'' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ **الاتباع فی الفعل هو التأسی بعينه و التأسی ان تفعل مثل فعله علی وجهه من اجله:** کسی کے فعل کے اتباع کا یہ معنی ہے کہ اس کے اس فعل کو اس طرح کیا جائے جس طرح وہ کرتا ہے اور اس لیے کیا جائے کیونکہ وہ کرتا ہے۔ اور امام آمدی رحمۃ اللہ علیہ اطاعت کے مفہوم کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **و من اتی بمثل فعل الغير علی قصدِ اعظامه فهو مطيع له:** جب کوئی شخص کسی دُوسرے کی عزّت و احترام کے باعث بعینہٖ اس کے فعل کی طرح کوئی فعل کرے تو وہ اس کا مطیع کہلاتا ہے۔ اتباع واطاعت رسالت مآب ﷺ کے متعلق جو حکم قرآن نے ہم کو دیا ہے (جس کی اطاعت وہ بھی فرض سمجھتے ہیں) اس کی تعمیل کی صرف یہی صورت ہے کہ ہم حضور ﷺ کے افعال کو بالکل اسی طرح ادا کریں جیسے حضور ﷺ نے ادا فرمائے اور صرف اس لیے ادا کریں کہ یہ افعال اس ذاتِ اطہر واقدس سے ظہور پذیر ہوئے ہیں جو جمال وکمال کا وُہ پیکر ہے جس سے حسین وجمیل تر کا تصور تک ممکن نہیں۔ کاش! ہم قرآن کے الفاظ کو اپنی من گھڑت تاویلات کا اکھاڑہ بنانے سے باز رہیں اور اس آیت کے آخر میں اِتباع واطاعتِ رسُول ﷺ سے رُوگردانی کرنے والوں کو جن الفاظ سے یاد کیا گیا ہے اس پر غور کریں

(ضیاء القرآن: ص، ۲۲۲، ۲۲۳)

أَخبرنا مَالِكٌ، عَنِ ابنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بنِ حُسَيْنٍ، يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ قَالَ مُحَمَّدٌ: هَكَذَا يَنْبَغِي لِلْمَرْءِ الْمُسْلِمِ أَنْ يَكُونَ تَارِكًا لِمَا لَا يَعْنِيهِ۔

ترجمہ: حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے ہمیں خبر دی کہ ہمیں ابن شہاب علیہ الرحمہ نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے خبر دی وہ حضرت تاجدار رسالت ﷺ کی طرف سے بیان فرماتے ہیں۔

کہ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی کے حسنِ اسلام کی یہی دلیل کافی ہے کہ وہ بیہودہ باتوں سے پرہیز کرے۔ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ہر مسلمان کیلئے یہی مناسب ہے کہ وہ بیہودہ گفتگو کو ترک کردے۔

(موطاامام محمد، باب فضل الحیاء، رقم الحدیث: ۹۴۹،ص، ۳۳۴، المکتبۃ العلمیہ، بیروت) مؤطاامام محمد ۵۴۳

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

پس رعایتِ ادبی واجتناب از مکروھی اگرچه تنزیھی باشد فکیف که تحریمی بمراتب از ذکر وفکر ومراقبه وتوجه بهتر باشد آرے این امور باین رعایت واجتناب اگر جمع کند "فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا" وبدونه خرط القتاد۔

ترجمہ: لہٰذا ایک مستحب کی رعایت اور مکروہ سے بچنا، اگرچہ تنزیہی ہی ہو اور مکروہ تحریمی تو بطریق اولیٰ کئی مرتبے ذکر فکر اور مراقبہ اور توجہ سے بہتر ہے ہاں ہاں اگر یہ امور اس رعایت اور اس اجتناب کے ساتھ جمع کرے تو عظیم کامیابی حاصل کرلی۔ اس کے بغیر خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ اول، مکتوب، ۲۹،ص، ۶۷، مکتبہ امدادیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمہ متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

بگفتا فلانے چه بد می کند		نه بامن که بانفس خود می کند

ترجمہ: کسی نے کہا فلاں برا کر رہا ہے (ٹھیک ہے کرتا رہے) کیونکہ میرے ساتھ نہیں بلکہ اپنی ذات کیساتھ برا کر رہا ہے

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ، دوم، مکتوب، ۱۰۷،ص، ۱۰۸، مکتبہ امدادیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی حنفی علیہ الرحمہ متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

حضرت سیدنا شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا:

برادر ز کار بدان شرم دار		که در روئے نیکان شوی شرمسار
ترا خود بماند سر از ننگ پیش		گرت برا ید عملهائے خویش

ترجمہ: اے میرے بھائی برے کاموں سے شرم کرو، ورنہ نیک لوگوں کے سامنے شرمسار ہوگے۔

تیرا سر شرم سے نیچا رہے گا جب تیرے اپنے اعمال ظاہر ہونگے۔

(تفسیر روح البیان، ج، ۴،ص، ۳۶۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت شیخ المشائخ شیخ عبدالاحد علیہ الرحمہ کے مرشد کریم حضرت سیدنا قطب الاقطاب شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

شعر

تا نسوزی بر نیاید بوئے عود		پختہ داند ایں سخن بر خام نیست

ترجمہ: جب تک تو جلے گا نہیں عود کی خوشبو تجھ سے نہیں آئے گی جو راز دان ہیں وہی اس بات کو جانتے ہیں نادانوں کو اس کا علم نہیں۔

(مجموعہ خطوط مکتوبات قدوسیہ، ص، ۴۳۵)

بیت

سر باز ہمچو مردان داری اگر سرے		ورنہ بکنج خانہ بنشیں چو بیوہ زن!

ترجمہ: اگر سر ہے تو مردان حق کی طرح سر پر کھیل جا، ورنہ بیوہ عورت کی طرح گھر کے کونے میں بیٹھ جا۔

بیت

گر مرد راہ عشقی جاں راھدف بساز		از تیر رو مگر داں واز تیغ دم مزن

ترجمہ: اگر تو عشق کا مرد میدان ہے تو جان قربان کردے اور تیر و تیغ سے نہ ڈر۔

(مجموعہ خطوط مکتوبات قدوسیہ، ص، ۳۴۰)

بیت

گر عشق مے بازی دلا پروانہ بر شو نے مگس		لائے آتش چرخ زن پرواز بر حلوہ مکن

ترجمہ: اگر تو عشق بازی کرتا ہے تو پروانہ بن کر آگ میں جل جا لیکن مکھی کی طرح حلوے کے گرد چکر نہ لگا۔

(مجموعہ خطوط مکتوبات قدوسیہ، ص، ۳۰۰)

حضرت سیدنا مولانا شیخ المشائخ علامہ شہاب الدین نقشبندی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

حضرت عبدالخالق غجدوانی رحمہ اللہ فرمودہ اند کہ ھر کہ درویشان را نظر کند بہ چشم حقارت تا کر کیں نہ شود از دنیا نہ رود۔

ترجمہ: حضرت قطب الارشاد خواجہ عبدالخالق غجدوانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جو کوئی درویشوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے، جب تک وہ ذلیل نہ ہو جائے، دنیا سے نہیں جاتا۔

(آگاہی سید امیر کلال، ص، ۳۲، سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد)

حضرت سیدنا و مولانا شیخ المشائخ علامہ شہاب الدین نقشبندی، علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

و تا بتوانید ھیچ آفریدہ را بہ چشم حقارت نہ کنید شاید کہ او را بہ نزدیک حق سبحانہ و تعالی مرتبۂ از شما نزدیک تر باشد۔

ترجمہ: اور جہاں تک ہو سکے کسی مخلوق کو حقارت کی آنکھ سے مت دیکھو، شاید کہ اسے حق سبحانہ و تعالیٰ کے ہاں تم سے زیادہ قربت کا مقام حاصل ہو۔

گر آفتاب ملک و گر سایۂ اله		درهیچ کس به چشم حقارت مکن نگاه
خواهی که چشم اهل دلے بر تو اوفتد		افتاده باش در ره غربت چو خاک راه

ترجمہ: خواہ تو جہاں کا سورج ہے اور خواہ ظل الٰہی (پھر بھی) کسی آدمی کو حقارت کی نظر سے مت دیکھ۔

اگر تو یہ چاہتا ہے کہ کسی صاحب دل کی تجھ پر نگاہ ہو جائے تو پھر غربت (عاجزی) کے راستے میں خاک کی طرح گرا پڑا رہ

(آگاہی سید امیر کلال، ص، ۱۰۳، سندھ یونیورسٹی، حیدر آباد)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

یاداود قل لبنی اسرائیل: لایقعوا فی أعراض الناس فان الوقیعة فیهم تزید القلب عمیا وموتا طوبی لمن نظر فی عیب نفسه فأصلحه۔

ترجمہ: اے داود علیہ السلام! بنی اسرائیل سے فرمادیں کہ لوگوں کی عزتوں میں نہ پڑیں، کیونکہ ان کی عزتوں پر حملہ کرنے سے دل اندھا اور مردہ ہو جاتا ہے۔ اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جو اپنی ذات میں عیب دیکھتا ہے تو اس کی اصلاح کرتا ہے

(تنبیہ المغترین أواخر القرن العاشر علی ما خالفوا فیہ سلفھم الطاھر، ص، ۲۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

یاداؤد کم من لسان فصیح أخرسته عن النطق بالشهادة عند الموت لکثرة وقیعته فی الناس۔

ترجمہ: اے داود علیہ السلام! کتنی ہی فصیح زبانیں ہیں جن کو میں موت کے وقت کلمہ شہادت سے گونگی کر دیتا ہوں کیونکہ وہ لوگوں کی عزتوں کے پیچھے پڑتے ہیں۔

(تنبیہ المغترین أواخر القرن العاشر علی ما خالفوا فیہ سلفھم الطاھر، ص، ۲۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمۃ، متوفی، ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

اتفق الشراح أن المراد بالعافیة الصحة وهذه عبارة الطیبی: وأنما کانت العافیة أحب لأنها لفظة جامعة لخیر الدارین من الصحة فی الدنیا والسلامة فیها وفی الأخره، لان العافیة أن یسلم من الأسقام والبلایا وهی الصحة عند المرض۔ وهو کذلک فی نفوس العامة والحال أنه لیس علی ظاهره بل التحقیق أن المراد بالعافیة السلامة من البلاء فی أمر الدین سواء یکون معه صحة البدن، ام لا قال ابن عطاء الله رحمه الله دخل رجل علی سیدی الشیخ أبی العباس المرسی وکان به ألم فقال ذلک الرجل عافک الله یا سیدی، فسکت ولم یجاوبه ثم أعاد الکلام فقال: انا ما سألت الله العافیة قد سألته العافیة، والذی أنا فیه هو العافیة وقد سأل رسول الله صلی الله علیه وسلم العافیة وقال ما زالت أکلة خیبر تعاودنی فالآن قطعت ابهری وأبو بکر سأل العافیة ومات مسموماً، وعمر سأل العافیة ومات مطعوناً، وعثمان سأل العافیة ومات مذبوحاً، وعلی سأل العافیة ومات مقتولاً فاذا سألت الله العافیة فسله العافیة من حیث یعلم أنها لک عافیة ونقل عن الشبلی أنه متی رأی واحداً من ابناء الدنیا فقال اسأل الله العافیة والصواب أن یقال العافیة دفع العفاء، وهو الهلاک والمراد هنا أن یکون للرجل کفاف من القوت وقوة للبدن علی العبادة واشتغال بأمر الدین علماً وعملاً وترک ما لا خیر فیه ولا ضرورة الیه، ولا کلمة اجمع لذلک من لفظ العافیة ومن ثم لما سأله صلی الله علیه وسلم عمه العباس أن یعلمه دعاء یدعو به اختار لفظها فقال: یا عم انی أحبک سل الله العافیة فی الدنیا والآخرة۔

ترجمہ: عافیت کیا ہے؟ تمام شراح کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عافیت سے مراد صحت ہے یہ حضرت سیدنا امام طیبی علیہ الرحمۃ کی عبارت ہے اور عافیت اس لئے اس کے

ہاں محبوب ترین ہے کہ یہ ایک ایسا لفظ ہے جو دنیا و آخرت کی تمام خیر اور سلامتی کے لئے جامع ہے، جیسے دنیا میں صحت اور دنیا اور آخرت کی سلامتی وغیرہ اس لئے کہ عافیت یہ ہے کہ انسان امراض وشدائد سے محفوظ ہو جائے اور یہی معنی مرض کے وقت صحت کا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ اپنے ظاہر پر محمول نہیں بلکہ تحقیقی بات یہ ہے کہ عافیت سے مراد دین کے معاملہ میں مصیبت سے حفاظت وسلامتی ہے اس کے ساتھ جسم کی صحت ہو یا نہ ہو۔ ابن عطاء علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص میرے آقا شیخ ابوالعباس مرسی علیہ الرحمہ کے پاس اس وقت آیا جب میرے شیخ کسی درد میں مبتلا تھے اس شخص نے کہا: ''عافاک اللہ یا سیدی'' اس پر میرے شیخ خاموش رہے اور اسے کوئی جواب نہ دیا۔

اس شخص نے دوبارہ یہ کہا تو میرے شیخ نے اسے فرمایا: میں نے جسم کی سلامتی اللہ عزوجل سے نہیں مانگی بلکہ میں نے دین کی سلامتی کی دعا مانگی ہے اور یہ سلامتی مجھے نصیب ہے۔ حضرت امام الانبیاء تاجدار حرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا مانگی ہے اس کے باوجود فرمایا: خیبر کے زہریلے کھانے کا اثر بار بار آرہا ہے اور اب تو اس نے میری رگ جان کو کاٹ ڈالا۔

حضرت سیدنا امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی عافیت کی دعا مانگی حالانکہ زہر کی وجہ سے شہید ہوئے۔ امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی عافیت کی دعا مانگی لیکن نیزہ مار کے شہید کئے گئے حضرت سیدنا امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کی حالانکہ ذبح کئے گئے۔ حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) نے بھی اللہ عزوجل سے عافیت مانگی حالانکہ شہید کئے گئے لہذا جب تم اللہ عزوجل سے عافیت مانگو تو جو اللہ کے ہاں آپ کے لئے عافیت ہے وہ مانگو۔

حضرت سیدنا امام شبلی علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ وہ جب کسی دنیادار کو دیکھتے تو فرماتے: میں اللہ تعالیٰ سے عافیت کا خواستگار ہوں۔

صحیح بات یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ عافیت ''عفاء'' کو دور کرنے کا نام ہے اور ''عفاء'' ہلاکت کو کہتے ہیں اور یہاں پر مراد یہ ہے کہ انسان کے پاس ضرورت کی غذا ہو، عبادت کرنے کے لئے جسم میں قوت ہو۔ دین کے ساتھ علم وعمل کے اعتبار سے مشغولیت ہو جس چیز میں خیر نہ ہو یا اس کی ضرورت نہ ہو، اس کو ترک کر رہا ہو، ان سب کے لئے عافیت سے بڑھ کر کوئی اور جامع لفظ نہیں یہی وجہ ہے کہ جب سرکار دو عالم ﷺ سے ان کے چچا حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے یہ درخواست کی کہ مجھے ایسی دعا سکھایئے جو میں اللہ عزوجل سے مانگتا رہوں تو آپ ﷺ نے ''عافیہ'' کے لفظ کو اختیار فرمایا اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے فرمانے لگے چچا! میں آپ سے محبت کرتا ہوں اللہ سے دنیا و آخرت میں عافیت طلب کرنا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج،۵،ص، ۱۲۴، ۱۲۵، مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

اذا کان شکر نعمة الله نعمة	علی له فی مثلها یجب الشکر

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرنا بھی مجھ پر ایک نعمت ہے تو اس کا شکر مجھ پر واجب ہے۔

فکیف بلوغ الشکر الا بفضله	وان طالت الایام واتسع العمر

ترجمہ: انسان صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی شکر کے حق تک پہنچ سکتا ہے اگرچہ زمانہ طویل ہو اور عمر لمبی ہو جائے

اذا مس بالنعماء عم سرورها		و ان مس بالضراء اعقبه الاجر

ترجمہ: جب انسان کو اللہ تعالیٰ کسی نعمت سے نوازے تو خوشی حاصل ہوتی ہے، اور اگر آزمائش میں مبتلا کردے تو اس پر اللہ تعالیٰ اجر دیتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۹، ص۸۲ ۴، مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ)

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

شیخ الاسلام گفته که من با بو الحسن سمعون نه نیکم که اُستادِ من خضرے را مے رنجانیده وهر که پیرِ ترا رنجه دارد و تو ازوے رنجه نباشی سگ به از تو بود

ترجمہ: حضرت سیدنا شیخ الاسلام خواجہ ابو اسمعیل عبد اللہ انصاری علیہ الرحمۃ نے کہا کہ میں حضرت سیدنا ابوالحسن سمعون علیہ الرحمۃ کے ساتھ اچھا نہیں ہوں کیونکہ وہ میرے استاد حضرت سیدنا شیخ المشائخ خضر علیہ الرحمۃ کو رنج پہنچاتا تھا اور جو شخص تیرے پیر کو رنج پہنچائے اور تو اس سے رنجیدہ نہ ہو تو کتا تجھ سے بہتر ہے۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر سوم، مکتوب ۵۵، ص۹۰، گارڈن ویسٹ، کراچی)

حضرت سیدنا قیوم چہارم حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۱۱۴ھ، لکھتے ہیں:

عزیزے گفتہ

ایک عزیز نے کہا ہے!

تو بعلمِ ازل مرا دیدی		دیدی آنگه بعیب بخریدی
تو بعلم آں من بعیب همان		رَد مکن آنچه خود پسندیدی

ترجمہ: (اے اللہ ﷻ!) تو نے مجھے (اپنے) ازلی علم سے دیکھا، تو نے دیکھا اور اس وقت (میرے) عیب کے باوجود (مجھے) خرید لیا تو اسی علم کے ساتھ ہے اور میں اسی عیب کے ساتھ ہوں، (اب) اس کو رد مت کر جس کو تو نے خود پسند فرمایا ہے۔

(وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول (۱۱۱۵ھ) یعنی مکتوبات شریف از حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی، حصہ دوم، مکتوب ۳۴، ص۴۰۱، سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد)

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا کہ نفلی نماز و روزہ و اعتکاف بہتر ہے یا اہل بدعت کا رد تو آپ نے فرمایا کہ اہل بدعت اور گمراہیوں کا رد ہر عمل سے بہتر اور مقدم ہے حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ گمراہیوں کا رد کیا کرتے تھے۔ انہیں کا (اما تحدثنا) کیوں ان باتوں کی بجائے احادیث بیان نہیں فرماتے تو آپ نے فرمایا: کلامی فی اهل البدعة احب الی من عبادة سبعین سنة ، میرا اہل بدعت کے رد میں بیان کرنا ستر سالوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ حق بات کا چھپنا حرام اور چھپانے والا گونگا شیطان ہے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں ہیں کہ۔ الساکت عن الحق شیطن آخرس، حق سے سکوت کرنے والا گونگا شیطان ہے۔ وقال علیه الصلوٰۃ والسلام اذکرو الفاجر بما فیه، تم بیان کرو فاجر کا جس میں وہ مبتلا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ اس قسم کے عیوب کا بیان کرنا شرعاً واجب ہے اور بعینہ یہی حسن خلق ہے اور بس اور اگر کوئی شخص خود کو صوفی کہتا ہو اور فخر موجودات سرور کائنات ﷺ کی سنت کی پیروی نہ کرتا ہو تو وہ شخص صوفی نہیں بلکہ کاذب و شیطان ہے۔

محال است سعدی که راه صفا		تو ان رفت جز در پئ مصطفیٰ

ترجمہ: سعدی اس راہ صفا میں نبی کریم ﷺ کی پیروی کے بغیر چلنا ناممکن ہے۔

اب اگر معترضین کا مطلب یہ ہو کہ کسی شخص کو گونگا شیطان بنادے اور تمام گمراہ فرقوں سے صلح کلی اختیار کر کے بغض فی اللہ کو ترک کر دے تو تصوف اگر یہی چیز ہے تو (کلا وحاشا) ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ یہ صریح گمراہی بولہبی اور ضلالت ہے اور اگر عیب کے بیان اور بد اخلاقی سے مراد یہ ہو کہ ایک صحیح العقیدہ مسلمان کی بشری کمزوری کے سبب اگر ضرر متعدی نہ ہو اس کے عیبوں کا بیان کرنا اچھا نہیں ہے۔ تو ٹھیک (مسلم) ہے لیکن حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کی عادت مبارکہ بالکل ایسی نہیں ہے۔ بلکہ بدعقیدہ اور گمراہ فرقوں کی گواہی سے بچانے کے لیے مسلمانوں کو سمجھاتے ہیں اور ان کے عقیدوی عیبوں کو واضح اور کھول کر بیان فرماتے ہیں اور یہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور مامور بہ اور اعلیٰ عبادت ہے۔ اس طرح یہ ناقص پیر کی جس کے اندر شیخیت کی صفات نہ ہوں۔ جیسے کتابوں میں مثلاً مکتوبات امام ربانی رضی اللہ عنہ فتوح الغیب از حضرت غوث صمدانی رضی اللہ عنہ عوارف المعارف از شیخ شہاب الدین سہروردی اور ارشاد الطالبین از قاضی ثناء اللہ پانی پتی (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) نے لکھا ہے اور خدا کے طالبوں کی استعداد کو تباہ اور ان کی قیمتی عمروں کو ضائع کرتے ہیں ان کا شکار ہونے سے بچاتے ہیں۔ یہ بھی عبادت اور ایک فرضی ذمہ داری ہے۔

حضرت معارف آگاہی مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

دست ناقص دست شیطان است و دیو		زان که اودو دام تکلیف است و دیو

ترجمہ: ناقص پیر کا ہاتھ شیطان اور دیو کا ہاتھ ہے۔

اور حضرت خواجہ عزیزان علی رامتینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

باهر که نشستی و نشد جمع دلت		و ز تو نرمید صحبت آب وگلت
زینها در صحبتش گریزان می باش		ورنه نکند روح عزیزان بحلت

ترجمہ: ہر وہ شخص کہ جس کے ساتھ تم صحبت مجلس کرتے ہو اور اس کی صحبت میں تمہیں حیات قلبی وروحی وسری وخفی واخفی حاصل نہ ہو اور تمہارا نفس امارہ مطمئن نہ ہو اور عناصر اربعہ (آگ ہوا، (پانی اور مٹی) اعتدال پر نہ آئیں اور ان کی صفات رذیلہ سے تمہیں نجات حاصل نہ ہو تو اس طرح کے لوگوں (ناقص پیروں) کی صحبت سے دور بھاگو ورنہ (اے طالب) تجھے میری روح نہیں بخشے گی۔

(سوط العذاب علی دجل الکذاب، ص، ۲۰۹، تا ۲۱۱)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

گر خود همه بیداد کند هیچ مگوئید		تهذیبِ دلارام به از ذلِ شفاعت
اگر تو زخم زنی به که دیگرے مرهم		دگر تو زهر دهی به که دیگرے تریاق
زانکه از عاقل جفائے گر رود		از وفائے جاهلاں آں به بود

ترجمہ: کیونکہ اگر عقل مند کے ہاتھ سے ظلم بھی ہو جائے تو وہ جاہلوں کی وفا سے بہتر ہے (جس کی دلیل یہ ہے)

عاقل آرد معرفت رادر میان		جاهل آرد معرفت را برزبان

ترجمہ: عقل مند تو (تجربہ و) شناخت کو عمل میں لے آتا ہے اور جاہل شناخت کی باتوں کو صرف زبان پر رکھتا ہے، (عمل میں نہیں لاتا)۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۶۰۶)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ متوفی ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

در نیابد حالِ پخته هیچ خام		پس سخن کوتاه باید و السلام

ترجمہ: کوئی ناقص (آدمی) کامل کا حال معلوم نہیں کرسکتا۔ پس قصہ کوتاہ کردینا چاہئے اور (ہمارا) سلام ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص ۴۱)

باب نمبر ۱۱

سوال: (۹) بطورِ اعتراض مفتی مسلک اعلیٰ حضرت محمد بشیر القادری کراچی والے کا دعویٰ:

دیوبندیوں بریلویوں کے متعلق لکھا کہ ''بریلوی اور دیوبندی حضرات تو بہت سارے مسائل میں افراط وتفریط کا شکار ہیں تو میں کس طرح صراط مستقیم اور حنفی مذہب کو چھوڑ کر اپنے آپ کو افراط وتفریط میں داخل کروں۔ اسی بناء پر میں سنی حنفی ہوں۔ اور بریلوی دیوبندی نہیں ہوں۔'' صفحہ ۸۳ پیر صاحب نے اعلیٰ حضرت پر اس عبارت میں الزام لگایا کہ ان کا مسلک افراط وتفریط ہے۔ اب دیوبندیوں کا افراط وتفریط تو تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، حفظ الایمان، براہین قاطعہ، تحذیر الناس اور فتاویٰ رشیدیہ نامی کتابوں سے ظاہر ہے کہ ان میں وہ عبارات موجود ہیں جن میں نبی کریم ﷺ کی توہین وگستاخی پائی جاتی ہے۔

اعلیٰ حضرت کی کس کتاب میں حنفی مذہب کے خلاف اور افراط وتفریط پائی جاتی ہے۔ ذرا سیفی اولیاء اور پیر صاحب اس کتاب کا نام بتائیں؟ جس میں افراط وتفریط ہے؟ الحمد للہ قیامت تک ایسی کوئی عبارت نہیں بتا سکتے۔

(صفحہ ۱۰۰، الفتنۃ الشدیدۃ)

جواب:

مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے تیرا چھوٹا منہ اور بڑی بات:

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

اختلاف سوائے قرآن عظیم سب کتب کو شامل ہے نہ اس سے ہدایہ، درمختار مستثنیٰ، نہ فتوحات ومکتوبات وملفوظات۔ اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل فتاویٰ فقیر میں ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج، ۲۶، ص، ۵۷۶، ۵۷۷، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

مولانا بشیر القادری اگر بات سمجھ آگئی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ پڑھو آگے۔

باب نمبر ۱۲

قیوم جہاں کفر است:

سوال:(۱۰) اعتراض: دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔

غیر خدا کو قیوم جہاں کہنے پر علماء نے تکفیر کی ہے۔ (فہارس فتاویٰ رضویہ) (فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص،۲۹)

اصل عبارت نمبر ۱:

لفظ قیوم (یعنی قیوم جہاں) مخلوق کے لیے استعمال کرنا کفر ہے۔ امام اہل سنت (اعلیٰ حضرت) نے بھی کافر لکھا:

اقول ابقا که حی قیوم عز جلاله میکند عند المحققین وجودی باشد اما بناء علی مذهب امام اهلسنت القاضی ابی بکر الباقلانی والامامین امام الحرمین والرازی ان البقاء عین الوجود لاامر زائد علیه فالابقاء هو الایجاد واما بناء علی مذهب ائمة الکشف والشهود من تجدد الامثال فی کل شئی حتی الجواهر فیکون الابقاء ایجاد الامثال کل حین ولهذا چنانکه اطلاق باری وخالق بر غیر او سبحنه نیست اطلاق قیوم نیز نتوان شد بلکه علماء برو تکفیر کرده اند در مجمع الانهر فرمود اذا وصف الله بما لا یلیق به اونسبه الی الجهل اوالعجز اوالنقص او اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق نحو القدوس والقیوم والرحمن وغیرها یکفر۔ (ملخصا)

اقول (میں جواب میں کہتا ہوں) ابقا (باقی رکھنا) حی وقیوم (جل جلالہ) کا فعل ہو تو محققین کے نزدیک وجودی ہے، اس لئے کہ امام اہلسنت قاضی ابو بکر باقلانی اور امام الحرمین اور امام رازی کے مذہب پر بقاء عینِ وجود کا نام ہے اور وجود سے زائد کسی صفت کا نام نہیں ہے، لہٰذا باقی رکھنا، یہ ایجاد ہوگا جو کہ وجودی ہے، لیکن ائمہ کشف وشہود کے مذہب پر، بقاء، ہر چیز کی امثال کے تجدد کا نام ہے، لہٰذا ابقاء، اس معنی میں ہر چیز حتی کہ جواہر کی امثال کو ہر لحہ، ایجاد، کرنے کا نام ہے۔

اس لئے جس طرح باری اور خالق جیسی صفات کا اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور کے لئے اطلاق جائز نہیں اسی طرح قیوم کا اطلاق بھی غیر کے لیے جائز نہیں، بلکہ اس کا غیر اللہ پر اطلاق علمائے کرام کے ہاں کفر ہے، مجمع الانہر میں فرمایا کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کی شایانِ شان نہ ہو یا جہالت، عجز اور نقص کی نسبت اس کی طرف کرنا، یا وہ صفات جو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں ان کا مخلوق پر اطلاق کرنا جیسے قدوس، قیوم، رحمٰن وغیرہا صفات ہیں، تو یہ کفر ہے۔

(مجمع الانہر، شرح ملتقی الابحر باب المرتد ثم ان الفاظ الکفر، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۰)

اینجا احتیاط عظیم باید کہ بعض مردم بایں مبتلا شدہ اند والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: لہٰذا یہاں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، بعض لوگ اس بے احتیاطی میں مبتلا ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(فتاوٰی رضویہ، ج،۱۳،ص،۵۶۶،تا،۵۶۸،رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

سوال: (۱۱) عبارت نمبر ۲:

یوہیں فقہائے کرام نے قیوم جہاں غیر خدا کو کہنے پر تکفیر فرمائی۔ مجمع الانہر میں ہے:

اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق (جل وعلا) نحو القدوس والقیوم والرحمن وغیرھا یکفر۔ اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ترجمہ: اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی صفات مختصہ میں سے کسی صفت کا اطلاق مخلوق پر کرے، مثلاً اسے قدوس کے یا قیوم یا رحمٰن کہے تو کافر ہو جائے گا اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر، باب المرتد ثم ان الفاظ انواع، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱/ ۶۹۰) (فتاوٰی رضویہ، ج،۱۵،ص،۲۷۹، ۲۸۰، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

سوال: (۱۲) عبارت نمبر ۳:

ہماری نظر میں ہیں وہ کلمات جو اکابر اولیاء سے گزر کر اکابر علماء معتمدین مثل امام ابن حجر مکی وملا علی قاری وغیرہما کی کتب مطبوعہ میں پائے جاتے ہیں، اور ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ الحاقی ہیں، ایک ہلکی نظیر علی قاری کی شرح فقہ اکبر صفحہ ۷۴ پر ہے:

ماسمی بہ الرب نفسہ وسمی بہ مخلوقاتہ مثل الحی والقیوم والعلیم والقدیر۔

ترجمہ: نام جو کہ رب تعالیٰ نے اپنے لئے اور مخلوق کے لئے مقرر فرمائے وہ مثل حی، قیوم، علیم، قدیر ہیں۔

(منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر، اللہ سبحانہ اوجد المخلوقات، مصطفی البابی مصر، ص ۳۹)

اس میں مخلوقات پر قیوم کے اطلاق کا جواز ہے حالانکہ ائمہ فرماتے ہیں کہ غیر خدا کو قیوم کہنا کفر ہے۔

مجمع الانہر میں ہے:

اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق نحو القدوس والقیوم والرحمن وغیرھا یکفر۔

ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ کے مخصوص ناموں میں سے کسی نام کا اطلاق مخلوق پر کرے، جیسے قدوس، قیوم اور رحمن وغیرہ تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(مجمع الانھر، شرح ملتقی الابحر ثم ان الفاظ الکفر انواع داراحیا التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۰)

اسی طرح اور کتابوں میں ہے۔ حتی کہ خود اسی شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۴۵ میں ہے:

من قال لمخلوق یا قدوس او القیوم او الرحمن کفر۔

ترجمہ: جو کسی مخلوق کو قدوس یا قیوم یا رحمٰن کہے کافر ہو جائے۔ (منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر، فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ، مصطفی البابی مصر، ص ۱۹۳)

پھر کیونکر مان سکتے ہیں کہ وہ صفحہ ۷۴ کی عبارت علی قاری کی ہے ضرور الحاق ہے اگرچہ کتاب اجمالاً مشہور و معروف ہے، بخلاف کلمات اسمٰعیل کہ موافق ومخالف کے نزدیک اس سے متواتر ہیں، مخالفین رد کرتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ، ج،۱۵،ص،۵۶۰، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

سوال: (۱۳) حضرت علامہ مفتی جلال الدین امجدی قادری لکھتے ہیں:

وَوَصّٰی بِهَاۤ إِبْرٰهِیْمُ بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ یٰبَنِیَّ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (سورہ بقرہ، آیت ۱۳۲)

ترجمہ: اور اسی دین کی وصیت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے کہ اے میرے بیٹوں بے شک اللہ نے یہ دین تمہارے لئے چن لیا تو نہ مرنا مگر مسلمان۔

اسی طرح امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے وصیت فرمائی کہ میرے عقیدے اور نصیحت کو مضبوطی سے تھامے رکھنا۔

(احکام القرآن، جلال الدین قادری، ج،۱ص، ۱۷۳)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا دعویٰ:

سوال: (۱۴) عبارت نمبر ۴:

بحمد اللہ تعالیٰ میں حکم شرعی جانتا ہوں اور وہی بتا سکتا ہوں قانون سے نہ مجھے واقفیت نہ اس کا مشورہ دے سکتا ہوں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج،۱۶ص، ۱۶۲، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

حضرت علامہ مولانا امیر دعوت اسلامی محمد الیاس قادری وقاری، ضیائی نے لکھا:

سوال: (۱۵) کسی بُزرگ کو قیّوم زَماں کہنا کیسا؟

سُوال: کسی کا نام عبدالقیوم ہو اُس کو قیّوم کہہ کر پکارنا کیسا؟ اسی طرح کسی بزرگ کو قیّومِ جہاں یا قیّومِ زَماں کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: ایسا کہنا سخت حرام ہے۔ بعض فُقَہائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلام کے نزدیک بندے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مخصوص ناموں جیسے قیوم، قُدّوس یا، رحمٰن کہہ کر پکارنا کفر ہے۔ قیّومِ جہاں یا قیّومِ زماں کہنے کا ایک ہی حکم ہے۔

(کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب، ص، ۵۹۰، ۵۹۱، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سوال: (۱۶) ازقلم: پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی (دامت برکاتہم العالیہ) نے لکھا مکتوبات امام احمد رضا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ

(صفحہ نمبر ۲۰) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے جب بھی کسی مقتدر شخصیت کو اس کی شرعی لغزش پر ٹوکا ہے تو انہوں نے لجاجت، تواضع اور فروتنی کا انداز اختیار کیا ہے، خیر خواہانہ اسلوب ہی خوشامد کا رویہ برتا ہے، ہر طرح قبول حق پر آمادہ کرنے کی سعی خیر فرمائی ہے مگر جب انہیں محسوس ہو گیا کہ مکتوب الیہ کا دل قبولِ حق کیلئے بند ہو چکا ہے اور کوئی گوشہ اور امکان رجوع الی الحق کا باقی نہیں رہ گیا ہے تب جا کر انہوں نے شدت اختیار کی ہے اور اتمام حجت کے بعد اعلانِ حق ہمیشہ سے اساطینِ اسلام کا طریقۂ کار رہا ہے جس پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضلِ بریلوی قدس سرہ ساری زندگی گامزن رہے۔

(مکتوبات امام احمد رضا، ص، ۴)

الجواب:

علامہ صدرالدین محمد بن علاءالدین علی بن محمد ابن ابی العز، حنفی، دمشقی علیہ الرحمۃ متوفی ۷۹۲ھ لکھتے ہیں:

وقد یقول بعضهم: الصفته لا عین الموصوف ولا غیره۔ هذا له معنی صحیح وهو: ان الصفته لیست عین ذات الموصوف التی

یفرضها الذهن مجردة بل ہی غیرها، ولیست غیر الموصوف، بل الموصوف بصفاته شیء واحد غیر متعدد فاذا قلت: اعوذ بالله فقد عذت بالذات المقدسة الموصوفته بصفات الکمال المقدسة الثابتة التی لا تقبل الانفصال بوجه من الوجوه۔

ترجمہ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ صفات نہ موصوف کا عین ہوتی ہیں نہ ہی غیر ہوتی ہیں یہ قول درست ہے اس لئے کہ صفت ذات موصوف کا عین نہیں جس کو ذہن مجرد ثابت کرتا ہے بلکہ موصوف کا غیر ہے اور غیر بھی نہیں بلکہ موصوف اور صفات مل کر دونوں ایک ذات ہوتی ہیں جن میں تعدد نہیں ہوتا مثلاً جب آپ کہتے ہیں میں اللہ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں تو آپ نے ایک ذات مقدس حاصل کی جو صفات کمال کیساتھ موصوف ہے وہ ایسی مقدس صفات ہیں جو کسی بھی صورت میں انفصال قبول نہیں کرتی ہیں۔

واذا قلت: اعوذ بعزة الله، فقد عذت بصفة من صفات الله تعالیٰ، ولم اعذ بغیر الله، وهذا المعنی یفهم من لفظ الذات، فان ذات فی اصل معناها لا تستعمل الا مضافة، ای: ذات وجود، ذات قدرة، ذات عز، ذات علم، ذات کرم، الی غیر ذٰلک من الصفات، فذات کذا بمعنی صاحبة کذا: تأنیث ذو۔ هذا اصل معنی الکلمة، فعلم ان الذات لا یتصور انفصال الصفات عنها بوجه من الوجوه، وان کان الذهن قد یفرض ذاتا مجردة عن الصفات، کما یفرض المحال۔

لیکن جب آپ اعوذ بعزۃ اللہ کہتے ہیں تو اللہ کی صفات میں سے ایک صفت کے ساتھ پناہ حاصل کرتے ہیں اور یہی معنی لفظ ذات سے بھی سمجھا جاتا ہے اس لئے کہ ذات بھی مضاف ہو کر استعمال ہوتی ہے مثلاً ذات وجود، ذات قدرت، ذات عز، ذات علم، ذات کرم ان سب میں ذات کا معنیٰ صاحب کا ہے یعنی وہ ذات جو وجود والی ہے قدرت والی ہے وغیرہ۔

معلوم ہوا کہ ذات سے صفات کا انفصال کسی صورت میں ممکن نہیں ہاں ذہن میں صفات سے منفصل کسی ذات کا فرض کرنا ممکن ہے جیسا کہ محالات کو فرض کر لیا جاتا ہے۔

و [قد] قال ﷺ: اعوذ بعزة الله وقدرته من شر ما اجد واحاذر۔

ارشاد نبوی ملاحظہ فرمائیں: میں اللہ کی عزت اور اس کی قدرت کے ساتھ ان چیزوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو موجود ہیں اور جن سے میں ڈر محسوس کرتا ہوں۔

وقال ﷺ: بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ. وَلَا يَعُوذُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغَيْرِ اللهِ

اور آپ ﷺ نے دعا فرمائی: میں اللہ کے کامل کلمات کے ساتھ ان چیزوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جن کو اس نے پیدا فرمایا آپ کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ آپ اللہ کے غیر کے ساتھ پناہ مانگیں۔

وَكَذَا قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ".

نیز آپ دعا فرماتے۔ اے اللہ میں تیری رضا کے ساتھ تیری ناراضگی سے اور تیرے معاف کرنے کے ساتھ تیری سزا سے اور تیرے ساتھ تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں۔

وَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَنَعُوذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ نُغْتَالَ مِنْ تَحْتِنَا".

اور آپ ﷺ دعا فرماتے۔ ہم تیری عظمت کے ساتھ اس سے پناہ ڈھونڈتے ہیں کہ ہم اپنے نیچے سے ہلاک کئے جائیں۔

وَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَعُوذُ بِنُورِ وَجْهِكَ الَّذِي أَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ"

نیز آپ ﷺ دعا فرماتے ہیں۔ میں تیری ذات کے نور کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں جس سے تمام اندھیرے (چھٹ کر) منور ہو گئے۔

وَكَذٰلِكَ قَوْلُهُم: الِاسْمُ عَيْنُ الْمُسَمَّى أَوْ غَيْرُهُ؟ وَطَالَمَا غَلِطَ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ فِي ذٰلِكَ، وَجَهِلُوا الصَّوَابَ فِيهِ، فَالِاسْمُ يُرَادُ بِهِ الْمُسَمَّى تارة، [و] يراد بِهِ اللَّفْظُ الدَّالُّ عَلَيْهِ أُخْرَى، فَإِذَا قُلْتَ: قَالَ اللهُ كَذَا، أَوْ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، وَنَحْوَ ذٰلِكَ، فَهٰذَا الْمُرَادُ بِهِ الْمُسَمَّى نَفْسُهُ، وَإِذَا قُلْتَ: اللهُ اسْمٌ عَرَبِيٌّ، وَالرَّحْمٰنُ اسم عربي، والرحيم مِنْ أَسْمَاءِ اللهِ تَعَالَى وَنَحْوَ ذٰلِكَ، فَالِاسْمُ ها هنا [هو المراد لا] المسمى، وَلَا يُقَالُ غَيْرُهُ، لِمَا فِي لَفْظِ الْغَيْرِ مِنَ الْإِجْمَالِ. فَإِنْ أُرِيدَ بِالْمُغَايَرَةِ أَنَّ اللَّفْظَ غَيْرُ الْمَعْنَى فَحَقٌّ، وَإِنْ أُرِيدَ أَنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ كَانَ وَلَا اسْمَ لَهُ، حَتَّى خَلَقَ لِنَفْسِهِ أَسْمَاءً، أَوْ حَتَّى سَمَّاهُ خَلْقُهُ بِأَسْمَاءٍ مِنْ صُنْعِهِمْ، فَهٰذَا مِنْ أَعْظَمِ الضَّلَالِ وَالْإِلْحَادِ فِي أَسْمَاءِ اللهِ تَعَالَى.

کیا اسم مسمیٰ کا عین ہے یا غیر؟

کبھی اسم سے مراد مسمیٰ ہوتا ہے اور کبھی وہ لفظ ہوتا ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے مثلاً جب آپ کہتے ہیں اللہ نے فرمایا:۔ یا اللہ نے حمد کرنے والے کی حمد کو سنا تو اس سے مراد ذات مسمیٰ ہے اور جب آپ کہتے ہیں اللہ عربی اسم ہے الرحمان عربی اسم ہے الرحیم اللہ کے اسماء میں سے ہے اس میں اسم سے مراد لفظ اللہ ہے مسمی نہیں ہے لیکن اس کا غیر بھی نہیں ہاں اگر مغایرت سے مراد یہ ہے کہ الفظ معنیٰ میں مغایرت ہے تو درست ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ اللہ پاک تھا اس کا کوئی نام نہ تھا پھر اس نے اپنے اسماء کا خلق کیا یا مخلوق نے اللہ کے وہ نام رکھے اس لئے کہ اللہ نے ان کو بنایا تو یہ بہت بڑی گمراہی اور الحاد ہے وہ راہ صواب سے بھٹک چکے ہیں۔

(شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص، ۱۲۶، ۱۲۷، قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی)

علامہ صدرالدین محمد بن علاء الدین علی بن محمد ابن ابی العز حنفی، دمشقی علیہ الرحمۃ متوفی ۷۹۲ھ لکھتے ہیں:

وَهٰذَا الْأَصْلُ هُوَ الْإِيمَانُ بِرُبُوبِيَّتِهِ الْعَامَّةِ التَّامَّةِ، فَإِنَّهُ لَا يُؤْمِنُ بِأَنَّهُ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مَنْ آمَنَ أَنَّهُ قَادِرٌ عَلَى تِلْكَ الْأَشْيَاءِ، وَلَا يُؤْمِنُ بِتَمَامِ رُبُوبِيَّتِهِ وَكَمَالِهَا إِلَّا مَنْ آمَنَ بِأَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، وَإِنَّمَا تَنَازَعُوا فِي الْمَعْدُومِ الْمُمْكِنِ: هَلْ هُوَ شَيْءٌ أَمْ لَا؟ وَالتَّحْقِيقُ: أَنَّ الْمَعْدُومَ لَيْسَ بِشَيْءٍ فِي الْخَارِجِ، وَلٰكِنَّ اللهَ يَعْلَمُ مَا يَكُونُ قَبْلَ أَنْ يَكُونَ، وَيَكْتُبُهُ، وَقَدْ يَذْكُرُهُ وَيُخْبِرُ بِهِ

توجمه: اللہ کی ربوبیت عامہ تامہ پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ وہی شخص اللہ کو ہر چیز کا رب قرار دیتا ہے جس کا ایمان ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے البتہ معدوم ممکن میں اختلاف ہے کیا وہ کوئی چیز ہے یا نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ معدوم خارج میں کوئی چیز نہیں ہے البتہ اللہ پاک ہونے والی چیز کو ہونے سے پہلے جانتا ہے اور اس کو لکھ لیتا ہے اور اس کی خبر دیتا ہے۔

كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ

جیسے ارشاد باری ہے: کہ قیامت کا زلزلہ ایک حادثہ عظیم ہے۔ (سورۃ الحج:۱)

فَيَكُونُ شَيْئًا فِي الْعِلْمِ وَالذِّكْرِ وَالْكِتَابِ، لَا فِي الْخَارِجِ، كَمَا قَالَ تَعَالَى: إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (سورۃ یس، ۸۲)

اس آیت میں قیامت ایسی چیز ہے جو اللہ کے علم میں ہے لوح محفوظ میں ہے خارج میں نہیں ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔
اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرے تو اس سے فرمادیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ (سورۃ یس، ۸۲)

قَالَ تَعَالَى وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا

نیز فرمایا۔ اور میں پہلے تم کو پیدا کر چکا ہوں اور تم کچھ چیز نہ تھے۔ (سورۃ مریم:۹)

أَي: لَمْ تَكُنْ شَيْئًا فِي الْخَارِجِ وَإِنْ كَانَ شَيْئًا فِي عِلْمِهِ تَعَالَى.

یعنی تو خارج میں نہ تھا اگر چہ اللہ کے علم میں تھا۔

وَقَالَ تَعَالَى (هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَذْكُورًا)

نیز فرمایا: بے شک انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی آ چکا ہے کہ وہ کوئی چیز قابل ذکر نہ تھا۔ (سورۃ الدھر:۱)

وَقَوْلُهُ (لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ) رَدٌّ عَلَى المشبهة. وقوله تعالى (وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ)

ارشاد ربانی: اس کی مثل کوئی چیز نہیں میں مشابہ کا رد ہے۔ اور ارشاد ربانی ہے: سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔ (سورۃ الشوری:۱۱)

رَدٌّ عَلَى الْمُعَطِّلَةِ، فَهُوَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى مَوْصُوفٌ بِصِفَاتِ الْكَمَالِ، وَلَيْسَ لَهُ فِيهَا شَبِيهٌ، فَالْمَخْلُوقُ وَإِنْ كَانَ يُوصَفُ بِأَنَّهُ سَمِيعٌ بَصِيرٌ، فَلَيْسَ سَمْعُهُ وَبَصَرُهُ كَسَمْعِ الرَّبِّ وَبَصَرِهِ، وَلَا يَلْزَمُ مِنْ إِثْبَاتِ الصِّفَةِ تَشْبِيهٌ، إِذْ صِفَاتُ الْمَخْلُوقِ كَمَا يَلِيقُ بِهِ، وَصِفَاتُ الْخَالِقِ كَمَا يَلِيقُ بِهِ.

میں معطلہ کا رد ہے پس اللہ پاک صفات کمال کے ساتھ موصوف ہے ان میں اس کا کوئی مشابہ نہیں ہے اگر چہ مخلوق بھی سمیع، بصیر کے ساتھ موصوف ہے لیکن مخلوق کا سمع، بصر اللہ کے سمع، بصر کی مانند نہیں ہے محض اثبات صفت سے تشبیہ لازم نہیں آتی مخلوق کی صفات مخلوق کے ساتھ اپنی شان کے ساتھ ہیں اور خالق کی صفات اس کے ساتھ اس کی اپنی شان سے ہیں۔

وَلَا تَنْفِ عَنِ اللَّهِ مَا وَصَفَ بِهِ نَفْسَهُ وَمَا وَصَفَهُ بِهِ أَعْرَفُ الخلق بربه وما يجب لَهُ وَمَا يَمْتَنِعُ عَلَيْهِ، وَأَنْصَحُهُمْ لِأُمَّتِهِ، وَأَفْصَحُهُمْ وَأَقْدَرُهُمْ عَلَى الْبَيَانِ، فَإِنَّكَ إِنْ نَفَيْتَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ كُنْتَ كَافِرًا بِمَا أُنْزِلَ [عَلَى] مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِذَا وَصَفْتَهُ بِمَا وَصَفَ بِهِ نَفْسَهُ فَلَا تُشَبِّهْهُ بِخَلْقِهِ، فَلَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ، فَإِذَا شَبَّهْتَهُ بِخَلْقِهِ كُنْتَ كَافِرًا بِهِ.

اس بات کا خیال رہے کہ آپ اللہ سبحانہ سے ان صفات کی نفی نہ کریں جن کے ساتھ اس نے اپنے آپ کو موصوف کیا ہے اور جن کے ساتھ اللہ پاک کو اعرف الخلق بربہ جوامت کے بہت بڑے خیر خواہ اور فصیح بلیغ قادر کلام ہیں نے موصوف کیا ہے اسی طرح جن صفات کو واجب قرار دیا اور جن ممتنع قرار دینا ہوگا اگر آپ ان صفات میں سے کسی صفت کا انکار کریں گے تو جو کچھ حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا گیا ہے اس کے ساتھ کفر کریں گے

لیکن جب آپ اللہ سبحانہ کی صفات اس کے لئے ثابت کریں تو آپ ان کو کسی مخلوق کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے اس لئے کہ اللہ کا کوئی مثل نہیں تو جب آپ مخلوق کے ساتھ تشبیہ دیں گے تو آپ کافر ہو جائیں گے

(شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص، ۱۳۷، ۱۳۸، قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی)

علامہ صدرالدین محمد بن علاء الدین علی بن محمد ابن ابی العز حنفی، دمشقی علیہ الرحمہ متوفی ۷۹۲ھ لکھتے ہیں:

وَهُمْ يُوَافِقُونَ أَهْلَ السُّنَّةِ عَلَى أَنَّهُ مَوْجُودٌ، عَلِيمٌ، قَدِيرٌ حَيٌّ. وَالمخلُوقُ يُقَالُ لَهُ: مَوْجُودٌ حَيٌّ عَلِيمٌ قَدِيرٌ، وَلَا يُقَالُ: هَذَا تَشْبِيهٌ يَجِبُ نَفْيُهُ، وَهَذَا مِمَّا دَلَّ عَلَيْهِ الكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَصَرِيحُ الْعَقْلِ، وَلَا يُخَالِفُ فِيهِ عَاقِلٌ، فَإِنَّ اللهَ سَمَّى نَفْسَهُ بِأَسْمَاءَ، وَسَمَّى بَعْضَ عِبَادِهِ بِهَا، وَكَذَلِكَ سَمَّى صِفَاتِهِ بِأَسْمَاءَ، وَسَمَّى بِبَعْضِهَا صِفَاتِ خَلْقِهِ، وَلَيْسَ المسَمَّى كَالمسَمَّي فَسَمَّى نَفْسَهُ: حَيًا، عَلِيمًا، قَدِيرًا، رَؤُوفًا، رَحِيمًا، عَزِيزًا، حَكِيمًا، سَمِيعًا، بَصِيرًا، مَلِكًا، مُؤْمِنًا، جَبَّارًا، مُتَكَبِّرًا. وَقَدْ سَمَّى بَعْضَ عِبَادِهِ بِهَذِهِ الأَسْمَاءِ

اہل سنت اگر چہ تشبیہ کی نفی کرتے ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ اللہ کا موجود، علیم قدیر اور حیّ ہونا اس کی اپنی ذات کے لحاظ سے ہے جیسے اس کو لائق ہے اور مخلوق کا موجود حیّ علیم اور قدیر ہونا اس کے اپنے لحاظ سے ہے دونوں میں تشابہ اور مماثلت نہیں ہے یہ مسلک کتاب سنت اور صریح عقل کے عین مطابق ہے کوئی عقل منداس کی مخالفت نہیں کرتا۔

ظاہر ہے کہ اللہ پاک نے اپنی ذات کے کچھ نام رکھے ہیں اور اپنے بعض بندوں کے نام رکھے ہیں اسی طرح اس نے اپنی ذات کے کچھ صفات مقرر فرمائے ہیں اور اپنی مخلوق کے کچھ اوصاف مقرر فرمائے ہیں لیکن اللہ پاک کے مسمیٰ کی مانند مخلوق کا مسمیٰ نہیں ہے۔

غور کیجئے اللہ پاک نے اپنی پاک ذات کا وصف حیی، قدیر، روٗف، رحیم، عزیز، حکیم، سمیع، بصیر، ملک، مومن، جبار اور متکبر بیان کیا ہے اور بعض انسانوں کو بھی ان اوصاف کے ساتھ موصوف کیا ہے۔

فَقَالَ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ

ترجمہ: ارشادات خداوندی ملاحظہ فرمائیں: وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے۔ (سورۃ الانعام، ۹۵، وسورۃ الروم ۱۹)

وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ

ترجمہ: اوران کو ایک دانش مند لڑکے کی بشارت بھی سنائی۔ (سورۃ الذاریات ۲۸)

فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ

ترجمہ: ہم نے اس کو ایک حلم والے لڑکے کی بشارت سنائی۔ (سورۃ الصافات ۱۰۱)

بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ

ترجمہ: وہ ایمانداروں کے ساتھ شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ (سورۃ التوبۃ ۱۲۸)

فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا

ترجمہ: ہم نے اس کو سننے والا دیکھنے والا بنایا۔ (سورۃ الدھر: ۲)

قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ

ترجمہ: عزیز مصر کی بیوی نے کہا۔ (یوسف ۵۱)

وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ

ترجمہ: اوران کے سامنے کی طرف ایک بادشاہ تھا۔(الکہف ۷۹)

أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا

ترجمہ: بھلا وہ شخص جو ایماندار ہے۔(السجدۃ ۱۸)

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ

ترجمہ: نیز فرمایا: اسی طرح خدا ہر متکبر اور سرکش کے دل پہ مہر لگا دیتا ہے۔(المومن ۳۵)

وَمَعْلُومٌ أَنَّهُ لَا يُمَاثِلُ الحيُّ الحيَّ، وَلَا العليمُ العليمَ، وَلَا العزيزُ العزيزَ، وَكَذٰلِكَ سَائِرُ الْأَسْمَاءِ،

مذکورہ آیات میں بعض بندوں کے وہی وصفی نام ہیں جو اللہ کی ذات کے ہیں لیکن اللہ کا حی، علیم، عزیز ہونا انسان کے حی، علیم، عزیز ہونے کے مماثل نہیں ہے۔

وَقَالَ تَعَالَى، وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ

ترجمہ: ارشاد ربانی ہے۔اور وہ اس کے علم کا کچھ احاطہ نہیں کر سکتے۔(البقرۃ ۲۵۵)

أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ

ترجمہ: اس نے اپنے علم سے نازل کی ہے۔(النساء ۱۲۲)

وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثٰى وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ

ترجمہ: اور کوئی عورت نہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے۔(فاطر ۱۱)

إِنَّ اللهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ

ترجمہ: بیشک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا قوت والا قدرت والا ہے۔(الذاریات ۵۸)

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً

ترجمہ: کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ خدا جس نے ان کو پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بہت بڑھ کر ہے۔(حم السجدۃ ۱۵)

وعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يعلمنا الاستخارة في الأمور كلِّهَا كما يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ، يَقُولُ: إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ لِيَقُلْ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي - أَوْ قَالَ: عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ - فَاقْدُرْهُ لِي، وَيَسِّرْهُ لِي، ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي - أَوْ قَالَ: عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ - فَاصْرِفْهُ عَنِّي، وَاصْرِفْنِي عَنْهُ، وَاقْدُرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ

رَضِنِي بِهِ". قَالَ: "وَيُسَمِّي حَاجَتَهُ" (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، ۳)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تمام امور میں استخارہ کی دعا اسی اہتمام کے ساتھ سکھلاتے جس اہتمام کے ساتھ ہمیں قرآن پاک کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے آپ فرماتے ہیں جب تم میں کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو وہ دو رکعت نماز نفل ادا کرے پھر کہے اے اللہ میں تیرے علم کے ساتھ تجھ سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے ساتھ تجھ سے قدرت کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں یقیناً تو قدرت والا ہے مجھ میں قدرت نہیں تو علم والا ہے مجھ میں علم نہیں اور تو غیب دان ہے اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے دین معاش انجام کا جلد یا بدیر بہتر ہے تو میرے مقدر میں کر اور میرے لئے آسان فرما پھر مجھے اس میں برکت عطا فرما اور اگر تو جانتا ہے کہ میرے لئے یہ کام دین معاش انجام کار یا جلد یا بدیر برا ہے تو اس کو مجھ سے دور رکھ اور مجھے اس سے دور فرما جہاں کہیں بھی ہو میرے لئے خیر مقدر فرما پھر اس کے ساتھ مجھے راضی فرما اور اپنی ضرورت متعین فرمائے۔ (بخاری)

حدیث صحیح ہے۔

وَفِي حَدِيثِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرِ الَّذِي رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَغَيْرُهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ كَانَ يَدْعُو بِهَذَا الدُّعَاءِ: "اللَّهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبَ وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ، أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَشْيَتَكَ فِي الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، وَأَسْأَلُكَ كَلِمَةَ الحق في الغضب والرضى، وَأَسْأَلُكَ الْقَصْدَ فِي الْغِنَى وَالْفَقْرِ، وَأَسْأَلُكَ نَعِيمًا لَا يَنْفَدُ، وَقُرَّةَ عَيْنٍ لَا تَنْقَطِعُ، وَأَسْأَلُكَ الرضى بَعْدَ الْقَضَاءِ، وَأَسْأَلُكَ بَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَأَسْأَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ إِلَى وَجْهِكَ الْكَرِيمِ، وَالشَّوْقَ إِلَى لِقَائِكَ، غَيْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ، وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ، اللَّهُمَّ زَيِّنَّا بِزِينَةِ الْإِيمَانِ، وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُهْتَدِينَ"

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ان کلمات کے ساتھ دعا فرماتے اے اللہ تیرے علم غیب اور جو تجھے مخلوق پر قدرت ہے کے ساتھ مجھے زندگی اس قدر عطا فرما کہ جب تک کہ میرے لئے زندہ رہنا بہتر ہے اور جب میرے لئے فوت ہو جانا بہتر ہے تو مجھے فوت کر لینا اے اللہ میں تجھ سے مالداری اور فقیری میں میانہ روی کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے ناراضگی اور رضامندی میں حق بات کہنے کا سوال کرتا ہوں اور غنا اور فقر میں تجھ سے میانہ روی طلب کرتا ہوں اور میں تجھ سے ایسی نعمت طلب کرتا ہوں جو ختم نہ ہو اور ایسی آنکھوں کی ٹھنڈک جو کبھی منقطع نہ ہو اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میں تیرے فیصلوں پر خوش رہوں اور موت کے بعد آرام والی زندگی کا سوال کرتا ہوں اور تیرے کریم چہرہ دیدار کی لذات مانگتا ہوں اور تیری ملاقات کے اشتیاق کا طالب ہوں لیکن مجھے کچھ تکلیف نہ ہو اور نہ کوئی فتنہ پیش آئے جو گمراہ کرنے والا ہے اے اللہ ہمیں ایمان کی زینت سے مزین فرما اور ہمیں ہدایات والا ہدایت یافتہ بنا۔ (نسائی)

فَقَدْ سَمَّى اللَّهُ وَرَسُولُهُ صِفَاتِ اللَّهِ عِلْمَهُ وَقُدْرَةً وَقُوَّةً۔

مذکورہ بالا آیات اور احادیث میں صفاتِ الٰہیہ علم، قدرت، قوت مذکور ہیں اور یہی صفات انسانوں میں بھی ہیں۔

وَقَالَ تَعَالَى ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً

ترجمہ: ارشادِ خداوندی ہے۔ پھر کمزوری کے بعد طاقت عنایت کی۔ (سورۃ الروم: ۵۴)

وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ

ترجمہ: اور بے شک وہ صاحب علم تھے کیونکہ ہم نے ان کو علم سکھایا تھا۔ (سورۃ یوسف: ۶۸)

ومعلوم أَنَّهُ لَيسَ الْعِلْمُ كَالْعِلْمِ، وَلَا الْقُوَّةُ كَالْقُوَّةِ، وَنَظَائِرُ هَذَا كَثِيرَةٌ، وَهَذَا لَازِمٌ لِجَمِيعِ الْعُقَلَاءِ، فَإِنَّ مَنْ نَفَى صِفَةً مِنْ صِفَاتِهِ الَّتِي وصف الله بها نفسه، كالرضى والغضب، والحب والبغض، ونحو ذلك، ورغم أَنَّ ذَلِكَ يَسْتَلْزِمُ التَّشْبِيهَ وَالتَّجْسِيمَ! قِيلَ لَهُ: فَأَنْتَ تُثْبِتُ لَهُ الْإِرَادَةَ وَالْكَلَامَ وَالسَّمْعَ وَالْبَصَرَ، مَعَ أَنَّ مَا تُثْبِتُهُ لَهُ لَيْسَ مِثْلَ صِفَاتِ الْمَخْلُوقِينَ، فَقُلْ فِيمَا نَفَيْتَهُ وَأَثْبَتَهُ اللهُ وَرَسُولُهُ مِثْلَ قَوْلِكَ فِيمَا أَثْبَتَّهُ، إِذْ لَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا.

ترجمہ: نہایت واضح ہے کہ انسانوں میں بھی علم ہے لیکن وہ اللہ کے علم کی مثل نہیں ہے اسی طرح انسانوں میں قوت کی وصف اللہ کی قوت کے مثل نہیں ہے۔ پس جو شخص صفات الٰہیہ کا انکار کرتا ہے (حالانکہ خود اللہ پاک نے ان صفات کا ذکر فرمایا ہے) اس لئے کہ صفات تسلیم کرنے کی شکل میں تشبیہ اور تجسیم لازم آتی ہے تو ہم اس سے کہیں گے کہ جب آپ اللہ کی ذات کے لئے ارادہ، کلام، سمع، بصر اوصاف ثابت کرتے ہیں اور یہ اوصاف مخلوق کی اوصاف کے مثل نہیں ہیں تو ان اوصاف کو تسلیم کرنا دیگر اوصاف کو تسلیم نہ کرنا کس وجہ سے ہے اور آپ ان میں فرق کیوں کرتے ہیں۔

(شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص ۹۹، تا ۱۰۱، قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی)

علامہ صدر الدین محمد بن علاء الدین علی بن محمد ابن ابی العز حنفی، دمشقی علیہ الرحمہ متوفی ۷۹۲ھ لکھتے ہیں:

فَإِنَّ خَلْقَ الْمَرَضِ الَّذِي يَحْصُلُ بِهِ ذُلُّ الْعَبْدِ لِرَبِّهِ وَدُعَاؤُهُ وَتَوْبَتُهُ وَتَكْفِيرُ خَطَايَاهُ وَيَرِقُّ بِهِ قَلْبُهُ وَيَذْهَبُ عَنْهُ الْكِبْرِيَاءُ وَالْعَظَمَةُ وَالْعُدْوَانُ

ترجمہ: مثال جب انسان بیمار ہوتا ہے تو اس سے تواضع انکساری پیدا ہوتی ہے۔ بیمار انسان توبہ کرتا ہے گڑگڑاتا ہے خدا سے دعائیں مانگتا ہے اس سے اس کے گناہ دور ہوتے ہیں اس کا دل صیقل ہوتا ہے کبر ونخوت کا خاتمہ ہوتا ہے اور کسی پر زیادتی کرنے کا داعیہ سرد پڑ جاتا ہے تو بیماری کے یہ فوائد ہیں لیکن صحت میں یہ فوائد حاصل نہیں ہوتے۔

(شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص ۱۱۶، قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی)

علامہ صدر الدین محمد بن علاء الدین علی بن محمد ابن ابی العز حنفی، دمشقی علیہ الرحمہ متوفی ۷۹۲ھ لکھتے ہیں:

لَمَّا نَفَى الشَّيْخُ رَحِمَهُ اللهُ التَّشْبِيهَ، أَشَارَ إِلَى مَا تَقَعُ بِهِ التَّفْرِقَةُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ خَلْقِهِ، بِمَا يَتَّصِفُ بِهِ تَعَالَى دُونَ خَلْقِهِ، فَمِنْ ذَلِكَ أَنَّهُ حَيٌّ لَا يَمُوتُ؛ لِأَنَّ صِفَةَ الْحَيَاةِ الْبَاقِيَةِ مُخْتَصَّةٌ بِهِ تَعَالَى، دُونَ خَلْقِهِ، فَإِنَّهُمْ يَمُوتُونَ، وَمِنْهُ: أَنَّهُ قَيُّومٌ لا ينام، إذ هو مختص بِعَدَمِ النَّوْمِ وَالسِّنَةِ، دُونَ خَلْقِهِ، فَإِنَّهُمْ يَنَامُونَ، وَفِي ذَلِكَ إِشَارَةٌ إِلَى [أَنَّ] نَفْيَ التَّشْبِيهِ لَيْسَ الْمُرَادُ مِنْهُ نَفْيَ الصِّفَاتِ، بَلْ هُوَ سُبْحَانَهُ مَوْصُوفٌ بِصِفَاتِ الْكَمَالِ، لِكَمَالِ ذَاتِهِ، فَالْحَيُّ بِحَيَاةٍ بَاقِيَةٍ لَا يُشْبِهُ الْحَيَّ بِحَيَاةٍ زَائِلَةٍ، وَلِهَذَا كَانَتِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعًا وَلَهْوًا وَلَعِبًا، وَأَنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ، فَالْحَيَاةُ الدُّنْيَا كَالْمَنَامِ، وَالْحَيَاةُ الْآخِرَةُ كَالْيَقَظَةِ، وَلَا يُقَالُ: فَهَذِهِ الْحَيَاةُ الْآخِرَةُ كَامِلَةٌ، وَهِيَ لِلْمَخْلُوقِ؛ لِأَنَّا نَقُولُ: الْحَيُّ

الَّذِي الحيَاةُ مِنْ صِفَاتِ ذَاتِهِ اللاَّزِمَةِ لها، هُوَ الَّذِي وَهَبَ المخلُوقَ تِلْكَ الحيَاةَ الدَّائِمَةَ، فَهِيَ دَائِمَةٌ بِإِدَامَةِ الله لها، لَا أن الدوام وصف،لزم لها لِذَاتِهَا، بِخِلَافِ حَيَاةِ الرَّبِ تَعَالَى، وَكَذٰلِكَ سَائِرُ صِفَاتِهِ، فَصِفَاتُ الخَالِقِ كَمَا يَلِيقُ بِهِ، وَصِفَاتُ المخْلُوقِ كَمَا يَلِيقُ بِهِ.

ترجمه: فاضل مصنف نے جب تشبیہ کی نفی کی تو ان صفات کا اشارۃً ذکر فرمایا جن کی وجہ سے مخلوق اور خالق کے درمیان نمایاں فرق نظر آتا ہے اس لئے کہ وہ صفات صرف خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں مثلاً یہ صفت کہ اللہ زندہ ہے اس پر موت طاری نہیں ہوتی لیکن مخلوق پر موت طاری ہوتی ہے۔اور یہ صفت کہ اللہ قیوم ہے وہ نیند اونگھ سے منزہ ہے لیکن اس کی مخلوق اس صفت کے ساتھ موصوف نہیں ہے لیکن مقصود اللہ اور مخلوق کے درمیان تشبیہ کی نفی کرنا ہے صفات کی نفی کرنا نہیں ہے ظاہر ہے کہ مخلوق بھی حیات کی صفت کے ساتھ موصوف ہے اگر چہ ان کی یہ صفت زائل ہونے والی ہے لیکن اللہ کی یہ صفت زائل ہونے والی نہیں ہے اس لئے دنیا کی زندگی کو متاع لہو ولعب قرار دیا گیا ہے اور آخرت کی زندگی کو اصل کہا گیا ہے گویا کہ دنیا کی زندگی زائل ہونے کے لحاظ سے نیند کی مانند ہے اور آخرت کی زندگی بیداری کی مثل ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آخرت کی زندگی کامل اکمل ہے اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ آخرت کی زندگی جو کہ کامل اور دائمی ہے اللہ پاک نے ہی مخلوق کو یہ دائمی زندگی عطا کی ہے جس طرح اللہ کی حیات کو بالذات دوام حاصل ہے مخلوق کو بالذات دوام نہیں ہے بالکل اسی طرح دیگر صفات کا حال ہے پس اللہ پاک کی صفات اس کے ساتھ ہیں جس طرح کہ وہ اس کے ساتھ لائق ہیں۔

وَاعلَمْ أَنَّ هَذَيْنِ الِاسمَيْنِ، أَعْنِي: الحيَّ القَيُّومَ مَذكُورَانِ فِي القُرْآنِ مَعًا فِي ثَلَاثِ سُوَرٍ كَمَا تَقَدَّمَ، وَهما مِنْ أَعْظَمِ أَسْمَاءِ اللهِ الحسنَى، حَتَّى قِيلَ: إِنَّهما الِاسمُ الأَعْظَمُ، فَإِنَّهما يَتَضَمَّنَانِ إِثْبَاتَ صِفَاتِ الكَمَالِ أَكْمَلَ تَضَمُّنٍ وَأَصْدَقَهُ، وَيَدُلُّ القَيُّومُ عَلَى مَعْنَى الأَزَلِيَّةِ وَالأَبَدِيَّةِ مَا لَا يَدُلُّ عَلَيْهِ لَفْظُ القَدِيمِ, وَيَدُلُّ أَيْضًا عَلَى كَوْنِهِ مَوْجُودًا بِنَفْسِهِ، وَهُوَ مَعْنَى كَوْنِهِ وَاجِبَ الوُجُودِ, وَالقَيُّومُ أَبْلَغُ مِنَ "القَيَّامِ" لِأَنَّ الوَاوَ أَقْوَى مِنَ الأَلِفِ، وَيُفِيدُ قِيَامَهُ بِنَفْسِهِ, بِاتِّفَاقِ المفَسِّرِينَ وَأَهلِ اللغة، وهو معلوم بالضرورة, وهل تفيد إِقَامَتَهُ لِغَيْرِهِ وَقِيَامَهُ عَلَيْهِ؟ فِيهِ قَوْلَانِ، أَصَحُّهما: أَنَّهُ يُفِيدُ ذٰلِكَ، وَهُوَ يُفِيدُ دَوَامَ قِيَامِهِ [وكَقِيَامِهِ]، لما فِيهِ مِنَ المبَالَغَةِ، فَهُوَ سُبْحَانَهُ لا يزول [و] لَا يَأْفُلُ، فَإِنَّ الآفِلَ قَدْ زَالَ قَطْعًا، أَي: لَا يَغِيبُ وَلَا يَنْقُصُ وَلَا يَفْنَى وَلَا يَعْدَمُ، بَلْ هُوَ الدَّائِمُ البَاقِي الَّذِي لم يَزَلْ وَلَا يَزَالُ، مَوْصُوفًا بِصِفَاتِ الكَمَالِ. وَاقْتِرَانُهُ بِالحيِّ يَسْتَلْزِمُ سَائِرَ صِفَاتِ الكَمَالِ، وَيَدُلُّ على دوامها وبقائها، وَانْتِفَاءِ النَّقْصِ وَالعَدَمِ عَنْهَا أَزَلًا وَأَبَدًا, ولهذا كَانَ قَوْلُهُ: {اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الحيُّ القَيُّومُ} (سورة البقرة،۲۵۵) وَأَعظَمَ آيَةٍ فِي القُرْآنِ, كَمَا ثَبَتَ ذٰلِكَ فِي "الصَّحِيحِ" عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم, فَعَلَى هَذَيْنِ الِاسمَيْنِ مَدَارُ الأَسْمَاءِ الحسنَى كُلِّهَا، وَإِلَيْهِما تَرْجِعُ مَعَانِيهَا.

فَإِنَّ الحيَاةَ مُسْتَلْزِمَةٌ لجمِيعِ صِفَاتِ الكَمَالِ، فَلَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا صِفَةٌ مِنْهَا إِلَّا لِضَعْفِ الحيَاةِ، فَإِذَا كَانَتْ حَيَاتُهُ تَعَالَى أَكْمَلَ حَيَاةٍ وَأَتَمَّهَا، اسْتَلْزَمَ إِثْبَاتُهَا إِثْبَاتَ كُلِّ كَمَالٍ يُضَادُّ نَفْيُهُ كَمَالَ الحيَاةِ، وَأَمَّا القَيُّومُ فَهُوَ مُتَضَمِّنٌ كَمَالَ غِنَاهُ وَكَمَالَ قُدْرَتِهِ، فَإِنَّهُ القَائِمُ بِنَفْسِهِ، فَلَا يحتَاجُ إِلَى غَيْرِهِ بِوَجْهٍ مِنَ الوُجُوهِ, المقِيمُ لِغَيْرِهِ، فَلَا قِيَامَ لِغَيْرِهِ إِلَّا بِإِقَامَتِهِ, فَانْتَظَمَ هَذَانِ الِاسمَانِ صِفَاتِ الكَمَالِ أَتَمَّ انْتِظَامٍ.

الحی القیوم کی تشریح:

اللہ پاک کے یہ دونوں نام قرآن پاک میں تین سورتوں میں ذکر ہوئے ہیں اور یہ دونوں اللہ پاک کے اسم اعظم ہیں اور اکمل اصدق صفات ہیں اور قیوم ازلیت ابدلیت پر لفظ قدیم سے زیادہ دلالت کرتا ہے نیز یہ لفظ اللہ پاک کو واجب الوجود ثابت کرتا ہے اور قیام سے ابلغ ہے اس لئے کہ بنسبت الف کے واؤ میں قوت زیادہ ہوتی ہے تمام مفسرین اور اہل لغت متفق ہیں کہ اس کا مفہوم قائم بالذات ہے اور بداہتہً یہی معنیٰ معلوم ہو رہا ہے۔ لیکن کیا وہ اپنے غیر کو قائم کرتا ہے اور اس کا قیام اس کے ساتھ ہے اس میں دوقول ہیں صحیح قول یہی ہے کہ وہ اس کا فائدہ بخشتا ہے یعنی اس میں قیام کا دوام اور کمال موجود ہے صیغہ مبالغہ کا بھی یہی تقاضا ہے پس اللہ سبحانہ، نہ زائل ہوگا نہ غائب ہوگا نہ اس میں نقص پیدا ہونے کا امکان ہے نہ اس پر فنا طاری ہوگا اور نہ ہی وہ معدوم ہوگا بلکہ وہ ذات دائم ہے باقی ہے ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گی کمال کے تمام اوصاف کے ساتھ موصوف رہے گی اور قیوم کے ساتھ لفظ حی کا اقتران تمام صفات کاملہ کو مستلزم ہے اور اللہ کی ذات کے دوام اور بقاء پر وال ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس سے نقص اور عدم منتفی ہے یہی وجہ ہے کہ اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّومُ (سورۃ البقرۃ، ۲۵۵) قرآن پاک میں اعظم آیت ہے جیسا کہ صحیح روایت میں نبی ﷺ سے بھی ثابت ہے اور ان دونوں پر تمام اسماء الحسنیٰ کا دارومدار ہے اور تمام اسماء کے معانی کا مرجع یہ دونوں ہیں ظاہر ہے کہ صفت حیات تمام صفات کمال کو مستلزم ہے اگر کوئی صفت مختلف ہوتی ہے تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ حیات میں ضعف ہے لیکن اگر اللہ کی حیات کی صفات اکمل اور اتم ہیں تو حیات کا اثباب ہر کمال کے اثبات کو مستلزم ہے۔

اور صفت قیومیت اس کے کمال استغناء اور کمال قدرت کو مستلزم ہے وہ بذاتہ قائم ہے وہ کسی لحاظ سے بھی اپنے غیر کا محتاج نہیں ہے بلکہ اپنے غیر کو قیام عطا کرنے والا ہے بلکہ غیر کے قیام کا اسکے قیام پر انحصار سے ثابت ہوا کہ یہ دونوں اسم صفات کمال پر مکمل طور پر مشتمل ہیں۔

وہ خالق ہے لیکن خلق کی اسے ضرورت نہیں وہ رازق ہے لیکن وہ مشقت سے عاری ہے۔

ش: ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ، مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ، إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں میں ان سے طالب رزق نہیں اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ مجھے (کھانا) کھلائیں خدا ہی تو رزق دینے والا زور آور اور مضبوط ہے۔ (الذاریات: ۵۶ تا ۵۸)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ

ترجمہ: نیز ارشاد خداوندی ہے: اے لوگو تم محتاج ہو اور اللہ ہی وہ ذات ہے جو بے پرواہ اور تعریف والی ہے۔ (فاطر: ۱۵)

وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ

ترجمہ: نیز فرمایا: اور اللہ بے پرواہ اور تم محتاج ہو۔ (محمد: ۳۸)

قُلْ أَغَيْرَ اللّٰهِ أَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ

ترجمہ: نیز فرمایا: کہو کیا میں خدا کو چھوڑ کر کسی اور کو مددگار بناؤں کہ (وہی) تو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی (سب کو) کھانا دیتا ہے اور خود کسی سے کھانا نہیں لیتا۔ (الانعام ۱۴)

ترجمہ: اور حضرت ابوذر ﷛ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ اے میرے بندو اگر تمہارے پہلے اور بعد والے تمہارے انسان اور جن تم میں سے زیادہ متقی انسان کے دل والے ہو جائیں تو وہ میری بادشاہت میں کچھ اضافہ نہیں کریں گے اے میرے بندو اگر تمہارے پہلے اور بعد والے اور تمہارے انسان اور جن تم میں سے زیادہ بدمعاش انسان کے دل والے ہو جائیں تو اس سے میری بادشاہت میں کمی نہیں ہوگی اے میرے بندو اگر تمہارے پہلے اور بعد والے تمہارے انسان اور جن کسی چٹیل زمین میں اکٹھے ہو جائیں اور مجھ سے سوال کریں اور میں ہر شخص کے سوال کو پورا کردوں تو اس سے میری بادشاہت میں صرف اتنی ہی کمی واقع ہوگی جس قدر کہ سوئی کو جب سمندر میں داخل کیا جائے پھر نکال لیا جائے سمندر کے پانی میں کمی آتی ہے (مسلم)

بلا مئونتہ کا معنی بلا مشقت ہے:

وہ مارنے والا ہے اسے کسی کا ڈر نہیں ہے وہ اٹھانے والا ہے اس میں اسے کچھ مشقت نہیں

(ش) موت وجودی صفت ہے فلاسفہ اس کے مخالف ہیں ارشاد خداوندی ہے۔

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا

ترجمہ: اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے کام کرتا ہے۔ (سورۃ ملک: ۲)

جب اس آیت میں موت پر خلق وارد ہے تو معلوم ہوا کہ موت وجودی صفت ہے اگر عدمی ہوتی تو اس پر خلق وارد نہ ہوتا۔

حدیث ہے کہ موت کو قیامت کے دن مینڈے کی شکل میں لایا جائے گا جنت اور دوزخ کے درمیان اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔ (بخاری، مسلم)

موت اگرچہ عرض ہے لیکن اللہ پاک اس کو عین کی شکل میں تبدیل فرمائیں گے جیسا کہ نیک عمل کے بارے میں آیا ہے کہ نیک عمل خوبصورت نوجوان کی شکل میں آئے گا اور برا عمل بدصورت انسان کی شکل میں آئے گا اسی طرح قرآن پاک کے بارے میں مذکور ہے کہ وہ بھی خوبصورت نوجوان کی شکل میں آئے گا۔ (دارمی)

نیز اعمال کے بارے میں وارد ہے کہ ان کو ترازو میں رکھا جائے گا حالانکہ اعراض کا وزن نہیں ہو سکتا۔

معلوم ہوا کہ انہیں اعیان میں تبدیل کر دیا جائے گا اور سورت بقرہ اور آل عمران کے بارے میں وارد ہے کہ قیامت کے دن وہ دونوں سورتیں دو بادلوں یا دو سایوں یا پر پھیلانے والے پرندوں کی دو جماعتوں کی مانند ہوں گی اور جو شخص ان کو پڑھا کرتا تھا ان پر سایہ کریں گی۔ (مسلم)

نیز صحیح حدیث میں ہے کہ بندوں کے اعمال آسمان کی جانب بلند ہوتے ہیں (بخاری)

(شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص، ۱۲۰، تا، ۱۲۳، قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی)

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

قال حضرت الشيخ الأكبر قدس سره الأطهر سبب اضطجاع الأنبياء على ظهورهم عند نزول الوحي إليهم ان الوارد الإلهي الذي هو صفة القيومية إذا جاءهم اشتغل روح الإنسان عن تدبيره فلم يبق للجسم من يحفظ عليه قيامه و لا قعوده فرجع الى

أصله وهو لصوقه بالأرض

ترجمہ: حضرت سیدنا معارف آگاہی شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا وحی کے وقت لیٹ جانے میں بھی یہی راز تھا کہ جب ان پر وحی واردات الٰہیہ کا ورود ہوتا تو چونکہ وہ صفت قیومیہ ہے اس لیے جب روح اس کے حصول میں مشغول ہوتی تو جسم کی طاقت قیام وقعود کمزور پڑ جاتی ہے اسی لیے وہ اپنی اصلی حالت زمین پر لیٹنے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔

(تفسیر روح البیان، ج، ۵،ص، ۱۴۰، سورۃ الاسراء، تحت الایۃ، ۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ومدخل العَبْد في هَذَا الوَصْف بِقدر استغنائه عمّا سوى الله تَعَالَى۔

ترجمہ: اور بندہ اس وصف (قیوم) میں اس وقت داخل ہو سکتا ہے جب کہ وہ ماسویٰ اللہ سے مستغنی ہوتا ہے۔

(تفسیر روح البیان، ج، ۱،ص، ۳۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی علیہ الرحمہ متوفی، ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

ومدخل العَبْد في هَذَا الوَصْف بِقدر استغنائه عمّا سوى الله تَعَالَى۔

اور بندہ اس وصف (قیوم) میں اس وقت داخل ہو سکتا ہے جب کہ وہ ماسویٰ اللہ سے مستغنی ہوتا ہے۔ (المقصد الاسنی، ص، ۱۳۲)

علامہ محمد عبد الرءُوف مناوی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۱ھ، اور عارف باللہ سیدی شیخ عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی، نابلسی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۴۳ھ، لکھتے ہیں:

قالَ مُوسَى: يَا رَبِ كَيفَ شَكَرَكَ آدَمُ؟ ومن نظر بعين التوحيد المحض عرف أنه الشاكر وأنه المشكور وأنه المحب وأنه المحبوب وهذا نظر من عرف أنه ليس في الوجود غيره وأن كل شيء هالك إلا وجهه لأن الغير هو الذي يتصور أن يكون له بنفسه قوام وهذا محال أن يوجد إذ الوجود المحقق هو القائم بنفسه وليس له بنفسه قوام فليس له بنفسه وجود بل هو قائم بغيره فهو موجود بغيره فإن اعتبر من حيث ذاته لم يكن له وجود البتة وإنما الموجود هو القائم بنفسه ومن كان مع قيامه بنفسه يقوم بوجوده وجود غيره فهو قيوم ولا يتصور أن يكون القيوم إلا واحدا فليس في الوجود إلا الحي القيوم الواحد فالكل منه مصدره وإليه مرجعه ويعبر الصوفية عن هذا بفناء النفس أي فنى عن نفسه وعن غير الله فلا يرى إلا الله فمن لا يفهم هذا ينكر عليهم ويسخر منهم فيسخرون منه هذا كله كلام الغزالي۔

ترجمہ: حضرت سیدنا شیخ عبد الرؤف مناوی علیہ الرحمہ (متوفی: ۱۰۳۱ھ) حدیث شریف (کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: ''اے میرے پروردگار! حضرت آدم علیہ السلام نے تیرا شکر کیسے ادا کیا؟) کے تحت فرماتے ہیں: ''جس نے بھی خالص نگاہِ توحید سے دیکھا تو اس نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ شاکر بھی ہے اور مشکور بھی، وہ محب بھی ہے اور محبوب بھی۔ یہ مقام و مرتبہ صرف اسی عارف کا ہے جسے اس بات کا عرفان حاصل ہو چکا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا کوئی وجود نہیں اور اس کی ذات کے علاوہ ہر شئ فانی ہے۔

اس لئے کہ غیر سے مراد ہر وہ ذات ہے جس کے بارے میں یہ تصور کیا جائے کہ وہ قائم بنفسہ ہے اور یہ محال ہے۔ کیونکہ موجود کا تحقق یہی قائم بنفسہ ہونا ہے اور جو قائم بنفسہ نہیں ہوتا تو اس کا بذاتِ خود وجود بھی نہیں ہوتا بلکہ وہ غیر کے سبب سے قائم ہوتا ہے۔ پس اس کا موجود ہونا بھی غیر کے سبب سے ہوگا۔ تو اگر موجود بالغیر کی ذات کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اس کے لئے قطعاً کوئی وجود ہے ہی نہیں۔ اور موجود تو وہی ہوتا ہے جو قائم بنفسہ ہو اور جو قائم بنفسہ ہوتا ہے اس کے وجود کے سبب اس کے غیر کا وجود بھی قائم ہوتا ہے۔ پس ایسی ذات ہی قیوم ہوتی ہے۔ اس سے تصور پیدا ہوتا ہے کہ قیوم صرف ایک ہی ہوتا ہے اور اس واحد و یکتا اور حی قیوم کے علاوہ کسی کا کوئی وجود ہی نہیں، وہی تمام وجودوں کو قائم رکھنے والا ہے اور وہی سب کا مرجع ہے۔ صوفیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) اسی کو فناءِ نفس کا نام دیتے ہیں یعنی بندہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے آپ سے اور ہر شئے سے بے پرواہ ہو جاتا ہے اور اسے ہر شئے میں اللہ تعالیٰ ہی کے جلوے نظر آتے ہیں۔ اور جو اس حقیقت کو سمجھ نہیں پاتا وہ اس ''فنافی اللہ'' کے مقام پر فائز ہونے والوں کی باتوں کو جھٹلا کر ان کا مذاق اڑاتا ہے اور یہ تجلیاتِ الٰہی ﷺ کے انوار میں گم ہستیاں اس کی نادانی پر مسکرا دیتی ہیں۔ یہ سارا کلام حضرت سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ الرحمۃ کا ہے۔''

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ج۴، ص۴۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الحدیقۃ الندیۃ فی شرح الطریقۃ المحمدیۃ، ج۱، ص۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(نوٹ: پیارے اسلامی بھائیوں نے اپنے دادا اعلیٰ حضرت پیر الیاس قادری کے خلاف لکھا)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

ونصیب بندہ ازین صفت بقدر استغنای اوست از ماسوی اللہ وامداد مردم واصلاح او امور عباد اللہ را۔

ترجمہ: اس صفت (قیوم) سے بندے کا حصہ اس قدر ہے کہ جتنا کہ وہ غیر خدا سے بے نیاز ہوتا ہے۔ بندے کے لیے اس صفت سے یہ بھی حصہ ہے کہ وہ لوگوں کی مدد کرتا ہے اور ان کے امور کی اصلاح کرتا ہے۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب اسماء اللہ تعالیٰ، ج۲، ص۲۲۸، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

پس حاصل معنی حدیث چنانکہ سیاق کلام وی رضی اللہ عنہ دلالت میکند آن باشد کہ چون بکار خانہ وجود بندہ شکستی رسید واز ہوا وشہوت وارادات فعل خود بر آمد وبکلی فانی گشت وجز خداوند تعالیٰ وارادات وفعل وی در نظر شہود وی نماند وسلطان محبت او را از وی سلب کرد ودر ربو وبفضل وارادت وی تعالیٰ باقی گشت وبشہود وقیومیت حق مشرف شد ہمہ از خدا می یلبد وبخدا می یابد

حدیث کے معنیٰ کا حاصل جیسا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی کلام کا سیاق دلالت کرتا ہے یہ ہے کہ جب بندہ وجود کے کارخانہ شکستگی تک پہنچ جاتا ہے اور ہوا، شہوت، ارادہ اور اپنے فعل سے باہر ہو جاتا ہے اور کلی طور پر فنا ہو کر اس کی نظر شہود میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اس کے ارادہ وفعل کے کچھ نہیں رہتا اور سلطان محبت اس کو اس سے چھین کر لے جاتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ وفعل کے ساتھ باقی ہوتا ہے۔ اور حق تعالیٰ کے شہود اور مرتبۂ قیومی سے مشرف ہو کر خدا تعالیٰ سے سب کچھ پاتا ہے اور قسم بخدا وہ پاتا ہے۔

(شرح فتوح الغیب، المقالۃ السادسۃ، ص۳۵، نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

معرفت: ان اللہ خلق ادم علی صورتہ۔ اللہ تعالیٰ بی چون و بی چگونہ است۔ روح آدم را کہ خلاصۂ اوست بر صورت بی چونی و بی چگونگی آفرید۔ پس ہمچنان کہ حق۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ لامکانی است، روح نیز لامکانی آمد و نسبت روح بابدن ہمچو نسبت اوست۔ تعالیٰ و تقدس۔ با عالم۔ نہ داخل است، نہ خارج، نہ متصل است، نہ منفصل۔ بیش از قیومیت نسبتی مفہوم نمی شود۔ ہر ذرہ از ذراتِ بدن را مقوم روح است۔ ہمچنان کہ اللہ تعالیٰ قیومِ عالم است، قیومیت او تعالیٰ مر بدن را بہ واسطۂ قیومیت روح است۔ ہر فیضے کہ واردمی شود، محل ورود آن فیض ابتدأ روح است و بہ واسطۂ روح، آن فیض بہ بدن می رسد و چون روح بہ صورت بی چونی و بی چگونی، آفریدہ شد، لاجرم بی چون و بی چگون حقیقی را در وی گنجایش آمد۔

معرفت: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بے مثل اور بے کیف ہے۔ اس نے آدم کی روح کو جو آدم کا خلاصہ ہے۔ بے مثل و بے کیف پیدا فرمایا۔ تو جس طرح حق سبحانہ وتعالیٰ لامکانی ہے روح بھی لامکانی ہے۔ روح کو بدن کے ساتھ وہی نسبت ہے جو حق تعالیٰ وتقدس کو عالم کے ساتھ ہے۔ کہ نہ عالم میں داخل ہے نہ خارج۔ نہ متصل، نہ منفصل۔ قیومیت یعنی تدبیر وتصرف کے سوا اور کوئی نسبت مفہوم نہیں ہوتی۔ بدن کے ہر ذرے کا منتظم روح ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ تمام عالم کا قیوم ومدبر ہے۔ بدن کے لیے اللہ تعالیٰ کی قیومیت وتدبیر روح کی قیومیت کے واسطہ سے ہے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے جو فیض بھی وارد ہوتا ہے۔ اس فیض کا محل ورود اولاً اور ابتداءً روح ہے۔ پھر روح کے واسطہ سے وہ فیض بدن کو پہنچتا ہے۔ اور جبکہ روح بے چونی اور بے چگونی (بے مثل و بے کیف) کی حالت پر پیدا کیا گیا ہے تو لامحالہ بے چوں و بے چگون حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی اس میں گنجائش ہے۔

لایسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن۔ چہ ارض و سما باوجود وسعت فراخی چون داخل دائرۂ مکانند و بہ داغ چونی و چگونگی متسم، گنجایش لامکانی کہ مقدس از چندی و چونی است، ندارند۔

لامکانی در مکان گنجایش ندارد و بی چون در چون آرام نمی گیرد۔ پس ناچار گنجایش در قلبِ عبدِ مؤمن کہ لامکانی است و مبرا از چندی و چونی است، متحقق گشت۔ تخصیص بہ قلبِ عبدِ مؤمن بنابر آن است کہ قلب غیر مؤمنِ کامل، از اوج لامکانی فرودہ آمدہ است و گرفتار چندی و چونی شدہ و حکم آن گرفتہ۔ پس بہ واسطۂ این نزول و گرفتاری چون کہ داخل دائرۂ مکانی شدہ است و چونی پیدا کردہ است، آن قابلیت را ضائع ساختہ است (اولئک کالانعام بل ہم اضل) (اعراف/۱۷۹)

میری گنجائش نہ تو میری زمین رکھتی ہے اور نہ میرا آسمان ہاں میری گنجائش میرے بندہ مومن کا قلب رکھتا ہے۔ کیونکہ ارض وسما اس وسعت وفراخی کے باوجود چونکہ دائرہ مکان میں داخل ہیں اور چون وچگون کے داغ سے داغدار ہیں، اس لیے لامکانی ذات جو کمیت اور مقدار سے مقدس اور پاک ہے کی گنجائش نہیں رکھتے۔ لامکانی شے مکان میں سمانے کی گنجائش نہیں رکھتی۔ اور بے چون چونمیں آرام پذیر نہیں ہوسکتی۔ تو لامحالہ عبد مومن کے قلب میں جو لامکانی اور کمیت ومقدار سے پاک ہے میں اس کا سمانا ثابت ہوگیا۔ عبد مومن کے قلب کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ غیر مومن کامل کا قلب لامکان کی بلندی سے نیچے آچکا ہے اور مقدار وکیف کا گرفتار ہوچکا ہے۔ اور اس کا حکم اختیار کرچکا ہے۔ پس اس نزول اور گرفتاری کی بنا پر چونکہ دائرہ مکانی میں داخل ہوچکا ہے اور کیف ومثل کی حالت پیدا کرچکا ہے۔ اس لیے اس قابلیت کو ضائع کرچکا ہے۔

أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ۔

ترجمہ: یہ لوگ چار پایوں کی طرح بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔(سورۃ الاعراف:۱۷۹)

و از مشایخ، هر که از وسعت قلب خود خبر داده است مرادش لامکانیت قلب بوده باشد، چه، مکانی هر چند وسیع است، اما تنگ است۔ عرش با وجود عظمت و فراخی، چون مکانی است هر آیینه در جنب لامکانی که روح است، حکم دانۂ خردل دارد، بل اقل بلکه گوییم این قلب چون که محل تجلی انوار قدم شده است، بلکه بقای به قدیم یافته، عرش و مافیها اگر درو افتند، محو و متلاشی گردند واثری از اینها باقی نماند۔ کما قال سید الطائفة فی هذا المقام: ان المحدث اذا قورن بالقدیم لم یبق له اثر (همانطور که سید الطائفه، حضرت جنید رحمه الله در این مقام فرموده است: حادث اگر در کنار قدیم قرار گیرد، هیچ اثری از او باقی نمی ماند)۔

این لباسی است یکتا که خاص بر قد روح دوخته اند۔ ملائکه نیز این خصوصیت ندارند۔ (آنها نیز) داخلِ دائرۂ مکانند و متصف به چونند۔ لاجرم انسان، خلیفۂ رحمن آمد۔ جل سلطانه۔ بلی صورت شیء خلیفۂ شیء است، تا بر صورتِ شیء مخلوق نباشد، خلافتِ شیء را نشاید و تا خلافت راشایان نباشد، تحمل بار امانتِ اصل خود نتواند کرد۔ لایحمل عطایا الملک الا مطایاه۔ قال تبارک و تعالیٰ: (انا عرضنا الا مانة علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها و اشفقن منها و حملها الانسان انه کان ظلو ماً جهو لا) (احزاب/۷۲)۔

اور مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے جس نے بھی اپنے قلب کی وسعت سے خبر دی ہے تو اس کی مراد یہی قلب کی لامکانیت ہے۔ اس لیے مکانی شے اگر چہ کتنی بھی وسیع ہو بہر حال تنگ ہی ہے۔ عرش عظمت وفراخی کے باوجود چونکہ مکانی ہے، لامحالہ لامکانی (روح) کے سامنے رائی کے دانہ کی حیثیت رکھتا ہے، بلکہ اس سے بھی کمتر۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ قلب چونکہ انوارِ قدم کی تجلی کا محل بن چکا ہے بلکہ قدیم ذات کے ساتھ بقا حاصل کر چکا ہے اس لیے عرش ومافیہا اگر اس میں آپڑیں تو بالکل محو ولاشے ہو جائیں۔ اور ان کا کچھ اثر ونشان باقی نہ رہے۔ جیسا کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ نے اس مقام پر فرمایا ہے کہ محدث (فانی) کو جب قدیم کے ساتھ ملایا جائے تو فانی اور محدث کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔ یہ ایک یکتا لباس ہے جو صرف روح کے قد پر ہی سیا گیا ہے۔ ملائکہ بھی یہ خصوصیت نہیں رکھتے۔ کیونکہ یہ بھی دائرہ مکان میں داخل ہیں اور چون کے ساتھ متصف ہیں اسی بنا پر انسان رحمان جل سلطانہ کا خلیفہ قرار پایا۔ ہاں ہاں! شے کی صورت ہی شے کا خلیفہ بن سکتی ہے۔ جب شے کی صورت پر پیدا نہ کیا گیا ہو تو اس کی خلافت کے لائق نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک خلافت کے لائق نہ ہو امانت کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا۔ بادشاہ کی عطاؤں کو اسی کی سواریاں اٹھا سکتی ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا

ترجمہ: بے شک ہم نے آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں پر امانت پیش کی تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے۔ اور انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا۔ بیشک وہ بڑا ہی ظالم اور جاہل ہے۔(سورۃ الاحزاب:۷۲)

کثیر الظلم علی نفسه بحیث لایبقی من وجوده و توابع وجوده اثر أولا حکما۔ کثیر الجهل حتی لا یکون له ادراک یتعلق بالمقصود و

لا علم لا نسبة الی المطلوب بل العجز عن الادراک فی ذلک الموطن ادراک والا عتراف بالجهل معرفة اکثر هم معرفة بالله اشدهم تحیر افیه۔

تنبیه: اگر در بعضی عبارات، لفظی که موهم ظرفیت یا مظروفیت است، درشأن او۔ تعالیٰ و تقدس۔ واقع می شود، حمل بر تنگی میدان عبارت می باید کرد و مراد کلام را مطابقِ آرای علماء اهل سنت می باید داشت۔

معرفت، عالم چه صغیر و چه کبیر، مظاهر اسماء و صفات آلهیه است۔ تعالیٰ شانه۔ و مرایای شیون و کمالاتِ ذاتیهٔ او۔ سبحانه و تعالیٰ۔ و او سبحانه و تعالیٰ گنجی بودم مکنون و سری بود مخزون (پوشیده۔)۔ خواست که از خلا به ملا عرض دهد و از اجمال به تفصیل آرد۔ عالم را آفرید تا دلالت کند بر اصل خویش و علامت باشد بر حقیقت خود۔ پس عالم را با صانع بی چون هیچ نسبتی نیست الا آنکه عالم، مخلوق اوست و دلیل است بر کمالاتِ مخزونهٔ او۔ تعالیٰ و تقدس۔ ماورایِ این هر حکمی که هست، از جنس اتحاد و عینیت و احاطه و معیت، از سکرِ وقت و غلبهٔ حال است۔ اکابرِ مستقیم الاحوال که از قدحِ صحو، ایشان را شرب بی ارزانی داشته اند، از این علوم متبری و مستغفر اند، اگرچه بعضی ایشان را در اثناء راه این علوم حاصل میشود، اما بالاخره از اینها می گذرانند و مطابق علوم شریعت، علوم لدنی برای شان ایراد می فرمایند۔

مثالی از برای تحقیق این مبحث بیان کنیم۔ عالمی نحریری (زیرکی۔) ذوفنونی (صاحب کمالات و فن های گوناگون۔) خواهد که کمالاتِ مخزونهٔ خود را در عرصهٔ ظهور آرد و فنون مکنونهٔ خود در ابر ملا جلوه دهد۔ ایجاد حروف و اصوات نماید تا در پردهٔ آن حروف و اصوات، آن کمالات را متجلی سازد و آن فنون را اظهار نماید۔ پس در این صورت، این حروف و اصواتِ دوال را با معانی مخزونه، بلکه با آن عالمِ موجد، هیچ نسبتی نیست، الا آنکه آن عالم، موجد اینهاست و اینها دوال اند بر کمالات مکنونهٔ او۔

حروف و اصوات را عینِ آن عالمِ موجد یا عینِ آن معانی گفتن، معنی اندارد و همچنین حکم به احاطه و معیت در این حادثه، غیر واقع است، معانی به همان صرافت مخزونه اند۔ آری! چون در میان معانی و صاحب معانی، و درمیان حروف و اصوات، مناسبت دالیت و مدلولیت متحقق است، بعضی معانی زائده غیر واقعه در تخیل می آید، فی الحقیقت آن عالم و معانی مخزونهٔ او از آن نسبت زائده منزه و مبر است و این حروف و اصوات در خارج موجودند، نه آنکه آن عالمِ و معانی موجودند و آن حروف و اصوات، اوهام و خیالات اند۔ پس عالم که عبارت از ماسوای است در خارج موجود است بالوجود الظلی و الکون التبعی نه آنکه عالم، اوهام و خیالات است۔ این مذهب به عینه مذهب ((سوفسطائی)) است که عالم را اوهام و خیالات می داند۔ اثبات حقیقت در عالم نمودن، عالم را از اوهام و خیالات نمی برآرد، حقیقت موجود شد، نه عالم، زیرا که عالم ورای آن حقیقت مفروضه است۔

تنبیه، مراد از مظهریت و مرآتیت عالم مر اسما و صفات را مرآتیت اوست مر صور اسماء و صفات راه، نه اسما و صفات را به اعیانها، چه اسم در رنگ مسمیٰ محاطِ هیچ مرآت نمی شود و صفت همچون موصوف مقید هیچ مظهر نمی گردد۔

در تنگنای صورت معنی چگونه گنجد	در کلبه گدایان سلطان چه کار دارد

یعنی انسان اپنی ذات پر بہت ہی ظلم کرنے والا ہے کہ اپنے وجود اور توابع وجود کا کچھ اثر اور حکم باقی نہیں رہنے دیتا اور کثیر الجہل ہے کہ اسے اپنے مقصود سے متعلق

کچھ ادراک نہیں اور نہ ہی علم رکھتا ہے جس کی اپنے مطلوب کی طرف نسبت ہو۔ بلکہ اس مقام میں ادراک سے عاجز رہنا ہی ادراک ہے۔ اور جہالت کا اعتراف معرفت ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت زیادہ ہوگی وہ سب سے زیادہ حیرت میں ہوگا۔

تنبیہ: اگر بعض عبارات میں ایسا لفظ واقع ہو جائے جس سے ذات واجب تعالیٰ کے لیے ظرفیت یا مظروفیت کا وہم پڑتا ہو تو اسے میدان عبارت کی تنگی پر محمول کرنا چاہیے۔ اور کلام کی مراد کو علمائے اہل سنت کی آراء کے مطابق کرنا چاہیے۔

معرفت: عالم چاہے صغیر (انسان) ہو چاہے کبیر (مجموعۂ کائنات) سب اسماء اور صفات الٰہیہ تعالیٰ شانہ کے مظاہر اور اس ذات سبحانہ کے شیون و کمالات ذاتیہ کے آئینے ہیں۔ اور وہ ذات سبحانہ و تعالیٰ ایک پوشیدہ خزانہ اور مخفی راز تھی۔ اس نے چاہا کہ خفا سے ظہور میں آئے اور اپنے آپ کو اجمال سے تفصیل کی طرف لائے جہان کو پیدا فرمایا تا کہ اپنی اصل پر دلالت بیان کرتے اور اپنی حقیقت کے لیے علامت اور نشانی بنے۔ پس عالم کو اپنے صانع اور خالق کے ساتھ اس کے سوا اور کچھ نسبت نہیں کہ عالم مخلوق ہے اور اس ذات تعالیٰ و تقدس کے کمالات پوشیدہ پر دلیل ہے۔ اس نسبت کے ماسوا جو حکم بھی لگایا جائے جیسے اتحاد، عینیت، احاطہ اور معیت، سب سکر وقت اور غلبۂ حال کے باعث ہے۔

مستقیم الاحوال اکابر جنہیں صحو اور ہوش کے پیالہ سے حصہ ملا ہے اس طرح کے علوم سے بیزار اور استغفار کرتے ہیں۔ اگر چہ ان مستقیم الاحوال بزرگوں کو راہِ سلوک کے درمیان یہ علوم حاصل ہوتے ہیں لیکن بالا آخر انہیں ان علوم سے گزار کر آگے لے جاتے ہیں اور علوم شریعت کے مطابق ان پر علوم لدنی وارد فرماتے ہیں۔ اس بحث کی تحقیق کے لیے ہم ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ زیرک اور صاحب کمالات عالم جب چاہتا ہے کہ اپنے ذہن میں پوشیدہ کمالات کو میدان ظہور اور اپنے مخفی فنون کو سامنے لائے تو وہ حروف واصوات کو ایجاد کرتا ہے ان دلالت کرنے والے حروف واصوات کو خزانہ ذہن میں موجود معانی بلکہ اس عالم موجد کے ساتھ اس کے سوا کچھ نسبت نہیں کہ وہ عالم ان کا موجد ہے۔ اور یہ ان حروف واصوات کو اس ایجاد کرنے والے عالم کا عین یا ان معانی کا عین کہنا بالکل بے معنی ہے اسی طرح احاطے اور معیت کا حکم بھی اس واقعہ میں غیر موجود ہے۔ معانی اپنی اسی سادگی اور تنہائی کی حالت میں ہیں۔ ہاں جبکہ معانی اور صاحب معانی اور حروف واصوات کے درمیان دالیت اور مدلولیت کی نسبت متحقق اور موجود ہے۔ اس بنا پر بعض معانی زائدہ غیر مطابق واقع تخیل میں آجاتے ہیں۔ فی الحقیقت وہ عالم اور اس کے ذہن میں موجود معانی اس نسبت زائدہ سے منزہ اور مبرا ہیں۔ اور یہ حروف وہ صوات خارج میں موجود ہیں اور حروف واصوات محض اوہام وخیالات ہیں۔ پس عالم جو ماسوی اللہ سے عبارت ہے۔ خارج میں وجود ظلی اور کون تبعی کے ساتھ موجود ہے۔ نہ یہ کہ عالم اوہام وخیالات ہے۔

یہ مذہب بعینہ سوفسطائی کا مذہب ہے جو عالم کو اوہام وخیالات تصور کرتا ہے۔ عالم کی حقیقت کو ثابت ماننا عالم کو اوہام وخیالات سے نہیں نکال سکتا۔ کیونکہ اس صورت میں تو حقیقت موجود ہوگی نہ کہ عالم۔ کیونکہ عالم اس کی حقیقت مفروضہ سے الگ ایک شے ہے۔

تنبیہ: جہان کا واجب تعالیٰ کے اسماء اور صفات کا مظہر اور آئینہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ صور اسماء اور صفات کا آئینہ ہیں۔ نہ کہ بے واسطہ صور عین صفات اور اسماء کا آئینہ اور مظہر ہیں۔ کیونکہ اس کا اسم بھی مسمّی کی طرح کسی آئینے کا محاط نہیں ہوسکتا۔ اور صفت بھی بے مثل موصوف کی مانند کسی مظہر کی قید میں نہیں آسکتی۔

در تنگنای صورت معنی چگونه گنجد		در کلبه گدایان سلطان چه کار دارد

ترجمہ: صورت کے تنگ گھر میں معنی کہاں سے آئے، منگتے کی جھونپڑی میں بادشاہ کیوں جائے

معرفت: کمل تابعانِ آن سرور را۔ علیه الصلوٰة و السلام و التحیة۔ اگر چه به واسطهٔ اتباع آن حضرت۔ علیه الصلوٰة و السلام و التحیة۔ از

تجلی ذات کہ بالاصالت خاصۂ آن حضرت است۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ نصیب است و سایر انبیاء را۔ علیٰ نبینا و علیہم الصلوات و التحیات والتسلیمات۔ تجلیات صفات است و تجلی ذات اشرف است از تجلیِ صفات، لیکن باید دانست کہ انبیاء را۔ علی نبینا و علیہم الصلوات والتحتیات۔ در تجلیاتِ صفات، مراتب قرب حاصل است کہ کمل تابعانِ این امت رانیست، باوجود تجلیِ ذات بطریق تبعیت۔ مثلاً شخصی بہ محبتِ جمال آفتاب، مدارج عروج راطی کردہ بہ آفتاب برسد و درمیان آفتاب و او، غیر از حائل رقیقی نماند و شخصی دیگر را باوجود محبتِ ذات آفتاب، در عروج بہ آن مراتب عاجز است، ہر چند میٰان او و آفتاب حائلی درمیان نیست، شک نیست کہ شخص اول نزدیکتر است بہ آفتاب و عالمتر است بہ کمالات دقیقۂ او۔

معرفت: اگرچہ آن سرور ﷺ کے کامل متبعین کے لیے آنحضرت ﷺ کی اتباع کی برکت سے تجلی ذات سے جو بالاصالۃ آنحضرت ﷺ کا خاصہ ہے حصہ ملتا ہے۔ اور باقی تمام انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والتحیات والتسلیمات کے لیے تجلیات صفات ہیں اور تجلی ذات تجلی صفات سے اشرف اور اعلیٰ ہے۔ لیکن انبیاءِ کرام علی نبینا وعلیہم الصلوات والتحیات کے لیے تجلیات صفات میں وہ قرب حاصل ہے جو اس امت کے کامل متبعین کے لیے بطریق تبعیت تجلی ذات حاصل ہونے کے باوجود حاصل نہیں۔ مثلاً ایک شخص جمال آفتاب کی محبت میں مدارج عروج کو طے کر کے آفتاب تک پہنچے اور اس کے اور آفتاب کے درمیان سوائے ایک باریک پردہ کے کچھ حائل نہ رہے۔ اور ایک دوسرا شخص ذات آفتاب کی محبت کے باوجود ان مراتب تک عروج سے عاجز ہو اگرچہ اس کے اور آفتاب کے درمیان باریک سا پردہ بھی حائل نہ ہو، تاہم اس امر میں کچھ شک نہیں کہ شخص اول آفتاب کے زیادہ نزدیک ہے اور اس کے کمالات دقیقہ کو زیادہ جاننے والا ہے۔

پس درہر کہ قرب بیشتر است و معرفت زیادہ تر، فاضلتر است۔ پس ہیچ ولی از اولیاءِ این امت کہ خیر الامم است باوجود افضلیت پیغمبرِ خویش، بہ مرتبۂ ہیچ نبی از انبیا نرسد، اگرچہ او رابہ واسطۂ متابعت پیغمبر خویش، از مقام مابہ الافضلیت نصیبی حاصل شود۔ فضلِ کلی انبیاء راست، اولیاء طفیلی اند۔ ولیکن ہذا اخر الکلام۔

الحمد اللہ سبحانہ علی ذلک وعلیٰ جمیع نعمائہ والصلوٰۃ والسلام علی افضل انبیائہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین والملٰئکۃ المقربین وعلیٰ الصدیقین والصالحین۔

پس اس امت کے اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے کوئی ولی باوجود اس امت کے خیر الامم ہونے کے اپنے پیغمبر کے افضل ہونے کے باوجود کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ اس ولی کو اپنے پیغمبر کی متابعت کے واسطہ سے مقام مابہ الافضلیت سے حصہ ملا ہوا ہے فضیلت کلی صرف انبیاء کرام ﷺ و حاصل ہے۔ اولیائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) طفیلی ہیں۔ اب ہمیں اپنے اس مکتوب کو ان ہی الفاظ پر ختم کرنا چاہیے۔ ہم اس پر اور تمام نعمتوں پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حمد وثناء کرتے ہیں۔

والصلوٰۃ والسلام علی افضل انبیائے وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین والملئکۃ المقربین وعلی الصدیقین والشہداء والصالحین۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۸۷، ج ۱، ص ۶۸۳ تا ۶۸۷ مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

به (خواجه هاشم) در تأویل آیهٔ کریمه (فمنهم ظالم لنفسه... الأیة) ودر تأویل آیهٔ کریمهٔ (انا عرضنا الامانة... الأیة) ودر بیان خلافت انسان کامل که معامله او به جایی می رسد که اورا قیوم جمیع اشیا می سازند وآن ظالم لنفسه است و مقتصد رابه ندیم و خلیل تعبیر نموده اند و سابق بالخیرات رابه محب و محبوب که سرحلقه آن محمد رسول الله است علیه وعلیٰ اٰله الصلوٰة والسلام۔قال الله تبارک و تعاظم و تعالیٰ: (ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخیرات باذن الله) (۔فاطر/۳۲) وقال الله تعالیٰ: (انا عرضنا الامانة علی السمٰوٰت والارض والجبال فابین أن یحملنها واشفقن منها وحملنا الانسان انه کان ظلوماً جهولاً) (احزاب/۷۲) مراد الأیتین ما اراد الله سبحانه ونحن ناولها بما ظهر لنا (ربنا لاتؤاخذنا آن نسینا او اخطانا)

خواجہ ہاشم کی طرف صادر فرمایا۔

اس آیت کے معنی میں: فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ۔ (سورۃ فاطر:۳۲) اور اس آیت کے معنی میں: إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ۔الآیۃ (سورۃ الاحزاب:۷۲) اور انسان کامل کی خلافت کے بیان میں کہ اس کا معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے۔کہ اس کو تمام اشیاء کا قیوم بنادیتے ہیں۔اور یہ اپنے نفس کے لئے ظالم ہے۔اور مقتصد کو ندیم اور خلیل سے تعبیر کرتے ہیں اور سابق الخیرات کو محب اور محبوب سے کہ جن کے سردار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۔

ترجمہ: پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چُنے ہوئے بندوں کو تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا۔(سورۃ فاطر:۳۲)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا

ترجمہ: بیشک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اٹھالی بیشک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔(سورہ احزاب:۷۲)

دونوں آیتوں کی مراد وہی ہے۔جو اللہ تعالیٰ چاہے۔اور ہم اپنی معلومات کے مطابق ان کا مطلب بیان کرتے ہیں۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا۔

ترجمہ: اے رب ہمارے ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔(سورۃ البقرۃ:۲۸۶)

باید دانست که ان الله خلق أدم صورته او تعالیٰ از صورت منزه ومتعالی است پس خلق آدم بر صورت او۔سبحانه۔به این معنی تواند بود که اگر مرتبهٔ تنزیه رادر عالم مثال صورتی فرض کرده شود، هرآینه این صورت جامع خواهد بود، که انسان جامع بر آن صورت

موجود گشته است صورت دیگر را قابلیت آن نیست که تمثال آن مرتبۂ مقدسه تواند بود و مرآت آن توان گشت از اینجاست که انسان شایان خلافت او تعالیٰ گشته است، زیرا که تابر صورت شیء مخلوق نگردد، شایان خلافت آن شیء نباشد، چه خلیفۂ شیء، خلف شی است و نائب مناب آن شیء است و چون انسان خلیفۂ رحمن گشت۔ تعالیٰ۔ ناچار تحمل بار امانت را متعین شده لایحمل عطایا الملک الا مطایاہ۔ آسمان ها و زمین و کوه ها، جامعیت از کجا یابند تا به صورت او تعالیٰ مخلوق گردند و شایان خلافت او تعالیٰ باشند و تحمل بار امانت او سبحانه نمایند و محسوس می گردد که اگر این بار امانت را فرضاً به آسمان و زمین و کوه حواله نمایند، پاره پاره گردند و هیچ، اثری از آنها باقی نماند۔

جاننا چاہئے۔

إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُورَتِهٖ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا (مسند احمد، رقم: ۸۲۹۲، صحیح البخاری، رقم: ۶۲۱۲، التوحید لابن خزیمہ، رقم: ۶، صحیح ابن حبان، رقم: ۵۶۰۵)

خدواند تعالیٰ صورت سے پاک اور بلند ہے۔ پس آدم علیہ السلام کی خدا تعالیٰ کی صورت پر پیدائش کا یہی معنی ہوسکتا ہے۔ کہ اگر مرتبہ تنزیہ کے لئے عالم مثال میں کوئی صورت فرض کرلی جائے۔ تو وہ یہی صورت جامع ہوگی۔ کہ انسان اس صورت جامع پر موجود ہوا ہے۔ دوسری کسی صورت کو اس کی قابلیت نہیں ہے۔ کہ اس مرتبہ مقدسہ کی تمثال ہوسکے۔ اور اس کا آئینہ بن سکے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ انسان اللہ تعالیٰ کی خلافت کے لائق ہوگیا ہے۔ کیونکہ جب تک وہ کسی شے کی صورت پر مخلوق نہ ہو۔ اس شے کی خلافت کے لائق نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ خلیفہ شے اس شے کا جانشین ہے۔ اور اس شے کے قائم مقام ہے۔ اور جب انسان رحمٰن کا خلیفہ ہوا۔ تو لازمی طور پر بار امانت کے اٹھانے کے لئے متعین ہوا۔ ''بادشاہوں کے انعامات کو اسی کی سواریاں ہی اٹھاسکتی ہیں''۔

آسمان وزمین اور پہاڑ وہ جامعیت کہاں سے لائیں۔ کہ اللہ جل جلالہ کی صورت میں مخلوق ہوں۔ اور اس کی خلافت کے حقدار ٹھہریں۔ اور اس کی امانت کا بوجھ اٹھائیں۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ اگر بالفرض اس امانت کے بوجھ کو آسمان اور زمین اور پہاڑوں کے حوالہ کردیتے۔ تو وہ پارہ پارہ ہوجاتے۔ اور ان کا کوئی نام ونشان باقی نہ رہتا۔

و آن امانت به زعم این حقیر قیومیت جمیع اشیاست بر سبیل نیابت، که مخصوص به کمل افراد انسان است، یعنی معاملہء انسان کامل تابه جای می رسد که او را قیوم جمیع اشیاء به حکم خلافت، می سازند و همه را افاضۂ وجود و بقا و سایر کمالات ظاهری و باطنی به توسط او می رسانند۔ اگر ملک است، به او متوسل است و اگر انس و جن است، به او متشبث و فی الحقیقت توجه جمیع اشیا به جانب اوست و همه نگران اویند، این معنی را دانندیانه (حق تعالیٰ) فرموده (انه کان ظلوماً جهولاً) کثیر االظلم علی نفسه بحیث لایبقی من وجوده ولان من توابع وجوده اثراً ولا حکماً و تابر خود چنین ظلم ننماید، شایان تحمل بار امانت نبود جهولاً، کثیرا الجهل بحیث لایکون له علم ولا ادراک بالمطلوب بل عجز عن الادراک و جهل عن العلم بالمقصود و این عجز و جهل، در آن موطن کمال معرفت است لان اجهلهم اعرفهم ثمه ولاشک ان اعرفهم الیق بحمل الامانة۔ این دو صفت گویا علت اند مر حمل بار امانت را این عارفی که به

منصب قیومیت اشیا مشرف گشته است، حکم وزیر دارد که مهمات مخلوقات را به او مرجوع داشته اند هر چند انعامات از سلطان است، اما وصول آنها مربوط به توسط وزیر است۔ رئیس این دولت، ابو البشر (حضرت آدم) است۔ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ و اسلام۔ و این منصب عالی بالاصالت مخصوص به انبیاء اولی العزم است۔ علیھم الصلوات و التحیات۔ و بہ تبعیت و وراثت، این بزرگواران هر کرا به این دولت مشرف سازند۔

اور وہ امانت اس حقیر (امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کے خیال کے مطابق نیابت کے طور پر تمام اشیاء کی قیومیت ہے۔ جو کہ انسان کے کامل افراد کے ساتھ مخصوص ہے۔ یعنی کامل انسان کا معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے۔ کہ بحکم خلافت اس کو تمام اشیاء کا قیوم بنا دیتے ہیں۔ اور تمام مخلوق کو وجود اور بقا اور تمام کمالات ظاہری و باطنی کے فیوض اس کے واسطہ سے پہنچتے ہیں۔ اگر فرشتہ ہے تو اسی سے متصل ہے۔ اگر انسان و جن ہیں تو اسی کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں۔ اور حقیقت میں تمام اشیاء کی توجہ اسی کی جانب ہے اور تمام اسی کو دیکھنے والے ہیں۔ اسی معنی کو سمجھیں یا نہ فرمایا ہے۔

إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا

ترجمہ: وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔ (سورہ احزاب: ۷۲)

یعنی اپنے نفس پر بہت ظلم کرنے والا اس قدر کہ اپنے وجود اور وجود کے توابع میں سے کوئی بھی اثر اور حکم نہیں رکھتا۔ اور جب تک اپنے اوپر اس قدر ظلم نہ کرے۔ امانت کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں ہوتا۔ جھولاً بہت زیادہ جہالت والا اتنا کہ اسے اپنے مطلوب کا کوئی ادراک اور علم نہیں ہوتا۔ بلکہ ادراک سے عاجز اور مقصود کے علم سے جاہل ہوتا ہے۔ اور یہ عجز و جہل اس کمال کے مقام میں معرفت ہے۔ کیونکہ یہاں جو سب سے زیادہ جاہل ہے۔ وہ سب سے بڑا عارف ہے۔ اور اس میں تو شک نہیں۔ کہ جو سب سے بڑا عارف ہو۔ وہی امانت اٹھانے کا زیادہ حق دار ہے۔ یہ دونوں صفتیں گویا بار امانت کے اٹھانے کا سبب ہیں۔

یہ عارف جو قیومیت اشیاء کے منصب پر مقرر ہوا ہے۔ یہ وزیر کا حکم رکھتا ہے۔ کہ مخلوقات کی مہمات اس کی طرف راجع ہیں۔ یہ صحیح ہے۔ کہ انعامات بادشاہ کی طرف سے ہیں۔ لیکن ان کی وصولی وزیر کے توسط سے وابستہ ہے۔ اس دولت کے سردار ابو البشر حضرت آدم علی نبینا ﷺ ہیں۔ اور یہ بلند منصب اصل میں تو انبیاء اوالوالعزم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور ان بزرگواروں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی تبعیت اور وراثت میں جس کو چاہیں۔ اس دولت سے مشرف کریں۔

باکریمان کارها دشوار نیست

ترجمہ: سخی لوگوں پر بہت سے کام مشکل نہیں ہوتے۔

وظایفۂ اولی از وارثان کتاب که برگزیدگان اند از عباد او تعالی، همین (ظالم لنفسه) است که به منصب وزارت و قیومیت مشرف است۔ و طائفه ثانیه ازین برگزیدگان که تعبیر از آن به (مقتصد) فرموده است، آنانند که به دولت (خلت) مشرف گشته اند و صاحب سر و اهل مشوره اند، هر چند معامله و کاروبار بادشاهت به وزیر مربوط است، اما خلیل، ندیم است و صاحب انس و الفت است۔ این از برای فرحت خود است و آن از برای مهمات دیگران است شتان ما بینهما۔ و بر سر حلقۂ این مقام عالی، (حضرت ابراهیم) خلیل الرحمان است۔ علی نبینا و علیه الصلوٰۃ و السلام۔ و هر کرا به این مقام عالی مشرف سازند۔

اور وارثان کتاب میں سے جو کہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ پہلی جماعت یہی اپنی جان پر ظلم کرنے والی ہے جو کہ وزارت و قیومیت کے

منصب سے مشرف ہوئی ہے۔

اوران برگزیدہ لوگوں میں سے دوسری جماعت جس کومقتصد سے تعبیر فرمایا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جوخلت کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔اور صاحب سراوراہل مشورہ ہیں۔اگر چہ بادشاہت کے کاروباراور معاملہ کاتعلق وزیر سے وابستہ ہے۔لیکن خلیل ہم نشین ہے۔اورصاحب انس والفت ہے۔یہ اپنی خوشی کے لئے ہے۔اوروہ (وزیر) دوسروں کی مہمات کے لئے۔ان دونوں میں کتنا بڑافرق ہے۔اوراس بلند مقام کے سردار حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔اوران کے بعد جس کوبھی اس بلند مقام سے مشرف کردیں۔

وفوق مقام (خلت)، مقام (محبت) است که طایفۂ ثالث، که سابق بالخیرات اند، به آن مقام اعلیٰ مشرف گشته اند یار وندیم دیگر است و محب و محبوب دیگر۔اسرار و معاملات که به محب و محبوب می گذرد، یار وندیم رادر آنجا چه مدخل؟ هر چند در وقت کمال انس و الفت، اسرار خفیه محبت رابه خلیل جلیل القدر درمیان می توان آورد و او را فخر (محرم) اسرار محب و محبوب می توان ساخت سر حلقۂ محبان، (حضرت کلیم الله) است۔علیٰ نبینا وعلیه الصلوٰة والسلام۔و سر گروه محبوبان، (حضرت خاتم الرسل) است۔علیهم الصلوات والتسلیمات التحیات۔وبه تبعیت و وراثت این صاحب دولتان، هر کرا به این دو مقام مشرف سازند۔و مقاماتی که فوق مقام محبت اند در مکتوبی از مکتوبات این فقیر ذکر یافته اند

وصدر نشین آنجانیز (محمد رسول الله) است۔علیه وعلیٰ اٰله الصلوة والسلام۔همه داخل مقام سابقان است، که نصیب فرقۂ ثالثه است از وارثان کتاب (ربنا اٰتنا من لزنک رحمةً وهئ لنا من امرنا رشداً) والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ۔

اورخلت کے مقام سے بالاتر محبت کا مقام ہے۔کہ وہ تیسری جماعت سابق بالخیرات ہیں۔جواس مقام عالی پر مشرف ہوئے ہیں۔مددگاراورہم نشین اور ہے۔اور دوست اورمحبوب اوروہ اسرارومعاملات جوکہ محب اورمحبوب کے درمیان گزرتے ہیں۔یاروندیم کواس جگہ کیادخل ہے۔؟ ہرچند انس والفت کے کمال کے وقت محبت کی مخفی اسرارکوخلیل جلیل القدر سے بھی بیان کیاجاسکتا ہے۔لیکن اس کومحب اورمحبوب نہیں بنایا جاسکتا۔محبوں کے حلقہ کے سردار حضرت کلیم اللہ علی نبینا ﷺ۔اور محبوبوں کی جماعت کے سردار حضرت خاتم الرسل ﷺ ہیں۔اوران صاحب دولتوں کی تبعیت ووراثت میں جس کوبھی ان دومقامات سے مشرف کریں۔

اوروہ مقامات جومقام محبت سے اوپر ہیں۔ان کوبھی اس فقیر (امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے مکتوبات میں سے ایک مکتوب میں لکھاہے۔اور اس جگہ بھی صدرنشین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں یہ سب مقام سابقین میں داخل ہیں۔جوکہ وارثان کتاب میں سے تیسرے فرقہ کا حصہ ہے۔اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطافرما۔اورہمارے معاملہ میں بھلائی مہیا کر۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب، ۶۷، ج،۲، ص، ۲۵۳، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

به (خواجه هاشم بدخشی کشمی) دربیان آنکه هر کدام از لطائف عالم خلق و عالم امر، هم ظاهر دارد وهم باطن دارد و لحوق این باطن به اسم قیوم عارف است و دربیان آنکه عارف در وقت نزول، به کلیت ظاهر و باطن متوجه دعوت و عبادت است۔عالم خلق و عالم امر عارف تام المعرفه هر چند هر دو داخل ظاهر و صورت اند نسبت به اسم قیوم که وجه خاص اوست که فی الحقیقت باطن و حقیقت آن عارف

است ۔ چنانچه تحقیق آن در مکتوبی تحریر یافته است۔ اما چون این ظاهر و صورت را به حدت نظر که به محض فضل خداوند ۔جل سلطانه۔ موهبت گشته است، ملاحظه می نماییم، اینجانیز ظاهر و باطن پیدا می گردد و صورت و حقیقت هویدا می شود، نه۔ آنکه عالم خلق را به تمام، ظاهر یابیم و عالم امر را باطن، چنانچه جمعی گمان برده اند۔ در هر لطیفه از لطائف عالم خلق و عالم امر، هم صورت است و هم حقیقت عنصر خاک هم ظاهر دارد و هم باطن و همچنین اخفار اهم ظاهر ات و هم باطن و این باطن که به عالم خلق و عالم امر تعلق دارد، روز به روز به توسل اعمال صالحه ، بلکه به محض موهبت خداوندی ۔جل سلطانه۔ کم کم به ان باطن که به اسم قیوم مربوط است، ملحق می گردد تا به حدی که از این باطن، هیچ اثری نمی ماند و به جز ظاهر صرف، هر چه بود، مختفی می گردد۔ و الحاق این باطن به اسم قیوم نه به این معنی است که این باطن در آن اسم، حال می گردد و یابا ان اسم اتحاد پیدا می کند، که آن الحاد است (سبحان من لایتغیر بذاته و لا بصفاته و لا فی اسمائه بحدوث الاکوان)، بلکه این باطن را به آن اسم، نسبتی پیدا می شود مجهول الکیفیت که موهوم حلول و اتحاد می گردد،

خواجہ ہاشم بدخشی کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ جتنے بھی عالم خلق اور عالم امر کے لطائف ہیں۔ان کا ظاہر بھی ہے۔اور باطن بھی اور اس باطن کا الحاق عارف کے اسم قیوم کے ساتھ ہے۔

اور اس بیان میں کہ نزول کے وقت عارف کلی طور پر اپنے ظاہر و باطن سے بندوں کی دعوت وعبادت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

پوری معرفت والے عارف کے عالم خلق و عالم امر ہر چند کو دونوں اس کی صورت و ظاہر ہیں۔ بہ نسبت اسم قیوم کے جو کہ اس عارف کی خاص وجہ ہے۔ کہ حقیقت میں وہ اس عارف کی حقیقت و باطن ہیں۔ جیسا کہ اس کی تحقیق ایک مکتوب میں لکھی جا چکی ہے۔لیکن جب اس ظاہر وصورت کو باریک نگاہ سے جو کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عنایت ہوتی ہے۔ہم دیکھتے ہیں۔تو اس جگہ بھی ظاہر و باطن معلوم ہوتے ہیں۔اور صورت وحقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ عالم خلق کو ہم پورے طور پر ظاہر پاتے ہیں۔اور عالم امر کو باطن جیسا کہ ایک جماعت نے خیال کر رکھا ہے۔ بلکہ عالم خلق اور عالم امر کے ہر لطیفہ میں ظاہر بھی ہے۔اور باطن بھی۔عنصر خاک بھی ظاہر اور باطن رکھتا ہے۔اور اسی طرح اخفی کا ظاہر بھی ہے۔اور باطن بھی اور یہ باطن جو کہ عالم خلق اور عالم امر سے تعلق رکھتا ہے۔اعمال صالحہ کے ذریعہ بلکہ محض خدا تعالیٰ کی عنایت سے تھوڑا تھوڑا اس باطن سے جو کہ اسم قیوم سے وابستہ ہے۔ ملحق ہوتا جاتا ہے۔یہاں تک کہ اس باطن سے کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔اور خالص ظاہر کے سوا جو کچھ بھی ہے۔ پوشیدہ ہو جاتا ہے۔اور اس باطن کا اسم قیوم سے الحاق اس معنی سے نہیں ہے۔کہ یہ باطن اس اسم میں پوشیدہ ہو جاتا ہے۔یا پھر اس اسم سے متحد ہو جاتا ہے۔کہ یہ بے دینی ہے۔پاک ہے وہ اللہ جو اپنی ذات وصفات اور اپنے اسماء میں اکوان کے حدوث سے متغیر نہیں ہوتا۔بلکہ اس باطن کو اس اسم سے ایک مجہول الکیفیت نسبت پیدا ہو جاتی ہے۔جس سے حلول اور اتحاد کا وہم ہونے لگتا ہے۔

(اما) فی الحقیقت نه حلول است و نه اتحاد، که مستلزم قلب حقیقت امکان است به حقیقت وجوب۔ تعالت و تقدست۔ که محال عقلی است و در شریعت، زندقه است و آن ظاهر صرف که باقی می ماند هر چند از عالم شهادت است که مشهود و مرئی است، اما منصبغ به رنگ باطن است، اگر چه باطن از حیطهٔ شهود و ادراک بر آمده است و ملحق به غیب گشته و رنگ بی چونی پیدا کرده، زیرا که (چون) تا رنگ (بی چونی) پیدا نکند و از حیطهٔ ادراک (چون) بیرون نرود و رخت از شهادت به غیب نکشد، از (بی چون) حقیقی نصیبی نیابد و از غیبت الغیب مطلع نگردد باید دانست که این ظاهر باقی مانده را تمام رو به خلق است و طاعات و عبادات شریعه به او

مربوط است و معاملۂ دعوت و تکمیل نیز به او منوط، و باطن این عارف صاحب تکمیل، خواہ تعلق به مراتب امکان دارد و خواہ متعلق به مقامات و جوب بود، نیز متوجه ظاہر است و به ہرچه ظاہر رو دارد، روی او نیز ہمان سوی است از جهت تکمیل و تربیت و تتمیم عبادت، چه این دار، دار عمل است و این موطن، موطن دعوت است حقیقت شهود و مشاہده در آخرت است و معاملۂ کشف و معاینه در پیش۔ عباد معبوہد۔جل سلطانه۔ در این موطن به از استغراق در معبود است۔تعالیٰ۔و انتظار مطلوب اینجا که ناشی از محبت است، به از استهلاک در مطلوب ارباب سکر، این را باور دار ندیا نه۔ و این توجه ظاہر و باطن که عارف صاحب تکمیل را به جانب خلق پیدا شده است، تا زمان بلوغ اجل است، که منتهای مقام دعوت است و چون اجل رسید، بر جیسر موت بر آمده، قدم در کوی وصال محبوب خواہد نهاد و به دولت وصل و اتصال، بی مزاحمت اغیار مش رو خواہد گشت۔

اور فی الحقیقت نہ حلول ہے۔اور نہ اتحاد کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہے۔کہ امکان کی حقیقت وجوب کی حقیقت سے تبدیل ہو جائے اللہ تعالیٰ عن ذالک کہ یہ محال عقلی ہے۔اور شریعت کے لحاظ سے بے دینی ہے۔اور وہ خالص ظاہر جو باقی رہ جاتا ہے۔اگرچہ وہ عالم شہادت سے ہے۔کہ مشہود اور مرئی ہے۔لیکن وہ باطن کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔اگرچہ باطن شہود و ادراک کے حیطہ سے باہر ہے۔اور غیب سے ملحق ہے اور بے چونی کا رنگ پیدا کر چکا ہے۔ کیونکہ ''چون'' جب تک بے چونی پیدا نہ کرے۔اور ادراک کے حیطہ سے باہر نہ چلا جائے۔اور شہادت سے باہر اپنا سامان نہ باندھ لے۔وہ بے چون حقیقی سے کوئی حصہ نہیں لے سکتا۔اور غیب الغیب سے مطلع نہیں ہو سکتا۔

جاننا چاہئے کہ اس باقی ماندہ ظاہر کی تمام توجہ خلق کی طرف ہے۔اور عبادات وطاعات شرعیہ اس سے وابستہ ہیں اور دعوت وتکمیل کا معاملہ بھی اسی سے تعلق رکھتا ہے۔اور اس صاحب تکمیل عارف کا باطن خواہ وہ امکان کے مراتب سے تعلق رکھتا ہو۔اور خواہ مقامات وجوب سے پھر بھی یہ ظاہر کی طرف متوجہ ہے۔ اور جس چیز کی طرف ظاہر توجہ کرتا ہے۔وہ بھی اسی طرف متوجہ ہے۔اس لئے کہ عبادت کی تتمیم اور تربیت اور تکمیل ہو۔کیونکہ یہ جہان دار العمل ہے۔اور یہ مقام دعوت کا مقام ہے۔شہود اور مشاہدہ کی حقیقت آخرت میں ہے۔اور کشف اور معائنہ کا معاملہ آگے جا کر ہے۔اس مقام میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت معبود میں استغراق سے بہتر ہے۔اور مطلوب کا انتظار جو کہ محبت سے پیدا ہوتا ہے۔وہ مطلوب میں گم ہو جانے سے بہتر ہے۔اہل سکر اس کا یقین کریں۔یا نہ کریں۔

اور یہ ظاہر و باطن کی توجہ جو عارف کامل مکمل کو مخلوق کی جانب پیدا ہوتی ہے۔اس کا زمانہ موت آنے تک ہے۔جو کہ دعوت کے مقام کی انتہا ہے۔اور جب موت آ گئی۔تو موت کے پل سے اتر کر محبوب کے وصال کے کوچہ میں قدم رکھے گا۔اور اغیار کی مزاحمت کے بغیر وصل واتصال کی دولت سے مشرف ہوگا۔

هنيًا لارباب النعيم نعيمها		ولعاشق المسكين مايتجرع

ترجمه: مبارک منعموں کو ان کی دولت، مبارک عاشقوں کو درد و کلفت

رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

ترجمه: اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر۔اور ہمیں بخش دے۔یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔(سورۃ التحریم:۸)

والصلوٰۃ والسلام والتحیۃ البرکۃ علیٰ خیر خلق اللہ وعلیٰ اخوانہ الکرام وعلیٰ آلہ وصحبہ العظام الیٰ یوم القیام۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب، ۹۳، ج،۲، ص،۲۸۶، مرکز بخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

به((خواجه محمد معصوم)) در استناد اشیا به ذات موهوب عارف۔

{الحمد لله الذی هدانا لهٰذا و ما کنا لنهتدی لو لا ان هدانا الله لقد جاءت رسل ربنا بالحق{علیهم الصلوات و التسلیمات۔ هر ظلی را به اصل خود شاهراهی است و هیچ خاری و خسکی در میان شان حائل نیست۔ اگر خار و خسک است، اقبال او به خود است و اعراض، او از اصل [است]۔

و ظل بیش از امانت دار اصل نیست، چه هر چه او دارد، از حسن و کمال وجود و توابع وجود، مستفاد از اصل است۔ عدم است که بی توسط اصل مگر نصیب او شده باشد و آن لاشیء محض است و مجرد اعتبار۔ و این ظل از کمال نادانی، اصل خود را فراموش ساخته، امانات او را از خود انگاشته است و خیانت در امانت نموده، با وجود قبح ذاتی که از راه عدم دارد خود را حسن و کامل دانسته است۔ لیکن با وجود اقبال به خود و اعراض از اصل، او را محبتی و میل طبعی به اصل خود کائن است، داند یا نداند، بلکه محبتی که به خود دارد، همان محبت فی الحقیقت به اصل متعلق است، زیرا که حسن و کمال که متعلق محبت است از اصل است نه از وی که وی غیر از عدم و قبح از خود چیزی دیگر ندارد که محبت به آن تعلق گیرد کما حقق غیر مرة و چون به کرم خداوندی۔ جل سلطانه۔ این مرض خودبینی از وی زائل گردد و از جهل مرکب که داشت، باز آید و امانت را از اهل امانت داند و به جای اقبالی که به خود داشت، اعراض از خود پیدا کند و اعراض که از اصل داشت، به اقبال آن مبدل شود، این زمان سر رشتهٔ سعادت به دست آید و امید وصول به اصل حاصل گردد۔

بجناب مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ صادر فرمایا:

عارف کو بخشی ہوئی ذات کی طرف چیزوں کی نسبت کرنے کے بیان میں

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس کی راہنمائی فرمائی اور اگر ہمیں اللہ تعالیٰ راہ نہ دکھاتا تو ہم کبھی راہ نہ پا سکتے یقیناً ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے علیهم الصلوات و التسلیمات۔

ہر ایک ظل کو اپنے اصل کی طرف ایک شاہراہ ہے اور کوئی کانٹا اور تنکا ان کے درمیان حائل نہیں ہے اگر کوئی کانٹا اور تنکا ہے بھی تو اس کی توجہ اپنی طرف ہے اور اصل سے اعراض (منہ پھیرنا) ہے اور ظل کی حیثیت اصل کے امانت دار ہونے سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ وہ جو کچھ بھی رکھتا ہے یعنی وجود اور توابع وجود کے کمالات وہ اصل سے مستفاد ہیں وہ صرف عدم ہی ہے جو اصل کے واسطہ کے بغیر اس کو حاصل ہو سکتا ہے' وہ محض لاشے ہے اور صرف ایک اعتبار ہے اور اس ظل نے اپنی کمال نادانی سے اپنے اصل کو فراموش کر دیا ہے اور اس کی امانتوں کو اپنی طرف سے سمجھ لیا ہے اور امانت میں خیانت کی ہے اور باوجود ذاتی قباحت کے جو وہ عدم کی راہ سے رکھتا ہے اپنے آپ کو اس نے اچھا اور کامل سمجھ لیا ہے۔

لیکن اپنی طرف توجہ کرنے اور اصل سے منہ پھیرنے کے باوجود بھی اس کو اپنے اصل سے طبعی لگاؤ اور محبت ثابت ہے اسے وہ جانے یا نہ جانے بلکہ وہ محبت جو وہ اپنے آپ سے رکھتا ہے وہی محبت حقیقت میں اصل سے متعلق ہے کیونکہ حُسن و کمال جو کہ محبت کا متعلق ہے اصل سے ہے نہ کہ اس سے کہ وہ سوائے عدم اور

قباحت کے اپنی طرف سے کوئی چیز نہیں رکھتا کہ محبت اس سے تعلق پیدا کرے جیسا کہ کئی بار تحقیق کیا جا چکا ہے۔

اور جب اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے یہ خود بینی کا مرض اس سے دور ہو جاتا ہے اور وہ اپنے جہل مرکب سے باز آ جاتا ہے اور امانت کو اہل امانت سے سمجھتا ہے اور اس کی توجہ کے بجائے جو وہ اپنی طرف رکھتا تھا اپنے آپ سے مُنہ پھیر لیتا ہے اور وہ اعراض جو وہ اپنے اصل سے رکھتا تھا اس کی طرف توجہ کرنے سے تبدیل ہو جاتا ہے تو اس وقت اس کو سعادت کا سررشتہ ہاتھ میں آ جاتا ہے اور اصل سے وصول کی امید حاصل ہو جاتی ہے۔

غاية ما فی الباب، چون عالم، ظلال اسما و صفات واجبی است۔ تعالیٰ۔ اصول آن هم اسما و صفات خواهد بود۔ و این ظلال، اعراض اند که قیام آنها به اصول خود است که اسما و صفات باشند و جوهری در میان اینها نیست که به وی قائم بوند۔ نظام از معتزل به حکم ان الکذوب قد یصدق بر این سر آگاه شده، گفته است که عالم بتمامه اعراض است و جوهری در میان اینها نیست که به وی قائم باشند، اما خطا کرده است که قیام این اعراض را بانفسها گفته است و از اصول اینها غافل مانده که به آن قیام دارند۔

و از صوفیه ((شیخ محی الدین بن العربی))۔ قدس سره۔ عالم را اعراض مجتمعه فرموده است و قیام آنها به ذات حق داشته۔ جل و علا۔ نه به اسما و صفات که اصول آنها ست۔ فیالیت شعری ما معنی القیام بالذات المجردة عن جمیع الوجود و الاعتبارات و لا معنی للقیام ثم الا الاختصاص الناعت و لا نعت ثم فلا قیام و ایضاً ان القیام من جملة الوجوه و الاعتبارات المنفیة فلا معنی لا اثباته فی تلک المرتبة المقدسة۔

و چون افراد عالم، ظلال اسماء و صفات باشند، ناچار وصول شان به اصول شان خواهد بود که اسماء و صفات باشند و اگر به اصول اصول هم برسند، منتهی به ذات مجرد مقدس نخواهد بود و از آنجا پیش نخواهد گذشت که اصالت را هم آنجا گنجایشی نیست که غناء ذاتی است آنجا از همه، چه اسم بود و چه صفت، و چه شان و چه اعتبار۔

پس عالم را از مرتبهٔ مقدسه حضرت ذات۔ تعالیٰ۔ جز حرمان نصیب نبود و وصل و اتصال را آنجا گنجایش نباشد۔ لیکن عادت اللہ جاری گشته است که از کمال رحمت و رأفت خود، بعد از قرون متطاوله و ازمنهٔ متباعده، صاحب دولتی را بعد از فناء اتم، بقاء اکمل، می بخشند و انموذجی از ذات اقدس او را عطامی فرمایند که قیام او چنانچه اول به اصل خود بوده که اسما و صفات باشند، الحال قائم به این انموذج باشد و مجموع آن، اعراض سابقه که داشت و این ذات موهوب، حقیقت او بود و کمال انسانی او به انجام رسد و نعمت در حق او تمام گردد۔

سخنی می گویم نیک استماع نمایی، که قیام عارف، مخصوص به آن ذات موهوب نیست، بلکه تمام افراد عالم را که اعراض مجتمعه اند، چنانچه اول قیام به اسماء و صفات داشتند، الحال قیام آنها به آن ذات موهوب مربوط ساخته اند و به آن یک ذات همه را قائل گردانیده۔

خاص کند بنده [ای]، مصلحت عام را۔

خلاصہ کلام یہ کہ جب عالم اللہ تعالیٰ کی صفات و اسماء کا ظل ہے تو اس کے اصُول بھی اسماء و صفات ہوں گے اور ظلال اعراض ہیں کہ جن کا قیام اپنے اصُول سے ہے جو کہ اسماء و صفات ہیں اور ان میں کوئی چیز بھی جوہر نہیں ہے کہ وہ اس کے ساتھ قائم ہوں نظام معتزلی بحکم: ان الکذوب قد یصدق۔ کبھی جھوٹا بھی

سچی بات کہہ دیتا ہے۔ اس راز پر آگاہ ہوا اور اس نے کہا کہ عالم سب کا سب اعراض ہے اور ان میں کوئی جوہر نہیں ہے جس کے ساتھ وہ قائم ہوں۔ لیکن اس نے اس بات میں غلطی کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ ''ان اعراض کا قیام ان کی اپنی ذات سے ہے۔'' اور ان کے اصول سے غافل رہا کہ جس کے ساتھ وہ قیام رکھتے ہیں۔

اور صوفیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے حضرت سیدنا معارف آگاہی شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ نے عالم کو اعراض مجتمعہ فرمایا ہے اور ان کے قیام کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے کہا ہے نہ کہ اسماء وصفات سے جو کہ ان کے اصول ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ تمام وجوہ واعتبارات سے خالی صرف ذات سے قیام کا کیا مطلب ہے حالانکہ اس جگہ قیام کا معنی صرف اختصاص ناعت ہے (یعنی تعلق خاص جو قائم اور محل قیام کے درمیان ہو) ہے اور اس جگہ نعت ہی نہیں ہے تو قیام کیسا؟ اور یہ بھی ہے کہ قیام عبارات و وجوہ منفیہ کے اقسام میں سے ہے تو اس مرتبہ مقدسہ میں اس کے اثبات کا کیا معنی ہے؟

اور جب افراد عالم اسماء وصفات کے ظلال ہوں گے تو لازماً ان کا وصول بھی ان کے اصول سے ہوگا جو کہ اسماء وصفات ہیں اور اگر اصول کے اصول تک بھی پہنچ جائیں تو ذات مجرد مقدس تک منتہی ہوں گے اور اس سے آگے نہ گزر سکیں گے کہ اصل کو بھی اس جگہ گنجائش نہیں ہے کہ اس جگہ سب سے غناء ذاتی ہے خواہ وہ اسم ہو خواہ صفت اور خواہ شان ہو اور خواہ اعتبار۔ پس عالم کو اللہ تعالیٰ کے مرتبۂ مقدسہ سے سوائے محرومی کے اور کچھ نصیب نہیں ہوتا اور وصل واتصال کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے کہ اپنی کمال شفقت و مہربانی سے بڑی لمبی مدت اور دراز عرصہ کے بعد کسی صاحب دولت کو فنائے اتم کے بعد بقائے اکمل بخشتے ہیں اور ذات اقدس کا نمونہ اس کو عطا فرماتے ہیں کہ اس کا قیام جیسا کہ پہلے اس کے اصل سے تھا جو کہ اسماء وصفات ہیں اب وہ اس نمونہ سے قائم ہے اور ان اعراض سابقہ کا مجموعہ جو وہ رکھتا تھا اور یہ ذات موہوب (بخشی ہوئی) اس کی حقیقت ہوتی ہے اور اس کا انسانی کمال انجام تک پہنچتا ہے اور اس کے حق میں اللہ تعالیٰ کی نعمت پوری ہوتی ہے۔

میں ایک بات کہتا ہوں اس کو غور سے سن کہ عارف کا قیام اس ذات موہوب کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تمام افراد عالم جو کہ اعراض مجتمعہ ہیں جیسا پہلے قیام اسماء وصفات سے رکھتے ہیں اب ان کا قیام اس ذات موہوب سے وابستہ کر دیتے ہیں اور اس ایک ذات سے سب کو قائم کرتے ہیں۔

خاص کند بندۂ مصلحت عام را

ترجمہ: وہ کسی بندے کو عام لوگوں کی مصلحت کے لئے خاص کر لیتا ہے۔

سر خلافت انسان کہ در [آیۂ] کریمۂ {انی جاعل فی الارض خلیفۃ} (بقرہ/۳۰۔) آمدہ است، اینجا متحقق می گردد و حقیقت خبر ((ان اللہ خلق ادم علیٰ صورتہ)) در این مقام واضح می شود۔

و آنکہ گفتم کہ انموذجی از ذات اقدس، او را عطامی فرمایند، از تنگی میدان عبارت است والا انموذج را آنجا چہ گنجایش است و کدام چیز است کہ بہ صورت او بر آید و صورت را اینجا چہ مجال است۔

باید دانست کہ این قسم بزرگ در یک عصر متعدد نمی شود۔ ہر گاہ بعد از قرون متطاولہ پیدا شود، تعدد آن در یک عصر چہ صورت دارد و اگر تعین مدت ظہور این قسم دولت نمودہ آید، مگر اقل آن را باور کنند۔ {ربنا آتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشداً}

باید دانست عارفی را کہ بہ بقا ذات مشرف سازند، آن ذات موہوب بی چونی خواہد داشت و وراء جمیع وجوہ و اعتبارات خواہد بود، چہ ہرچہ چون است، مقید بہ وجہ و اعتبار است، تا بی چون نشود، از وجہ و اعتبار نرہد۔ و ذاتی را کہ نصیب از بی چونی

دارد، شاهراه است به ذات بی چون حقیقی۔ جل شانه۔ چنانچه وجه و اعتبار ظل را راهی است به وجه و اعتبار که اصل اوست، ذات مجرد ظل را که عطافرموده اند نیز شاهراه است به ذات مجرد بی چونی۔

و این ذات موهوب، کنه عارف است۔ چه کنه آن است که ماوراء جمیع وجوه و اعتبارات بود و این ذات، ماوراء جمیع اعتبارات است و سایر افراد عالم را کنه نیست که تمامی وجود شان وجوه و اعتبار است۔ ذاتی نیست ماوراء اعتبارات که آن را کنه گفته شود۔ پس، چون در ایشان کنه نباشد، از کنه اصل چه نصیب شان بود۔ کنه است که به کنه راه دارد و وجه را به کنه چه مناسبت۔ کنه گویا محاذی کنه افتادی است و وجه را از کنه انحراف است، به کنه چگونه رسد، هر چند دور تر رود، دور تر افتد۔

ترسم نرسی به کعبه ای اعرابی		کین راه که تو میروی به ترکستان است

اطلاق محاذاتِ کنه بر کنه از تنگی مَجال عبارت ست مُحاذات دارن حضرت چه صورت دارد لیکن این معنی بیچون در صورت مثالی چون بصورت مُحاذات متمثل میگردد اطلاق مُحاذات بر سبیل تجوز نموده مے آید{ربنا لا تواخذنا آن نسینا او اخطانا}

بشنو! بشنو! چون افراد عالم را که اعراض مجتمعه اند قیامی به ذات موهوب عارف پیدا شد۔ چنانچه گذشت۔ نسبتی نیز اینان را به توسط آن ذات عارف به ذات اقدس۔ جل شانه۔ هویدا گشت و نصیبی آحاد او را از این راه از آن مرتبه مقدسه هم حاصل آمد۔ چه ذات اینها، همان ذات عارف است۔ گویا به توسط ذات خود، ارتباط بی چون به ذات پیدا کرده اند مع ذلک انتساب ایشان به ذات اقدس به توسط عارف است که آن ذات فی الحقیقت ذات عارف است۔

سخنی غریب بشنو! هر کسی را که به ذات خود انتسابی به ذات اقدس است۔ جل شانه۔ و وصول است بی چون به آن مرتبۂ مقدسه، آن کس در أخذ فیوض و برکات از آن مرتبه مقدسه اصالت و استقلال دارد و توسطی در میان نیست۔ وسائط در مادون آن مرتبه منزه است۔ هر کسی را از و اصلان آنجا به قدر استعداد خود نصیبی است به طریق اصالت۔ والله سبحانه اعلم بحقائق الامور کلها۔ والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ۔

انسان کی خلافت کا راز جو آیت کریمہ:

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً۔

ترجمہ: میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔ (سورۃ البقرۃ:۳۰)

میں آیا ہے اس جگہ متحقق ہو جاتا ہے اور اس حدیث کی حقیقت کہ: إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا (مسند احمد، رقم: ۸۲۹۲، صحیح البخاری، رقم: ۲۶۱۲، التوحید لابن خزیمہ، رقم: ۶، صحیح ابن حبان، رقم: ۵۶۰۵)

اس مقام میں واضح ہو جاتی ہے اور وہ جو ہم نے کہا ہے کہ اسکو ذاتِ اقدس کا نمونہ عطا فرماتے ہیں یہ میدان عبارت کی تنگی کی وجہ سے ہے ورنہ نمونے کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے اور کون سی چیز ہے جو اس کی صورت پر آئے اور صورت کو اس جگہ کیا مجال ہے؟

جاننا چاہئے کہ اس قسم کے بزرگ ایک زمانہ میں متعدد نہیں ہوتے بلکہ وہ بڑی مدت کے بعد پیدا ہوتا ہے تو ایک زمانہ میں ان کا متعدد ہونا کس طرح متصور

ہوسکتا ہے۔ اگر اس قسم کی دولت کے ظہور کی مدت مقرر کروں تو شاید بہت تھوڑے لوگوں کو اس کا یقین آئے۔ اے ہمارے رب ﷺ ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے معاملہ میں بھلائی پیدا کر۔

جاننا چاہئے کہ وہ عارف جس کو بقائے ذات سے مشرف کرتے ہیں تو وہ ذات موہوب بے چون ہوگی اور وجوہ واعتبارات سے بلند تر ہوگی کہ جو بھی چونؔ ہے وہ وجوہ واعتبارات کا مقید ہے جب تک وہ بے چون نہ ہوگا وجہ واعتبار سے رہائی نہ پائے گا اور وُہ ذات جس کو بے چونی سے حصہ ملا ہے اس کو ذات بے چون حقیقی جل شانہ کی طرف شاہراہ ہے جس طرح کہ وجہ واعتبار ظل کو وجہ واعتبار کی طرف راہ ہے جو کہ اس کا اصل ہے اور اس ذات کو جو ظل سے مجرد ہے اس کو بھی ذات مجرد بے چون کی طرف شاہراہ ہے اور یہ ذات موہوب عارف کی حقیقت ہے کیونکہ حقیقت وہ ہوتی ہے کہ جو تمام وجوہ واعتبارات سے ماوراء ہو اور یہ ذات تمام اعتبارات سے ماوراء ہے اور باقی افراد عالم کی حقیقت نہیں ہے کہ ان کا تمام وجود وجوہ واعتبارات ہے اس جگہ اعتبارات کے علاوہ کوئی ذات نہیں ہے کہ جس کو حقیقت کہا جائے پس چونکہ اُن میں کنہ (حقیقت) نہیں ہے تو اصل کنہ سے ان کو کیا حصہ مل سکتا ہے؟ حقیقت کو حقیقت سے راہ ہوتی ہے وجہ کو کنہ سے کیا مناسبت ہے۔ گویا کہ کنہ کنہ کے متقابل ہے اور وجہ کو کنہ سے انحراف ہے وہ کنہ تک کیسے پہنچ سکتا ہے جتناؤہ دُور جائے گا اتنا ہی دُور تر جا پڑے گا۔

ترسم نرسی به کعبه ای اعرابی		کین راه که تو میروی به ترکستان است

ترجمہ: اے اعرابی میں ڈرتا ہوں کہ تو کعبہ تک نہ پہنچ سکے گا کہ یہ راہ جس پر تو جا رہا ہے ترکستان کو جاتا ہے۔

اور کنہ کو کنہ کے متقابل کہنا عبارت کے میدان کی تنگی کی وجہ سے ہے ورنہ اس بارگاہ میں محاذات (برابری) کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔ لیکن یہ بے چون معنیٰ مثالی صورت میں چونکہ محاذات کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اس لئے محاذات کا اطلاق بر سبیل مجاز کیا گیا ہے۔ اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا ہم غلطی کریں تو ہم پر مواخذہ نہ فرما۔

سنو! سنو! جب افراد عالم کو جو کہ اعراض مجتمعہ ہیں عارف کی ذات موہوب سے قیام پیدا ہوتا ہے جیسا کہ گزر چکا تو ان کو اللہ تعالیٰ سے نسبت بھی اسی عارف کی ذات کے ذریعہ سے ہوتی ہے اور ان کے افراد کو اسی راہ سے اس مرتبۂ مقدسہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ ان کی ذات وہی عارف کی ذات ہے گویا کہ اپنی ذات کے ذریعہ ذات بے چون سے تعلق پیدا کیا ہے۔ اور اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذات سے ان کی نسبت اس عارف کے ذریعہ سے ہے کہ وہ ذات حقیقت میں ذات عارف ہے۔

ایک عجیب بات سن کہ جس کو بھی اپنی ذات سے نسبت بذاتِ خداوندی جل شانہ اور اس مرتبۂ مقدسہ سے بے چون وصول ہے تو اس مرتبۂ مقدسہ سے فیوض و برکات اخذ کرنے میں اصالت واستقلال رکھتا ہے اور درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہے وسائط اس مرتبۂ مقدسہ سے بہت نیچے ہیں جس کو بھی واصلین میں سے اپنی استعداد کے مطابق حصہ ملتا ہے وہ بطریق اصالت ملتا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی تمام امور کے حقائق کو خوب جانتا ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، حصہ پنجم، مکتوب، ۸۰، ج، ۲، ص، ۱۹، یونیورسٹی بک ایجنسی، خیبر بازار پشاور، و، ص، ۵۵۲، مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

بہ ((مولانا صالح کولابی)) در اسراری کہ مخصوص بہ ولایت حضرت ایشان است

ولایت این فقیر ہر چند مرباى ولایت محمدی و ولایت موسوی است۔ علی صاحبہما الصلوٰۃ والسلام۔ و بہ طفیل این دو اکابر۔ علیہما

الصلوات و التسلیمات۔ مرکب از نسبت محبوبی و نسبت محبی است، که رئیس محبوبان، ((حضرت محمد رسول اللہ)) است۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ الہ و سلم۔ و رأس محبان، ((حضرت کلیم اللہ))۔ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام۔ اما بہ وسیلۂ متابعت حضرت خاتم الرسل۔ علیہ و علیہم و علیٰ ال کل الصلوٰۃ و السلام۔ با ولایت من کار و بار دیگر است و معاملۂ علیحدہ بہ آن مربوط است۔ اگر چہ اصل این ولایت، ولایت پیغمبر خود است۔ علیہ و علیٰ الہ الصلوٰۃ و السلام۔ کہ ولایت محمدی باشد کہ منشأ آن بالاصالت نسبت محبوبیت صرف است، لیکن چون نشأ ولایت موسوی کہ بالاصالت ناشی از محبیت صرف است، با این ولایت ضم گشتہ است و منصبغ بہ رنگ آن نیز شدہ، ہیئتی دیگر پیدا کردہ است، بلکہ توان گفت کہ حقیقتی دیگر گشتہ و ثمرۂ دیگر دادہ و نتیجہ دیگر آوردہ (است)۔ خوش گفت:

از این افیون کہ ساقی در مَی افگند		حریفان را نہ سر ماند و نہ دستار

(ربنا اتنا من لدنک رحمۃ و ھیئ لنا من امرنا رشدا) و السلام علی من اتبع الھدیٰ

فصل بالخیر اگر شمہ (ای) از آن کار و بار کہ بہ این ولایت مربوط است اظہار نماید و یا اشارتی از آن معاملات کہ بہ آن دو ولایت منوط است، ظاہر سازد، قطع البلعوم و ذبح الحلقوم

ہر گاہ ((ابوہریرہ)) رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ در اظہار بعضی علوم کہ از حضرت پیغمبر گرفتہ است۔ علیہ و علی الہ الصلوۃ و السلام۔ قطع البلعوم گوید، از دیگران چہ گفتہ آید؟

غوامض اسرار الہی است۔ جل سلطانہ۔ کہ با اخص خواصِ عباد خود در میان می دارد و نامحرمی را در حوالیِ آن نمی گذارد و حضرت خاتم الرسل۔ علیہ و علیہم الصلوات و التسلیمات۔ کہ رحمتِ عالمیان است، از کمال معرفت و وفورِ قدرت، آن اسرار را با ((ابوہریرہ)) و غیرہ در میان آورد و قابلیت مستمعان دانستہ، آن درہای مکنونہ را بہ ایشان ایثار فرمود۔ و مثل من مفلس کم بضاعت، از تذکر و خطور آن اسرار ہراسان و لرزان است و ہیچ گونہ مناسبت خود را با این خرابی و آوارگی، بہ آن مطالب علیا نمی یابد، اما می داند، با کریمان کارہا دشوار نیست۔

بلی! خدا چنین باید۔ جل شانہ۔ و خدایی را این چنین کرم شاید۔ این کرم در حق ما امروزہ نیست۔ مشت خاک ما را از خاک برداشتہ، خلیفۂ خود ساخت و بہ نیابتِ خود، قیوم اشیاء گردانید و بی واسطہ، او را تعلیم اسماء جمیع اشیاء فرمود و ملائکہ را کہ عبادِ مکرم اویند، تلامیذ او گردانید و اینان را با آن بزرگی امر بہ سجود او نمود۔ و ابلیس را کہ ملقب بہ معلم ملکوت بودہ و در طاعت و عبادت، شأن عظیم داشتہ، چون در سجود او ابا آورد و تعظیم و توقیر او ننمودہ، از درگاہ معلای خود راندہ، ملعون و مطرود گردانید و ملام و مطعون ساخت۔

و آن مشت خاک را قدرتی و ہمتی بخشید کہ تحمل بار امانت او نمود۔ آن امانت کہ سمٰوات و ارض و جبال، از تحمل آن اِبا نمودند و ترسیدند۔ و نیز او را قوتی عطا فرمود کہ با آن قوت قابلیت رؤیت خالق سمٰوات و ارض کہ بی چون و بی چگونہ است، باچونی و چگونگی، خود پیدا کرد و با آنکہ جبل (کوہ، منظور کوہ طور می باشد۔) با آن صلابت، بہ یک تجلی او۔ سبحانہ۔ پارہ پارہ شد و

خاکستر گشت، آن خدایی که قدیم الاحسان و ارحم الراحمین است، تواناست که مثل منِ واپس مانده را به درجات سابقان رساند و به طفیل شان شریک دولتِ شان گرداند.

اگر بادشاه بردرِ پیر زن		بیاید تو ای خواجه سبلت مکن

تنبیه، حضرت حق۔ سبحانه و تعالیٰ۔ همیشه بر تنزیه و تقدیس خود است و از صفات حدوث و سمات نقص، منزه و مبراست۔ تغییر و تبدیل را در آن حضرت۔ جل سلطانه۔ بار نیست و اتصال و انفصال را در آن بارگاه گنجایش نه۔

تجویز حالیت و محلیت آنجا کفر است و حکم به اتحاد و عینیت، عینِ الحاد و زندقه (است)۔ خواصِ عباد او تعالیٰ هرچند در آن حضرت، قرب و وصل پیدا کنند، از قبیل رب جسم به جسم نخواهد بود و از جنس اتصال جوهر به عرض نه، آنجا اگر قرب است، بی چون است و اگر وصل است، هم بی چون۔ همگی کار و بار این بزرگواران در آن حضرت۔ جل سلطانه۔ از عالم بی چونی است و عالم چون، نسبت به عالم بی چون، حکمِ قطره دارد نسبت به دریای محیط، که آن ممکن است و این واجب (است) تعالیٰ۔

و نیز عالم ((چون)) در ضیق زمان و مکان کائن است و عالمِ ((بی چون)) از تنگی وارسته است و از زمان و مکان گزشته، آری میدان عبارت و تعبیر در آن عالم متسع است و در این عالم، تنگ و تاریک، لعلوه عن العبارة و بعده عن الارشارة۔

ارحم الراحمین، خواص عباد خود را نصیبی از بی چونی داده، در عالم بی چون سر داده است و به معاملات بی چونی مشرف ساخته است۔

اگر فرضاً تعبیر از آن ((بی چونی)) به ((چون)) نمایند، بعیدتر از آن است که بالغان، لذتِ جماع را به نارسیدگان، به لذت قند و شکر تعبیر کنند، چه این هر دو لذت از یک عالم چون است و آن تعبیر و معبر از دو عالم متباین۔ و ناچار چون کسی تعبیر از ((بی چون)) به ((چون)) نماید و بر بی چون، احکامِ چون اجر کند، جای آن دارد که مورد طعن و طرد گردد و به الحاد و زندقه متهم شود۔

پس دقت و غموض آن اسرار از راه عبارت و تعبیر آمد، نه از راه تحقق و حصول، آن زیرا که متحقق شدن به آن اسرار، کمالِ ایمان است و تعبیر نمودن از آن بی چون به عبارات چون، عینِ کفر و الحاد (است)۔ من عرف الله کل لسانه را اینجا کار باید فرمود۔ ربنا اتمم لنا نورنا و اغفرلنا انک علی کل شیٔ قدیر۔ الحمدلله اولاً و آخراً و الصلوٰة علی رسوله دائماً و سرمداً

مولانا صالح کولابی کی طرف صادر فرمایا

(ان اسرار کے بیان میں جو حضرت سیّدنا قیوم اوّل مجدد الف ثانی قدس سرہ کی ولایت سے مخصوص ہیں)

اس فقیر کی ولایت اگرچہ ولایت محمدی اور ولایت موسوی (علی صاحبہما الصلوٰۃ والسلام) کی پروردہ ہے ان دو اکابر (علیہما الصلوٰۃ والسلام) کی طفیل نسبت محبوبی و نسبت محبی سے مرکب ہے کہ محبوبین کے رئیس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور محبین کے سردار حضرت کلیم اللہ علی نبیّنا ﷺ ہیں لیکن حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم وعلی آل کل الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے وسیلہ سے میری ولایت کا کاروبار ہی دوسرا ہے اور اس سے علیحدہ معاملہ وابستہ ہے اگرچہ اس ولایت کا اصل اپنے پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے جو کہ ولایت محمدی ہے کہ اس کا اصل منشاء خالص محبوبیت کی نسبت ہے

لیکن چونکہ اس میں ولایت موسوی کی کیفیت بھی ہے جو کہ اصل میں خالص محبّیت سے پیدا ہوئی ہے اور اس ولایت سے مل گئی ہے اور اس کے رنگ میں بھی رنگین ہے اس نے ایک دوسری ہیئت پیدا کر لی ہے بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایک دوسری حقیقت بن چکی ہے اور اس نے اور طرح کا پھل دیا ہے اور دوسرا نتیجہ پیدا کیا ہے۔ کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

ازیں افیون کہ ساقی درمے افگند		حریفاں را نہ سرماند نہ دستار

ترجمہ: اس افیون سے جو ساقی نے شراب میں شامل کر دی میخواروں کے نہ ہوش ٹھکانے رہتے ہیں نہ پگڑی ۱۲۔

اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔ والسلام علی من اتبع الہدی

فصل بالخیر: اگر اس کاروبار کا تھوڑا سا حصہ بھی جو اس ولایت سے وابستہ ہے ظاہر کروں یا ان معاملات کی طرف اشارہ کروں جو ان دو ولایتوں سے وابستہ ہیں تو گلا کاٹ دیا جائے اور حلقوم کو ذبح کر دیا جائے۔ جبکہ حضرت ابوہریرہ ﷺ بعض علوم کے اظہار میں جو انہوں نے پیغمبر خدا ﷺ سے اخذ کیے ہیں قطع البلعوم (حلق کاٹ دیا جائے) کہتے ہیں تو دوسروں کی کیا حیثیت ہے خدا تعالیٰ کے نہایت گہرے اسرار ہیں جو وہ اپنے خاص الخاص بندوں پر ظاہر کرتا ہے اور کسی نامحرم کو اس کے گرد نہیں چھوڑ جاتا۔ حضرت خاتم الرسل ﷺ نے جو کہ جہان والوں کے لئے سراسر رحمت ہیں، اپنی کمال معرفت سے اور جوش قدرت سے ان اسرار کو حضرت ابوہریرہ ﷺ جو غیر پر ظاہر فرمایا اور سننے والوں کی قابلیت کو جانا تو ان چھپے ہوئے موتیوں کو ان پر نچھاور کیا اور میرے جیسا مفلس اور بے بضاعت آدمی ان اسرار کے خطور اور یاد کرنے سے ہراساں اور لرزاں ہے اور اس خرابی و آوارگی کے باوجود ان بلند مطالب سے اپنی کسی طرح کی کوئی مناسبت نہیں دیکھتا لیکن اتنا جانتا ہوں

مصرع

با کریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ: کریموں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں۔

ہاں خداوند تعالیٰ ایسا ہی چاہئے اور خدا تعالیٰ کا کرم و بخشش بھی اس طرح کا ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کا ہم پر کرم کوئی آج سے نہیں ہے۔ اس نے ہماری مشت خاک کو زمین سے اٹھایا اور اپنا خلیفہ بنا دیا اور اپنی نیابت میں ہر چیز کا قیوم (قائم رکھنے والا) گردانا اور بلاواسطہ تمام اشیاء کے ناموں کی اس کو تعلیم دی اور فرشتوں کو جو اس کے برگزیدہ بندے ہیں اس کا شاگرد بنایا اور فرشتوں کو اس بزرگی کے باوجود اس کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ اور ابلیس کو جو معلم ملکوت (فرشتوں کا استاد) کے لقب سے ملقب تھا اور اطاعت و عبادات میں ایک شان عظیم رکھتا تھا

اس نے جب آدم ﷺ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اس کی توقیر و تعظیم نہ کی تو اس کو اپنی بلند بارگاہ سے ملعون قرار دے کر ہانک دیا اور اس پر ملامت اور طعنہ کیا اور اس مشتِ خاک کو ایسی قدرت و ہمت بخشی کہ اس نے امانت کے بوجھ کو اٹھا لیا اور وہ امانت جس کو اٹھانے سے آسمان و زمین اور پہاڑ کانپ اٹھے اور انکار کر دیا اور پھر اس کو ایسی قوت عطا فرمائی کہ اس قوت سے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے نے رویت کی قابلیت پیدا کر لی جو کہ بے چون و بے چگون ہے حالانکہ یہ خود با چون اور با چگون ہے اور کیفیت یہ ہے کہ پہاڑ اس سختی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ایک تجلی سے پارہ پارہ ہو گیا اور خاک و سیاہ ہو گیا وہ قدیم الاحسان اور ارحم الراحمین خدا طاقت رکھتا ہے کہ میرے جیسے عاجز آدمی کو سابقین کے درجات تک پہنچائے اور ان کے طفیل ان کی دولت میں شریک کرے۔

اگر بادشاه بردرِ پیر زن		بیاید توای خواجه سبلت مکن

ترجمہ: اگر بادشاہ کسی بوڑھی عورت کے دروازہ پر آجائے تو اے خواجہ تو اپنی مونچھوں کو نہ اکھاڑ۔

تنبیہ: حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ہمیشہ اپنی تسبیح وتقدیس پر ہے اور صفات حدوث اور نشانات نقص سے منزہ اور پاک ہے اور تغیر اور تبدل کو اس کی بارگاہ میں رسائی نہیں ہے اور اتصال وانفصال کی اس درگاہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے وہاں کسی میں حلول کرنے اور کسی کے اس میں حلول کرنے کو جائز سمجھنا کفر ہے اور اتحاد و عینیت کا حکم لگانا عین الحاد اور زندقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے جتنا بھی اس بارگاہ میں قرب اور وصل پیدا کریں وہ جسم کے جسم سے قرب کے قبیل سے نہیں ہے اور نہ وہ جوہر سے عرض کے اتصال کی طرح ہے۔ اس جگہ اگر قرب ہے تو بے چون ہے اور اگر وصل ہے تو وہ بھی بے چون۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان بزرگواروں کا تمام کاروبار بے چونی کے عالم سے ہے اور عالم چون عالم بے چون کی نسبت وہی حکم رکھتا ہے جو دریائے محیط کے مقابل ایک قطرہ کہ وہ ممکن ہے اور یہ واجب تعالیٰ۔

اور یہ بھی ہے کہ عالم چون میں زمان ومکان کی تنگی ثابت ہے اور عالم بے چون اس تنگی سے آزاد ہے اور زمان ومکان سے گزر چکا ہے ہاں عبارت اور تعبیر کا میدان اُس عالم میں بڑا وسیع ہے اور اس عالم میں تنگ وتاریک ہے کیونکہ وہ عبارات سے بلند ہے اور اشارات سے دُور ہے۔ ارحم الراحمین نے اپنے خاص بندوں کو بے چونی سے حصہ دیا ہے اور عالم بے چون میں ان کو دخل دیا ہے اور بے چونی کے معاملات سے مشرف کیا ہے۔

اگر بالفرض اس بے چونی کی تعبیر چون میں سے کریں تو اس سے بہت دور ہے کہ بالغ نابالغوں کے سامنے جماع کی لذت کو قند اور شکر کی لذت سے تعبیر کریں کہ یہ دونوں لذتیں تو ایک عالم چون سے ہیں اور وہ تعبیر اور معبر دو الگ الگ عالموں سے ہیں اور مجبوراً جب کوئی بے چون کی تعبیر چون سے کرے گا اور بے چون پر چون کے احکام جاری کرے گا تو وہ محل طعن والزام ہوگا اور اُسے زندیق اور ملحد کہیں گے۔

پس ان اسرار کی دقت اور پوشیدگی عبارت اور تعبیر کی وجہ سے ہے نہ کہ تحقیق وصول کی راہ سے کیونکہ ان اسرار سے متصف ہونا کمال ایمان ہے اور اس بے چون کو چون کی عبارت سے تعبیر کرنا عین کفر والحاد ہے۔

من عرف اللہ کل لسانہ۔ جس نے اللہ کو پہچان لیا اس کی زبان گنگ ہوگئی۔ کو اس جگہ دیکھنا چاہئے اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کردے اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔ الحمد للہ اولا و اخرا و الصلوٰۃ علی رسولہ دائما و سرمدا۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۹۵، ج، ۲، ص، ۵۹۹ تا ۶۰۲، مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

معارف جدیده که نوشته شده است، همه سبق بعد سبق شماست۔ سرسری نگذرانند و به جدو جهد در مطالعه آن کوشند۔ شاید دریچه [ای] از مکنونات آن منکشف گردد و سرمایۂ سعادت شود۔

ترجمہ: نئے معارف جو لکھے گئے ہیں یہ سب یکے بعد دیگرے آپ کے سبق ہیں ان کو سرسری طور پر نہ پڑھیں اور ان کے مطالعہ کی جدوجہد کریں شاید ان کے پوشیدہ رازوں کا دریچہ تم پر کھل جائے اور سرمایۂ سعادت بن جائے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۸۵، ج، ۲، ص، ۵۶۰، مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، اور حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

"حصول نسبت قیومیت ہیچکس را تانصیبے از اصالت نداشتہ باشد، میسر نیست۔ حضرت ایشان درویشے را کہ بحصول نسبت قیومیت بشارت دادہ بودند و بہ پیوند ثبوت نشأ اصالت نیز وے را سربلند گردانیدند و نیز فرمودند کہ ہر قدر نصیبی از اصالت داری موافق آن محبوبیت در نہاد تو مودع است یعنی محبوبیت ذاتی کہ کمال انفعال در حق وے نشان دادہ است وماذلک علی اللہ بعزیز

ترجمہ: کسی شخص کو جب تک اصالت حاصل نہ ہو نسبت قیومیت حاصل نہیں ہوتی، حضور سیّدی امام مجدّ دالف ثانی علیہ الرحمہ نے ایک درویش یعنی خود خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ کو نسبت قیومیت کی بشارت بھی دی تھی اور اصالت کی ترقی کے قیام سے بھی سربلند فرمایا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ جس قدر تم کو اصالت حاصل ہے اسی قدر محبوبیت بھی ابھی تمہیں ودیعت کی گئی ہے یعنی محبوبیت ذاتی جس کا پتہ اس درویش کے کمال انفعال سے ہوتا ہے:

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ

ترجمہ: اور یہ بات اللہ کے نزدیک بڑی نہیں ہے۔ (سورۃ ابراہیم: ۲۰)

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، اول، مکتوب، ۶۷، ص، ۲۲۴، ۲۲۵، اسرار محمد خان، ۳۰۷، گارڈن ویسٹ، کراچی) (حضرات القدس، ج، ۲، ص، ۲۰۷، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

بارشاد پناہ میر محمد نعمان در اسرار غامضۂ فنا، بقا و دقایق قیومیت و جامعیت انسانِ کامل

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

نقابت دستگاہا شمۂ از جامعیت انسانِ کامل در تحریر می آید استماع فرمایند عارفے بعد از فنائے اتم کہ مربوط است بذہاب حقیقت عدمیہ کہ مورد دانائے اوست چون بقا باسم الٰہی جل شانہ پیدا کند و حقیقت ثبوتیہ بجائے حقیقت عدمیہ نیشبیند مدبر و متصرف در وے ہمان اسم خواہد بود و باوصاف آن اسم متصف و متحلی خواہد گشت و بحیوٰۃ و علم و سمع و بصر و کلام و ارادت و قدرت آن اسم حی و عالم و قادر و سمیع و بصیر و متکلم خواہد شد چہ ہر اسم الٰہی جل سلطانہ متضمن اسماء و صفات ست و چون آن اسم ظل اسم دیگر است و جزئی است از جزئیات آن اسم عارف از راہِ ظل باصل خواہد پیوست و در رنگ سابق باوصاف اسم لاحق متصف خواہد گردید و باز از ان اصل باصل آن خواہد ملحق گشت و از اصل ثانی باصل ثالث و از ثالث برابع و خامس الی ماشاء اللہ تعالیٰ متحقق خواہد گشت و چون ہر اسم را با سماء دیگر مشارکتے ہست از راہ مابہ الاشتراک باسماء دیگر کہ مباین اصول وی اندنیز بقا خواہد یافت و این، ہمہ اسماء لایعد ولا یحصی در رنگ اجزاء عارف خواہد شد الی ان ینتھی الی حضرۃ الذات تعالیٰ و تقدس و عادت اللہ جاریست کہ، بعد از قرون از ہزاران یکے را ببقائے ذات مشرف می سازند و ذاتے کہ نصیبے از بیچونی داشتہ باشند از ان مرتبۂ مقدسہ آن عارف را عطامی فرمایند کہ کنہ عارف بود و این ہمہ اوصاف بآن ذات قائم باشند بلکہ افراد عالم نیز بآن ذات قائم بودند چرا کہ افرادِ عالم در جنب او چونکہ مظاہر اسما و صفات اند ذاتے در آنہا کاین نیست پس آن عارف بحکم خلافت قیوم عالم می گردد و حکم وزیر بہم می

رساند۔ فانظر الیٰ اثار رحمة اللہ کیف یحیی الارض بعد موتھااین زمان آن ذات بجائے حقیقت ثبوتیہ می گردد و مدبرو متصرف می شودازین جاجامعیت این عارف رابا ید فھمیدہ کہ سائر افراد عالم درجنب اوحکم جزء محقر ندارند قطرہ رابا دریا نسبتے نیست و اینھار اباوے آن ہم نہ چہ اوصاف، راباذات نسبت تلاشی و استھلاک است دروقت ذکر گفتن گوئیا باچندین ہزارزبان ذکر می گوید ہراسمے بزبان خود ذاکر است وعارف بمنزلہ کل اینھا است و دروقت تحریمہ بستن گوئیا چندین ہزار شخص تحریمہ می بند ندبعدازان این ہمہ اشخاص قراء ت می کنند وبرکوع وسجود میر وندواکثرازحقائق این عالم امکان نیز باعارف مذکور درین امور شریک می گردند دیگران بیک زبان ذاکر ندو آنھم چونکہ ازانانیت امارہ پاک نیست آن ذکر ہم بھمونھا عاید است و شایان جناب قدس نہ و این عارف چونکہ ازانانیت رستہ است بھزاران زبان ذاکر است و درھیچ کدام خوددرمیان نہ، عوام ظاھر بین ھر دورا ذاکر و عابدمی دانند واز حقیقت فرق آگاہ نہ بلکہ عارف تمام حضور گشتہ است و درغفلت ہم حاضر است چہ در علم حضوری غفلت، درھمہ، وقت مفقوداست وغافلان ازان غافل، پس عارف مذکور درغفلت ہم باحضوراست و دیگران درعین حضور ہم غافل ودر نفور لمامر و ایضاًغایت حضور شان درحصول است وحصول عین غفلت وعوام اینان راحاضر و ذاکرمی دانندو اور اغافل ھداھم اللہ سبحانہ سواء الصراط۔

ارشاد پناہ میر محمد نعمان علیہ الرحمۃ کے نام فنا و بقا کے پیچیدہ اسرار، قیومیت کے دقائق اور انسان کامل کی جامعیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اے نقابت دستگاہ! انسان کامل کی جامعیت کے بارے میں کچھ تحریر کیا جاتا ہے غور سے سنیں، کوئی عارف فنائے کامل کے بعد جو کہ حقیقت عدمیہ کہ اس کی انا کا مورد ہے، کے دور ہوجانے سے وابستہ ہے جب اسم الٰہی جل شانہٗ کے ساتھ بقا پیدا کر لیتا ہے اور حقیقت ثبوتیہ حقیقت عدمیہ کی جگہ لے لیتی ہے تو اس میں تدبیر و تصرف کرنے والا وہی اسم ہوگا اور وہ اس اسم کے اوصاف کے ساتھ متصف آراستہ ہوجائے گا اور اس اسم کی حیات و علم و سمع و بصر و کلام و ارادہ و قدرت کیساتھ حی و عالم و قادر و سمیع و بصیر و متوکل ہوجائے گا کیونکہ ہر اسم الٰہی جل سلطانہٗ اسماء وصفات کو متضمن ہے اور چونکہ وہ اسم دوسرے اسم کا ظل ہے اور اس اسم کی جزئیات میں سے ایک جزئی ہے (اس لئے) عارف ظل کی راہ سے اصل کے ساتھ مل جائے گا اور اسم سابق کی طرح اسم لاحق کے اوصاف کے ساتھ متصف ہوجائے گا اور پھر اس اصل سے اس (اصل) کی اصل کے ساتھ تک ملحق ہوجائے گا اور دوسری اصل سے تیسری اصل اور تیسری سے چوتھی اور پانچویں اصل تک الی ماشاء اللہ تعالیٰ (اور اس سے آگے جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے گا) متحقق ہوجائے گا اور چونکہ ہر اسم کو دوسرے اسماء کے ساتھ ایک مشارکت ہے (اس لئے) مابہ الاشتراک (جز و مشترک) کی راہ سے دوسرے اسماء کے ساتھ بھی جو کہ اس (اسم) کے اصول سے مختلف ہیں بقا حاصل کر لے گا اور یہ تمام بے شمار اور لا تعداد اسماء عارف کے اجزاء کی مانند ہوجائیں گے یہاں تک کہ وہ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس تک پہنچ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ صدیوں کے بعد ہزاروں میں سے کسی ایک کو بقائے ذات کے ساتھ مشرف کرتے ہیں اور اس مرتبۂ مقدسہ سے اس عارف کو ایک ذات جو کہ بیچونی سے کچھ حصہ رکھتی ہے عطا فرماتے ہیں جو کہ عارف کی کنہ (حقیقت، ماہیت) ہوتی ہے اور یہ تمام اوصاف اس ذات کے ساتھ قائم ہوتے ہیں بلکہ افراد عالم بھی اس ذات کے ساتھ قائم ہوتے

ہیں کیونکہ افرادِ عالم اس کے بالمقابل ہیں، چونکہ اسماء وصفات کے مظاہر ہیں (اور) کوئی ذات ان میں کائن (کارفرما) نہیں ہے اس لئے وہ عارف خلیفۃ اللہ ہونے کے حکم سے قیوم عالم ہوجاتا ہے اور وزیر کا حکم حاصل کرلیتا ہے۔

فَانْظُرْ اِلٰی آثَارِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

ترجمہ: (پس تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف دیکھ کہ وہ زمین کو اس کے مردہ ہوجانے کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے) (سورۃ الروم: ۵۰)

اس وقت وہ ذات حقیقت ثبوتیہ کی جگہ قائم ہوجاتی ہے اور مدبر و متصرف (تدبیر و تصرف کرنے والی) ہوجاتی ہے۔ یہاں سے اس عارف کی جامعیت کو سمجھنا چاہئے کہ تمام افراد عالم اس کے مقابلہ میں حقیر جزء کا حکم (بھی) نہیں رکھتے قطرہ کو دریا کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے اور ان (افراد عالم) کو اس (عارف) کے ساتھ وہ (نسبت) بھی نہیں کیونکہ اوصاف کو ذات کے ساتھ لاشئی اور مستہلک ہونے کی نسبت ہے، ذکر کرنے کے وقت گویا وہ کئی ہزار زبانوں کے ساتھ ذکر کرتا ہے، ہر ایک اسم اپنی زبان کے ساتھ ذاکر ہے اور عارف ان سب کے کل کی جگہ ہے اور تحریمہ (نماز کی نیت) باندھنے کے وقت گویا کئی ہزار اشخاص تحریمہ باندھتے ہیں اس کے بعد یہ سب اشخاص قرأت کرتے ہیں اور رکوع و سجود میں جاتے ہیں

اور اس عالم امکان کے حقائق میں سے اکثر بھی عارف مذکور کے ساتھ ان امور میں شریک ہوجاتے ہیں۔ دوسرے لوگ ایک زبان کے ساتھ ذاکر ہیں اور وہ بھی نفس امارہ کی انانیت (میں پن) سے پاک نہیں ہے (اس لئے) وہ ذکر بھی انہی (لوگوں) کی طرف لوٹنے والا ہے اور بارگاہ قدس کے لائق نہیں ہے اور یہ عارف چونکہ انانیت سے رہائی حاصل کرچکا ہے (اس لئے) ہزاروں زبان کے ساتھ ذاکر ہے اور کسی میں بھی خود درمیان میں نہیں ہے۔ ظاہر میں عوام ان دونوں کو ذاکر و عابد جانتے ہیں اور فرق کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں بلکہ عارف کامل طور پر حضور ہوگیا ہے اور وہ غفلت میں بھی حاضر ہے کیونکہ علم حضوری میں کسی وقت بھی غفلت نہیں پائی جاتی اور غافل لوگ اس سے غافل ہیں،

پس عارف مذکورہ غفلت میں بھی حضور کے ساتھ ہے اور دوسرے لوگ عین حضور میں بھی غافل اور دور ہیں لما مر (گزشتہ بیان کی وجہ سے) اور نیز ان کے حضور کی انتہا حصول میں ہے اور حصول عین غفلت ہے اور عوام ان لوگوں کو حاضر و ذاکر جانتے ہیں اور اس کو غافل۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔

بیت

پری نهفته رخ ودیودر کرشمه وناز		بسوخت عقل زحیرت که این چه بوالعجبی است

ترجمہ: پری نے چہرہ چھپالیا اور دیو کرشمہ و ناز میں مصروف ہے، حیرت سے عقل جل گئی کہ یہ کتنی عجیب بات ہے۔

دقیقه ایست بگوش هوش بشنوند که چون عارف خود را از اطلاق کلمهٔ اناپاک و مبرا سازد و از انانیت اماره بتمام وارهد بمقتضائے هل جزاء الاحسان الا الاحسان احسان معشوق در رسد و آن گم شده را در انائے خود جادهد و آن عاشق صادق از کشاکش غیریت وارسته در خلوتخانه انائے معشوقی آرام یابد جماعت ازین طائفه هستند که می خواهند معشوق را در انائے خود بگنجانند و در خراب آباد و ویرانه انائے خود مطلوب را فرود آرند و بآن خورسند گردند (گشتند) ندانستند که بظلے از ظلال مطلوب آرام گرفته اند و جز انموذج از ان بے پایان حاصل ننموده

بیت

توازخوبی نمی گنجی بعالم		مراهر گزکجا گنجی درآغوش

برسر اصل سخن رویم ذاتے که بعارف موهبت (موهوب) گشته است چونکه نصیبے ازبیچونی دارد جامعیت آن دربادی نظر بدرک چون نمی درآید امافی الحقیقة ازهمه اسماء و صفات که دررنگ اجزائے عارف گشته اند جامع تر است بلکه این جامعیت رانسبت بآن جامعیت قدرے نیست ودرجنب اوحکم متلاشی دارد سبحان الله وبحمده این قسم مملکت وسیعه رابصورت شخص محقرو انموده اندواین همه خزائن ملک وملکوت رادرین طور خرابۀ بے قدرو قیمت ایداع فرموده اندواینهمه حسن وجمال بے رنگ وانوارواسرار بے کیف رادرین پیکر ظلمانی که ازماء مهین بهم رسیده تعبیه کرده اندو ماذلک علی الله بعزیز و حکمت درین تستر ابتلاو اختیار است لیمیز الخبیث من الطیب هر که نظر اوبباطن وحقیقت عارف نفوذ کردازبرکات وے مملووسیراب گشت و هر که برصورتش نظر اومقصور گشت ودررنگ صورت بے حقیقت خویش تصور نمودازبرکات اومحروم ماندو بخسران ابدی متسم گشت ندانست که این عارف تمام لب است که قشرے درمیان حائل نیست۔ وقشرتیش تمام منقلب بلُب گشته است و دیگران همه قشر ندبے لب لیکن آن قشر منقلب راچونکه بر کالبد قشرتیش باقی گذاشته اند بقشربے لب همه وقت مشارکت صوری داردو باین مشارکت صوری که بقید کالبدوابسته است که بعداز شکستن کالبد باقی است خاک درچشم محجوبان افگنده دوستان خودراخود (بی خود) بخودمی دارد اولیاء تحت قبائی لایعر فهم غیری قل هذه سبیلی ادعواالی الله علی بصیرة اناومن اتبعنی وسبحان الله ومآانا من المشرکین ط

ایک نکتہ ہے گوش ہوش سے سنیں کہ جب عارف اپنے آپ کو کلمہ انا (میں پن) کے اطلاق سے پاک اور بری کرلیتا ہے اور نفس امارہ کی انانیت سے پوری طرح رہائی حاصل کرلیتا ہے تو:

هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ

ترجمہ: (کیا احسان کی جزاء احسان کے سوا کچھ اور ہے۔ (سورۃ الرحمٰن:۶۰)

کے مطابق معشوق کا احسان آپہنچتا ہے اور اس گم شدہ کو اپنی انا میں جگہ دیتا ہے اور وہ عاشق صادق غیریت کی کشاکش سے چھوٹ کر ایک معشوق کی انا کے خلوت خانہ میں آرام پاتا ہے، اس گروہ کی ایک جماعت ہے جو چاہتی ہے کہ معشوق کو اپنی انا میں سمولے اور اپنی انا کے خرابے اور ویرانے میں مطلوب کو اتارے اور اس کے ساتھ خوش ہوجائے، وہ نہیں جانتے کہ انہوں نے مطلوب کے ظلال میں سے ایک ظل کے ساتھ آرام حاصل کیا ہے اور اس بے پایاں ذات سے سوائے نمونہ کے کچھ حاصل نہیں کیا ہے۔

بیت

توازخوبی نمی گنجی بعالم		مراهر گزکجا گنجی درآغوش

ترجمہ: جب تو خوبی کی وجہ سے عالم (دنیا) میں نہیں سماسکتا (تو) میری آغوش میں بھلا کہاں سماسکتا ہے۔

ہم اصل بات بیان کرتے ہیں اور جو ذات کہ عارف کو بخشی گئی ہے چونکہ وہ بیچونی سے کچھ حصہ رکھتی ہے اس کی جامعیت ظاہری نگاہ میں چون کے درک میں نہیں آتی لیکن حقیقت میں تمام اسماء وصفات سے جو کہ عارف کے اجزاء کی مانند ہوگئے ہیں زیادہ جامع ہے بلکہ اس جامعیت کو اس جامعیت کے ساتھ کچھ بھی نسبت

نہیں ہے اور اس کے مقابلے میں لاشئی ہونے کا حکم رکھتی ہے **سبحان اللہ و بحمدہ** اس قسم کی وسیع مملکت کو حقیر شخص کی صورت میں ظاہر کیا گیا ہے اور ملک و ملکوت کے ان تمام خزانوں کو اس طرح کے بے قدر و قیمت ویرانہ میں ودیعت فرما دیا گیا ہے اور ان سب بے رنگ حسن و جمال اور بے کیف انوار و اسرار کو اس ظلمانی ڈھانچہ میں جو کہ ذلیل (گندے) پانی سے پیدا ہوا ہے پنہاں کر دیا گیا ہے۔

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

ترجمہ: اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے۔ (سورۃ ابراہیم:۲۰)

اور اس پنہاں کرنے میں حکمت ابتلا و اختبار (آزمانا اور جانچنا) ہے

لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ۔

ترجمہ: تا کہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے الگ کرے۔ (سورۃ الانفال:۳۷)

جس شخص کی نظر نے عارف کے باطن وحقیقت میں نفوذ کیا اس کی برکات سے وہ پر اور سیراب ہو گیا اور جس کی نظر اس کی صورت پر ہی ٹھہری رہی اور اس نے اپنی بے حقیقت صورت کی طرح تصور کیا وہ اس کی برکات سے محروم رہا اور ابدی خسارہ کے ساتھ داغدار ہو گیا اس نے یہ نہیں جانا کہ یہ عارف کامل طور پر مغز ہے کہ کوئی چھلکا درمیان میں حائل نہیں ہے اور اس کی چھلکا ہونے کی صفت پوری طرح مغز میں تبدیل ہو گئی ہے اور دوسرے سب لوگ بے مغز چھلکا ہیں لیکن اس تبدیل شدہ چھلکے کو چونکہ اس کے چھلکے والے جسم پر باقی چھوڑ دیا گیا ہے (اس لئے) ہر وقت بے مغز چھلکے کے ساتھ ظاہری مشارکت رکھتا ہے اور اس ظاہری مشارکت کے ساتھ کہ جسمانی قید سے وابستہ ہے جو کہ جسم کے ٹوٹنے کے بعد باقی ہے محجوبوں کی آنکھ میں خاک ڈال کر اپنے دوستوں کو بیخود کر کے اپنے ساتھ رکھتا ہے:

أَوْلِيَائِيْ تَحْتَ قِبَائِيْ لَا يَعْرِفُهُمْ غَيْرِيْ

ترجمہ: میرے اولیاء میری قباء کے نیچے ہیں ان کو میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا''

(احیاء علوم الدین، ج،۴،ص،۳۵۷،جمع الوسائل فی شرح الشمائل، ج،۱،ص،۲۱۵،تفسیر النیسابوری، ج،۲،ص،۵۸،،ج،۵،ص،۹۷،ص،۵۶۴،تفسیر روح البیان، سورۃ الفرقان تحت الآیۃ:۷۲،ج،۶،ص،۲۵۰،،ج،۹،ص،۸۰،بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز، ج،۵،ص،۲۸۴،مرقاۃ المفاتیح، باب الریاء والسمعۃ، ج،۸،ص،۳۳۳۹)

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ أَدْعُوْا إِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ ﷻ کی طرف اس طرح پر دعوت دیتا ہوں کہ میں اور میرا اتباع کرنے والے واضح دلیل پر ہیں اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ (سورۃ یوسف:۱۰۸) (والسلام)

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، اول، مکتوب، ۲۰۳، ص، ۳۷۹، تا، ۳۸۲، اسرار محمد خان، ۳۰۷، گارڈن ویسٹ، کراچی) (مکتوبات معصومیہ، دفتر اول، مکتوب، ۲۰۳)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ متوفی، ۶۷۲،ھ، لکھتے ہیں:

باز بےالهام احمق کو ز جهل		مے نداند بانگِ بیگانه ز اهل
پیشِ او دعویٰ بود گفتارِ او		جهلِ او شد مایهٔ انکارِ او

ترجمہ: پس جو بے الہام وبے وقوف (آدمی اپنی) جہالت سے بیگانہ (از حق) کی آواز (اور) یگانے (یعنی اہل حق کی آواز) میں تمیز نہیں کر سکتا اس کے آگے اس کا بیان (خالی) دعویٰ ہوگا (اور) اس کی جہالت اس کے انکار کی باعث ہوگی۔

مطلب: جس شخص کو اہل اللہ اور غیر اللہ کی آواز میں فرق سمجھنے کی توفیق نہیں اس کے سامنے اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ ہم اہل اللہ ہیں تو فضول ہے۔ وہ کب ماننے لگا بلکہ صاف انکار کردے گا پس اس کے اعتراف کے لئے اس کے اندر ذاتی تمیز کا ہونا ضروری ہے یعنی مناسبتِ فطرتی۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۱۰۰۸)

حضور امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے دادا پیر شیخ عبد القدوس گنگوہی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

ھم الانبیاء والاولیاء بل المومنین کلھم فی نور علی نور بقدر نور العرفان

اور ایسے لوگ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) بلکہ تمام مسلمان ہیں اپنی معرفت کے مطابق نور علی نور عالم کبیر تھا لیکن تمہیں چاہئے کہ اس بیان کو اپنے اندر پائے کیونکہ تمہاری روح عالم علوی ہے اور حق تعالیٰ کے نور سے منور ہے اور تمہارا دل شیشے اور جسم طاق کی طرح ہے جو اس نور ربانی سے منور ہے اور تمہارا اور سارے جہاں کا قیام ذات حی القیوم سے ہے:

وھو اللہ لا الہ ھو الحی القیوم فاعرف ھذا نور المبین ان ھذا لھو الحق مبین

اور وہ اللہ جس کے سوا کوئی معبود اور موجود نہیں۔ وہی زندہ ہے اور قائم رکھنے والا ہے ہر چیز کا پس تو پہچان لے کہ یہ وہی نور المبین اور حق المبین ہے۔

امانت سے کیا مراد ہے:

عزیز من امانت جو انسان کے سپرد ہوئی کے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں اوامر و نواہی کا حکم ہے (یعنی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا) کیونکہ انسان کے سوا کوئی چیز یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتی تھی اور یہ امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے بعض کہتے ہیں کہ امانت سے مراد نور معرفت ہے کہ کائنات کی کوئی چیز اس نور کی متحمل نہ ہوسکتی کیونکہ: **عند ظھور الحق ثبور الخلق**۔ حق کے ظاہر ہوتے ہی خلق رخصت ہوتی ہے۔ اس مقام پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ کہا: **لو دلوت انملۃ لا حترقت**۔ اگر میں ایک انگلی بھر آگے بڑھوں تو جل جاؤں یہ ظلومی انسان ہے جو وجود کونی کی عین ظلمت میں نور حق کا متلاشی ہے اور اسی نور کی بدولت حضور حق میں رقصاں و پویاں ہے انسان اپنے مقام جہولی میں بے خود ہوکر اس کے ساتھ یعنی حق کے ساتھ پیوست ہوجاتا ہے اور از و، بدو، باو سے آمیزد (اور حق کی بدولت حق کی معیت میں حق کے ساتھ واصل ہوجاتا ہے) اور اس سے اسے وہ قوت حاصل ہوتی ہے کہ دونوں جہانوں کے بوجھ کو اس طرح سمجھتا ہے جس طرح پہاڑ پر گھاس کا تنکا۔ یہ سب کچھ برداشت کرلیتا ہے اور کہتا ہے کہ **حسبی اللہ و اللہ معنا** (مجھے اللہ کافی ہے اور اللہ ہمارے ساتھ ہے) (ظلومی اور جہولی کے الفاظ قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے انسان کے متعلق استعمال کئے ہیں **انہ کان ظلوماً جھولا** (یعنی جب یہ امانت آسمانوں اور پہاڑوں کے اوپر پیش کی گئی تو انھوں نے قبول نہ کی لیکن ظالم اور جاہل تو مذمت کے الفاظ ہیں اور حق تعالیٰ کا یہاں مقصد ہی آدمی کی تعریف کرنا ہے۔ کیونکہ جب ایک بڑی امانت اور بھاری بوجھ کائنات کی کوئی چیز حتیٰ کہ ملائک بھی برداشت نہ کرسکے اور اٹھانے سے انکار کر رہے اور انسان نے لبیک کرکے اسے قبول کرلیا تو ستائش اور تحسین کا مستحق ہے نہ مذمت کا۔ لہٰذا عارفین کے نزدیک ظلوما کے معنی ہیں تاریک۔ کیونکہ انسان مرکب ہے روح اور جسم سے انسان کا روحانی پہلو پاک اور شفاف ہے اور جسمانی پہلو تاریک ہے جو شیشے پر زنگار کا کام دے کر اس کے اندر عکس قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کردیتا ہے۔

فرشتوں کے اندر اسماء و صفات الٰہیہ کا عکس قبول کرنے کی استعداد اس لئے نہیں کہ وہ سراپا نور ہیں۔ زمین اور پہاڑوں میں یہ استعداد اس لئے نہیں کہ وہ سراپا

ظلمت ہیں۔ کائنات میں صرف انسان کا وجود ہی ایسا تھا کہ جس کا ایک پہلو نورانی تھا اور دوسرا تاریک۔ اس لئے انسان نے امانت قبول کر لی اور وہ امانت کیا تھی جیسا کہ اوپر اشارہ ہو چکا ہے ظہور ذات مع اسماء وصفات تھا۔ کیونکہ اس کا حامل صرف انسان ہو سکتا تھا اور ہو الفظ جھولا سے بھی یہی تاریکی مراد ہے کیونکہ جہل بھی تاریکی ہی ہے)

نیز عزیز من! یہ امانت کا پیش کرنا تکلیف نہ تھی بلکہ تعریض اور تعریف تھی کیونکہ تکلیف تو پایان وجود میں ہے (پایان وجود سے مراد مراتب وجود کا آخری مرتبہ ہے یعنی انسان چونکہ تمام کائنات کے آخیر میں پیدا کیا گیا اس لئے منتہائے دل وجود انسان ٹھہرا (کہ تعریض در بدو وجود است (تعریض ظہور وجود میں ہے یعنی ظہور وجود انسان کے پیش کیا گیا اس لئے یہ تعریف ہے نہ کہ تکلیف)۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰى۔

ترجمہ: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ کہا ہاں! (سورۃ الاعراف:۱۷۲)

یہ خطاب ازل میں حق تعالیٰ نے روحوں کو کیا۔ روحوں نے جواب دیا، بلیٰ یعنی بیشک تو ہمارا رب ہے یہی تھی وہ تعریض امانت یعنی امانت کا پیش کرنا جو فرشتوں اور پہاڑوں نے قبول نہ کی اور انسان نے قبول کر لی) یہ اس لئے تھا کہ ہر ایک اپنے مقام پر بلا تکلیف آئے اور حق تعالیٰ کی تلاش میں جدو جہد کرے اور عزت حاصل کرے کیونکہ یہ دولت بلا جدو جہد حاصل نہیں ہوتی الا بشق الانفس (نفس کشی) سے یہ دروازہ کھلتا ہے۔

(مجموعہ خطوط مکتوبات قدوسیہ، ص، ۱۶۲)

(منجملہ اُن اشارات کے یہ ہے کہ) جذبہ وسلوک کا حصول:

حضرت عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

۱۔منھا: چون این درویش را ھوسِ این راہ پیدا شد۔ عنایتِ خداوندی جل سلطانہ او را بہ یکے از خلفائے خانوادۂ حضراتِ خواجھا قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم رسانید۔ وازان جا طریقۂ این بزرگواران را اخذ کردہ، ملازمِ صحبتِ آن عزیز گشت۔ بہ برکتِ توجہِ آن بزرگ، جذبۂ خواجھا کہ از جھتِ استھلاک در صفتِ قیومیت می خیزد، او را حاصل گشت۔ واز طریقِ اندراج النھایۃ فی البدایۃ نیز شِربی میسر شد۔ بعد از تحققِ این جذبہ کارِ او بسلوک قرار یافت۔ واین راہ را بتربیتِ روحانیت اسد اللہ الغالب کرم اللہ تعالیٰ وجھہ تا بنھایت رسانید۔

۱۔منھا، جب اِس فقیر (یعنی خود بنفسِ نفیس حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہ) کو اس راہ (سلوک) کا شوق پیدا ہوا تو حق تعالیٰ جل سلطانہ کی عنایت نے مجھے سلسلہ حضراتِ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے ایک بزرگ خلیفہ (یعنی ہمارے امام قطب الاقطاب خواجہ رضی الدین محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ) کی خدمت میں پہنچا دیا۔ وہیں سے میں نے ان بزرگ علیہ الرحمہ کی توجہ کی برکت سے حضرات خواجگانِ (نقشبندیہ) کا وہ جذبہ جو صفتِ قیومیت میں کمالِ فنا حاصل ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔

اس فقیر (حضرت عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی علیہ الرحمہ) کو حاصل ہوا، اور اندراج النہایت فی البدایت سے بھی کسی قدر سیرابی نصیب ہوئی جب یہ جذبہ اچھی

طرح پختہ ہوگیا تو سلوک میں مجھے قرار حاصل ہوا، اور میں نے اس راہ کو شیرِ خدا حضرت علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ) کی روحانی تربیت کے ذریعہ انجام تک پہنچایا۔

(مبدأ و معاد، منہا، ۱، ص ۵، ۶، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمہ متوفی ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

سر سلسلہ حضرات خواجہا قدس اللہ تعالیٰ اسرارهم حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی علیہ الرحمہ است و جذبۂ این بزرگواران کہ از راہ استہلاک در صفت قیومیت می خیزد آنرا درین طریقہ جذبۂ قیومیت می گویند۔

حضرات خواجگان (قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) کے سرِ سلسلہ حضرت سیدنا سبع مثانی خواجۂ خواجگان خواجہ عبدالخالق غجدوانی علیہ الرحمہ ہیں اور ان بزرگوں (رحمۃ اللہ علیہم) کا جذبہ جو کہ صفتِ قیومیت میں فنا ہوجانے کے ذریعہ سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو اس طریقہ میں جذبۂ قیومیت کہتے ہیں۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، دوم، مکتوب، ۳۶، ص، ۶۷، گارڈن ویسٹ، کراچی)

اقسام منتہیٰ:

شیخ محمد اکرم بن محمد علی براسوی، حنفی، قدوسی، (زمانہ تالیف، ۱۱۳۰ھ) علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اس وجہ سے کہ وجود منتہیٰ جو مقام نہایت کو پہنچ چکا ہے دو اقسام پر ہے، کبیر اور اکبر، قسم اول نادر ہے اگر ہزار ہزار سال اور قرنوں کے بعد وجود میں آئیں تب بھی ان کا وجود غنیمت ہوتا ہے۔ قطب مدار اور قیوم عالم کا شمار اسی قسم میں ہوتا ہے۔ دوسری قسم بھی نادر ہے اور سید کائنات ﷺ کے زمانہ سے لے کر قیامت تک اس قسم کے حضرات معدودے چند ہوئے ہیں، مثل حضرت سید محی الدین ابو محمد القادر جیلانی، حضرت معین الدین حسن سنجری، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی، شیخ الاسلام حضرت فرید الدین گنج شکر، حضرت شیخ نظام الدین بدایونی، حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہم اللہ وغیرہ۔ درحقیقت جمال و جلال کا اعتدال سید کائنات ﷺ کی ذات بابرکات میں مخصوص تھا اگر کسی اور کو یہ اعتدال نصیب ہوا تو حضرت سیدنا احمد مجتبیٰ ﷺ کی متابعت اور وراثت میں ہوا، اور جس کے اندر یہ اعتدال ہو وہ وجود اکبر ہے۔ سلسلہ چشتیہ کے اکثر مشائخ میں جلال غالب تھا اور اس نسبت اعتدال کا ظہور تام (مکمل ظہور) جو نبوت سے مخفی چلا آ رہا تھا حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہٗ کے وجود میں ظاہر ہوا اور جس بزرگ میں یہ نسبت اعتدال نہ ہو وہ اس مرید کیلئے ہادی ہوسکتا ہے جس کی استعداد اس بزرگ سے مناسبت رکھتی ہے۔ دوسروں کو ہدایت نہیں دے سکتا۔

اور وہ بزرگ جو یہ نسبت رکھتا ہے ہادیٔ مطلق ہوتا ہے خواہ کوئی ان سے مناسبت رکھے یا نہ رکھے ہر شخص ان سے مستفیض ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ تھے۔ حضرت سیدنا احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہدایت کی مقبولیت کی وجہ یہی نسبت تھی جو دوسرے انبیاء علیہم السلام سے ممیز تھی۔ اسی طرح جس ولی اللہ میں یہ نسبت ہے حضرت سیدنا احمد مجتبیٰ ﷺ کی متابعت میں ان کا فیض عام ہوتا ہے اور خلق کثیر اور جم غفیر ان کے نورِ تربیت سے منور ہوتے ہیں اور اگر چاہیں تو ایک نظر مبارک سے تمام جہاں کو ولی اور قطب بنادیں۔ اس نسبت کا حاصل مظہر فیض اقدس ہے جو اگر توجہ کریں تو بے استعداد والوں کو با استعداد بنادیں کسی نے خوب کہا ہے۔

داد او را قابلیت شرط نیست	بلکہ شرطِ قابلیت داد اوست

ترجمہ: اس کی بخشش وعطا کیلئے قابلیت شرط نہیں ہے بلکہ خود قابلیت بھی اسی کی داد یعنی بخشش ہے۔

چنانچہ حضرت قطب العالم حضور سیدی شیخ المشائخ شیخ عبدالقدوس علیہ الرحمۃ کے فیض عام کی وجہ آپ کی یہی نسبت ہے،

پس حضرت اقدس حضور سیدی شیخ المشائخ شیخ عبدالقدوس علیہ الرحمۃ کا وجود کبریت احمر (کبریت احمر کے لفظی معنی ہیں سرخ گندھک جو بہت کمیاب ہے۔لیکن مل جائے تو کیمیا ہے۔اصطلاحاً کبریت احمر سے مراد نظر کیمیا اثر ہے) اور روشن چراغ ہے۔**فھم من فھم** (سمجھا جس نے سمجھا)

(اقتباس الانوار،ص:۶۵۲)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ،متوفی ،۱۱۷۶ھ،اپنے بارے میں لکھتے ہیں:

رأیتنی فی المنام قائم الزمان، اعنی بذلك ان الله اذا اراد شیئا من نظام الخیر جعلنی كالجارحة لاتمام مراده.

ترجمہ: میں (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ) نے خواب میں دیکھا کہ مجھے قائم الزماں کے منصب پر فائز کیا گیا ہے۔اِس سے میری مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے نظام خیر میں سے کسی چیز کا ارادہ کریں گے تو اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لیے آلہ کار مجھے بنائیں گے۔

(فیوض الحرمین،مشاہدہ، ۴۴،ص،۲۶۶،محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل کراچی)

حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

رب تعالیٰ قیوم حقیقی ہے کہ اس کے ارادہ واذن سے عالم موجود ہے اور بعض حضرات اولیاء قیوم بالعرض ہیں کہ جن کے ذریعے عالم کو رب نے قائم رکھا ہے۔
یہاں قیوم حقیقی یعنی جہان کو قائم رکھنے والا مراد ہے، یہ رب تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔

(تفسیر نعیمی،ص،۳۳،مکتبہ اسلامیہ،اردو بازار،لاہور)

حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

بہ ہدایت ضروری: صوفیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی اصطلاح میں ولایت کا ایک درجہ قیومیت بھی ہے۔اس درجہ والے لوگ قیوم عالم کہلاتے ہیں اس لحاظ سے حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کی کتب میں بعض اولیاء کو قیوم اول اور قیوم دوم وغیرہ کہا گیا ہے، وہاں قیوم کے معنی ہی اور ہیں۔فقہاء فرماتے ہیں کہ کسی بندہ کو قیوم کہنا کفر ہے۔ان کا یہ مطلب ہے کہ جس معنی سے خدا کو قیوم کہتے ہیں، اس معنی میں اوروں کو قیوم کہنا کفر ہے۔خدا تعالیٰ عالم کا قائم رکھنے والا ہے، لہٰذا وہ قیوم ہے، ان حضرات کے ذریعے عالم قائم ہے جیسے مرکز سے دائرہ اور دیوار سے چھت، لہٰذا وہ قیوم عالم ہوئے۔چونکہ آسمان وزمین مثل دائرے کے گول ہیں اور دائرہ میں مرکز قطبین وغیرہ سب ہی ہوتے ہیں۔ایسے ہی عالم میں ابدال، اوتاد و قطب اور قیوم کا ہونا ضروری ہے جن سے عالم باقی رہے۔دیکھو رب کا نام بھی علی ہے۔سیدنا علی المرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ) کو بھی علی کہتے ہیں۔ان دونوں کے معنی میں بڑا فرق ہے ان حضرات کے نزدیک قطب عالم یا قیوم سے جہان اسی طرح قائم ہے جیسے خیمے کی چوب سے خیمہ یا دل سے تمام جسم کہ خیمے اور جسم کو رب تعالیٰ ہی قائم رکھے ہوئے ہے مگر ان اسباب کے ذریعے سے، یہ بات ضرور خیال رکھیں کہ اسی لفظ قیوم پر بہت دھوکہ ہوتا ہے۔ (تفسیر نعیمی،ص،۳۸،مکتبہ اسلامیہ،اردو بازار،لاہور)

حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(قیوم) یعنی وہ خود زندہ وقائم ہے دوسروں کو زندہ وقائم رکھتا ہے کہ تمام کی بقاء اسی سے ہے اگر اس سے نسبت نہ رہے تو کوئی کچھ نہ رہے۔صوفیاء کی اصطلاح میں

ولایت کا ایک درجہ بھی قیومیت کہلاتا ہے جس پر پہنچ کر بندہ قیوم کہلاتا ہے، وہاں قیوم کے معنے ہیں باعث قیام عالم۔لفظ قیوم ایک ہے مگر رب تعالیٰ کے لیے ایک معنی ہیں اور بندے کے لیے دوسرے معنے ہیں جیسے حیّ، سمیع، بصیر اللہ تعالیٰ کی بھی صفت ہے اور اس کے بندوں کی بھی مگر مختلف معنے سے اسی لیے اولیاء اللہ کو قیوم اول، قیوم ثانی وغیرہ کہا جاتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۳، ص۳۳۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

دیوبندیوں کے مولانا اللہ یار خان نقشبندی، دیوبندی، نے لکھا:

جن نفوس قدسیہ کو نبوت کے صرف ظاہری پہلو سے حصۂ وافر ملا وہ مفسر، محدث، فقیہہ اور مبلغ کے ناموں سے موسوم ہوئے اور جنہیں اس کے ساتھ ہی نبوت کے باطنی پہلو سے بھی سرفراز فرمایا گیا۔ان میں سے بعض غوثیت، قطبیت، ابدالیت اور قیومیت وغیرہ کے مناصب پر فائز ہوئے مگر ان سب کا سرچشمہ کتاب وسنت ہے۔اللہ اور بندے کے درمیان علاقہ قائم رکھنے والی چیز اعتصام بالکتاب والسنہ ہے۔

(دلائل السلوک، ص:٦)

جس طرح انبیاء ﷺ تو عام آتے رہے مگر اولوالعزم رسول قلیل بلکہ اقل۔اسی طرح ایسے آدمی بھی بہت کم ہوتے ہیں۔ایسے آدمی غوث یا قیوم یا فرد یا قطب وحدت ہوتے ہیں۔ان کے بلند مناصب کی وجہ سے ان کی توجہ اور فیض رسانی میں بڑا فرق ہے۔قیوم کی ایک توجہ غوث کی سو توجہ کے برابر ہوتی ہے اور اسی طرح سے سلسلہ آگے چلتا ہے قیوم، فرد اور قطب وحدت دراصل اولوالعزم رسولوں کے مناصب ہیں۔ان تینوں کی شان اولیاء میں اس طرح ہوتی ہے جس طرح انبیاء کرام ﷺ میں حضور نبی اکرم ﷺ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہے۔

ان انتہائی بلند منازل سلوک میں سب سے اونچا درجہ صدیقیت ہے۔ان کی ترتیب یوں ہے، غوث، قیوم، فرد، قطب وحدت اور صدیق۔ان مناصب پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو کافی تعداد میں تھے مگر بعد میں بہت ہی قلیل لوگوں کو یہ منصب عطا ہوئے مگر خیال رہے کہ ان مناصب میں بظاہر برابری کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہم پلہ کوئی نہیں ہوسکتا ان کی فضیلت نص سے ثابت ہے۔

قطب وحدت میں تین امتیازی خصوصیات ہوتی ہیں:

۱۔ اگر کوئی آدمی رات دن مسلسل اس کی صحبت میں رہے تو القاء کئے بغیر اس کے لطائف منور ہوجاتے ہیں۔بلکہ منازل سلوک بھی شروع ہوجاتے ہیں۔

۲۔ اس کا کوئی تربیت یافتہ اس کی اجازت کے بغیر بھی اگر کسی کو لطائف کرانا شروع کردے۔تو دوسرے آدمی کے لطائف منور ہوجاتے۔بلکہ صرف لطائف والا شاگرد بھی کسی کی تربیت شروع کردے تو اسے ضرور فائدہ پہنچتا ہے۔

۳۔ وہ اپنے شاگردوں کو توجہ غیبی سے فیض دیتا ہے۔اور منازل بدستور طے ہوتے رہتے ہیں۔مگر مبتدی شاگرد کے لئے یہ حکم نہیں۔

صدیق اور نبی میں اتنا قریبی اتصال ہے کہ جہاں صدیقیت ختم ہوتی ہے وہاں سے نبوت شروع ہوتی ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ۔

ترجمہ: جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور جو شخص اللہ ﷻ اور رسول ﷺ کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین۔(سورۃ النساء:٦٩)

اور وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا۔

اور اس کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیجئے وہ صدیق اور نبی تھے۔ (سورۃ مریم:۴۱)

صدیقیت سے بلند تر ولایت کا کوئی مرتبہ نہیں۔ اس کے بعد منازل نبوت شروع ہوتے ہیں جن میں کسی ولی کا عارضی طور پر داخل ہونا تو ممکن ہے جیسے کوئی معمولی خادم بادشاہ کے حکم سے شاہی محل میں کسی خدمت کے لئے چلا جائے۔ مگر مستقل مقام اور مستقر کے طور پر ان منازل میں جانا کسی ولی کے لئے ممکن نہیں۔

(دلائل السلوک، ص:۴۸۔۴۹)

انسان کامل:

حضور امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"معاملۂ انسان کامل تا بجائے رسد کہ اورا قیوم جمیع اشیاء بحکم خلافت می سازند و ہمہ راافاضۂ وجود و بقاء و سائر کمالات ظاہری، و باطنی بتوسط او می رسانند"

معلوم ہوا کہ قیوم انسان کامل ہوتا ہے اور کل احکام ظاہری و باطنی قیوم کی ذات سے وابستہ ہیں کیونکہ یہ بمنزلہ وزیر کے ہے۔ یہ مفہوم حدیث سے بھی متبادر ہوتا ہے۔ قَالَ إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي۔ یعنی "میں تقسیم کنندہ ہوں دیتا اللہ تعالیٰ ہے" (مشکوٰۃ کتاب العلم، رقم:۲۰۰)

قیوم: اولوالعزم رسول کا نائب ہوتا ہے۔ اس کا مخالف فیض سے محروم رہتا ہے کیونکہ وہ حکومت کے وزیر کا باغی ہوتا ہے۔ اور باغی کو حکومت کی طرف سے انعام نہیں ملا کرتا۔

ہر چیز اچھی یا بری سلطان الملک یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وزیر کے ذریعہ مخلوق کی طرف آتی ہے۔ جب مخلوق مصیبت میں مبتلا ہو جاتی ہے تو غوث بارگاہ رب العزت میں درخواست پیش کرتا ہے۔ اللہ جل جلالہ سے عفو کا طالب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کی دعا قبول فرما کر مصیبت دور کر دیتا ہے۔ خیال رہے کہ غوث کوئی خود مختار ہستی نہیں بلکہ مستجاب الدعوات انسان ہوتا ہے۔ اسی طرح قیوم کل انعامات کا سبب ہوتا ہے۔ اور قطب ابدال اور قطب ارشاد جزوی انعامات کا ذریعہ ہیں۔ اور خاص خاص ایک ایک انعام پر مقرر ہیں۔ اور قطب وحدت اور فرد کا تعلق براہِ راست ذاتِ باری سے ہوتا ہے۔ اس لئے ان کا مرتبہ غوث اور قیوم سے بہت بلند ہے۔

(دلائل السلوک، ص،۶۵،۶۶)

حضرت پیر حافظ عبدالکریم نقشبندی عیدگاہ شریف والے کے بارے لکھا:

المختصر یہ کہ حضور قبلہ عالم حضرت صاحب علیہ الرحمہ قیوم وقت اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے سچے جانشین تھے۔

(کنز القدیم فی آثار الکریم، ص،۳۰)

جواہر میں لعل بھی ہزار سال بعد پہاڑ میں آفتاب کے فیض سے تیار ہو کر نکلتا ہے:

اور جو لعل دو پہاڑوں سے نکلے وہ نہایت نادر الوجود ہوتا ہے گوہروں کا بادشاہ ہوتا ہے جو جہان بھر کے لعل و جواہر سے یکتا ہوتا ہے اور ایسا کبھی نہ پہلے پیدا ہوا اور نہ ہوگا وہ لعل جو دو پہاڑوں سے نکلا ہے وہ (حضرت سلطان العارفین امام شریعت وطریقت الشیخ احمد علیہ الرحمہ) ہیں آفتاب سے مراد حضور پر نور آقائے

دو جہان مدنی تاجدار ﷺ ہیں اور دو پہاڑوں سے مراد حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں یہ دونوں اسلام کے سب سے بڑے پہاڑ ہیں۔

(روضۃ القیومیہ، ج،۱ص،۱۷۴)

انوکھی مثال:

حدیث شریف میں آیا ہے:

أكرِمُوا عَمَّتَكُمُ النَّخلَةَ فإنَّها خُلِقَتْ مِنْ فَضْلَةِ طِينَةِ أبِيكُمْ آدَمَ عليه السلام۔

یعنی پھوپھی کھجور کی عزت کرو یہ حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طینت سے بنائی گئی۔ (الجامع الصغیر، رقم:۳۰۶۱، کنز العمال، رقم:۳۵۳۰۰)

جب حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم مبارک کو خمیر کر رہے تھے اور قالب مبارک تیار ہونے کے بعد آپ حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خمیر میں سے کچھ مٹی بچ رہی تو حکم الٰہی سے اس کو کھجور کا درخت بنایا گیا یہی وجہ ہے کہ جب اس کے سر کو کاٹا جائے تو پھر تر و تازہ نہیں ہوتا جس طرح انسان کا سر کٹ جانے کے بعد زندہ نہیں رہتا۔ جب کہ کھجور کے درخت کو حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مٹی سے بنایا گیا ہے پھر ایک درخت کو طینت حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تسلیم کرتے وقت کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا تو پھر قیوم (حضرت عالی امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کو حضور پر نور آقائے دو جہان مدنی تاجدار ﷺ کی طینت سے تخلیق کرنے پر معترض کیوں ہیں۔

(روضۃ القیومیہ، ج،۱ص،۱۷۹)

قیوم کیا ہوتا ہے:

قیوم اللہ تبارک وتعالیٰ کا وزیر اعظم اور نائب اتم ہوتا ہے اسے بیچونی سے ایک ذات مرحمت ہوتی ہے جسے ذات موہوب کہتے ہیں جس پر تمام ممکنات کے حقائق کا قیام منحصر ہوتا ہے باوجود جوہر ہونے کے جوہریت کا اطلاق اس پر زیب نہیں دیتا اس کی ذات کو وہ قدر و منزلت حاصل ہوتی ہے کہ جوہریت کا اطلاق ناگوار معلوم ہوتا ہے چونکہ تمام جہان اس کے مقابلے بمنزلہ عرض ہے اس لئے اسے سوائے جوہر کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کیونکہ جوہر بغیر عرض نہیں اور عرض بغیر جوہر نہیں غوث قطب، فرد ابدال اور اوتاد وغیرہ سب قیوم کے نائب اور پیش کار اور خادم ہوتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اکمل ہوتا ہے تمام جہان کے معاملات اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ جہان اور اہل جہان کی توجہ کا قبلہ ہوتا ہے خواہ وہ اہل جہان کو یہ معلوم ہو یا نہ ہو۔

ہزار سال بعد ایک قیوم پیدا ہوتا ہے جیسا کہ انبیائے علیہم السلام اولوالعزم مبعوث ہوتے آئے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور پر نور آقائے دو جہان مدنی تاجدار ﷺ کے درمیان کچھ کم ہزار سال کا وقفہ تھا چونکہ وہ فطرت کا زمانہ تھا اور کوئی ایسا نبی یا ولی اس زمانے میں پیدا نہ ہوا جو اصلاح مخلوق کا کام کر سکتا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کی خاصی تعداد بھی مرتد ہوگئی تھی انہوں نے اسے اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنا شروع کر دیا تھا۔

(روضۃ القیومیہ، ج،۱ص،۱۷۳)

مرتبہ قیومیت پر فائز:

ایک روز حضرت عالی امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ نماز ظہر کے بعد مراقبہ کئے بیٹھے تھے اور ایک حافظ حضرت سردار اولیاء شیخ الاسلام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے حضور میں قرآن مجید پڑھ رہا تھا کہ مراقبہ میں حضرت عالی امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ نے ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی نوری خلعت اپنے آپ پر مشاہدہ کی اسی وقت الہام ہوا کہ یہ تمام ممکنات کی قیومیت کی خلعت ہے جو اللہ تعالیٰ پیغمبر اولوالعزم کو عنایت کرتا ہے سو یہ خلعت آپ (حضرت سلطان العارفین امام شریعت وطریقت الشیخ احمد علیہ الرحمۃ) کو بلحاظ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم ﷺ وارث اور تابع ہونے کے عطا کی جاتی ہے آج سے تمام مخلوقات کا قیام آپ (حضرت سلطان العارفین امام شریعت وطریقت الشیخ احمد علیہ الرحمۃ) کی ذات سے وابستہ کر دیا گیا۔ بعد ازاں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم ﷺ تشریف فرما ہوئے اور اپنے دست مبارک سے حضرت قیوم اول غوث دوراں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے سر مبارک پر اپنی دستار مبارک باندھی اور منصب قیومت کی مبارک باد دی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم ﷺ کے بعد یہ منصب کسی کو عطا نہیں ہوا تھا صرف حضرت قیوم اول غوث دوراں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو عطا ہوا جو اس امت کے قیوم ہیں۔ ۱۹ ربیع الاول ۱۰۱۰ ہجری ۱۶۰۲ء میں رحمت دو عالم محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے دست خاص سے آپ (حضرت شمع بزم عرفاں برہان حقیقت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کو خلعت قیومیت پہنائی۔

(روضۃ القیومیہ، ج،۱،ص،۱۷۱)

حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کو الہام ہوا:

کہ بوراثت وتبعیت خاتم الرسل (رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) تم کو عطا ہوا اور جمیع مخلوقات کا قیام تمہاری ذات پر مقرر ہوا کہ اتنے میں حضرت سید المرسلین (رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے میرے سر پر دستار باندھی اور مبارک بادِ منصب قومیت دی فرمایا کہ ایک روز بعد نماز عشاء میں دعا مانگتا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ میرا تمام بدن مثل شمع کے روشن ہے اور آفتاب کی طرح ایسا چمکتا ہے کہ آنکھ سامنے نہیں کی جاتی اسی اثنا میں الہام ہوا کہ یہ روشنی اس واسطے ہے کہ تیرا بدن بقیہ طینت حضرت خاتم النبیین (رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) ہے حضرت بارہا فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ بقیہ طینت حضرت خاتم النبیین ﷺ تھا بطور الوش ایک فرد امت کو پہنچا ہے

اور اس سے کچھ بچ کر اس کی ایک منتسب کو ملا ہے منتسب سے حضرت عروۃ الوثقیٰ قیوم ثانی خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کے فرزند ثالث مراد ہیں حضرت کا تمام بدن بقیہ طینت مصطفوی (رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) کا بنا تھا مگر پیر مبارک نہ تھے حضرت (حضرت قیوم اوّل ردیف کمالات سبع مثانی الشیخ احمد علیہ الرحمۃ) فرمایا کرتے تھے کہ میرا حال مثل طاؤس کے ہے کہ اپنے بدن کی زیبائی ورعنائی دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور ناچتا (وجد کرتا) ہے لیکن جب پیروں پر نظر پڑتی ہے تو پژمردہ ہو جاتا ہے اسی طرح میں بھی جب اپنا (حضرت عروۃ الوثقیٰ قیوم ثانی خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ) بدن دیکھتا ہوں تو خوش ہو جاتا ہوں اور جب پیر دیکھتا ہوں تو منقبض ہو جاتا ہوں۔

(مقامات امام ربانی مجدد الف ثانی،ص،۶۷)

حضرت شیخ المشائخ شیخ حسن غوثی علیہ الرحمۃ تجدید اور قیومیت:

بعض مخالفوں کے کہنے سننے سے تجدید اور قیومیت کی نسبت کے شاکی ہو گئے ایک رات آپ (حضرت شیخ حسن غوثی علیہ الرحمۃ) نے خواب میں دیکھا تمام اولیائے امت ایک جگہ جمع ہیں اور تمام متفق اللفظ ہو کر فرماتے ہیں کہ جو شخص حضرت شیخ الاسلام والمسلمین عندلیب گلشن راز مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی تجدید الف اور قیومیت کا منکر ہو گا مرتے وقت اس کا ایمان چھن جائے گا حضرت شیخ حسن غوثی علیہ الرحمۃ یہ خواب دیکھ کر بہت ڈرے اور تجدید و قیومیت کی بابت جو شک وشبہ اور انکار دل میں تھا اس سے توبہ کی اور حضرت عندلیب گلشن راز قبلہ درویشاں تاج الاولیاء مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے تمام کمالات کا اعتراف کیا۔

(روضۃ القیومیہ، ج ۱، ص ۲۴۲)

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ سے مختلف سلاسل کے مشائخ کا ایک مباہلہ:

منکرین قیومیت سے اعلانِ مباہلہ:

جب لوگوں نے حضرت قیوم اول مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے تازہ کمالات مثلاً تجدید الف، قیومیت، طینت اور اصالت وغیرہ سنے تو جن کی عقل رسا اور طبیعت رسا تھی انہوں نے تو ان کمالات کو بلا تامل قبول کیا اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید بن گئے لیکن جو لوگ عقل معاد سے بہرہ ور نہ تھے وہ نہ صرف منکر ہوئے بلکہ آنجناب کی اہانت اور خفت کے درپے ہو گئے۔

(حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کو صرف اکبری دور کے امراء اور اراکین کی بالا دستیوں کا مقابلہ ہی نہیں کرنا پڑا تھا بلکہ سارے ہندوستان میں پھیلے ہوئے جاہل صوفیاء اور درباری علماء (جنہیں آپ نے علماء سُو قرار دیا تھا) نے بھی آپ کے خلاف بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے پہلے مسلم معاشرے میں اپنی بے ہودہ حرکات اور تاویلات سے بگاڑ پیدا کیا۔ پھر اکبر کی جہالت سے فائدہ اٹھا کر دربار تک رسائی حاصل کر کے حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی دعوت عزیمت کے خلاف مشورہ دینے لگے۔ پروفیسر محمد اسلم صاحب سربراہ شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی نے اپنی کتاب ''دینِ الٰہی اور اس کا پس منظر'' میں ایسے لوگوں پر ایک محققانہ تبصرہ کیا ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ ایسے علماء سُو کا ایک خاصہ طبقہ حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ان میں ایک شخص حاجی ابراہیم سرہندی تھے جو ایک منہ زور مناظر تھے۔ وہ اکبری عبادت خانہ میں علماء دین کو بے عزت کرتا۔ ابوالفضل اور فیضی کی شہ پر ہر ایک کی ٹانگ کھینچتا۔ اس نے پہلے تو ملا عبدالنبی اور مخدوم الملک جیسے علماء کو دربار سے رسوا کر کے نکلوا دیا پھر مساجد اور درس گاہوں میں پہنچ کر علماء حق کو للکارنے لگا تھا۔ سلمان خواجہ جو اکبر کا میر حجاج تھا علماء سوء میں بڑا اہم کردار ادا کرتا تھا۔ میران صدر جہاں اکبر کے دینِ الٰہی کا ترجمان بن کر سامنے آیا۔ یہ لوگ اکبر کے آخری دور تک دندناتے رہے۔ مگر جب مبارک فیضی، ابوالفضل، حکیم ابوالفتح جیسے اساطینِ دینِ الٰہی گر گئے اور حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے عقیدت مند قلیچ خان شیخ فرید بخاری خانِ خاناں جیسے راسخ العقیدہ امراء برسرِ اقتدار آئے۔ میراں صدر جہاں کی آنکھیں کھلیں اور تائب ہو کر حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے حلقہ میں چلے آئے۔ ملا شیر لاہوری ان علماء سوء میں کسی سے پیچھے نہیں تھے۔ قاضی زادہ عبدالحی نے اپنی تاویلات سے اسلام کو بازیچۂ اطفال بنا دیا تھا۔ ملا عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمۃ نے ایسے علماء دربار اور علماء سوء کا نقشہ کھینچا ہے کہ یہ بدبخت شراب پیتے زنا سے نہ رکتے حتیٰ کہ سارے معاشرے کو شرابی اور زانی بنانے

میں اہم کردار ادا کرتے۔خواجہ اسماعیل جو شیخ الاسلام کا پوتا تھا شراب میں دھت مر گیا۔قاضی عبدالسمیع گز بھر لمبی داڑھی رکھے شطرنج کا استاد تھا۔بدایونی نے شیخ تاج دہلوی جو تاج العارفین کے نام سے شہرت رکھتے تھے کے مکروہ کردار پر روشنی ڈالی ہے۔یہ شخص اکبر کی خلوت گاہ میں جا کر اسے گمراہ کیا کرتا تھا۔حاجی ابراہیم سرہندی نے اکبر کو شرعی حیلے سے داڑھی منڈوانے کا فتویٰ لاکر دیا اور حدیث پیش کی کہ جنت میں کسی کی داڑھی نہ ہوگی۔ان مقامی علماء سوء کے علاوہ ایران کے شیعہ علماء ابوالفضل اور فیضی کی انگیخت پر ہندوستان پہنچنے شروع ہو گئے۔ملا یزدی دربار میں پہنچا تو شیعہ قباحتیں ساتھ لایا۔علماء حق کو دربار سے نکلتے دیکھ کر کئی بدکردار لوگ صوفیاء کے لباس میں قرب سلطانی سے مالا مال ہونے لگے۔ان میں ہر مذہب اور فرقہ کا یاوہ گو چلا آتا تھا۔شیخ قطب جلیری نامی ایک مجذوب پادریوں کے سامنے آڈٹے۔ایسے علماء اور بدخود غلط صوفیاء کو حضور سیّدی قبلہ درویشاں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے علماء سوء اور لصوص الدین" قرار دیا تھا۔ آپ نے اعلان کیا۔"ہر فسادے کہ پیدا شد از شومی علماء سوء بہ ظہور آمدہ۔مطلب ایشان حب جاہ و ریاست۔و منزلت نزد خلق است۔" یہ لوگ حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے منکر بھی تھے اور اسلام سے برگشتہ بھی تھے۔)

اور کہا کہ اگر وہ فی الواقع قیوم اور مجدد الف ہیں تو ہمیں ایسی علامت دکھائیں جو پہلے زمانے میں پیغمبر دکھاتے آئے ہیں۔جب ان لوگوں کی واہیات باتیں حضرت قیوم اول مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے سنیں تو فرمایا کہ جو لوگ یہ باتیں کرتے ہیں انہیں کہہ دو کہ اگر تمہارے دل میں میل ہے تو آؤ مباہلہ کر لو۔اگر ہم اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو اس شہر پر غضبِ الٰہی نازل ہوگا۔"مباہلہ اسے کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ کے زمانے سے قبل یہ دستور تھا کہ جب کوئی نبی نبوت کا دعویٰ کرتا اور لوگ اس کی نبوت کے منکر ہوتے تو وہ نبی ان سے کسی مقررہ مقام پر اپنے اپنے اہل و عیال سمیت آکر طہارت کر کے بارگاہِ الٰہی میں ایک دوسرے کے لئے دعائے غضب کرتا چونکہ نبی اپنے دعوے میں سچا ہوتا تھا۔ان لوگوں پر عذابِ الٰہی نازل ہوتا۔اس طرح اکٹھے ہو کر دعائے غضب مانگنے کو مباہلہ کہتے ہیں۔" جب ان معاندین نے حضور سیّدی قبلۂ درویشاں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی طرف سے سنا کہ حضور سیّدی قبلۂ درویشاں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ مباہلہ کے لئے تیار ہیں تو اپنا مجمع بنایا اور اتفاقِ رائے سے یہ قرار پایا کہ مباہلہ تو نہیں کرنا چاہئے کیونکہ گمان غالب ہے کہ اس مردِ خدا اور اس کے فرزندوں کی دعا حق تعالیٰ رد نہیں کرے گا۔بالضرور اس شہر پر بلائے عظیم کیا بلکہ اعظم نازل ہوگی البتہ کسی ایسی علامت کی درخواست کریں جو ناممکن ہو چنانچہ ان میں سے ایک معتبر شخص آگے بڑھا اور حضور سیّدی قبلۂ درویشاں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے درخواست کی کہ اگر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ زندہ ہو کر ہمارے سامنے آئیں اور آپ کی تجدید میں الف اور قیومیت کا اقرار کریں تو ہم آپ کی تجدید الف اور قیومیت پر ایمان لے آئیں گے۔جب اس قسم کی درخواست حضور سیّدی قبلۂ درویشاں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ہوئی تو فرمایا کہ جس بات کو وہ لوگ محال سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ قادر ہے۔آسان کر دے گا۔

جان محمد جالندھری کا مشاہدہ:

اسی اثنا میں ایک شخص جان محمد نامی علیہ الرحمۃ جالندھر سے آکر حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلسلہ قادریہ میں مرید ہوا تھا اور صبح شام حضور سیّدی قبلہ درویشاں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا کہ ایک گھڑی بھر بھی جدا نہیں ہوتا تھا۔چنانچہ جب حضور محل کے اندر تشریف فرما ہوتے تو وہ باہر دروازے پر دست بستہ کھڑا رہتا۔ملا بدرالدین علیہ الرحمۃ حضرات القدس میں جان محمد علیہ الرحمۃ مذکور کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ ایک روز

میں شام سے پہلے ہی دروازہ پر کھڑا ہوا تھا کہ حضور سیّدی قبلہ درویشاں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے مجھے فرمایا کہ میں ایک کام بتاتا ہوں۔ کیا کرسکو گے میں نے عرض کیا کہ میرے والدین آپ پر قربان جائیں کیوں نہ کرسکوں گا۔ حضور سیّدی قبلۂ درویشاں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے مجھے ایک اخروٹ دے کر فرمایا کہ حافظ رحمت کے باغ میں چند ایک درویش ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس جاؤ۔ ان میں ایک درویش جن کے چہرے پر چیچک کے داغ ہیں اسے ہمارا اسلام کہنا اور یہ اخروٹ دے کر بلا لانا۔ میں حسب الارشاد باغ میں گیا تو دیکھا کہ چند قلندر بیٹھے ہیں۔ ان سے تھوڑے فاصلے پر ایک درویش بیٹھا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو پوچھا کہ کیا تمہیں حضور سیّدی قبلۂ درویشاں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے میرے پاس بھیجا ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ پھر اخروٹ میں نے اُسے دیا اور حضور سیّدی قیوم اوّل مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا سلام عرض کیا۔ اس نے کہا۔ مجھے آنجناب نے بلایا ہے۔ اٹھ کر میرے ساتھ ہولیا۔ حضور اس وقت محراب میں بیٹھے تھے۔ وہ آ کر دوسری طرف بیٹھ گیا۔ اتنے میں حضور نے مجھے اشارہ کیا کہ قہوہ لاؤ۔ میں دوڑ کر وہاں چلا گیا جہاں قہوہ پکا رہے تھے۔ پیالہ لے کر حضور سیّدی قیوم اوّل مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور سیّدی قیوم اوّل مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ان کے پاس لے جاؤ۔ جب میں ادھر گیا تو دیکھا کہ وہ شخص بھی آنجناب کی صورت کا ہو گیا ہے۔ اس نے کہا کہ اسے حضور سیّدی قبلۂ درویشاں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں لے جاؤ۔ جب ادھر نگاہ کی تو دیکھا کہ ادھر بھی حضور سیّدی قبلہ درویشاں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ بیٹھے ہیں۔

قطب شمالی میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی جلوہ فرمائی:

اس درویش نے پہلے حضور سیّدی قیوم اوّل مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے میرا حال پوچھا۔ حضور سیّدی قیوم اوّل مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ فلاں شخص کا بیٹا ہے۔ اس درویش نے کہا۔ اس کا باپ میرا آشنا تھا۔ اسے آپ نے کس سلسلہ میں مرید کیا ہے۔ حضور سیّدی قیوم اوّل مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ سلسلہ قادریہ میں۔ اس نے کہا میں اس بات کی سفارش کرتا ہوں کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے اس کی ملاقات کراؤ۔ علاوہ ازیں یہ بات منکروں کے لئے دلیل ہو جائے گی۔ (جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے)۔ اتنے میں حضور سیّدی قیوم اوّل مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے اٹھ کر لوٹا اور چند ڈھیلے مجھ سے طلب فرمائے اور بیت الخلا جا کر وہاں سے فارغ ہو کر تازہ وضو فرمایا اور مجھے پاس بلا کر فرمایا کہ جان محمد! کیا قطب تارے کو پہچانتے ہو۔ کیا یہی ہے (اشارہ قطب کی طرف کیا) پھر فرمایا کہ غور سے دیکھو۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ستارہ آہستہ آہستہ سرخ ہونے لگا اور بڑھنے لگا اور حرکت کر رہا ہے۔ بعد ازاں وہ ستارہ پھٹا۔ چنانچہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

ان کے درمیان میں سے ایک شخص زندہ سیاہ پوش نکلا اور فی الفور ایک لمحہ کے اندر ہمارے سامنے آ کھڑا ہوا۔ حضور سیّدی قیوم اوّل مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ان کی خدمت بجالاؤ اور سلام پیش کرو۔ یہی حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے حسب الارشاد حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سر جھکا دیا۔ اس موقع پر حضور سیّدی قیوم اوّل مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے ستر مخالف حاضر تھے اور یہ باتیں سن رہے تھے اور واقعہ دیکھ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر سب کے سب حیران رہ گئے۔ بعد ازاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے بآواز بلند اعلان فرمایا کہ جو کچھ حضور سیّدی قیوم اوّل مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اُسے قبول کرلو کیونکہ دین و دنیا کی بہتری اسی میں ہے اور یہ کہ حضور سیّدی قیوم اوّل مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اولیائے امت سے افضل ہیں۔ ان کا منکر ہونا ایمان

کے چھن جانے کا موجب ہے۔ جو شخص اپنے ایمان کی سلامتی کا خواہاں ہے وہ حضور کے تمام کمالات کو تہ دل سے قبول کر لے۔ تمام اہلِ مجلس نے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی اس نصیحت کو اپنے کانوں سے سنا اور حضور سیّدی قیوم اوّل مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے جمال مبارک کو ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔ یہ نصیحت کر کے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ حضور سیّدی قیوم اوّل مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے رخصت ہو کر قطب ستارے کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر اس میں غائب ہو گئے اور قطب ستارہ اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

جناب غوث رضی اللہ عنہ پاک کی تشریف آوری کی تصدیق:

میں نے اس روایت کو بارہا حضرت خلیفۃ اللہ قیوم اربعہ سلطان الاولیاء رضی اللہ عنہ کی زبان گوہر فشاں سے سنا۔ انہوں نے حضرت حجۃ اللہ قیوم ثالث رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت قیوم ثانی معصوم زمانی رضی اللہ عنہ سے اور حضرت قیوم ثانی رضی اللہ عنہ بذاتِ خود اس مجلس میں موجود تھے۔ شہر بھر میں جتنے منکر موجود تھے سب نے توبہ کی اور حضور سیّدی قیوم اوّل مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہو گئے۔

سلاسل تصوف کے نگرانوں پر تصرف:

حضرت خلیفۃ اللہ سلطان الاولیاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن عزیز کو جان محمد علیہ الرحمہ باغ سے لایا تھا وہ سلسلہ قادریہ کا اس وقت کا نگران اعلیٰ تھا، حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے اس پر اپنا تصرف کیا۔ بعد ازاں حضرت شیخ کو بلا کر اپنی تجدید الف اور قیومیت کا اقرار کرا دیا۔ باقی فقراء جو اس باغ میں بیٹھے سب کے سب مشائخ امت کے مختلف سلسلوں کے نگران تھے۔ بعد ازاں حضرت قیوم اول مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے ان سب کو بلا کر ہر ایک پر اپنا تصرف کیا۔ صبح کے قریب اس ہنگامے سے فارغ ہوئے اور یہ معاملہ ۱۰۲۱ھ ہجری کے ماہ ذی الحجہ کی نویں تاریخ جمعہ کی رات کو طے ہوا۔

(روضۃ القیومیہ، ج ۱، ص ۲۵۴ تا ۲۶۰)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمہ متوفی، ۶۷۲، ھ، لکھتے ہیں:

پیشِ زیرک کاندرونش نور هاست		عینِ ایں آواز معنی بود راست

ترجمہ: مگر دانا کے آگے جس کے اندر (حق) کے انوار ہیں خود یہی دعویٰ ٹھیک حقیقت ہوتی ہے۔

یا تازی گفت یک تازی زباں		که همے دانم زبانِ تازیان
عینِ بتازی گفتنش معنی بود		گرچه تازی گفتنش دعویٰ بود

ترجمہ: یا (مثلاً) ایک عربی دان عربی میں کہے کہ میں عربوں کی زبان جانتا ہوں تو اس کا یہی عربی زبان میں (دعوے کے کلمات) بولنا پورا (ثبوت) ہے اگرچہ اس نے عربی میں صرف دعویٰ کیا ہے اور ابھی کوئی مستقل ثبوت نہیں دیا۔

یا نویسد کاتبے بر کاغذے		کاتب و خط خوانم و من ابجدے

ترجمہ: یا (مثلاً) ایک کاتب کسی کاغذ پر لکھے کہ میں کاتب ہوں اور خط خواں ہوں اور ابجد داں ہوں۔

این نوشتہ گرچہ خود دعویٰ بود	هم نوشته شاهدِ معنی بود

ترجمہ: یہ لکھا ہوا اگرچہ (ایک) دعویٰ (ہی) ہے مگر یہی لکھا ہوا ثبوت کا شاہد بھی ہے۔ (لدعوی الشیء بینة وبرهان)

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۱۰۰۸)

پروفیسر غلام مصطفیٰ رضوی، مجددی کا مقالہ پڑھیں اور غور کریں، کیا زبردست سیاست ہے۔

جہان امام ربانی ۹

امام احمد رضا پر امام ربانی کے اثرات

پروفیسر غلام مصطفیٰ مجددی

زمانی اعتبار سے امتِ محمدیہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، اولین اور آخرین کے مخصوص زُمرے اسی حقیقت کی ترجمانی کر دیتے ہیں،

قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ثُلَّةٌ مِنَ الْاَوَّلِينَ، وَقَلِيلٌ مِنَ الْآخِرِينَ

ترجمہ: اگلوں میں سے ایک گروہ اور پچھلوں میں سے ایک گروہ۔ (سورۃ الواقعہ: ۱۳، ۱۴)

مفسر قرآن حضرت علامہ نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں: ''یہ اصحابِ یمین کے دو گروہوں کا بیان ہے کہ وہ اس امت کے پہلوں، پچھلوں دونوں گروہوں میں سے ہوں گے، پہلے گروہ اصحاب رسول اللہ ﷺ ہیں اور پچھلے ان کے بعد والے''۔ (خزائن العرفان: ص: ۹۶۳)

حضورِ مخبر صادق ﷺ نے اپنی امتِ مرحومہ کے اولین و آخرین کی خوب شان و عظمت بیان فرمائی ہے، ایک حدیث پاک ہے:

مَثَلُ أُمَّتِي كَمَثَلِ المطَرِ لَا يُدْرَى أَوَّلُهُ خَيْرٌ أَوْ آخِرُهُ

ترجمہ: میری امت کی مثل بارش کی سی ہے کہ خبر نہیں کہ اگلی خیر ہے یا پچھلی۔

(مسند ابی یعلی، رقم: ۳۴۷۵، سنن الترمذی، رقم: ۲۸۶۸، مسند البزار، رقم: ۱۴۱۲، معجم الاعرابی، رقم: ۱۱۲۲، صحیح ابن حبان، رقم: ۷۲۲۶، مسند ابی داؤد الطیالسی، رقم: ۶۸۲، ج۲، ص ۳۸، مسند احمد، رقم: ۱۲۳۲۷، المعجم الاوسط، رقم: ۴۰۵۸، المعجم الکبیر، رقم: ۶۵، ج ۱۳، ص ۳۱، حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۲۳۱، مسند الشہاب القضاعی رقم: ۱۳۴۹، رواہ ترمذی، مشکوٰۃ: باب ثواب ہذہ الامۃ)

ایک اور حدیث پاک میں ہے: ''مجھے ساری مخلوق میں پیاری ایمان والی وہ قوم ہے جو میرے بعد ہوگی'' ایک اور مقام پر فرمایا: ''اس امت کے آخر میں ایک ایسی قوم ہوگی جن کو اگلوں کا سا ثواب ہوگا''۔ (مشکوٰۃ)

اس مضمون کی اور بھی متعدد احادیث منورہ موجود ہیں، پھر یہ بات بھی حقائق کی روشنی میں نہایت واضح ہو چکی ہے کہ امت کے اولین پہلے ہزارے تک پھیلے ہوئے ہیں اور آخرین کا شمار دوسرے ہزارے میں ہوتا ہے، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ دوسرے ہزارے کے سرے پر جلوہ افروز ہوئے، اس لئے آپ کی ذاتِ گرامی اگلوں اور پچھلوں کے درمیان اس واسطے کی مانند ہے جو اگلوں سے فیوضات و کمالات حاصل کرتا ہے اور پچھلوں میں تقسیم

کرتا ہے، منصبِ قیومیت جو آپ پر ظاہر کیا گیا، اس کا منشاء بھی یہی ہے۔ اگر تاریخ نبوت کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر ہزارے کے بعد ایک اولوا العزم رسول کو مبعوث کیا جاتا رہا جس کی بدولت زمانے کی از سرِ نو تنظیم معرض وجود میں آتی رہی۔ حضور خاتم الانبیاء محبوب کبریا ﷺ کی ذاتِ مقدس پر سلسلۂ نبوت کو تو ختم کر دیا گیا لیکن خالق نے آپ کی امت کے ایک اولوا العزم امام برحق کو اولوا العزم رسول کا وارث اور نائب بنا کر پیدا کر دیا جس کے دم قدم سے دینِ اسلام کے خزاں رسیدہ گلستان میں بہارِ جاوداں مسکرانے لگی، وہ امام برحق کون ہے؟ واللہ وہ امام برحق سرہند کا تاجدار ہے، تجدید کا شہسوار ہے، فیضانِ صدیق کا علمبردار ہے، احسانِ فاروق کا شاہکار ہے، انوارِ عثمان کا درشہوار ہے، اسرارِ حیدر کا پاسدار ہے، طریقت اور شریعت کے درمیان مجمع افکار ہے، اسی لئے زمانہ آپ کو مجدد الف ثانی کے معزز لقب سے یاد کرتا ہے، اس عظیم مقام کی طرف آپ خود اشارہ فرماتے ہیں: ''اے فرزند! یہ وہ وقت ہے کہ گزشتہ امتوں میں اس طرح کے ظلمت بھرے ہوئے وقت میں اولوا العزم پیغمبر مبعوث ہوتے تھے، اور نئی شریعت کی بنیاد رکھتے تھے، اور اس امت میں جو کہ خیر الامم ہے، اور اس امت کے پیغمبر خاتم الرسل ہیں، علماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء کا مرتبہ دیا ہے، علماء کے وجود کو انبیاء کے وجود کے بجائے کافی بنایا ہے، اس لئے ہر سو سال پر اس امت کے علماء میں سے ایک مجدد متعین فرماتے ہیں جو شریعت کا احیاء کرتا ہے، خصوصاً ایک ہزار سال کے بعد کہ پہلی امتوں میں اولوا العزم پیغمبروں کا وقت ہوتا تھا اور اس وقت میں ایک پیغمبر پر کفایت نہیں کرتے تھے، اس طرح کے وقت میں اس امت کیلئے ایک ایسے عالم کی ضرورت ہے جو معرفت تامہ رکھتا ہو، تاکہ اولوا العزم انبیاء کے قائم مقام ہو''۔

فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید	دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں: ''اس امت کی آخریت کی ابتداء حضور انور ﷺ کے وصال کے ایک ہزار سال کے بعد سے ہے کہ گزرے ہوئے ہزار سال کی ایک عظیم خاصیت ہے تغیر امور میں، اور قوی تاثیر ہے تبدیل اشیاء میں، اور چونکہ اس امت میں کسی طرح نسخ اور تبدیلی نہیں ہو سکتی، اس لئے سابقہ نسبت ہی تازگی اور رونق کے ساتھ متاخرین میں جلوہ گر ہوئی ہے، اور اس الفِ ثانی میں شریعت کی تائید اور ملت کی تجدید ہوئی ہے، اس پر عادل گواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں اور حضرت مہدی رضی اللہ عنہ بھی، اے بھائی! ایسی بات کہنی آج تو اکثر لوگوں کو گراں گزرتی ہے اور ان کی سمجھ سے دور ہے، لیکن اگر وہ انصاف سے کام لیں اور ایک دوسرے کے علوم و معارف کا موازنہ کریں اور صحت و سقم کو شریعت کے علوم کے معیار پر دیکھیں کہ مطابقت ہے یا نہیں، اور یہ بھی کہ شریعت اور نبوت کی توقیر و تعظیم کہاں زیادہ ہے، تو شاید اس تعجب سے نکل آئیں، دیکھا ہوگا کہ فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ طریقت اور حقیقت شریعت کی خادم ہیں، اور ولایت سے نبوت افضل ہے خواہ وہ نبی کی ولایت ہو۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ ولایت کے کمالات کی نبوت کے کمالات کے مقابلے میں کوئی قدر و قیمت نہیں، اس کی حقیقت وہی ہے جیسی کہ دریائے محیط کے مقابلے میں قطرے کی ہوتی ہے، اسی طرح اور بھی بہت کچھ لکھا ہے، مقصود اس گفتگو سے محض تحدیث نعمتِ حق ہے اور بس، اور اس سے اس طریق کے طالبوں کیلئے ترغیب بھی ہے، اس سے دوسروں پر اپنی فضیلت ظاہر کرنا مقصود نہیں، اللہ تعالیٰ کی معرفت اس شخص پر حرام ہے جو خود کو کافر فرنگ سے بدتر نہ جانتا ہو، پھر اکابر دین سے کیا مناسبت ہو سکے گی''۔

اٹھایا شہ نے مٹی سے تو حق ہے	کہ میں اونچا کروں سر آسماں سے
اسی مٹی پہ بارانِ بہاراں	ہوا کرتا ہے لطف مہرباں سے

اگر ہوں سو زبانیں مثلِ سوسن	ادا ہو شکر کیونکر کس زباں سے

حضرت امام ربانی قدس سرہ کی زبانِ حق ترجمان سے نکلے ہوئے معارف نے خوب روشن کر دیا ہے کہ آپ کے فیوضات اور اثرات سے اس ہزارۂ دوم کا ایک ایک لمحہ مالا مال ہے، آپ ہی کے بقول: ''مجدد وہ ہے کہ جو کچھ اس مدت میں امتوں کو فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں اسی کے توسط سے حاصل ہوتے ہیں، اگرچہ اقطاب و اوتاد بھی اس وقت میں ہوتے ہیں، اور بدلاء اور نجباء بھی ہوا کرتے ہیں''۔ (مکتوبات ۲/۴)

چونکہ آپ کا زمانہ ایک ہزار سال پر مبنی ہے اس لئے اس ہزارے میں جتنے بھی اقطاب و ابدال ہوں گے، اغواث و افراد ہوں گے، مجددین اسلام اور محققین اعلام ہوں گے، سب کی ذات و صفات پر آپ کا اثر موجود ہوگا، سب کی شخصیت اور حیثیت میں آپ کا جلوہ کارفرما ہوگا، ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی کو اس حقیقت ثابتہ کی خبر نہ دی جائے۔ ولایت کی ایک قسم یہ بھی تو ہوتی ہے کہ ولی اپنی ولایت سے باخبر نہیں ہوتا، ہاں ہاں اس عرصے میں سب کی گردنوں پر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے احسانات کا بار ہے، محقق عصر حضرت علامہ پروفیسر محمد مسعود احمد نقشبندی مظہری فرماتے ہیں: ''حقیقت یہ ہے کہ امام ربانی کے افکار نے پاک وہند کی فکری زندگی اور سیاسیات پر گہرا اثر ڈالا، اور معاشرے میں تدریجی انقلاب پیدا کیا ہے، پاکستان و ہند کے مفکرین میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ، حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ اور ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمۃ امام ربانی علیہ الرحمہ سے بہت متاثر ہیں''۔ (تقدیم مکتوبات بحیثیت ماخذ ایمانیات: ص ۱۸)

امام احمد رضا پر اثرات:

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے احوال و مواجید اور افکار و انوار کے اثرات تو عالمگیر نوعیت کے حامل ہیں، تمام بلاد اسلامیہ میں آپ کے فکر تازہ نے ایک سماں باندھ کر رکھ دیا ہے، آپ کے خلفاء کرام نے آپ کے فیوضات و اثرات کے وہ سرچشمے جاری کئے ہیں کہ جن سے صدیوں بعد بھی زمانہ اپنی تشنگی کافور کر رہا ہے، جہاں تک چودھویں صدی ہجری کے عظیم الشان مجدد، ملت اسلامیہ کے جلیل القدر رہنما حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کا تعلق ہے تو آپ کی شخصیت میں بھی غیرت مجددی اور حمیتِ سرہندی کی بھرپور جھلک دکھائی دے رہی ہے، آپ کے دور میں انگریزوں اور ہندوؤں کی ریشہ دوانیوں نے مسلمانوں کو ہر میدان میں پسپا کر رکھا تھا، دینِ وحدت کے ماننے والے مختلف فرقوں میں تقسیم ہو رہے تھے، آپ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی غیرت و حمیت کے حوالے دے کر ان ظلمت شعاروں کی خوب خبر لی، آپ نے مولانا محمد علی مونگیروی ناظم ندوۃ العلماء کو لکھا ہے: ''بالفعل آپ جیسے صوفی صافی منش کو حضرتِ شیخ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا ارشاد یاد دلاتا ہوں، اس عین ہدایت کے امتثال کی امید رکھتا ہوں، حضرت ممدوح اپنے مکتوبات شریفہ میں ارشاد فرماتے ہیں: ''**فسادِ مبتدع زیادہ تر از فسادِ صحبتِ صد کافر است**''۔ یعنی سو علانیہ کافروں سے ایک بدعتی زیادہ مہلک و خطرناک ہے۔ مولانا انصاف! آپ یا زید یا اور اراکین، مصلحتِ دین و مذہب زیادہ جانتے ہیں یا حضرت شیخ مجدد مجھے ہرگز آپ کی خوبیوں سے امید نہیں کہ ارشاد ہدایت بنیاد کو معاذ اللہ لغو و باطل جانیے، اور جب وہ حق اور بے شک حق ہے تو کیوں نہ مانیے جس سے ظاہر کہ کافروں کے بارہ میں: فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ کا حکم ایک حصہ ہے تو بد مذہبوں کے باب میں سو حصے بھی زیادہ خطرناک ہے'' (مکتوبات امام احمد رضا: ص: ۹۰۔۹۱)

خدارا غور کیجئے، کیا اب بھی کوئی حق آشنا یہ جسارت کر سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کو معیار حق نہیں مانتے، اللہ اللہ، وہ آپ کے غیرت مند کردار کو اپنے حلقۂ احباب میں بطور مثال پیش کرتے تھے، آپ اسی طرح دوسرے اکابرِ امت کے ساتھ امام ربانی کے بحرِ علمی کا

اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''بے شک اس مہرِ سپہرِ اصطفاء ماہِ منیر اجتباء ﷺ کے لئے سایہ نہ تھا، اور یہ امر احادیث اور اقوالِ علمائے کرام سے ثابت اور اکابر ائمہ و جہابذ فضلا مثل حافظ رزین، محدث و علامہ ابن سبع، صاحب شفاء الصدور۔ جناب مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی، شیخ الحدیث مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی وغیرہم اجلا فاضلین و مقتدایان کہ آج کل مدعیانِ خام کار کو ان کی شاگردی بلکہ کلام سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں، خلفاء عن سلف دائما اپنی تصانیف میں اس کی تصریح کرتے آئے''۔ (رسائل نور: ص: ۵۲)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ، امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے زبردست مداح تھے، آپ کے علم و فضل، فکر و عرفان اور شان و عظمت کا اعتراف کرتے تھے، آپ کو مجدد الف ثانی یعنی ہزار سال کا مجدد لکھتے تھے، آپ کے سلسلے کے اکابرِ وقت سے ان کا تعلق قائم تھا۔ ان امور سے ظاہر ہوا کہ ان کی شخصیت پر امام ربانی کا گہرا اثر موجود ہے، آپ کے قلم شعلہ بار میں مجددی توانائیاں پوری طرح اجاگر نظر آتی ہیں، جس نے باطل کے آلودہ دامن جلا کر خاکستر کر دیے اور جس کی علمی ہیبت سے آج بھی جہانِ کفر لرزہ براندام ہے۔ اہلِ علم حضرت امام بریلوی علیہ الرحمہ کے رسائل و فتاویٰ کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں، ان میں تصورِ شیخ کا نازک مسئلہ ہو یا استعدادِ اولیاء کا عظیم عقیدہ ہو، نورانیتِ مصطفیٰ کا بیان ہو یا مشاہدہ مصطفیٰ کا ایقان ہو، فلاسفہ کی تردید ہو یا مذاہب باطلہ کی تہدید ہو، سماع موتیٰ کی بات ہو یا انبیاء کے بارے میں عقیدہ حیات ہو، جہاں بھی آپ نے مخالفین اہلِ سنت پر حجت قائم کی ہے، وہاں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تحریروں کا حوالہ پیش کیا ہے۔ جب مخالفین اہلسنت نے آپ کے خلاف الزامات کے محاذ کھولے تو اس میں ایک محاذ یہ بھی تھا کہ آپ حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی اور دیگر اکابرِ امت کے خلاف ہیں، آپ نے خود اس محاذ کا جواب دیا ہے:

''ناچار عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دہاڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علمائے اہل سنت کے فتویٰ تکفیر کا کیا اعتبار، یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں، ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے ہیں، اسماعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا، مولوی اسحاق کو کہہ دیا، مولوی عبد الحی صاحب کو کہہ دیا، پھر جن کی حیا اور بڑھی ہوتی ہے، وہ اور ملاتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کو کہہ دیا، شاہ ولی اللہ صاحب کو کہہ دیا، یا پھر جو پورے ہی حد حیا سے گزر گئے وہ یہاں تک بڑھتے ہیں عیاذاً باللہ عیاذاً باللہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کو کہہ دیا۔ غرض جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا''۔ (حسام الحرمین: ص: ۴۲)

اس غلط فہمی کے ازالے کے لئے آپ نے مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی کے استفسار پر ایک رسالہ **انجاء البری عن وسواس المفتری** بھی تحریر فرمایا، اور مخالفین اہل سنت کی افترا پردازیوں کے پردے چاک کئے، اگر آپ نظر محبت سے ان دونوں راہنماؤں کے حالات و آثار پر روشنی ڈالیں تو آپ کو حیرت انگیز طور پر معلوم ہوگا کہ امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اور اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے کوائفِ زندگی میں بھی بہت زیادہ مماثلت پائی جاتی ہے۔ گویا جن معاملات میں انسان کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا، ان معاملات میں بھی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے روحانی اثرات اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ پر پوری طرح چھائے ہوئے نظر آتے ہیں۔

نوٹ: مجلس شوریٰ کی آواز ذرا انصاف سے کام لیں اور غور کریں۔

باب نمبر ١٣

غیر متناہی کی تحقیق:

سوال:(١٧)اعتراض: دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن نے اپنی کتاب فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں تحریر کیا ہے۔

پیر سیف الرحمٰن کا دعویٰ الوہیت: مفتی محمد عبداللہ اشرفی رضوی برکاتی لکھتے ہیں: مولوی سیف اپنے علوم اور کمالات غیر متناہی قرار دے کر اللہ بنا۔ معاذ اللہ۔

(فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، ص،٢٧)

سوال:(١٨) جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول شیخ الحدیث ابوالعلاء مفتی عبداللہ قادری اشرفی رضوی برکاتی، ناظم و مہتمم دارالعلوم جامعہ حنفیہ قصور (پاکستان) کا فتویٰ

خباثت: آخند زادہ سیف الرحمٰن کے علوم اور کمالات غیر متناہی ہیں (معاذ اللہ) غیر متناہی علوم تو اس ذات کے ہونگے جو ازلی وابدی اور قدیم اور واجب الوجود ہوگی۔ یہاں تک کے سرکار دو عالم ﷺ کے علوم بھی متناہی ہیں غیر متناہی نہیں۔ مرتبہ الوہیت ملاحظہ ہوں۔

(١) اللہ تعالیٰ ازلی وابدی ذات ہے اس کے علوم وکمالات غیر متناہی ہیں۔

(٢) اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے اس کے علوم وکمالات غیر متناہی ہیں۔

(٣) اللہ تعالیٰ قدیم ذات ہے اس کے علوم وکمالات غیر متناہی ہیں۔

(٤) اللہ تعالیٰ علت مستقلہ ہے اس کے علوم وکمالات غیر متناہی ہیں۔

(٥) اللہ تعالیٰ غیر محدود ذات ہے اس کے علوم وکمالات غیر متناہی ہیں۔

(٦) اللہ تعالیٰ کی ذات مستقل بالذات اس کے علوم وکمالات غیر متناہی ہیں۔

(٧) اللہ تعالیٰ کی ذات محیط ہے اس کے علوم وکمالات غیر متناہی ہیں۔

(٨) اللہ تعالیٰ کی ذات صفات واجب ہیں اس کے علوم وکمالات غیر متناہی ہیں۔

(٩) اللہ تعالیٰ کی صفت! کلام اور علم واجب ہے اس کے علوم وکمالات غیر متناہی ہیں۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ خالقِ موجد مکونِ محدث، منشی، مخترع، منترع، بدیع ذات ہے اس کے علوم وکمالات غیر متناہی ہیں۔
اور کسی ذات کے علوم وکمالات غیر متناہی نہیں ہیں۔
اگر آخنذ ادہ پیر سیف الرحمٰن افغانی کے علوم وکمالات (معاذ اللہ) غیر متناہی ہیں تو معاذ اللہ العیاذ باللہ یہ مدعی الوہیت ہوا شرم شرم شرم.....
فرعون! انا ربکم الاعلیٰ کہہ کر اللہ بنا اور دیوبندی مولوی سیف! اپنے علوم اور کمالات کو غیر متناہی قرار دے کر اللہ بنا معاذ اللہ العیاذ باللہ یہ دیوبندی مولوی سیف! خارج عن الاسلام ہے کافر ومرتد ہے یہ اہلسنت وجماعت سنی بریلوی حضرات کا پیر اور مقتدٰ ا اور رہنما اور پیشوا نہیں بن سکتا۔
(الفتنۃ الشدیدۃ، پیر سیف الرحمان کے دجل وفریب اور گمراہ کن نظریات کا ردِ بلیغ ص، ۱۶۷، ۱۶۸، مصنف، علامہ محمد بشیر القادری، امیر جماعتِ اہل سنت ضلع غربی کراچی، خطیب مرکزی جامع مسجد بلال، اورنگی ٹاؤن سیکٹر E-۶، کراچی)
الجواب:
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ
ترجمہ: ہرگز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کئے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کئے اُن کی تعریف ہو ایسوں کو ہرگز عذاب سے دُور نہ جاننا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (سورۂ آل عمران آلایہ، ۱۸۸)
مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:
اس سے معلوم ہوا کہ شرعی مسئلہ چھپانا حرام ہے۔ علماء پر واجب ہے کہ اپنے علم سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائیں بلکہ انہیں چاہیئے کہ اپنا لباس اپنی وضع علماء کی سی رکھیں۔ تاکہ لوگ انہیں عالم سمجھ کر مسائل دریافت کرلیں۔ عالم کا غیر عالم کے لباس میں رہنا بہتر نہیں کہ خطرہ ہے کہ یہ بھی علم چھپانے میں داخل ہوجاوے۔ معلوم ہو کہ بزدلوں کو خان بہادر کا، اور جاہلوں کو شمس العلماء کا خطاب دینا اور ان خطاب یافتہ لوگوں کا اس پر خوش ہونا طریقہ کفار ہے۔
اسی طرح بے علم لوگوں کا مولوی عالم مولوی فاضل بن جانا اور اس کی ڈگری پر خوش ہونا طریقۂ جہال ہے۔ کیونکہ آج کل بعض جاہل تدبیر کر کے مولوی فاضل وغیرہ کی ڈگریاں حاصل کرلیتے ہیں۔ (تفسیر نور العرفان، ص ۱۱۸)
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ
ترجمہ: اور تمہارا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو انہیں ان کی بناوٹوں پر چھوڑ دو۔ (سورۃ الانعام الآیت، ۱۲۲)
مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:
اس سے معلوم ہوا کہ جو گمراہ کن شخص کسی کو شرع کے خلاف کام کی رغبت دے وہ انسانی شیطان ہے اگرچہ وہ اپنے عزیزوں میں سے ہو یا عالم کے لباس میں، ۲،
اس سے معلوم ہوا کہ تمام نبیوں کے دشمن ضرور ہوئے ایسے ہی علماء واولیاء کے دشمن ہونا ضروری ہیں جس عالم کا کوئی بے دین دشمن نہ ہو وہ عالم خود بے دین ہے کہ بے دینوں کی مروت کرتا ہے اس دشمنی میں حکمت الٰہیہ یہ ہے کہ جب تک کوئی مقابل نہ ہو قوت کا پتہ نہیں لگتا اگر تاریکی نہ ہوتی تو سورج کی قدر نہ ہوتی، اگر

پیاس نہ ہوتی تو پانی کی قدر نہیں ۔ (تفسیر نور العرفان، ص، ٢٢٥)

مہ فشاند نور وسگ عو عو کند		ہر کسے بر خلقت خود مے تند

ترجمہ: چاند روشنی پھیلاتا ہے اور کتا بھونکتا ہے، ہر کوئی اپنی فطرت کے مطابق چلتا ہے۔

(فتاوٰی رضویہ، ج،۵،ص، ٣٠٠، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

دلیل: اللہ ﷻ غیر متناہی

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ١٣٤٠، لکھتے ہیں:

بلکہ عام تر فرماتا ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ، كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِیْحَهٗ، وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ

ترجمہ: کیا تونے نہ دیکھا کہ اللہ کی پاکی بولتے ہیں جو آسمان وزمین میں ہیں اور پرندے پر باندھے سب نے جان لی ہے اپنی اپنی نماز وتسبیح، اور اللہ کو خوب خبر ہے جو وہ کرتے ہیں۔ (القرآن الکریم، ٢٤/ ٤١)

تو کوئی اندھے سے اندھا بھی کسی آیت کا یہ مطلب نہیں کہہ سکتا کہ بایں معنی مطلق علم کو غیر سے نفی فرمایا ہے ہاں اس معنی پر علم مطلق غیر سے ضرور مسلوب، اور یہ وجہ ہفتم حصر وتخصیص کی ہے یعنی تمام موجودات وممکنات ومفہومات وذوات وصفات ونصب واضافات وواقعیات وموہومات غرض ہر شئ ومفہوم کو علم کا عام وتام ومحیط ومستغرق ہونا کہ غیر متناہی معلومات کے غیر متناہی سلاسل اور ہر سلسلے کے ہر فرد سے غیر متناہی علوم متعلق اور یہ سب نامتناہی نامتناہی نامتناہی علوم معاً حاصل ہوں جن کے احاطے سے کوئی فرد اصلاً خارج نہ ہو جیسے فرماتا ہے:

وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا

ترجمہ: بیشک اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہوا۔ (القرآن الکریم، ٦٥/ ١٢)

اور فرماتا ہے:

عٰلِمِ الْغَیْبِ، لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (القرآن الکریم، ٣٤/ ٣)

ترجمہ: جاننے والا ہر چھپی چیز کا اس سے چھپی نہیں کوئی ذرہ بھر چیز آسمانوں میں نہ زمین میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر سب ایک روشن کتاب میں ہے۔

ایسا علم بھی غیر کے لئے محال اور دوسرے کے واسطے اس کا اثبات کفر وضلال

کما بینّاہ فی رسالتنا "مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید"

(جیسا کہ ہم نے اس کو اپنے رسالہ "مقامع الحدید علیٰ خد المنطق الجدید" میں بیان کردیا ہے۔)

(فتاوٰی رضویہ، ج، ٢٦،ص، ٤٧٤، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

خود شرح میں ہے: اعلم ان المتکلمین ینفون الوجود الذهنی ویثبتون علم الله تعالیٰ بالحوادث الغیر المتناهیة۔

واضح رہے علمِ کلام والے ذہنی وجود کی نفی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے غیر متناہی حوادث کا علم ثابت کرتے ہیں۔

(شرح الدوانی علی العقاید العضدیۃ، مطبع مجتبائی دہلی، ص،۲۱)

بلکہ خود اسی حاشیہ سیالکوٹی علی الخیالی میں ہے:

هذه التعلقات قديمة غير متناهية بالفصل ضرورة عدم تناهي متعلقاتها اعنى جميع مايمكن ان يعلم من الامور الكلية والجزئية الازلية والمتجددة لشموله الممكن والممتنع والواجب۔

یہ ہی تعلقات تفصیلی طور پر غیر متناہی قدیم ہیں یہ اس وجہ سے ضروری ہے کہ ان کے متعلقات غیر متناہی ہیں، یعنی تمام وُہ امور جن کو جانا جا سکتا ہے کلیات، جزئیات، ازلیہ ہوں یا حادثہ، کیونکہ یہ علم ممکنات، محالات اور واجبات سب کو شامل ہے۔ (حاشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی علی الخیالی، مطبع مجتبائی دہلی، ص، ۸۲)

عقیدہ وہ ہے جو مقاصد و شرح میں فرمایا:

علمه تعالى لا يتناهى و محيط بما لا يتناهى كالاعداد والاشكال) ونعيم الجنان و شامل لجميع الموجودات والمعدومات الممكنة والممتنعة وجميع الكليات والجزئيات سمعا وعقلا۔

اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی ہے اور اعداد و اشکال اور جنت کی نعمتوں جیسی غیر متناہی اشیاء کو محیط اور تمام موجودات و معدومات و ممکنات و ممتنعات کو اور تمام کلیات وجز ئیات کو نقلاً و عقلاً شامل ہے۔

(مقاصد وشرح المقاصد خاتمہ علمہ لایتناہی الخ، دار المعارف النعمانیہ لاہور، ۲/۹۰)

عقیدہ وہ ہے جو مواقف و شرح میں بیان فرمایا:

علمه تعالى يعم المفهومات كلها الممكنة والواجبة والممتنعة والمخالف فى هذا الفصل فِرَق الاولى من قال لا يعلم نفسه (الى ان قال) الرابعة من قال لا يعقل غير المتناهي۔

اللہ تعالیٰ کا علم تمام ممکنہ، واجبہ اور محال مفہومات کو شامل ہے، اس بحث میں کچھ مخالف فرقے ہیں، پہلا وُہ جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات کا بھی علم نہیں ہے، اور یہاں تک کہا کہ چوتھا فرقہ وُہ ہے جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو غیر متناہی امور کا علم نہیں ہے۔

(مواقف وشرح المواقف المقصد الثالث فی علمہ تعالیٰ منشورات الشریف الرضی قم ایران، ۸/۷۰)

عقیدہ وہ ہے جو حدیقہ ندیہ میں فرمایا:

المعلومات موجودة او معدومة محالة او ممكنة قديمة او حادثة متناهية او غير متناهية جزئية او كلية وبالجملة جميع مايمكن ان يتعلق به العلم فهو معلوم لله تعالى۔

موجود اور معدوم محال یا ممکن ہوں، قدیم و حادث، متناہی، غیر متناہی، جزئی یا کُلّی غرضیکہ جس چیز سے بھی علم کا تعلق ہو سکتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، ۱/۲۵۴)

عقیدہ وہ ہے جو اس فقیر ربِّ قدیر نے الدولۃ المکیہ میں لکھا اور علمائے کرام حرمین طیبین نے مزیّن بتصدیقاتِ جلیلہ کیا:

ان ربنا تبارک وتعالی یعلم ذاته الکریمة و وصفاته الغیر المتناهیة والحوادث التی وجدت والتی توجد غیر متناهیة الی ابد الابد والممکنات التی لم توجد ولن توجد بل والمحالات باسرها فلیس شیئ من المفاهیم خارجا عن علمه سبحنه وتعالی یعلمها جمیعا تفصیلا تاما ازلا ابدا وذاته سبحنه وتعالی غیر متناهیة وصفاته غیر متناهیات و کل صفة منها غیر متناهیة وسلاسل الاعداد غیر متناهیة و کذاایام الابد و ساعاته وأناته و کل نعیم من نعم الجنة و کل عذاب من عقوبات جهنم و انفاس اهل الجنة واهل النارولمحاتهم وحرکاتهم وغیر ذٰلک کلهاغیر متناه والکل معلوم للّٰہ تعالی ازلا وابدًاباحاطة تامة تفصیلیة ففی علمه سبحنه وتعالی سلاسل غیر المتناهیات بمرات غیر متناهی بل له سبحانه وتعالی فی کل ذرة علوم لا متناهی لان لکل ذرة مع کل ذرة کانت اوتکون اویمکن ان تکون نسبة بالقرب والبعد والجهة مختلفة فی الازمنة باختلاف الامکنة الواقعة والممکنة من اول یوم الی مالا اٰخر له والکل معلوم له سبحنه وتعالی بالفعل فعلمه عز جلاله غیر متناه غیر متناه غیر متناه فی غیر متناه کا نه معکب غیر المتناهی،علی اصطلاح الحساب وهذا جمیعا واضح عندمن له من الاسلام نصیب۔

ترجمہ: ہمارے رب تعالیٰ اپنی ذات کریمہ وصفات غیر متناہیہ اور حوادث جو موجود ہیں یا ہوسکیں خواہ ابدالابد تک غیر متناہی ہوں اور ممکنات غیر موجودہ اور جو موجود نہ ہوسکیں اور محالات تمام ان مفہومات میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے علم سے خارج نہیں، ان تمام کو تفصیلاً کاملاً ازل وابد سے جانتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات پاک لامحدود اور اس کی صفات غیر متناہی ہیں اور پھر اس کی ہر صفت غیر متناہی ہے، اعداد کا سلسلہ اور یونہی ابد تک ایام، ان کے گھنٹے، ان کی آنات اور جنت کی نعمتیں، اور پھر ہر نعمت، یونہی جہنم کی سزاؤں کے عذاب، اور جنتی اور جہنمی لوگوں کے سانس، ان کے لحات، حرکات وغیرہا یہ تمام غیر متناہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا علم ازلاً وابداً ان سب کو محیط تام ہے اور تفصیلاً ہے، تو اللہ تعالیٰ کے علم میں غیر متناہی سلسلے غیر متناہی طور پر داخل ہیں بلکہ ہر ذرّہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کے معلومات ہیں کیونکہ ہر ذرّہ کو ذرّہ کے ساتھ خواہ وہ موجود ہو یا ہوسکتا ہو یا اس کی نسبت قُرب وبُعد اور زمانہ کی مختلف جہات سے باعتبار اختلاف مکانات وزمانات اول تا غیر منتہٰی، ضرور نسبت حاصل ہے، اور تمام کا اللہ تعالیٰ کو بالفعل علم ہے تو اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی، غیر متناہی میں غیر متناہی ہے، گویا کہ حساب والوں کی اصطلاح میں غیر متناہی معکب ہے اور تمام بیان کردہ اس شخص کے ہاں واضح ہے جس کو اسلام نصیب ہے۔

(الدولة المکیة، القسم الاوّل مطبعه اہل السنة والجماعت بریلی ص ۷)

عقیدہ وہ ہے جو فقیر نے اس کی تعلیقات الفیوضات الملکیہ میں نقل کیا:

حیث کتبت علی قولی بل له سبحنه فی کل ذرة علوم لامتناهی ما نصه الحمد للّٰہ هذاالذی کتبته من عندی ایمانا بربی ثم رأیت التصریح به فی التفسیر الکبیر اذیقول تحت کریمة و کذٰلک نری ابرهیم، سمعت الشیخ الامام الوالدعمر ضیاء الدین رحمه اللّٰہ تعالی قال سمعت الشیخ ابا القاسم الانصاری یقول سمعت امام الحرمین یقول معلومات اللّٰہ تعالی غیر متناهیة ومعلوماته فی، کل واحد من تلک المعلومات ایضا غیر متناهیة و ذٰلک لان الجوهر الفرد یمکن و قوعه فی احیاز لانهایة لها علی البدل ویمکن اتصافه بصفات لانهایة لها علی البدل الخ۔

ترجمہ: جہاں میں نے اپنے مذکورقول" بلکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ کے ہر ذرّہ میں علوم غیر متناہی ہیں" پر یہ عبارت لکھی ہے، الحمدللہ یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے یہ میں نے اپنی طرف سے اپنے رب پر اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے۔اس کے بعد میں نے تفسیر کبیر میں اس کی تصریح پائی، جہاں آیت کریمہ" وکذٰلک نری ابراھیم" کے تحت فرمایا کہ میں نے اپنے والد شیخ امام عمر ضیاء الدین علیہ الرحمہ سے سُنا اُنھوں نے فرمایا میں نے شیخ ابوالقاسم انصاری علیہ الرحمہ سے انھوں نے فرمایا میں نے امام الحرمین سے سُنا کہ فرمارہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے معلومات غیر متناہی اور ان معلومات میں سے ہر ایک کے معلومات بھی غیر متناہی ہیں یہ اس لئے کہ جو ہر فرد کا غیر متناہی احیاز میں علیٰ سبیل البدل پایا جانا ممکن ہے اور یُونہی اس کا بدل کے طور پر غیر متناہی صفات سے متصف ہونا ممکن ہے الخ۔

(الفیوضات الملکیۃ تعلیقات الدولۃ المکیۃ، مطبعہ اہل السنۃ والجماعت بریلی، ص،۹)(فتاویٰ رضویہ، ج،۱۵،ص،۴۷۵، تا،۴۷۸، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

دلیل: حدیثِ نبوی ﷺ غیر متناہی:

اللہ اکبر مصطفی ﷺ کی وسعت علم جس طرح عجائب قرآن عظیم غیر متناہی ہیں یوہیں عجائب حدیث کی حد نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج،۲۲،ص،۶۲۵، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمہ، متوفی،۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

چنانچه منقول است که روزے جبریل امین علیه السلام در حضرت وے گفت که نهایتِ درجات قربِ من در حضرتِ صمدیت عز وعلی که زیاده بران هرگز نبوده است آن بود که میانِ من وپروردگار هفتاد هزار پرده از نور بود۔ پس آنحضرت را ﷺ در هر لمحه وهر آن پرده از نور جلال مشهود می گشت وبتجلی دیگر نوری بالا تر ازاں بر طرف می شد وبتوقف در مقام اول بعد از انکشاف مقام ثانی استغفار می کرد واین عین برقی است در درجات قرب ومشاهدۂ تجلیات واین حالت نه مخصوص این نشأة است تا ابد الآبدین حال همبرین منوال خواهد بود۔ زیرا که تجلیاتِ حق را نهایت نیست۔ پس این جا عین بمعنی مشاهده آمد، وپرده نشستن بمعنی پرده برداشتن، شد ومعلوم شد که مراد از انّ لله سبعین الف حجاب من نور۔ که در حدیث دیگر واقع شده است۔ مراد ازان تکثیر وتوقیر است نه، حصر وتحدید، الا آنکه مقامِ قرب جبرئیل ازین نگذرد وبحکم وما منّا الا له مقام معلوم۔ تجاوز وترقی وے ازین حد بفوق صورت نه بندد۔ چنانچه حضرت شیخ سعدی رحمة الله تعالیٰ علیه فرموده

اگر یک سرِ موئے برتر پرم		فروغِ تجلی بسوزد پرم

وآنحضرت ﷺ را دائم ترقی در ترقی است ومشاهدات او در رنگ تجلیاتِ حق نهایتے ندارد۔ من الازل الی الابد۔

ترجمہ: ایک روز حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں میرے درجاتِ تقرب بے انتہا بڑھے ہوئے ہیں کہ اس سے زیادہ ہرگز کسی دوسرے کے نہیں ہو سکتے، اور وہ یہ ہے کہ میرے اور پروردگار کے درمیان نور کے ستر ہزار پردے حائل ہیں۔پس جبکہ آنحضرت ﷺ کا ہر لمحہ اور ہر آن نورِ جلال میں سے ایک پردہ مشہود رہتا تھا، اور اس سے اوپر کے نور کی تجلّی سے وہ پردہ الگ ہو جاتا تھا اور مقامِ اول میں توقف سے مقامِ ثانی کے انکشاف کے بعد آپ استغفار کرتے تھے۔ یہ چیز درجاتِ قرب اور مشاہدۂ تجلیات میں عین ترقی ہے۔اور یہ حالت اس زندگی تک ہی نہیں ہے بلکہ ابدالآباد تک

یہ حال اسی طریقہ پر رہے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات کی کوئی حد نہیں ہے۔ پس یہاں عین بمعنی مشاہدہ ہے اور پردہ نشین (پردہ میں بیٹھنا) پردہ برداشتن (پردہ اٹھانا) کے معنوں میں آتا ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ ان اللہ سبعین الف حجاب من نور (یعنی: تحقیق کہ اللہ تعالیٰ کیلیے نور کے ستر ہزار پردے ہیں)۔ (اسی کے متعلق) ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اس سے مراد کثرت اور تعبیر و تاویل ہے، حصر اور تحدید نہیں۔ مگر یہ کہ اس مقام قرب سے جبرئیل علیہ السلام نہ گذر سکے، اور اس حکم کے بموجب کہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کا مقام متعین نہ ہو۔ اس نے اس حد سے آگے ترقی اور تجاویز نہیں

اگر یک سرِ موئے برتر پرم		فروغ تجلی بسوزد پرم

ترجمہ: اگر میں بال برابر بھی آگے کی طرف پرواز کروں (یعنی آگے کی طرف بڑھوں) تو تجلی الٰہی کی زیادتی سے میرے پر جل جائیں۔

اور حضور امام المرسلین ﷺ کے لیے ہمیشہ ترقی پر ترقی ہے اور حق کی تجلیات کے رنگ میں آپ ﷺ کے مشاہدات کی ازل سے ابد تک کوئی انتہا نہیں ہے۔

(مرج البحرین، ص، ۴۳، ۴۴ محمد اعلی، ناظم آباد، کراچی)

دلیل: سرکارِ دوعالم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم غیر متناہی:

س کے ترجمے میں بھی آریہ نے تحریف کی ہے، عبارت یہ ہے:

لتقصیر الشکر علی ما انعم اللہ علیک و علی اصحابک۔

ترجمہ: اللہ عزوجل نے آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم پر جو نعمتیں فرمائیں ان کے شکر میں جس قدر کمی واقع ہوئی اس کے اس لیے استغفار فرمائیے۔

کہاں کمی اور کہاں غفلت، نعمائے الٰہیہ ہر فرد پر بے شمار حقیقۃً غیر متناہی بالفعل ہیں کما حققہ المفتی ابو السعود فی ارشاد العقل السلیم (جیسا کہ مفتی ابو السعود نے ارشاد العقل السلیم میں اس کی تحقیق کی ہے۔)

قال اللہ عزوجل وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوهَا

ترجمہ: اگر اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو نہ گن سکو گے، جب اس کی نعمتوں کو کوئی گن نہیں سکتا تو ہر نعمت کا پورا شکر کون ادا کر سکتا ہے۔ (سورۃ النحل، ۱۸)

ازدست و زبان کہ برآید		کز عہدۂ شکرش بدر آید

ترجمہ: کس کے ہاتھ اور زبان سے ممکن ہے کہ اس کے شکر سے عہدہ برآ ہو سکے۔

(فتاوی رضویہ، ج ۲۹، ص، ۶۴، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

دلیل: عالم ربانی (اولیاء اللہ) غیر متناہی

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، شافعی علیہ الرحمہ متوفی، ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

فإذن ثمرة الفكر العلوم والأحوال والعلوم لا نهاية لها والأحوال التي تتصور أن تتقلب على القلب لا يمكن حصرها ولهذا لو أراد مريد أن يحصر فنون الفكر ومجاريه وأنه فيماذا يتفكر لم يقدر عليه لأن مجاري الفكر غير محصورة وثمراته غير متناهية

ترجمہ: تو فکر کا نتیجہ علوم اور احوال ہیں، اور علوم کی کوئی انتہاء اور وہ احوال جو دل پر بدل بدل کر آتے ہیں ان کو بھی شمار نہیں کیا جاسکتا یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص فکر کے تمام فنون اور راہوں اور جن امور میں فکر کرتا ہے ان کو شمار کرنا چاہے تو ایسا نہیں کرسکتا کیوں کہ فکر کی گذرگاہیں بے شمار ہیں اور اس کے ثمرات غیر متناہی ہیں

(احیاء علوم الدین، کتاب التفکر، ج۵، ص۹۳، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہر، مصر)

امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۶۰۶ھ، لکھتے ہیں:

أَمَّا قَوْلُهُ جَلَّ جَلَالُهُ: اهْدِنَا الصراطَ المستقِيمَ فَاعْلَمْ أَنَّهُ عِبارَةٌ عَنْ طَلَبِ الهِدَايَةِ، وَلِتَحْصِيلِ الهِدَايَةِ طَرِيقَانِ: أَحَدُهما: طَلَبُ المعْرِفَةِ بِالدَّلِيلِ وَالحجَّةِ، وَالثَّانِي: بِتَصْفِيَةِ البَاطِنِ وَالرِّيَاضَةِ، أَمَّا طُرُقُ الِاسْتِدْلَالِ فَإِنَّهَا غير متناهية لأنها لَا ذَرَّةَ مِنْ ذَرَّاتِ العَالَمِ الأَعْلَى وَالأَسْفَلِ إِلَّا وَتِلْكَ الذَّرَّةُ شَاهِدَةٌ بِكَمَالِ إِلٰهِيَّتِهِ، وَبِعِزَّةِ عِزَّتِهِ، وَبِجَلَالِ صَمَدِيَّتِهِ، كَمَا قِيلَ:

وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ		تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدُ

اللہ تعالیٰ کا فرمان:

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ

تو جان لیجیے کہ اس کا مطلب ہدایت طلب کرنا ہے اور ہدایت حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں:

(۱) دلیل اور حجت سے معرفت کا طلب کرنا۔

(۲) باطن کی صفائی اور ریاضت سے معرفت طلب کرنا۔

تو جہاں تک استدلال کے طریقوں کا تعلق ہے تو وہ غیر متناہی ہیں کیونکہ عالم بالا اور عالم اسفل کا ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کے کمال الوہیت، عظمت وعزت اور جلال صمدیت پر گواہی دے رہا ہے جیسے کہا گیا ہے:

وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ		تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدُ

ترجمہ: ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کے لیے ایک نشانی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ واحد ہے۔

(التفسیر الکبیر، ج۱، ص۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۶۰۶ھ، لکھتے ہیں:

وَكَانَ الشَّيْخُ الإِمَامُ الْوَالِدُ ضِيَاءُ الدِّينِ عُمَرُ رَحِمَهُ اللهُ يَقُولُ: إِنَّ اللهَ تَعَالَى فِي كُلِّ جَوْهَرٍ فَرْدٍ أَنْوَاعًا غَيْرَ مُتَنَاهِيَةٍ مِنَ الدَّلَائِلِ الدَّالَّةِ عَلَى الْقُدْرَةِ وَالحِكْمَةِ وَالرَّحْمَةِ، وَذَلِكَ لِأَنَّ كُلَّ جَوْهَرٍ فَرْدٍ فَإِنَّهُ يُمْكِنُ وُقُوعُهُ فِي أَحْيَازٍ غَيْرِ مُتَنَاهِيَةٍ عَلَى الْبَدَلِ، وَيُمْكِنُ أَيْضًا اتِّصَافُهُ بِصِفَاتٍ غَيْرِ مُتَنَاهِيَةٍ عَلَى الْبَدَلِ، وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْ تِلْكَ الْأَحْوَالِ الْمُقَدَّرَةِ فَإِنَّهُ بِتَقْدِيرِ الْوُقُوعِ يَدُلُّ عَلَى الِافْتِقَارِ إِلَى وُجُودِ الصَّانِعِ الحكِيمِ الرَّحِيمِ، فَثَبَتَ بِمَا ذَكَرْنَا أَنَّ هَذَا النَّوْعَ مِنَ المبَاحِثِ غَيْرُ مُتَنَاهٍ.

ترجمہ: اور شیخ امام والد ماجد ضیاء الدین علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ ہر جوہر فرد میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت اور رحمت کی غیر متناہی اقسام کے دلائل ہیں،

اور یہ اس لیے کہ جوہر فرد کا بطور بدل غیر متناہی چیزوں میں واقع ہونا ممکن ہے۔

اور نیز اس کا غیر متناہی صفات کے ساتھ بطور بدل موصوف ہونا جائز ہے اور ان مقدر احوال میں سے ہر ایک واقع ہو تو صانع (بنانے والا) حکیم اور رحیم کے وجود کی طرف محتاج ہونے پر دلالت کرے گا، اس گفتگو سے ظاہر ہو گیا کہ اس قسم کے مباحث غیر متناہی ہیں۔

(التفسیر الکبیر، ج ۱، ص ۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۶۰۶ھ، لکھتے ہیں:

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ «وَلَمَّا كَانَتْ مَرَاتِبُ النُّقْصَانِ وَالْكَمَالِ وَمَرَاتِبُ الْإِكْمَالِ وَالْإِضْلَالِ غَيْرَ مُتَنَاهِيَةٍ بِحَسَبِ الْكَمِّيَّةِ وَالْكَيْفِيَّةِ، لَا جَرَمَ كَانَتْ مَرَاتِبُ الْوِلَايَةِ وَالْحَيَاةِ غَيْرَ مُتَنَاهِيَةٍ بِحَسَبِ الْكَمَالِ وَالنُّقْصَانِ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ اور جب کمال اور نقص کے مراتب اور اکمال (کامل کرنے) اور اضلال (گمراہ کرنے) کے مراتب کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے غیر متناہی ہیں، یقیناً ولایت اور حیات کے مراتب کمال اور نقص کے اعتبار سے غیر متناہی ہیں۔

(التفسیر الکبیر، سورۃ ابراہیم تحت الآیۃ: ۱۱، ج ۱۹، ص ۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ داؤد قیصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

و لا نهاية لكمال الولاية، فمراتب الأولياء غير متناهية۔

ترجمہ: اور ولایت کے کمال کی کوئی انتہاء نہیں ہے، تو مراتب اولیاء غیر متناہی ہیں۔

(مقدمہ شرح الفصوص للقیصری مخطوط، ص ۸۶، ومابعد المنقول من کتاب ختم الاولیاء، ص ۴۹۱)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمہ متوفی ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

گفت پیغمبر که هست از امتم		که بود هم گوهر وهم همتم

ترجمہ: (چنانچہ) نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں بعض ایسے لوگ ہوں گے جو میرے ساتھ جوہر (علم) و ہمت میں مناسبت رکھتے ہوں گے۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص ۱۰۹۹)

آں صفائے آئینه وصفِ دل است		صورت بے منتها را قابل ست

ترجمہ: (پھر) وہ آئینے کی (سی) صفائی (ان کے) دل کا وصف ہوگئی (اور دل) علوم غیر متناہیہ کے حصولِ صورت کے قابل ہو گیا۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص ۱۱۰۴)

تا ابد نَو نَو صُوَر کاید برو		مے نماید بے حجابے اندرو

ترجمہ: (پس یہی قلب ہے کہ) اس پر جو نئی سے نئی صورت ہائے (علمیہ) وارد ہوتی ہیں وہ بلا حجاب اس میں دکھائی دیتی ہیں۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص ۱۱۰۷)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

پس تجلیاتی که در صور حسی و مثالی و همچنین در پردۂ انوار می باشند، داخل علم الیقین اند۔ هر صورتی که باشد و هر نوری که ظاهر شود، رنگین باشد آن نور یا بی رنگ۔ متناهی باشد آن نور، یا غیر متناهی۔ محیط کائنات بود یا نه

حضرت مخدومی ((مولوی عبدالرحمن جامی))۔ قدس الله سره السامی۔ در ((شرح لمعات)) می فرمایند در بیان این

بیت

ای دوست ترا بهر مکان می جستم		هر دم خبرت ز این و آن می جستم

پس وہ تجلیات جو حسی یا مثالی صورتوں میں اور انوار کے پردہ میں ہوں خواہ کوئی صورت ہو اور خواہ کوئی نور ظاہر ہو۔ وہ نور خواہ رنگین ہو یا بے رنگ۔ اور متناہی ہو یا غیر متناہی اور کائنات کو محیط ہو یا نہ ہو، سب علم الیقین میں داخل ہیں۔

حضرت مخدومی مولوی عبدالرحمن جامی قدس سرہ السامی شرح لمعات میں اس طرح فرماتے ہیں۔

بیت

ای دوست ترا بهر مکان می جستم		هر دم خبرت ز این و آن می جستم

ترجمہ: اے دوست میں ہر جگہ تجھے ڈھونڈتا ہوں، اور ہر وقت ادھر اُدھر سے تیری خبر معلوم کرتا ہوں

اس مضمون میں بھی مشاہدہ آفاقی کی طرف اشارہ ہے۔ جو علم الیقین کے لیے مفید ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۷۷، ج، ۱، ص، ٦۲۹ مرکز بخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تهران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

وفرق دیگر آنکه وسعت حقیقت جامعه به اعتبار ظهور صُور اشیاء است در وی و وسعت مضغه بعد از تنگی آن مکشوف می گردد و به اعتبار گنجایش مطلوب است که نامحدود و نامتناهی است

ترجمہ: ان دونوں میں ایک فرق یہ ہے کہ حقیقت جامعہ کی وسعت اشیاء کی صورتوں کے اس میں ظہور کے اعتبار سے ہے اور پارہ گوشت کی وسعت جو اس کی تنگی کے بعد سامنے آتی ہے مطلوب کی گنجائش کے اعتبار سے ہے۔ جو نامحدود اور غیر متناہی ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اوّل، مکتوب، ۲۱، ج، ۲، ص ٦۴ مرکز بخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تهران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

که کار به تسلسل می کشد **ترجمہ:** چونکہ یہ طریقہ لامتناہی سلسلے کی شکل اختیار کر جائے گا۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اوّل، مکتوب ۱۳٦، ج، ۱، ص، ۳۰۵، مرکز بخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تهران)

حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

یہ الٰہی اسرار و انوار اور یہ نامتناہی آثار و اخبار خواجہ راستان صاحب الکلام فی الارضین ختم المشائخ والاولیاء وارث اہل السلوک والانبیاء۔ تاج

المحققین۔ برہان العاشقین۔نظام الحق والشرع والدین آدم اللہ تقواہ، کے نفاس متبرکہ سے تاریخ وار جبکہ حاضر خدمت ہوا جمع کئے گئے۔
(راحت المحبین، ملفوظات محبوب الٰہی نظام الدین، فصل،۱)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمہ متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

وَالتَّأَمُّلِ لِأَمْرَيْنِ: أَحَدُهما: أَنَّ العِلْمَ بِاسْتِغْنَاءِ اللهِ تَعَالَى عَنِ المؤثِّرِ، وَالموجِدِ ضَرورِيٌّ لَا يَقبَلُ احتِجَاجًا، وَإِنَّمَا ذَلِكَ شيءٌ يُلْقِيهِ الشَّيطَانُ إِمَّا لِيَحِجَّكَ إِنْ جَادَلْتَهُ، لِأَنَّهُ مُسَلَّطٌ عَلَى القُلُوبِ بِإِلْقَاءِ الوَسَاوِسِ عَلَيْهَا لِيَخْتَبِرَ إِيمَانَهَا، وَوَسَاوِسُهُ غَيْرُ مُتَنَاهِيَةٍ فَمَتَى عَارَضْتَهُ بِمَسْلَكٍ وَجَدَ مَسْلَكًا آخَرَ إِلَى مَا يُرِيدُهُ مِنَ المغَالَطَةِ، وَالتَّشْكِيكِ، وَإِمَّا لِيُضَيِّعَ وَقْتَكَ، وَيُكَدِّرَ عَيْشَكَ إِنِ اسْتَرسَلْتَ مَعَهُ، وَإِنْ حَجَجْتَهُ فَلَا أَخْلَصَ لَكَ مِنَ الْإِعْرَاضِ عَنْهُ جملَةً، وَالِالْتِجَاءِ إِلَى اللهِ تَعَالَى بِالِاسْتِعَاذَةِ مِنْهُ۔

ترجمہ: اور دو کاموں میں تامل ہے (اسے ان دو باتوں استعاذہ اور رک جانے کا حکم دیا گیا ہے اسے اس کے خلاف دلیل پکڑنے اور غور وفکر کرنے کا حکم دو وجہوں سے نہیں دیا) ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں مؤثر اور موجد سے مستغنی ہونے کا علم ضروری ہے جو دلیل کو قبول نہیں کرتا یہ چیز محض شیطان دل میں ڈالتا ہے تاکہ اس سے آپ مجادلہ کریں تو وہ آپ پر غالب آجائے اس لیے کہ دلوں میں وسواس ڈالنے کے لحاظ سے وہ غالب ہے تاکہ دلوں کے ایمان کو جانچا جائے اور اس کے وسواس غیر متناہی ہیں، چنانچہ جب آپ ایک طریقے سے اس کی دلیل کو توڑیں گے تو وہ دوسرے راستے سے مغالطہ اور شک ڈال دے گا یا آپ کا وقت ضائع کردے گا، اور اگر آپ اسے چھوڑ دیں تو وہ آپ کی زندگی بدمزہ کردے گا، اگر آپ اس پر دلیل میں غالب آجائیں تو بھی آپ کے لیے اس کے علاوہ کوئی راہِ نجات نہیں کہ آپ اس سے مکمل طور پر اعراض کریں اور اس سے پناہ مانگتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آجائیں۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب فی الوسوسۃ، ج،۱، ص،۲۲۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمہ متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

کتاب اخبار الاخیار تمام شد وبحقیقت تمام آن راشود کہ از ذکر جمیل قدوۃ الاخیار زبدۃ المقربین والابرار قطب الاقطاب جہانیان مآب، مظہر تجلیات الٰہی مصدر برکات نامتناہی امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ طرفی بربندد

ترجمہ: کتاب اخبار الاخیار مکمل ہوئی لیکن حقیقتاً اس وقت پایہ تکمیل کو پہنچے گی جبکہ قدوۃ الاخیار زبدۃ المقربین والابرار، قطب الاقطاب جہانیان، مآب مظہر تجلیات الٰہی، مصدر برکات نامتناہی، امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکرِ جمیل (خوبصورت، حسین ذکر) سے کچھ حالات تحریر کئے جائیں

(اخبار الاخیار، ۳۲۳، مکتبہ نوریہ رضویہ، لاہور)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی، مصری، حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ، لکھتے ہیں:

أن الصلاح ضد الفساد، وهو جام لكل خير وله مراتب غير متناهية۔

ترجمہ: بے شک صلاح فساد کی ضد ہے، اور وہ ہر خیر کا جام ہے اور اس کے مراتب غیر متناہی ہیں۔

(حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی، المسماۃ: عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی علی تفسیر البیضاوی، العنکبوت، ج،۷، ص،۹۳، دار صادر، بیروت)

حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی علیہ الرحمہ متوفی، ۱۰۹۴ھ، لکھتے ہیں:

حضرت سلطان العارفین وبرهان المحققین خلیفه جناب الٰهی محرم راز نامتناهی خواجه بایزید بسطامی قدس سره اسم مبارک طیفور ست بن عیسی بن آدم بن وشان۔

ترجمہ: حضرت سلطان العارفین، اور برہان المحققین، خلیفہ جناب الٰہی، محرم راز نامتناہی، خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ، آپ کا اسم مبارک طیفور بن عیسیٰ بن آدم بن وشان ہے۔ (مرآۃ الاسرار، ص، ۳۰۶ جواہر غیبی، کنز ششم، ص، ۱۷، مکتبہ رحمانیہ، ارگ بازر، قندھار، افغانستان)

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۲۲۵ھ، لکھتے ہیں:

دیگر آنکه چنانچه ولایت را مراتب غیر متناهی است چناچه سعدی گفته۔

نه حسنش غایتے دارد نه سعدی را سخن پایاں		بمیرد تشنه مستسقی و دریا همچناں باقی

همچنیں تقویٰ هم مراتب غیر متناهی دارد۔

دوسرے یہ کہ جس طرح ولایت کے مراتب غیر متناہی (بے انتہا) ہیں جیسے شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

نه حسنش غایتے دارد نه سعدی را سخن پایاں		بمیرد تشنه مستسقی و دریا همچناں باقی

ترجمہ: نہ تو اس کے حسن کی کوئی انتہا ہے اور نہ سعدی کا کلام ختم ہوتا ہے پھر بھی پیاسا پیاس سے مرجاتا ہے اور دریا اسی طرح باقی رہتا ہے۔

اسی طرح تقویٰ کے بھی مراتب غیر متناہی (بے انتہا) ہیں۔ (ارشاد الطالبین، ص، ۲۲، حکیم عبدالمجید احمد سیفی، لاہور)

حضرت شاہ رؤف احمد مجددی، قدس سرہ، متوفی، ۱۲۵۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت ایشاں فرمودند که جناب حضرت خواجه بهاء الدین نقشبند وحضرت غوث الاعظم محی الدین جیلانی وحضرت خواجه معین الدین چشتی وحضرت شیخ شهاب الدین سهروردی رضی اللہ تعالیٰ عنهم اجمعین هر یک ازیں اکابراں اسرار الٰهی ومظهر انوار نامتناهی یک را دیگرے فضل دادن نشاید وکمال یکرا فوق کمال دیگرے دانستن زیبا نمینماید۔

ترجمہ: حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند اور حضرت غوث الاعظم محی الدین جیلانی اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)، ان اکابرین میں سے ہر ایک اسرار الٰہی اور نامتناہی انوار کا مظہر ہے، ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دی جاسکتی اور ایک کے کمال کو دوسرے کے کمال سے بلند سمجھنا زیب نہیں دیتا۔

(درالمعارف، ص، ۵۵، مکتبہ ایشق، استانبول، ترکیہ)

دلیل: اعلیٰ حضرت کے فیوضات غیر متناہی:

حضور والا راسخ المحققین ہیں گو کہ کبھی اس حقیر کو حضور و ملازمت حاصل نہ ہوئی لیکن فیوضات نامتناہی سے مستفیض ہوتا ہے، اکثر فتوے حضور کے اس شہر میں آتے رہتے ہیں، یہ واقعہ اس خاکساری کے بالمواجہ ہوا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج، ۱۲، ص، ۳۳۵، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

واللہ المثل الاعلی شریعت مطہرہ ایک ربانی نور کا فانوس ہے۔ کہ دینی عالم میں اس کے سوا کوئی روشنی نہیں اس کی روشنی بڑھتے بڑھتے صبح اور پھر آفتاب اور پھر اس سے بھی غیر متناہی درجوں زیادہ تک ترقی کرتی ہے جس سے حقائق اشیاء کا انکشاف ہوتا اور نور حق تجلی فرماتا ہے یہ مرتبہ علم میں معرفت اور مرتبہ تحقیق میں حقیقت ہے تو حقیقت بین وہی ایک شریعت ہے کہ باختلاف مراتب اس کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں۔

(فتاوی رضویہ، ج،۲۱،ص،۵۲۶، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

دلیل: اولیائے کاملین کا دل مخزن انوارِ الٰہی اور معدن اسرارِ نامتناہی:

اور صوف یعنی اون کے کپڑے، اولیائے کاملین اور بزرگانِ دین نے پہنے اور ان کو صوفی کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صوف یعنی اون کے کپڑے پہنتے تھے۔ اگر چہ ان کے جسم پر کالی کملی ہوتی، مگر دل مخزن انوارِ الٰہی اور معدن اسرارِ نامتناہی ہوتا، مگر اس زمانے میں اون کے کپڑے بہت بیش قیمت ہوتے ہیں اور ان کا شمار لباسہائے فاخرہ میں ہوتا ہے، یہ چیزیں فقراء اور غرباء کو کہاں ملیں، انھیں تو امراء اور وُسا استعمال کرتے ہیں۔

فقہ اور حدیث کا مقصد غالباً ان بیش قیمت اونی کپڑوں سے پورا نہ ہوگا، بلکہ وہی معمولی دیسی کمبل جو کم وقعت سمجھے جاتے ہیں، ان کے استعمال سے وہ بات پوری ہوگی۔

(بہارِ شریعت، حصہ ۱۶، ج، ۳، ص، ۱۶ ۴، مکتبۃ المدینہ کراچی)

ابد کے ایام اور سال غیر متناہی:

اقول اولا: این القابلیة من الفعلية والجسم عندهم متصل بالفعل فلایلاقی الامالاقی وثانیالو قسم لم یلزم ایضااتصال اجزاء النجاسة بجميع اجزاء الماء لان الانصاف على نسبة الاضعاف فاذا كانت النجاسة قدر اصبع والماء الف ذراع فنصفها نصف اصبع وشطره خمسمائة ذراع وهكذاالى مالايتناهى وتساوى التقسيم لايستلزم تساوى الاقسام فيمابينها الاترى ان ايام الابد و سنیه کلاغیر متناه واليوم لايساوى السنة ابدا وكفى بهذين لتوجيه النظر وجهه ش بماتوضيحه مع تلخيصه ان لوبنيت المسألة عليه لماتنجس عندنامن الماء الامايساوى النجاسة حجمافقطرة بقطرة ونصفهابنصفها۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں قابلیت اور فعلیت میں بہت فرق ہے، اور جسم ان کے نزدیک متصل بالفعل ہے تو وہ صرف اسی سے ملے گا جس سے ملا ہوا ہے، اور ثانیاً اگر تقسیم بھی کیا جائے تو لازم نہیں آتا کہ نجاست کے تمام اجزاء پانی کے تمام اجزاء سے متصل ہوں کیونکہ انصاف اَضعاف کی نسبت کے مطابق ہی ہوگا، مثلاً نجاست ایک انگلی کی مقدار ہے اور پانی ہزار ذراع ہے، تو اس کا نصف آدھی انگلی ہوا اور اس کا آدھا پانسو ذراع ہوا اور اسی طرح الی مالانہایۃ تک ہوگا، اور تقسیم کی تساوی سے اقسام کی تساوی لازم نہیں آتی ہے، مثلاً ابد کے ایام اور سال غیر متناہی ہیں اور ایک دن ہرگز بھی ایک سال کے برابر نہیں ہوسکتا ہے اور یہ دونوں نظر کی توجیہ کو کافی ہیں اور (ش) نے اس کی جو توجیہ کی ہے اس کی تلخیص مع توضیح یہ ہے کہ اگر مسئلہ اسی پر مبنی ہو تو ہمارے نزدیک صرف اتنا ہی پانی نجس ہوگا جتنا کہ نجاست کے مساوی ہے، تو ایک قطرہ ایک قطرہ ہی کے مقابل ہوگا اور نصف اس کے نصف کے مقابل ہوگا۔

(فتاوی رضویہ، ج، ۲، ص، ۳۰۹، ۳۱۰، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

اعـــزازِ مدینہ:

میرے آنے سے پہلے ہی اَطراف سے لوگوں نے مولانا عبدالحق علیہ الرحمۃ کو استفسارِ واقعات کے خطوط لکھے جس کے جواب انہوں نے وہ دیئے کہ سنیوں کا دل باغ باغ ہوگیا اور وہابیوں کا کلیجہ داغ داغ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن اُن میں سے بعض جواب میرے دیکھنے میں آئے جن میں فرمایا ہے کہ " یہ (یعنی قید ہوجانے کا دعوٰی) خبیث کذّابوں کا کذبِ خبیث ہے اُس (یعنی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربّ العزت) کو تو مکہ معظمہ میں وہ اِعزاز ملا جو کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔" وہابیہ کی تو کیا شکایت کہ وہ پورے اَعداء (یعنی دُشمن) ہیں اور کیوں نہ میرے دشمن ہوں کہ میرے مالک ومولیٰ ﷺ کے دُشمن ہیں۔ ان کے افتراؤں (یعنی جھوٹے الزاموں) نے بعض جاہل کچے سُنیوں کو بھی میرا مخالف کردیا تھا یہ بہتان لگاکر کہ یہ مَعَاذَ اللہ حضرت شیخ مجدد (الفِ ثانی علیہ الرحمۃ) کو کافر کہتا ہے اور جب مکہ معظمہ میں علمِ غیب کا مسئلہ بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی بِاَحْسَنِ وُجُوہ (یعنی خوب اچھی طرح) روشن ہوگیا، علمِ الٰہی ﷻ اور علمِ نبوی (ﷺ) کا غیر متناہی فرق میں نے ظاہر کردیا تو اب یہ جوڑی کہ عِیاذاً باللہ یہ قدرتِ نبوی کو قدرتِ الٰہی کے برابر کہتا ہے، کچے ناسمجھ لوگ آیہ کریمہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچھتاتے (یعنی پچھتاتے) رہ جاؤ۔ (سورۃ الحجرات:۶) پر عمل نہ کرنے والے اُن کے داؤں میں آگئے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص، ۲۲۳، ۲۲۴، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ، کراچی)

حضرت مولانا شہاب الدین نواسہ حضرت سیدامیر حمزہ بن حضرت سیدی شیخ الشیوخ سیدامیر کلال قدس سرہ، متوفی ۷۷۲ھ، فرماتے ہیں:

تؤتی الملک من تشآء۔ ولے بسیار اہلِ علم اند کہ زبان ایشان عالم است۔ اما دلِ ایشان عالم نیست و ایشان را ہم استحقاق نظر اہل اللہ نیست۔ چنانکہ قطب العارفین مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ فرمودند

آہ ازین ز شتان کہ خوبی می نمایند از نقاب		از برون شو آفتاب واز درون شو کامیاب

عالم آنان اند کہ خدائے عز وجل را می شناسند بہ صفاتِ سرِ او ہمچنان کہ می نمایند ہم چنان باشند و چنانکہ باشند نمایند۔ حضرت رسالت علیہ السلام می فرمایند کہ مرد آن است کہ بودِ او از نمود او بہتر باشد و این مشہور است کہ روزے سلطان العارفین وبرہان المحققین سلطان بایزید بسطامی قدس سرہ بر سرِ یکے رسیدہ بودند کہ مخنثی خود را آراستہ است سلطان روئے مبارکِ خود را ازو بگردانیدند۔ چون آن مخنث از سلطان این حال مشاہدہ کرد، گفت کہ اے بزرگوارِ دین واے دانندۂ راہِ یقین ماہم چنان کہ می نمایم بہ خلق ہستم تو نیز ہمچنان کہ می نمائی ہستی۔

بعضے از سالکان وصالحانِ راہِ حق تعالیٰ گفتہ اند کہ عالم کیست وعارف کیست۔ گفتند کہ عالم آنان اند کہ گفتارِ ایشان بہتر از رفتار ایشان باشد۔ وعارفان آنان اند کہ کردار ایشان بہتر از گفتار ایشان باشد ومراد از ہمہ علمہا علمِ خدا شناسی است وعمل کردن است بہ آنچہ می داند۔

تُؤتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ-

ترجمہ: (اللہ ﷻ) جسے چاہتا ہے، ملک عطا فرماتا ہے۔ (سورۃ آل عمران:۲۶)

لیکن بہت سے اہلِ علم ہیں جن کی زبان عالم ہے اور اُن کا دل عالم نہیں ہے، اور وہ اہل اللہ کی نظر کے مستحق نہیں ہیں۔

جس طرح کہ قطب العارفین مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے:

آه ازین ز شتان که خوبی می نمایند از نقاب		از برون شو آفتاب واز درون شو کامیاب

ترجمہ: ان بُروں پر افسوس جو نقاب سے خوبی دکھلاتے ہیں، تو باہر سے سورج (کی طرح روشن) بن جا اور اندر (باطن) سے کامیاب ہو جا۔

عالم وہ ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو اُس کی صفات کے راز (حقیقت) سے پہچانتے ہیں، جس طرح کہ وہ نظر آتی ہیں' وہ ایسے ہی ہیں اور جیسی ہیں ویسی دکھائی دیتی ہیں۔ حضرت رسالت (پناہ) ﷺ فرماتے ہیں کہ مردوہ ہے کہ اس کا ہونا اُس کے نظر آنے سے بہتر ہو۔ یہ (بات) مشہور ہے کہ ایک روز سلطان العارفین اور برہان المحققین سلطان بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ ایک ایسے ہیجڑے کے پاس پہنچے جس نے اپنے زنانہ پن کو آراستہ کر رکھا تھا۔ (حضرت) سلطان (بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ) نے اپنا چہرہ مبارک اس سے پھیر لیا۔ جب اس ہیجڑے نے (حضرت) سلطان (بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ) کا یہ حال دیکھا تو عرض کیا کہ اے دین کے بزرگوار! اور اے راہِ یقین کے دانا! ہم جیسے لوگوں کو نظر آتے ہیں ویسے ہی ہیں، اور آپ بھی جس طرح نظر آتے ہیں ویسے ہی ہیں!

حق تعالیٰ کے راستے کے بعض سالکین اور صالحین نے بتایا ہے کہ عالم کون ہے اور عارف کون ہے؟ انہوں نے کہا ہے کہ عالم وہ ہیں جن کی گفتار اُن کی رفتار سے بہتر ہے۔ اور عارف وہ ہیں جن کا کردار اُن کی گفتار سے بہتر ہے۔ تمام علوم سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا ہے، اور جسے جانتا ہے، اس پر عمل کرنا ہے:

(آگاہی سید امیر کلال قدس سرہ، ص، ۲۳، ۲۴، خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلیشرز، کراچی)

مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمۃ متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

الثَّانِيَةُ- الْوَاجِبُ عَلَى مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ أَنْ يَقُولَ إِنْ لَمْ يَعْلَمْ: اللهُ أَعْلَمُ وَلَا أَدْرِي، اقْتِدَاءً بِالْمَلَائِكَةِ وَالْأَنْبِيَاءِ وَالْفُضَلَاءِ مِنَ الْعُلَمَاءِ، لَكِنْ قَدْ أَخْبَرَ الصَّادِقُ أَنَّ بِمَوْتِ الْعُلَمَاءِ يُقْبَضُ الْعِلْمُ، فَيَبْقَى نَاسٌ جُهَّالٌ يُسْتَفْتَوْنَ فَيُفْتُونَ بِرَأْيِهِمْ فَيَضِلُّونَ وَيُضِلُّونَ. وَأَمَّا مَا وَرَدَ مِنَ الْأَخْبَارِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ وَالتَّابِعِينَ بَعْدَهُمْ فِي مَعْنَى الْآيَةِ فَرَوَى الْبُسْتِيُّ فِي الْمُسْنَدِ الصَّحِيحِ لَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الْبِقَاعِ شَرٌّ؟ قَالَ: (لَا أَدْرِي حَتَّى أَسْأَلَ جِبْرِيلَ) فَسَأَلَ جِبْرِيلَ، فَقَالَ: لَا أَدْرِي حَتَّى أَسْأَلَ مِيكَائِيلَ، فَجَاءَ فَقَالَ: خَيْرُ الْبِقَاعِ الْمَسَاجِدُ، وَشَرُّهَا الْأَسْوَاقُ. وَقَالَ الصِّدِّيقُ لِلْجَدَّةِ: ارْجِعِي حَتَّى أَسْأَلَ النَّاسَ. وَكَانَ عَلِيٌّ يَقُولُ: وَابَرْدَهَا عَلَى الْكَبِدِ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. قَالُوا وَمَا ذَالِكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ: أَنْ يُسْأَلَ الرَّجُلُ عَمَّا لَا يَعْلَمُ فَيَقُولُ: اللهُ أَعْلَمُ.

مسئلہ نمبر ۲: جس شخص سے کوئی علمی بات پوچھی جائے اور وہ نہ جانتا ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ فرشتوں، انبیاء، فضلاء علماء کی اقتداء کرتے ہوئے یہ کہے کہ اللہ

ﷺ بہتر جانتا ہے میں نہیں جانتا۔لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ علماء کی موت کے ساتھ علم اٹھالیا جائے گا، پھر جہال لوگ باقی رہ جائیں گے جن سے فتوے طلب کئے جائیں گے وہ اپنی رائے سے فتوے دیں گے، وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

(صحیح بخاری: کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم: حدیث نمبر: ۹۸: مسند امام احمد: حدیث نمبر: ۶۵۱۱)

حضور نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین ﷺ سے اس آیت کے معنی میں جو مروی ہے وہ البستی نے ''المسند الصحیح'' میں حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: بری جگہیں کون سی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نہیں جانتا حتیٰ کہ میں جبریل امین علیہ السلام سے پوچھ لوں۔ پس آپ ﷺ نے حضرت جبریل امین علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے عرض کہ میں نہیں جانتا حتیٰ کہ میکائیل علیہ السلام سے پوچھ لوں تو حضرت میکائیل علیہ السلام نے آکر کہا: اچھی جگہیں مساجد ہیں اور بری جگہیں بازار ہیں۔حضرت سیدنا صدیق اکبر ﷺ نے دادی کو ایک مسئلہ میں کہا تھا تو لوٹ جاحتیٰ کہ میں لوگوں سے پوچھ لوں۔ (سنن ابی داؤد: حدیث نمبر: ۲۵۰۷: جامع ترمذی: حدیث نمبر: ۲۰۲۷)

حضرت سیدنا علی ﷺ فرمایا کرتے تھے: اَبْرَدَهَا عَلَى الْكَبِدِ۔ یہ تین مرتبہ فرمایا۔ لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ کیا ہے؟ فرمایا: آدمی سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے جو وہ نہ جانتا ہو تو وہ کہے: واللہ اعلم۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔

وَسَأَلَ ابْنَ عُمَرَ رَجُلٌ عَنْ مَسْأَلَةٍ فَقَالَ: لَا عِلْمَ لِي بِهَا، فَلَمَّا أَدْبَرَ الرَّجُلُ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: نِعْمَ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ، سُئِلَ عَمَّا لَا يَعْلَمُ فَقَالَ لَا عِلْمَ لِي بِهِ! ذَكَرَهُ الدَّارِمِيُّ فِي مُسْنَدِهِ. وَفِي صحيح مسلم عن أبي عقيل يحيى بنِ المتوكِّلِ صَاحِبِ بُهَيَّةَ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ الْقَاسِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، فَقَالَ يَحْيَى لِلْقَاسِمِ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ إِنَّهُ قَبِيحٌ عَلَى مِثْلِكَ عَظِيمٌ أَنْ يسأل عن شيءٍ مِنْ أَمْرِ هَذَا الدِّينِ فَلَا يُوجَدُ عِنْدَكَ مِنْهُ عِلْمٌ وَلَا فَرَجٌ، أَوْ عِلْمٌ وَلَا مَخْرَجٌ؟ فَقَالَ لَهُ الْقَاسِمُ: وَعَمَّ ذَاكَ؟ قَالَ: لِأَنَّكَ ابْنُ إِمَامَيْ هُدًى: ابْنُ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ. قَالَ يَقُولُ لَهُ الْقَاسِمُ: أَقْبَحُ مِنْ ذَاكَ عِنْدَ مَنْ عَقَلَ عَنِ اللهِ أَنْ أَقُولَ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَوْ آخُذَ عَنْ غَيْرِ ثِقَةٍ. فَسَكَتَ فَمَا أَجَابَهُ. وَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: سَمِعْتُ ابْنَ هُرْمُزَ يَقُولُ: يَنْبَغِي لِلْعَالِمِ أَنْ يُورِثَ جُلَسَاءَهُ مِنْ بَعْدِهِ لَا أَدْرِي حَتَّى يَكُونَ أَصْلًا فِي أَيْدِيهِمْ، فَإِذَا سُئِلَ أَحَدُهُمْ عَمَّا لَا يَدْرِي قَالَ: لَا أَدْرِي. وَذَكَرَ الْهَيْثَمُ بْنُ جَمِيلٍ قَالَ: شَهِدْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ سُئِلَ عَنْ ثَمَانٍ وَأَرْبَعِينَ مَسْأَلَةً فَقَالَ فِي اثْنَتَيْنِ وَثَلَاثِينَ مِنْهَا: لَا أَدْرِي۔

سیدنا حضرت ابن عمر ﷺ سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ جب وہ شخص واپس چلا گیا تو سیدنا حضرت ابن عمر ﷺ نے فرمایا: ابن عمر ﷺ نے ٹھیک کہا ہے ایسی بات پوچھی گئی جس کا اسے علم نہیں تھا تو کہا: مجھے اس کا علم نہیں۔ یہ دارمی نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے۔ صحیح مسلم میں ابی عقیل یحییٰ بن متوکل صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) ''بہیۃ'' نے کہا: میں قاسم بن عبید اللہ اور یحییٰ بن سعید (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ یحییٰ نے قاسم علیہ الرحمہ سے کہا: اے ابا محمد! تیرے جیسے شخص پر بہت بری بات ہے کہ اس دین کا کوئی مسئلہ تجھ سے پوچھا جائے پھر تیرے پاس اس کا علم نہ ہو اور نہ کوئی کشادگی کا راستہ ہو، یا کہا: نہ علم اور نہ نکلنے کا راستہ ہو۔ قاسم نے اسے کہا: یہ کس کے لئے؟ یحییٰ نے کہا کیونکہ تو ہدایت یافتہ اماموں ابو بکر اور عمر کا بیٹا ہے۔ قاسم نے اسے کہا: جس کو اللہ تعالیٰ نے عقل بخشی ہے اس کے نزدیک اس سے بھی بری بات یہ ہے کہ انسان بغیر علم کے کوئی بات کرے یا کسی غیر ثقہ سے مسئلہ پوچھے۔ یحییٰ خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دیا۔ سیدنا حضرت مالک بن انس ﷺ نے فرمایا: میں نے ابن ہرمز علیہ الرحمہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ عالم کے لئے مناسب ہے کہ وہ اپنے

شاگردوں کو: لَا أَدْرِي۔ (میں نہیں جانتا) کی میراث دے تا کہ ان کے ہاتھوں میں اصل ہو۔ جب ان میں سے کسی سے وہ مسئلہ پوچھا جائے گا جو وہ نہیں جانتا ہوگا تو کہے گا: میں نہیں جانتا۔ ہیثم بن جمیل نے ذکر کیا ہے کہ میں سیدنا امام مالک علیہ الرحمۃ سے اڑتالیس مسائل پوچھنے کے لئے حاضر ہوا تو سیدنا امام مالک علیہ الرحمۃ نے بتیس مسائل میں فرمایا: میں نہیں جانتا۔

قُلْتُ: وَمِثْلُهُ كَثِيرٌ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَفُقَهَاءِ الْمُسْلِمِينَ. وَإِنَّمَا يَحْمِلُ عَلَى تَرْكِ ذَالِكَ الرِّيَاسَةُ وَعَدَمُ الْإِنْصَافِ فِي الْعِلْمِ. قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ: مِنْ بَرَكَةِ الْعِلْمِ وَآدَابِهِ الْإِنْصَافُ فِيهِ، وَمَنْ لَمْ يَنْصِفْ لَمْ يَفْهَمْ وَلَمْ يَتَفَهَّمْ. رَوَى يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ وَهْبٍ يَقُولُ سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ يقول: ما في زماننا شي أَقَلَّ مِنَ الْإِنْصَافِ. قُلْتُ: هَذَا فِي زَمَنِ مَالِكٍ فَكَيْفَ فِي زَمَانِنَا الْيَوْمَ الَّذِي عَمَّ فِينَا الْفَسَادُ وَكَثُرَ فِيهِ الطَّغَامُ! وَطُلِبَ فِيهِ العلم للرئاسة لَا لِلدِّرَايَةِ، بَلْ لِلظُّهُورِ فِي الدُّنْيَا وَغَلَبَةِ الْأَقْرَانِ بِالْمِرَاءِ وَالجدالِ الَّذِي يُقَسِّي الْقَلْبَ وَيُورِثُ الضَّغَنَ، وَذَلِكَ مِمَّا يَحْمِلُ عَلَى عَدَمِ التَّقْوَى وَتَرْكِ الْخَوْفِ مِنَ اللهِ تَعَالَى. أَيْنَ هَذَا مِمَّا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَقَدْ قَالَ: لَا تَزِيدُوا فِي مُهُورِ النِّسَاءِ عَلَى أَرْبَعِينَ أُوقِيَّةً وَلَوْ كَانَتْ بِنْتَ ذِي الْعَصَبَةِ- يَعْنِي يَزِيدَ بْنَ الْحُصَيْنِ الْحَارِثِيَّ- فَمَنْ زَادَ أَلْقَيْتُ زِيَادَتَهُ فِي بَيْتِ الْمَالِ، فَقَامَتِ امْرَأَةٌ مِنْ صَوْبِ النِّسَاءِ طَوِيلَةٌ فِيهَا فَطَسٌ فقالت: ما ذلك لك! قَالَ: وَلِمَ؟ قَالَتْ لِأَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ: وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا [(النساء: ٢٠) فَقَالَ عُمَرُ: امْرَأَةٌ أَصَابَتْ وَرَجُلٌ أَخْطَأَ! وَرَوَى وَكِيعٌ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ مَسْأَلَةٍ فَقَالَ فِيهَا، فَقَالَ الرجل: ليس كذلك يا أمير المؤمنين، وَلَكِنْ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ عَلِيٌّ: أَصَبْتَ وَأَخْطَأْتُ، وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ. وَذَكَرَ أَبُو مُحَمَّدٍ قَاسِمُ بْنُ أَصْبَغَ قَالَ: لَمَّا رَحَلْتُ إِلَى الْمَشْرِقِ نَزَلْتُ الْقَيْرَوَانَ فَأَخَذْتُ عَلَى بَكْرِ ابن حمادٍ حَدِيثَ مُسَدَّدٍ، ثُمَّ رَحَلْتُ إِلَى بَغْدَادَ وَلَقِيتُ النَّاسَ، فَلَمَّا انصرفْتُ عُدْتُ إِلَيْهِ لِتَمَامِ حَدِيثِ مُسَدَّدٍ، فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ فِيهِ يَوْمًا حَدِيثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (أَنَّهُ قَدِمَ عليه قوم من مضر من مجتابي الثمار) فَقَالَ: إِنَّمَا هُوَ مُجْتَابِي النِّمَارِ، فَقُلْتُ إِنَّمَا هُوَ مُجْتَابِي الثِّمَارِ، هَكَذَا قَرَأْتُهُ عَلَى كُلِّ مَنْ قَرَأْتُهُ عَلَيْهِ بِالْأَنْدَلُسِ وَالْعِرَاقِ، فَقَالَ لِي: بِدُخُولِكَ الْعِرَاقَ تُعَارِضُنَا وَتَفْخَرُ عَلَيْنَا! أَوْ نَحْوَ هَذَا. ثُمَّ قَالَ لِي: قُمْ بِنَا إِلَى ذَلِكَ الشَّيْخِ- لِشَيْخٍ كَانَ فِي المسجدِ- فَإِنَّ لَهُ بِمِثْلِ هَذَا عِلْمًا، فَقُمْنَا إِلَيْهِ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: إِنَّمَا هُوَ مُجْتَابِي النِّمَارِ، كَمَا قُلْتُ. وَهُمْ قَوْمٌ كَانُوا يَلْبَسُونَ الثِّيَابَ مُشَقَّقَةً، جُيُوبُهُمْ أَمَامَهُمْ. وَالنِّمَارُ جمع نَمِرَةٍ. فَقَالَ بَكْرُ بْنُ حمادٍ وَأَخَذَ بِأَنْفِهِ: رَغِمَ أَنْفِي لِلْحَقِّ، رَغِمَ أَنْفِي لِلْحَقِّ. وَانصرفَ. وَقَالَ يَزِيدُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ فَأَحْسَنَ:

إِذَا مَا تَحَدَّثْتُ فِي مَجْلِسٍ		تَنَاهَى حَدِيثِي إِلَى مَا عَلِمْتُ
وَلَمْ أَعْدُ عِلْمِي إِلَى غَيْرِهِ		وكان إذا ما تناهى سكت

میں کہتا ہوں: صحابہ کرام اور تابعین اور فقہاء مسلمین سے بہت سی ایسی مثالیں مروی ہیں۔اس کو اس ریاست کے ترک اور علم میں انصاف نہ کرنے پر محمول کیا جائے گا۔ابن عبدالبر نے کہا: علم کی برکت اور اس کے آداب سے اس میں انصاف کرنا ہے جس نے انصاف نہیں کیا اس نے نہ سمجھا اور نہ سمجھنے کی کوشش کی۔یونس بن عبدالاعلیٰ سے مروی ہے فرمایا: میں نے ابن وہب کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ہمارے زمانہ میں انصاف سے کم کوئی چیز نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ صورت سیدنا امام مالک علیہ الرحمہ کے زمانہ میں تھی تو پھر آج ہمارے زمانہ میں کیا حالت ہوگی جبکہ ہمارے اندر فساد پھیل چکا ہے اور کمینے لوگوں کی کثرت ہے اور ریاست کے لئے علم طلب کیا جاتا ہے نہ کہ شعور و آگاہی کے لئے بلکہ دنیا میں ظاہر ہونے اور اس جنگ وجدل کے ذریعے اپنے ہم عصروں پر غلبہ پانے کے لئے حاصل کیا جاتا ہے جو جنگ وجدل دل میں قساوت پیدا کرتا ہے اور کینہ چھوڑتا ہے۔اس کو عدم تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کا خوف نہ ہونے پر محمول کیا جائے گا۔

کہاں گئی وہ روایت جو امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔انہوں نے کہا: اپنی عورتوں کے مہر چالیس اوقیہ سے زائد نہ رکھو اگرچہ عورت ذی العصبہ کی بیٹی ہو یعنی یزید بن حصین حارثی کی بیٹی ہو جو زیادہ رکھے گا زیادتی بیت المال میں رکھی جائے گی۔ایک عورت اٹھی جو صائب الرائے عورتوں میں سے تھی۔اس کا منہ لمبا تھا اور ناک چپٹی تھی۔اس عورت نے کہا: تجھے اس مہر کے تعین کا حق نہیں۔ امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں؟ اس عورت نے کہا:

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۔

دے چکے ہو تم اسے ڈھیروں مال تو نہ لو اس مال سے کوئی چیز۔(سورۃ النساء:۲۰)

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورت صحیح ہے اور مرد نے غلطی کی۔(السنن الکبریٰ للبیہقی: جلد: ۷: صفحہ: ۲۳۳)

وکیع علیہ الرحمہ نے ابو معشر علیہ الرحمہ سے انہوں نے حضرت محمد بن کعب القرظی علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے، فرمایا: ایک شخص نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا۔سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تو اس شخص نے کہا: اے امیر المؤمنین! مسئلہ اس طرح نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے صحیح کہا اور میں نے غلطی کی ہر علم والے کے اوپر علم والا ہوتا ہے۔

ابو محمد قاسم بن اصبغ علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے کہ جب میں مشرق کی طرف چلا تو میں قیروان میں اترا اور میں نے بکر بن حماد علیہ الرحمہ سے مسدد کی حدیث حاصل کی۔پھر میں بغداد چلا گیا۔میں لوگوں سے ملا۔جب میں واپس آیا تو میں مسدد کی حدیث کی تکمیل کے لئے ان کی طرف لوٹا۔ایک میں نے ان پر نبی کریم ﷺ کی حدیث پڑھی ''آپ ﷺ کے پاس ایک قوم آئی جس کا تعلق مضر قبیلہ سے تھا انہوں نے دھاری دار قمیصیں پہنی ہوئی تھیں بکر بن حماد علیہ الرحمہ نے کہا: حدیث میں لفظ مُجْتَابِي النِّمَارِ نہیں۔مُجْتَابِي الثِّمَارِ، ہے۔میں نے کہا: مُجْتَابِي النِّمَارِ، ہے۔میں نے اندلس اور عراق میں جس شخص پر بھی یہ حدیث پڑھی میں نے اسی طرح پڑھی ہے۔

بکر بن حماد علیہ الرحمہ نے کہا: تو عراق میں جانے کی وجہ سے ہمارا مقابلہ کرتا ہے اور ہم پر فخر کرتا ہے۔پھر مجھے فرمایا: ہمارے ساتھ اس شیخ کی طرف چلو۔۔جو مسجد میں موجود تھے۔۔اس کے پاس اس کا علم ہے۔ہم ان کی طرف چلے۔ہم نے ان سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: هُوَ مُجْتَابِي النِّمَارِ، جیسا کہ میں نے کہا تھا۔یہ لوگ دھاری دار کپڑے پہنتے تھے اور ان کے گریبان سامنے ہوتے تھے۔وَالنِّمَارُ جمع ہے، نَمِرَة۔کی۔بکر بن حماد علیہ الرحمہ

نے اپنا ناک پکڑ لیا اور کہا: حق کے لئے میری ناک خاک آلود ہو، حق کے لئے میری ناک خاک آلود ہو پھر وہ واپس چلے گئے۔

یزید بن ولید بن عبد الملک علیہ الرحمہ نے کتنا اچھا کہا ہے:

إِذَا مَا تَحَدَّثْتُ فِي مَجْلِسٍ		تَنَاهَى حَدِيثِي إِلَى مَا عَلِمْتُ
وَلَمْ أَعْدِ عِلْمِي إِلَى غَيْرِهِ		وكان إذا ما تناهى سكت

ترجمہ: جب میں کسی مجلس میں بات کرتا ہوں تو میری بات کی انتہا میرے علم تک ہوتی ہے۔

میں اپنے علم کو کسی غیر تک نہیں لے جاتا۔ جب میرے علم کی انتہا ہوتی ہے تو میں خاموش ہو جاتا ہوں۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ البقرۃ، تحت الآیۃ: ۳۴، ج۱، ص۱۹۶ تا ۱۹۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

مخدوما امر خطیر درپیش کردہ ایدو خدمت بزرگ اختیار نمودہ ازعہدۂ اوبیرون آمدن خصوصاً درین جزوزمان بسے مشکل است کمال علم و فقاہت و وفور تقوی وتدین و موافقت حکام واہ دخل درین امر بزرگ درکار است آنقدر مداہنت در دل اہل زمانہ متمکن گشتہ است کہ امر ونہی راپیش بردن بسیار دشوار است ترسان ولرزان باید بود ظھر المفتی جسر جھنم شنیدہ باشند حدیث اجراکم علی الفتوی اجراکم علی النار گوش زد شدہ باشد از عقلاعجب است

ترجمہ: میرے مخدوم! آپ نے عظیم کام سامنے رکھا ہے اور بڑی خدمت کو اختیار کیا ہے اس کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا خصوصاً زمانہ کے اس حصہ میں بہت ہی مشکل ہے، کمال درجہ کا علم ودانش اور بہت زیادہ تقویٰ ودینداری اور حکام واہل اقتدار کی موافقت اس بزرگ کام میں درکار ہے، اہل زمانہ کے دل میں اس قدر سستی جاگزیں ہوگئی ہے کہ امر ونہی کو ان کے سامنے بیان کرنا بہت دشوار ہے ڈرتے اور کانپتے رہنا چاہئے ظھر المفتی جسر جھنم (مفتی کی پیٹھ جہنم کا پل ہے) آپ نے سنا ہوگا حدیث مبارکہ: اجراکم علی الفتویٰ اجراکم علی النار (تم میں سے فتویٰ پر زیادہ جرأت کرنے والا دوزخ پر زیادہ جرأت کرنے والا ہے) آپکے کانوں تک پہنچی ہوگی۔ عقل مندوں سے تعجب ہے۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، اول، مکتوب، ۲۱۲، ص، ۳۸۹، گارڈن ویسٹ، کراچی)

حضرت سیدنا غوث صمدانی شاہ اشرف سمنانی علیہ الرحمہ نے لکھا:

اے بھائی اس قسم کے نکات واشارات مفتی وقت سے بھی عبارات لطیفہ سے پوشیدہ ہیں۔ اور ان نکات کی طرف جستجو فیاض لاریب کی طرف سے عطیہ ہے۔

قطعہ

کسے راکہ برتخت ترکیب جسم		چو دل بودہ باشد امیر ھدای
بود مالک کشور جان و دل		بتنفیذ احکام خود پادشای
چہ حاجت کہ از شحنۂ پر خرد		پر سدز احوال ملک برای

زمفتی دل پرس اشرف صف		چه فتوی مشکل شود ازورای
کسے راکه در سینه باشد علوم		زدر سینه پرسد مسائل خدای
ولی نیست هر دل چنیں مفتی		که فتوی دهد درهمه تنگ جای
کسے راکه مفتی چنیں در دل است		بود مجتهد مسائل کشای
زدر سینه پرسی چه درسینه		که در سینه باشد چه در سینهای
چو درسینه بنهاد در سینه راز		زچل نیست در سینه در سینه های
چولیس کمثل ز در سینه نیست		زتشبیه و تنزیه بیروں برای
زتنزیه وتشبیه باهم بدهق		بصیر وسمیع بهر گوشه های

ترجمہ: جس نے ترکیب جسم کے تخت پر دل دیا ہوگا،

دل وجان کے کشور کا احکام نافذ کرنے کے سبب بادشاہ ہوگا۔

عقلمند کوتوال کی کیا حاجت ہے کہ اس بادشاہ کے احوال پوچھے جائیں۔

اشرف صفت مفتی سے کونسا فتوی مشکل ہوگا۔جس کے دل میں علوم ہونگے۔

اس کے دل کے موتی سے خدا کے احکام معلوم کیے جائینگے۔اس قسم کے مفتی کا دل ولی نہیں ہے کہ ہر تنگ جگہ میں فتوی دیتا ہے۔

جس مفتی کا دل ایسا خزانہ رکھتا ہوگا۔وہ مسائل کے استنباط کے لیے مجتہد ہوگا۔تو سینہ کو موتی سے پوچھتا ہے۔

اس کے سینہ میں کیا ہے؟ جب سینہ میں راز پوشیدہ کرلے۔

تو یہ وہ بےوقوف نہیں ہے جب لیس کمثلہ سینہ کے موتی سے نہیں ہے۔اس لیے تشبیہ وتنزیہ باہر آئینگی۔

تنزیہ وتشبیہ سے باہم امیر قریہ میں ہر گوشہ کے لیے سمیع وبصیر ہے۔

(مکتوبات اشرفی، پہلا ایڈیشن، ص:۲۶۷/۲۶۸)

مفتی کے لئے تقاضائے احتیاط:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

فعلم مما قررناه، انه لا ينبغي للمفتي ان يبادر الى الكتابة على سئوال متعلق باحد من الاحياء، لا سيما ان كان يعلم ولو بالقرينة ان ذلک المستفتي منه عدو للمستفتي عنه، فيحصل بتلک الكتابة ضرر كبير، الا استفتاء على شخص كالكتابة، ولعلامة على قلة دينه فهو كالتقرير له، وقد وقع سنة سبع و خمسين وتسعمائة ان شخصا ممن لا يخشى الله تبارک وتعالى زور على انني ادعيت، الاجتهاد المطلق كاحد الائمة الاربعة، فلا تسأل يا اخيي عن كثرة مالات الناس بعرضيي، ولعل شبهتهم فيي ذلک

كثرة اجوبتي عن الائمة، فيرورنني اوجه هذا المذهب، وهذا المذهب كما يوجهه اصحابه، فربما يفهمون من ذلك بفهمهم المعكوس ما فهموه، مع اني بحمد الله تبارك وتعالى لم اجب عن امام قط بالصدر، وانما اجيب عنه بعد اطلاعي على دليله، كما يعلم ذلك من، كتابي الذي الفته في بيان ادلة المجتهدين۔

پس ہماری تقریر سے معلوم ہوا کہ مفتی کونہیں چاہئے کہ ایسے سوال کا جواب لکھنے میں جلدی کرے جو زندوں میں سے کسی کے متعلق ہو۔خصوصاً اگر جانتا ہو اگرچہ قرینے کے ساتھ ہی سہی کہ اس سے فتویٰ پوچھنے والا اس کا دشمن ہے جس کے متعلق فتویٰ پوچھ رہا ہے۔پس اس جواب کی تحریر سے سخت نقصان ہوگا۔کیونکہ کسی شخص کے خلاف فتویٰ پوچھنا اس کے دین کی قلت پر تحریر اور علامت ہے۔تو یہ اس کی تائید کی طرح ہے۔

چنانچہ ۹۵۷ھ میں واقعہ پیش آیا کہ خوف خدا سے محروم ایک شخص نے میرے متعلق جھوٹا الزام رکھا کہ میں نے آئمہ اربعہ کی طرح اجتہاد مطلق کا دعویٰ کیا ہے۔ پس اے بھائی! مت پوچھ جو لوگوں نے کثرت سے میری ہتک حرمت کی۔شاید لوگوں کو آئمہ کی طرف سے میرے جوابات کی کثرت نے اس شبہہ میں ڈال دیا۔ چنانچہ وہ مجھے دیکھتے ہیں کہ اس مذہب کی توجیہہ بیان کرتا اور اس مذہب کی جس طرح اس کے اصحاب اس کی توجیہہ بیان کرتے ہیں۔پس بسا اوقات وہ اپنے الٹے فہم کی وجہ سے وہ کچھ سمجھتے ہیں جو انہوں نے سمجھا۔باوجودیکہ میں بحمد اللہ تبارک وتعالیٰ کسی امام کی طرف سے کبھی بھی صدری طور پر جواب نہیں دیتا۔میں صرف اس کی دلیل پر مطلع ہونے کے بعد ہی اس کی طرف سے جواب دیتا ہوں جس طرح کہ میری اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے جو میں نے ادلہ مجتہدین میں تالیف کی ہے۔

(المنن الکبریٰ، الباب الرابع، ص، ۱۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

قال علي كرم الله وجهه من افتى الناس بغير علم لعنة السماء والأرض وسألت بنت علي البلخي إياها عن القيء إذا خرج الى الحلق، فقال يجب إعادة الوضوء فرأى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لا يا علي حتى يكون ملء الفم فقال علمت ان الفتوى تعرض على رسول الله صلى الله عليه وسلم فآليت على نفسي ان لا افتي ابدا

ترجمہ: سیدنا حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) نے فرمایا جو علم کے بغیر فتویٰ دیتا ہے۔اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

حضرت علامہ مفتی علی بلخی علیہ الرحمہ کی لڑکی نے اپنے باپ سے قے کا مسئلہ پوچھا کہ کسی کو قے منہ بھر کر نہ آئے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا یا نہ۔علی بلخی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا اسے وضو کا اعادہ ضروری ہے اس کے بعد حضرت علامہ مفتی علی بلخی علیہ الرحمہ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔اے حضرت علامہ مفتی علی بلخی علیہ الرحمہ تم نے مسئلہ غلط بتایا جب تک قے منہ بھر کر نہ آئے اس وقت تک وضو نہیں ٹوٹتا حضرت علامہ مفتی علی بلخی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس وقت مجھے یقین ہوا کہ ہر مسئلہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش ہوتا ہے۔میں نے تہیہ کیا اور قسم کھائی کہ آئندہ کوئی فتویٰ نہیں دونگا۔

(تفسیر روح البیان، ج، ۳، ص، ۹۶، سورۃ الانعام، تحت الایت، ۱۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمہ متوفی، ۱۰۱۲ھ، لکھتے ہیں:

هم درین محل سخن در انکار مشائخ رفت۔فرمودند که اولیأ از کبائر محفوظ نیستند اگر از ایشان چیزے ازیں باب ظاهر شود احوال

ایشاں را حکم بر بطلان کردن جہالت است۔ملاحظہ باید کرد کہ منزل ایشان کہ دائم یا اکثر در انند کدام است، درین میان احیانا اگر بحکم بشریت چیزے صادر شود ایشان را دران معذور باید داشت ہم دریں محل فرمودند کہ اکثر مشائخ را در حین حیات مردم زندیق گفتہ اند چنانچہ ذوالنون مصری را اماّ ذوالنون را بعد از موت قبول پیدا آمد چہ از دنیا منزّہ بود اگر در دنیا بودنے یعنی بادشاہ یا وزیر بادشاہے ہیچ کس باوجود آں انکار کہ در حین حیاتش می کردند قبول نمی کرد و بعد از موت ہم از طعن مردم خلاص نمی شد و ایں ہمہ، اختلاف کہ در اصحاب ماندہ علتش ہمان است کہ بجہت منصب خلافت در دنیا بودند و الا چندے از اصحاب کہ کوہ ہا گرفتہ بودند و بوضع فقیر زندگانی کردہ اند ہیچ کس از آنہا سخن نمی گوید و سخن از اصحاب گفتن داخل دین و ایمان ہم نیست بسیارے از مومناں باشند کہ جز خدا و رسول را نمی دانند و در ایمان آں ہیچ شبہ نہ۔

ترجمہ: پھر مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے انکار کے متعلق گفتگو ہوئی حضور سیدی (خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ) نے فرمایا کہ اولیاء کبیرہ گناہوں سے محفوظ نہیں ہیں ان سے اگر کوئی گناہ صادر ہو جائے تو ان کے احوال پر بطلان کا حکم کرنا جہالت اور بے سمجھی کا باعث ہے۔دیکھنا چاہیے کہ جس مقام اور منزل میں یہ اکثر یا دائمی طور پر رہیں کونسا ہے اس حال میں اکثر بشریت کے باعث ان سے کوئی قصور سرزد ہو جائے۔تو ان کو معذور سمجھنا چاہیے۔

پھر فرمایا! کہ اگر مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو ان کی زندگی میں لوگ زندیق اور بے دین کہتے رہے ہیں جیسے کہ حضرت سیدنا شیخ المشائخ ذوالنون مصری علیہ الرحمہ کا حال تھا۔لیکن حضرت سیدنا شیخ المشائخ ذوالنون مصری علیہ الرحمہ کو مرنے کے بعد قبولیت حاصل ہوئی کیونکہ وہ دنیا سے بالکل پاک و مبرا تھے مگر دنیا میں ہوتے یعنی بادشاہ یا بادشاہ کے وزیر ہوتے تو اس انکار کے باوجود جو کہ ان کی زندگی میں کرتے ہیں۔کوئی شخص ان کو قبول نہ کرتا اور موت کے بعد بھی لوگوں کے طعن و ملامت سے نہ بچتے۔یہ سب اختلافات جو اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں پیدا نہ ہوئے۔ان کا سبب یہی ہے کہ دنیا میں منصب خلافت کے باعث تھے۔ورنہ وہ اصحاب جو پہاڑوں میں چلے گئے تھے۔اور فقر کے طور پر زندگی بسر کرتے تھے۔کسی نے ان کی نسبت کلام و گفتگو نہیں کی۔نیز اصحاب کے بارہ میں گفتگو کرنا دین و ایمان میں داخل نہیں، بہت سے ایسے بھی مومن ہیں جو خدا جل جلالہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کچھ نہیں جانتے لیکن ان کے ایمان میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

(کلیات باقی اللہ یعنی مجموعہ کلام و رسائل، ملفوظات و مکتوبات، ص، ۴۳، ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل بل روڈ، لاہور)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں ہے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار۔اخرجہ الدارمی عن عبیداللہ بن ابی جعفر مرسلا

ترجمہ: جو تم میں فتویٰ پر زیادہ بیباک ہے آتش دوزخ پر زیادہ جری ہے اس کو دارمی نے عبیداللہ بن ابی جعفر رضی اللہ عنہ سے مرسلاً ذکر کیا ہے۔

(سنن الدارمی، باب الفتیا و ما فیہ من الشدۃ، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، ۱/۵۳)

ثامناً تاسعاً عاشراً کتابوں کے جھوٹے حوالے دینا کذب و افتراء اور وہ بھی علماء پر اور وہ بھی امور دین میں، یہ سب سخت گناہ ہیں، مسائل میں علماء پر افتراء، شرع پر افتراء اور شرع پر افتراء خدا پر افتراء۔

قال اللہ تعالیٰ لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون۔

ترجمہ: ارشاد ربانی ہے اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو، بے شک جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔ (القرآن، ۱۶/ ۱۱۶)

(فتاوٰی رضویہ، ج۶، ص۳۹۵، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

امام ابن حبان اپنی صحیح مسمی بالتقاسیم والانواع میں بسند صحیح حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے راوی حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

ما اکفر رجل رجلا قط الا باء بھا احدھما ان کان کافرا و الا کفر بتکفیرہ

ترجمہ: کبھی ایسا نہ ہوا کہ ایک شخص دوسرے کی تکفیر کرے اور وہ دونوں اس سے نجات پا جائیں بلکہ ان میں ایک پر ضرور گرے گی اگر وہ کافر تھا تو یہ بچ گیا ورنہ اسے کافر کہنے سے یہ خود کافر ہوا۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، من اکفر انسانا الخ، حدیث ۲۴۸، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱/ ۴۱۰)

علماء فرماتے ہیں یوں ہی کسی کو مشرک یا زندیق یا ملحد یا منافق کہنا، علامہ عارف باللہ سیدی عبد الغنی بن اسمٰعیل نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں زیر حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

من دعا رجلا بالکفر باللہ تعالیٰ او الشرک بہ و کذلک بالزندقۃ و الالحاد و النفاق الکفری، اھ ملخصاً۔

ترجمہ: کسی شخص کے بارے میں کہنا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا یا شرک کیا اسی طرح زندیق، الحاد اور نفاق کفری کی نسبت کرکے پکارا (تو خود کافر ہو جائے گا) اھ تلخیصا

(حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ، النوع الرابع من الانواع الستین الکذب، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، ۲/ ۲۱۱)

اور زیر حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا:

کذلک یا مشرک ونحوہ۔

ترجمہ: اسی طرح اسے مشرک وغیرہ کہا تو مشرک ہو جائے گا۔

(حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ، العاشر الانواع الخ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، ۲/ ۲۳۶)

اور مذہب صحیح ومعتمد ومرجح فقہائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں تفصیل ہے کہ اگر بطور سب و دشنام بے اعتقاد تکفیر کہا تو کافر نہ ہوگا جیسے بیباکوں بے قیدوں کو خر بے لجام و سگ بے زنجیر کہیں کہ معنی حقیقی مراد نہیں ورنہ کافر ہو جائے گا۔ فتاوٰی ذخیرہ وفصول عمادی وشرح درر وغرر وشرح نقایہ برجندی وشرح نقایہ قہستانی و نہر الفائق وشرح وہبانیہ علامہ عبد البر و درمختار و حدیقہ ندیہ و جواہر اخلاطی وفتاوٰی عالمگیری و ردالمحتار وغیرہا کتب معتمدہ میں تصریح فرمائی کہ یہی مذہب مختار و مختار للفتوی ومفتی بہ ہے۔ علما فرماتے ہیں جب اس نے اپنے اعتقاد میں اسے کافر سمجھا اور وہ کافر نہیں بلکہ مسلمان ہے تو اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو ایسا کہے وہ کافر ہے۔

اقول وباللہ التوفیق اس دلیل کی علی حسب مرامھم (ان کے مقاصد کے مطابق۔) یہ ہے کہ کافر نہیں مگر وہ جس کا دین کفر ہے اور کوئی آدمی دین سے

خالی نہیں، نہ ایک شخص کے ایک وقت میں دو دین ہوسکیں۔

فان الکفر و الاسلام علی طرفی النقیض بالنسبة الی الانسان لا یجتمعان ابدا و لا یرتفعان۔

ترجمہ: کیونکہ کفر اور اسلام ایک انسان کی بنسبت نقیض کی دو طرفوں پر ہیں، نہ تو یہ ہمیشہ جمع ہوسکتے ہیں اور نہ ہی مرتفع۔

قال تعالیٰ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: یا وہ شاکر ہوگا یا کافر۔ (القرآن، ۷۶/۳)

دوسرے مقام پر فرمایا:

وقال تعالیٰ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ۔

ترجمہ: اور ہم نے ایک آدمی کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔ (القرآن، ۳۳/۴)

اب جو یہ شخص مثلاً زید مؤمن کو کافر کہتا ہے اس کے یہ معنی کہ اس کا دین کفر ہے اور زید واقع میں بیشک ایک دین سے متصف ہے جس کے ساتھ دوسرا دین ہو نہیں سکتا تو لاجرم یہ خاص اسی دین کو کفر بتا رہا ہے جس سے زید اتصاف رکھتا ہے اور وہ دین نہیں مگر اسلام تو بالضرورۃ اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو دین اسلام کو کفر قرار دے قطعاً کافر۔ اب عبارات علماء سنئے، ہندیہ میں ہے:

المختار للفتوی فی جنس ھذه المسائل ان القائل بمثل ھذه المقالات ان کان اراد الشتم و لا یعتقده کافرا لا یکفر و ان کان یعتقده کافراً فخاطبه بھذا بناءً علی اعتقاده انه کافر یکفر کذا فی الذخیرة۔ انتھی

ترجمہ: اس قسم کے مسائل میں فتوی کے لئے مختار یہ ہے کہ ان اقوال کا قائل اگر مراد گالی لیتا ہے اور اسے اعتقاداً کافر نہیں گردانتا تو وہ کافر نہیں اور اگر اسے اعتقاداً کافر گردانتے ہوئے اسے کافر کہتا ہے تو پھر یہ کفر ہوگا کذا فی الذخیرۃ انتہی،

(فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین مطلب موجبات الکفر الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۷۸)

زاد الشامی عن النھر عن الذخیرة لانه لما اعتقد المسلم کافرا فقد اعتقد دین الاسلام کفرا۔

شامی نے نہر کے حوالے سے ذخیرہ سے یہ اضافہ نقل کیا ہے کیونکہ وہ ایک مسلمان کو کافر مان رہا ہے گویا اس نے دین اسلام کو کفر گردانا ہے۔ (ت)

(ردالمحتار، باب التعزیر، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۳/۲۰۱)

درمختار میں ہے:

عزر الشاتم بیا کافر و ھل یکفر ان اعتقد المسلم کافرا نعم و الا لا به یفتی۔

ترجمہ: "یا کافر" کے ساتھ گالی دینے والے پر تعزیر نافذ کی جائے گی، کیا وہ شخص کافر ہوگا جو مسلمان کو کافر گردانتا ہے؟ ہاں وہ کافر ہوگا اور اگر کافر نہیں گردانتا تو کافر نہیں، اسی پر فتوی ہے

(درمختار، باب التعزیر، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۳۲۷)

دیدی که خون ناحق پروانه شمع را		چندان امان نداد که شب راسحر کند
ماذا اخاضک یامغرور فی الخطر		حتی هلکت فلیت النمل لم تطر

ترجمہ: تونے دیکھا کہ پروانہ کے خون ناحق نے شمع کو اس طرح اماں نہیں دی کہ وہ رات کو سحر کردے،

اے مغرور! کس چیز نے تجھے خطرے میں ڈال دیا حتی کہ تو ہلاک ہوا کاش چیونٹی نہ اُڑتی!

(فتاویٰ رضویہ، ج۲۶،ص۱۰۷ تا ۱۵۷، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

حضرت علامہ حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص، حنفی علیہ الرحمۃ متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

وقال تعالیٰ:(الا مَنْ سَفِهَ نَفْسَه)(البقرہ:۱۳۰)

قال ابو عبیدة:یرید أهلكها وأوبقها۔وروی عن عبدالله بن عمر حین قال للنبی ﷺ:انی أحب أن یکون رأسی دَهِیناً وقمیصی غسیلاً وشراک نعلی جدیداً،أفمن الکبر هو یارسول الله ﷺ ؟ قال:(لا:انما الکبر من سفه الحق وغمض الناس)وهذا یشبه أن یرید:من جهل:الحق،لأن الجهل یسمی سفهاً۔والله تعالیٰ اعلم۔

قول باری ہے

اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ

ترجمہ: سوائے اس شخص کے جو اپنے آپ کو نادانی اور کم عقلی میں مبتلا کردے۔(سورۃ البقرہ:۱۳۰)

اس کی تفسیر کے سلسلے میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس نے اپنی جان کو ہلاک اور اسے تباہ کیا" حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے حضور سیدی شفیع محشر ﷺ سے عرض کیا" مجھے یہ بات پسند ہے کہ میرے سر میں تیل لگا ہو، میری قمیص دھلی ہوئی ہو اور میرے جوتوں کے تسمے نئے ہوں یارسول اللہ ﷺ! کہیں میری یہ خواہشیں کبر اور غرور کی بنا پر تو نہیں ہیں؟

حضور سیدی شفیع محشر ﷺ نے نفی میں جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: کبر اور غرور اس شخص کا ہوتا ہے جو حق کے بارے میں جاہل ہو اور لوگوں کی عیب جوئی کرے۔حضور سیدی شفیع محشر ﷺ کا یہ ارشاد اس معنی سے قریب ہے کہ سفہ سے مراد جہالت ہو اس لئے کہ جہل پر بھی لفظ سفہ کا اطلاق ہوتا ہے۔واللہ اعلم!

(احکام القرآن، ج۱،ص۵۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

غوث صمدانی شاہ اشرف سمنانی قدس سرہ نے حضرت امام احمد غزالی کے حوالہ سے لکھا:

من لم یکن له نصیب من هذه العلم اخاف علیه من سوء الخاتمة وادنی نصیب منه التصدیق والتسلیم لااهل التحقیق۔

ترجمہ: جسے اس علم سے کچھ حصہ حاصل نہ ہو مجھے اُس پر سوءِ خاتمہ کا خوف ہے۔

اور اس علم کا ادنیٰ حصہ تصدیق اور تسلیم اہل تحقیق کے لیے ہے۔

قطعہ

اگر خواند کسی ازنامۂ دوست		اگرچہ درنیا بدآں معانی
بسے بہتر ز علم صدر و محفل		کہ دریا بد زبحر در فشانی

ترجمہ: اگر کوئی شخص دوست کا خط پڑھتا ہو، اگر چہ وہ اس کے معانی کو نہیں جانتا
صدرِ محفل کے علم سے زیادہ بہتر ہے، کیونکہ وہ سمندر سے روشن موتی نکالتا ہے۔

(مکتوباتِ اشرفی/ پہلا ایڈیشن،ص:۸۷)

حضرت مولانا شہاب الدین نواسہ حضرت سیدامیر حمزہ بن حضرت سیدی شیخ الشیوخ سیدامیر کلال قدس سرہ، متوفی،۷۷۲ھ،فرماتے ہیں:

سخن دانستہ گو چیزے کہ گوئی		بدل دانستہ بھتر گو مگوئی
بمیدانِ فصاحت گو گرانی		مران بس کرم تا در سر ندانی

ترجمہ: تو بات کو سمجھنے (تولنے) کے بعد کر، جس چیز کو کہنا چاہتا ہے، اسے دل سے جان کر کہہ، (ورنہ) مت بول۔
گو تو میدان فصاحت کا بہادر ہے (لیکن) مہربانی کر کے (اس وقت تک) مت بول، جب تک کہ تو راز کو نہ پالے۔

(آگاہی سیدامیر کلال قدس سرہ،ص، ۵۳،خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلیشرز،کراچی)

عارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ متوفی،۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

در شب مهتاب مه را بر سماک		از سگان وعو عوِ ایشان چه باک

ترجمہ: چاندنی رات میں چاند کو اپنی چودھویں منزل (یعنی درجۂ کمال) میں کتوں سے اور ان کی بھوں بھوں سے کیا خطرہ ہے۔

سگ وظیفۂ خود بجا مے آورد		مه وظیفۂ خود برخ مے گسترد

ترجمہ: (ادھر) کتا اپنا معمول پورا کر رہا ہے۔ (ادھر) چاند اپنا فرض (نورافشانی ادا کرتا ہوا ہر) چہرہ پر (روشنی) ڈال رہا ہے۔

کارکِ خود مے گزار دھر کسے		آب نگذارد صفا بھرِ خسے

ترجمہ: ہر شخص اپنا دھندا بجالا رہا ہے۔ پانی ایک تنکے کی وجہ سے اپنی صفائی کو نہیں چھوڑتا۔

مطلب: اس طرح یہ بزرگ اپنے کام یعنی مشاہدۂ جمالِ حق میں مصروف تھے۔ ان کو لوگوں کے طعن و تشنیع کی پروانہ تھی۔

خس خسانه مے رود بر روئے آب		آبِ صافی مے رود بے اضطراب

ترجمہ: تنکا کمینوں کی طرح پانی کی سطح پر جارہا ہے۔ (مگر) پانی (اس سے برہم نہیں ہوتا بلکہ) اس جھجک کے بغیر صفائی کے ساتھ چلا جاتا ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم،ص ۱۴۶)

بانگِ سگ هرگز رسد در گوش ماه؟		خاصه ماهے کو بود خاصِ الله

ترجمہ: (بھلا) کتے کی آواز کہیں چاند کے کان میں پہنچ (کر اس کو اپنے شغلِ نور افشانی سے باز رکھ) سکتی ہے؟
خصوصاً وہ (فلکِ ولایت کا) چاند جو حق تعالیٰ کا خاص (مقرب بندہ) ہو۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۱۴۸)

ما ندانستیم ما را عفو کن		بس پراگندہ کہ رفت از ما سخن

ترجمہ: (حضرت! ہم بے خبر تھے۔ وہ نہایت ناواجب کلمات جو ہمارے منہ سے نکل گئے تھے۔ ہمیں معاف فرمائیے۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۱۵۰)

ما کہ کورا نہ عصاہا مے زنیم		لاجرم قندیلہا را بشکنیم

ترجمہ: ہم جواندھوں کی طرح (بے سوچے سمجھے بیہودہ گوئی کی) لاٹھیاں چلاتے ہیں۔ تو (بزرگوں کے صاف وروشن قلوب کی) قندیلوں کو توڑ بیٹھتے ہیں۔

ما چون کرّاں ناشنیدہ یک خطاب		ہر زہ گویاں از قیاسِ خود جواب

ترجمہ: ہم (تو) بہروں کی طرح (ہیں۔ جو مخاطب کی) ایک بات بھی سنتے (سمجھتے) نہیں (اور) اپنے قیاس سے انکل پچو جواب دیتے جاتے ہیں۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۱۵۱)

گفت عیسیٰ چوں شتابش کوفتی؟		گفت زانرو کہ توزاں آشوفتی

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے (شیر سے) پوچھا تو نے اس کی سرکوبی اس قدر جلد کیوں کی؟ اس نے جواب دیا۔ اس لئے کہ آپ نے اس سے پریشانی اٹھائی تھی۔
مطلب: اس شخص نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے اصرارِ پیہم سے پریشان کرنے کی جو گستاخی کی۔ اس کی سزا اسے شیر کی صورت میں دی گئی۔ جس سے ظاہر ہے کہ مقبولانِ حق کے ساتھ گستاخی کرنا اور ان کے ارشاد کی تعمیل نہ کرنا موجب ہلاکت ہے۔ اگر ان بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کے ساتھ گستاخی کرنے والا جسمانی ہلاکت سے بچ جاتا ہے تو یقیناً روحانی موت اس پر طاری ہو جاتی ہے۔ یعنی اس کا دل مر جاتا ہے۔ روح نورِ عرفان سے عاری ہو جاتی ہے۔ دل کا انشراح انقباض سے اور انبساط تکدر سے بدل جاتا ہے ہروقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ دل کے بجائے ایک پتھر سینے میں رکھا ہے اور سر پر ایک پہاڑ دھر دیا گیا۔ اس شخص کو عیشِ دنیاوی میں بھی کوئی حظ ولذت حاصل نہیں ہوتی۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص، ۱۶۰)

ایں سزائے آنکہ یابد آبِ صاف		ہمچو خر در جو بمیزد از گزاف

ترجمہ: یہ سزا (ہے) اس شخص کی جو صاف پانی پائے اور ایک بیوقوف گدھے کی طرح بجائے اس کے کہ اس سے سیرابی حاصل کرے بیہودگی سے نہر کے اندر پیشاب کردے۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۱۶۳)

علوم غیر متناہی کا قول میرے مرشد حضرت مبارک صاحب کا نہیں یہ بھی محض بہتان ہے۔ یہ قول علامہ امین اللہ سیفی کا ہے۔ میں نے علامہ صاحب سے پوچھا کہ اس سے تمہاری مراد کیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میری مراد علوم غیر متناہی کے انتساب سے لاتقف عند حد کے معنی کے ساتھ ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے۔

مَنِ اسْتَوَى يَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُونٌ۔

ترجمہ: جس شخص کے دو دن برابر ہوں وہ خسارے میں رہا۔

(حلیۃ الاولیاء، ج،۸،ص،۳۵، المنامات لابن ابی الدنیا، رقم: ۲۴۳، الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ، رقم: ۳۷۷، الفردوس بماثور الخطاب، رقم: ۵۹۱۰)

اب ملحد معترض بتائے کہ اس میں لا تقف عند حد کے معنی کے ساتھ انتساب میں کون سا حالہ لازما آتا ہے۔

(سوط العذاب علی دجل الکذاب، ص،۳۹)

فائدہ مجلس شوریٰ: جب مولانا ضیاء اللہ سیفی سے جواب نہیں بنا تو کہا یہ قول مولانا امین اللہ سیفی کا ہے، صد تعجب ہے۔

یہ کہنا آسان تھا کہ پیر سیف الرحمٰن نے کہا میرے علوم غیر متناہی ہیں اور یہ عقیدہ کفر کا ہے، مگر نہ دیکھا کہ پیر سیف الرحمٰن کی جان کن کن پاک دامنوں سے وابستہ ہے، پیر سیف الرحمٰن کا سلسلہ اعتقاد علماء، اولیاء، آئمہ صحابہ سے محمد رسول اللہ ﷺ تک مسلسل ملا ہوا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

گرچہ خوردیم نسبتے سست بزرگ

ترجمہ: اگرچہ ہم چھوٹے ہیں مگر نسبت بلند ہے۔

مفتی اعظم عبداللہ قادری اشرفی برکاتی صاحب آپ نے بڑی آسانی سے ساتھ حضرت مبارک اخونزادہ پیر سیف الرحمان علیہ الرحمۃ کو خارج عن الاسلام و کافر و مرتد کہا ہے، آپ کے نزدیک کیا یہ سارے لوگ کافر و مرتد ہیں؟ جواب دو! ہم بڑی بے چینی کے ساتھ منتظر ہیں۔

باب نمبر ۱۴

سوال: (۱۹) اشارہ کے بیان میں اعتراض، مولانا ابوداؤد صادق نے لکھا:

دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن اپنی کتاب، فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں بھی یہی لکھتے ہیں:

پانچویں ترقی: تشہد میں اشارہ کا مسئلہ بعض حضرات کے اختلاف کے باوجود حنفی مذہب کی تحقیق کے مطابق مسنون اور مشہور مسئلہ ہے اور مسئلہ عمامہ کی طرح اس مسئلہ میں بھی سیفی حضرات نے بہت غلو و تشدد کیا ہے۔ چنانچہ مولوی احمد علی دیوبندی سیفی نے کتاب ''مسئلۃ الاشارہ بالسبابہ'' ص ۲۱ میں لکھا ہے کہ ''فتاویٰ عالمگیری ص ۱۰۴ میں بھی اشارہ کو حرام یا مکروہ کہا ہے۔۔۔ اب اگر کوئی حنفی کہے اور اشارہ کرے تو اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ محض بغض اور حسد ہے'' حالانکہ اس میں بغض اور حسد کی کوئی بات نہیں۔ یہ محض سیفی حضرات کا تشدد ہے کہ بالعموم وہ اپنے ساتھ اختلاف رکھنے والے کے متعلق غلط بیانی اور زبان درازی کرتے ہیں جیسے یہاں اشارہ کرنے کے قائل و عامل حنفی کے متعلق لکھا ہے کہ ''اس کے پاس کوئی دلیل نہیں'' اور ''فتاویٰ عالمگیری'' وغیرہ کے نام سے مغالطہ دیا ہے کہ اس میں اشارہ کو صرف حرام یا مکروہ لکھا ہے حالانکہ ''فتاویٰ عالمگیری'' میں اولیت واصلیت اور مفتیٰ بہ ہونے کے لحاظ سے مسئلہ شروع ہی میں اس طرح بیان کیا ہے کہ ''جب **اشهد ان لا اله الا الله** پر پہنچے تو شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے اشارہ کرنا مختار ہے۔ یہ خلاصہ میں لکھا ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ یہ مضمرات میں ''کبریٰ'' سے نقل کیا ہے'' یہ ہے سیفی علماء کی دیانت اور ان کا اخلاق و زبان و کردار کہ ''فتاویٰ عالمگیری'' میں جو مسئلہ اول اور اصل لکھا ہے اور اسے مختار و مفتیٰ بہ قرار دیا ہے اسے تو بالکل ہی ہضم کر گئے اور جو غیر مختار و غیر مفتیٰ بہ مسئلہ ضمناً لکھا ہے اپنے مطلب کے لئے اس کو ''فتاویٰ عالمگیری'' کے حوالہ سے لکھ کر غلط تاثر دیا ہے۔

''فتح القدیر'' مولوی سیفی نے ''فتاویٰ عالمگیری'' کی طرح ''فتح القدیر'' کے نام سے بھی دھوکہ دیا ہے کہ اس میں اشارہ کو حرام یا مکروہ لکھا ہے۔ حالانکہ ''فتح القدیر'' میں جن مشائخ نے اشارہ کا انکار کیا ہے ان کے متعلق لکھا ہے کہ ''یہ قول روایت اور درایت کے خلاف ہے کیونکہ امام محمد کی روایت ہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول و فرمان ہے'' (کہ اشارہ مسنون ہے)

(خطرہ کا سائرن صفحہ ۶۶ تا ۶۸)

سوال: (۲۰) بطورِ اعتراض، امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰ھ، لکھتے ہیں:

یہاں اجمالاً معروض:

دہلوی مجتہد کی حدیث دانی اور ایک ہی مسئلہ میں اتنی گل فشانی۔

(۱) حضرت کو ضعیف محض متروک میں تمیز نہیں۔

(۲) تشیّع و رفض میں فرق نہیں۔

(۳) فلان یغرب و فلان غریب الحدیث میں امتیاز نہیں۔

(۴) غریب و منکر میں تفرقہ نہیں۔

(۵) فلان یھم کو وہمی کہنا جانیں۔

(۶) لہ اوھام کا یہی مطلب مانیں

(۷) حدیث مرسل تو مردود و مخذول و عنعنہ مدلس ماخوذ و مقبول

(۸) ستم جہالت کہ وصل متاخر کو تعلیق بتائیں، مثلاً محدث کہے: **رواہ مالک عن نافع عن ابن عمر حدثنا بذلک فلان عن مالک۔**

اس کو امام مالک نے نافع سے اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، ہم کو ایسے ہی حدیث بیان کی فلاں نے فلاں سے اور اس نے امام مالک سے۔ (ت)

حضرت اسے معلق ٹھہرائیں اور: حدّثنا بذٰلک کو ہضم کر جائیں۔

(۹) صحیح حدیثوں کو نری زبان زوریوں سے مردود و منکر و واہیات بتائیں۔

(۱۰) حدیث ضعیف جس کے منکر و معلول ہونے کی امام بخاری وغیرہ اکابر ائمہ نے تصریح کی محض بیگانہ تقریروں سے اسے صحیح بنائیں۔

(۱۱) ضعفِ حدیث کو ضعفِ رواۃ پر مقصور جانیں۔ ہنگام ثقہ رواۃ علل قوادح کو لاشیئ مانیں۔

(۱۲) معرفتِ رجال میں وہ جوش تمیز کہ امام اجل سلیمٰن اعمش عظیم القدر جلیل الفخر تابعی مشہور و معروف کو سلیمن بن ارقم ضعیف سمجھیں۔

(۱۳) خالد بن الحارث ثقہ ثبت کو خالد بن مخلد قطوانی کہیں۔

(۱۴) ولید بن مسلم ثقہ مشہور کو ولید بن قاسم بنالیں۔

(۱۵) مسئلہ تقویٔ طرق سے نرے غافل۔

(۱۶) راوی مجروح و مرجوع کے فرق بدیہی سے محض جاہل۔

(۱۷) متابع و مدار میں تمیز دوبھر صاف صاف متابعت ثقات، وہ بھی باقرب وجوہ پیش نظر، مگر بعض طرق میں بزعم شریف وقوع ضعیف سے حدیث سخیف۔

(۱۸) جابجا طریق جلیلہ موضحۃ المعنی مشہور و متداول کتابوں خود صحیحین و سنن اربعہ میں موجود۔ انہیں تک رسائی محال، باقی کتب سے جمع طرق و احاطہ الفاظ اور مبانی و معانی کے محققانہ لحاظ کی کیا مجال۔

(۱۹) تصحیح و تصنیف میں قولِ ائمہ جبھی مقبول کہ خود اُن کی تصانیف میں مذکور و منقول، ورنہ نقل ثقات مردود و مخذول۔

(۲۰) اجلہ رُواۃ بخاری و مسلم بے وجہ و جیہہ و دلیل ملزم کوئی مردود و خبیث کوئی متروک الحدیث مثل امام بشر بن بکر تنیسی و محمد بن فضیل بن غزوان کوفی و خالد بن مخلد ابوالہیثم بجلی، بھلا یہ تو بخاری و مسلم کے خاص خاص رجال بے مساغ و مجال پر فقط منہ آئے۔ اس سے بڑھ کر سنیئے کہ حضرت کی حدیث دانی نے صحاح ستہ کے ردو ابطال کو قواعد سبعہ وضع فرمائے کہ جس راوی کو تقریب میں **صدوق رمی بالتشیع یا صدوق متشیع یا ثقہ یغرب یا صدوق یخطئ یا صدوق یھم**

یا صدوق لہ اوہام لکھا ہو وہ سب ضعیف و مردود الروایت و متروک الحدیث ہیں، حالانکہ باقی صحاح درکنار، خود صحیحین میں ان اقسام کے راوی دو چار نہیں، دس بیس نہیں سینکڑوں ہیں چھ قاعدے تو یہ ہوئے۔ جس سند میں کوئی راوی غیر منسوب واقع ہو۔ مثلاً حدثنا خالد عن شعبة عن سلیمن اسے برعایت قرب طبقہ وروایات مخرج جو ضعیف راوی اُس نام کا ملے رجماً بالغیب جزماً بالترتیب اس پر حمل کر لیجئے۔ اور ضعفِ حدیث وسقوط روایت کا حکم کر دیجئے

مسلمانو! حضرت کے یہ قواعد سبعہ پیش نظر رکھ کر بخاری و مسلم سامنے لایئے اور جو جو حدیثیں ان مخترع محدثات پر رد ہوتی جائیں کاٹتے جایئے۔ اگر دونوں کتابیں آدھی تہائی بھی باقی رہ جائیں تو میرا ذمہ خدانہ کرے کہ مقلدین ائمہ کا کوئی متوسط طالب علم بھی اتنا بوکھلایا ہو۔ معاذ اللہ جب ایک مسئلہ میں یہ کوتک تو تمام کلام کا کمال کہاں تک۔ العظمۃ اللہ! جب پرانے پرانے چوٹی کے سیانے جنہیں طائفہ بھر اپنی ناک مانے، اونچے پائے کا مجتہد جانے، ان کی لیاقت کا یہ اندازہ کہ نری شیخی اور تین کانے، تو نئی امت چھٹ بھیوں کی جماعت کس گنتی شمار میں ہیں۔ کس شمار قطار میں۔ لا فی العیر و لا فی النفیر والعیاذ باللہ من شر الشتر (نہ عیر میں اور نہ ہی نفیر میں (نہ تین میں نہ تیرہ میں) شریر کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ ت) مرزا صاحب وشاہ صاحب کیا عیاذاً باللہ ان جیسے بدعقل وعدیم الشعور تھے کہ اثبات احکام شریعت الٰہی وفہم احادیث رسالت پناہی صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ کی باگ ایسے بے مہاروں بے خرد نابکاروں کے ہاتھ میں دیتے۔ ان کا مطلب بھی وہی ہے کہ جو اس کا اہل ہوا سے عمل کی اجازت بلکہ ضرورت نہ کہ کودن نااہل بکھاری ترجمی مسکوۃ کے ترجمے میں ہلدی کی گرہ پائیں اور پنساری بن جائیں یا بنگالی بھوپالی کسی مذہب کو اپنے زعم میں خلاف حدیث بتائیں تو اللہ ﷺ تقلید ائمہ حرام کر کے فرض فرمادے کہ بھوپالی بنگالی پر ایمان لے آئیں۔ جانِ برادر یہ بودی تقلید تو اب بھی رہی۔ ابو حنیفہ ومحمد کی تو نہ ہوئی۔ بھوپالی بنگالی کی سہی۔ وائے بے انصافی کہ شاہ صاحب ومرزا صاحب کے کلام کے یہ معنی مانیں اور انہیں معاذ اللہ دائرہ عقل سے خارج جانیں، حالانکہ ان دونوں صاحبوں کے ہادی بالا مرشد اعلیٰ دونوں صاحبوں کے آقائے نعمت مولائے بیعت دونوں صاحبوں کے امام ربانی جناب شیخ مجدد الف ثانی صاحب اپنے مکتوبات جلد اول مکتوب ۳۱۲ میں فرماتے ہیں:

مخدوما! احادیث نبوی علی مصدرها الصلوۃ والسلام در بابِ جواز اشارت سبابه بسیار وارد شده اند و بعضے از روایات فقهیه حنفیه نیز دریں باب آمده و غیر ظاهر مذهب است، و آنچه امام محمد شیبانی گفته کان رسول الله تعالٰی علیه وسلم یشیر و نصنع کما یصنع النبی علیه، وعلی اله الصلوۃ والسلام ثم قال هذا قولی وقول ابی حنیفه رضی الله تعالٰی عنهما از روایات نوادر است نه روایات اصول، هر گاه در روایات، معتبره حرمت اشاره واقع شد باشد، و بر کراهت اشارتِ فتوی داده باشند، مامقلدان رانمی رسد که بمقضائے احادیث عمل نموده جرات در اشارت نمائیم مرتکبِ ایں امر از حنیفه یا علمائے مجتهدین راعلم احادیث معروفه جواز اشارت اثبات نمی آیدیا انگارد که اینها بمقضاء آراء خود بر خلافِ احادیث حکم کرده اند، هر دو شق فاسد است تجویز نه کند آنرا مگر سفیه یا معاند حسن ظن مابه ایں اکابر آنست که تادلیل بر ایشاں ظاهر نشده است حکم بحرمت یا کراهت نه کرده اند، غایت ما فی الباب ما را علم بآں دلیل نیست، و ایں معنے مستلزم قدح اکابرؒ نیست اگر کسے گوید که ماعلم بخلاف آں دلیل داریم، گوئیم که علم مقلد در اثبات حل و حرمت معتبر نیست، دریں باب ظن به مجتهد معتبر است احادیث را ایں اکابر بواسطه قربِ عهد و وفور علم و حصول ورع و تقوی از مادور افتادگاں بهتر مے دانستند، وصحت وسقم ونسخ وعدم نسخ آنهارا، بیشتر از مامی شناختند، البته وجه موجه داشته باشند در ترک عمل بمقضائے احادیث، علی صاحبها الصلوۃ والسلام و آنچه از امام اعظم منقول است که اگر حدیثے مخالف قول من بیابند بر حدیث عمل

نمائید مراد ازاں حدیثے است کہ بحضرت امام نرسیدہ است و بنا برعدم علم ایں حدیث حکم بخلافِ آں فرمودہ است و احادیث اشارت ازاں قبیل نیست، اگر گویند کہ علمائے حنفیہ برجواز اشارت نیز فتوے دادہ اند بمقتضائے فتاوائے معارضہ بھر طرف عمل مجوز باشند گوئیم اگر تعارض در جواز وعدم جواز واقع شود ترجیح عدمِ جواز رااست۔ملتقطاً

اے مخدوم گرامی! احادیثِ نبوی (ان کے مصدر پر درود وسلام ہو) تشہد میں اشارہ سبابہ کے جواز کے باب میں بہت وارد ہوئی ہیں اور اس باب میں فقہ حنفی کی بھی بعض روایات آئی ہیں جو کہ ظاہر مذہب کے غیر ہیں۔اور وہ جو امام محمد شیبانی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ انگلی شہادت سے اشارہ کرتے تھے اور ہم بھی اسی طرح اشارہ کرتے ہیں جس طرح حضور علیہ الصلوۃ والسلام کرتے تھے۔پھر امام محمد نے فرمایا یہی میرا قول اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے روایات نوادر میں سے ہے نہ روایات اصول میں سے، جب کہ معتبر روایات میں اشارے کی حرمت واقع ہو چکی ہے اور اشارے کے مکروہ ہونے پر فتوی دیا گیا ہے۔

ہم مقلدوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ حدیث کے مقتضا کے مطابق عمل کر کے اشارہ کرنے کی جرات کریں۔حنفیہ میں سے اشارہ سبابہ کا ارتکاب کرنے والا دو حال سے خالی نہیں، یا تو ان علمائے مجتہدین کے لیے جوازِ اشارہ میں معروف احادیث کا علم تسلیم نہیں کرتا یا ان کو ان احادیث کا عالم جانتا ہے۔لیکن ان بزرگوں کے لیے ان احادیث کے مطابق عمل جائز تسلیم نہیں کرتا۔اور خیال یہ کرتا ہے کہ ان بزرگوں نے اپنے خیالات کے مطابق احادیث کے خلاف حرمت اور کراہت کا حکم صادر فرمایا ہے یہ دونوں شقیں فاسد ہیں انہیں وہی جائز قرار دے گا جو بے وقوف ہو یا ضدی، ان اکابر کے ساتھ ہمارا حسن ظن یہ ہے کہ اس باب میں جب تک ان پر حرمت یا کراہت کی دلیل ظاہر نہیں ہوئی حرمت یا کراہت کا انہوں نے حکم نہیں لگایا۔زیادہ سے زیادہ اس باب میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں اس دلیل کا علم نہیں ہے اور یہ معنی اکابر میں کسی عیب کو مستلزم نہیں ہے۔اگر کوئی شخص کہے کہ ہم اس دلیل کے خلاف علم رکھتے ہیں تو کہیں گے کہ حلت وحرمت کے اثبات میں مقلد کا علم معتبر نہیں ہے بلکہ اس باب میں مجتہد کے ظن کا اعتبار ہے، یہ اکابر حدیث کو قرب زمانہ نبوی، زیادتی علم، اور ورع وتقوی سے آراستہ ہونے کی وجہ سے ہم دور افتادوں سے بہتر جانتے تھے، اور احادیث کی صحت وسقم اور ان کے نسخ وعدم نسخ کو ہم سے زیادہ پہچانتے تھے انھیں ضرور کوئی معتبر دلیل ملی ہوگی تب ہی انھوں احادیث علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے مقتضی کے مطابق عمل نہیں کیا، اور وہ جو امام اعظم علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ اگر کوئی حدیث میرے قول کے مخالف پاؤ تو میرے قول کو چھوڑ دو اور حدیث پر عمل کرو تو اس حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو حضرت امام کو نہ پہنچی ہو۔اور اس حدیث کو نہ جاننے کی بنا پر اس کے خلاف حکم فرمایا ہے اور اشارے کی حدیث اس قبیلہ سے نہیں۔اگر کہیں کہ علمائے حنفیہ نے جوازِ اشارہ کا فتوی دیا ہے۔

لہذا متعارض فتاوی کے مطابق جس بات پر بھی عمل کر لیا جائے جائز ہے۔ہم کہتے ہیں کہ اگر جواز وعدم جواز اور حلت وحرمت میں تعارض واقع ہو تو تعارض کی صورت میں ترجیح عدم جواز اور جانب حرمت کی ہوتی ہے اھ التقاط

(مکتوبات امام ربانی، مکتوب ۳۱۲، نولکشور، ۱/ ۴۴۸، تا ۴۵۱)

نیز جنابِ موصوف کے رسالہ مبدء ومعاد سے منقول:

مدّتے آرزوئے آں داشت کہ وجھے پیدا شود در مذھب حنفی تا در خلفِ امام قراءتِ فاتحہ نمودہ آید، اما بواسطہ رعایت مذھب بے اختیار ترک قراءت مے کرد وایں ترک را از قبیل ریاضت مے شمرد، آخر الامر اللہ تعالی ببرکت رعایت مذھب کہ نقل از مذھب

الحادست، حقیقت مذہب حنفی در ترکِ قراءت ماموم ظاہر ساخت و قراءت حکمی از قراءتِ حقیقی در نظرِ بصیرت زیباتر نمود۔

ترجمہ: مجھے ایک عرصہ تک آرزو رہی کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کی مذہب حنفی میں کوئی وجہ ظاہر ہوجائے، مگر بواسطہ رعایت مذہب بے اختیار ترک قرأت کرتا رہا اور اس ترک کو ریاضت کے قبیلے سے شمار کرتا رہا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے رعایت مذہب کی برکت سے (کیونکہ مذہب کی مخالفت الحاد ہے) مقتدی کی ترک قرأت کے بارے میں مذہب حنفی کی حقانیت ظاہر فرمائی اور قراءت حکمی کو نظر بصیرت میں قرأت حقیقی سے خوب تر دکھایا۔ (مبدا و معاد)

ہاں صاحب! ان بزرگوں کے اقوال کی خبریں کہیے۔ ان بزرگوں کے بزرگ، بڑوں کے بڑے اماموں کے امام کیا کچھ فرما رہے ہیں، ادعائے باطل عمل بالحدیث پر کیا کیا بجلیاں توڑتے گھنگھور بادل گرما رہے ہیں۔

اوّلاً: تصریحاً تسلیم فرمایا کہ التحیات میں انگلی اٹھانا سید عالم ﷺ کی بہت حدیثوں میں وارد۔

ثانیاً: وہ حدیثیں معروف و مشہور ہیں۔

ثالثاً: مذہب حنفی میں بھی اختلاف ہے۔ روایت نوادر میں خود امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ اشارہ فرماتے تھے ہم بھی کریں گے۔

رابعاً: صاف یہ بھی فرما دیا کہ یہی قول امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ہے۔

خامساً: نہ فقط روایت بلکہ علمائے حنفیہ کا فتویٰ بھی دونوں طرف ہے۔ بایں ہمہ صرف اسی وجہ سے کہ روایاتِ اشارہ ظاہر الروایہ نہیں، صاف صاف فرماتے ہیں کہ ہم مقلدوں کو جائز نہیں کہ حدیثوں پر عمل کرکے اشارے کی جرات کریں۔ جب ایسی سہل و نرم حالت میں حضرت امام ربانی صاحب کا یہ قاہر ارشاد ہے تو جہاں فتوائے حنفیہ مختلف نہ ہو۔ جہاں سرے سے اختلافِ روایت ہی نہ ہو وہاں خلاف مذہب امام حدیث پر عمل کرنے کو کیا کچھ نہ فرمائیں گے۔

کیوں صاحبو! کیا انہیں کو شاہ ولی صاحب نے کہا تھا کہ کھلا احمق ہے، یا چھپا منافق، استغفر اللہ، استغفر اللہ ذرا تو شرماؤ، ذرا تو ڈرو، شاہ صاحب کی بزرگی سے حیا تو کرو۔ ان کی تو کیا مجال تھی کہ معاذ اللہ وہ جناب مجددیت مآب کی نسبت ایسا گمان مردود و نامحمود رکھتے وہ تو انہیں قطب الارشاد و ہادی و مرشد و دافع بدعات جانتے ہیں اور ان کی تعظیم کو خدا کی تعظیم، ان کے شکر کو اللہ کا شکر مانتے ہیں کہ اپنے مکتوب ہفتم میں لکھتے ہیں:

شیخ قطب ارشاد ایں دورہ است و بر دست وے بسیارے از گمراہاں بادیہ صبیعت و بدعت خلاص شدہ اند، تعظیم شیخ تعظیم حضرت مدور ادوار و مکون کائنات است، و شکر نعمت مفیض اوست۔

اعظم اللہ تعالیٰ لہ الاجور۔ شیخ اس دور کے قطبِ ارشاد ہیں، ان کے ہاتھ پر تکبر و بدعت کی گمراہی میں مبتلا بہت سے افراد نے ہدایت پائی، شیخ کی تعظیم خالق کائنات کی تعظیم ہے اور شیخ کی نعمت کا شکر اس نعمت کو عطا کرنے والے اللہ کا شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں عظیم اجر عطا فرمائے۔

(کلماتِ طیبات فصل چہارم در مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی، مطبع مجتبائی دہلی، ص ۱۶۳)

ہاں شاید میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کی چوٹ حضرت مجدد صاحب ہی پر ہے کہ معیار الحق میں لکھتے ہیں:

آج کل کے بعض لوگ اسی تقلید معین کے التزام سے مشرک ہو رہے ہیں کہ مقابل میں روایت کیدانی کے اگر حدیث صحیح پیش کرو تو نہیں مانتے۔

(معیار الحق، بحث تلفیق، مکتبہ نذیریہ چناب بلاک اقبال ٹاؤن لاہور ص ۱۸۳)

اسی مسئلہ اشارہ میں روایت کیدانی پیش کی جاتی ہے۔ جناب مجدد صاحب نے فتاویٰ غرائب و جامع الرموز و خزانۃ الروایات وغیرہا پیش کیں۔ وہ بات ایک ہی ہے۔

یعنی فقہی روایت کے مقابل حدیث نہ ماننا۔ اب دیکھ لیجئے حضرت مجدد کا روایت فقہی لانا اور اُن کے سبب صحیح حدیثوں پر عمل نہ فرمانا۔ اور میاں جی صاحب دہلوی کا بے دھڑک شرک کی جڑ جاننا۔ خدا ایسے شرک پسندوں کے سائے سے بچائے۔ خیر یہ تو میاں جی جانیں اور ان کا کام، کلامِ جناب مجدد صاحب کے فوائد سنیے:

اوّل: بڑا بھاری فائدہ تو یہ ہوا۔

دوم: حضرت موصوف نے یہ بھی فرمادیا کہ اقوال امام کے مقابل ایسی معروف حدیثیں جیسی رفع یدین وقرأت مقتدی وغیرہما میں آئیں کہ کسی طرح احادیث اشارہ سے اشتہار میں کم نہیں وہی پیش کرے گا جو نرا گاؤدی کودن بے عقل ہو یا معاند، مکابر، ہٹ دھرم کہ نہ وہ حدیثیں امام سے چھپ رہنے کی تھیں۔ نہ معاذ اللہ امام اپنی رائے سے حدیث کا خلاف کرنے والے، تو ضرور کسی دلیل قوی شرعی سے ان سے عمل نہ فرمایا۔

سوم: یہ بھی فرمادیا کہ ہمیں جواب احادیث معلوم ہو جانا کچھ ضرور نہیں۔ اس قدر اجمالاً جان لینا بس ہے کہ ہمارے عالموں کے پاس وجہ موجود ہوگی۔

چہارم: یہ بھی فرمادیا کہ ہمارے علم میں کسی مسئلہ مذہب پر دلیل نہ ہونا درکنار اگر صراحۃً اس کے خلاف پر ہمیں دلیل معلوم ہو جب بھی ہمارا علم کچھ معتبر نہیں اُسی مسئلہ مذہب پر عمل رہے گا۔

پنجم: یہ بھی فرمادیا کہ ہمارے علمائے سلف رحمہم اللہ کو جیسا علمِ حدیث تھا جیسا وہ صحیح وضعیف ومنسوخ وناسخ پہچانتے تھے بعد کے لوگ ان کی برابری نہیں کرسکتے کہ نہ انہیں ویسا علم نہ یہ اس قدر زمانہ رسالت سے قریب، جب حضرت مجدد اپنے زمانہ کو ایسا فرمائیں۔ تو اب تو اس پر بھی تین سو برس گزر گئے۔ آج کل کے الٹے سیدھے چند حرف پڑھنے والے کیا برابری ائمہ کی لیاقت رکھتے ہیں۔

ششم: اس شرط کی بھی تصریح فرمادی کہ امام کے وہ اقوال منقولہ سوال خاص اُسی حدیث کے باب میں ہیں جو امام کو نہ پہنچی، اور اس سے مخالف بربنائے عدمِ اطلاع ہوئی نہ یہ کہ اصول مذہب پر وہ بوجوہ مذکورہ کسی وجہ سے مرجوع یا مؤول یا متروک العمل تھی کہ یوں تو بحالِ اطلاع بھی مخالفت ہوتی۔ **کما لا یخفی** جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔

ہفتم: جناب مجدد صاحب کی شان علم سے تو ان حضرات کو بھی انکار نہ ہوگا۔ یہی مرزا جانجاناں صاحب جنہیں بزرگ مان کر ان کے کلام سے استناد کیا گیا۔ جناب موضوع کو قابل اجتہاد خیال کرتے اور اپنے ملفوظ میں لکھتے ہیں:

عرض کردم یارسول اللہ حضرت درحق مجدد الف ثانی چہ فرمایند؟ فرمودند مثل ایشان در امتِ من دیگر کیست۔

ترجمہ: عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ حضور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میری امت میں اس کی مثل دوسرا کون ہے۔ (کلمات طیبات ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں، مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۷)

جب ایسے بزرگان بزرگ فرمائیں کہ ہم مقلدوں کو قولِ امام کے خلاف حدیثوں پر عمل جائز نہیں، جو اس کا مرتکب ہو وہ احمق بے ہوش یا ناحق باطل کوش ہے۔ تو پھر آج کے جھوٹے مدعی کسی گنتی میں رہے۔ (یہ سات فائدے عبارت مکتوبات میں تھے)۔

ہشتم: اگرچہ قول امام کی حقانیت اپنے خیال میں نہ آئے مگر عمل اسی پر کرنا لازم یہی اللہ ﷻ کو پسند موجب برکات ہے۔ دیکھو ایک مدت تک مسئلہ قرأت مقتدی میں حقانیت مذہب حنفی جناب مجدد صاحب پر ظاہر نہ تھی، قرأت کرنے کو دل چاہا مگر بپاس مذہب نہ کرسکے، یہی ڈھونڈتے رہے کہ خود حنفی مذہب میں کوئی راہ جواز کی ملے۔

نہم: اس سوال کا بھی صاف صاف جواب دے دیا کہ ایک مسئلہ بھی اگر خلاف امام کیا اگر چہ اسی بنا پر کہ اس میں حقانیت مذہب ظاہر نہ ہوئی تاہم مذہب سے خارج ہوجائے گا۔اسے نقل از مذہب فرماتے ہیں۔

دہم: یہ سخت اشدوقاہر حکم دیکھئے جوایسا کرے وہ ملحد ہے۔آپ حضرات اپنے ایمان میں جومناسب جانیں مانیں، چاہے حضرت مجدد صاحب کے نزدیک معاذ اللہ تعالیٰ شاہ صاحب ومرزا صاحب کوسفیہ ومعاند وملحد قرار دیں، چاہے ان دونوں صاحب کے طور پر حضرت مجدد کو مدعی باطل ومخالف امام اور عیاذاً باللہ کھلا احمق یا چھپا منافق ٹھہرائیں

ولاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی توفیق نہیں مگر بلندی وعظمت والے معبود کی توفیق سے۔لاجرم یہ دونوں صاحب اسی صحتِ عملی میں کلام کررہے ہیں جس پر اطلاع فقہائے اہل نظر واجتہاد فی المذہب کا کام، اب نہ یہ کلام باہم متخالف، نہ ان میں کوئی حرف ہمارے مخالف : هكذا ينبغی التحقيق والله ولی التوفيق۔یوں ہی تحقیق ہونی چاہیے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔یہ مبحث بہت طویل الاذیال تھی جس میں بسطِ کلام کو دفتر ضخیم لکھا جاتا۔مگر ماقل وكفى خير مما كثر والهی (جو مختصر اور جامع ہو وہ اس سے بہتر ہے جو کثیر اور لغو ہو) حضرات ناظرین خاص مبحث مسئول عنہ پر نظر رکھیں۔خروج عن المبحث سے کہ صنیع شنیع جہلہ وعاجزین ہے حذر رکھیں۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم میں اور ہماری قوم میں حق فیصلہ کر، اور تیرا فیصلہ سب سے بہتر ہے، (سورۃ الاعراف، ۸۹)

وصلی الله تعالى على سيد المرسلين محمد واله وصحبه اجمعين۔

اور درود نازل فرما اللہ تعالیٰ رسول کے سردار محمد مصطفےٰ پر اور آپ کی تمام آل واصحاب پر۔

مناسب کہ ان مختصر سطور کو بلحاظ مضامین الفضل الموهبی فی معنی اذا صح الحديث فهو مذهبی (اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ فضل اس قول۔(امام اعظم) کے معنی میں کہ جب کوئی حدیث صحت کو پہنچے تو وہی میرا مذہب ہے۔) سے مسمّٰی کیجئے۔اور بنظر تاریخ اعز النكات بجواب سوال اركات (مضبوط ترین نکات، علاقہ ارکاٹ سے بھیجے ہوئے سوال کے جواب میں ت۔) لقب دیجئے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے۔(سورۃ البقرۃ، ۱۲۷)

آمین۔والحمد لله رب العلمين والله سبحنه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

آمین اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔اور اللہ ﷻ خوب جانتا ہے وہ پاک اور بلند ہے۔اس کی بزرگی جلیل اور اس کا علم تام مستحکم ہے۔

كتب عبده المذنب احمد رضا البريلوی عفی عنه بمحمدن المصطفى النبی الامی صلى الله تعالى عليه وسلم محمدی سنی حنفی قادری عبدالمصطفى احمد رضا خان (فتاویٰ رضویہ، ج۲۷، ص۷۹، تا ۸۸، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

الجواب:

حضرت سیدنا علامہ فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی، حنفی علیہ الرحمۃ متوفی، ۳۷۵ھ لکھتے ہیں:

اَلْإِشَارَةَ عِنْدَ قَوْلِهِ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا الله، حَسَنٌ، وَقِيلَ لَا يُشِيرُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، پڑھتے وقت اشارہ کرنا اچھا ہے، اور کہا گیا ہے کہ اشارہ نہ کرے اور اسی پر فتویٰ۔

(فتاوی النوازل، کتاب الصلاۃ، فصل فیما یکرہ فی الصلاۃ وما لا یکرہ، ص، ۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سیدنا امام ابوبکر محمد بن احمد بن ابو سہل سرخسی، حنفی علیہ الرحمۃ متوفی، ۵۰۰ھ، وعلامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی، حنفی علیہ الرحمۃ متوفی، ۸۵۵ھ، لکھتے ہیں:

ثم قيل: لا يشير بالمسبحة عند قوله: أشهد أن لا إله إلا الله۔

پھر کہا گیا کہ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، پڑھتے وقت سبابہ انگلی سے اشارہ نہ کرے۔

(محیط سرخسی، ص، ۵۶، مخطوطہ، وشرح سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب الاشارۃ فی التشہد، ج، ۳، ص، ۱۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سیدنا علامہ، ملک العلماء، علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی، حنفی علیہ الرحمۃ متوفی، ۵۸۷ھ، لکھتے ہیں:

وَهَلْ يُشِيرُ بِالْمُسَبِّحَةِ إِذَا انْتَهٰى إِلٰى قَوْلِهِ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ؟ قَالَ: بَعْضُ مَشَايِخِنَا لَا يُشِيرُ، لِأَنَّ فِيهِ تَرْكَ سُنَّةِ الْيَدِ وَهِيَ الْوَضْعُ۔

اور کیا جب، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، تک پہنچے تو شہادت کی انگلی کے ساتھ اشارہ کرے؟ ہمارے بعض مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے فرمایا: اشارہ نہ کرے، کیونکہ اس سے ہاتھ کو مسنون طریقہ پر رکھنے کی سنت کا ترک ہے۔

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الصلاۃ، فصل، واما سننہا، ا، ص، ۳۱۷، دار الفکر، بیروت)

حضرت سیدنا امام فقیہ ابو الفتح ظہیر الدین عبد الرشید بن ابو حنیفہ ابن عبد الرزاق الولوالجی علیہ الرحمۃ متوفی، ۵۴۰، لکھتے ہیں:

وَلَا يُشِيرُ بِالسَّبَّابَةِ عِنْدَ قَوْلِهِ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى؛ لِأَنَّ مَبْنَى الصَّلَاةِ عَلَى السُّكُونِ وَالْوَقَارِ۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، پڑھتے وقت سبابہ انگلی سے اشارہ نہ کرے، اور اسی پر فتویٰ ہے، کیونکہ نماز سکون اور وقار پر مبنی ہے۔

(الفتاوی الولوالجیۃ، کتاب الطہارت، الفصل الرابع عشر فی مسائل المتفرقہ، ج، ا، ص، ۱۶۸، مکتبۃ الحرمین شریفین، کانسی روڈ، کوئٹہ)

حضرت سیدنا الامام الاکمل الفقہ الامجد طاہر بن عبد الرشید بخاری، حنفی علیہ الرحمۃ متوفی، ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

وَإِذَا انْتَهٰى إِلٰى قَوْلِهِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ يُشِيرُ بِالْمُسَبِّحَةِ وَالْمُخْتَارُ أَنَّهُ لَا يُشِيرُ۔

اور جب، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، تک پہنچے تو اشارہ کرے، اور مختار یہ ہے کہ اشارہ نہ کرے۔

(خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الصلاۃ، ج، ا، ص، ۵۵، مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ)

حضرت سیدنا علامہ ابو الحسن بن ابی بکر مرغینانی، حنفی علیہ الرحمۃ متوفی، ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

وَلَا يُشِيرُ بِالسَّبَّابَةِ عِنْدَ قَوْلِهِ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا الله، فِي الصَّلَاةِ، وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى؛ لِأَنَّ مَبْنَى الصَّلَاةِ عَلَى السَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ۔

اور نماز میں، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، پڑھتے وقت سبابہ انگلی سے اشارہ نہ کرے، اور اسی پر فتویٰ ہے، کیونکہ نماز سکون اور وقار پر مبنی ہے۔

(کتاب التجنیس والمزید، کتاب الصلاۃ، ج۱، ۵۲۱، ادارۃ القرآن، کراتشی)

حضرت سیدنا علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری، حنفی، علیہ الرحمہ متوفی ۶۱۶ھ، لکھتے ہیں:

وقد قيل: رفع سبابة اليد اليمنى في التشهد عند قوله: أشهد أن لا إله إلا الله عند أبي حنيفة ومحمد والشافعي، وقال في ظاهر الأصول: لا يرفعها، وكذا روي عن أبي يوسف۔

اور کہا گیا ہے کہ حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا امام محمد رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک تشہد میں، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، کہتے وقت دائیں ہاتھ سبابہ انگلی کو اٹھائے، اور ظاہر اصول میں ہے کہ نہ اٹھائے اور اسی طرح حضرت سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

(المحیط البرہانی، کتاب الصلاۃ، الفصل الثانی فی الفرائض والواجبات والسنن، ج۲، ص۸۶، ادارۃ القرآن، کراچی)

حضرت سیدنا علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری، حنفی، متوفی ۶۱۶ھ، لکھتے ہیں:

إذا أخذ في التشهد، وانتهى إلى قوله أشهد أن لا إله إلا الله، هل يشير بإصبعته السبابة من اليد اليمنى؟ لم يذكر محمد هذه المسألة في »الأصل« وقد اختلف المشايخ فيه، منهم من قال: لا يشير؛ لأن مبنى الصلاة على السكينة والوقار۔

جب تشہد میں، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، تک پہنچے تو کیا دائیں ہاتھ کی سبابہ انگلی سے اشارہ کرے؟ حضرت سیدنا امام محمد رضی اللہ عنہ نے، کتاب الاصل (یعنی مبسوط) میں اس مسئلہ کو ذکر نہیں کیا۔ اور اس بارے میں مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا اختلاف ہے، بعض نے فرمایا: اشارہ نہ کرے، کیونکہ نماز کی بناء سکون اور وقار پر ہے۔

(المحیط البرہانی، کتاب الصلاۃ، الفصل الثالث فی ما یفعلہ بعد الشروع فی الصلاۃ، ج۲، ص۱۲۷، ادارۃ القرآن، والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

حضرت سیدنا مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمہ متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

إِلَّا أَنَّهُمُ اخْتَلَفُوا فِي تَحْرِيكِ أُصْبُعِهِ السَّبَّابَةِ فَمِنْهُمْ مَنْ رَأَى تَحْرِيكَهَا وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يَرَهُ وَكُلُّ ذٰلِكَ مَرْوِيٌّ فِي الْآثَارِ الصِّحَاحِ الْمُسْنَدَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَمِيعُهُ مُبَاحٌ۔

لیکن سبابہ انگلی کو حرکت دینے میں اختلاف ہے۔ بعض نے فرمایا: انگلی کو حرکت دینی چاہئے اور بعض نے کہا: حرکت نہیں دینی چاہئے۔ یہ تمام نبی کریم ﷺ سے صحیح آثار کے ذریعے مروی ہیں اور ہر صورت مباح ہے۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ البقرۃ، تحت الآیۃ: ۴۳، ج۱، ص۲۴۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سیدنا علامہ محمد بن محمود بابرتی، حنفی علیہ الرحمہ متوفی ۷۸۶ھ، لکھتے ہیں:

وَقَوْلُهُ: (وَبَسَطَ أَصَابِعَهُ وَتَشَهَّدَ) وَهَلْ يُشِيرُ بِالْمُسَبِّحَةِ إِذَا انْتَهَى إِلَى الشَّهَادَةِ أَوْ لَا؟ لَمْ يَذْكُرْهُ، فَمِنَ الْمَشَايِخِ مَنْ يَقُولُ بِأَنَّهُ لَا يُشِيرُ؛ لِأَنَّ فِي الْإِشَارَةِ زِيَادَةَ رَفْعٍ لَا يُحْتَاجُ إِلَيْهَا فَالتَّرْكُ أَوْلَى؛ لِأَنَّ مَبْنَى الصَّلَاةِ عَلَى السَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ۔

اور صاحب ہدایہ کا قول (اور اپنی انگلیاں بچھادے اور تشہد پڑھے) اور کیا جب شہادت تک پہنچے تو سبابہ انگلی سے اشارہ کرے یا نہ کرے؟ صاحب ہدایہ نے

اس کو ذکر نہیں کیا، پس بعض مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے فرمایا: اشارہ نہ کرے، کیونکہ اشارہ کرنے میں (انگلی) اٹھانے کی زیادتی ہے اس کی ضرورت نہیں ہے، پس اس کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔ اس لیے کہ نماز کی بناء سکون اور وقار پر ہے۔

(العنایۃ شرح الھدایۃ علی ہامش فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج ۱، ص ۳۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سیدنا امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی علیہ الرحمۃ، متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

وَكَثِيرٌ مِنَ الْمَشَايِخِ لَا يَرَوْنَ الْإِشَارَةَ وَكَرِهَهَا فِي مُنْيَةِ الْمُفْتِي۔

ترجمہ: اور کثیر مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اشارہ نہیں کرتے تھے، اور منیۃ المفتی میں اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج ۱، ص ۱۲۱، مکتبہ امدادیہ، ملتان)

حضرت سیدنا علامہ فرید الدین عالم بن علاء، دہلوی علیہ الرحمۃ متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

وقد اختلف المشايخ فيه، منهم من قال: لا يشير۔ وفي الكبرى، وعليه الفتوى۔

ترجمہ: اور اس بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے، بعض نے فرمایا: اشارہ نہ کرے، اور کبریٰ میں ہے، اور اسی پر فتویٰ۔

(الفتاوی التاتارخانیۃ، کتاب الصلاۃ، فصل کیفیۃ الصلاۃ، ج ۲، ص ۱۸۷، مکتبہ فاروقیہ، کوئٹہ)

حضرت سیدنا علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی، حنفی علیہ الرحمۃ فی ۸۵۵ھ، لکھتے ہیں:

هل يشير بالمسبحة إذا انتهى إلى قوله - أشهد أن لا إله إلا الله؟ فقال بعض مشايخنا: لا يشير؛ لأن في الإشارة زيادة لا يحتاج إليها فيكون تركه أولى. وفي المنية والواقعات وعليه الفتوى۔ وفي الذخيرة وهو ظاهر الرواية۔

ترجمہ: اور کیا جب، "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ" تک پہنچے تو شہادت کی انگلی کے ساتھ اشارہ کرے؟ تو ہمارے بعض مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے فرمایا: اشارہ نہ کرے، کیونکہ اشارہ کرنے میں زیادتی ہے اس کی ضرورت نہیں ہے، پس اس کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔ اور منیہ اور واقعات میں ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے، اور ذخیرہ میں ہے کہ یہی ظاہر روایت ہے۔

(البنایۃ شرح الھدایۃ، کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلاۃ، ج ۲، ص ۲۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سیدنا علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی، حنفی علیہ الرحمۃ، متوفی ۸۵۵ھ، لکھتے ہیں:

ويقال، لا يشير، وفي المنية، يكره الاشارة۔

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ اشارہ نہ کرے اور منیہ میں ہے کہ اشارہ مکروہ ہے۔

(شرح العینی علی کنز الدقائق، المسمی، رمز الحقائق، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج ۱، ص ۶۰، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراتشی، وفتح باب العنایۃ بشرح النقایۃ، کتاب الصلاۃ، باب سنن الصلاۃ، ج ۱، ص ۲۶۴، شرکۃ دار الارقم بن ابی الارقم، بیروت)

لا يشير ولا يعقد وهذا ظاهر اصول اصحابنا كما في الزاهدي وعليه الفتوى۔ كما في المضمرات والواجي والخلاصة وغيرها۔

ترجمہ: نہ تو اشارہ کرے اور نہ گرہ لگائے اور ہمارے اصحاب کا یہی ظاہر اصول ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ جیسا کہ مضمرات اور ولواجی اور

خلاصہ وغیرہ میں ہے۔

(جامع الرموز شرح الوقایہ المسمی بالنقایہ، ص،۸۹، کلکتہ)

حضرت سیدنا علامہ کمال الدین بن ہمام، حنفی، متوفی ۸۶۱ھ، اور علامہ قاضی شہیر ملا خسرو حنفی علیہ الرحمۃ متوفی ۸۸۵ھ، لکھتے ہیں:

عَنْ قَوْلِ كَثِيرٍ مِنَ الْمَشَايِخِ أَنَّهُ لَا يُشِيرُ أَصْلًا۔

ترجمہ: کثیر مشائخ سے روایت ہے کہ اشارہ بالکل نہ کرے۔

(فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج ۱، ص ۳۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، درر الحکام شرح غرر الاحکام، باب صفۃ الصلاۃ، ج ۱، ص ۷۵،)

حضرت سیدنا علامہ زین الدین بن نجیم حنفی علیہ الرحمۃ متوفی ۹۷۰ھ، لکھتے ہیں:

لَا يُشِيرُ بِالسَّبَابَةِ عِنْدَ الشَّهَادَتَيْنِ، وَهُوَ قَوْلُ كَثِيرٍ مِنَ الْمَشَايِخِ، وَفِي الْوَلْوَالِجِيَّةِ وَالتَّجْنِيسِ: وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى؛ لِأَنَّ مَبْنَى الصَّلَاةِ عَلَى السُّكُونِ، وَكَرِهَهَا فِي مُنْيَةِ الْمُصَلِّي۔

ترجمہ: شہادت کے وقت سبابہ انگلی سے اشارہ نہ کرے، اور یہ کثیر مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا قول ہے، اور ولوالجیہ اور تجنیس میں ہے، اسی پر فتویٰ ہے، کیونکہ نماز کی بناء سکون پر ہے اور منیۃ المصلی میں اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج ۱، ص ۵۶۵، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

حضرت سیدنا امام سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۰۰۵ھ، لکھتے ہیں:

ولا يخفى أن وضع اليدين عليها يستلزمه، وفي إطلاق البسط إيماء إلى أنه لا يشير بالسبابة عند الشهادتين عاقدًا الخنصر والتي تليها محلقًا الوسطى والإبهام وهذا قول كثير من المشايخ وعليه الفتوى كما في عامة الفتاوى وجزم في (منية المفتي) بكراهته۔

ترجمہ: اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ دونوں ہاتھوں کا رانوں پر رکھنا لازم ہے، اور انگلیوں کو بچھانے کے اطلاق میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شہادتین کے وقت چھوٹی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی کی گرہ بنا کر، درمیانی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر سبابہ انگلی سے اشارہ نہ کرے، اور یہ کثیر مشائخ کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ عامۃ الفتاویٰ میں ہے اور (منیۃ المفتی) میں اس کی کراہت پر جزم کیا ہے۔

(النہر الفائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج ۱، ص ۲۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سیدنا علامہ یعقوب بن سید علی علیہ الرحمۃ، متوفی ۹۳۱ھ، لکھتے ہیں:

وقيل لا يشير وعليه الفتوى، لان مبنى الصلاة على السكينة كذا في الواقعات۔

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ اشارہ نہ کرے، اور اسی پر فتویٰ ہے، کیونکہ نماز سکون پر مبنی ہے، اسی طرح واقعات میں لکھا ہے۔

(مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام، ص ۱۲۶، مکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکی)

حضرت سیدنا علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۸۸ھ، لکھتے ہیں:

لَا يُشِيرُ بِسَبَّابَتِهِ عِنْدَ الشَّهَادَةِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى۔

ترجمہ: شہادت کے وقت اپنی سبابہ انگلی سے اشارہ نہ کرے اور اس پر فتویٰ ہے۔

(الدر المختار شرح تنویر الابصار وجامع البحار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج، ۲، ص، ۲۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سیدنا عارف باللہ سیدی شیخ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی، نابلسی، حنفی، نقشبندی، متوفی ۱۱۴۳ھ، لکھتے ہیں:

وفی (منیۃ المفتی) یکرہ أن یشیر عند کلمۃ الشھادۃ۔

ترجمہ: اور (منیۃ المفتی) میں ہے کہ کلمہ شہادت کے وقت اشارہ کرنا مکروہ ہے۔

(حدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، ج، ۵، ص، ۱۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سیدنا عارف باللہ سیدی شیخ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی، نابلسی، حنفی، نقشبندی، متوفی ۱۱۴۳ھ، لکھتے ہیں:

واما الاشارۃ بالسبابۃ فی التشھد، ففی المحیط، و ملتقی الابحر، انھا مکروھۃ۔

ترجمہ: اور رہا تشہد میں سبابہ انگلی سے اشارہ کرنا، تو محیط اور ملتقی الابحر میں ہے کہ اشارہ کرنا مکروہ ہے۔

(فتاوی النابلسی المسماۃ بنھایۃ المرادفی شرح ھدایہ ابن العماد، ج، ۲، ص، ۵۵۱، ۵۵۲، مکتبہ حقانیہ، کوئٹہ)

حضرت سیدنا ملا نظام الدین، حنفی علیہ الرحمہ متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

وَإِذَا انْتَهَى إِلَى قَوْلِهِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ يُشِيرُ بِالْمُسَبِّحَةِ وَالْمُخْتَارُ أَنَّهُ لَا يُشِيرُ. كَذَا فِي الْخُلَاصَةِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى. كَذَا فِي الْمُضْمَرَاتِ نَاقِلًا عَنْ الْكُبْرَى وَكَثِيرٌ مِنْ الْمَشَايِخِ لَا يَرَوْنَ الْإِشَارَةَ وَكَرِهَهَا فِي مُنْيَةِ الْمُفْتِي. كَذَا فِي التَّبْيِينِ۔

ترجمہ: اور جب، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، تک پہنچے تو اشارہ کرے، اور مختار یہ ہے کہ اشارہ نہ کرے۔ اسی طرح خلاصہ میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اور اسی طرح مضمرات میں کبریٰ سے نقل کر کے لکھا ہے اور کثیر مشائخ اشارہ نہیں کرتے تھے اور منیۃ المفتی میں اس کو مکروہ لکھا ہے، اور اسی طرح تبیین میں ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج، ۱، ص، ۸۴، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

فی الفتاوی لا یشیر بالسبابۃ عند التشھد ھو المختار و علیہ الفتوی۔

ترجمہ: فتاویٰ میں ہے کہ تشہد کے وقت انگشت سبابہ سے اشارہ نہ کریں، اور یہی مختار ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے۔

(الفتاوی الغیاثیۃ، فصل فی یکرہ وما یکرہ، ص، ۲۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یکرہ أن یشیر بالسبابۃ فی الصلاۃ عند قولہ؛ أشھد أن لا إلہ إلا اللہ، وھو المختار۔

ترجمہ: نماز میں، أشھد أن لا إلہ إلا اللہ، کہتے وقت سبابہ کی انگلی سے اشارہ کرنا مکروہ، اور یہی مختار مذہب ہے۔

(الفتاوی السراجیۃ، کتاب الصلاۃ باب ما یکرہ فی الصلاۃ، ص، ۷۳، مکتبہ زم زم، کراچی)

حضرت سیدنا علامہ سدید الدین کاشغری، حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وقال فی الواقعات لا یشیر۔

ترجمہ: اور واقعات میں فرمایا: اشارہ نہ کرے۔

(منیۃ المصلی، صفۃ الصلاۃ، ص،۱۰۱، میر محمد کتب خانہ، کراچی)

حضرت سیدنا شیخ مسعود ابن محمود سمرقندی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اما این سنت علماء متقدم است متاخران بآخر نہی کردہ اند و منسوخ شد بنا بر آنکہ این قول را رافضیان گرفتہ اند۔

ترجمہ: لیکن یہ (اشارہ سبابہ کرنا) سنت متقدمین علماء کی ہے متاخرین علماء نے بعد میں اس سے منع کر دیا اور منسوخ ہوا ہے کیونکہ اس (اشارہ کرنے کے) قول کو رافضیوں نے (شیعوں) لیا ہوا ہے۔

(صلوٰۃ مسعودی، باب ششم دربیان مستحبات نماز، ج،۱، ص،۶۵، ۶۶، درمطبع محمدی واقع لباس بمبئی طبع پوشد)

حضرت سیدنا عمدۃ العلماء، زبدۃ الفضلاء شیخ نصیر الدین منائی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

در جامع گفتہ در شہادت اشارت و عقد نکند و فتوی برین ہست۔

ترجمہ: جامع میں فرمایا کہ شہادت میں اشارہ اور عقد نہ کرے اور فتویٰ اسی پر ہے۔ (فتاویٰ برہنہ، ج،۱، ص،۲۳۴، مکتبہ عربیہ کانسی روڈ، کوئٹہ)

حضرت سیدنا علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمۃ متوفی، ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

وفی، العتابیۃ، لا یشیر بالسبابۃ عند التشہد۔ وھو المختار۔

ترجمہ: فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ تشہد کے وقت انگشت سبابہ سے اشارہ نہ کریں، اور یہی مختار ہے۔

(التدھین للتزیین علی وجہ التبیین، مجموعۃ الرسائل، ج،۲، ص،۶۷، دار الکتاب، صدف پلازہ، محلہ جنگی، پشاور)

حضرت سیدنا علامہ لطف اللہ نسفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

والعاشر، الاشارۃ بالسبابۃ کاھل الحدیث۔

ترجمہ: دسواں (نماز میں حرام کام)، اہلِ حدیث کے اشارہ کی طرح سبابہ انگلی سے اشارہ کرنا ہے۔

(خلاصہ کیدانی، ۸۴، درمطبع مصطفائی محمد حسین خان طبع شد، الجواہر الکلی شرح عمدۃ المصلی، الباب السادس من الابواب الثمانیۃ، فی بیان المحرمات التی فی الصلاۃ، ص،۲۱۱، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور)

اہلِ حدیث کی شرح میں حضرت سیدنا میر سید شریف، متوفی، ۸۱۶ھ، لکھتے ہیں:

کاھل الحدیث۔ ای کاشارۃ اھل الحدیث وھم الذین یعملون بظواھر الاحادیث ولا یفرقون بین الناسخ والمنسوخ بین الظاھر والماول ویغفلون عن المعنی الفقھی فیقع لھم الغلط کثیراً

یعنی اہلِ حدیث کے اشارہ کی طرح، اور وہ احادیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہیں اور ناسخ اور منسوخ، اور ظاہر اور مؤول کے درمیان فرق نہیں کرتے، اور فقہی معنی سے غافل ہوتے ہیں تو ان کو بہت زیادہ غلطی واقع ہو جاتی ہے۔

(حاشیہ خلاصہ کیدانی، ۸۴، درمطبع مصطفائی محمد حسین خان طبع شد)

حضرت سیدنا محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمہ متوفی، ۱۰۵۲ھ، وغیرہ لکھتے ہیں:

وفرموده که مشایخ ما مختلف اند در اثبات بمسبحه در وقت تهلیل جماعة از ایشان بر انند که اشارت نکند و در منیه و واقعات و تجنیس ومختار النوازل ومضمرات وولوالجی وفتاوی کبری گفته اند که فتوی بر عدم اشارت ست و در خلاصه وخزانة المفتیین گفته که مختار همین ست و در ذخیره گفه که ظاهر روایت همین ست وتعلیل کرده اند

این جماعة در نفی آنکه درینجا زیادت فعلی ست که بدان احتیاج نیست پس ترک آن اولی باشد چه مبنای نماز بر سکینه ووقار ست و درین فعل موافقت رفضه است پس اولی ترک آن باشد تحقیقا للمخالفته۔

ترجمہ: اور فرماتے ہیں کہ تہلیل (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ) کے وقت اشارہ سبابہ کے اثبات میں ہمارے مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا اختلاف ہے، ان کی ایک جماعت اس بات پر ہے کہ اشارہ نہ کریں اور منیہ اور واقعات اور تجنیس اور مختار النوازل اور مضمرات اور ولوالجی اور فتاویٰ کبریٰ میں فرماتے ہیں کہ فتویٰ اشارہ نہ کرنے پر ہے، اور خلاصہ اور خزانۃ المفتیین میں فرمایا کہ مختار یہی ہے

اور ذخیرہ میں فرمایا کہ ظاہر روایت یہی ہے، اور اشارہ سبابہ کی نفی میں یہ جماعت علت بیان کرتے ہیں کہ اس جگہ ایک فعل زیادہ ہے یہاں اس کی ضرورت نہیں ہے، پس اس کو ترک کرنا اولیٰ ہوا، کیونکہ نماز سکون اور وقار پر مبنی ہے اور اس فعل میں رافضیوں (شیعوں) کی موافقت ہے، پس تحقیقی طور پر ان کی مخالفت کے لیے اس کو ترک کرنا اولیٰ ہوا۔

(شرح سفر سعادت، تحقیق رفع سبابہ عند الشہادۃ، ص، ۸۱، النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، فتاویٰ نور الہدیٰ المشہور رفتاویٰ جامع الفوائد، ص، ۳۲، میر محمد کتب خانہ، کراچی)

حضرت سیدنا خاتم الفقہاء علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، حنفی، نقشبندی، متوفی ۱۲۵۲ھ، لکھتے ہیں:

(والحاصل) ان کلا من الاشارة وعدمها قولان مصححان فی المذهب والقول بها هو الموافق لما صح عن الشارع صلی الله تعالی علیه وسلم فلهذا رجحه جمهور العلماء المأخرین وان کان القول بعدمها هو الاقوی من حیث النقل عن اهل المذهب۔

(اور حاصل کلام یہ ہے) کہ مذہب میں اشارہ کرنے اور نہ کرنے کے متعلق دونوں قول صحیح ہیں اور اشارہ کرنے کے متعلق قول جو شارع ﷺ سے صحیح طور پر موافق ہے، لہٰذا جمہور متاخرین علماء نے اس کو ترجیح دی اگرچہ اشارہ نہ کرنے کے بارے میں قول ہی اہل مذہب سے نقل کی حیثیت سے زیادہ قوی ہے۔

(رفع التردد فی عقد الاصابع عند التشہد، مجموعۂ رسائل ابن عابدین، ج، ۱، ص، ۱۲۸، مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ)

حضرت سیدنا شیخ عبدالغنی غنیمی، دمشقی، حنفی علیہ الرحمہ متوفی، ۱۲۹۸ھ، لکھتے ہیں:

أی قرأ تشهد ابن مسعود، بلا اشارة بسبابته عند الشهادة فی ظاهر الروایة۔

یعنی تشہد ابن مسعود پڑھے، ظاہر روایت میں ہے کہ شہادت کے وقت اپنی سبابہ انگلی سے اشارہ نہ کرے۔

(اللباب فی شرح الکتاب (شرح قدوری) ص، ۴۷، میر محمد کتب خانہ، کراچی)

حضرت سیدنا علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۸۱۰ھ، لکھتے ہیں:

لیکن مشہور مذہب امام اعظم آن است کہ اشارت نکند و انگشتانِ ہر دو دست متوجہ قبلہ دارد۔

ترجمہ: لیکن مشہور مذہب امام اعظم ﷺ کا یہ ہے کہ اشارہ نہ کرے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف متوجہ رکھے۔

(مالابد منہ، فصل طریق خواندنِ نماز بروجہ سنت، ص، ۱۳۱، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

بہ "میر محمد نعمان" در جوابِ اسولہ کہ پرسیدہ بودو در آنجا تحقیق اشارت سبابہ است و آنچہ مختار علماء حنفیہ است در آن باب

الحمد للہ رب العلمین و الصلوۃ و السلام علیٰ سید المرسلین و علیٰ اخوانہ من الانبیاء و المرسلین و الملائکۃ المقربین و علیٰ عباد اللہ الصالحین اجمعین

صحیفۂ شریفہ کہ بہ مصحوب "ملا محمود" ارسال داشتہ بودند، رسید۔ فرحت فراوان رسانید۔ پرسیدہ بودند کہ علماء می گویند کہ زمین روضۂ متبرکہ مدینہ۔ علی صاحبہا علیٰ الصلواۃ و التحیۃ۔ از مکۂ معظمہ بزرگتر است، باوجود مسجود بودن صورت و حقیقت کعبۂ معظمہ مر صورت و حقیقت محمدیہ را۔ علی صاحبہا الصلوٰۃ و التحیۃ۔ زمین روضۂ متبرکہ چون بزرگتر باشد؟

مخدوما! آنچہ نزد فقیر ثابت شدہ است، آن است کہ خیر البقاع، کعبۂ معظمہ است، بعد از آن، روضۂ مقدسہ مدینہ۔ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و التحیۃ۔ بعد از آن، حرمِ حضرت مکہ۔ حرسہا اللہ تعالیٰ عن الافات۔

اگر علماء روضۂ متبرکہ را از مکہ معظمہ بہتر گفتہ باشند، مراد از مکۂ معظمہ، سوای زمین کعبۂ مقدسہ مراد داشتہ باشند۔

میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا۔ ان کے سوالات کے جواب میں جوانہوں نے پوچھے تھے۔ اور ان میں سے ایک سوال التحیات میں انگلی شہادت اٹھانے کی تحقیق ہے اور اس امر کا بیان ہے کہ اس بارے میں علمائے حنفیہ کا مختار مذہب کیا ہے؟

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین و علیٰ اخوانہ من الانبیاء و المرسلین و الملٰئکۃ المقربین و علی عباد اللہ الصلحین اجمعین

آپ کا صحیفہ شریفہ جو ملا محمود کے ہاتھ روانہ کیا تھا، موصول ہوا، اور بہت خوشی کا باعث ہوا۔ آپ نے پوچھا تھا۔ کہ علماء فرماتے ہیں کہ روضہ متبرکہ مدینہ منورہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی زمین مکہ معظمہ سے زیادہ افضل ہے۔ صورت اور حقیقت کعبہ معظمہ صورت وحقیقت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ و السلام والتحیۃ) کا مسجود ہونے کے باوجود روضہ متبرکہ کی زمین کیسے افضل ہوسکتی ہے۔ مخدوم گرامی! جو چیز فقیر کے نزدیک ثابت ہے۔ یہ ہے کہ تمام جگہوں سے افضل جگہ کعبہ معظمہ ہے۔ اس کے بعد روضہ مقدسہ۔ مدینہ پاک (علی صاحبہا الصلوٰۃ و السلام والتحیۃ)۔ اس کے بعد مکہ شریف کی زمین حرم (اللہ تعالیٰ اسے آفات سے محفوظ رکھے) علماء نے اگر روضہ متبرکہ کو کعبہ معظمہ سے افضل کہا ہے تو اس سے ان کی مراد کعبہ مقدسہ کی زمین کے علاوہ مکہ معظمہ کی زمین ہوگی۔

وایضاً پرسیدہ بودند در مادۂ تجویز اشارت سبابہ (انگشت سبابہ کہ در تشہد در وقت گفتن اشہد ان لا الہ الا اللہ آن را تکان می دہند۔)، ملازمان مرحومی "مولانا علم اللہ" رسالہ نوشتہ اند، فرستادہ شدہ است در این باب ہر چہ اشارت شود۔

مخدوما! احادیث نبوی۔ علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ و السلام۔ در باب جواز اشارت سبابہ، بسیار وارد شدہ اند و بعضی از روایات فقہیۂ

حنفیہ، نیز در این باب آمدہ، چنانچہ مولانا در رسالہ ایراد نمودہ است و چون در کتب فقہ حنفی نیک ملاحظہ نمودہ می آید، معلوم می شود از روایاتِ جواز اشارت، غیر روایات اصول است و غیر ظاہر مذہب است و آنچہ "امام محمد شیبانی" گفتہ کان رسول اللہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ الہ وسلم۔ یشیر و نصنع کما یصنع النبی علیہ و علیٰ الہ الصلوٰۃ و السلام۔ ثم قال ہذا قولی و قول ابی حنیفۃ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔ از روایات نوادر است، نہ روایات اصول۔

فی الفتاوی الغرائب فی المحیط ھل یشیر باصبعہ السبابۃ من یدہ الیمنی لم یذکر محمد ھذہ المسئلۃ فی الاصل و قد اختلف المشایخ فیہ۔ منھم من قال لا یشیر و منھم من قال یشیر و ذکر محمد فی غیر روایۃ الاصول۔ حدیثا عن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انہ کان یشیر ثم، قال ھذا قولی و قول ابی حنیفۃ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔ و قد قیل انہ سنۃ و قیل مستحب ثم قال فیھا ھذا ما ذکروا و الصحیح ان الاشارۃ حرام۔ و فی السراجیۃ و یکرہ ان یشیر بالسبابۃ فی الصلوٰۃ عند قولہ اشھد ان لا الہ الا اللہ ھو المختار و فی الکبریٰ و علیہ الفتوی لان مبنی الصلوۃ علی السکون و الوقار۔

نیز آپ نے اشارہ سبابہ کے اشارے کے جواز کے متعلق مولانا علم اللہ کا لکھا ہوا رسالہ بھیجا ہے۔ اس بارے میں آپ کی طرف سے کیا حکم ہے؟

مخدوم گرامی! احادیث نبوی (علی مصدرھا الصلوٰۃ و السلام)، جواز اشارہ سبابہ کے باب میں بہت وارد ہوئی ہیں۔ اور اس باب میں فقہ حنفی کی بھی بعض روایات آئی ہیں۔ جیسا کہ مولانا نے رسالے میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اور جب فقہ حنفی کی کتابوں میں اچھی طرح مطالعہ کیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ جواز اشارہ کی روایت اصول کے غیر اور ظاہر مذہب کے بھی غیر ہیں۔ اور وہ جو امام محمد شیبانی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ۔ رسول اللہ ﷺ انگلی شہادت سے اشارہ کرتے تھے۔ اور ہم بھی اس طرح کرتے ہیں۔ جس طرح حضور ﷺ کرتے تھے۔ پھر امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ یہی میرا قول اور ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ روایات نوادر میں سے ہے نہ روایات اصول میں سے۔ فتاویٰ غرائب میں ہے کہ محیط میں لکھا ہے۔ کیا نمازی اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت سبابہ سے اشارہ کرے؟ امام محمد علیہ الرحمہ نے اصل (مبسوط) میں اس مسئلے کا ذکر نہیں کیا۔

اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں۔ اشارہ نہ کریں اور بعض کہتے ہیں کہ کریں۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ نے غیر روایت اصول میں ایک حدیث ذکر کی ہے۔ کہ حضور ﷺ اشارہ کرتے تھے پھر امام محمد علیہ الرحمہ نے اس بارے میں فرمایا۔ یہی میرا اور ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اشارہ سنت ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ مستحب ہے۔ پھر فتاویٰ غریب والے نے فرمایا یہ وہ ہے جو علماء نے ذکر کیا اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے۔ اور فتاویٰ سراجیہ میں ہے۔ مکروہ ہے۔ کہ نماز میں اشھد ان لا الہ الا اللہ، پر انگشت سبابہ سے اشارہ کریں۔ یہی مختار مذہب ہے۔ اور کبریٰ میں ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ کیونکہ نماز کی بنا سکون اور وقار پر ہے۔

وفی الغیاثیہ من الفتاوی و لا یشیر بالسبابۃ عند التشھد ھو المختار و علیہ الفتویٰ و فی جامع الرموز لا یشیر و لا یعقد۔ و ھو ظاھر اصول، اصحابنا کما فی الزاھدی و علیہ الفتویٰ کما فی المضمرات و الولوالجی و الخلاصۃ و غیرھا و عن اصحابنا انہ سنۃ فی خزانۃ الروایات من التاتار خانیۃ ثم اذا اخذ فی التشھد و انتھی الیٰ قولہ لا الہ الا اللہ ھل یشیر باصبعہ السبابۃ بالید الیمنیٰ لم یذکر محمد رحمہ اللہ فی الاصل و قد اختلف المشایخ فیہ منھم من قال لا یشیر و فی الکبری و علیہ الفتوی و منھم من قال یشیر و من الغیاثیۃ و لا یشیر بالسبابۃ

عند التشهد هو المختار۔

هر گاه در روایات معتبره، حرمت اشارت واقع شده باشد و بر کراهت اشارت فتویٰ داده باشند و از اشارت و عقد، نهی کنند و آن را ظاهر اصول اصحاب گویند، ما مقلدان را نمی رسد که به مقتضای احادیث عمل نموده، جرأت در اشارت، نماییم و به فتاوای چندین علماء مجتهدین مرتکب امر محرم و مکروه و منهی گردیم۔ مرتکب این امراز حنفیه، از دو حال خالی نیست، یا آنکه این علماء مجتهدین، را علم احادیث معروفه جواز اشارت اثبات نمی نمایند، یا آنکه عالم این احادیث می دانند، اما عمل به مقتضای این احادیث در حق این بزرگواران تجویز نمی کند و می انگارد که اینها به مقتضای آراء خود بر خلاف احادیث حکم بر حرمت و کراهت کرده اند و این هر دو شق فاسد است۔ تجویز نکند آن را مگر سفیه یا معاند۔

و آنچه در ترغیب الصلوٰة گفته است که انگشت شهادت برداشتن در تشهد، سنت علماء متقدم است، اما علماء متأخر نهی کرده اند، از آنکه چون رافضیان در این غلو کردند، سنیان ترک کردند، از برای نفیِ تهمتِ سنی به رافضی، مخالف روایات کتب معتبر است، زیرا که ظاهر اصولِ اصحاب ما، عدم اشارت و عدم عقد است۔ پس عدم اشارت سنت علمایِ ماتقدم شد و وجه ترک بر ایشان ظاهر نشده است، حکم به حرمت یا کراهت نکرده اند۔

هر گاه بعد از ذکر سنیت و استحباب اشارت گویند، هذا ما ذکروا والصحیح ان الا شارة حرام معلوم می شود که ادلۂ سنیت و استحبابِ اشارت نزد این بزرگواران به صحت نپیوسته است، بلکه خلاف آن به صحت رسیده (است)۔

غایة ما فی الباب: ما را علم به آن دلیل نیست و این معنی مستلزم قدح اکابر نیست۔ اگر کسی گوید که ما علم به خلاف آن دلیل داریم که علم مقلد در اثبات حل و حرمت، معتبر نیست۔ در این باب ظن مجتهد معتبر است۔ ادلۂ مجتهدین را اوهن از بیتِ عنکبوت گفتن بسیار جرأت نمودن است و علم خود را بر علم این اکابر ترجیح دادن و ظاهر اصول اصحاب حنفیه را باطل ساختن و روایات معتبره مفتیٰ بها را برهم زدن و شواذ گفتن۔ احادیث را این اکابر به واسطۂ قرب عهد و وفور علم و حصول ورع و تقوی، از ما دور افتادگان بهتر می دانستند و صحت و سقم و نسخ و عدم نسخ آنها را بیشتر از ما می شناختند۔ البته وجه موجه داشته باشند در ترک عمل به مقتضای این احادیث۔ علیٰ صاحبها الصلوٰة و السلام۔ و ما قاصر فهمان این قدر می فهمیم که روات احادیث در کیفیت اشارت و عقد، اختلاف بسیار دارند و کثرت اختلافِ ایشان، اضطراب در نفس اشارت پیدا کرده است۔

از بعضی روایات مفهوم می شود که اشارت بی عقد فرموده اند و آنکه به عقد گفته اند، بعضی روایت کرده اند که عقد پنجاه و سه بود و بعضی دیگر روایت کرده اند که عقد بیست و سه، به قبض خنصر و بنصر و حلقۂ ابهام با وسطیٰ اشارت سبابه روایت کرده اند۔ و در روایتی به مجرد وضع ابهام بر وسطیٰ اشارت می فرمودند و در روایتی آمده است که دست راست را بر فخذ چپ وضع کرده، دست چپ، را بر پای راست نهاده، اشارت می کردند و در روایت دیگر است که دست راست بر پشت دست چپ و رسغ بر رسغ و ساعد بر ساعد نهاده، اشارت می فرمودند و در بعضی روایات آمده است که قبض جمیع اصابع فرموده، اشارت می کردنه۔ از بعضی روایات معلوم، می شود که اشارت بی تحریک سبابه بوده است و بعضی دیگر اثبات تحریک نیز می نمایند۔

وایضاً در بعضی روایات واقع شده است که اشارت در وقت قرأت تشهد می فرمودند، من غیر تعین و در بعضی احادیث دیگر آمده است که اشارت در وقت تلفظ به کلمۂ شهادت بوده است و در بعضی روایات مقید به وقوت دعا ساخته است که می فرمودند: یا مقلب القلوب ثبت قلبی علیٰ دینک۔

و چون علماء حنفیه در اتیان اشارت اضطراب روات دیدند، فعل زائد در نماز به خلاف قیاس اثبات ننمودند که مبناء صلوٰۃ بر سکون و وقار است۔

وایضاً توجیهه اصابع به جانب قبله تا ممکن باشد، سنت است کما قال علیه الصلوٰۃ و السلام فلیوجه من اعضائه القبلة ما استطاع۔

اگر گویند که اکثر اختلاف وقتی مضطرب سازد که توفیق درمیان روایات ممکن نباشد و در ما نحن فیه توفیق ممکن است، زیرا که تواند بود که جمیع روایات را در اوقات مختلفه کرده باشند۔

گوییم که در بیساری از روایات لفظ کان واقع شده است که نزد غیر منطقیان از ادوات کلیه است فلا یمکن التوفیق و آنچه از "امام اعظم"۔ رحمۃ اللہ علیه۔ منقول است که اگر حدیثی مخالفت قول من بیابید، قول مرا ترک کنید و بر حدیث عمل نمائید۔ مراد از آن حدیث، حدیثی است که به حضرت امام نرسیده است و بنابر عدم علم این حدیث، حکم به خلاف آن فرموده است و احادیث اشارت از آن قبیل نیست، احادیث معروفه اند و احتمال عدم علم ندارد۔

اگر گویند که علماء حنفیه بر جواز اشاره نیز فتویٰ داده اند، پس به مقتضای فتاوای متعارضه به هر طرف که عمل نموده آید، مجوز باشد۔

گوییم اگر تعارض در جواز و عدمِ جواز، و حل و حرمت واقع شود، ترجیح جانب عدم جواز است و جانب حرمت را۔ وایضاً "شیخ ابن همام" در رفع یدین (بلند کردن دست ها در هن گام گفتن تکبیرات انتقال در نماز۔) گفته است که احادیث رفع و عدم رفع، متعارض اند، ما به قیاس، احادیث عدم رفع را ترجیح می دهیم که مبناء صلوٰۃ بر سکون و خشوع است که به اجماع مطلوب و مرغوب است۔

اور فتاویٰ غیاثیہ میں ہے کہ تشہد کے وقت انگشت سبابہ سے اشارہ نہ کریں۔ یہی مختار ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اور جامع الرموز میں ہے نہ تو اشارہ کرے اور نہ گرہ لگائے اور ہمارے اصحاب کا یہی ظاہر اصول ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ جیسا کہ مضمرات اور ولوالجی اور خلاصہ وغیرہ میں ہے۔ اور ہمارے اصحاب سے منقول ہے کہ وہ سنت ہے۔ خزانۃ الروایت میں تاتارخانیہ سے ایسا ہی آیا ہے۔ پھر جب تشہد شروع کرے۔ اور کلمہ لا الہ الا اللہ پر پہنچے تو آیا دائیں ہاتھ کی انگشت سبابہ سے اشارہ کرے۔ امام محمد علیہ الرحمہ نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ کچھ کہتے ہیں کہ اشارہ نہ کریں اور کبریٰ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اشارہ کرے۔

جب کہ معتبر روایات میں اشارے کی حرمت واقع ہو چکی ہے۔ اور اشارے کے مکروہ ہونے پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ اشارہ اور گرہ لگانے سے علما روکتے ہیں۔ اور اسے اپنے اصحاب کا ظاہر اصول بتاتے ہیں تو ہم مقلدوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ احادیث کے مقتضا کے مطابق عمل کر کے اشارہ کرنے کی جرأت کریں۔ اور اس قدر علما اور مجتہدین کے فتووں کے باوجود ایک حرام اور مکروہ اور ممنوع کام کا ارتکاب کریں۔

حنفیہ میں سے اشارہ سبابہ کا ارتکاب کرنے والا دو حال سے خالی نہیں یا تو ان علمائے مجتہدین کے لیے جواز اشارہ میں معروف احادیث کا علم تسلیم نہیں کرتا۔ یا ان کو ان احادیث کا عالم جانتا ہے۔ لیکن ان بزرگوں کے لیے ان احادیث کے مطابق عمل جائز تسلیم نہیں کرتا۔ اور یہ خیال کرتا ہے کہ ان بزرگوں نے اپنے خیالات کے مطابق احادیث کے خلاف حرمت اور کراہت کا حکم صادر فرمایا ہے۔ یہ دونوں شقیں فاسد ہیں انہیں وہی فاسد قرار دے گا جو بے وقوف ہو یا ضدی اور ترغیب الصلوٰۃ میں جو لکھا ہے کہ تشہد میں انگلی شہادت اٹھانا علمائے متقدمین کی سنت ہے۔ لیکن متاخرین علما نے اس سے روکا ہے۔ اس وجہ سے کہ جب رافضیوں نے اس میں غلو کیا تو سنیوں نے ترک کر دیا۔ سنی پر رافضی ہونے کی تہمت کو دور کرنے کے لیے اسے ترک کرنا معتبر کتابوں کی روایت کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ ہمارے اصحاب کا ظاہر اصول عدم اشارہ اور عدم عقد ہے۔ تو عدم اشارہ علمائے متقدمین کی سنت ہوئی۔ اور وجہ ترک نفی تہمت نہ قرار پائی۔ ان اکابر کے ساتھ ہمارا حسن ظن یہ ہے کہ اس باب میں جب تک ان پر حرمت یا کراہت کی دلیل ظاہر نہیں ہوئی۔ حرمت یا کراہت کا انہوں نے حکم نہیں لگایا جب کہ اشارے کے سنت اور مستحب ہونے کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں۔

یہ وہ ہے جو علما نے بیان کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارے کی سنیت اور استحباب کے دلائل ان بزرگوں کے نزدیک درجہ صحت کو نہیں پہنچے بلکہ اس کے خلاف ثابت ہوا ہے۔ غایت مافی الباب ہمیں اس دلیل کا علم نہیں ہے اور یہ معنیٰ اکابر میں کسی عیب کو مستلزم نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ ہم اس دلیل کے خلاف علم رکھتے ہیں۔ تو ہم کہیں گے کہ حلت وحرمت کے اثبات میں مقلد کا علم معتبر نہیں ہے۔ بلکہ اس باب میں مجتہدین کے ظن کا اعتبار ہے۔ مجتہدین کے دلائل کو خانہ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور کہنا بہت جرأت ہے۔ اور اپنے علم کو ان اکابر کے علم پر ترجیح دینا اور اصحاب حنفیہ کے ظاہر اصول کو باطل قرار دینا اور روایات معتبرہ مفتیٰ بہا کو درہم برہم کرنے اور شاذ کہنے کے مترادف ہے یہ اکابر احادیث کو قرب زمانہ نبوی، زیادتی علم اور ورع وتقویٰ سے آراستہ ہونے کی وجہ سے ہم دور افتادوں سے بہتر جانتے تھے۔ اور احادیث کی صحت وسقم اور ان کے نسخ وعدم نسخ کو ہم سے زیادہ پہچانتے تھے انہیں ضرور کوئی معتبر دلیل ملی ہوگی۔ تب ہی انہوں نے ان احادیث (علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام) کے مقتضی کے موافق عمل نہیں کیا۔ ہم کم فہم اس قدر سمجھتے ہیں۔ کہ کیفیت اشارہ وعقد کی احادیث کے راوی آپس میں بہت مختلف ہیں۔ اور ان کے کثرت اختلاف نے نفس اشارہ میں ہی اضطراب پیدا کر دیا ہے چنانچہ بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ آپ نے اشارہ بغیر گرہ کے فرمایا ہے۔ اور جو عقد کے متعلق کہتے ہیں تو ان میں سے بعض روایت کرتے ہیں کہ ترپن (۵۳) کا عقد تھا۔ اور بعض دوسرے روایت کرتے ہیں کہ تیئیس (۲۳) کا عقد تھا۔ اور بعض نے خنصر (چھنگلیا) اور اس کے ساتھ والی انگلی کے بند کرنے اور انگوٹھے کا درمیانی انگلی کا ساتھ حلقہ بنا کر اشارہ سبابہ کی روایت کی۔ اور ایک روایت میں صرف انگوٹھے کو درمیانی انگلی پر رکھ دینے کو ہی اشارہ قرار دے دیا گیا۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھ کر اور بائیں ہاتھ کو دائیں پاؤں پر رکھ کر اشارہ کرتے تھے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت پر اور پہنچے کو پہنچے پر اور کلائی کو کلائی پر رکھ کر اشارہ کرتے تھے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ تمام انگلیوں کو بند کر کے اشارہ کرتے تھے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ انگشت سبابہ کو حرکت دینے کے بغیر ہوتا تھا۔ اور بعض دوسری روایات حرکت کے ساتھ اشارے کا اثبات کرتی ہیں۔ نیز بعض روایات میں واقع ہوا ہے۔ کہ تشہد پڑھنے کے وقت اشارہ فرماتے تھے لیکن کس لفظ پر اشارہ فرماتے تھے اس کا کوئی تعین نہیں۔ اور بعض دوسری احادیث میں آیا ہے کہ اشارہ کلمہ شہادت پڑھنے کے وقت ہوتا تھا۔ اور بعض دوسری روایات میں وقت دعا سے مقید کیا گیا ہے۔ جب کہ آپ ﷺ فرماتے تھے۔ اے دلوں کے

پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔اور جب کہ علمائے حنفیہ نے اشارہ کے بجالانے میں راویوں کے اضطراب واختلاف کو دیکھا۔تو نماز میں ایک زائد فعل خلاف قیاس کو ثابت نہیں کیا۔کیونکہ نماز کی بنا سکون ووقار پر ہے۔نیز حتی الامکان انگلیوں کو جانب قبلہ کی طرف رکھنا سنت ہے۔جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔نمازی کو چاہیے کہ اپنی استطاعت کے مطابق اپنے اعضا کو قبلے کی طرف پھیر لے۔اگر یہ کہیں کہ اختلاف اس وقت اضطراب پیدا کرتا ہے۔جبکہ درمیان میں موافقت ممکن نہ ہو۔اور اس مسئلہ میں موافقت ممکن ہے۔کیونکہ ہوسکتا ہے کہ تمام روایات کو اوقات مختلفہ میں کیا ہو۔تو ہم جواب میں کہیں گے کہ بہت سی روایات میں لفظ کان واقع ہوا ہے۔جو غیر مناطقہ کے نزدیک حروف کلیہ میں سے ہے لہٰذا موافقت ممکن نہیں۔

اور وہ جو امام اعظم علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ اگر کوئی حدیث میرے قول کے مخالف پاؤ تو میرے قول کو چھوڑ دو۔اور حدیث پر عمل کرو۔تو اس حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو حضرت امام علیہ الرحمہ کو نہ پہنچی ہو۔اور اس حدیث کو نہ جاننے کی بنا پر اس کے خلاف حکم فرمایا ہے۔اور اشارے کی احادیث اس قبیلہ سے نہیں اور مشہور احادیث ہیں۔اور نہ جاننے کا احتمال نہیں۔

سوال:اگر کہیں کہ علمائے حنفیہ نے جواز اشارہ کا فتویٰ دیا ہے۔لہٰذا متعارض فتاویٰ کے مطابق جس بات پر بھی عمل کرلیا جائے جائز ہے؟

جواب:ہم کہتے ہیں کہ اگر جواز اور عدم جواز اور حلت وحرمت میں تعارض واقع ہو تو تعارض کی صورت میں ترجیح عدم جواز اور حرمت کی جانب کو ہوتی ہے۔نیز شیخ ابن ہمام علیہ الرحمہ نے رفع یدین کی بحث میں فرمایا ہے کہ رفع اور عدم رفع کی احادیث متعارض ہیں۔ہم قیاس کے ساتھ عدم رفع کی احادیث کو ترجیح دیتے ہیں۔کیونکہ نماز کی بنا سکون اور خشوع پر ہے جو بالاجماع مطلوب اور پسندیدہ ہے۔

والعجب من الشیخ ابن الھمام انه قال وعن کثیر من المشایخ عدم الاشارۃ وھو خلاف الروایۃ والدریۃ۔ کیف نسب التجھیل الی العلماء المجتھدین المتمسکین بالقیاس الذی ھو الاصل الرابع من الشرع وھو ظاھر المذھب وظاھر الروایۃ عند الحنفیۃ وھذا الشیخ قد ضعف حدیث القلتین بالاضطراب الحاصل من کثرۃ اختلاف الرواۃ۔

فرزندی ارشدی، "محمد سعید" در این باب رسالہ می نویسد، چون بہ بیاض برسد، فرستادہ خواھد شد۔ انشاء اللہ تعالیٰ و ایضاً پرسیدہ بودند کہ از طالبان طریقہ ایشان بہ ھر طرف جمعی ھستند، در ھیچ جا دلیری نکردہ و بہ کس نگفتہ کہ سر حلقہ باشد۔ بہ ھر چہ اشارت شود، ھر کرا مناسب این دانند، فرمایند کہ سر حلقہ جمعی باشد۔ این امر بہ صلاح شما مفوض است، بعد از استخارہ و توجہ امر فرمایند۔ والسلام علیکم وعلی من لدیکم۔

اور شیخ ابن ہمام علیہ الرحمہ پر تعجب ہے کہ اس نے کہا۔کہ بہت سے مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے عدم اشارہ منقول ہے۔لیکن وہ روایت اور درایت کے خلاف ہے۔کہ ابن ہمام نے علمائے مجتہدین کی طرف جاہل ہونے کی کس طرح نسبت کردی۔حالاں کہ وہ قیاس سے دلیل لارہے ہیں۔جو شرع کا چوتھا اصل ہے۔اور وہ حنفیہ کے نزدیک ظاہر مذہب اور ظاہر روایت ہے۔حالانکہ اسی شیخ نے قلتین کی حدیث کو راویوں کے کثرتِ اختلاف سے حاصل ہونے والے اضطراب کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔میرے فرزند ارشد محمد سعید علیہ الرحمہ اس بات میں ایک رسالہ لکھ رہے ہیں تیار ہونے پر ان شاء اللہ تعالیٰ ارسال کیا جائے گا۔نیز آپ نے پوچھا تھا کہ ہمارے طریقہ کے طالب ہر طرف سے جمع ہوچکے ہیں۔کسی بھی مقام پر جرأت نہیں کی۔اور کسی سے نہیں کہا۔کہ سرحلقہ بنیں۔جو اشارہ ہو۔اور جسے اس کام کے مناسب جانیں تو فرمادیں۔کہ سرحلقہ جماعت بن جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کام تمہاری صواب دید کے سپرد ہے۔استخارہ

اور توجہ کے بعد حکم فرمادیں۔ والسلام علیکم و علی من لدیکم۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اول، مکتوب، ۳۱۲، ج ۱، ص، ۶۳۷، تا، ۶۷۷، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت سیدنا محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ متوفی، ۱۰۵۴ھ، لکھتے ہیں:

بتقریب عدم رفع سبابه در تشهد بمذهب مختار حنفیه رساله بنگاشته بودند و فرمودند مقصد آنست که آلویت عدم رفع بثبوت رسد علمائے که مثبت رفع سبابه بودند در اقامت جواب متحیر ماندند

ترجمہ: اس مخدوم زادہ نے تشہد میں سبابہ کے نہ اٹھانے سے متعلق مذہب حنفیہ کا اختیار کردہ اصول لکھا ہے اور اس رسالے میں لکھا ہے کہ اولیت، سبابہ کے نہ اٹھانے کو حاصل ہے۔ چنانچہ وہ علما جو سبابہ اٹھانے کی حمایت میں تھے وہ اس کے لیے دلیل پڑھ کر حیرت کرنے لگے۔

(برکات احمدیہ، نام دگر زبدۃ المقامات، ص، ۳۱۰، ناشر المکتبۃ ایشیق، استانبول، ترکیہ)

حضرت سیدنا محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ متوفی، ۱۰۵۴ھ، لکھتے ہیں:

در تشهد اشاره بسبابه نمی کردند ومے فرمودند اگرچه ظاهر بعضے احادیث بر فعل آن دلالت مے نماید و نیز بعضے روایات از حنفیه هم بر جواز آن آمده است اما چون نیک تتبع نموده آمد احوطه و مفتی به ترک آن معلوم شد که بسیارے از علما حرام و مکروه هم گفته اند چون أمرے میان حل و حرمت دائر شود ترک آن اولی ست و نیز عمل حنفیه بروایات اصل و ظاهر الروایة است و امام محمد اتیان آنرا در اصل ذکر نه کرده بل در نوادر آورده و در آخر جلد اول مکتوبے بیز درین باب نگارش نموده اند و گاهے در بعضے نوافل احتیاطاً و احتمال سنت أدا فرموده اند

تشہد میں سبابہ سے اشارہ نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگرچہ بعض احادیث کا ظاہر اس کے فعل پر دلالت کرتا ہے اور حنفیہ سے بھی بعض روایات اس کے جواز کے متعلق منقول ہیں۔ لیکن جب اچھی طرح تلاش اور جستجو کی گئی تو احوط اور مفتی بہ اس کا ترک معلوم ہوا کہ بہت سے علماء نے حرام و مکروہ بھی کہا ہے۔ اور جب کوئی امر حلت و حرمت کے درمیان دائر ہو تو اس کا ترک اولیٰ ہے۔ نیز حنفیہ کا عمل اصل اور ظاہر الروایۃ کی روایت پر ہے۔ اور امام محمد علیہ الرحمۃ نے اس عمل کے کرنے کو اصل میں ذکر نہیں کیا۔ بلکہ نوادر میں ذکر کیا ہے جلد اول کے آخر میں ایک مکتوب میں بھی آپ نے اس کے متعلق تحریر فرمایا ہے، کبھی بعض نوافل میں احتیاطاً اور احتمال سنت کی بنا پر ایسا کرلیا کرتے تھے۔

(برکات احمدیہ، نام دگر زبدۃ المقامات، ص، ۲۰۹، ناشر المکتبۃ ایشیق، استانبول، ترکیہ)

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

ملفوظ ۱۸: اشارت سبابه (انگشت شهادت۔) به تشهد ("التحیات لله" خواندن۔ اگرچه ظاهر بعضے احادیث دلالت بر فعل آن می کند و نیز بعض روایات از مجتهدان حنفیه بر جواز آن آمده است، اما چون نیک تتبع (تفتیش۔) نموده شد احوال و مفتی به، ترک اشارت، ظاهر گشت که بسیارے از علماء حرام و مکروه گفته اند و چون امرے در حل و حرمت دائر گردد ترک آن اولی بود

ملفوظ نمبر ۱۸: نماز میں التحیات پڑھتے وقت شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا اگرچہ بعض ظاہر احادیث کے موافق ہے اور مجتہدان حنفیہ کی بعض روایات اس

کے جواز میں پر موجود ہیں لیکن تحقیق سے معلوم ہوا کہ احتیاط اور بہتری اسی میں ہے کہ یہ اشارہ نہ کیا جائے کیونکہ بہت سے علماء نے اسے حرام اور مکروہ کہا ہے اور جب کسی چیز کے حلال اور حرام ہونے میں اختلاف ہو اس کا ترک کرنا ہی بہتر ہوگا۔

(حضرات القدس، ج ۲، ص ۱۵۱، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

رسالہ فی بشارہ لاھل الاشارہ (فارسی) (۱۲۳۲ھ/ ۱۸۸۴ء)

میر علی نواز پوری نے حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مکتوب (۱/۳۱۲) در مسئلہ رفع سبابہ سے اختلاف کرتے ہوئے ایک رسالہ لکھا تھا۔ جس کے جواب میں مولانا محمد حسن جان مرحوم نے بڑے سائز کے تقریباً ڈیڑھ سو اوراق پر مشتمل ایک رسالہ لکھ کر اس کا مدلل جواب دیا ہے مولانا نے اپنے دلائل میں سینکڑوں معروف کتب فقہ کے اقتباسات پیش کئے ہیں اور رفع سبابہ کی نفی کرتے ہوئے حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی تائید کی ہے۔

یہ رسالہ تا حال طبع نہیں ہوا ہے اس کا ایک خطی نسخہ مؤلف مولانا محمد ہاشم جان علیہ الرحمہ کے کتب خانہ ٹنڈو سائیں داد (سندھ) میں موجود ہے۔

(جہان امام ربانی، ج ۵، ص ۲۸۴)

اعلیٰ حضرت نے جو مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے بارے میں بیس باتیں لکھی ہیں اور مولانا ابو داؤد صادق جو کہ مسلک اعلیٰ حضرت کے پاسبان ہیں اور اور دیوبندیوں کے مولانا محمد الیاس گھمن جو مفتی اعظم مسلک دیوبند کا ہے اب ہماری یہ دلیلیں پڑھو اور انصاف کرو کیا بزرگوں کے ساتھ اس طرح کرتے ہیں، اعلیٰ حضرت نے خود لکھا:

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

اختلاف سوائے قرآن عظیم سب کتب کو شامل ہے نہ اس سے ہدایہ، درمختار مستثنیٰ، نہ فتوحات و مکتوبات و ملفوظات۔ اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل فتاویٰ فقیر میں ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۶، ص ۵۷۶، ۵۷۷، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

صوفیہ کرام کی نسبت یہ کہنا کہ ان کا قول و فعل معاذ اللہ کچھ وقعت نہیں رکھتا بہت سخت بات ہے۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے:

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ۔

ترجمہ: جو میری طرف جھکے ان کی راہ کی پیروی کر۔ (القرآن الکریم، ۳۱/۱۵)

صوفیہ کرام سے زیادہ اللہ کی طرف جھکنے والا کون ہوگا، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

انما یتمسک بافعال اھل الدین۔

ترجمہ: دینداروں کے افعال سے سند لائی جاتی ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الکراھیۃ، الباب السابع عشر، نورانی کتب خانہ پشاور، ۵/۳۵۲) (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲، ص ۵۵۹، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

اب اعلیٰ حضرت خود لکھتے ہیں، فتح القدیر کے حوالہ سے

اور اسی طرح محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا۔ بالجملہ اشارہ مذکورہ کی خوبی میں کچھ شک نہیں، احادیث رسول اللہ ﷺ اور اقوال ہمارے مجتہدین کرام

کے اسی کو مفید، بعد اس کے اگر کتبِ متاخرین مثل: (۱) تنویر الابصار: (۲) و ولوالجیہ: (۳) وتجنیس: (۴) وخلاصہ: (۵) وبزازیہ: (۶) وواقعات: (۷) و عمدۃ المفتی: (۸) ومنیتہ المفتی: (۹) وتبیین، (۱۰) کبریٰ: (۱۱) ومضمرات: (۱۲) وہندیہ وغیرہا عامہ فتاوٰی میں عدم اشارہ کی ترجیح وتصحیح منقول ہوتو قابلِ اعتماد نہیں ہوسکتی علماء نے ان اقوال پر التفات نہ فرمایا اور خلافِ عقل ونقل ٹھہرایا۔

کما سمعت مرارا، والحمد اللہ لیلا ونہارا وجہرا واسرارا واللہ تعالی اعلم

(فتاوٰی رضویہ، ج ۶، ص، ۱۴۹، تا، ۱۵۳، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے لکھا:

شیخ ابن ہمام پر تعجب ہے کہ اس نے کہا۔ کہ بہت سے مشائخ سے عدم اشارہ منقول ہے۔ لیکن وہ روایت اور درایت کے خلاف ہے۔ کہ ابن ہمام نے علمائے مجتہدین (رحمۃ اللہ تعالی علیہم اجمعین) کی طرف جاہل ہونے کی کس طرح نسبت کردی۔

حضرت علامہ عبد الحکیم قطب سیالکوٹ علیہ الرحمہ اور شان مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ

مولانا وکیل احمد سکندر پوری، علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

در رسالہ کشف الغطاء مذکور است وقد رایت بخط سید العلماء وافضل الفضلاء مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی فی رد بعض شبہات المخالفین علی کلامہ قدس سرہ ہذہ العبارۃ: قدح کردن در سخنِ بزرگان بے مراد ایشان جہل است ونتیجہ نیک نہ دارد، پس ردِ کلامِ مشیخت پناہ عرفان دستگاہ شیخ احمد از جہل ونافہمیدگی است۔

رسالہ، کشف الغطاء عن اذہان الاغبیاء، میں مذکور ہے اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے کلام پر بعض مخالفین کے شبہات کے رد میں سید العلماء وافضل الفضلاء مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمہ کی لکھی ہوئی یہ عبارت میں نے دیکھی: بزرگوں کے کلام پر ان کی مراد اور مقصد کے خلاف اعتراض کرنا نہایت جہالت ہے اور اس کا نتیجہ برا ہوتا ہے لہٰذا مشیخت پناہ عرفان دستگاہ شیخ احمد (مقبول یزداں قبلہ درویشاں مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) کے کلام کو رد کرنا جہالت اور نا سمجھی ہے۔

(ہدیہ مجددیہ، ص، ۱۰۳، مجتبائی، دہلی)

باب نمبر ۱۵

سوال: (۲۱) پیر محمد چشتی کا اعتراض سوال، ۲، تقلید کے بارے میں

(۲) ضرورت دینیہ قطعیہ جو قطعی الثبوت والدلالۃ النصوص سے مدلول ہیں جیسے قطعی عقائد اسلامیہ۔ ایسے مسائل میں بھی آپ امام ابوحنیفہ کی تقلید ضروری کہتے ہیں۔ اور ہزار ہا بار اسکا فتوی صادر کر چکے ہو اور آپ کے شیخ و مریدین وخلیفہ سب کے سب اس مسلک کے سالک ہو کر لوگوں کو اس قسم عقیدہ رکھنے کی تلقین کرتے ہیں جسکو میں نہ صرف غلط فحش سمجھتا ہوں بلکہ ائمہ اربعہ مجتہدین کرام پر تہمت باندھنے کے مترادف م کہتا ہوں اور میرے نزدیک اس مسئلے میں اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ قطعی عقائد اسلامیہ میں حنفی شافعی وغیرہ اختلاف کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ حنفی شافعی وغیرہ اختلاف کا دائرہ کار صرف مسائل اجتہادیہ اوران مسائل تک محدود ہے جن پر قطعی الثبوت والدلالۃ النصوص موجود نہ ہوں جیسے اعتقادیات ظنیہ اور مسائل قیاسیہ فقہیہ۔

آخر میں بصد آداب عرض کروں گا کہ مذکورہ مسائل میں آپکے ساتھ میرا بنیادی اختلاف پیدا ہوا ہے، بالخصوص نمبر ا، ونمبر ۲، کے متعلق آپ نے مجھ پر کفر کا حکم کر کے نہ صرف میری شدید توہین کی ہے۔ بلکہ تمام عالم اسلام کو کافر بنا کر قرآن وحدیث سے انکار کیا ہے لہٰذا اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے حکم

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرسول

ترجمہ: اگر کسی مسئلہ میں تمہارا اختلاف ہو تو قال اللہ وقال رسول کی روشنی میں اس کا فیصلہ کرو۔ (سورۃ النساء آیت ۵۹)

الٰہیات کا طالب علم اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے قال اللہ وقال الرسول کی روشنی میں آپ سے وضاحت چاہتا ہوں، اور اللہ وحدہ لاشریک کو حاضر ناظر جانکر اشہد کے ساتھ آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس تحریر سے میرا مقصد صرف اور صرف اظہار حق ہے، کسی کی تذلیل یا مکابرہ ہرگز ہرگز پیش نظر نہیں ہے، لہذا آپ اللہ کو حاظر ناظر جانکر بعد الموت اللہ کے سامنے پیشی کا منظر ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنے موقف کی تحریری وضاحت ہماری قومی زبان اردو میں پیش کریں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ والسلام

الجواب:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے نہ بھیجے مگر مرد جنہیں ہم وحی کرتے تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔ (سورۃ الانبیاء: ۷)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:

اس سے تقلید کا وجود ثابت ہوتا ہے کیونکہ جو چیز معلوم نہ ہو، وہ جاننے والوں سے پوچھنا لازم ہے لہٰذا غیر مجتہد کو اجتہادی مسائل مجتہدین سے پوچھنا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ انہیں خود اجتہاد کرنا حرام ہے۔ (تفسیر نور العرفان، ص، ۵۱۴)

جولوگ اللہ تعالیٰ کی واضح آیات چھوڑ کر اپنے گمراہ باپ دادا کی تقلید کرتے ہیں ان پر حسرت وافسوس کا اظہار ہے۔ اور اگر آباؤ اجداد سراپا رُشد وہدایت ہوں تو ان کا اتباع عین مقصود ہے اور انبیاء کی یہی سُنت ہے۔ یوسف صدیق علیہ السلام نے مصر کے قید خانہ میں یہی فرمایا تھا۔

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِی

ترجمہ: میں اپنے آباؤ اجداد کے دین کا پیرو ہوں۔

(ضیاء القرآن جلد اول، ص، ۱۱۵)

امام اہل سنت علامہ ابوشکور محمد بن عبدالسعید سالمی کشی، ماتریدی، حنفی، معاصر سید علی ہجویری، متوفی، (پانچویں صدی ہجری کے نصف آخر) لکھتے ہیں:

والثانی هو ان اجماع الامة حجة فی اثبات المعجزة ونقلها فیکون حجة فی سائر الاحکام وانما قلنا ان الاجماع حجة فی اثبات المعجزة ونقلها فیکون حجة فی سائر الاحکام وانما قلنا ان الاجماع حجة فی اثبات المعجزة ونقلها فیکون حجة فی سائر الاحکام، لان الجاهل اذا لم تکن له هدایة فی الفرق بین المعجزة والمخرقة فانه یجب علیه الاقتداء او التقلید بجماعة الحذاقین والمتبرزین فاجماعهم علی اثبات النبوة یوجب زوال الشبهة عنده فیکون حجة له فکذلک ههنا فالاجماع والاجتهاد انما یعتبر من اهل العلم والرواسخ فی الدین ویجب علی الآخرین اتباعهم ومن انکر ذلک فانه یکون کافرا کما قال النبی صلی الله علیه وسلم، من فارق الجماعة قدر شبر فاقتلوه وقال النبی صلی الله علیه وسلم لا یجتمع امتی علی الضلالة ثم قول الامة لما کان حجة علی الکافة فقول النبی والرسول اولی واحری بکونه حجة۔

ترجمہ: دوسری دلیل یہ ہے کہ معجزات کے اثبات اور ان کے نقل میں اجماع امت حجت ہے تو تمام احکام کے اثبات میں بھی اجماع حجت ہونا چاہیے اور یہ ہم نے جو کہا کہ معجزوں کے اثبات اور ان کے نقل میں اجماع امت حجت ہے تو تمام احکام میں بھی حجت ہونا چاہیے، اس لیے کہ جو شخص معجزہ اور استدراج ومخرقہ میں فرق نہیں کرسکتا بالکل جاہل ہے۔ حاذقین وماہرین وراسخین فی العلم کا اتباع اور تقلید واقتداء واجب ہے تو ماہرین اور علماء راسخین کی ایک جماعت کا اثبات نبوت پر مجتمع ہے تو اس اجماع سے اس کو شبہ نہیں رہتا تو اس پر ان کا اجماع حجت ہے تو اسی طرح عامی کے لیے مجتہدین راسخین فی العلم کا اتباع واجب ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اجماع واتفاق علماء راسخین فی العلم حجت ہے اور غیر مجتہد عامی وجاہل پر ان کا اتباع واجب ہے اور جو اس کا انکار کرے وہ کافر ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اہل سنت وجماعت سے ایک بالشت بھی جدا ہو، اس کو قتل کردو، نیز حضور ﷺ نے فرمایا: میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی، پھر جب امت کی بات سب پر حجت ہے تو نبی ورسول ﷺ کا ارشاد وقول بطریق اولیٰ حجت ہے۔

(تمہید ابی شکور السالمی، ص، ۱۸۷، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، پاکستان) (تمہید (ابوشکور سالمی) ص: ۱۸۷)

کتاب وسنت کی اہمیت:

علامہ صدرالدین محمد بن علاء الدین علی بن محمد ابن ابی العز، حنفی، دمشقی علیہ الرحمۃ متوفی، ۷۹۲ھ لکھتے ہیں:

وَكَيفَ يَتَكَلَّمُ فِي أُصولِ الدِّينِ مَنْ لَا يَتَلَقَّاهُ مِنَ الكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَإِنَّمَا يَتَلَقَّاهُ مِنْ قَوْلِ فُلَانٍ؟! وَإِذَا زَعَمَ أَنَّهُ يَأْخُذُهُ مِنْ كِتَابِ اللهِ لَا يَتَلَقَّى تَفْسِيرَ كِتَابِ اللهِ مِنْ أَحَادِيثِ الرَّسُولِ، وَلَا يَنْظُرُ فِيهَا، وَلَا فِيمَا قَالَهُ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ، المَنْقُولِ إِلَيْنَا عَنِ الثِّقَاتِ النَّقَلَةِ، الَّذِينَ تَخَيَّرَهُمُ النُّقَّادُ، فَإِنَّهُمْ لَمْ يَنْقُلُوا نَظْمَ القُرْآنِ وَحْدَهُ، بَلْ نَقَلُوا نَظْمَهُ وَمَعْنَاهُ، وَلَا كَانُوا يَتَعَلَّمُونَ القُرْآنَ كَمَا يَتَعَلَّمُ الصِّبْيَانُ، بَلْ يَتَعَلَّمُونَهُ بِمَعَانِيهِ. وَمَنْ لَا يَسْلُكُ سَبِيلَهُمْ فَإِنَّمَا يَتَكَلَّمُ بِرَأْيِهِ، وَمَنْ يَتَكَلَّمُ بِرَأْيِهِ وَمَا يَظُنُّهُ دِينَ اللهِ وَلَم يتلق ذلك من الكتاب فَهُوَ مَأْثُومٌ وَإِنْ أَصَابَ، وَمَنْ أَخَذَ مِنَ الكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَهُوَ مَأْجُورٌ وَإِنْ أَخْطَأَ، لَكِنْ إِنْ أَصَابَ يضاعف أَجْرُهُ.

ترجمہ: اصول دین سمجھنے میں عقل کے گھوڑوں کو نہیں دوڑانا چاہیے بلکہ کتاب وسنت کی روشنی میں سمجھنا چاہیے لوگوں کے اقوال اور آراء پر بھی اعتماد نہیں کیا جاسکتا اگر کوئی شخص سمجھتا ہے کہ وہ کتاب اللہ سے احادیث صحیحہ کے بدوں علم اخذ کرسکتا ہے اسے قرآن پاک کی تفسیر کے سلسلہ میں نہ صرف یہ کہ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے اقوال کی ضرورت نہیں بلکہ وہ احادیث رسول ﷺ سے بھی مستغنی ہے تو وہ کیسے استفادہ کرسکتا ہے حالانکہ احادیث رسول ﷺ، اقوال صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم ہم تک ایسے راویوں سے پہنچے ہیں جو ثقہ تھے ناقدین ان پر تنقید نہ کرسکے پھر ان رواۃ نے صرف قرآن پاک کے الفاظ ہی کو نقل نہیں کیا بلکہ اس کے معانی کو بھی نقل کیا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بچوں کی طرح قرآن پاک کے صرف الفاظ ہی کی تلاوت نہیں کیا کرتے تھے بلکہ اس کے معانی کا بھی علم حاصل کرتے رہے اب جو شخص ان کا راستہ اختیار نہیں کرتا وہ اپنی رائے کو دین میں داخل کررہا ہے اور جو شخص اپنی رائے کو دین سمجھتا ہے وہ گناہ گار ہے اگرچہ اس کی رائے صحیح بھی ہو اور جو شخص کتاب وسنت سے اخذ کرتا ہے اگرچہ وہ خطا پر بھی ہو تب بھی اس کو ثواب ملتا ہے اگر رائے درست ہو تو ثواب دوگنا حاصل ہوتا ہے

(شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص، ۱۹۵، ۱۹۶، قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰ھ، لکھتے ہیں:

ایک امر اور اشد واعظم ان کے طائفہ تالفہ سے صادر ہوتا ہے جس کی بنا پر ان کے نفس اسلام میں ہزاروں دقتیں ہیں یہاں تک کہ احادیث صریحہ صحیحہ حضور سید عالم ﷺ واقوال جمہور فقہائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) سے ان کا صریح کافر ہونا اور نماز کا ان کے پیچھے محض باطل ہوجانا نکلتا ہے وہ کیا یعنی ان کا تقلید کو شرک اور حنفیہ مالکیہ شافعیہ حنبلیہ عمھم اللہ جمیعاً بالطافہ العلیہ، سب مقلدین ائمہ کو مشرکین بتانا کہ یہ صراحۃً مسلمانوں کو کافر کہنا ہے اور پھر ایک کو نہ دو کو لاکھوں کروڑوں اور پھر آج ہی کل کے نہیں گیارہ سو برس کے عامہ مومنین کو جن میں بڑے بڑے محبوبان حضرت عزت وارا کین امت واساطین ملت وحملہ شریعت وکملہ طریقت تھے (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ان کے بانی مذہب کے مرجع ومقتدا اور پدر نسب وعلم واقتدا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رسالہ انصاف میں لکھتے ہیں:

بعد المأتين ظهر بينهم التمذهب للمجتهدين باعيانهم وقل من كان لا يعتمد على مذهب مجتهد بعينه۔

ترجمہ: دوصدی کے بعد مسلمانوں میں تقلید شخصی نے ظہور کیا کم کوئی رہا جو ایک امام معین کے مذہب پر اعتماد نہ کرتا ہو۔

(رسالہ انصاف مع ترجمہ کشاف، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ص ۵۹)

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی جن کی میزان وغیرہ تصانیف عالیہ سے امام العصر و دیگر کبرائے طائفہ نے جابجا اسناد کیا اسی میزان میں فرماتے ہیں:

یجب علی المقلد العمل بالارجح من القولین فی مذهبه مادام لم یصل الی معرفة هذه المیزان من طریق الذوق و الکشف، کما علیه،عمل الناس فی کل عصر بخلاف ماذا وصل الی مقام الذوق و رأی جمیع اقوال العلماء وبحور علومهم تنفجر من عین الشریعة الاولی تبتدئ منها وتنتهی الیها فان مثل هذا لایؤمر بالتعبد بمذهب معین لشهوده تساوی المذاهب فی الاخذ من عین الشریعة۔اھ ملخصا

یعنی مقلد پر واجب ہے کہ خاص اسی بات پر عمل کرے جو اس کے مذہب میں راجح ٹھہری ہو ہر زمانے میں علماء کا اسی پر عمل رہا ہے البتہ جو ولی اللہ ذوق و معرفت کی راہ سے اس مقام کشف تک پہنچ جائے کہ شریعت مطہرہ کا پہلا چشمہ جو سب مذاہب ائمہ مجتہدین کا خزانہ ہے اسے نظر آنے لگے وہاں پہنچ کر وہ تمام اقوال علماء کو مشاہدہ کرے گا کہ ان کے دریا اسی چشمے سے نکلتے اور اسی میں پھر آکر گرتے ہیں ایسے شخص پر تقلید شخصی لازم نہ کی جائے گی کہ وہ تو آنکھوں دیکھ رہا ہے کہ سب مذاہب چشمہ اولیٰ سے یکساں فیض لے رہے ہیں اھ ملخصا (المیزان الکبریٰ، فصل فان قال قائل فهل یجب الخ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/۱۱)

یہاں سے ثابت کہ جو پایہ اجتہاد نہ رکھتا ہو نہ کشف وولایت کے اس رتبہ عظمیٰ تک پہنچا ہو اس پر تقلید امام معین قطعاً واجب ہے اور اسی پر ہر زمانے میں علماء کا عمل رہا، یہاں تک کہ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی نے کتاب مستطاب کیمیائے سعادت میں فرمایا:

مخالفت کردن صاحب مذہب خویش نزدیک ہیچکس (عہ) روا نبود ۔اپنے صاحب مذہب کی مخالفت کرنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں۔

(کیمیائے سعادت، اصل نہم امر بمعروف ونہی از منکر، مطبوعہ انتشارات گنجینہ تہران، ایران، ص ۳۹۵)

عہ: اقول وانما اراد الاجماع بعد تقرر المذاهب وظهور التمذهب للائمة باعیانهم اذ هو الصحیح لا اضافة بین الناس و اصحاب المذاهب کما لا یخفی وعدم الاعتداد فی دعوی الاتفاق بمن شذ ونذر و کثیر مشتهر کما لا یخفی علی ذی بصر ۱۲ منه (م)

ترجمہ: میں کہتا ہوں ان کی مراد تقرر مذاہب اور ظہور تقلید معین ائمہ کے بعد کا اجماع ہے کیونکہ یہی صحیح ہے عام لوگوں اور اصحاب مذاہب کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہے۔جیسا کہ واضح ہے اور دعویٰ اتفاق میں شاذ و نادر کا اعتبار نہ کرنا کثیر و مشہور ہے جیسا کہ صاحب بصیرت پر مخفی نہیں ۱۲ منہ

سبحان اللہ جب تقلید شخصی معاذ اللہ کفر و شرک ٹھہری تو تمہارے نزدیک یہ ہر عصر کے علما اور گیارہ سو برس کے عامہ مومنین معاذ اللہ سب کفار و مشرکین ہوئے، نہ سہی آخر اتنا تو اجلی بدیہیات سے ہے۔

جس کا انکار آفتاب کا انکار کہ صدہا برس سے لاکھوں اولیاء علماء، محدثین، فقہاء، عامہ اہلسنت واصحاب حق وہدی غاشیہ تقلید ائمہ اربعہ اپنے دوش ہمت پر اٹھائے ہوئے ہیں جسے دیکھو کوئی حنفی، کوئی شافعی، کوئی مالکی، کوئی حنبلی یہاں تک کہ فرقہ ناجیہ اہلسنت و جماعت ان چار مذہب میں منحصر ہو گیا جیسا کہ اس کی نقل سید علامہ احمد مصری علیہ الرحمۃ سے شروع دلیل اول میں گزری اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کہ معتمدین و مستندین طائفہ سے ہیں۔

تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

اهل السنة قدافترق بعد القرون الثلثة او الاربعة على اربعة مذاهب ولم يبق مذهب فى فروع المسائل سوى هذه الاربعة۔

ترجمہ: اہل سنت تین چار قرن کے بعد ان چار مذاہب پر منقسم ہو گئے اور فروع مسائل میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا۔

(تفسیر مظہری، مسئلہ اذا صح الحدیث علی خلاف مذہبہ الخ، مطبوعہ ادارہ اشاعت العلوم دہلی، ۲/۶۴)

طبقات حنفیہ وطبقات شافعیہ وغیرہما تصانیف علماء دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ ان چاروں مذہب کے مقلدین کیسے کیسے ائمہ ہدیٰ واکابر محبوبان خدا گزرے جنہوں نے ہمیشہ اسی کی ترویج میں دفتر لکھے یہ سب تو معاذ اللہ تمہارے نزدیک چنین وچناں ہوئے۔ جانے دو عمل نہ سہی قول تو مانو گے اُن جماعات کثیرہ علماء کو کیا جانو گے جنہوں نے تقلید شخصی کے حکم دیئے اور یہی ان کا مذہب منقول ہوا، امام مرشد الانام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

مخالفته للمقلد متفق على كونه منكرا بين المحصلين۔

ترجمہ: تمام منتہی فاضلوں کا اجماع ہے کہ مقلد کا اپنے امام مذہب کی مخالفت کرنا شنیع وواجب الانکار ہے۔

(احیاء العلوم، الباب الثانی فی ارکان الامر الخ، مطبوعہ مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ مصر، ۲/۳۶۶)

شرح نقایہ میں کشف اصول امام بزدوی سے منقول:

من جعل الحق متعددا كالمعتزلة اثبت للعامى الخيار من كل مذهب مايهواه ومن جعل واحدا كعلمائنا الزم للعامى اماما واحدا۔

ترجمہ: جن کے نزدیک مسائل نزاعیہ میں حق متعدد ہے کہ ایک شے جو مثلاً ایک مذہب میں حرام ہو تو وہ عنداللہ حلال بھی ہے اور حرام بھی، وہ تو عامی کو اختیار دیتے ہیں کہ ہر مذہب سے جو چاہے اخذ کرلے یہ مذہب معتزلہ وغیرہم کا ہے اور جو حق کو واحد مانتے ہیں وہ عامی پر امام معین کی تقلید واجب کرتے ہیں یہ مذہب ہمارے علماء وغیرہم کا ہے۔ (جامع الرموز (شرح نقایہ)، کتاب الکراہیۃ، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران، ۳/۳۲۷)

علامہ زین بن نجیم مصری صاحب بحر الرائق واشباہ وغیرہما رسالہ کبائر وصغائر میں فرماتے ہیں:

اما الكبائر فقالوا هى بعد الكفر الزنا واللواطة وشرب الخمر ومخالفة المقلد حكم مقلده۔ھ مختصرا

ترجمہ: کبیرہ گناہ علماء نے یوں گنائے کہ عیاذاً باللہ سب میں پہلے تو کفر ہے پھر زنا واغلام وشراب خوری اور مقلد کا اپنے امام کی مخالفت کرنا اھ مختصرا۔

(الرسائل الفقہیہ لمؤلف الاشباہ مع الاشباہ الخ، الرسالۃ الرابعۃ والثلاثون الخ، مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ۲/۹۰۷، ۹۴)

ملل ونحل میں ہے: علماء الفريقين لم يجوزوا ان يأخذ العامى الحنفى الابمذهب ابى حنيفة والعامى الشفعوى الابمذهب الشافعى۔

ترجمہ: دونوں فریق کے علماء یہ جائز نہیں رکھتے کہ عامی حنفی مذہب ابوحنیفہ یا عامی شافعی مذہب شافعی کے سوا دوسرے مذہب پر عمل کرے۔

(الملل والنحل، حکم الاجتہاد والتقلید الخ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/۲۰۵)

شاہ ولی اللہ عقد الجید میں لکھتے ہیں:

المرجح عند الفقهاء ان العامى المنتسب الى مذهب له مذهب فلا تجوز له مخالفته۔

ترجمہ: فقہاء کے نزدیک ترجیح اسے ہے کہ عامی جو ایک مذہب کی طرف انتساب رکھتا ہے وہ مذہب اس کا ہو چکا اسے اس کا خلاف جائز نہیں۔

(عقد الجید، باب پنجم اقسام مقلد، مطبوعہ قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی، ص ۱۵۸)

اب فرمایئے تمام منتہی فاضل جن سے امام غزالی ناقل کہ ترک تقلید شخصی کو منکر و ناروا بتاتے، اکابر ائمہ جن کے قول سے کشف کاشف کہ تقلید امام معین کو واجب ٹھہراتے مشائخ کرام جن کے صحاب کلام صاحب بحر معترف کہ ترک تقلید شخصی کو گناہ کبیرہ کہتے، علمائے فریقین وفقہائے عظام جن سے ملل ونحل وشاہ ولی اللہ حاکی کہ تقلید معین کی مخالفت ناجائز رکھتے، یہ سب تو معاذ اللہ تمہارے طور پر صریح کفار ومشرکین ٹھہرے، اس سے بھی درگزر کر وان ائمہ دین کی خدمات عالیہ میں کیا اعتقاد ہے جنہوں نے خود اپنی تصانیف جلیلہ وکلمات جمیلہ میں وجوب تقلید معین وغیرہ ان باتوں کی صاف صریح تصریحیں فرمائیں جو تمہارے مذہب پر خالص کفر وشرک ہیں ان سب کو تو نام بنام بتعیین اسم (خاک بدہان گستاخاں) معاذ اللہ کافر ومشرک کہئے گا۔ یہ موجز رسالہ کو اطلاع اہل حق کے لئے ایک مختصر فتوی ہے جو اپنے منصب یعنی اظہار حکم فقہی کو بنہج احسن ادا کر چکا اور کرتا ہے اس میں ان اقوال وافرہ ونصوص متکاثرہ کی گنجائش کہاں۔

مگر ان شاء اللہ العظیم توفیق ربانی مساعدت فرمائے تو فقیر ایک جامع رسالہ اس باب میں ترتیب دینے والا ہے جو ان اقوال کثیرہ سے جملہ صالحہ کو ایک نئے طرز پر جلوہ دے گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ غیر مقلدین کے اصول مذہبی کو ان کے مستندین ہی کے کلمات مستندہ سے ایک ایک کر کے متاصل کرے گا۔ میں یہاں صرف ان ائمہ دین وعلمائے مستندین کے چند اسماء شمار کرتا ہوں جو خاص اپنے ارشادات وتصریحات کے رو سے مذہب غیر مقلدین پر کافر ومشرک ٹھہرے، **والعیاذ باللہ رب العالمین۔**

ان میں سے ہیں:

(۱) امام ابوبکر احمد بن اسحاق جوزجانی تلمیذ التلمیذ امام محمد، (۲) امام ابن السمعانی، (۳) امام کیا ہراسی، (۴) امام اجل امام الحرمین، (۵) امام محمد محمد غزالی، (۶) امام برہان الدین صاحب ہدایہ، (۷) امام طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری صاحب خلاصہ، (۸) امام کمال الدین محمد بن الہمام، (۹) امام علی خواص، (۱۰) امام عبد الوہاب شعرانی، (۱۱) امام شیخ الاسلام زکریا انصاری، (۱۲) امام ابن حجر مکی، (۱۳) علامہ ابن کمال باشا صاحب ایضاح واصلاح، (۱۴) علامہ علی بن سلطان محمد قاری مکی، (۱۵) علامہ شمس الدین محمد شارح نقایہ، (۱۶) علامہ زین الدین مصری صاحب بحر، (۱۷) علامہ عمر بن نجیم مصری صاحب نہر، (۱۸) علامہ محمد بن عبد اللہ غزی تمرتاشی صاحب تنویر الابصار، (۱۹) علامہ خیر الدین رملی صاحب فتاوی خیریہ، (۲۰) علامہ سیدی احمد حموی صاحب غمز، (۲۱) علامہ محمد بن علی دمشقی صاحب درو خزائن، (۲۲) علامہ عبد الباقی زرقانی شارح مواہب، (۲۳) علامہ برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر بن محمد بن حسین حسینی صاحب جواہر اخلاطی، (۲۴) علامہ شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی، (۲۵) علامہ احمد شریف مصری طحطاوی، (۲۶) علامہ آفندی امین الدین محمد شامی، (۲۷) صاحب منیہ، (۲۸) صاحب سراجیہ، (۲۹) صاحب جواہر، (۳۰) صاحب مصفی، (۳۱) صاحب ادب المقال، (۳۲) صاحب تتارخانیہ، (۳۳) صاحب مجمع، (۳۴) صاحب کشف، (۳۵) مؤلفان عالمگیریہ کہ باقرار مؤلف امداد المسلمین پانسو علما تھے، یہاں تک کہ (۳۶) جناب شیخ مجدد الف ثانی شاہ ولی اللہ، (۳۷) شاہ عبد العزیز صاحب، (۳۸) قاضی ثناء اللہ پانی پتی، حتی کہ خود (ﷺ) (۴۰) میاں نذیر حسین دہلوی اور ان کے اتباع ومقلدین مگر یوں کہ:

فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا

ترجمہ: تو اللہ کا حکم ان کے پاس آیا جہاں سے ان کا گمان بھی نہ تھا (القرآن ۵۹/۲) والحمدللہ رب العلمین۔

(فتاوٰی رضویہ، ج۶، ص۴۰۳ تا ۴۰۸، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

فقیر نے رسالہ النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید (۱۳۰۵ھ) میں واضح کیا کہ خاص مسئلہ تقلید میں ان کے مذہب پر گیارہ سو برس کے ائمہ دین وعلمائے کاملین واولیائے عارفین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) معاذ اللہ سب مشرکین قرار پاتے ہیں خصوصاً وہ جماہیر ائمہ کرام وسادات اسلام وعلمائے اعلام جو تقلید شخصی پر سخت شدید تاکید فرماتے اور اس کے خلاف کو منکر و شنیع وباطل و فظیع بتاتے رہے جیسے امام حجۃ الاسلام محمد غزالی وامام برہان الدین صاحب ہدایہ و امام احمد ابوبکر جوزجانی وامام کیاہراسی وامام ابن سمعانی وامام اجل امام الحرمین وصاحبان خلاصہ وایضاح وجامع الرموز وبحر الرائق ونہر الفائق وتنویر الابصار ودرمختار وفتاوٰی خیریہ وغمز العیون وجواہر الاخلاطی ومنیہ وسراجیہ ومصفی وجواہر وتتارخانیہ ومجمع وکشف وعالمگیریہ ومولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی وجناب شیخ مجد دالف ثانی وغیرہم ہزاروں اکابر کے ایمان کا تو کہیں پتا ہی نہیں رہتا اور مسلمان تو نرے مشرک بنتے ہیں یہ حضرات مشرک ٹھہرتے ہیں والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالیٰ، اور جمہور ائمہ کرام فقہائے اعلام کا مذہب صحیح ومعتمد ومفتی بہ یہی ہے کہ جو کسی ایک مسلمان کو بھی کافر اعتقاد کرے خود کافر ہے، ذخیرہ وبزازیہ وفصول عمادی وفتاوٰی قاضی خاں وجامع الفصولین وخزانۃ المفتین وجامع الرموز وشرح نقایہ برجندی وشرح وہبانیہ ونہر الفائق ودرمختار ومجمع الانہر واحکام علی الدرر وحدیقہ ندیہ وعالمگیری وردالمحتار وغیرہا عامہ کتب میں اس کی تصریحات واضحہ کتب کثیرہ میں اسے فرمایا: المختار للفتوی۔ (فتوی کے لیے مختار ہے۔)

(جامع الفصولین، فی مسائل کلمات الکفر، اسلامی کتب خانہ کراچی، ۲/۳۱۱)

شرح تنویر میں فرمایا:

بہ یفتی (اس پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ت) (درمختار، باب التعزیر، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۳۲۷)

(فتاوٰی رضویہ، ج۱۱، ص۳۸۷، ۳۹۳ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

تقلید ائمہ فرض قطعی ہے بے حصول منصب اجتہاد اس سے روگردانی بددین کا کام ہے، غیر مقلدین مذکورین اور ان کے اتباع واذناب کہ ہندوستان میں نامقلدی کا بیڑا اٹھائے ہیں محض سفیہان نامشخص ہیں ان کا تارک تقلید ہونا اور دوسرے جاہلوں اور اپنے سے اجہلوں کو ترک تقلید کا اغوا کرنا صریح گمراہی وگمراہ گری ہے۔

مذاہب اربعہ اہلسنت سب رشد وہدایت ہیں جو ان میں سے جس کی پیروی کرے اور عمر بھر اس کا پیرو رہے، کبھی کسی مسئلہ میں اس کے خلاف نہ چلے، وہ ضرور صراط مستقیم پر ہے، اس پر شرعاً الزام نہیں ان میں سے ہر مذہب انسان کے لیے نجات کو کافی ہے تقلید شخصی کو شرک یا حرام ماننے والے گمراہ ضالین **متبع غیر سبیل المومنین** ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ، ج۱۱، ص۴۰۴، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۲۵۲ھ، لکھتے ہیں:

فِي التَّتَارْخَانِيَّة: حُكِيَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ أَبِي حَنِيفَةَ خَطَبَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ الحَدِيثِ ابْنَتَهُ فِي عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ الجوزَجَانِي فَأَبَى إِلَّا أَنْ يَتْرُكَ مَذْهَبَهُ فَيَقْرَأَ خَلْفَ الإِمَامِ، وَيَرْفَعَ يَدَيْهِ عِنْدَ الانْحِطَاطِ وَنَحْوَ ذٰلِكَ فَأَجَابَهُ فَزَوَّجَهُ، فَقَالَ الشَّيْخُ بَعْدَمَا سُئِلَ عَنْ هٰذِهِ وَأَطْرَقَ رَأْسَهُ: النِّكَاحُ جَائِزٌ وَلٰكِنْ أَخَافُ عَلَيْهِ أَنْ يَذْهَبَ إِيمَانُهُ وَقْتَ النَّزْعِ؛ لِأَنَّهُ اسْتَخَفَّ بِمَذْهَبِهِ الَّذِي هُوَ حَقٌّ عِنْدَهُ وَتَرَكَهُ لِأَجْلِ

جِيفَةٍ مُنْتِنَةٍ۔

ترجمہ: تا تارخانیہ میں ہے: ایک شخص کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ ﷺ کا مقلد تھا اس نے (شافعی مسلک) ایک محدث کی لڑکی کی منگنی چاہی تو محدث صاحب نے حنفی مسلک چھوڑنے اور رفع یدین اور قرأت خلف الامام کرنے کی شرط پر رشتہ دیا جو اس نے قبول کرلیا اور محدث صاحب نے نکاح دے دیا، یہ واقعہ شیخ ابوبکر جوزجانی کے زمانے کا ہے جب آپ سے اس واقعہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے سوچ بچار کے بعد فرمایا: نکاح تو جائز ہے لیکن اس شخص کے بارے میں مجھے اندیشہ ہے کہ نزع کے وقت اس کا ایمان جاتا رہے کیونکہ اس نے اپنے پسندیدہ مذہب کی توہین کی ہے اور اسے بدبودار مردار کی خاطر چھوڑ دیا۔

(ردالمحتار، کتاب الحدود مطلب اذا ارتحل الی غیر مذھبہ، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۳/۱۹۰) (فتاوی رضویہ، ج ۱۱، ص ۲۴۰، ۲۴۱، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

ضرورت تقلید کی منطقی دلیل:

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ، متوفی، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وقد أجمع الأشياخ على أنه لو صح لعبد أن يأتي بالمأمورات على الوجه الذي أمره الله تعالى به من غير خلل لما احتاج أحد إلى شيخ لكن لم يصح لهم ذلك فاحتاجوا ضرورة إلى من يبين لهم مراد الحق فلذلك احتاج أتباع المجتهدين إلى المجتهدين ليبينوا لهم مراد الشارع فقلدو الأتباع إلى من يبين لهم مراد المجتهدين وهكذا فكل أهل دور يعرفون مراد الدور الذي قبلهم لقربهم منهم ولو أراد الذين بعدهم أن يعرفوا الواسطة التي قبلهم ويستقلوا بفهم كلام من قبلهم على وجهه لا يقدرون۔

ترجمہ: تمام مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کوئی بندہ کوتاہی کئے بغیر اللہ کے تمام حکموں پر ویسے ہی عمل کرے جیسے اللہ نے اسے حکم دیا ہے تو اسے کسی شیخ کی ضرورت نہ ہوگی لیکن وہ ایسا نہ کر سکے گا لہٰذا اسے لازمی طور پر اس شخص کی ضرورت ہوگی جو اسے بتائے کہ اس حکم سے اللہ کی مراد کیا ہے چنانچہ اسی بناء پر مجتہد حضرات کے ماننے والوں کو مجتہد حضرات کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ اسے بتا سکیں کہ حضور شارع علیہ السلام کی اس حکم سے مراد کیا ہے چنانچہ مجتہدوں کو ماننے والے اس شخص کی تقلید کرتے ہیں جو انہیں مجتہد حضرات کی مراد بتا سکیں اور یہ سلسلہ آگے تک چلتا ہے چنانچہ ہر دور والے اپنے سے پہلے دور والوں کی مراد جانتے ہوتے ہیں کیونکہ یہ ان کے قریب ہوتے ہیں لیکن اگر بعد والے علماء اس واسطہ کو معلوم کرنا چاہیں جو ان سے پہلے والوں کو حاصل تھا اور پہلے لوگوں کا کلام بعینہ خود سمجھنا چاہیں تو وہ ایسا نہ کر سکیں گے۔

(لواقح الانوار القدسیۃ فی بیان العہود المحمدیۃ، ص ۴۰۸، ۴۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

به (خواجه محمد سعید) و (خواجه محمد معصوم) دربیان آنکه قرآن مجید جامع جمیع احکام شریعه است و در مناقب امام اعظم ابی حنیفه ـ رضی الله عنه ـ ومداحی صوفیه علیه و دربیان آنکه اصل این کار شریعت است و بیان آنکه احکام الهامیه همه وقت ثابت اندو ماینا سب ذلک۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

قرآن مجید، جامع جمیع احکام شریعه است، بلکه جامع جمیع شرایع ماتقدم است۔ غایة مافی الباب بعضی از احکام این شریعت، از آن قسم اند که به عبارت نص و اشارت نص و دلالت نص و اقتضاء نص مفهوم می گردند، عوام و خواص از اهل لغت، در این فهم، برابرند۔ و قسم دیگر از احکام، از آن قبیل اند که به توسط اجتهاد و استنباط مفهوم می گردند، این فهم مخصوص به ائمۂ مجتهدین است، که آن سرور باشد به قول جمهور و اصحاب کرام ان سرور و مجتهدان سایر امت آن سرور باشد۔ علیه و علیهم الصلوات والتسلیمات۔ لیکن احکام اجتهادیه در زمان آن سرور، که اوان وحی بوده۔ علیه و علیٰ آله الصلوٰة والتسلیمات۔ در میان خطا و صواب متردد نبودند بلکه به وحی قطعی، صواب محق از خطای مخطی متمیز می گشت و حق با باطل ممتزج نمی ماند، که تقریر و تثبیت نبی بر خطا مجوز نیست به خلاف احکامی که بعد از انقراض زمان وحی، به طریق استنباط مجتهدان حاصل گشته اند، درمیان صواب و خطا متردد اند، لهذا احکام اجتهادی که در زمان وحی مقرر گشته اند، موجب یقین آند که مفید عمل و اعتقاد است و بعد از زمان وحی، ناچار موجب ظن باشد که مفید عمل است، نه موجب اعتقاد۔ و قسم ثالث از احکام قرآنی، از آن نوع اند که طاقت بشری در فهم آن عاجز است، تا اعلامی از جانب منزل احکام۔ جل سلطانه۔ حاصل نشود، فهم ان احکام متصور نبود، حصول این اعلام، مخصوص به پیغمبر است۔ علیه و علیٰ آله الصلوٰة والسلام۔ غیر از پیغمبران را این اعلام نکنند، این احکام هر چند مأخوذ از کتاب اند، اما چون مظهر آن احکام، پیغبمر است۔ علیه و علیٰ آله الصلوٰة والسلام۔ ناچار این احکام را منسوب به سنت داشته اند، که مظهر آنها سنت است در رنگ آنکه احکام اجتهادیه د رابه قیاس نسبت کنند، به اعتبار آنکه قیاس مظهر آن احکام ست، پس سنت و قیاس، هر دو مظهر احکام باشند، اگرچه، درمیان این دو مظهر فرق بسیار است، که یکی مستند به رأی است که مجال خطا دارد و دیگری مؤید به اعلام حق۔ جل و علا۔ که، خطارا آنجا گنجایش نیست۔ قسم اخیر، کمال شباهت به اصل دارد و گویا مثبت احکام است، هر چند فی الحقیقت مثبت جمیع احکام، همان کتاب عزیز است و بس۔

عالی درجات مخدوم زادگاں خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا۔

(اس بیان میں کہ قرآن مجید شریعت کے تمام احکام کا جامع ہے۔ اور حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے مناقب اور صوفیائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کی مدح اور اس بات کے بیان میں کہ تصوف کا دارومدار شریعت پر ہے۔ اور اس بیان میں کہ الہامی احکام ہر وقت ثابت ہیں۔ اس سے مناسب امور کے بیان میں۔)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

قرآن مجید تمام احکام شرعیہ کا جامع ہے۔ بلکہ تمام پہلی شریعتوں کا بھی جامع ہے۔ ہاں اتنی بات ہے۔ کہ اس شریعت کے بعض احکام ایسے ہیں۔ جو عبارۃ النص اور اشارۃ النص اور دلالۃ النص اور اقتضاء النص سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور اہل لغت میں سے عوام اور خواص ان کو سمجھنے میں برابر ہیں۔ اور احکام کی دوسری قسم وہ ہے۔ جو کہ اجتہاد اور استنباط کے ذریعہ معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان احکام کا سمجھنا ائمہ مجتہدین کے ساتھ خاص ہے۔ بقول جمہور اس میں رسول اللہ ﷺ اور آپ

کے صحابہ کرام ﷺ اور آپ کی امت کے تمام مجتہد سب شامل ہیں۔لیکن تاجدار، مدینہ ﷺ کے زمانہ میں جو کہ وحی کا زمانہ تھا۔اجتہادی احکام خطا اور ثواب میں متردد نہ تھے۔ بلکہ یقینی وحی سے خطا کرنے والے کی غلطی اور درست اجتہاد کرنے والے کی درستی بالکل الگ الگ ہو جاتی تھی۔اور حق اور باطل آپس میں ملے جلے نہ رہتے تھے۔کیونکہ غلطی پر ثابت اور برقرار رکھنا نبی کے لئے جائز نہیں ہے۔ برخلاف ان احکام اجتہادیہ کے جو کہ وحی کے زمانہ کے بعد مجتہدین کو بطریق استنباط حاصل ہوئے ہیں۔ان میں خطا اور ثواب دونوں کا احتمال ہے۔

یہی وجہ ہے کہ وہ اجتہادی احکام جو کہ وحی کے زمانہ میں ثابت ہو چکے ہیں۔وہ موجب یقین ہیں۔اور عمل اور اعتقاد کے اثبات کے لئے مفید ہیں۔ اور جو وحی کے زمانہ کے بعد ثابت ہوئے ہیں۔زیادہ سے زیادہ موجب ظن ہیں عمل کے لئے تو مفید ہیں لیکن اعتقاد کے اثبات میں ناکافی ہیں۔

اور قرآن مجید کے احکام کی تیسری قسم وہ ہے کہ انسانی طاقت ان کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ جب تک خداوند تعالیٰ جل سلطانہ کی طرف سے ان کی اطلاع نہ ہو۔ان احکام کو نہیں سمجھا جاسکتا اور اس اطلاع کا حصول پیغمبر (علیہ و علی الہ الصلوۃ و السلام) کے ساتھ مخصوص ہے۔اور پیغمبر کے علاوہ اور کسی کو اس کی اطلاع نہیں ہوتی۔

یہ احکام اگرچہ قرآن مجید سے ماخوذ ہیں۔لیکن چونکہ ان کا اظہار نبی (علیہ و علی آلہ الصلوۃ و السلام) کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔تو مجبوراً ان کو سنت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔کیونکہ انکا اظہار سنت کی طرف سے ہوا ہے۔ بلکہ اس طرح جیسے کہ احکام اجتہادیہ کو قیاس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔کیونکہ ان کا مظہر قیاس ہے۔پس سنت اور قیاس دونوں مظہر احکام ہیں۔اگرچہ ان دونوں میں بہت فرق ہے۔کہ ان میں سے ایک (قیاس) کا اعتماد تو رائے پر ہے۔ جس میں غلطی کا امکان ہے۔اور دوسرے سنت کو خدا تعالیٰ کی اطلاع کی تائید حاصل ہے۔جس میں غلطی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔اور یہ آخری قسم اصل (قرآن مجید) کے ساتھ کمال مشابہت رکھتی ہے۔گویا کہ احکام کی مثبت یہی ہے۔حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام احکام کی مثبت وہی کتاب عزیز (قرآن مجید) ہے۔

باید دانست که در احکام اجتهادیه غیر پیغمبر را با پیغمبر۔علیه و علیٰ آله الصلوٰة و السلام۔مجال خلاف هست، اگر آن غیر به پایۂ اجتهاد برسد و احکامی که به عبارت و اشارت و دلالت نص ثابت شده اند و همچنین احکامیه مظهر آنها سنت است، احدی را در آنها مجال مخالفت نیست، بلکه بر جمیع امت اتباع آن احکام لازم است۔ پس مجتهدان امت را در احکام اجتهادیه، متابعت رأی پیغمبر لازم، نیست۔علیه و علیٰ آله الصلوٰة و السلام۔ بلهک صواب در آن موطن، متابعت رأ کود است اینجاد قیقه ای است باید دانست، پیغمبرانی که متابعت شرایع پیغمبران اولو العزم می نمایند۔علیهم الصلوٰة و السلام۔ و اجب بر ایشان، اتباع همان احکام است که از کتب و صحفت ایشانان به عبارت و اشارت و دلالت ثابت شده اند، نه آن احکام ه به اجتهاد و سنن ایشانان ظاهر گشته، زیرا که در احکام اجتهادی، هر گاه مجتهد، امت را متابعت لازم نبود۔ چنانچه گذشت۔ پیغمبر متابع را چگونه متابعت لاز باشد؟ و احکامی که مظهر آنها سنت است، چنانچه پیغمبر اولی العزم را آن احکام به اعلام حاصل اند، پیغمبر غیر اولی العزم را نیز آن احکام به اعلام او تعالیٰ ثابت اند، متابعت چه بوده، بلکه متابعت را گنجایش نیست، زیرا که به اندازۂ هر وقت و مناسب هر گروه، احکام علاهده است گاهی حل مناسب است و گاهی حرمت پیغمبر اولی العزم را اعلام به حل امری شده بود و پیغمبر غیر اولی العزم را اعلام به حرمت آن و این حل و حرمت هر دو مأخوذ از صحیفۂ منزله است، چنانچه دو مجتهد از یک مأخذ دو حکم مختلف أخذ می نمایند، یکی از آنجا حل می فهمد و دیگر

حرمت۔

جان لینا چاہیے۔کہ اجتہادی احکام میں امتی کا پیغمبر ﷺ سے اختلاف ممکن ہے۔لیکن شرط یہ ہے۔کہ وہ غیر نبی امتی اجتہاد کے مرتبہ کو پہنچ چکا ہو۔اور وہ احکام جو کہ عبارت النص اور اشارۃ النص اور دلالۃ النص سے ثابت ہوں۔اور اسی طرح وہ جو سنت سے ثابت ہوں۔ان میں کسی کو مخالفت کی مجال نہیں ہے۔بلکہ تمام امت پر ان کی اتباع لازم ہے۔پس امت کے مجتہدین کے لئے اجتہادی احکام میں پیغمبر کی رائے کی متابعت لازم نہیں ہے۔بلکہ اس مقام پر درست یہ ہے۔کہ مجتہد اپنی رائے پر عمل کرے۔

اس جگہ ایک باریک نکتہ ہے۔جان لینا چاہئے۔کہ وہ پیغمبر جو اولوالعزم پیغمبر کی شریعت کے تابع ہیں۔ان پر صرف انہی احکام کی اتباع لازم ہے۔جو کہ ان کی کتابوں اور صحیفوں سے بطریق عبارت واشارۃ ودلالۃ النص ثابت ہوں نہ کہ وہ احکام جو ان کے اجتہاد اور سنت سے ظاہر ہوتے ہیں۔کیونکہ اجتہادی احکام میں جب امتی مجتہد کو بھی پیغمبر سے اجتہاد میں اختلاف کی گنجائش ہے۔تو متابع پیغمبر پر ان احکام کی اتباع کیسے لازم ہوسکتی ہے۔اور وہ احکام جو سنت سے ثابت ہوئے ہوں۔ان میں جس طرح پیغمبر اولوالعزم کو اطلاع خداوندی ہوتی ہے۔اس طرح غیر اولوالعزم پیغمبر کو بھی ہوتی ہے۔پھر متابعت کیسی؟ بلکہ متابعت کی گنجائش ہی نہیں ہے۔کیونکہ ہر وقت اور ہر گروہ کے انداز کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے الگ الگ احکام نازل ہوتے ہیں۔کبھی حلت مناسب ہوتی ہے۔تو کسی وقت حرمت۔اور یہ حل وحرمت دونوں ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ صحیفہ سے ماخوذ ہوتی ہیں۔جیسے کہ دو مجتہد ایک ہی ماخذ سے دو مختلف حکم اخذ کرتے ہیں۔ایک اسی عبارت سے حل سمجھتا ہے۔اور دوسرا حرمت۔

سؤال: این اختلاف، در اجتهاد گنجایش دارد که مدار آن بر رأ است، که هم احتمال صواب دارد و هم احتمال خطا، اما این معنی، در اعلام او تعالیٰ گنجایش ندارد، زیرا که آنجا تردد در صواب و خاط جایز نیست، بلکه به یقین نزد حق۔جل و علا۔یک حکم است، اگر حل است، هرمت گنجایش ندارد و اگر حرمت است، حل را مجال نیست، جواب: رواست که نسبت به یک قوم حل باشد و نسبت به قوم دیگر حرمت، پس حکم کدا۔جل و علا۔ دریک واقعه متعدد باشد نسبت به تعدد قوم ولا محذور، آی! در امت خاتم الرسل این معنی راست نمی آید، که کافۂ انام در این شریعت به یک حکم محکوم اند دریک واقعه نزد خدا۔جل سلطانه۔ اینجا دو حکم نیست۔سؤال: پیغمبر اولی العزم هر گاه حکم به حل امری کرده باشد و پیغمبر متابع او در آن امر، حکم به حرمت نماید، لازم می آید که حکم ثانی ناسخ حکم اول باشد و این جائز نیست که نسخ مخصوص به پیغمبر اولی العزم ست، غیر او ناسخ نمی تواند شد۔

جواب: نسخ وقتی لازم می آید که حکم ثانی عام بود نسبت به کافۂ انام تا رفع حکم اول که نسبت به گروهی واقع شده بود، نماید (اما اینجا) حکم ثانی نیست، بلکه نسبت به یک گروهی حکم به حرمت کرده است، به حکم اول جنگ ندارد۔ نمی بینی دریک واقعه، مجتهدی حکم به حل می کند و مجتهد دیگر در همان واقعه، حکم به حرمت می نماید و هیچ نسخ نیست، هر چند در میان این و آن تفاوت فاحش است، که اینجا رأ است و آنجا اعلام۔

در رأی تعدد حکم گنجایش دارد و در اعلام گنجایش ندارد، اما تعدد قوم علاج آن می نماید، چنانچه گذشت، پس در شرایع متقدم، احکامی که از کتب و صحفت پیغمبران اولی العزم به حسب لغت مفهوم می گردند، پیغمبران متابع را نیز در آنها مجال مخالفت

نیست و آن احکام نسبت به کافۂ انام وارد گشته اند هر پیغمبر متابع به هر قوم ہ دعوت کند، خلاف آن احکام تبلیغ نخواهد کرد و اگر حل، است همه راحل است و اگر حرمت است، همه را حرمت است تا زمانی که پیغمبرا دیگر از اولی العزم بیاید و رفع آن حکم فرماید، این، زمان نسخ متصور است۔ پس نسخ به اعتبار همان احکام باشد که به، حسب لغت از صحیفۂ منزله مأخوذ اند و احکامی که به اجتهاد واعلام ثابت شده اندو به سنت و اجتهاد منسوب اند، نسخ در آنها متصور نیست، که این احکام نسبت به بعض است، نه بعض دیگر۔ پس اجتهاد پیغمبری و همچنین سنت او، رافع اجتهاد و سنت پیغمبر دیگر نمی تواند شد که آن نسبت به قومی است و این نسبت به قوم دیگر و اگر این اختلاف نسبت به کافۂ انام است یا نسبت به یک گروه باشد، البته نسخ است، چنانچه در این شریعت که حکم به نسبت کافه انام است، حکم ثانی ناسخ حکم اول است۔ پس سنت لا حق پیغمبر ما۔ علیه و علیٰ آلہٖ جمیع الانبیاء والمرسلین الصلوات والتحیات۔ ناسخ باشد مر سنت سابق او را۔ عصیه و علیٰ آله الصلوٰة والسلام۔ و حضرت عیسیٰ۔ علیٰ نبینا و علیه الصلوٰة ۔که بعد از نزول، متابعت این، شریعت خواهد نمود، اتباع سنت آن سرور۔ علیه و علیٰ، آله الصلوٰة والسلام۔ نیز خواهد کرد که نسخ این شریعت مجوز نیست۔ نزدیک است که علماء ظواهر، مجتهدات او را۔ علیٰ نبینا و علیه الصلوٰة۔ از کمال دقت و غموض مأخذ، انکار نمایند و مخالفت کتاب وسنت دانند۔ مثل (روح اللہ)، مثل (امام اعظم کوفی) است ۔ رحمة اللہ علیه۔ که به برکت ورع و تقویٰ و به دولت متابعت سنت، درجۂ علیها در اجتهاد و استنباط یافته است، که دیگران در فهم، عاجز و قاصر اند و مجتهدات او را به واسطۂ دقت معانی، مخالف کتاب و سنت، دانند و او را و اصحاب او را، اصحاب رأی پندارند کل ذالک لعدم الوصول الیٰ حقیقة علمه و درایته و عدم الاطلاع علیٰ فهمه۔

سوال: اس اختلاف کی اجتہاد میں تو گنجائش ہوسکتی ہے۔ کیونکہ اس کا دارومدار قیاس ورائے پر ہے۔ جس میں غلط اور صحیح دونوں کا احتمال ہے۔ لیکن یہ صورت خداوندی تعالیٰ کے اعلام (اطلاع) میں گنجائش نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ وہاں غلط اور درست میں تردد جائز نہیں ہے۔ بلکہ حق جل وعلا کے نزدیک تو یقینی طور پر ایک ہی حکم ہے۔ اگر حلال ہے تو حرام کی گنجائش نہیں ہے۔ اور اگر حرام ہے۔ تو حلال کی مجال نہیں ہے۔

جواب: ہوسکتا ہے۔ کہ ایک قوم کی نسبت وہی چیز حلال ہو۔ اور دوسری قوم کے لئے وہ حرام ہو۔ پس خداوند تعالیٰ کا حکم ایک ہی واقعہ میں متعدد ہوسکتا ہے۔ جب قومیں الگ الگ ہوں۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے ہاں ختم الرسل کی امت میں یہ صورت درست نہیں ہے۔ کیونکہ تمام لوگ ایک ہی شریعت کے احکام کے محکوم ہیں۔ لہٰذا ایک ہی واقعہ میں خداوند تعالیٰ کے دو حکم مختلف نہیں ہوں گے۔

سوال: پیغمبر اولوالعزم ﷺ ایک چیز کی حلت کا حکم کرتا ہے۔ اور پیغمبر متابع اسی چیز کو حرام ٹھہراتا ہے۔ تو لازم آئے گا۔ کہ حکم ثانی حکم اول کا ناسخ ہو۔ اور یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ کسی چیز کو منسوخ کرنا پیغمبر اولوالعزم ﷺ کے ساتھ خاص ہے دوسرا پیغمبر ناسخ نہیں ہوسکتا۔

جواب: نسخ اس صورت میں لازم آتا ہے۔ کہ حکم ثانی تمام لوگوں کے لئے عام ہو۔ تاکہ اس حکم کو رفع کرے جو ایک گروہ کی نسبت دیا گیا تھا۔ اور یہاں حکم ثانی عام نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک گروہ کی نسبت اس کو حرام کیا گیا ہے۔ اس کا پہلے حکم سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیا تم اس پر غور نہیں کرتے۔ کہ ایک ہی واقعہ میں ایک مجتہد حلت کا فتویٰ دیتا ہے۔ اور اسی واقعہ میں دوسرا مجتہد حرمت کا فیصلہ کرتا ہے۔ اور ان میں نسخ نہیں ہوتا۔

ہاں یہ تو صحیح ہے۔ کہ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ کہ اس جگہ انسانی رائے ہے۔ اور اس جگہ خداوندی اطلاع رائے میں متعدد حکم کی گنجائش ہے۔ اور اعلام

میں گنجائش نہیں ہوتی۔لیکن تعدد اقوام سے اس کا علاج ہوسکتا ہے۔جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔پس پہلی شریعتوں میں بھی ان احکام میں جو کہ پیغمبران اولوالعزم کی کتابوں اور صحیفوں سے بلحاظ لغت معلوم ہوتے ہیں۔پیغمبران متابع کو بھی ان میں مخالفت کی مجال نہیں ہے اور ان احکام میں بھی جو سب لوگوں کے لئے وارد ہوتے ہیں۔ہر متابع پیغمبر جس قوم کو بھی وہ تبلیغ کرے گا۔ان احکام کے خلاف تبلیغ نہ کرے گا۔اگر حلال ہے۔تو سب کے لئے حلال ہے۔اور اگر حرام ہے۔تو سب کے لئے حرام ہے۔اس وقت تک کہ کوئی اور اولوالعزم پیغمبر آئے۔اور اس حکم کو اٹھادے۔اس وقت نسخ متصور ہوگا۔

پس نسخ ان احکام میں ہوتا ہے۔جو کہ بحسب لغت صحیفہ منزلہ سے ثابت ہوں۔اور وہ احکام جو اجتہاد اور اعلام سے ثابت ہوں۔اور سنت اور اجتہاد کی طرف منسوب ہوں۔ان میں نسخ نہیں ہوتا۔کہ ایسے احکام بعض لوگوں کے لئے ہوتے ہیں۔اور بعض اس سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔پس ایک پیغمبر کا اجتہاد اور اس کی سنت دوسرے پیغمبر کے اجتہاد اور سنت کی ناسخ نہیں ہوتی۔کیونکہ وہ کسی دوسری قوم کے لئے ہوتا ہے۔اور یہ کسی اور قوم کے لئے۔ہاں اگر یہ اختلاف سب لوگوں کے لئے یا کسی ایک ہی قوم کے لئے ہو تو اس صورت میں واقعی نسخ ہوگا۔جیسا کہ اس شریعت میں ہے۔جو کہ تمام لوگوں کے لئے ہے۔حکم ثانی حکم اول کے لئے ناسخ ہوگا۔پس ہمارے پیغمبر ﷺ کی پچھلی سنت ان کی پہلی سنت کی ناسخ ہوگی۔

اور حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جو کہ بعد نزول اس شریعت کی اتباع کریں گے۔آں سرور ﷺ کی سنت کی اتباع ہی کریں گے۔کہ اس شریعت کا نسخ جائز نہیں ہے۔ہوسکتا ہے کہ علماء ظواہر حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے اجتہادات کی اپنے ماخذ کے کمال اور دقیق ہونے کی وجہ سے مخالفت کریں اور ان کو کتاب و سنت کے مخالف سمجھیں۔حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا حال امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہے۔کہ پرہیز گاری (حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پرہیز گاری، تقویٰ اور متابعت سنت کی برکت سے اجتہاد و استنباط کے نہایت درجہ پر فائز ہیں۔لوگ آپ کی بلندیٔ شان سمجھنے سے قاصر ہیں۔)

اور تقویٰ کی برکت اور سنت کی متابعت کی دولت سے اجتہاد اور استنباط کے نہایت بلند درجہ پر پہنچ چکے ہیں۔کہ دوسرے لوگ اس کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔اور وقت معانی کی وجہ سے ان کے اجتہادات کو کتاب و سنت کے مخالف سمجھتے ہیں۔اور ان کو اور ان کے اصحاب کو ''اصحاب الرائے'' کہتے ہیں۔اور یہ سب کچھ ان کے علم اور درایت کی حقیقت اور ان کے فہم پر مطلع نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

وفراست امام (شافعی) به کرشمه (ای) از دقت فقاهت او۔علیه الرضوان۔ دریافت که گفت: الفقهاء کلهم عیال ابی حنیفة۔ وای از جرأت های قاصر نظران، که قصور خود را به یگری نس بت نمایند۔

قاصری گر کند این قافله را طعن قصور		حاش لله که برآرم به زبان این گله را
همه شیران جهان بسته این سلسله اند		روبه از حیله چسان بگسلد این سلسله را

وبه واسطۀ همین مناسبت که به حضرت (روح الله) دارد، تواند بود آنچه (خواجه محمد پارسا) درفصول سته نوشته است که (حضرت عیسی) ۔علیٰ نبینا و علیه الصلوٰة والسلام۔ بعد از نزول، به مذهب (امام ابی حنیفه) عمل خواهد کرد یعنی اجتهاد (حضرت روح الله) موافق اجتهاد (امام اعظم) خواهد بود، نه آنکه تقلید این مذهب خواهد کرد۔علیٰ نبینا وعلیه الصلوٰة والسلام۔ که شأن او۔علیٰ نبینا وعلیه الصلوٰة والسلام۔ از آن بلندتر است که تقلید علماء امت فرماید۔ بی شائبۀ تکلف و تعصب گفته می شود که نورانیت این مذهب حنفی به نظر کشفی در رنگ دریای عظیم می نماید و سایر مذهب در رنگ حیاض و جداول به نظر می در آیند به ظاهر هم که ملاحظه

نموده می آید، سواد اعظم از اهل اسلام، متابعان ابی حنیفه اند۔علیهم الرضوان۔واین مذهب باوجود کثرت متابعان، در اصول و فروع ازسایر مذاهب متمیز است و در استنباط، طریق علحده دارد این معنی مبنی ء از حقیقت است۔عجب معامله است (امام ابو حنیفه) در تقلید، سنت، از همه پیش قدم است و احادیث مرسل را در رنگ احادیث مسند (۔متصل)، شایان متابعت می داند و بر رأی خود مقدم می دارد و همچنین قول صحابی را به واسطۂ شرف صحبت خیر البشر علیه و علیهم اصلوات و التسلیمات۔بر رأی خود، مقدم می دارد و دیگران نه چنین اند، مع ذٰلک مخالفان، او را صاحب رأی می دانند و الفاظی که منبی ء از سوی ادب اند به او منتسب می سازند باوجود آنکه همه به کمال علم و وفور ورع و تقوای او معترف اند۔حضرت حق۔سبحانه و تعالیٰ۔ایشان را توفیق دهاد که آزار رأس دین و رئیس اهل اسلام ننمایند و سواد اعظمی اسلام را ایذا نکنند (یریدون ان یطفؤ نور اللہ بافواهم) (توبه/۲۲)

جماعه (ای) که این اکابر دین را اصحاب رأی می دانند، اگر این اعتقاد دارند که ایشانان به رأی خود حکم می کردند و متابعت کتاب و سنت نمی نمودند، پس سواد اعظم از اهل اسلام به زعم فاسد ایشان، ضال و مبتدع باشند، بلکه از جرگۂ اهل اسلام بیرون بوند، این اعتقاد نکند مگر جاهلی که از جهل خود بی خبر است یا زندیقی که مقصودش ابطال شطر دین است۔ناقصی چند، احادیث چند را یاد گرفته اند و احکام شریعت را منحصر در آن ساخته اند و ماورای معلوم خود را نفی می نمایند و آنچه نزد ایشان ثابت نشده، منتفی می سازند

چو آن کرمی که درسنگی نهان است		زمین و آسمان اوهمان است

وای، هزار وای از تعصب های بارد ایشان و از نظر های فاسد ایشان، بانی فقه (ابو حنیفه) است و سه حصه از فقه او را مسلم داشته اند و در ربع باقی، همه شرکت دارند باوی، در فقه، صاحب خانه اوست و دیگران همه عیال وی اند باوجود التزام این مذهب، مرا با (امام شافعی) گویا محبت ذاتی است و بزرگ می دانم، لهذا در بعضی اعمال نافله، تقلید مذهب او می نمایم، اما چه کنم که دیگران را باوجود وفور علم و کمال و تقویٰ در جنب (امام ابی حنیفه) در رنگ طفلان می یابم۔ولا مر الی اللہ سبحانه۔

اور حضرت سیدنا امام شافعی علیہ الرحمہ نے اشاروں سے ان کی فقاہت کی وقت کو معلوم کیا۔اور کہا ''تمام فقہاء ابوحنیفہ کے عیال ہیں۔''

افسوس ان قاصر نظروں کی جماعت پر کہ اپنے قصور کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ؎

همه شیران جهان بسته این سلسله اند		روبه از حیله چسان بگسلد این سلسله را

ترجمه: اگر کوئی کوتاہ نظر اس قافلہ پر قصور کا طعنہ کرتا ہے۔تو خدا پاک ہے۔کہ میں زبان پر اس کا گلہ لاؤں۔

همه شیران جهان بسته این سلسله اند		روبه از حیله چسان بگسلد این سلسله را

ترجمه: تمام دنیا کے شیر اس سلسلہ میں جکڑے ہوئے ہیں۔لومڑی حیلہ سے اس زنجیر کو کیسے توڑ سکتی ہے۔

اور اسی مناسبت سے جو وہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے رکھتے ہیں۔ہوسکتا ہے کہ حضرت سیدنا خواجہ محمد پارسا علیہ الرحمہ نے فصول ستہ میں جو لکھا ہے۔اسی لئے لکھا ہے۔کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد از نزول حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب پر عمل کریں گے۔'' یعنی حضرت روح اللہ کا اجتہاد امام اعظم کے اجتہاد کے مطابق ہوگا۔نہ یہ کہ وہ اس مذہب کی تقلید کرینگے۔کہ ان کی شان اس سے بہت بلند ہے۔کہ وہ علمائے امت کی تقلید کریں۔

بلاتعصب وتکلف یہ کہا جاسکتا ہے۔کہ اس مذہب کی نورانیت کشفی طور پر دریائے عظیم کی طرح نظر آتی ہے۔اور باقی دوسرے تمام اس کے مقابل حوض اور چھوٹی نہروں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔اور ظاہر میں بھی جو کچھ نظر آرہا ہے۔وہ یہ ہے۔کہ اہل اسلام کی اکثریت حضرت سیدنا ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے مذہب کی پیرو ہے۔اور یہ مذہب کثرت متبعین کے باوجود اصل اور فروع میں دوسرے تمام مذاہب سے متمیز ہے۔اور استنباط میں اپنا ایک الگ طریقہ رکھتا ہے۔اور یہ بات اس کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

عجیب معاملہ ہے۔کہ حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سنت کی پیروی میں سب سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔اور مرسل احادیث کی پیروی بھی مسند احادیث کی طرح کرتے ہیں۔اور ان کو اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں۔اور اسی طرح صحابی رضی اللہ عنہ کے قول کو بھی خیر البشر ﷺ کی صحبت کی وجہ سے اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں۔اور دوسروں کا یہ مسلک نہیں ہے اس کے باوجود مخالف ان کو ''اصحاب الرائے'' کہتے ہیں۔اور ان کی طرف ایسے الفاظ منسوب کرتے ہیں۔جن سے سوءادبی ظاہر ہوتی ہے۔حالانکہ یہ سب ان کے کمال علم اور تقویٰ اور پرہیزگاری کی کثرت کی بھی معترف ہیں۔حق سبحانہ وتعالیٰ ان کو توفیق دے۔کہ وہ دین کے سردار اور اہل اسلام کے رئیس کی دل آزاری نہ کریں۔اور اسلام کے سواد اعظم کو ایذاء نہ پہنچائیں۔یہ لوگ خدا کے نور کو اپنی آنکھوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔

وہ لوگ جو اکابر دین کو ''اصحاب الرائے'' کہتے ہیں۔اگر یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔کہ وہ اپنی رائے سے حکم کرتے تھے اور کتاب وسنت کی متابعت نہیں کرتے تھے۔اس صورت میں وہ اپنے گمان فاسد کی بنا پر اہل اسلام کے سواد اعظم کو گمراہ اور بدعتی کہتے ہیں۔بلکہ اپنے خیال میں ان کو اہل اسلام کی جماعت سے خارج قرار دیتے ہیں۔تو یہ عقیدہ یا تو وہ جاہل رکھتا ہوگا۔جو خود اپنی جہالت سے بے خبر ہے۔یا وہ بے دین آدمی جس کا مقصد نصف دین کو باطل کرنا ہے۔

چند ایک ناقص لوگوں نے چند احادیث یاد کر رکھی ہیں۔اور احکام دین کو انہی میں منحصر سمجھتے ہیں۔اور اپنے معلومات کے ماسوا دوسری چیزوں کی نفی کرتے ہیں۔اور جو ان کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔اس کا انکار کرتے ہیں۔

چوآن کرمی که درسنگی نهان است		زمین و آسمان اوهمان است

ترجمہ: اس کیڑے کی طرح جو کسی پتھر میں پوشیدہ ہے۔اس کا زمین وآسمان وہی پتھر ہے۔

ہزار افسوس ان کے خشک تعصب اور ان کی نظر فاسد پر کہ فقہ کے بانی حضرت سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔اور لوگوں نے فقہ کا تین چوتھائی حصہ ان کے لئے مسلم رکھا ہے۔اور صرف باقی چوتھائی حصہ میں دوسرے فقہا ان کے شریک ہیں۔اور فقہ میں صاحب خانہ وہ ہے۔اور دوسرے سب اس کے عیال ہیں۔باوجودیکہ میں مذہب حنفی کا پابند ہوں۔لیکن مجھے حضرت سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ سے گویا ذاتی محبت ہے۔ان کو بزرگ سمجھتا ہوں۔یہی وجہ ہے۔کہ بعض نفلی اعمال میں ان کے مذہب کی تقلید کرتا ہوں۔لیکن کیا کروں۔کہ دوسرے فقہا کو میں باوجود بے انتہا علم اور کمال تقوے کے امام ابوحنیفہ کے مقابلہ میں بچوں کی طرح دیکھتا ہوں۔اور حقیقت معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد ہے۔

برسر اصل سخن رویم و گوییم که بالا گذشته است که اختلاف احکام اجتهادیه اگرچه آن اختلاف از پیغمبر صادر شود، مستلزم نسخ به خلاف اختلاف در احکام کتاب و سنت که موجب نسخ است کما مر ایضاً تحقیقه۔ پس مقرر شد که معتبر در اثبات احکام شرعیه، کتاب وسنت است، وقیاس مجتهدان و اجماع امت نیز مثبت احکام است بعد از این چهار ادله شرعیه، هیچ دلیلی مثبت

احکام شرعیه نمی تواند شد۔ الهام مثبت حل و حرمت نبود و کشف ارباب باطن، اثبات فرض و سنت ننمایند، ارباب ولایت خاصه یا عامه،مؤمنان در تقلید مجتهدان برابراند، کشوف و الهامات، ایشان را مزیت نمی بخشد واز ربقۂ تقلید نمی برارد و (ذوالنون) و (بسطامی) و (جنید) و (شبلی) با (زید) و (عمر) و (بکر) و (خالد) که از عوام مؤمنانند، در تقلید مجتهدان در احکام اجتهادیه مساوی اند۔

اب ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اوپر گزر چکا ہے۔ کہ اجتہادی احکام میں اختلاف کرنا اگرچہ وہ اختلاف پیغمبر ہی سے صادر کیوں نہ ہوں۔ نسخ کو مستلزم نہیں ہے۔ برخلاف اس اختلاف کے جو کتاب وسنت کے احکام میں ہو۔ کہ وہ موجب نسخ ہے۔ جیسا کہ اس کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ احکام شریعت کے اثبات میں اصل چیز کتاب وسنت ہے۔ اور مجتہدین کا قیاس اور امت کا اجماع بھی احکام کا مثبت ہے ان چار شرعی دلائل کے سوا کوئی دلیل بھی احکام شرعیہ کی مثبت نہیں ہوسکتی۔ الہام حلت وحرمت کا مثبت نہیں ہے اور اہل باطن کا کشف فرض وسنت کا اثبات نہیں کرسکتا۔ ولایت خاصہ کے مالک اور عام مومن مجتہدین کی تقلید میں برابر ہیں۔ اور کشف اور الہام سے ان کو کوئی فضیلت نہیں مل سکتی۔ اور وہ تقلید کی زنجیر سے باہر نہیں نکل سکتے۔ حضرت سیدنا ذوالنون مصری علیہ الرحمہ اور حضرت سیدنا بایزید بسطامی علیہ الرحمہ اور حضرت سیدنا جنید بغدادی علیہ الرحمہ اور حضرت سیدنا شبلی علیہ الرحمہ احکام اجتہادیہ میں مجتہدین کی تقلید کرنے میں زید۔ عمرو بکر اور خالد کے ساتھ جو کہ عام مومنین میں سے ہیں۔ برابر ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب، ۵۵، ج، ۲، ص، ۱۸۵، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

اهل ملت و متابعان انبیا۔ علیهم الصلوات والسلام۔ اگر در دلائل و براهین غلط کنند، باکی نیست که مدار کار ایشان بر تقلید انبیا است۔ علیهم الصلوۃ والسلام۔ دلائل و براهین بر اثبات مطالب عالیه خود بر سبیل تبرع می آرند، همان تقلید ایشان را کافی است، به خلاف این بی دولتان که از تقلید خود را برآورده اند و در صدد اثبات به دلائل گشته ضلوا افاضلوا

دعوت نبوت حضرت عیسیٰ۔ علیٰ نبینا و علیه الصلوۃ والسلام۔ چون به ((افلاطون))۔ که کلان تر این بی دولتان بوده۔ رسید، گفت: نحن قوم مهتدون لا حاجة بنا الی من یهدینا (ماخود گروهی هدایت یافته ایم، نیازی به کسی نداریم که ما را راهنمایی کند۔) زهی سفیه۔ بایستی شخصی که احیای اموات (زنده کردن مردهها، اشاره به معجزات حضرت عیسیٰ۔ علیه الصلاة والسلام۔) می نماید و ابراء اکمه و ابرص (خوب کردن کور مادرزاد و کسی که دچار بیماری جزام است۔) می کند، که خارج از طور حکمت ایشان است، او را می دید و تفطن احوال او می کرد۔ نادیده جواب دادن از کمال عناد و سفاهت ست۔

فلسفه چون اکثرش باشد سفه، پس کل آن		**هم سفه باشد، که حکم کل، حکم اکثر است**

نجانا اللہ سبحانہ عن ظلمات معتقداتهم السوء۔

اہل ملت اور انبیائے علیہم السلام کے تابعدار اگر دلائل اور براہین میں غلطی کریں تو کچھ ڈر نہیں۔ کیونکہ ان کے کام کا مدار انبیاء علیہم السلام کی تقلید پر ہے اور اپنے مطالب عالیہ کے ثبوت کے لیے دلائل اور براہین کو صرف تبرع کے طور پر لاتے ہیں۔ یہی تقلید ان کے لیے کافی ہے برخلاف ان بدبختوں کے جو تقلید سے نکل کر صرف

دلائل کے ساتھ اپنے مطالب کو ثابت کرنے کے پیچھے پڑے ہیں۔ یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کیا۔ حضرت عیسیٰ علی نبینا ﷺ کی نبوت کی دعوت جب افلاطون کو جوان بدبختوں کا رئیس ہے پہنچی تو اس نے جواب میں یوں کہا کہ، ہم ہدایت یافتہ لوگ ہیں ہم کو ایسے شخص کی حاجت نہیں ہے جو ہم کو ہدایت دیوے۔ اس بیوقوف کو چاہیے تھا کہ ایسے شخص کو جو مردوں کو زندہ کرتا، اور مادرزاد اندھوں اور کوڑھی کو تندرست کرتا ہے۔ جوان کی حکمت کے طور سے خارج ہے۔ پہلے دیکھتا اور اس کے حالات کو دریافت کرتا۔ اور پھر جواب دیتا۔ بن دیکھے اس کا جواب دینا اس کی کمال عداوت اور کمینہ پن ہے۔

فلسفہ چون اکثرش باشد سفہ، پس کل آن		ہم سفہ باشد، کہ حکم کل، حکم اکثر است

ترجمہ: فلسفہ کا اکثر حصہ جب بے وقوفی اور سفاہت کی باتوں پر مشتمل ہے تو وہ سارا ہی اسی طرح ہے کیونکہ اکثر کا حکم کل کا حکم ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ان برے عقائد سے بچائے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۶۶، ج،ا ص ۵۶۳ مرکز پخش: زاھدان، خیابان: نیام، صدیقی، تہران)

عروۃ الوثقٰی حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

عالی حضرت متعالی منقبت حضرت ایشان مارضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمودند کہ روزے در حلقۂ فجر نشستہ بودم یک گونہ فنائے مخصوص روداد و یقینے (تعینے) کہ داشتم روبزوال آورد و این نظر بامتداد کشید تا آنکہ در نماز عصر ہمان روز نشستہ بودم دیدم کہ امام، ہمام حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باجمیع تلامذۂ خویش بلکہ باجمیع علما و مجتہدان کہ درمذہب ایشانند گرد من جمع، آمدند و مرا احاطہ نمودند و بعضے از اساتذۂ حضرت امام نیز دران وقت درنظر می درآمدند چون ابراہیم نخعی وغیر ایشان می بینم، کہ گوئیا انوار ہمۂ ایشان درمن درآمد و من بآن انوار تعین وبقایا فتم وبتمام متجسم بانوار این اکابر گشتم ہذا بعد از دو سہ روز ازین، ماجرا چنان فرمودند کہ چنانچہ تعینے وبقائی کہ بعلمائے حنفیہ شدہ بود ھمان قسم تعین وبقائی بعلمائے شافعیہ متحقق گشت چنانکہ دیدم کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ باجمیع علماء مجتہدان مذہب خویش گردمن جمع اند محسوس گشت کہ علمائے حنفیہ ازمن بیرون آمد ندا این زمان بانوار علمائے شافعیہ متحقق گشتم چنانچہ سابقا بانوار علمائے حنیفہ متحقق شدہ بودم، بعدازان مشہود گشت کہ آنچہ ازمن، رفتہ بود بازبمن عود نمود یعنی انوار حنفیہ الحال بانوار ہر واحدے ازین ہر دو فریق گشتم ازین جہت اگر آنحضرت راحنفی الشافعی گویند گنجایش دارد، فرمودند کہ درانوقت چناں معلوم گشت کہ حق ازیں ہر دو امام بیرون نیست اگر ازحنفی جاے حق ماندہ است شافعی گرفتہ است واز شافعی تجاوز تکردہ است این معنی رابمبالغۂ تام می فرمودند وایضاً می فرمودند دو حصۂ از حق یاسہ حصہ باامام اعظم مسلم است وثلث یاربع بشافعی است

ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) فرماتے تھے کہ میں ایک روز فجر کے حلقہ میں بیٹھا تھا ایک قسم کی خاص فنا ظاہر ہوئی اور جو تعین کہ میں رکھتا تھا زائل ہونے لگا اور اس مشاہدہ نے طول کھینچا یہانتک کہ میں اسی روز کی نماز عصر میں بیٹھا تھا میں نے دیکھا کہ حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ اپنے تمام شاگردوں کے ساتھ بلکہ ان تمام علماء ومجتہدین کے ساتھ جو کہ ان کے مذہب میں ہیں میرے گرد جمع ہو گئے اور مجھے گھیر لیا، اور حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے بعض اساتذہ مثلاً حضرت سیدنا ابراہیم نخعی علیہ الرحمۃ وغیرہ بھی اس وقت نظر آرہے تھے، میں دیکھتا ہوں کہ گویا ان سب کے انوار مجھ میں آگئے اور میں نے ان

انوار کے ساتھ تعین اور بقا پائی اور پوری طرح ان اکابر (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے انوار کے ساتھ متجسم ہوگیا۔ یہ مکاشفہ تو یہاں ختم ہوا۔

اس واقعہ کے دو تین روز کے بعد آپ نے فرمایا کہ جیسا تعین وبقا علمائے حنفیہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے ساتھ ہوا تھا اسی قسم کا تعین وبقا علمائے شافعیہ کے ساتھ بھی متحقق ہوا چنانچہ میں نے دیکھا کہ حضرت سیدنا امام شافعی علیہ الرحمہ اپنے مذہب کے تمام علماء ومجتہدین (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے ساتھ جمع ہیں محسوس ہوا کہ علمائے حنفیہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) مجھ سے باہر آگئے اسوقت میں علمائے شافعیہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے انوار کے ساتھ متحقق ہوگیا جیسا کہ پہلے علمائے حنفیہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے انوار کے ساتھ متحقق ہوا تھا، اس کے بعد مشہود ہوا کہ جو کچھ مجھ سے چلا گیا تھا یعنی انوار حنفیہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) پھر مجھ میں عود کر آیا، اس وقت میں ان دونوں فریق میں سے ہر ایک کے انوار کے ساتھ متحقق ہوگیا، اس لحاظ سے اگر حضرت عالی (مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) کو حنفی الشافعی کہیں تو گنجائش ہے۔ فرماتے تھے کہ اسوقت ایسا معلوم ہوا کہ حق ان دونوں اماموں سے باہر نہیں ہے اگر حنفی سے کسی جگہ حق رہ گیا ہے تو امام شافعی نے لے لیا ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ سے آگے نہیں بڑھا ہے۔ اس معنی کو کامل مبالغہ کے ساتھ فرماتے تھے اور نیز فرماتے تھے کہ حق سے دو تہائی یا تین چوتھائی حق امام اعظم علیہ الرحمہ کے ساتھ مسلم ہے اور ایک تہائی یا ایک چوتھائی امام شافعی علیہ الرحمہ کے ساتھ ہے۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، اول، مکتوب، ۲۳۱ ص، ۴۲۲، ۴۲۳، گارڈن ویسٹ، کراچی)

تقلید حضرت سلطان الاولیاء شیخ نظام الدین علیہ الرحمہ کی

حضرت سیدی قطب الارشاد شیخ خواجہ نظام الحق والدین علیہ الرحمہ نے گوہر دریائے توحید و جوہر کانِ تفرید حضور سیدی حضرت شیخ فرید علیہ الرحمہ سے دعا سیکھی۔ اور ان کے فرمان کے موجب ہر صبح وشام اس دعا کی مواظبت فرماتے تھے۔ اسی دوران ایک فاضلِ عربی آئے۔ اور انہوں نے غور سے اس دعا کو سماعت فرمایا۔ اور اس میں اعراب کی غلطی بتائی۔ اور کہا کہ آپ جس جگہ کسرہ (زیر) پڑھتے ہیں وہاں فتحہ (زبر) ہونا چاہیے۔ حضرت سیدی قطب الارشاد شیخ خواجہ نظام الحق والدین علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں اعراب میں کوئی تغیر نہیں کرسکتا ہوں۔ کیونکہ یہ دعا میں نے پیر سے سیکھی ہے۔ اعراب تبدیل کرنے سے اولاً مجھے پیر کی خطا تسلیم کرنی پڑیگی۔ اور پیر کے ہنر کو معیوب بنانا پڑے گا۔ اور یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔

قطعہ

کسانیکه هستند اهل صواب		هویدا نگر دداز ان تا خطای
صوابست خطایائے صاحبدلاں		اگر نبگرو نیک پاکیزه رای

ترجمہ: جو اہل صواب ہو۔ اس سے خطاب نہیں ہوتی۔

صاحبدلوں ں کی خطائیں بھی صواب ہے۔ اگر نیک و پاکیزہ رائے ہو۔

حضرت شیخ وسلطان المشائخ علیہ الرحمہ اس متعلم کو قراتِ دعا وتلاوتِ ثنا کی ترغیب پر نہیں ابھارا۔ اور خود اس دعا کو پابندی سے پڑھتے رہے۔ چند دنوں کے بعد تبحر دانشمند ومتبصر خردمند دار الخلافہ دہلی آئے۔ فاضلوں وعالموں کی نشست ہوئی اتفاق سے اس نشست میں اس دعا کے اعراب میں تقریب اور اس ثنا کے سخن میں

استصواب ظاہر ہوا استنباط مسائل عربیہ وارتباطِ عوامل نحویہ کے بعد فرمایا کہ کسرہ کا تغیر فتحہ سے اور جر کا تغیر زبر سے نہیں کرتے۔ اس لیے اس جگہ پر کسرہ صحیح ہے۔ اور یہ قرأتِ ملیح ہے۔ جسے فوائدِ رشتہ توحید وجواہر خیطہ تفرید حضور سیدی پیر پیراں گنج شکر فرید علیہ الرحمہ نے تلاوت فرمائی ہے۔

قطعہ

زدریائے عرفان که ریزدگوهر		اگرز آسمان درکف اردگوهر
چو گوهر فتد زیر وبالا زهم		بخوان زیر هر در و گوهر زیر

ترجمہ: دریائے عرفان سے گوہر گرتا ہے۔ اگر آسمان سے ہتھیلی میں گوہر آئے۔

جب گوہر زیر وبالا سے گرتا ہے۔ تو تو ہر در وگوہر میں زیر پڑھ۔

پس مناسب حال یہ ہے کہ زمرۂ حساد کے مقدمات وفرقہ عناد کے توہمات کی طرف توجہ نہ کرے۔ اور ایسی جماعت کی طرف جو فضیلت سے خالی اور مثل میں عاری ہو۔ التفات نہیں کرنا چاہیے۔

(مکتوباتِ اشرفی/ پہلا ایڈیشن ص: ۲۰۳/۲۰۵)

مقتدی کا سورۃ الفاتحہ پڑھنا جائز نہیں:

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

روزے یکے (اغلب آنکه مراد از "یکے" خود حضرت مصنف علیه الرحمه اند) از مخلصان را بخاطر گذشت که حضرت ایشان همیشه امام می شوند، وجه آن چه خواهد بود؟ بهمین خطره بملازمت ایشان رسید۔ بے آنکه وے برزبان آرد، فرمودند که شافعیه و مالکیه بر آنند که بغیر قرأت فاتحه نماز جائز نیست لهٰذا خلف امام فاتحه می خوانند و احادیث صحیحه نیز دلالت بر این معنی دارد، امام اعظم علیہ الرحمہ قرأت امام را قرأت ماموم گفته مقتدی را قرأت فاتحه تجویز نمی نماید و جمهور فقهائے حنفیه برین اند مگر بعضے روایات مرجوحه بتجویز وارد شد، چون مهیا امکن (تاهدیے که امکان دارد۔) سعی ما در جمع مذاهب ست و درین صورت جمع مذاهب نمی شود مگر آنکه خود امام باشیم۔

ایک روز آپ (حضرت قطب الاقطاب مجدّدالف ثانی علیہ الرحمہ) کے ایک مخلص کو خیال ہوا کہ (حضرت قطب الاقطاب مجدّدالف ثانی علیہ الرحمہ) ہی ہمیشہ امامت فرماتے ہیں آخر اس کی کیا وجہ ہے اس خیال کو لے کر وہ آپ (حضرت قطب الاقطاب مجدّدالف ثانی علیہ الرحمہ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور ابھی وہ اپنی بات زبان پر نہیں لایا تھا کہ آپ (حضرت قطب الاقطاب مجدّدالف ثانی علیہ الرحمہ) نے فرمایا کہ شافعیہ اور مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ سورۃ الفاتحہ کے بغیر کوئی نماز جائز نہیں۔

اس لئے مقتدی (امام کے پیچھے) بھی سورۃ الفاتحہ پڑھتا ہے اور صحیح احادیث مبارکہ سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے لیکن حضرت امام المسلمین نعمان بن ثابت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے امام کی قرأت کو مقتدیوں کی قرأت قرار دیا ہے اور مقتدی کا سورۃ الفاتحہ پڑھنا جائز نہیں اور جمہور فقہائے حنفیہ کا مذہب بھی

ہے گویا کہ بعض ضعیف روایتوں نے اس قرأت کو جائز کہا ہے ہم حتی الامکان یہ کوشش کرتے ہیں کہ تمام ائمہ کے مذاہب جمع ہو جائیں ۔ تو اس معاملے میں جمع مذاہب نہیں ہوتا مگر جب تک کہ میں خود امامت نہ کروں۔

(حضرات القدس، ص، ۱۹۰، محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور)

تقلید واتباع کی فضیلت:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

۱۵۱۔ منها: حظ وافر از طریق صوفیه بلکه از ملت اسلام کسے راست که فطرت تقلید و جبلت متابعت در وے بیشتر است مدار کار اینجا بر تقلید ست و مناط امر درین موطن بر متابعت تقلید انبیاء علیهم السلام بدرجات علیا می رساند و متابعت اصفیا بمعارج عظمیٰ می برد ابو بکر رضی الله تعالیٰ عنه چون این فطرت را بیشتر داشت بے توقف بسعادت تصدیق نبوت مسارعت فرمود و رئیس صدیقان آمد و ابو جهل، لعین چون استعداد تقلید و تبعیت کمتر داشت بآن سعادت مستسعد نگشت و پیشوائے ملعونان شد۔

مرید هر کمال را که می یابد از تقلید پیر خود می یابد خطائے پیر بهتر از صواب مرید است ازین جاست که ابو بکر طلب سهو پیغمبر علیه الصلوٰة والسلام می نماید که "یا لیتنی کنت سهو محمد" وحضرت پیغمبر در شان بلال رضی الله تعالیٰ عنه فرموده اند که "سین بلال عند الله شین" که بلال رضی الله تعالیٰ عنه عجمی بود در اذان اسهد می گفت بسین مهمله و نزد خدائے عز و جل و علا اسهد او اشهد است پس خطائے بلال رضی الله تعالیٰ عنه بهتر از صواب دیگران باشد۔

ع

برا شهدِ تو خنده زند اسهد بلال

از عزیزے شنیده ام که می گفت بعضے از ادعیه که از مشائخ منقول است و اتفاقاً آن مشائخ در بعضے آن ادعیه خطا کرده اند و محرف خوانده اگر متابعان ایشان آن ادعیه را بهمان صرافت که مشائخ خوانده اند بخوانند تاثیر می بخشد و اگر درست کرده بخوانند از تاثیر خالی می مانند۔ ثبتنا الله سبحانه علی تقلید انبیائه و المرسلین و علی متابعیهم الصلوات التسلیمات۔

۱۵۱۔ منها: صوفیہ کے طریق سے بلکہ ملّتِ اسلام سے بڑا حصہ اسی شخص کیلئے ہے جس میں تقلید کی فطرت اور پیروی کی عادت سب سے زیادہ ہے۔ یہاں تو کام کا دارومدار صرف تقلید پر اور اس مقام میں معاملے کا انحصار محض پیروی پر ہے۔ انبیاء علهیم الصلوات و التسلیمات کی تقلید بلند ترین درجوں تک پہنچا دیتی ہے۔ اور اصفیا کی پیروی بڑی بڑی معراجوں تک لیجاتی ہے۔ حضرت (سیدنا امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) میں چونکہ یہ فطرت سب سے زیادہ پائی جاتی تھی تو بے توقف تصدیقِ نبوّت کی سعادت میں انہوں نے سبقت فرمائی اور صدیقوں کے رئیس بنے۔ اور ابو جہل (لعین) چونکہ تقلید اور پیروی کی استعداد سب سے کمتر رکھتا تھا، لہٰذا اس سعادت سے بہرہ اندوز نہ ہو سکا اور ملعونوں کا پیشوا بنا۔ مرید جس کمال کو بھی حاصل کرتا ہے وہ اپنے پیر کی تقلید ہی سے حاصل کرتا ہے۔ پیر کی غلطی بھی مرید کے صواب (درست) سے بہتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت (سیدنا امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) حضرت پیغمبر ﷺ کے سہو ونسیان کی آرزو کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کاش میں محمد ﷺ کا سہو بن جاتا۔ اور حضرت پیغمبر ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ: بلال رضی اللہ عنہ کا

سین خدائے تعالیٰ کے نزدیک شین ہے) چونکہ حضرت بلال ﷜ عجمی (حبشی) تھے، اس لئے وہ اذان میں شین مہملہ کیساتھ اَسھَدُ کہا کرتے تھے اور خدائے عزوجل وعلا کے نزدیک اُن کا اَسھَدُ کہنا اَشھَدُ ہی تھا لہذا حضرت بلال ﷜ کی یہ غلطی دوسروں کے صواب سے بہتر ہوگی۔

ع

برا شهدِ تو خنده زند اسهد بلال

اشہد پہ تیرے ہنستا ہے اسہد بلال کا۔

میں نے ایک عزیز سے سنا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ بعض دعائیں جو مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) سے منقول ہیں اور اتفاقاً ان مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) نے ان میں سے بعض دعاؤں میں کوئی غلطی کر دی ہے اور اسے مُحرف کر کے بگاڑ کر پڑھ دیا ہے تو اگر اُن کے پیروکار، اِن دعاؤں کو اسی تحریف کے ساتھ پڑھتے ہیں جس کے ساتھ اُن کے مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) نے پڑھ دیا تھا، تو وہ دعائیں تاثیر بخشتی ہیں اور اگر انھیں درست کر کے پڑھتے ہیں تو وہ تاثیر سے خالی رہ جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے انبیاء ﷩ کی تقلید اور اپنے اولیاء ﷭ کی پیروی پر اپنے حبیب **عليه وعلىٰ جميع الانبياء والمرسلين وعلىٰ متابعهم الصلوات والتسليمات** کی عظمت وحرمت کے طفیل ثابت قدم رکھے۔

(مبدأ ومعاد، منہا، ۵۱، ص، ۷۴، ۷۵، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

قرأت خلف الامام:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

۲۸۔منها: مدتے آرزوئے آن داشت که وجهے پیدا شود وجیه در مذهب حنفی تا در خلف امام قراءت فاتحه نموده آید هرگاه قراءت در نماز فرض باشد از قراءت حقیقی عدول نموده بقراءت حکمی قرار دادن معقول نمی شد با آنکه در حدیث نبوی آمده علیه الصلوٰة والسلام 'لا صلوٰة الا بفاتحة الکتاب' اما بواسطهٔ رعایت مذهب بے اختیار ترک قراءت می کرد واین ترک را از قبیل ریاضت ومجاهده می شمرد آخر الامر حضرت حق سبحانه وتعالیٰ ببرکۂ رعایت مذهب که نقل از مذهب الحاد ست حقیقت مذهب حنفی در ترک قرأت ماموم ظاهر ساخت۔ وقرأت حکمی از قرأت حقیقی در نظر بصیرت زیباتر نمود که امام وماموم همه باتفاق در مقام مناجات می ایستند۔ لان المصلی یناجی ربه۔ وامام را درین امر پیشوا می سازند پس امام هرچه می خواند گویا در زبان قوم می خواند در رنگ آنکه جماعهٔ پیش، پادشاه عظیم الشان بحاجتے بروند ویکے را پیشوا سازند تا از زبان همه اینها عرض حاجت نماید برین تقدیر اگر دیگران نیز باوجود تکلم، پیشوا در تکلم آیند داخل سوء ادب ست وموجب عدم رضائے پادشاه پس تکلم حکمیٔ این جماعه که بزبان پیشوا ادا می یابد بهتر است از تکلم حقیقی این ها همچنین است حال قرأت قوم باوجود قرأت امام که داخل شغب است واز ادب مستبعد وموجب تفرق که منافی اجتماع ست واکثر مسائل خلافی میان حنفی وشافعی ازین قبیل ست که ظاهر وصورت مرجح بجانب شافعی است وباطن، وحقیقت مؤید مذهب حنفی وبرین فقیر ظاهر ساخته اند که در خلافیات کلام حق بجانب حنفی ست تکوین را از صفات حقیقیه می داند هرچند بظاهر رجوع بقدرت وارادت می نماید لیکن بدقت نظر ونور فراست معلوم می گردد که تکوین صفت علیحده است،

علی ھذا القیاس۔

و در خلافیات فقهی در اکثر مسائل حق بجانب حنفی متیقن است و در اقل متردد این فقیر را در توسط احوال حضرت پیغمبر علیه و علی آله الصلوات و التسلیمات در واقعه فرموده بودند که "تو از مجتهدانِ علم کلامی ازان وقت در هر مسئله از مسائل کلامیه این فقیر را رائے خاص ست علم مخصوص در اکثر مسائل خلافیه که ماتریدیه و اشاعره در آنجا متنازع اند در ابتدائے ظهورِ آن مسئله حقیقت بجانب اشاعره مفهوم می گردد و چون بنور فراست و حدت نظر نموده می آید و اضح می گردد که حق بجانب ماتریدیه است در جمیع مسائل خلافیه کلامیه رائے این فقیر موافق آرائے علمائے ماتریدیه است و الحق که این بزرگواران را بواسطۂ متابعت سنت سنیه علی صاحبها الصلوٰۃ و السلام و التحیة شان عظیم است که مخالفان ایشان را بواسطۂ خلط فلسفیات آن شان میسر نیست اگر چه هر دو فریق از اهل حق اند از علو شان امام بزرگترین این بزرگواران امام اجل پیشوایے اکمل ابو حنیفه رضی الله تعالیٰ عنه چه نویسد که اعلم و اورع و اتقائے مجتهدین است چه شافعی و مالک و چه احمد حنبل علیهم الرحمه امام شافعی علیه الرحمه می فرماید الفقهاء کلهم عیال ابی حنیفة۔ منقول است که امام شافعی چون بزیارت قبر امام اعظم می رفت ترک اجتهاد خود می کرد و برائے خود عمل نمی نمود و می گفت، که شرم می آید که در حضور ایشان عمل برائے خود بکنم که مخالف رایے ایشان باشد ترک قرأت فاتحه خلف الامام می نمود و قنوت در فجر نمی خواند آرے بزرگئِ شان ابی حنیفه را شافعی علیهما الرحمه داند فردا که حضرت عیسی علی نبینا و علیه الصلوٰۃ و السلام نزول فرماید بمذهب ابی حنیفه عمل خواهد کرد چنانکه خواجه محمد پارسا قدس سره در فصول سته می فرماید و همین بزرگی ایشان را کافی ست که پیغمبر اولوا العزم بمذهب او عمل نماید صد بزرگئِ دیگر را باین بزرگی عدیل نمی توان یافت۔

حضرت خواجۂ ما می فرمودند قدس سره که چندگاه من هم خلف امام قرأت فاتحه می نمودم آخر الامر شبے امام اعظم را در خواب دیدم که قصیدۂ غرّا در بمدحِ خود می خواند و این مضمون مستفاد می گردد که چندین اولیاء در مذهب من بوده اند ازان وقت ترک قرأت فاتحه خلف امام نمودم۔

۲۸۔منھا، مجھے (حضورِ والا سرکار مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ) مدتوں اس کی آرزو رہی کہ مذہبِ حنفی میں کوئی معقول وجہ ایسی نکل آئے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کی قراءت کی جا سکے جبکہ نماز میں قراءتِ حقیقی کو چھوڑ کر قراءتِ حکمی کو اس کی جگہ دیدینا معقول معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اور ساتھ ہی حدیثِ نبوی ﷺ میں بھی یہ بات آ چکی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: سورۂ فاتحہ کے بغیر کوئی نماز، ہی نہیں۔ لیکن بپاسِ مذہبِ (حنفی) مجبوراً ترکِ قرأت کرتا تھا۔ اور اس ترک کو ریاضت اور مجاہدہ کی قسم سے شمار کرتا تھا، کیونکہ ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب میں جانا بھی ایک گونہ الحاد ہی ہے۔ آخر کار حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے مذہبِ حنفی کی اس رعایت کی برکت سے مقتدی کے قراءت کو چھوڑ دینے کے بارے میں مذہبِ حنفی کی حقیقت کو واضح فرما دیا۔ اور پھر بصیرت کی نگاہ میں قراءتِ حکمی ہی قرأتِ حقیقی کے بجائے زیبا تر نظر آئی۔ کیونکہ امام اور مقتدی سب کے سب متفقہ طور پر مقامِ مناجات میں کھڑے ہوتے ہیں۔ کیونکہ نماز پڑھنے والا اپنے پروردگار سے مناجات ہی تو کرتا ہے۔ اور انہوں نے امام کو اس سلسلہ میں اپنا پیشوا (اور ترجمان یا نمائندہ) بنایا ہے۔ لہذا امام جو کچھ پڑھتا ہے گویا پوری قوم کی زبان سے پڑھتا ہے بالکل اس انداز سے جیسا کہ لوگوں کی کوئی جماعت وفد کسی ضرورت کے سلسلہ میں کسی عظیم الشان بادشاہ کے سامنے پیش

ہوتی ہے اور ایک آدمی کو اپنا پیشوا (نمائندہ) بنا لیتی ہے تا کہ وہ ان تمام لوگوں کی زبان سے بادشاہ کے سامنے عرض حاجت کرے۔اس صورت میں اگر دوسرے لوگ اپنے پیشوا کے بولنے کے باوجود خود بھی بولنا شروع کردیں تو یہ بے ادبی اور گستاخی میں داخل ہوگا اور بادشاہ کی ناراضگی کا باعث بن جائے گا لہذا اس جماعت کا تکلم حکمی جو ان کے پیشوا نمائندہ کی زبان سے ادا ہو رہا ہے، ان سب کے تکلم حقیقی سے بہتر ہے بالکل یہی حال امام کی قراءت کے باوجود قوم کے قراءت کرنے کا ہے یہ شور و شغب میں داخل اور ادب سے دُور اور تتر بتر ہونے کا باعث ہے جو اجتماع کے منافی ہے۔حنفی اور شافعی فقہ کے اکثر اختلافی مسائل اسی قسم کے ہیں کہ ان کا ظاہر اور ان کی صورت امام شافعی علیہ الرحمہ کی جانب کو ترجیح دینے والی معلوم ہوتی ہے لیکن ان کا باطن اور ان کی حقیقت مذہب حنفی ہی کی مؤید ہے۔کارکنانِ قضاوقدر نے اس فقیر پر یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ علم کلام کے اختلافات میں بھی، حق حنفی ہی کی جانب ہے مثلاً حنفی، تکوین کو صفاتِ حقیقیہ میں سے شمار کرتے ہیں حالانکہ بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ (یہ کوئی حقیقی صفت نہیں ہے بلکہ) اس کا انجام قدرت اور ارادہ ہی کی صفات ہیں لیکن باریک بینی اور نور فراست سے معلوم ہوجاتا ہے کہ تکوین واقعی ایک علیحدہ اور مستقل صفت ہے علیٰ ہذا القیاس۔اور فقہی اختلافات میں اکثر مسائل کے اندر حق فقہ حنفی کی طرف ہی متیقن ہے۔بہت کم مسائل ہیں جن میں کوئی تردد کرسکتا ہے۔

ماتریدیہ کی تائید:

احوال سلوک درمیانی حالات میں ایک مرتبہ حضرت پیغمبر علیہ و علی آلہ الصلوات و التسلیمات نے واقعہ میں اس فقیر (حضرت عالی امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) سے فرمایا تھا کہ، تو علم کلام کے مجتہدین میں سے ہے،، اسی وقت سے مسائل کلامیہ کے ہر مسئلہ میں اس فقیر (حضرت عالی امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) کی خاص رائے اور مخصوص علم ہوتا ہے اکثر اختلافی مسائل میں جن میں ماتریدیہ اور اشاعرہ کے درمیان جھگڑا ہے۔جب وہ مسئلہ ابتدائی طور پر سامنے آتا ہے تو حقیقت اشاعرہ کی طرف سمجھ میں آتی ہے لیکن جب نور فراست سے باریک بینی کے ساتھ غور کیا جاتا ہے تو واضح ہوجاتا ہے کہ حق ماتریدیہ کی طرف ہے۔علم کلام کے تمام اختلافی مسائل میں اس فقیر (حضور والا سرکار امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ) کی رائے علمائے ماتریدیہ کی رائے کے موافق ہے اور سچی بات یہ ہے کہ سنتِ سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام والتحیہ۔کی پیروی کی وجہ سے ان بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کی بڑی ہی شان عظیم ہے جو ان کے مخالفین کو میسر نہیں ہے کیونکہ انھوں نے فلسفیانہ نکتہ آفرینیوں کی بڑی آمیزش کرڈالی ہے اگرچہ دونوں فریق اہل حق میں سے ہیں۔

حضرت سیّدنا نعمان بن ثابت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی عظمت:

ان بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کے بزرگ ترین حضرت سیدنا امام، امام اجل، پیشوا اکمل ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی بلندی شان کے متعلق میں کیا لکھوں کہ وہ تو تمام مجتہدین میں خواہ حضرت سیدنا امام شافعی علیہ الرحمہ ہوں یا حضرت سیدنا امام مالک علیہ الرحمہ اور یا حضرت سیدنا امام احمد ابن حنبل علیہ الرحمہ ہوں سب سے زیادہ عالم اور تقویٰ اور ورع میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔

حضرت سیدنا امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: سارے فقہاء حضرت سیدنا ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے پروردہ ہیں۔منقول ہے کہ جب حضرت سیدنا امام شافعی علیہ الرحمہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کے لئے جاتے تھے تو اپنے اجتہاد کو چھوڑ دیتے تھے اور اپنی رائے پر عمل نہیں کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ،، مجھے

شرم آتی ہے کہ ان کے سامنے میں اپنی رائے پر عمل کروں جوان کی رائے کے خلاف ہو۔،، وہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا چھوڑ دیتے تھے اور فجر کی نماز میں قنوت بھی نہیں پڑھتے تھے۔ یقیناً حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی عظمتِ شان کو حضرت سیدنا امام شافعی علیہ الرحمۃ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ کل کو (آئندہ زمانے میں) جب حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا ﷺ نزول فرمائیں گے تو وہ حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے مذہب پر ہی عمل فرمائیں گے، جیسا کہ حضرت سیدنا خواجہ محمد پارسا قدس سرہ (اپنی کتاب) ،فصول ستہ، میں فرماتے ہیں۔ ان (حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ) کے لئے یہی بزرگی بہت کافی ہے کہ ایک اولوالعزم پیغمبر (علیہ السلام) اُن کے مذہب پر عمل کریگا۔ دوسری سینکڑوں بزرگیاں اس ایک بزرگی کے برابر نہیں ہوسکتیں۔ ہمارے خواجہ (قطب الاقطاب شیخ المشائخ رضی الدین محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ) فرمایا کرتے تھے کہ تھوڑے عرصہ تک میں بھی امام کے پیچھے نماز میں سورہ فاتحہ پڑھتا رہا ہوں۔ آخر کار میں نے ایک رات حضرت سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک روشن اور شاندار قصیدہ خود اپنی مدح میں پڑھ رہے تھے۔ اور قصیدہ سے یہ مضمون مستفاد ہوتا تھا کہ بے شمار اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) میرے مذہب میں ہو چکے ہیں۔ اسی وقت سے میں نے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا چھوڑ دیا۔

(مبدأ و معاد، منہا، ۲۸،ص ۵۰ تا ۵۲، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

حضرت مولانا حاجی دوست محمد قندھاری، نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۲۸۴ھ، لکھتے ہیں:

فاعلم یا اخی قد ظہرت وبدعت فی ہذہ الزمان فرقۃ وھابیۃ تسمی انفسھا بالمحدثین وبسبب خبث الباطن وفساد العقیدۃ طال لسانھا فی ذم امامنا حضرۃ النعمان بن ثابت الکوفی امام المفسرین والمحدثین وانکرت من اجتھاد الائمۃ المجتھدین المتقدمین والمتاخرین وحصر المذاھب الاربعۃ وقد اتفق علی حصرھم علماء السلف الصالحین فصار حصرھم ثابتا بانعقاد الاجماع وابین بعون اللہ تعالیٰ جل شانہ شمۃ من مناقب الامام الموصوف ونبذۃ من دلائل حصر المذاھب الاربعۃ رغما للانف المخاصمین الطاغین فی شان الائمۃ المجتھدین۔ فاقول وباللہ التوفیق من الکتاب المستطاب المسند للامام الاعظم اعنی حضرۃ النعمان بن ثابت الکوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، المعروف فی الآفاق بمسند الخوارزمی۔

بھائی آج کل فرقۂ وہابیہ پیدا ہو گیا ہے۔ یہ فرقہ خود کو اہل حدیث کے نام سے پکارتا ہے۔ خباثتِ باطنی اور فسادِ عقیدہ سے یہ لوگ ہمارے امام اعظم نعمان بن ثابت الکوفی جو درحقیقت مفسرین ومحدثین کے امام ہیں زبانِ طعن دراز کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ فرق وہابیہ اگلے پچھلے مجتہدین کے اجتہاد کا انکار کر کے مذاہب اربعہ میں حق دائر ہونے کا انکار کرتا ہے۔ حالانکہ اس پر سلفِ صالحین کا اتفاق ہے اور اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ لہٰذا میں مختصراً یہاں دو باتیں عرض کروں گا۔ (۱) امام ممدوح کے فضائل ومناقب۔ (۲) مذاہب اربعہ میں حق کے دائر ہونے کے دلائل۔ بلند پایہ کتاب مسند امام اعظم (جو جامع المسانید، خوارزمی کے نام سے مشہور ہے) سے نقل کرتا ہوں۔

الباب الاول فی ذکر شئ من فضائلہ التی تفرد بھا اجماعا فنقول وبباللہ التوفیق مناقبہ وفضائلہ کالحصی لا تعدو لا تحصی ولا یمکن ولا ان یستقصی لکن الفضائل التی تخص وتفرد بھا ولم یشارکہ اجماعا من بعدہ احد فیھا یمکن احصائھا وضبطھا فی عشرۃ انواع۔

الاول: فی الاخبار والآثار المرویۃ فی مدحہ دون مدح من بعدہ۔

الثانی: فی انہ ولد فی زمان الصحابۃ والقرن الذی شہد لہ رسول اللہ ﷺ بالخیریۃ دون من بعدہ۔

الثالث: فی انہ روی عن اصحاب رسول اللہ ﷺ دون من بعدہ۔

الرابع: فی تبرزہ فی عہد التابعین للفتوی دون من بعدہ۔

الخامس: فی انہ تلمذ و استفاد من اربعۃ الآف من التابعین وغیرہم دون من بعدہ۔

السادس: فی روایتہ عن الکبار من التابعین وعلماء المسلمین دون من بعدہ۔

السابع: فی انہ اتفق لہ من الاصحاب العظماء المجتہدین مالم یتفق لاحد من بعدہ۔

الثامن: فی انہ اول من استنبط الاحکام واسس قواعد الاجتہاد وبالغ فی الاحکام دون من بعدہ۔

التاسع: فی انہ لم یقبل العطایا عن خلفاء البرایا بل افضل من کسبہ علی جماعۃ الفقہاء دون من بعدہ۔

العاشر: فی وفاتہ وشہادتہ بسبب تورعہ عن الدنیا وجاہہا دون من بعدہ۔

پہلا باب: حضور سیدی امام اعظم رضی اللہ عنہ کے وہ فضائل ومناقب جن میں متفقہ طور پر آپ منفرد ہیں۔

یوں تو امام ممدوح کے فضائل ومناقب بے حد وشمار ہیں جن کو ایک جگہ بیان کرنا ناممکن ومحال ہے البتہ آپ کے وہ فضائل ومناقب جن میں آپ بلاشرکت غیرے منفرد وممتاز ہیں ان کو دس اقسام وانواع کی شکل میں بیان کیا جانا ممکن ہے۔

۱) وہ احادیث وآثار جو صرف حضور سیدی امام اعظم رضی اللہ عنہ کی فضیلت ومدح میں وارد ہوئی ہیں حضور سیدی امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد والے ائمہ ان کے مصداق نہیں۔

۲) حضور سیدی امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ولادت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قرن میں ہوئی جس کے سراپا خیر ہونے کی شہادت جناب رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔

۳) آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم براہ راست روایت حدیث کی۔ دوسرے ائمہ کو یہ خصوصیت حاصل نہیں۔

۴) بزمانہ تابعین آپ کے فتوے ظہور پذیر ہوئے۔ یہ شرف دوسرے حضرات کو حاصل نہیں۔

۵) حضور سیدی امام اعظم رضی اللہ عنہ نے چار ہزار تابعین سے تلمذ واستفادہ حاصل کیا۔ اس خصوصیت میں کوئی دوسرا حضور سیدی امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ساتھی نہیں ہے۔

۶) کبار تابعین اور علمائے اسلام سے حضور سیدی امام اعظم رضی اللہ عنہ کا روایت کرنا۔

۷) حضور سیدی امام اعظم رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور قوت اجتہادی سے بڑے بڑے مجتہدین نے اتفاق کیا ہے جو بعد والوں کو حاصل نہیں۔

۸) سب سے پہلے حضور سیدی امام اعظم رضی اللہ عنہ نے احکام مستنبط فرمائے اور اجتہاد کے اصول وقوانین ترتیب دیے اور احکام شرعی پھیلائے ہیں۔

۹) خلفاء اور بادشاہوں سے آپ نے ہدیے اور تحفے قبول نہیں فرمائے بلکہ اپنے حلال مال سے فقہاء وعلماء کی امداد کی۔

۱۰) آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت دنیا اور اس کی جاہ سے پہلو تہی کی بناء پر ہوئی یہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے۔

یہاں چند احادیث وآثار نقل کیے جاتے ہیں جو آپ کی تعریف میں روایت کیے گئے ہیں۔

(جامع المسانید، ص،۱۷، ۱۸، مکتبہ حنفیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

اما الاول، فقد اخبرنی الصدر الکبیر شرف الدین احمد بن مؤید بن موفق بن احمد المکی قال الشیخ الزاهد محمد بن اسحق السراجی الخوارزمی انا ابو حفص عمر بن احمد الکراسی انا الامام ابو الفضل محمد بن حسن الناصحی حدثنا ابو القاسم بن طاهر البصری حدثنا ابو یوسف احمد بن محمد الواعظ فی رباط ابراھیم بن ادھم حدثنا ابو عبد اللہ محمد بن نصر الوراق، قال انا ابو عبد اللہ المامون بن احمد بن احمد بن خالد حدثنا ابو علی بن احمد بن علی الحنفی حدثنا فضیل بن موسی السینائی عن محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی، ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ یکون فی امتی رجل یقال لہ ابو حنیفۃ ھو سراج امتی یوم القیامۃ۔ وعن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ ﷺ انہ قال ان فی امتی رجلا وفی حدیث القصری یکون، فی امتی رجل اسمہ نعمان وکنیتہ ابو حنیفۃ ھو سراج امتی ھو سراج امتی۔ عن ابان بن ابی عیاش عن انس، بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ سیأتی من بعدی رجل یقال لہ نعمان بن، ثابت ویکنی ابا حنیفۃ لیحیین دین اللہ سنتی علی یدہ۔ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ یظھر من بعدی رجل یعرف بابی حنیفۃ یحیی اللہ سنتی علی، یدیہ۔ عن عبد اللہ بن مغفل قال سمعت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول الا انبئکم برجل من کوفان، من بلدتکم ھذہ او من کوفتکم ھذہ یکنی بابی حنیفۃ قد ملئی قلبہ علماء وحکماء وسیھلک بہ قول فی اخر الزمان الغالب علیھم التنافر یقول لھم البنانیۃ کما ھلکت الروافضۃ بابی بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔ عن سعید عن الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال یطلع بعد النبی ﷺ بدر علی جمیع خراسان یکنی بابی حنفیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدثنا الحسن بن، اسمعیل بن الحسن عن ابی عبد الرحمن عن الزھار قال شھدت حمادا وجاء ہ ابو حنیفۃ فقال لہ حماد یا ابا حنیفۃ انت نعمان بن ثابت الذی ذکر لنا ابراھیم قال سقا اللھزمانا یکون فیہ رجل یقال لہ نعمان یکنی بابی حنیفۃ یحیی احکام اللہ تعالیٰ ورسولہ وتجری بعدہ ابدا ما بقی الاسلام ولا یھلک من اتخذھا وعمل بھا فان انت لقیتہ فاقرأہ منی السلام۔ عن کعب الاحبار قال انی لاجد اسامی العلماء واھل العلم مکتوبۃ بصفاتھم وانسابھم اھل زمان وانی لاجد اسم رجل یقال لہ نعمان بن ثابت یکنی ابا حنیفۃ واجد لہ شانا عظیما فی العلم والفقہ والعبادۃ والحکمۃ والزھادۃ قد ساد اھل زمانہ من اھل العلم فمن تبعہ اھتدی وھو بدرھم یعیش مغبوطا ویموت شھیدا۔ عن عبداللہ بن المبارک قال اخبرنی ابن لھیعہ قال قال رسول اللہ ﷺ فی کل قرن امتی سابقون وابو حنیفۃ سابق ھذہ الامۃ۔ قال سمعت الامام الشافعی یقول انی لا تبرک بابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واجئ الی قبرہ فاسال اللہ تعالیٰ الحاجۃ عند قبرہ فما تبعد عنی حتی تنقضی وانشدنی الصدر الکبیر شرف الدین احمد بن المؤید المکی الخوارزمی قال انشدنی الصدر العلامۃ صدر الائمۃ ابو المؤید موفق احمد المکی لنفسہ

قال رسول اللہ قال سراج دینی		و امتی الھداۃ ابو حنیفۃ
غدا بعد الصحابۃ فی الفتاوای		لاحمد فی شریعتہ خلیفۃ

سدی دیباج فتیاہ اجتہاد		ولحمتہ من الرحمن خیفۃ

۱) صدکبیر نے اپنی ایک طولانی سند سے حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ایک شخص ہوگا جسے ابوحنیفہ کہا جائے گا جو قیامت کے روز میری امت کا چراغ ہوگا۔

۲) نیز دوسری سند سے صدر کبیر نے سند مذکورہ طولانی سے حضرت سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے سرورِ عالم ﷺ سے روایت کی ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ایک مرد ہوگا اور قصری کی روایت میں ہے کہ میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہے وہ میری امت کا چراغ ہے یہ الفاظ آپ نے تین بار تکرار فرمائے۔ نیز حضرت سیدنا ابان بن عیاش رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا ہے میرے بعد ایک ایسا شخص ائے گا جسے نعمان بن ثابت کہا جائے گا ان کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی اللہ تعالیٰ اپنے دین اور میری سنت کو اس کے دست حق پر زندہ کرے گا۔ نیز حضرت سیدنا نافع رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے رویات کیا ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ہے:

میرے بعد ایک شخص ظاہر ہوگا جو ابی حنیفہ کی کنیت سے مشہور ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں سے میری سنت کو زندہ کرے گا۔ نیز حضرت سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے سنا ہے کہ وہ فرمارہے تھے کیا میں تمہیں ایسے شخص کی خبر نہ دوں جو تمہارے شہر کوفہ سے ہوگا جسکی کنیت ابوحنیفہ ہوگی اس کا دل علم وحکمت سے بھرپور ہوگا۔ آخری زمانہ میں اس کی وجہ سے ایک قوم ہلاک ہوگی جو اس کی مخالفت کرے گی اس کو بنانیہ کہا جائے گا اس قوم کی مثال ایسی ہے جیسے کہ رافضی قوم جو شیخین سیدنا امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ وسیدنا امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی وجہ سے ہلاک ہوگئی ہے۔

نیز سیدنا سعید رضی اللہ عنہ نے سیدنا ضحاک رضی اللہ عنہ سے سیدنا ضحاک رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ کے بعد ایک چودھویں رات کا چاند سارے خراسان پر طلوع ہوگا جو ابی حنیفہ کی کنیت سے مشہور ہوگا۔ نیز حضرت سیدنا حسن بن اسماعیل رضی اللہ عنہ نے سنداً روایت کیا ہے۔ میں حضرت سیدنا حماد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا ان کے پاس حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ آئے تو ان کو حضرت سیدنا حماد رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوحنیفہ کیا آپ وہی نعمان بن ثابت ہیں جن کے متعلق ہمیں حضرت سیدنا ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے بتایا تھا کہ وہ زمانہ کیا ہی متبرک ہوگا جس میں ایک مرد پیدا ہوگا جس کا نام نعمان ہوگا اور کنیت ابوحنیفہ ہوگی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو زندہ کرے گا اور اسکے بعد بھی احکام الٰہی ہمیشہ جاری رہیں گے جب تک اسلام باقی ہے جن نے ان احکام پر عمل کیا وہ ہلاک نہ ہوگا۔ پس اے حماد اگر اس کے ساتھ تمہاری ملاقات ہوجائے تو میری طرف سے ان کو سلام پہنچا دینا۔

نیز حضرت سیدنا کعب احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے تھے: میں علماء اور اہل علم کے اسماء کو ا کی صفات کے ساتھ لکھا ہوا پاتا ہوں مگر ایک ایسے شخص کے نام کو جس کو نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کہا جائے گا کنیت ان کی ابوحنفیہ رضی اللہ عنہ ہوگی علم اور فقہ، عبادت، حکمت اور زہد میں وہ بڑا پایہ رکھتا ہوگا وہ اپنے زمانہ کے اہل علم کا سرداراں [illegible] کا تابع ہوگا وہ ہدایت پائے گا اور آپ ان میں چودھویں رات کا چاند ہوں گے۔ آپ مغبوط زندگی بسر کریں گے اور ان کو شہادت نصیب ہوگی۔

حضرت سیدنا عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا مجھے حضرت سیدنا ابن لہیعہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا کہ میری امت کے ہر ایک قرن میں سابقین ہوں گے اور ابوحنیفہ اس امت کے سابق ہیں۔

فرمایا میں نے حضرت سیدنا امام شافعی علیہ الرحمۃ سنا کہ وہ فرما رہے تھے: میں حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے تبرک حاصل کرتا ہوں۔ نیز میں ان کی قبر پر جاتا ہوں اور اپنی حاجت روائی کے واسطے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں تو میں وہاں سے اٹھنے نہیں پاتا یعنی جلد ہی میری حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ نیز مجھے حضرت سیدنا صدر کبیر شرف الدین احمد بن المؤید المکی الخوارزمی رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل اشعار سناتے ہوئے فرمایا کہ مجھے حضرت سیدنا صدر ائمہ ابوالمؤید موفق احمد المکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مولفہ اشعار سنائے کہ

قال رسول الله قال سراج دینی		و امتی الهداة ابو حنیفة

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابوحنیفہ میرے دین کے چراغ ہوں گے اور میری امت کے ہادیوں میں سے ہوں گے۔

غدا بعد الصحابة فی الفتاوای		لاحمد فی شریعته خلیفة

ترجمہ: صحابہ کرام کے بعد فتویٰ دینے میں مشہور ہوں گے اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے خلیفہ ہوں گے

سدی دیباج فتیاه اجتهاد		ولحمته من الرحمٰن خیفة

ترجمہ: ان کا فتویٰ دیباج کی لٹوں جیسا ہوگا ان کا گوشت اللہ کے خوف سے کانپتا ہوگا

اما النوع الثانی، من مناقبه وفضائله التی لم یشارک فیها من بعده من ارباب المذاهب انه ولد فی زمن الصحابة علی ما انبأنی الشیخ، المعمر رشید الدین الی آخر قال سمعت مزاحم بن داود بن علیة عن ابیه قال ولد ابو حنیفة سنة احدی وستین ومات سنة مائة وخمسین وهذا القول تفرد به الحسن الخلال فاما القول المشهور انه ولد سنة ثمانین من الهجرة الی آخر الاسناد وعن ابی سعد قال سمعت الواقدی یقول سمعت، حماد بن ابی حنیفة یقول ولد ابی سنة ثمانین وهکذا اخرجه الحافظ ابو القاسم طلحة بن محمد بن جعفر الصفار فی مسنده وقال ای ابو حنیفة توفی فی ایامی عبدالله بن جعفر بن ابی طالب وابو امامة الباهلی وواثلة بن الاسقع وعمرو بن حریث وعبدالله بن جعفر بن ابی طالب وابو امامة الباهلی وواثلة بن الاسقع وعمرو بن حریث وعبدالله بن ابی اوفی، وجماعة من الصحابة یقول اضعف عباد الله محمد العربی، الخوارزمی فثبت بهذا انه ولد فی زمن اصحاب رسول الله ﷺ وهو من اهل القرن الذی شهد لهم رسول الله ﷺ بالخیریة ووصفه بالعدالة فان اصحاب الحدیث اختلفوا فمنهم من جعل، ابا حنیفة من القرن الثانی وقد اجمعوا ان ولادته کانت فی القرن الاول واجتهد فی القرن الثانی انشدنی صدر الائمة ابو المؤید الموفق بن احمد المکی الخوارزمی لنفسه

غدا مذهب نعمان خیر المذاهب		کذا القمر الوضاح خیر الکواکب

دوسری قسم آپ کے ان مناقب اور فضائل میں جس میں آپ کے ساتھ آپ کے بعد لوگ شریک نہیں۔

۱: آپ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ جیسا کہ مجھے شیخ معمر علیہ الرحمۃ نے ایک طویل سند سے یوں خبر دی ہے کہ میں [illegible] سیدنا

مزاحم بن داؤد بن علیہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ سیدنا مزاحم رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ علیہ سے یوں روایت کی ہے کہ سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ولادت ۶۱ھ میں ہوئی اور آپ ۱۵۰ھ میں وصال فرمایا۔ یہ قول وہ ہے جسے حضرت حسن خلال علیہ الرحمۃ نے روایت کیا ہے لیکن مشہور قول کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔

۲: حضرت سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے واقدی سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے میں نے اپنی سند میں لکھتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ کے زمانے میں حضرت سیدنا عبداللہ نے حضرت سیدنا حماد بن ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے میرے باپ حضرت سیدنا امام ابوحنفیہ رضی اللہ عنہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے ہیں اسی طرح حضرت سیدنا حافظ ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ و بن حریث رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ اور نیز صحابہ رضی اللہ عنہم کی کافی جماعت نے وفات پائی۔ پاس سے ثابت ہوا کہ آپ صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کے زمانے میں پیدا ہوئے ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ وہ زمانہ تھا جس کی خیریت کی شہادت رسول کریم ﷺ نے دی تھی۔ اور اس زمانے کے لوگوں کو عدالت کے ساتھ موصوف فرمایا تھا۔

پس بے شک اصحاب حدیث نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے آپ کو قرن ثانی میں رکھا ہے اور بعض نے آپ کو قرن ثالث میں۔ لیکن پھر بھی انہوں نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ قرن ثالث ہی میں گزرے ہیں۔ جس کی خیریت کی شہادت حضور سرور عالم ﷺ نے دی تھی۔ نیز انہوں نے اس پر بھی اتفاق کیا ہے کہ آپ کی ولادت قرن اول ہی میں تھی لیکن آپ رواج پانا قرن ثانی میں تھا۔ جس میں آپ نے اجتہاد کیا۔ حضرت سیدنا خوارزمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں حضرت سیدنا صدر ائمہ ابوالموید موفق بن احمد المکی خوارزمی رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار جو آپ نے حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی شان میں مرتب فرمائے تھے مجھے سنائے تھے۔ ان میں سے ایک یہ ہے اور باقی کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

غنا مذهب نعمان خير المذاهب		هكذاالقمر الوضاح خير الكواكب

ترجمہ: حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مذہب جمیع مذاہب میں بہترین مذہب ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ستاروں میں چاند نمایاں ہوتا ہے اور اس کا فہم خیر القرون میں تقویٰ کے ساتھ ہے اور اس کا مذہب بہترین مذاہب میں سے ہے۔

تیسری قسم آپ کے فضائل اور مناقب میں جس میں آپ کے بعد کے لوگوں میں سے کسی کو شرکت حاصل نہیں۔

(جامع المسانید، ص، ۲۰، تا ۲۲، مکتبہ حنفیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

واما النوع الثالث، من مناقبه وفضائله التى لم يشاركه فيها من بعده انه روى عن اصحاب رسول الله ﷺ فان العلماء اتفقوا على ذلك وان اختلفوا فى عددهم فمنهم من قال انهم ستة رجال وامرأة ومنهم من قال خمسة وامرأة ومنهم من قال سبعة وامرأة۔

تیسری قسم: انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے علماء اس پر متفق ہیں۔ لیکن کتنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض تو ان میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے چھ اشخاص اور ایک عورت سے روایت کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ نے پانچ صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے اور ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا سے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ نے سات صحابہ رضی اللہ عنہم اور ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔

(جامع المسانید، ص، ۲۲، مکتبہ حنفیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

واما النوع الرابع، من مناقبه وفضائله التی تفرد بها ولم یشارک فیها من بعده انه اجتهد وافتی فی زمن التابعین رحمة الله تعالیٰ علیهم اجمعین۔

چوتھی قسم: آپ کے ان فضائل اور مناقب میں جن میں آپ کے ساتھ آپ کے بعد کے لوگ شریک نہیں آپ ان مناقب اور فضائل میں یگانہ ہیں۔آپ نے تابعین کے زمانے میں ہی میں اجتہاد کیا اور ان ہی کے زمانے میں فتویٰ بھی دیا۔ (جامع المسانید،ص،۲۷،مکتبہ حنفیہ،کانسی روڈ،کوئٹہ)

وقال صاحب الدر المختار وشارحه الطحطاوی والفقه ذرعه عبدالله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه وسقاه علقمه وحصده ابراهیم النخعی وداسه حماد وطحنه ابو حنیفة وعجنه ابو یوسف خبزه محمد وسائر الناس یأکلون من خبزهم وقد نظم بعضهم فقال

الفقه ذرع ابن مسعود و علقمه		حاصده ثم ابراهیم داس
نعمان طلحنه یعقوب عاجنه		محمد خابز و الآکل الناس

صاحب درمختار اور طحطاوی نے کہا ہے:''فقہ کا بیج حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بویا اور حضرت سیدنا علقمہ رضی اللہ عنہ نے اس کی آب پاشی کی ،حضرت سیدنا ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے اسے کاٹا، حضرت سیدنا حماد رضی اللہ عنہ نے اسے صاف کیا،حضرت سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اسے پیسا،ابو یوسف علیہ الرحمہ نے اسے گوندھا، محمد علیہ الرحمہ نے اس سے روٹیاں پکائیں،تمام لوگ ان سے کھا رہے ہیں۔''

بعض نے مذکورہ مضمون کو ایک شعر میں یوں منظوم کیا ہے۔

الفقه ذرع بن مسعود وعلقمه		حاصدهثم ابراهیم داس

یعنی فقہ کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کھیتی بنائی ،علقمہ رضی اللہ عنہ نے اسے کاٹا ابراہیم علیہ الرحمہ نے اسے صاف کیا

نعمان طلحنه یعقوب عاجنه		محمد خابزه ویاکل الناس

حضرت سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ نے اسے چکی میں ڈال کر آٹا بنایا حضرت سیدنا یعقوب رضی اللہ عنہ نے اسے گوندھا۔حضرت سیدنا محمد رضی اللہ عنہ نے اس کی روٹیاں پکائیں،لوگ اسے کھا رہے ہیں۔

وقد ظهر علمه بتصانیفه کالجامعین والزیادات والنوادر حتی قیل انه صنف فی العلوم الدینیة تسعمائة وتسعة وتسعین کتابا ومن،تلامذته الشافعی رضی الله تعالیٰ عنه وتزوج بام الشافعی وفوض الیه کتبه وماله فصار الشافعی فقیها ولقد انصف الشافعی حیث قال من اراد الفقه فلیلزم اصحاب ابی حنیفة فان المعانی قد تیسرت لهم والله ما صرت فقیها الا بکتب محمد بن الحسن وقال اسمعیل بن ابی رجاء رأیت،محمدا فی المنام فقلت ما فعل الله بک قال غفرلی قال لو اردت ان اعذبک ما جعلت هذاالعلم فیک فقلت له فاین ابو یوسف قال فوقنا بدرجتین قلت فابو حنیفة قال هیهات ذاک فی اعلی علیین وکیف وقد صلی الفجر بوضو العشاء اربعین سنة وحج خمسا وخمسین حجة ورأی ربه فی المنام مائة مرة ولها قصة مشهورة وفی الحجة الاخیرة استاذن حجبة الکعبة بالدخول لیلا فقام بین العمودین علی رجله الیمنی ووضع الیسری علی ظهرها حتی ختم نصف القرآن

ثم رکع وسجدثم قام علی رجله الیسری ووضع الیمنی علی ظهرها حتیٰ ختم القرآن فلما سلم بکی وناجی ربه ماعبدک هذا العبد الضعیف حق عبادتک لکن عرفک حق معرفتک فهب نقصان خدمته لکمال معرفته، فهتف هاتف من جانب البیت یا ابا حنیفة قد عرفتنا حق المعرفة وقد خدمتنا فاحسنت الخدمة وقد غفرنا لک ولمن اتبعک فمن کان علی مذهبک الی یوم القیامة وقیل، لابی حنیفة بم بلغت ما بلغت قال ما بخلت بالافادة وما استنکفت عن الاستفادة قال مسافر بن کدام، من جعل ابا حنیفة بینه وبین، الله رجوت ان لا یخاف وقال فیه شعر

حسبی من الخیرات ما اعددته		یوم القیامة فی رضی الرحمن
دین النبی محمد خیر الوری		ثم اعتقادی مذهب النعمان

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے علم کا حضرت سیدنا امام محمد علیہ الرحمہ کی جامعین زیادات اور نوادر جیسی تصانیف سے پتہ چلتا ہے یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت سیدنا امام محمد رضی اللہ عنہ علوم دینیہ میں نوسو ننانوے کتابیں تصنیف فرمائی ہیں ان کے شاگردوں میں سے امام شافعی علیہ الرحمہ بھی ہیں امام محمد علیہ الرحمہ نے امام شافعی رضی اللہ عنہ کی والدہ صاحبہ سے شادی کی تھی اسی وجہ سے حضرت سیدنا امام محمد علیہ الرحمہ نے اپنا سارا کتب خانہ اور اپنا مال حضرت سیدنا امام شافعی کے سپرد کر دیا تھا اسی وجہ سے حضرت سیدنا امام شافعی علیہ الرحمہ فقیہہ بنے حضرت سیدنا امام شافعی علیہ الرحمہ خود انصاف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو فقہ سیکھنا چاہے وہ امام ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کا اتباع کرے کیونکہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے سامنے حقائق آسان ہو گئے تھے۔ خدا کی قسم میں تو حضرت سیدنا امام محمد بن الحسن رضی اللہ عنہ کی کتابوں سے فقیہ ہوا ہوں۔ نیز حضرت سیدنا اسماعیل بن ابی رجا علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ میں نے حضرت سیدنا امام محمد علیہ الرحمہ کو خواب میں دیکھا اور ان سے دریافت کیا کہ خدوند تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا تو آپ نے جواب دیا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور فرمایا کہ اگر میں تمہیں عذاب دینا چاہتا تو تم کو عالم دین نہ بناتا۔ پھر میں نے امام موصوف سے دریافت کیا کہ کہ حضرت سیدنا امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کس درجہ میں ہیں تو آپ نے فرمایا کہ حضرت سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ مجھ دو درجے اوپر ہیں۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کس مقام میں ہیں۔ آپ نے جواب دیا وہ اعلیٰ علیین میں ہیں اور کیوں نہ ہوں انہوں نے تو صبح کی نماز چالیس برس عشاء کے وضو سے پڑھی ہے نیز پچپن حج کیے ہیں اور آپ نیند میں سو بار اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔ آپ کا قصہ مشہور ہے کہ آپ نے آخری دفعہ جب حج کیا تو اثنائے حج میں آپ نے کعبۃ اللہ میں دخول کی اجازت چاہی۔ چنانچہ آپ رات کے وقت بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے اور اس کے دونوں ستونوں کے درمیان دائیں پاؤں پر کھڑے ہوئے اور بایاں پاؤں اس پر رکھا اور نصف قرآن ختم کیا۔ پھر رکوع اور سجود کیے پھر اپنے بائیں پاؤں پر کھڑے ہوئے اور دایاں پاؤں اس پر رکھا اور نصف قرآن ختم کیا۔ پھر سلام پھیر کر روئے اور اپنے رب کی بارگاہ میں نہایت ہی عجز وزاری سے عرض کی کہ اے بار خدایا آپ کے اس ضعیف بندہ نے آپ کی عبادت کرنے کا پورا پورا حق ادا نہیں کیا لیکن تیری معرفت کو پورا پورا پہچان لیا ہے بس آپ اس کمالِ معرفت کو پہچاننے کی بدولت میری ان تمام کوتاہیوں کو جو مجھ سے تیری عبادت میں سرزد ہوئی ہیں معاف فرما دیں۔ ہاتف نے بیت اللہ شریف کی ایک طرف سے آواز دی کہ اے بوحنیفہ تو نے ہمیں خوب پہچانا اور ہماری خوب عبادت کی اور اچھی خدمت کی ہم نے آپ کو اور آپ کے مذہب کے ان سب متبعین کو جو قیامت تک ہوں گے بخش دیا ہے۔

نیز حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے کسی نے پوچھا آپ کس چیز کے ذریعے مقامات کو پہنچے ہیں؟ آپ نے جواب دیا۔ میں نے فائدہ پہنچانے میں بخل نہیں کیا اور نہ ہی فائدہ لینے سے پیچھے ہٹا ہوں۔ مسافر بن کدام علیہ الرحمہ نے فرمایا: جس نے حضرت سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ ابوحنیفہ کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے مابین واسطہ بنایا تو میں امید کرتا ہوں کہ وہ کسی چیز سے نہیں ڈرے گا۔ اسی مضمون پر موصوف نے دو شعر بھی فرمائے ہیں:

حسبی من الخیرات ما اعددته		یوم القیامة فی رضی الرحمن
دین النبی محمد خیر الوری		ثم اعتقادی مذهب النعمان

ترجمہ: میرے لیے تمام بھلائیوں سے بہتر قیامت کے روز خداوند کریم کی رضا جوئی میں

حضرت سرور دو عالم ﷺ کے دین کی اطاعت کرنا اور حضرت امام اعظم نعمان بن ثابت کے مذہب کا اعتقاد رکھنا ہے۔

وعنه علیه الصلوٰة والسلام ان آدم افتخربی وانا افتخر برجل من امتی اسمه نعمان وکنیته ابو حنیفة هو سراج امتی۔ وعنه علیه الصلوٰة والسلام ان سائر الانبیاء یفتخرون بی وانا افتخر بابی حنیفة من احبه فقد احبنی ومن ابغضه فقد ابغضنی کذا فی التقدمه شرح مقدمة ابی اللیث وقال فی الضیاء المعنوی وقول ابن الجوزی انه موضوع تعصب لانه روی بطرق مختلفة۔ وروی الجرجانی فی مناقبه بسنده لسهل بن عبدالله التستری انه قال لو کان فی امة موسیٰ وعیسیٰ مثل ابی حنیفة لما تهودوا ولما تنصروا ومناقبه اکثر من ان تحصی وصنف فیها سبط ابن الجوزی مجلدین کبیرین وسماه الانتصار لامام ائمة الامصار وصنف غیره اکثر من ذلک۔

والحاصل ان ابا حنیفة نعمان من اعظم معجزات المصطفی ﷺ بعد القرآن وحسبک من مناقبه اشتهار مذهبه ما قال قولا الا اخذ به امام من الائمة الاعلام وقد جعل الله الحکم لاصحابه واتباعه من زمنه الی هذه الایام الی ان یحکم بمذهبه عیسیٰ علیه السلام وهذا یدل علی امر عظیم اختص به من بین سائر العلماء العظام کیف لا وهو کالصدیق رضی الله تعالیٰ عنه له اجره واجر من دوّن الفقه والّفه وفرّع احکامه علی الاصول العظام الی یوم الحشر والقیام وقد اتبعه علی مذهبه کثیر من الاولیاء الکرام ممن اتصف بثبات المجاهدة ورکض فی میدان المشاهدة کابراهیم بن ادهم وشقیق البلخی ومعروف الکرخی وابی یزید بسطامی وفضیل بن عیاض وداود الطائی وابی حامد اللفاف وخلف بن ایوب وعبدالله بن المبارک ووکیع بن الجراح وابی الوراق وغیرهم ممن لا یحصیٰ له عدة ان یستقصی فلو وجدوا فیه شبهة ما اتبعوه ولا اقتدوا به ولا وافقوه وقال الاستاذ ابو القاسم القشیری فی رسالة مع صلابة فی مذهبه وتقدمه فی هذه الطریقة سمعت الاستاذ ابا علی الدقاق یقول انا اخذت هذه الطریقة من ابی القاسم النصر ابادی قال ابو القاسم انا اخذتها من الشبلی وهو اخذها من السری السقطی وهو من معروف الکرخی وهو من داود الطائی وهو اخذ العلم والطریقة من ابی حنیفة وکل منهم اثنی علیه واقر بفضله فعجبا لک یا اخی الم یکن اسوة حسنة فی هولاء السادات لکبار اکانوا متهمین فی هذا الاقرار والافتخار وهم ائمة هذه الطریقة وارباب

الشریعة والحقیقة ومن بعدہم فی ھذا الامر فلھم تبع وکل من خالف مااعتمدوہ مردود ومبتدع وبالجملة فلیس ابو حنیفة فی زھدہ وورعہ وعبادتہ وعلمہ وفھمہ بمشارک ومما قال فیہ ابن المبارک

لقد زان البلاد و من علیھا	امام المسلمین ابو حنیفه
باحکام واثار وفقه	کآیات الزبور علی الصحیفه
فما فی المشرقین له نظیر	ولا فی المغربین ولا بکوفه
فقام مشمرا سھر اللیالی	وصام نھارہ لله خیفه
فمن کابی حنیفة فی علاہ	امام للخلیقة والخلیفه
رأیت العائبین له سفاھا	خلاف الحق مع حجج ضعیفه
وکیف یحل ان یؤذی فقیه	له فی الارض آثار شریفه
فقد قال ابن ادریس مقالا	صحیح النقل فی حکم لطیفه
بان الناس فی فقه عیال	علی فقه الامام ابی حنیفه
فلعنة ربنا اعداد رمل	علی من رد قول ابی حنیفه

نیز حضور سرورعالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ بنی آدم مجھ پر فخر کرتا ہے اور میں اپنی امت میں سے ایک مرد پر فخر کرتا ہوں جس کا نام نعمان ہوگا اور کنیت ابوحنیفہ ہوگی۔ وہ میری امت کا چراغ ہوگا۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔: جمیع انبیاء علیہم السلام مجھ پر فخر کرتے ہیں اور میں حضرت سیدنا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر فخر کرتا ہوں جس نے اسے دوست رکھا اس نے گویا مجھے اپنا دوست سمجھا اور جس نے اس کے ساتھ بغض رکھا اس نے گویا میرے ساتھ بغض رکھا۔

اسی طرح شرح مقدمہ ابی اللیث میں منقول ہے کتاب ضیاء المعنوی میں فرمایا ہے کہ ابن الجوزی کا یہ قول حدیث مذکورہ موضوع ہے محض تعصب ہے کیونکہ یہ حدیث مختلف طریق سے روایت کی گئی ہے۔ نیز جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں اپنی سند کو سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاتے ہوئے روایت کی ہے کہ حضرت سیدنا سہل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اگر حضرت سیّدنا موسیٰ اور حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہما السلام کی امت میں حضرت سیدنا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے افراد ہوتے وہ نصرانی اور یہودی نہ ہوتے۔

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب بے شمار ہیں۔ آپ کے مناقب کا شمار کرنا محال ہے۔ آپ کے مناقب میں ابن جوزی کے داماد نے ضخیم جلدیں تصنیف کی ہیں اس کا نام الانتصار الامام الائمہ الامصار، نام رکھا ہے۔ دوسرے لوگوں نے بھی آپ کے مناقب وفضائل میں بہت کتابیں تصنیف کی ہیں۔ حاصل یہ کہ حضرت سرورعالم ﷺ کے قرآن شریف کے معجزے کے بعد بڑے معجزوں میں سے ایک معجزہ حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ کے مناقب میں سے آپ کے مذہب کا شہرت حاصل کرنا بھی ایک ایسی منقبت ہے جو کفایت کرتی ہے۔ آپ کا کوئی ایسا قول نہیں جس کو کسی بڑے عالم نے اپنے لیے دلیل نہ بنایا ہو۔ آپ کا مذہب آپ کے ساتھیوں اور آپ کے ماننے والوں کے لیے آپ کے زمانے سے لے کر اب تک مشعل راہ ہے۔ آپ کا مذہب قیامت تک جاری

رہے گا حتیٰ کہ آپ ہی کے مذہب کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام فیصلہ کریں گے۔ یہ اس بات کی عظمت کی دلیل ہے کہ تمام بڑے بڑے علماء میں سے حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس کام کے لیے خصوصیت دی گئی ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ وہ صدیق رضی اللہ عنہ کی مانند ہیں آپ کے لیے اپنا بھی اجر ہے اور قیامت تک ہر اس شخص کا اجر بھی ہے جس نے فقہ مدون کی اور اس کے احکام کو فقہ کے اصول پر مرتب کر کے جزئیات نکالیں۔ بہت سے اولیاء کرام آپ ہی کے مذہب کے متبع ہیں جیسے حضرت سیدنا ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیدنا شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیدنا ابی یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیدنا فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیدنا داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیدنا ابی حامد اللغاف رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیدنا خلف بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیدنا وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیدنا ابی الوراق اور بہت سے علماء اور اولیاء جن کا شمار کرنا مشکل ہے۔ اگر یہ حضرات کسی قسم کا شبہ پاتے تو آپ کے مذہب کی اتباع اور آپ کے مستنبط احکام کی موافقت نہ کرتے۔ حضرت سیدنا استاد ابوالقاسم قشیری رضی اللہ عنہ نے جو اپنے مذہب کے معاملے میں بہت سخت تھے اپنے رسالے میں فرمایا ہے۔

میں نے حضرت سیدنا استاد ابی علی الدقاق رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ وہ کہتے تھے میں نے یہ حضرت سیدنا ابوالقاسم نصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا اور وہ فرماتے تھے کہ میں نے اسے حضرت سیدنا شیخ شبلی رضی اللہ عنہ سے لیا اور انہوں نے حضرت سیدنا سری سقطی رضی اللہ عنہ سے لیا اور حضرت سیدنا داؤد طائی رضی اللہ عنہ نے علم اور طریقہ حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ ان جمیع مشائخ اور علماء نے حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو مانا اور آپ کی ثناء اور تعریف کی اور آپ کی افضلیت کا اقرار کیا ہے۔

یہ حضرات حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی اتباع پر فخر کرنے اور اقرار کرنے میں کوشاں تھے۔ یہ سب کے سب اس طریقہ کے امام اور شریعت وحقیقت کے مالک تھے۔ اس کے باوجود بھی کیا اے بھائی ان بزرگوں کی سچی پیروی کرنے میں آپ کو کسی قسم کا تردد ہے اگر ہے تو بڑا تعجب ہے۔ بعد میں آنے والوں نے ان بزرگوں کی اتباع کی ہے اور جس نے ان بزرگوں کے معتمد طریقہ کے خلاف کیا وہ مردود اور بدعتی ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے زہد، ورع، عبادت، علم، فہم میں اپنی نظیر آپ تھے حضرت سیدنا ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی مدح میں مندرجہ ذیل اشعار فرمائے ہیں۔

لقد زان البلاد و من علیها		امام المسلمین ابو حنیفه

ترجمہ: مسلمانوں کے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے احکام اور احادیث وفقہ کے ذریعہ تمام شہروں کے باشندوں کو زینت دی۔

باحکام واثار وفقه		کآیات الزبور علی الصحیفه

ترجمہ: جو ایسی ظاہر ہے جیسے قرآنی آیات کتاب میں۔

فما فی المشرقین له نظیر		ولا فی المغربین ولا بکوفه

ترجمہ: کوفہ اور مشرق ومغرب میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔

فقام مشمرا سهر اللیالی		وصام نهاره لله خیفه

ترجمہ: وہ ساری ساری رات خدا کی یاد میں جاگا کرتا اور دن کو اس سے ڈرتے ہوئے روزے رکھا کرتا۔

فمن كان بى حنيفة فى علاه		امام للخليقة والخليفه

ترجمہ: امام اعظم جیسا بلند مراتب کا مالک کون ہے جو جمیع لوگوں کا امام اور خلیفہ ہے۔

رأيت العائبين له سفاها		خلاف الحق مع حجج ضعيفه

ترجمہ: میں نے آپ میں عیب نکالنے والوں کو بیوقوف پایا اور حق کے خلاف کمزور دلائل رکھنے والا دیکھا۔

وكيف يحل ان يؤذى فقيه		له فى الارض آثار شريفه

ترجمہ: ایک فقیہ کو ایذا پہنچانا کیسے صحیح ہوسکتا ہے جبکہ دنیا میں اسکی بزرگ نشانیاں موجود ہیں۔

فقد قال ابن أدريس مقالا		صحيح النقل فى حكم لطيفه

ترجمہ: امام شافعی نے کیا ہی خوب ذی حکم اور عمدہ بات فرمائی ہے۔

بان الناس فى فقه عيال		على فقه الامام ابى حنيفه

ترجمہ: کہ سارے لوگ فقہ میں حضرت امام ابوحنیفہ کے سامنے بمنزلہ عیال کے ہیں۔

فلعنة ربنا اعداد رمل		على من رد قول ابى حنيفه

ترجمہ: پس اس شخص پر خدا عزّوجلّ کی طرف سے ریت کے ذروں کے برابر یعنی لاتعداد لعنت برسے جس نے حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے قول کو رد کیا۔

وقد ثبت ان ثابتا والد الامام ادرک الامام على بن ابى طالب فدعا له ولذريته بالبركة وصح ان ابا حنيفة سمع الحديث من سبعة من الصحابة كما بسط فى اواخر منية المفتى وادرک بالسن نحو عشرين صحابيا كما بسط فى اوائل الضياء وقد ذكر الامام العلامة شمس الدين محمد ابو النصر ابن عرب شاه الانصارى الحنفى فى منظومة الالفية المسماة بجواهر العقائد ودرر القلائد ثمانية من الصحابة ممن روى عنهم الامام الاعظم ابو حنيفة رضى الله تعالىٰ عنه حيث قال

معتقد اى مذهب عظيم الشان		ابى حنيفة المفتى النعمان
التابعى سابق الائمة		بالعلم والدين سراج الامة
جمعا من اصحاب النبى ادركا		اثرهم قد اقتضى وسلكا
طريقة واضحة المنهاج		سالمة من الضلال الداجى
وقد روى عن انس وجابر		وابى اوفى كذا عن عامر
اعنى ابا الطفيل ذا		ابن واثله وعن ابن جزء
قد روى الامام وبنت عجرد		هى التمام وتوفى ببغداد

بدانکہ اے برادر کلمہ چند بنابر حصر مذاهب اربعه از کتاب مستطاب شرح سفر سعادة که از تصنیف شیخ عبدالحق محدث الدهلوی رحمة الله تعالیٰ علیه واسعة است مے نگارم تا دفع تشویش از دلهاء مترددین دور گردد وصاحب کتاب مذکور منشاءِ اختلاف ائمه واسامی، او شان باتفصیل تاریخ ولادت وانتقال واسبقیت ولاحقیت هریک ازین چهار امامان مشهوره بیان ساخته اند بعد از ان، فرموده اند که این چهار تن از امامان دین ومقتدایان ملت اند که ضبط وربط احادیث واقوال صحابه وسلف وتطبیق وتوفیق میان آنها نموده وتفسیر وتاویل وبیان ناسخ ومنسوخ کرده وغایت بذل مجهود درین باب فرموده استنباط احکام بقیاس واجتهاد از نصوص کتاب وسنت نمودند وغیر مجتهدان را جز تابعایشان بودن چاره وسبیلے نیست ومشائخ طریقت ر... گانایشان هم برین مذاهب بودند یارب مگر آنهائے کهایشان بجائے اجتهاد رسیده وموافق یا مخالفایشان برائے خود اجتهاد مے نموده باشند والله اعلم۔ وآنکه گویند الصوفی لامذهب له نه باین معنی است که او را در دین مذهبے نیست وتابع مذاهب نه وهرچه خاطرش خوش دارد ودلش بدان حکم کند هم بدان عمل کند بلکه توجیهش چنانکه گفته اند آن ست که وے در بعضے مواضع از مذاهب آنچه دران ورع واحتیاط بیشتر یابد اختیار کند هر مذهب که باشد ویا آنکه بمذهب اهل حدیث که بهر چه حدیث صحیح یابد بدان عمل کند۔ محققان گویند که این نیز علی الاطلاق صحیح نه بود تحقیق آن است که هم از روایات مذهب خود که آن را اختیار کرده اند ووجه اقتداء ساخته است روایتے اختیار کند که احوط، بود یا موافق ظاهر حدیث صحیح باشد اگرچه ظاهر روایت ومشهور از ان مذهب نه بود والا تفرق مذهب وتعدد وجهة موجب تفرق اعمال ظاهر گردد واز انجا سرایت به تفرق وعدم ضبط احوال باطن کند وفرموده اند که قبله توجه یکے باید چه امام شریعت وچه شیخ طریقت تا بناء توحید محکم وقدم تحقیق راسخ گردد چه تشعب وتفرق اصل موجب تشعب وتشتت فرع بود پس ضبط نفس باصل مرجوع الیه فقها واصولا وتصوفا لازم بود کذا ذکره بعض المحققین من فقهاء الصوفیة وآنچه در حدیث است که استفت قلبک یعنی فتویٰ از دل خود طلب کن وهرچه فرماید وبدانچه حکم کند بدان رو این در صورت تردد وتذبذب است یعنی آن جا که دلائل از قرآن واحادیث واقوال علماء مختلف آیند وتعارض نماید ودر دائره تحیر وتردد افگند حاکم درین صورت تحری قلب وترجیح اوست تا از ان اقوال آنچه دل نشین او گردد اختیار کند وعمل نماید وآن نیز در ماده قلب مطهر مزکی منور بنور ایمان وتقوی است که بنور فراست که در جوهر ایمان ابداع نموده اند آنچه حق است دریابد وآن شق اختیار کند که خیر وصواب در آن بود نه آنکه هرچه در دلش افتد هم بران عمل کند بدون رجوع بدلائل شرعیه که این سخن روئے بجانب الحاد واباحت دارد وپائی لغزش جاهلان است وبالجمله مذاهب حق وطرق وصول بمنزل مقصود وابواب در آمد خانه دین این چهار است وهر که راهے ازین راه ها ودرے ازین در ها اختیار نمود براه دیگر رفتن عبث ویاوه باشد وکار خانه عمل را از ضبط وربط بیرون افگندن واز راه مصلحت بیرون افتادن است واگر قصد سلوک طریق ورع، واحتیاط دارد هم از مذهب واحد مختار روایتے که دلیلش احسن وقوی وفائده اش اعم واتم واحتیاط دران اکثر واوفر بود اختیار کند وبراه رخصت ومساهله وحیله اندوزی نرود این طریق متاخران است وشک نیست که این طریقه محکم تر ومضبوط تر است۔

وحجة این طائفه این است که همه متمسک بکتاب وسنت اند ومقتدایان دین اند دیگر تعیین وتخصیص را وجه چه باشد ونص: فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔ واشارة حدیث: اصحابی کالنجوم فبایّهم اقتدیتم اهتدیتم۔

اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ کے والد ثابت علیہ الرحمۃ نے حضرت سیدنا امام علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی زیارت کی تھی تو انہوں نے ثابت علیہ الرحمۃ اور آپ کی اولاد کے لیے برکت کی دعا کی تھی اور یہ بھی صحیح ہے کہ حضرت سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ نے سات صحابہ رضی اللہ عنہم سے حدیث سنی تھی۔ نیز آپ سات سال کی عمر میں بیس صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ حضرت سیدنا انس، حضرت سیدنا جابر، حضرت سیدنا ابن ابی اوفی، حضرت سیدنا عامر، حضرت سیدنا ابوالطفیل، حضرت سیدنا ابن واثلہ، حضرت سیدنا ابن نزء اور حضرت سیدنا بنعت عجرہ رضی اللہ عنہم سے آپ نے رویت کی ہے۔ آپ نے بغداد میں وفات فرمائی ہے۔

بھائی جان آپ کو معلوم ہو کہ کتاب مستطاب شرح سفر السعادۃ جو حضرت سیدنا شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ کی تصنیف ہے اس میں سے چند کلمات چاروں مذہب کے حصر کے متعلق لکھتا ہوں تاکہ متردد لوگوں کے دلوں سے اس کے متعلق تشویش رفع ہو جائے۔ صاحب کتاب نے اولاً چاروں اماموں کے نام اور تاریخ ولادت وانتقال اور ہر ایک کے احوال اور مراتب کو بالتفصیل لکھتے ہوئے فرمایا ہے کہ: یہ چاروں حضرات (حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ حضرت سیدنا امام مالک علیہ الرحمۃ، حضرت سیدنا امام شافعی علیہ الرحمۃ، حضرت سیدنا امام احمد علیہ الرحمۃ) اماماں دین اور مقتدایان ملت ہیں۔ جنہوں نے احادیث میں باہمی ربط قائم کیا ہے۔ نیز صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے اقوال میں باہم تطبیق دی ہے۔ ناسخ اور منسوخ کی تفسیر اور تاویل کو بیان کیا ہے۔ انہوں نے اس بارہ میں بے انتہا کوشش فرمائی ہے۔ قیاس اور اجتہاد کے ذریعہ انہوں نے کتاب اللہ عزوجل اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احکام کو مستنبط کیا ہے۔

باقی سب غیر مجتہدین کو ان کے طریقے کی اتباع کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ مشائخ طریقہ اور ان کے بزرگ بھی ان ہی مذاہب کے پیروکار تھے۔ ہاں مگر وہ لوگ جنہوں نے اجتہاد کے مرتبہ کو پہنچتے ہوئے اپنے لیے ان کے موافق یا مخالف مسائل میں اجتہاد کیا ہے اور جو کہتے ہیں۔

الصوفی من لا مذهب له **ترجمہ:** صوفی وہ ہے جس کا کوئی مذہب نہ ہو۔

اس کے یہ معنی نہیں کہ صوفیوں کے دین میں کوئی مذہب مختار نہیں اور نہ یہ کہ وہ ان چاروں مذاہب کے اماموں کے تابع نہیں اور نہ یہ کہ جو بھی ان کی طبیعت چاہے اسی کے وہ متبع ہوں اور اسی کے وہ عامل ہوں بلکہ ان کے مذکورہ قول کی یہ توجیہہ کی گئی ہے کہ وہ مذاہب اربعہ کے بعض موقعوں میں سے ان موقعوں کو اختیار کرتے ہیں جس میں ورع اور احتیاط بہت زیادہ ہو۔ خواہ کوئی بھی مذہب ہو یا یہ توجیہہ ہوسکتی ہے کہ محدثین کے مذہب پر ہیں کہ جس حدیث کو وہ صحیح پاتے ہیں اسی پر عمل کرتے۔ محققین نے فرمایا ہے کہ یہ بھی علی الاطلاق صحیح نہیں ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ وہ اس مذہب کو جس کو انہوں نے اختیار کیا ہے اسکی جمیع روایات میں سے ان روایات کو اختیار کرتے ہیں جو زیادہ لائق احتیاط ہیں یا ظاہر حدیث صحیح کے موافق ہوں، اگرچہ اس روایت کا ظاہر اس مذہب میں مشہور نہ ہو جس کے وہ متبع ہیں۔ ورنہ تو مذہب کا تفرق اور تعدد ظاہری اعمال کے تفرق کا موجب بن جاتا ہے اور وہ باطن کے احوال کے تفرق اور عدم ضبط سرایت کر جاتا ہے (یعنی باطن کو بھی منتشر کر دیتا ہے) نیز محققین نے فرمایا ہے کہ توجہ کا قبلہ ایک ہونا چاہیے خواہ وہ امام شریعت ہو یا شیخ طریقت ہو تاکہ توحید کی بنا محکم ہو جائے اور تحقیق کا قدم راسخ ہو جائے۔ کیونکہ اصل کا تفرق واختلاف فرع کے تفرق اور اختلاف کا موجب ہوتا ہے۔ پس فقہ اور اصول اور تصوف کے لحاظ سے نفس کو ان اصولوں کا عادی بنایا جائے جن کی طرف رجوع کیا ہے اور یہ کلماتِ شریفہ ''استفت قلبك'' جو حدیث میں آئے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دل سے فتویٰ طلب کر جو کچھ دل فرمائے اور جس چیز کا وہ حکم دے اس پر عمل کر یہ یاد رہے ایسا کرنا تذبذب اور تردد کی صورت میں ہے یعنی ایسے مقام پر جہاں کہیں قرآن وحدیث اور علماء کے

اقوال ایک دوسرے سے مختلف ہو جائیں اور ان میں تعارض واقع ہو جائے اور جو حیرت اور تردد میں ڈال دے تو ایسی صورت میں دل ہی سے پوچھنا چاہیے اور جس چیز کی طرف وہ رہنمائی کرے اسی کو ترجیح دے اور جو قول اس کے دل میں بیٹھ جائے تو وہ اس قول کو اختیار کرے اور اسی پر عمل کرے اور وہ بھی پاکیزہ ومطہر ومنور قلب کے مادہ میں تقویٰ اور ایمان کے نور سے ہے جو کہ فراست کا نور ہے کہ جس کو ایمان کے جوہر میں پیدا کیا گیا ہے۔ جو حق ہے وہ اسے پالیتا ہے اور وہ شق و پہلو اختیار کرتا ہے جس میں خیر وصواب ہو نہ یہ کہ جو بات دل میں آجائے اور شرعی دلائل کی طرف رجوع کیے بغیر اس پر عمل کرے کیونکہ ایسا کرنا الحاد کی طرف لے جانا ہے بلکہ جاہلوں کی سی لغزش ہے۔ اجمالاً یہ ہے کہ مذاہب حقہ اور منزل مقصود تک پہنچنے کے راستے اور دینی عمارت میں داخل ہوں گے دروازے یہی چار سچے مذہب ہیں جس نے ان راستوں اور دروازوں کو اختیار کیا اس کے لیے کوئی اور دوسرے راستے اور دروازے اختیار کرنا محض فضول اور بے ہودہ ہے۔ نیز یوں کہیے کہ عملی کارخانے کو ملیا میٹ کرنا اور مصلحت کی راہ سے دور جا پڑنا ہے۔

رہ سلوک میں سالک کو چاہیے کہ وہ ورع اور احتیاط جس مذہب کی روایات میں پائے اور جس کی دلیل قوی اور عمدہ ہو اور اس کا فائدہ عام ہو اور اس میں احتیاط زیادہ ہو تو اسی کو اختیار کرے اور رخصت اور مساہلہ کا راستہ اختیار نہ کرے۔ یہ طریقہ کار متاخرین کا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ طریقہ محکم اور نہایت ہی مضبوط ہے اس بارے میں اس گروہ کی حجت یہ ہے کہ جمیع حضرات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ متمسک اور دین متین کے حقیقی پیروکار ہیں اس کے علاوہ تعیین اور تخصیص کی دوسری کوئی اور وجہ کیا ہو سکتی ہے کہ نص قطعی ہے۔

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ (سورۃ النحل: ۴۳، سورۃ الانبیاء: ۷)

حدیث نبوی أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ (جامع بیان العلم وفضلہ، ج ۲، ص ۸۹۸، رقم: ۱۶۸۴)

اسی کی طرف مشیر اور مصرح ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو چیز تم نہیں جانتے وہ اہل علم سے دریافت کرو۔ ان سے جا کر سیکھو۔ حضور ﷺ نے فرمایا میرے اصحاب کرام ستاروں کی مانند ہیں اور سب کے سب راستہ دکھانے والے ہیں۔

نیز هم برین است یعنی چیزے که شما ندانید از اهل علم پرسید و از ایشان بیاموزید۔ و فرموده اصحاب من هم چو ستارگان اند و همه راه نمایندگان اند۔ و علماء دیگر را در حکمایشان دانید و این مذهب بظاهر بانصاف نزدیک تر نماید و بفهم زودتر آید و لیکن قرار داد علماء و مصلحت دیدایشان در آخر زمان تعیین تخصیص مذهب است و ضبط و ربط کار دین و دنیا هم درین صورت بود از اول مخیر است هر کدام را اختیار نماید صورت دارد و لیکن بعد از اختیار یکے بجانب دیگر رفتن بے توهم سوئے ظن و تفرق و تشعب در اعمال و احوال نخواهد بود قرار داد متاخرین علماء برین است و هو المختار و فیه الخیر۔ اما درین روزگار پسین مجتهدین که در فقه و حدیث و زهد و ورع و عبادت مشهور و معروف بودند احادیث و اقوال صحابه را تتبع نموده و ناسخ را از منسوخ و صحیح را از سقیم جدا ساخته و تحقیق و تاویل آن فرموده تطبیق و توفیق میان آن ها داده مذهبے قرار داده اند۔ عوام مسلمانان را بلکه علماء را درین روزگار این قوت و طاقت کجا است که این کار از دستایشان آید۔ ایشان را غیر متابعت مجتهدان کردن و درپئے ایشان رفتن سبیلے نبود و چاره نه و العهدة علیهم این کار متقدمین محدثین را یسر بود و بحقیقت بے قیاس و اجتهاد کار از پس نرود بآخر دست بآں زدن ضرورت افتد و دلائل

حجیت قیاس و وجوب عمل بدان در شرح خاتمه کتاب معلوم گردد انشاء اللہ تعالیٰ۔ و حکمِ مجتهد بحقیقت حکم کتاب و سنت است ولکن چون این حکم در آن جا پوشیده است و صریح نه پس مجتهدان دین و امامان راه یقین آن حکم مکنونه و مستوره را بر منصۂ ظهور آورده و ایماء و اشارت را به تصریح مبدل ساخته جزاهم اللہ تعالیٰ عنا خیر الجزاء۔

دوسرے علماء کو بھی ان کے حکم میں جانو۔ حق بھی ہی ہے کہ یہ مذہب بظاہر انصاف کے زیادہ نزدیک ہے اور سمجھ میں آنے کے زیادہ لائق ہے لیکن علماء کی قرارداد اور ان کی مصلحت اس آخری زمانہ میں مذہب کے تعیین اور تخصیص میں ہے نیز دینی اور دینوی کارروائی ضبط وربط اسی صورت میں ہی ہوسکتا ہے۔ ابتداءً ہر شخص مختار ہے کہ جس مسلک کا اختیار کرنا چاہے کرسکتا ہے لیکن کسی ایک کو اختیار کرنے کے بعد دوسرے مسلک کی طرف رجوع کرنا اور پہلے مختار مسلک کو چھوڑنے کے یہ معنیٰ ہیں کہ وہ راہ اول اور مذہب اول سے بدظن ہوگیا اور وہم میں پڑ گیا ہے۔ پس اس طرح اعمال اور احوال میں تفریق پیدا ہو جاتی ہے متاخرین علماء کی یہی قرارداد ہے۔ یہی طریقہ انہوں نے اختیار کیا ہے اور اسی میں خیر مضمر ہے۔ مگر اس آخری زمانے میں وہ مجتہدین جو فقہ وحدیث، زہد و ورع اور عبادت میں مشہور اور معروف تھے انہوں نے احادیث اور اقوال کی تتبع فرمائی اور ناسخ کو منسوخ سے صحیح کو سقیم سے جدا فرمایا ہے۔ ان کی تحقیق اور تاویل کرتے ہوئے ان میں باہمی تطبیق اور توفیق قائم کی ہے اور سب کو ایک مذہب قرار دیا ہے۔ اس زمانے کے عوام مسلمان بلکہ علماء کو یہ قوت اور طاقت کہاں نصیب ہے کہ یہ کام ان کے ہاتھ سے سرانجام ہوسکے۔ ان کے لیے بجز مجتہدین کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی متابعت کرنا اور ان کے قدم بہ قدم چلنے کے سوا دوسرا کوئی اور چارہ نہیں۔ یہ کام متقدمین ومحدثین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے ہی لائق تھا۔ مجتہد کا حکم حقیقتاً کتاب اور سنت کا حکم ہے۔ لیکن چونکہ یہ حکم پوشیدہ ہے صریح نہیں ہے اس واسطے مجتہدین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) دین متین اور اماماں راہِ یقین نے اس پوشیدہ حکم کو منصۂ ظہور پر جلوہ گر کیا اور اشارات کو تصریحات سے تبدیل کیا۔ خدا ﷻ ان کو ان کے اس عمدہ فعل کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

وصل: در اذهان بعضے مردم چنان در آمده که مذهب امام شافعی رحمة اللہ تعالیٰ علیه موافق حدیث است و سلوک طریقه اقتداء و اتباع در مذهبایشان بیشتر است و مذهب ابو حنیفه مبنی بر رائے و اجتهاد است و مخالف احادیث۔ این سخن غلط محض است و جهل صریح۔ آخر نه در اجتهاد و حفظ کتاب اللہ و حفظ احادیث رسول اللہ ﷺ و معرفت اقوال سلف شرط است و بے آن درست نیست و چون قیاس و اجتهاد آن امام اعظم را عظیم الشان اقدم و اسبق و مقدم و مسلم تمام امت است این گمان را مجال نبود مانا که سبب وقوع درین ورطه آن بود که بعضے محدثین که در مذهب امام شافعی بودند در کتابها که تصنیف کردند چنانچه مصابیح و مانند آن دلائل مذهب خود را تتبع و تفحص نموده جمع کردند و در احادیث مذهب حنفی بر اه طعن و جرح رفتند و اینها بے گوشه تعصبے نخواهد بود و اکثر ایشان بابی حنیفه بے گوشۂ تعصبے نباشند عفی اللہ عنهم۔ نظر در کتب حنفیه که در دیار عرب مشهور است باید انداخت تا حقیقت حال منکشف گردد و درین مذهب مواهب الرحمة کتابے است شارح او التزام کرده است که دلیل او از آیات قرآن و احادیث صحیحین بیارد۔ کتاب هدایه در دیار ما مشهور و معتبر ترین کتابها است نیز درین وهم انداخته چه مصنف وے در اکثر بنا کار بر دلیل معقول نهاده و اگر حدیثے آورده نزد محدثین خالی از ضعف نه غالبا اشتغال وقت آن استاذ در علم حدیث کم تر بوده است ولکن شرح شیخ ابن الهمام جزاه اللہ تعالیٰ خیر الجزاء تلافی آن نموده و تحقیق کار فرموده است و گفته اند که نزد وے اے نزد امام ابی حنیفه رضی اللہ تعالیٰ عنه صندوقها بود که

احادیثِ مسموعه خود را دران ضبط کرده و گفته اند که مشائخ او که ازایشان استماع حدیث کرده ورائے جمع از صحابه که ازیشان شنیده از تابعین سی صد کس بودند وآنها که از وے روایت مسندوے کرده اند پانصد کس اند ومجموع استاذان وے در علم چهار هزار کس اند وجمعے آن را بر ترتیب حروف تهجی جمع کرده وچون احادیث که امام شافعی بدان اخذ کرده وتمسک نموده است امام ابو حنیفه بدان تمسک نه نموده واخذ نه کرده مردم گمان کردند که مذهب او مخالف احادیث است وحالانکه درین جا احادیث دیگر است صحیح وقوی تر است ازان که وے رضی الله تعالیٰ عنه بدان تمسک نموده وبجهت آن احادیث که متمسک امام شافعی است ترک داده واکثر متمسکات او در صحیحین است واین معنی به تفصیل بیان کرده اند واثبات نموده اند۔ وفی الحقیقت مذهب حنفی جامع معقول ومنقول است وماناکه در اغلب اوقات واحوال عادت کریمۀ آن امام آن بوده که در تفهیم وتبیین مذهب خود بجهت رعایت طباع عامه خلق که مجبول اند بر تطابق معقول ومنقول وتائید نقل بعقل اقتصار بر دلیل معقول کردے وبقصد تسلیه وتشفیه طباعایشان در کشف وتبیین آن کوشیدے والا اصل تمسک واستدلال او بکتاب وسنت واقوال سلف بود خود چه صورت دارد که بے رجوع بکتاب وسنت واجماع تمسک بقیاس کند وحالانکه شرط عمل بدان عدم آن اصول است چنانکه در کتب اصول فقه بر مذهبایشان مقرر شده است واین دلائل عقلیهایشان در حقیقت برائے تائید وترجیح بعضے احادیث بر بعضے بموافقت وے مر قیاس را دلا بد از احادیث آنچه موافق بقیاس بود ارجح است چنانکه هم در اصول فقه قرار یافته نه آنکه قیاس در مقابل نص کرده باشد ونیز حکم بصحت، وضعف احادیث در زمان متاخرین بر خلاف زمان سابق است چه می تواند که حدیثے در زمانایشان صحیح باشد سبب اجتماع شرائط صحت وقبول ورد آن که یک واسطه بود میانایشان وحضرت رسالت ﷺ پس از جهت روایت دیگر که بعد ازان آمدند ضعفے پیدا شده پس از حکم متاخرین محدثین بضعف حدیثے لازم نیاید ضعف وے در زمان امام ابو حنیفه مثلا واین نکته ظاهر است واز کلام بعضے محققین که ذکر کرده اند که حکم بتواتر وشهرت ووحدت حدیث معتبر در صدر اول است والا بسا احادیث که دران وقت، از احاد بوده وبعد ازان بوجود کثرت طرق برواج این علم وکثرت طالبان وجامعان که بعد ازان پیدا شده بمرتبه شهرت رسیده باشد استیناسے باین معنی توان یافت وامام اعظم بجهة غایت امتیاز ووفور فضل وکمال مغبوط ومحسود عالم بود متاخرین شافعیه را چه گوید که بعضے متقدمین را نیز بآن جناب حسد گونه بود ودر حقیقت هر که فاضل تر محسود تر شافعیان را این حال است اما امام شافعی را،به بینند که چه مدح اصحاب وے می کند ومی گوید که الناس کلهم عیال علی فقه ابی حنیفه رحمة الله تعالیٰ علیه ودر شان امام محمد شیبانی که شاگرد ابی حنیفه است فرموده که اگر اهل کتاب ازیهود ونصاری تصانیف محمد رحمة الله تعالیٰ علیه به بینند بے اختیار ایمان آرند امام حافظ ابو محمد بن حزم گفته که اصحاب ابو حنیفه همه متفق اند که حدیث هر چند اسناد او ضعیف بود مقدم تر واولیٰ تر از قیاس، واجتهاد است وے تابحد ضرورت نرسد عمل بقیاس نه کند وعمل بحدیث باقسام از دست ندهد وامام شافعی قیاس را بر چندین از اقسام حدیث مقدم دارد درین مقام تفصیلے است مذکور در علم اصول فقه آنجا نظر باید کرد واز اقسام قیاس نیز جز بقیاس مؤثر عمل نکند وقیاس تناسب وقیاس شبه وقیاس طرد همه نزد وے متروک غیر معمول بها اند ودر چندین مواضع قیاس را باحادیث ترک داده وامام شافعی عمل بقیاس کرده واگر آن را ذکر کنیم سخن درازی کشد وابو حنیفه رحمة الله تعالیٰ علیه تقلید صحابی را در آنچه

صحابی، باجتہادِ خود گوید واجب داند وشافعی گوید ہم رجال ونحن رجالٌ ما بایشاں در اجتہاد برابریم وما ہم مجتہدانیم مجتہد را تقلید مجتہد دیگر نرسد۔ نقل است کہ امام، ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمودہ عجب از مردم است کہ مے گویند او فتویٰ بہ رائے خود مے دھد وحال آنکہ من ہرگز فتوی ندھم بدانچہ ماثور ومروی نیست۔ وامام حجۃ عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ از وے نقل کردہ کہ گفت آں چہ از احادیث رسول اللہ ﷺ آید فبا الرأس والعین قبول کنم وآنچہ از صحابہ رسیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نیز اختیار کنم واز گفتایشاں نہ برآیم، ولکن چیزیکہ از تابعین بیاید ما وایشاں برابریم بایشاں مزاحمت کنیم ودر تحقیق حق بحث وتفتیش نمائیم۔ واز فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل است کہ اگر حدیث بر ابو حنیفہ آمدے متابعت آں کردے واگر از صحابہ وقدمائے تابعین آمدے نیز براہ متابعت واقتداء ایشاں رفتے والا اجتہاد نمودے۔ در کتب نوشتہ اند کہ اگر مسئلہ نزد وے رضی اللہ تعالیٰ عنہ آمدے مدت مدید بیاران خود دران بحث کردے وتحقیق وتفتیش نمودے پس ازان جواب دادے ویاران او عظماء دین وقدماء اھل حدیث وفقہ وزھد وورع بودند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔ محبان ومعتقدان مذہب حنیفہ را این قدر کافی است والسلام۔ وصلی اللہ تعالیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

(وصل) بعض لوگوں کے ذہن میں اس بات نے جگہ پکڑ لی ہے کہ امام شافعی کا مذہب احادیث کے موافق ہے اور حضور کی متابعت اور اقتدا کا طریقہ ان کے مذہب میں بے انتہا پایا جاتا ہے اور حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا مذہب رائے اور اجتہاد پر مبنی ہے اور احادیث کے بالکل مخالف ہے۔ یہ بات بالکل غلط اور کھلی جہالت ہے۔ وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ اجتہاد میں اولین شرط یہ ہے کہ کتاب اللہ احادیث رسول اللہ ﷺ اور سلف وصالحین کے اقوال شریفہ کو لازمی مدنظر رکھا جائے۔ ان شرطوں کے لحاظ کے بغیر اجتہاد درست نہیں اور چونکہ حضرت سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کا قیاس اور اجتہاد اقدم اور اسبق ہے اور جمیع امت کے ہاں مسلم ہے پس اس صورت میں گمان کو کیا مجال ہے۔ اس بدگمانی اور اتہام میں پڑنے کا سبب یہ ہے کہ بعض ان محدثین کرام نے جو حضرت سیدنا امام شافعی علیہ الرحمہ کے مذہب کے پیرو اور تبع تھے انہوں نے کتابیں تصنیف کیں جیسے مصابیح، مشکوٰۃ نیز امثال دیگر جنہوں نے اپنے مذہب کے دلائل کی تتبع اور تفحص فرماتے ہوئے جمیع دلائل کو جمع کیا ہے اور احادیث میں انہوں نے حنفی مذہب پر طعن کیا ہے اور جرح سے کام لیا ہے۔ پس ان کے اس متعصبانہ رویہ کی وجہ لوگ بدگمانی اور اتہام میں پڑ گئے۔ اکثر شوافع نے حضرت سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کے ساتھ متعصبانہ پہلو اختیار کیا ہے۔ دیارِ عرب میں جو احناف کی کتابیں مشہور ہیں ان کو زیر مطالعہ رکھا جائے تو حقیقت حال منکشف ہو جائے گی اس مذہب میں مواہب الرحمت ایک کتاب ہے جس کے شارح نے اپنے اوپر یہ التزام رکھا ہے کہ وہ آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے دلائل پیش کرے گا۔ ہدایہ شریف ہمارے ملک میں مشہور اور معتبر کتاب ہے، ہاں قدرے وہم کی گنجائش اس میں اس لیے ہو سکتی ہے کہ اس کے مصنف نے اکثر کام کی بنا دلائل عقلیہ پر رکھی ہے اور جو حدیث بھی وہ لایا ہے وہ محدثین کے ہاں ضعف سے خالی نہیں۔ شاید آنجناب نے علم حدیث میں شغل کم رکھا تھا لیکن ہدایہ کی شرح میں حضرت سیدنا شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف علیہ الرحمہ کی تمام کمیوں کو پورا کر دیا ہے اور اس نے کتاب ہدایہ کے بنانے میں نہایت تحقیق سے کام لیا ہے نیز بعض لوگ کہتے ہیں حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے پاس صندوقیں تھیں جس میں انہوں نے اپنی مسموعہ حدیثیں ضبط فرمائی تھیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ جن مشائخ سے حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث روایت کی ہیں وہ تابعین میں سے تین سو کی تعداد تک پہنچتے

ہیں اور جن لوگوں نے حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مسند کو روایت کیا ہے ان کی تعداد پانچ سو ہے۔آپ کے کل اساتذہ جن سے آپ نے علم پڑھا چار ہزار اشخاص ہیں ایک گروہ نے آپ کے اساتذہ کو حروف تہجی کی ترتیب پر جمع فرمایا ہے۔جن احادیث سے حضرت سیدنا امام شافعی علیہ الرحمہ نے تمسک فرمایا ہے اور حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ نے ان احادیث کو نہیں لیا اور نہ ہی ان کے ساتھ تمسک کیا ہے تو اس واسطے لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ حضرت سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کا مذہب احادیث کے مخالف ہے۔حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ جن احادیث سے امام صاحب علیہ الرحمہ نے تمسک فرمایا ہے وہ نہایت صحیح اور از حد قوی ہیں۔حضرت سیدنا امام شافعی علیہ الرحمہ کی مروی احادیث ان تک نہیں پہنچ سکتیں۔حضرت سیدنا امام شافعی علیہ الرحمہ کی مروی احادیث صحیحین میں ہی۔فی الحقیقت مذہب حنفی جامع معقول ومنقول ہے۔یہ مانا کہ اکثر اوقات میں آنجناب کی یہی عادت کریمہ رہی ہے کہ اپنے مذہب کی تفہیم اور تبیین میں عوام کے طبائع کا لحاظ رکھتے ہوئے جو معقول ومنقول دونوں دلائل کے باہمی تطابق اور توافق کے عادی ہیں اور جو نقل کی عقل سے تائید چاہتے ہیں معقول دلیل پر اکتفا فرمایا ہے۔اور انکی تسلی اور تشفی کے واسطے اس کے بیان کو واضح کرنے میں کوشش فرمائی ہے۔ورنہ تو آپ کا اصل تمسک اور استدلال کتاب وسنت اور اقوال سلف ہی سے تھا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ انہوں نے کتاب وسنت اور اجماع کو چھوڑتے ہوئے قیاس کے ساتھ تمسک فرمایا۔حالانکہ اس قیاس کے ساتھ عمل کرنے کی شرط جیسا کہ کتب اصول فقہ میں اصول (کتاب وسنت واجماع) کی عدم موجودگی ہے ان کے مذہب پر مقرر رہا ہے اور ان کے یہ عقلی دلائل اصل میں بعض احادیث جو موافق قیاس ہوں ارجح ہوں گی جیسا کہ اصول فقہ میں مقرر ہو چکا ہے نہ یہ کہ نص کے مقابلہ میں میں قیاس کیا جائے اور نیز زمانہ متاخرین میں احادیث کی صحت اور ضعف کا حکم زمانہ سابق کے برخلاف ہے۔اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ ایک حدیث ان کے زمانہ میں بوجہ اجتماع شرائط صحت وقبول صحیح ہووے کیونکہ ان کے اور رسالت مآب ﷺ کے درمیان صرف ایک واسطہ تھا پس دوسرے راویوں کی جانب سے جو کہ ان کے بعد آئے ایک طرح کا ضعف پیدا ہو گیا۔

پس متاخرین محدثین کا ایک حدیث پر ضعف کا حکم لگانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث مثلاً حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی ضعیف ہو۔یہ نکتہ بعض محققین کے کلام سے ظاہر ہے جیسا کہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ حدیث پر تواتر، شہرت اور وحدت کا حکم لگانا صدر اول یعنی قرن اول ہی میں معتبر ہے ورنہ تو بہت سی احادیث جو اس وقت آحاد ہوں اور بعد میں کثرت طرق کی وجہ سے اور اس علم کے طالبوں اور جمع کرنے والوں کی کثرت کے باعث یہ احادیث مرتبۂ شہرت کو پہنچ جائیں۔حضرت سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ اپنے فضل وکمال کی کثرت اور حد درجہ ممتاز ہونے کی وجہ سے جمیع عالم کے مضبوط اور محسود ہو گئے تھے یعنی دنیا ان سے حسد کرنے لگی تھی۔متاخرین شافعیہ سے کیا گلا جبکہ بعض متقدمین شوافع نے بھی آپ کے ساتھ حسد رکھا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے جو سب سے زیادہ افضل ہو گا لوگ اس سے زیادہ سے زیادہ حسد کریں۔لیکن حضرت سیدنا امام شافعی کو دیکھیے کہ وہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ اور آپ کے متبعین اور اصحاب کی مدح میں فرماتے ہیں: سارے لوگ حضرت سیدنا امام ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ کے سامنے بمنزلہ عیال کے ہیں۔

اور حضرت سیدنا امام محمد علیہ الرحمہ جو حضرت سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کے شاگرد ہیں، امام محمد علیہ الرحمہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: اگر اہل کتاب یہود ونصاریٰ حضرت سیدنا امام محمد علیہ الرحمہ کی تصانیف کو دیکھیں تو بے اختیار ایمان لے آئیں۔اور امام حافظ ابن حزم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: حضرت سیدنا امام ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ کے تمام اصحاب اس پر متفق ہیں کہ حدیث کی اسناد جتنی بھی ضعیف ہوں وہ اس قیاس سے اولیٰ اور مقدم ہے جس بارہ میں کیا جائے۔مگر ہاں جب ضرورت کی حد کو پہنچ جائے تب قیاس پر عمل کرے اور کسی صورت میں بھی اگر ممکن ہو سکے تو حدیث پر عمل کرنے کو ہاتھ سے نہ جانے۔

حضرت سیدنا امام شافعی علیہ الرحمۃ کئی اقسام حدیث پر قیاس کو مقدم رکھتے ہیں اس کے متعلق مفصل بیان کیا گیا ہے جو علم اصولِ فقہ میں دیکھنا چاہیے۔ قیاس کے اقسام میں سے قیاس مؤثر پر بھی عمل نہ کرے اور قیاس تناسب، قیاس شبہ، قیاس طرویہ، سب ان کے نزدیک متروک وغیر معمول ہیں۔ نیز انہوں نے کئی مواضع میں حدیث کے ساتھ قیاس کو ترک کیا ہے اگر ان کو بیان کروں تو بات لمبی ہو جائے گی۔

حضرت سیدنا ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ اس وقت صحابی کی تقلید کو واجب جانتے ہیں جبکہ وہ اپنے اجتہاد سے کہے اور ایسے موقع پر امام حضرت سیدنا شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہمیں صحابی کی تقلید اس کے اپنے اجتہاد پر کرنی واجب نہیں کیونکہ وہ بھی انسان تھے اور ہم بھی ان جیسے انسان ہیں۔ نقل مشہور ہے کہ ایک بار حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: مجھے لوگوں پر تعجب آتا ہے کہ وہ کہتے ہیں میں اپنی رائے کے موافق فتویٰ دیتا ہوں حالانکہ میں فتویٰ ہرگز اپنی رائے کے موافق نہیں دیا کرتا مگر ان پر جو مشہور اور مروی ہے۔

حضرت سیدنا امام عبداللہ ابن مبارک علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ حضرت سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ جو چیز میرے پاس رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے آئے تو وہ مجھے سر آنکھوں پر تسلیم ہے اور جو قول مجھے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پہنچے تو بھی میں اسے اختیار کرتا ہوں ان کے قول کو نہیں چھوڑتا لیکن جب میرے پاس تابعین سے کوئی چیز پہنچے تو چونکہ ہم اور وہ برابر ہیں اس واسطے ہمارے لیے تقابل ضروری ہے اور ہم حق کی تحقیق میں ان کے ساتھ بحث کریں گے اور معاملہ کی تہہ تک پہنچیں گے۔ نیز حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ جب حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ پر کوئی حدیث پیش کی جاتی تو وہ اس کے متابعت فرماتے اور اگر صحابہ رضی اللہ علیہم اجمعین اور متقدمین تابعین کا قول ان کے پاس پہنچتا تو بھی اس کی متابعت کرتے اور اس کا اقتداء فرماتے ورنہ تو اجتہاد فرماتے نیز کتابوں میں لکھا ہے کہ جب کوئی مسئلہ ان کے سامنے پیش ہوتا آپ اس میں بڑی مدت تک اپنے احباب کے ساتھ بحث فرماتے اور حق کی تحقیق وتفتیش فرمایا کرتے تھے۔ بعد ازاں اس مسئلہ کا جواب عطا فرماتے۔

بڑے بڑے امام اور اہل حدیث وفقہ کے متقدمین میں آپ کے احباب دین کا شمار ہے جو سب کے سب زہد، ورع اور تقوے میں بے نظیر تھے، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، نیز علماء اس بات پر متفق ہیں کہ تقاضۂ نفس کی خاطر ان کے مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف رجوع کرنا درست نہیں۔ جیسا کہ کتاب در مختار باب التعزیر میں لکھا ہے کہ جو شخص حضرت سیدنا امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مذہب کی طرف پلٹ جائے تو وہ تعذیر لگایا جائے۔ فقط۔ مذہب حنفیہ کے محبین اور معتقدین کے لیے یہی کچھ کافی ہے۔ والسلام۔

(مکتوبات حضرت حاجی دوست محمد قندھاری، مکتوب، بیست ودوم، ص، ۷۱، تا، ۸۲، حافظ نصر اللہ خان کوانی زمیندار بستی قدیر آباد تحصیل وضلع بہاول پور)

حضرت شاہ ابوالحسن احمد نوری علیہ الرحمۃ متوفی، ۱۳۲۴ھ، لکھتے ہیں:

شریعت میں مذہبِ حنفی اور طریقت میں مسلک قادری کے پابند رہیں۔ اور اپنے آپ کو انہیں حضرات کا پیرو کار جانیں ورنہ برا انجام دیکھیں گے۔ اس لیے کہ اس دور میں ترک تقلید کا انجام، وہی الحاد وزندقہ (بے دینی وگمراہی) ہے۔ لہٰذا شریعت میں امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے سروکار رکھیں اور طریقت میں حضور سیدنا غوثِ اعظم علیہ الرحمۃ سے وابستہ رہیں۔

(سراج العوارف فی الوصایا والمعارف، ص، ۴۰)

دیوبندیوں کے پیرومرشد قبلہ وکعبہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

(ملفوظ ا) اکثر فرماتے ہیں کہ فقیر وہ ہے کہ حنفی المذہب صوفیہ المشرب جو کوئی میرے یاروں میں سے اس سے تجاوز کرے گا میرے رابطہ وواسطہ سے اس کو کچھ حصہ نہ ملے گا اور جو کوئی کہ فقیر سے اخلاق رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ صوفیہ المشرب وحنفی المذہب ہو۔ (امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق، ص، ۳۱)

سوال: (۲۲) مولانا محمد بشیر کراچی والے نے لکھا:

پیرافغانی کا یہ کہنا کہ میں دیوبندی بھی نہیں ہوں اور بریلوی بھی نہیں ہوں۔ تو ہے کیا؟ چوں چوں کا مربہ نہ مومن نہ کافر۔ (الفتنۃ الشدیدۃ، ص، ۱۶۷)

الجواب:

قابل غور بات کیا مولانا محمد بشیر کراچی والے یہ تمام علماء امامین مجتہدین، صوفیاء اولیا کیا بریلوی تھے یا دیوبندی تھے، جواب طلب!

صد تعجب والا سوال قابلِ غور!

سوال: (۲۳) مولانا ابوداؤد صادق لکھتے ہیں:

''بریلوی زعما کا انحصار مولانا نعیم الدین امجد علی، مولانا دیدار علی شاہ، مولانا مفتی احمد یار خان (رحمۃ اللہ علیہم) پر کرنا غلط ہے۔ قدیم زمانہ کے علماء بھی انہی بریلوی افکار وعقائد کے حامل تھے اور وہ کون تھے؟ ۔۔۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی، حضرت مولانا فضل رسول صاحب بدایونی، ملک العلماء بحر العلوم فرنگی محلی، حضرت مولانا ارشاد حسین رامپوری، محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد صاحب فیصل آبادی، امام اہلسنت بیہقی وقت غزالیٔ زماں رازیٔ دوراں علامہ سیّد احمد سعید کاظمی (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) یہ سب حضرات بھی افکار وعقائد کے لحاظ سے بریلوی تھے۔ اعلیٰ حضرت سے متفق تھے افکار وعقائد میں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ (النجدیت بجواب البریلویت ص، ۱۸۰) (خطرہ کا سائرن صفحہ ۱۱)

الجواب: (۱)

بریلوی حضرات بھی اور دیوبندی بھی اپنے اپنے علماء اور مشائخ کی فہرست بنائیں۔

الجواب: (۲) اب ہم اعلیٰ حضرت کے مرشد کریم علیہ الرحمہ کو مانیں یا اعلیٰ حضرت کو مانیں یا پھر ملا بشیر یا ابوداؤد یا الیاس گھمن کو مانے صد تعجب۔

ماتریدیہ کی فضیلت:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

و درمیان علمائے اهل سنت طریق اصحاب شیخ الاسلام شیخ ابو منصور ما تریدی چه زیبا است که اقتصار بر مقاصد فرموده اند واعراض، از تدقیقات فلسفیه نموده طریق نظر و استدلال بطریق فلسفی درمیان علمائے اهل سنت وجماعت از شیخ ابو الحسن اشعری ناشی شده است وخواسته که معتقدات اهل سنت را باستدلال فلسفی تمام سازد واین دشوار است ودلیر ساختن است مر مخالفان رابر طعن اکابر دین وگذاشتن است طریق سلف را۔ ثبتنا اللہ سبحانه علی متابعة أراء اهل الحق المقتبسة من انوار النبوة علی صاحبها الصلوات والتسلیمات اتمها واکملها۔

ترجمہ: علمائے اہل سنت میں شیخ الاسلام شیخ ابومنصور ماتریدی علیہ الرحمہ کا طریقہ کس قدر موزوں اور مناسب ہے کہ انھوں نے صرف مقاصد کو بیان کرنے پر اکتفاء

فرمایا ہے۔فلسفیانہ باریک بینیوں سے انھوں نے یکسوئی ہی اختیار فرمائی ہے۔فلسفیانہ انداز پر نظر و استدلال کا طریقہ،علمائے اہل سنت میں شیخ ابوالحسن اشعری علیہ الرحمۃ سے شروع ہوا ہے۔ان کی یہ خواہش رہی ہے کہ اہل سنت کے اعتقادات کو فلسفیانہ استدلال سے تکمیل تک پہنچا دیں۔اور یہ بات بڑی دشوار ہے اور خصوصیت کے ساتھ مخالفین کو دلیر بنانا ہے کہ وہ اکابرِ دین (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) پر زبانِ طعن دراز کریں۔اور اسی کے ساتھ ساتھ سلف کے طریقہ کو بھی چھوڑ دینا ہے اللہ سبحانہ ہمیں اہل حق کے معتقدات پر،جو انوارِ نبوت سے مستفاد ہیں،ثابت قدم رکھے **علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا۔**

(مبدأ ومعاد،منہا، ۴۲،ص،۶۷،۶۸،ادارہ سعدیہ مجددیہ،بیڈن روڈ،لاہور)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین،رومی،بلخی،علیہ الرحمۃ متوفی،۶۷۲،ھ،لکھتے ہیں:

بے کسش باید سرش را وابرد		هر کرا دیو از کریماں وابرد

ترجمہ: جس شخص کو شیطان ان بزرگانِ اہل اللہ سے علیحدہ کر دیتا ہے اس کا بحالتِ بیکسی سر کاٹ ڈالتا ہے۔

مکرِ شیطان باشد ایں نیکو بداں		یک بدست از جمع رفتن یک زماں

ترجمہ: (۱) جماعت سے ایک بالشت بھر ایک گھڑی کے لئے دور ہونا بھی شیطان کا فریب ہوتا ہے اس کو خوب سمجھ لو۔

ترجمہ: (۲) جماعت سے ایک گھڑی کے لئے دور ہونا بھی ایک بڑی خرابی ہے (اور) یہ شیطان کا فریب ہوتا ہے۔اس کو خوب سمجھ لو۔

(مفتاح العلوم،دفتر دوم،ص ۶۷۰)

مے نداند بانگِ بیگانہ ز اهل		باز بے الهام احمق کو زِ جهل
جهلِ او شد مایۂ انکارِ او		پیشِ او دعویٰ بود گفتار او

ترجمہ: پس جو بے الہام و بے وقوف (آدمی اپنی) جہالت سے بیگانہ (از حق) کی آواز (اور) یگانے (یعنی اہل حق کی آواز) میں تمیز نہیں کر سکتا اس کے آگے اس کا بیان (خالی) دعویٰ ہوگا (اور) اس کی جہالت اس کے انکار کی باعث ہوگی۔

مطلب: جس شخص کو اہل اللہ اور غیر اللہ کی آواز میں فرق سمجھنے کی توفیق نہیں اس کے سامنے اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ ہم اہل اللہ ہیں تو فضول ہے۔وہ کب ماننے لگا بلکہ صاف انکار کر دے گا پس اس کے اعتراف کے لئے اس کے اندر ذاتی تمیز کا ہونا ضروری ہے یعنی مناسبتِ فطرتی۔

عینِ ایں آواز معنی بود راست		پیشِ زیرک کاندرونش نور هاست

ترجمہ: مگر دانا کے آگے جس کے اندر (حق) کے انوار ہیں خود یہی دعویٰ ٹھیک حقیقت ہوتی ہے۔

که همے دانم زبانِ تازیان		یا تازی گفت یک تازی زباں
گرچه تازی گفتنش دعویٰ بود		عینِ تازی گفتنش معنی بود

ترجمہ: یا (مثلاً) ایک عربی دان عربی میں کہے کہ میں عربوں کی زبان جانتا ہوں تو اس کا یہی عربی زبان میں (دعوے کے کلمات) بولنا پورا (ثبوت) ہے اگرچہ اس نے عربی میں صرف دعویٰ کیا ہے اور ابھی کوئی مستقل ثبوت نہیں دیا۔

یا نویسد کاتبے بر کاغذے		کاتب و خط خوانم و من ابجدے

ترجمہ: یا (مثلاً) ایک کاتب کسی کاغذ پر لکھے کہ میں کاتب ہوں اور خط خواں ہوں اور ابجد داں ہوں۔

ایں نوشتہ گرچہ خود دعویٰ بود		ہم نوشتہ شاہدِ معنی بود

ترجمہ: یہ لکھا ہوا اگرچہ (ایک) دعویٰ (ہی) ہے مگر یہی لکھا ہوا ثبوت کا شاہد بھی ہے۔ (لدعوی الشیء ببینۃ وبرھان)

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۱۰۰۸)

ہیچ گوید تشنہ کایں دعوے ست رَو		از برم اے مدّعی مہجور شو

ترجمہ: (کیا) کوئی پیاسا کہے گا کہ یہ (فضول) دعویٰ ہے جاؤ اے مدعی! میرے پاس سے دور ہو جاؤ۔

یا گواہ و حجتے بنما کہ ایں		جنسِ آب ست و ازاں مائے معیں

ترجمہ: یا (یہ کہے گا؟) کہ (اس بات کا) گواہ اور دلیل پیش کرو یہ چیز جو پیالے کے اندر ہے پانی کی جنس سے ہے اور اس آبِ شیریں سے ہے جو تم بتاتے ہو ہرگز نہیں بلکہ وہ پانی کا نام سنتے ہی بلا تامل اس کے لینے کو دوڑے گا۔

یا بطفلِ شیر مادر بانگ زد		کہ بیامن مادرم ہاں اَے وَلَد

ترجمہ: یا (مثلاً) ماں نے اپنے دودھ پیتے بچے کو آواز دی کہ سن لے (میرے) بچے! آجا میں تیری ماں ہوں۔

طفل گوید مادرا! حجت بیار		تاکہ با شیرت بگیرم من قرار؟

ترجمہ: تو کیا بچہ (یہ) کہے گا کہ اماں تم (اپنے ماں ہونے کی) دلیل پیش کرو تاکہ میں تمہارے دودھ کے ساتھ چین حاصل کروں؟ ہرگز نہیں بلکہ فوراً بلا حجت دودھ پینے لگے گا۔

در دلِ ہر امتی کز حق مزہ است		روئے و آوازِ پیمبر معجزہ است

ترجمہ: (اسی بچے کی طرح) ہر امتی کے دل میں جو حق کا ذوق ہے تو (اس کے لئے) پیغمبر ﷺ کا چہرہ (مبارک) اور آواز (مبارک) معجزہ ہے (جن کو دیکھتے اور سنتے ہی اس کا ذوقِ حق تازہ اور مقتضی ایمان ہو جاتا ہے)۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۱۰۱۰)

باب نمبر ۱۶

سوال: (۲۴) حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کو بعض دوستوں کا مشورہ، کچھ نرمی کرو

ہاں بعض بزدل حضرات حضرت پیر مبارک علیہ الرحمۃ کو ایسے مشورے دیتے رہے کہ فرق ضالہ کی قوت اور کثرت رکھتے ہیں آپ علیہ الرحمۃ ان کی مخالفت نہ کریں وہ آپ کو نقصان پہنچائیں گے۔ لیکن آپ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا میری جان اور مال دین اسلام کے لیے قربان ہیں۔ میں حق بات کہنے میں باطل سے نہیں گھبراتا۔ (سوط العذاب علی دجل الکذاب، ص۶۹)

حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کا جواب دوٹوک، ایمان تازہ ہوجاتا ہے

حضور سیّدی اخندزادہ مبارک علیہ الرحمۃ نے جس کو غلط سمجھا اس کو غلط ہی کہا اور جس بات کو آپ مبارک علیہ الرحمۃ نے حق اور صحیح جانا بانگ دہل صحیح کہا اور اس کے لیے سینہ سپر ہوگئے۔ آپ مبارک علیہ الرحمۃ کے نزدیک معاملات میں عوام کا اشتعال اور دوستوں کی ناراضگی فضول اور اضافی اشیاء ہیں۔ مخالفوں کے طوفان آئے اور بڑے بڑے صاحبان عزم وہمت تنکوں کی طرح بہہ گئے لیکن اس استقلال کو کوئی چیز اس کی جگہ سے جنبش نہ دے سکی۔ یہ اس صاحب کمال کا کمال ہے کہ جس نے روس جیسی سپر طاقت کو بھی اپنے عزم واستقلال کے سامنے دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ عوام اور مخالفین کے سیلاب کے آگے بڑے بڑے خس وخاشاک کی طرح بہہ گئے اور رہنمائی کے مقام بلند سے ترجمانی کے مقام اسفل میں اتر گئے لیکن حضور سیّدی اخندزادہ مبارک علیہ الرحمۃ کے نزدیک عوام کے جذبات کتنے ہی تند وتیز کیوں نہ ہوں، انہیں رہنمائی کا مقام نہیں دیا جاسکتا چنانچہ جب آپ علیہ الرحمۃ کو لوگوں کے اشتعال اور ان کی ناراضگیوں کا سامنا کرنا پڑا تو آپ علیہ الرحمۃ نے لوگوں کو مخاطب کر کے صاف صاف فرمادیا کہ ایک بات یاد رکھو کہ ایک لمحے کے لیے بھی نہ بھولو، تم مجھ سے ساری فرمائشیں کر سکتے ہو، مجھ سے سب کچھ لے سکتے ہو مگر ایک منٹ کی خاطر ایک منٹ کے پچاسویں حصے کے لیے بھی میری نسبت یہ توقع نہ کرنا کہ میں نے جس حقیقت کو اپنی بصیرت کی روشنی میں دیکھ لیا ہے ٹھیک اسی طرح تم اس سورج کو دیکھ رہے ہو۔ اس حقیقت سے ایک انچ بھی نہ ہٹوں گا۔ زمانے کی تلخیاں یا کروڑوں کا لالچ جو بھی ہو وہ مجھے اس حقیقت سے برگشتہ نہیں کرسکتا۔ لوگوں کی خواہش حقیقت کے سامنے چیز ہی کیا ہے۔ میں راقم الحروف (پیر عابد حسین رضوی سیفی) اور چند خلفاء جس میں میاں محمد سیفی، مفتی احمد دین توگیروی، گلزار احمد سیفی حالات اور زمانے کے پروپگنڈے سے تنگ آ کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی مولوی پیر محمد چشتی والے مسئلہ نے ہمیں بہت پریشان کیا ہوا ہے اگر آپ علیہ الرحمۃ اس بارے میں کچھ خاموشی اختیار فرمالیں تو بہت جلد موجودہ حالات اچھے ہوجائیں گے۔ آپ مبارک علیہ الرحمۃ کی عزیمت کا یہ حال ہے کہ اگر میرا فرزند محمد سعید قتل ہوجائے اور تم مجھے اس کے قتل کی معافی کا کہو تو میں تم خلفاء کے کہنے پر اس کی دیت معاف کرنے کو تیار ہوں مگر مسائل دینیہ میں

کسی قسم کا کوئی ردوبدل ہونا ممکن نہیں اگر تم میرے خلفاء و مریدین مجھے حق سے روگردانی کا کہو گے تو تم تین چار مریدوں سے مجھے کچھ فرق نہیں آتا مگر حق اور مسئلہ کو بدلنا ممکن نہیں۔ اگر تم تمام مرید مجھے چھوڑ دیں تو بھی میں حق سے نہیں رکوں گا۔ یہاں تک کہ مخالفین نے آپ علیہ الرحمہ کے ملک بدری کی بھی کوششیں کیں اس پر فرمایا پہلے بھی افغانستان سے پاکستان میں نے ہجرت اللہ کے لیے کی تھی ور اگر حق کی وجہ سے دیگر کسی اور جگہ جانے کی ضرورت پیش آئے تو فقیر (حضور سیّدی مبارک علیہ الرحمہ) اس کے لیے بھی تیار ہے کیونکہ ایمان اور اسلام کے مقابلہ میں مکان اور جگہ اور ملک و ملت کی کوئی اہمیت نہیں یہ تو خس و خاشاک کے ڈھیر ہیں یعنی مٹی کے ڈھیر ہیں حقیقت کے آگے مٹی کے ڈھیر کے کیا حیثیت؟۔

اگر انسان کو مکھیاں گھیر لیں تو ہم مکھیوں کے آگے سر جھکا دیں گے یقیناً نہیں بلکہ ان پر قابو حاصل کر لیں گے۔ آپ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ہمیں جو کچھ بھی حاصل ہوا ہے وہ حق اور ثابت قدمی کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ اور طریقت اور شریعت کی روشنی سے سب کچھ ملا ہے۔ ہم نے اس کی ہمیشہ پیروی کی ہے اور اس کی روشنی میں اپنی راہ کو خود تیار کیا ہے۔ کسی قسم کا لالچ ہمیں لبھا نہیں سکا، کسی کی ہیبت نا کی ہمیں اللہ کے فضل و کرم اور حضور سرور عالم ﷺ کے صدقہ اور وسیلہ سے مرعوب نہیں کر سکتی جس راہ کو درست حق اور سچی سمجھ کر سچائی کے ساتھ بصیرت کی روشنی میں اختیار فرمایا ہے اسی جادۂ حق و صواب پر آج تک قائم ہیں اور اس کے نتائج کو انتہائی قریب سے دیکھا ہے اور کامیابی کی منازل بہت جلد آسان ہو گی حقیقت بہر حال حقیقت ہے۔

یہ وہی مقام عزیمت ہے جہاں پر سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے قید و بند کی سختیوں کو لبیک کہا۔ سرکار مبارک علیہ الرحمہ کے حصے میں بھی تلخیوں کے گھونٹ اور اپنوں کے زخم اور نفرتوں کے جام آئے، آپ علیہ الرحمہ نے صبر و شکر کے ساتھ ان کو پیا اور ہمیشہ اپنوں کو دعا دی اور ان میں جو بھی جب توبہ کر کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا تو سب کچھ بھلا کر اسے آپ مبارک علیہ الرحمہ نے سینہ سے لگایا اور آپ کا فرمان ہمیشہ رہا ہے کہ بھائی ہم سے ملاقات تو کرو، ہمیں دیکھو تو سہی، ہمارے پاس بیٹھو تو سہی ہم سے بات کر کے تو دیکھو۔

(سوط العذاب علی دجل الکذاب، ص، ۱۱۱، تا، ۱۱۶)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ

ترجمہ: اور تمہارا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو انہیں ان کی بناوٹوں پر چھوڑ دو۔ (سورۃ الانعام: ۱۱۲)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ جو گمراہ کن شخص کسی کو شرع کے خلاف کام کی رغبت دے وہ انسانی شیطان ہے اگر چہ وہ اپنے عزیزوں میں سے ہو یا عالم کے لباس میں ہو اس سے معلوم ہوا کہ تمام نبیوں کے دشمن ضرور ہوئے ایسے ہی علماء و اولیاء کے دشمن ہونا ضروری ہیں جس عالم کا کوئی بے دین دشمن نہ ہو وہ عالم خود بے دین ہے کہ بے دینوں کی مروت کرتا ہے اس دشمنی میں حکمت الٰہیہ یہ ہے کہ جب تک کوئی مقابل نہ ہو قوت کا پتہ نہیں لگتا اگر تاریکی نہ ہوتی تو سورج کی قدر نہ ہوتی، اگر پیاس نہ ہوتی تو پانی کی قدر نہیں۔

(تفسیر نور العرفان، ص، ۲۲۵)

شیخ محمد خیر طعمہ حلبی، البحتری، الشامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں جب حجاج بن یوسف امیر حج بن کر آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے اس کی غلطی پر دوران خطبہ ٹوک دیا۔ حجاج نے اپنے غلام کے ذریعے ایک زہر آلود تیر سے آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو زخمی کرادیا۔

(حزب الرحمٰن، ص، ۱۱۷)

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۴۵ھ، لکھتے ہیں:

دَرآفاق معروف قصه شهادت شیخ الاسلام آنکه روز جمعه از جمعات سال مذکور گروهی تراکمه جفا اندیش بحکم شاهِ خویش در مسجد ملکان جمع شده مولانا زین الدین خطیب را۔ رحمه الله۔ ترغیب بر سب و لعن خلفا داشته و عایشه صدیقه رضی الله تعالی عنهم۔ نمودند و به عدم آن معنی او را به قتل تهدید کردند۔

مولانا مردانه وار بر منبر رفت و بعد از ادای شنای واهب العطیات۔ جل شانه۔ و پس از نعت سید کائنات۔ علیه افضل الصلوة والتسلیمات۔ چون به منقبت خلفای راشدین۔ رضی الله عنهم اجمعین۔ رسید غیرت و حمیت اسلام گریبان او بگرفت، دریافت رضای سبحانی و نعیم و جاودانی را رنج و عذاب این جهان فانی۔ بر خویشتن اختیار نمود۔ قطرات از دیده فرو ریخت و گفت: چندین سال خطبه بر طریقه سنیه اهل سنت و جماعت۔ رحمهم الله خوانده ام۔ امروز اگر بالفرض صبح ایام حیات من بودی حفظ و صیانت جان را به چنین خسارت دو جهان رغبت نکردمی۔ اکنون که روز عمرم به شام رسیده چگونه باین بی دینی و بی دیانتی اقدام نمایم۔ نعوذ بالله من ذلک۔ این بگفت و اسامی گرامی اصحاب رو به تعظیم هر چه تمامتر خواندن گرفت۔ تراکمه ستمگر از بالای منبر محاسن سفید آن دل سفید را، با گریبان گرفته در زیر منبر پاره پاره ساختند و اکابر به هر گوشه متفرق شدند۔ روز دیگر شیخ الاسلام را شاه اسماعیل طلب نمود و گفت: شیخ تو مرد دانشمندی، حیف باشد که براهِ غلط رفته باشی۔ بیا مذهب شیعه گیر و سب اصحاب کن۔ شیخ الاسلام گفت: ای پسر! تو دین را چه؟ که مرا به آن می خوانیی۔

آن مردم نامردم واجب القتل که ترا به دین بطالت داشته اند بیار اگر سخن ایشان مرجح گردد موافق آن فکر نمایم و اگر رحجان دین خود برین قوم ثابت کنیم تو ترک مذهب خود گیر، شاه اسماعیل رو به علمای خود کرد که هان چه می گرپید۔ گفتد: با این جماعت به سخن برنمی توان آمد۔ پس وی روی به شیخ الاسلام کرده به خشونت بیش از بیش ترغیب هر مذهب خویش نمود۔ شیخ السلام نیز دست از جان و جهان شته از فرط جنون اسلام به جوش تمام شمشیر زبان از نیام بیرون کرد و گفت بیشتر و تیز تر از انکه گفته بود آنگاه شاه تیره رای تیری بر سینه سکینه به شیخ الاسلام بزد و شیخ آن تیر را بکشید و خون ها که، روان گردید در محاسن سفید و روی سفید بمالید و گفت:

"الحمد لله والمنة" که پس از هشتاد سال عمر برای اثبات دین حق و ابطال مذهب باطل محاسن خود را به خون شهادت رنگین دیدم۔

پس حکم کرد که شیخ الاسلام را بر درختی بالا برونداو آن درخت را از بیخ بریدند تا آن باغبان شجره ملت بیضای "اصلها ثابت و فرعها فی السمای" با درخت بیفتاد۔ آنگاه در بازار ملک برده سوختندش اما چندانکه سعی کردند سینه مبارکش نسوخت و مدنها

جسم آن علامه، فرشته اوصاف لگد کوب آن گروه دور از انصاف بود۔ رحمۃ اللہ تعالی علیه رحمة "واسعة"۔

نسمه۔ آری جان باختن وتن خاک ساختن از لوازم محبت است۔

شیخ ابو الخیر تینانی۔ رحمہ اللہ گوید علیہ الرحمۃ

حبدو حرف است حاو با۔ حا اشارت به روح است و با ایما به بدن یعنی هر که راه دوستی پوید دست از جسم و جان بشوید۔

بع ازین واقعه هایله مسطور ه بقیه علما و عرفا از دیار خراسان به هر سو به سنت سنیه نبویه۔ علی صاحبها الصلوة و التحیه۔ هجرت فرمودند و جمعی و اسلاطین ماوراء النهر به بلاد خود بردند و برخی هم در خراسان زوایای اختفا گزیدند

چونکه نا محرم درآید ازدرم		پرده درپنهان شوند اهلِ حرم

پوشیده نماند که غیر از ابن جماعه مذکوره نیز یا بسی علماء و صلحا از حضرت مخدوم الانامی مولانا نور الدین عبد الرحمن جامی بهره ور شده اند لیکن چون آبین نازنین آنحضرت در باب افاصه نسبت و تعلیم طریقه ایما و اشارت بود و صریحاً خود را به این امر نمی داشته احوال منتسبان ایشان مجهول مانده۔

شیخ الاسلام مولانا سیف الدین تفتازانی علیہ الرحمۃ کی شہادت کا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ ظالم تراکمہ اپنے بادشاہ کے کہنے پر گزشتہ سال کے جمعوں میں سے ایک جمعہ کو کمغان کی مسجد میں جمع ہوئے اور مولانا زین الدین خطیب علیہ الرحمۃ پر زور دیا کہ وہ حضرت خلفاء ثلثہ (حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم) اور حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر لعنت ملامت کریں۔ اور انہیں ڈرایا دھمکایا اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ مولانا مردانہ وار منبر پر تسریف لے گئے۔

آپ نے اللہ تعالیٰ کی ثنا بیان کی جو واہب العطیات (عطا کرنے والا) ہے اور سید کائنات (علیہ افضل الصلوٰۃ و التحیات) کی نعت پڑھی۔ جب آپ خلفاء راشدین (رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کی منقبت پر پہنچے تو آپ علیہ الرحمۃ کو اسلام کی غیرت وحمیت آ گئی۔ اس دار فانی کی تکلیف اور اذیتوں پر حق تعالیٰ کی رضا اور جاودانی نعمتوں کا تصور آپ علیہ الرحمۃ پر غالب آ گیا۔ آپ علیہ الرحمۃ نے رضائے الٰہی کو اپنے لیے پسند فرمایا آپ کی آنکھیں پرنم ہوئیں اور آنسوؤں کے چند قطرے آپ کے رخسار مبارک پر گرے آپ علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا اتنے سالوں سے میں اہل سنت والجماعت کے طریقہ پر خطبہ پڑھتا چلا آیا ہوں آج اگر بالفرض میری نوعمری ہوتی (صبح ایام حیات) اور میں دو جہان کے اس خسارہ کے سودے سے اپنی جان کی حفاظت کرتا اور اسے بچاتا تب بھی برا ہوتا چہ جائیکہ اب جبکہ میرا بڑھاپا ہے۔ میں ایسی بے دینی و بد دیانتی کا ارتکاب کروں۔ نعوذ باللہ من ذالك۔ میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں آپ نے یہ فرمایا اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی کو پوری تعظیم وادب سے پڑھنا شروع کیا یہ سنتا تھا کہ ظالم تراکمہ نے ان روشن صفات والے روشن ضمیر والے بزرگ کو گریبان سے پکڑ کر گھسیٹا۔ منبر سے نیچے گرایا اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اکابر دوسرے گوشوں میں چلے گئے۔ دوسرے دن شاہ اسماعیل بن حیدر نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سیف الدین تفتازانی علیہ الرحمۃ کو بلایا اور اس سے کہا حیف تیرا شیخ استاد انشمند پھر بھی غلط راہ پر چلا گیا۔ آ تو شیعہ مذہب قبول کر لے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دے ان پر لعنت ملامت کر۔ شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اے بچے تو دین کو کیا جانے کہ مجھے اس کا سبق پڑھا رہا ہے۔

ان لوگوں کو لے آ جنہیں اس دین کے بارے میں زور آوری کرنی ہو۔ اگر ان کی بات لوگوں کے دل کو لگے تو اس کے مطابق عمل کر۔ اور اگر میں اپنے دین کی

برتری لوگوں پر واضح کر دوں تو پھر تو اپنا مذہب چھوڑ دے یعنی شیعہ مذہب چھوڑ کر اہلسنت و جماعت کا مسلک اختیار کر شاہ اسمٰعیل بن حیدر نے یہ سن کر روئے سخن اپنے علماء کی طرف کیا اور کہا کہ ہاں کہو کیا کہتے ہو وہ علماء گھبرا گئے اور بولے کہ ان لوگوں کے ساتھ باتوں میں نہیں جیتا جا سکتا۔ چنانچہ بادشاہ اب شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ کے ساتھ خشونت و بدتمیزی کے ساتھ پیش آنے لگا اور اپنے باطل مذہب کو اختیار کرنے پر زور دینے لگا۔

شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ نے اب اپنی جان ہتھیلی پر رکھ لی اور پورے جوش ایمانی کے ساتھ مسلک اہل سنت و جماعت کی تشریح شروع کر دی اور جو کچھ کہنا تھا کہا اچانک تیرہ بخت بادشاہ نے ایک تیر شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ کے سینہ میں پیوست کر دیا حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے دست مبارک سے وہ تیر نکالا۔ حضرت علیہ الرحمۃ کے سینہ سے خون کا ایک فوارہ پھوٹ نکلا اور سارے کپڑے خونا خون ہو گئے۔ حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ نے وہ خون اپنے چہرۂ مبارک پر ملا اور فرمایا

"الحمدللہ والمنة کہ پس از ہشتاد سال عمر بر اثبات دین حق و ابطال مذہب باطل محاسن خود ر ابخون شہادت رنگین دیدم"

ترجمہ: خدا کا شکر ہے احسان ہے کہ اسی ۸۰ سال اپنی عمر سچے دین کو سچا ثابت کرنے اور مذہب باطل کو باطل ثابت کرنے کے بعد اب میں اپنے کپڑوں کو خون شہادت سے رنگین دیکھ رہا ہوں۔

بادشاہ نے غصہ میں حکم دیا کہ شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ کو ایک اونچے درخت پر لے جاؤ اور پھر اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکو تا کہ ملت بیضا کے درخت کا یہ باغبان

أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ

ترجمہ: اس کی جڑیں مضبوط اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ (سورۃ ابراہیم: ۲۴)

مع اس درخت کے نیچے زمین پر آ رہے۔ آپ کو اس وقت بڑے بازار میں لائے اور آپ کی لاش کو جلایا۔ مگر پوری کوشش کے باوجود آپ کا سینۂ مبارک نہ جلا اور عرصہ تک ان فرشتہ اوصاف علامہ کا جسم مبارک اس ظالم گروہ پر لعنت ملامت کا سبب بنا رہا۔ اللہ پاک ان پر اپنی وسیع رحمت فرمائے۔

نسمہ: وقت پڑنے پر جان پر کھیل جانا اور جسم کو خاک میں ملا دینا محبت کے تقاضوں میں سے ہے۔

حضرت شیخ ابوالخیر تقی تینانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

"حب دو حرف است: حاو با۔ حا اشارت ست بہ روح و باایماء بہ بدن

یعنی ہر کہ راہ دوستی پوید دست از جسم و جان بشوید"

ترجمہ: حُب جس کے معنی محبت کے ہیں دو حرف سے مل کر بنا ہے: ایک (ح) اور دوسرے (ب)۔ (ح) اشارہ ہے روح کی طرف اور (ب) بدن کی طرف یعنی جو دوستی کے راستہ میں دوڑا اس نے اپنے جسم و جان سے ہاتھ دھوئے''

مولانا زین الدین خطیب علیہ الرحمۃ اور شیخ الاسلام مولانا سیف الدین تفتازانی علیہ الرحمۃ کی شہادتوں کے ان واقعات کے بعد بقیہ بزرگان دین و عارفین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے حضور ﷺ کی سنت کے مطابق خراسان سے مختلف اطراف میں ہجرت فرمانا شروع کی بعض بزرگوں کو تو ماوراء النہر کے سلاطین خود اپنے اپنے علاقوں میں لے گئے اور بعض نے خراسان ہی میں دور دراز خفیہ گوشے اپنے لیے پسند فرمائے۔

بیت

چونکه نامحرم درآید از درم		پردہ درپنھاں شوند اھل حرم

ترجمہ: جب میرے گھر سے نامحرم نکل آیا تو اہل حرم پردہ میں چھپ گئے۔

واضح رہے کہ ان بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے علاوہ جن کا ذکر ہوا اور بھی بہت سے ایسے علماء وصلحاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) تھے جو حضرت مخدوم الانام مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ سے بہرہ مند ہوئے تھے لیکن حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کا افاضۂ نسبت وتعلیم طریقت میں چونکہ آئین وطریق ایماء واشارہ تھا اور وضاحت کے ساتھ امر سلوک کا کسی کے لیے اظہار نہ فرمایا تھا اس لیے آپ کے بہت سے منتسبین کے حالات اخفاء میں رہے اور نہ معلوم ہوسکے۔

(نسمات القدس، ص،۱۱۹، تا، ۱۲۲)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

فاعلم ان من اعترض علی شیخه بشیٔ من افعال شیخه ولو سرا او جادل فی الوقف او النقیب الذی اقامه فقد نقض العهد الذی کان عاهد شیخه علیه وخرج عن العهد والطاعة والواجب علی الشیخ تادیبه وزجره او اخراجه من الراویة وکانه یری شیخه ضعیف العقل وهو اتم نظرا من شیخه، فانه لو یعتقد ان شیخه اتم نظرا منه لما اعترض علیه بقلبه ابدا۔ ثم ان هذا الامر لا یقع قط من، صادق وانما یقع ممن دخل علی الشیخ بالتلبیس ولذلک نقض علیه فی المستقبل بسوء الادب۔

ترجمہ: جان لو! جو شخص اپنے مرشد کے کسی عمل پر اعتراض کرتا ہے چاہے پوشیدہ طور پر ہو یا وقف یا نقیب کے سلسلے میں جس کو اس نے مقرر کیا ہے، جھگڑتا ہے تو وہ اس عہد کو توڑتا ہے جو مرشد نے اس سے لیا ہے اور وہ عہد اور اطاعت سے نکل جاتا ہے اور مرشد پر لازم ہے کہ وہ ڈانٹ ڈپٹ کرے اور درگاہ سے نکال دے۔ اور گویا اس (مرید) نے اپنے شیخ کو کمزور عقل والا اور اپنے آپ کو مرشد کے مقابلے میں زیادہ عقلمند خیال کیا ہے کیونکہ اگر اس کا اعتقاد یہ ہوتا کہ اس کا مرشد اس سے زیادہ عقلمند ہے تو وہ کبھی دل سے بھی اعتراض نہ کرتا۔ پھر مرشد کے ساتھ یہ معاملہ کوئی سچا مرید نہیں کرتا ایسا کام وہ کرتا ہے جو مرشد کے پاس دھوکے سے داخل ہوا اسی وجہ سے مستقبل میں اس نے بے ادبی کے ذریعے اس عہد کو توڑا۔

(الانوار القدسیۃ فی معرفۃ قواعد الصوفیۃ، ج،۲،ص،۷۹، مکتبۃ المعارف، بیروت)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وکان مالک بن دینار علیه الرحمة یقول: بلغنا ان الله تعالی اوحی الی الملائکة علیهم الصلاة والسلام ان صبوا العذاب علی قریة کذا وکذا صباء، فصاحت الملائکة وقالوا: یا رب ان فیهم عبدک فلانا العابد فقال تعالی: اسمعونی ضجیجه من العذاب فان وجهه لم یتمعر قط اذا رأی محارمی۔

ترجمہ: حضرت سیدنا مالک بن دینار علیہ الرحمہ فرماتے تھے ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ عزوجل نے فرشتوں کی طرف الہام کیا کہ فلاں فلاں بستیوں پر عذاب نازل کرو فرشتے چیخ اٹھے اور کہا اے رب عزوجل! ان میں تیرا فلاں عبادت گزار بندہ بھی ہے اللہ عزوجل نے فرمایا مجھے عذاب کی وجہ سے اس کی چیخ و پکار سناؤ کیونکہ

میرے حرام کردہ کاموں کو دیکھ کر اس کے چہرے کا رنگ کبھی نہیں بدلا۔

(تنبیہ المغترین، ص، ۲۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص علیہ الرحمۃ متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

قَوْله تَعَالَى: {وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى} قَدْ انْتَظَمَ ذَلِكَ تَحَرِّيَ الصِّدْقِ وَعَدْلَ الْقَوْلِ فِي الشَّهَادَاتِ وَالْأَخْبَارِ وَالْحُكْمِ بَيْنَ النَّاسِ وَالتَّسْوِيَةِ بَيْنَ الْقَرِيبِ وَالْبَعِيدِ فِيهِ، وَهُوَ نَظِيرُ قَوْله تَعَالَى: {كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا} (سورۃ النساء،۱۳۵)

وَقَدْ بَيَّنَّا حُكْمَ ذَلِكَ فِيمَا تَقَدَّمَ فِي مَوْضِعِهِ. وَقَدْ انْتَظَمَ قَوْلُهُ: {وَإِذَا قلتم فاعدلوا} مَصَالِحَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ؛ لِأَنَّ مَنْ تَحَرَّى صِدْقَ الْقَوْلِ فِي الْعَدْلِ فَهُوَ أَنْ يَتَحَرَّى الْعَدْلَ فِي الْفِعْلِ أَحْرَى، وَمَنْ كَانَ بِهَذِهِ الصِّفَةِ فَقَدْ حَازَ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ؛ نَسْأَلُ اللَّهَ حُسْنَ التَّوْفِيقِ لِذَلِكَ.

قول باری ہے:

وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى۔

ترجمہ: اور جب بات کہو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو۔ (سورۃ الانعام: ۱۵۲)

اس آیت میں درج ذیل تمام باتیں شامل ہیں جب انسان گواہی دے تو سچائی اور انصاف کی بات کو اپنا مطمح نظر بنائے۔ اسی طرح جب ایک بات کی خبر دے اور دوسرے تک اسے پہنچائے تو اس کا یہ عمل صداقت اور انصاف پر مبنی ہو۔ جب کسی شخص کو لوگوں کے مقدمات کے فیصلوں کی ذمہ داری سونپ دی جائے تو وہ عدل انصاف کے ساتھ یہ فرض ادا کرے اور اس سلسلے میں رشتہ دار اور غیر رشتہ دار کے درمیان کوئی فرق روا نہ رکھے بلکہ ان کے ساتھ یکساں رویہ رکھے۔ اس کی نظیر یہ قول باری ہے:

كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا۔

ترجمہ: انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو اگرچہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو فریق معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب۔ اللہ ﷻ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے کہ تم اس کا لحاظ کرو لہذا اپنی خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا۔ (سورۃ النساء: ۱۳۵)

ہم نے اس آیت میں موجود احکام پر اس کے اپنے مقام میں روشنی ڈالی ہے قول باری: (وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا) دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائیوں اور مصالح پر مشتمل ہے۔ اس لئے کہ جو شخص انصاف کے معاملے میں سچی بات کہنے کے لئے کوشاں رہے گا تو وہ فعل و عمل میں بھی صداقت اور انصاف کا جویا ہوگا بلکہ اس

معاملے میں دوقدم آگے ہی ہوگا اور جس شخص کو قول وعمل کی صداقت نصیب ہو جائے اور عدل وانصاف کی توفیق حاصل ہو جائے اسے دنیا اور آخرت کی دونوں بھلائیاں نصیب ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ سے ہم سوالی ہیں کہ وہ ہمیں ان باتوں کی حسن توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(احکام القرآن، ج۳، ص۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

آزمائش کے وقت ایمان والوں کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے:

حضرت علامہ حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص، قدس سرہ، متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

وقوله تعالى: {فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا} فِيهِ إِخْبَارٌ بِزِيَادَةِ يَقِينِهِمْ عِنْدَ زِيَادَةِ الْخَوْفِ وَالْمِحْنَةِ; إِذْ لَمْ يَبْقَوْا عَلَى الْحَالِ الْأُولَى بَلْ ازْدَادُوا عِنْدَ ذَلِكَ يَقِينًا وَبَصِيرَةً فِي دِينِهِمْ, وَهُوَ كَمَا قَالَ تَعَالَى فِي الْأَحْزَابِ: {وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا} (الأحزاب) فَازْدَادُوا عِنْدَ مُعَايَنَةِ الْعَدُوِّ إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا لِأَمْرِ اللهِ تَعَالَى وَالصَّبْرِ عَلَى جِهَادِهِمْ. وَفِي ذَلِكَ أَتَمُّ ثَنَاءٍ عَلَى الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَأَكْمَلُ فَضِيلَةٍ, وَفِيهِ تَعْلِيمٌ لَنَا أَنْ نَقْتَدِيَ بِهِمْ وَنَرْجِعَ إِلَى أَمْرِ اللهِ وَالصَّبْرِ عَلَيْهِ وَالِاتِّكَالِ عَلَيْهِ, وَأَنْ نَقُولَ: حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ, وَأَنَّا مَتَى فَعَلْنَا ذَلِكَ أَعْقَبَنَا ذَلِكَ مِنَ اللهِ النَّصْرَ وَالتَّأْيِيدَ وَصَرْفَ كَيْدِ الْعَدُوِّ وَشَرِّهِمْ مَعَ حِيَازَةِ رِضْوَانِ اللهِ وَثَوَابِهِ بِقَوْلِهِ تَعَالَى: {فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللهِ وَفَضْلٍ لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللهِ}.

قول باری ہے: فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا۔

ترجمہ: تم ان سے ڈرو، یہ سن کر ان کا ایمان اور بڑھ گیا (سورۃ آل عمران: ۱۷۳)

یہاں یہ بات بتائی گئی ہے کہ خوف اور مشقت کے بڑھ جانے کے ساتھ، ان کے یقین میں بھی اضافہ ہو گیا، کیونکہ یہ خبر سن کر صحابہ کرام ﷺ اپنی پہلی حالت پر نہیں رہے بلکہ اس موقعہ پر ان کا یقین اور بڑھ گیا اور دین کے متعلق ان کی بصیرت میں اور اضافہ ہوا۔

اس کی مثال وہ آیت ہے جس میں ارشاد باری ہے:

وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا

ترجمہ: جب اہل ایمان نے دشمنوں کی جماعتوں کو دیکھا تو کہنے لگے "اسی کا اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ نے ہم سے وعدہ کیا تھا، اور اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ کہا" اس کی وجہ سے ان کا ایمان اور تسلیم ورضا کی کیفیت اور بڑھ گئی۔ (سورۃ الاحزاب: ۲۲)

دشمنوں کو دیکھ کر ان کے ایمان میں نیز اللہ ﷻ کے حکم کے سامنے جھک جانے اور دشمنوں کے خلاف جہاد میں پیش آنے والی تکلیفوں پر صبر کرنے اور ڈٹ جانے کے جذبے میں اور اضافہ ہو گیا ذرا اس انداز بیان پر غور کیجئے کس بھرپور طریقے سے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی تعریف وتوصیف کی گئی ہے اور ان کی فضیلت وکمال کے اظہار کے لئے کیسا جامع پیرایہ بیان اپنایا گیا ہے۔ اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی تعلیم دی جا رہی ہے نیز یہ بتایا

جارہا ہے کہ ہم بھی اللہ کے حکم کی طرف رجوع کریں اس کے حکم پر ڈٹ جائیں، اسی پر بھروسہ کریں اور:

حَسْبُنَا اللہُ وَنِعْمَ الْوَکِیلُ

ترجمہ: اللہ ﷻ ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔ (سورۃ آل عمران: ۱۷۳)

کا ورد کریں نیز یہ کہ اگر ہم اس طریقے پر عمل پیرا ہوں گے تو اس کے نتیجے میں اللہ ﷻ کی مدد اور تائید ہمارے شامل حال ہو جائے گی اور اس کی رضا اور ثواب کے حصول کے ساتھ ساتھ دشمن کے مکر اور شرارت کا رخ بھی موڑ دیا جائے گا۔

جیسا کہ قول باری ہے: فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللہِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللہِ۔ (سورۃ آل عمران: ۱۷۴)

ترجمہ: آخر کار وہ اللہ کی عنایت سے اس طرح آئے کہ ان کو کسی قسم کا ضرر بھی نہ پہنچا اور اللہ کی رضا پر چلنے کا شرف بھی انہیں حاصل ہو گیا۔

(احکام القرآن، ج ۲، ص ۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ ﷻ کی راہ میں کمربستہ رہنے کی فضیلت:

حضرت علامہ حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص علیہ الرحمہ متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

قَالَ اللہُ تَعَالَى: {یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا}. قَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ وَابْنُ جُرَیْجٍ وَالضَّحَّاكُ: "اصْبِرُوا عَلَى طَاعَةِ اللہِ وَصَابِرُوا عَلَى دِینِكُمْ وَصَابِرُوا أَعْدَاءَ اللہِ وَرَابِطُوا فِي سَبِیلِ اللہِ" وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ الْقُرَظِيُّ: اصْبِرُوا عَلَى دِینِكُمْ وَصَابِرُوا وَعْدِي إِیَّاكُمْ وَرَابِطُوا أَعْدَاءَكُمْ". وَقَالَ زَیْدُ بْنُ أَسْلَمَ: "اصْبِرُوا عَلَى الْجِهَادِ وَصَابِرُوا الْعَدُوَّ وَرَابِطُوا الْخَیْلَ عَلَیْهِ". وَقَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: "وَرَابِطُوا بِانْتِظَارِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ". وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "فِي انْتِظَارِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَذَلِكُمُ الرِّبَاطُ". وَقَالَ تَعَالَى: {وَمِنْ رِبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللہِ وَعَدُوَّكُمْ(سورۃ الانفال: ۶۰) . وَرَوَى سَلْمَانُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "رِبَاطُ یَوْمٍ فِي سَبِیلِ اللہِ أَفْضَلُ مِنْ صِیَامِ شَهْرٍ وَمِنْ قِیَامِهِ, وَمَنْ مَاتَ فِیهِ وُقِيَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ, وَنَمَا لَهُ عَمَلُهُ إِلَى یَوْمِ الْقِیَامَةِ". وَرَوَى عُثْمَانُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "حَرَسُ لَیْلَةٍ فِي سَبِیلِ اللہِ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ لَیْلَةٍ قِیَامٌ لَیْلُهَا وَصِیَامٌ نَهَارُهَا". وَاللہُ الْمُوَفِّقُ.

قول باری ہے: یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوا

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر سے کام لو۔ باطل پرستوں کے مقابلہ میں پامردی دکھاؤ اور حق کی خدمت کے لئے کمربستہ رہو۔ (سورۃ آل عمران: ۲۰۰)

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ، سیدنا حضرت قتادہ ابن جریج رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے اس کی یہ تفسیر منقول ہے "طاعت اللہ پر صبر سے کام لو، اپنے دین پر ڈٹ جاؤ نیز اللہ کے دشمنوں کے آگے سینہ سپر ہو جاؤ اور اللہ کی راہ میں کمربستہ ہو جاؤ" سیدنا حضرت محمد بن کعب القرضی رضی اللہ عنہ کا قول ہے "اپنے دین پر ڈٹ جاؤ تم سے کئے گئے میرے وعدے کے پورا ہونے کا صبر سے انتظار کرو اور اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں پامردی دکھاؤ" سیدنا حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کا قول ہے"

جہاد میں صبر سے کام لو دشمن کا صبر سے مقابلہ کرو اور اس کے مقابلہ کے لئے گھوڑے پال رکھو' سیدنا حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا قول ہے ایک نماز پڑھ لینے کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں جمے بیٹھے رہو' حضور ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے نماز پڑھ لینے کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھے رہنے کے متعلق فرمایا: یہی رباط ہے۔

قول باری ہے: وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهٖ عَدُوَّ اللهِ وَعَدُوَّكُمْ۔

ترجمہ: اور پلے ہوئے گھوڑوں سے جس کے ذریعے تم اللہ عزوجل کے دشمن اور اپنے دشمن پر رعب رکھتے ہو۔(سورۃ الانفال:۶۰)

سلیمان رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دن کی پہرہ داری ایک مہینے کے روزوں اور قیام لیل سے افضل ہے۔ اور جو شخص اس حالت میں دنیا سے گزر جائے گا وہ قبر کے ابتلا سے محفوظ رہے گا اور اس کا یہ عمل قیامت تک بڑھتا ہی رہے گا۔ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں ایک رات کی پہرہ داری ایک ہزار راتوں کے قیام یعنی عبادت اور ان کے دنوں کے روزوں سے افضل ہے۔ وَاللهُ الْمُوَفِّقُ ۔

(احکام القرآن، ج ۲، ص ۵۷، ۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

راہ ہدایت:

حضرت علامہ حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص علیہ الرحمہ متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

وقَوله تَعالَى: {وَأَنَّ هَذَا صِراطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ} الْآيَةَ; فَإِنَّ الْمُرادَ بِالصِّراطِ الشَّرِيعَةُ الَّتِي تَعَبَّدَ اللهُ بِهَا عِبادَهُ; وَالصِّراطُ هُوَ الطَّرِيقُ، وَإِنَّمَا قِيلَ لِلشَّرْعِ الطَّرِيقُ لِأَنَّهُ يُؤَدِّي إِلَى الثَّوَابِ فِي الْجَنَّةِ فَهُوَ طَرِيقٌ إِلَيْهَا وَإِلَى النَّعِيمِ، وَأَمَّا سَبِيلُ الشَّيْطَانِ فَطَرِيقٌ إِلَى النَّارِ أَعَاذَنَا اللهُ مِنْهَا. وَإِنَّمَا جَازَ الْأَمْرُ بِاتِّبَاعِ الشَّرْعِ بِمَا يَشْتَمِلُ عَلَيْهِ مِنَ الْوُجُوبِ وَالنَّفْلِ وَالْمُبَاحِ كَمَا جَازَ الْأَمْرُ بِاتِّبَاعِهِ مَعَ مَا فِيهِ مِنَ التَّحْلِيلِ وَالتَّحْرِيمِ وَذَلِكَ لِأَنَّ اتِّبَاعَهُ إِنَّمَا هُوَ اعْتِقَادُ صِحَّتِهِ عَلَى تَرْتِيبِهِ مِنْ قُبْحِ الْمَحْظُورِ وَوُجُوبِ الْفَرْضِ وَالرَّغْبَةِ فِي النَّفْلِ وَاسْتِبَاحَةِ الْمُبَاحِ وَالْعَمَلِ بِكُلِّ شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ عَلَى حَسَبِ مُقْتَضَى الشَّرْعِ لَهُ مِنْ إِيجَابٍ أَوْ نَفْلٍ أَوْ إِبَاحَةٍ.

قول باری ہے:

وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ

ترجمہ: نیز اس کی ہدایت یہ ہے کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اسی پر چلو۔(سورۃ آل عمران: ۱۵۳)

تا آخر آیت۔ صراط سے مراد وہ شریعت ہے جس پر اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو چلنے کا پابند کر دیا ہے صراط کے اصل معنی راستے کے ہیں شریعت کو صراط اور طریق کا نام اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ شریعت پر چلنے والے کو جنت کی صورت میں ثواب کا مستحق بنا دیتی ہے اس لئے شریعت جنت تک پہنچنے اور نعیم آخرت تک رسائی

کی راہ ہے۔ جب کہ شیطان کا دکھایا ہوا راستہ سیدھا جہنم تک لے جاتا ہے۔ ن آگ سے اللہ ﷻ کی پناہ مانگتے ہیں! شریعت پر مع اس کے تمام مشمولات یعنی فرائض، واجبات، نوافل، اور مباحات پر عمل پیرا ہونے کا حکم دینا اسی طرح درست ہے جس طرح تحلیل وتحریم پر مشتمل تمام احکامات میں اس کی اتباع کا امر کرنا درست ہے وہ اس لئے کہ شریعت کی اتباع کے معنی اس کے پورے ڈھانچے کی صحت پر یقین کرنے کے ہیں اس میں ممنوعات کو قبیح سمجھنا، فرائض کو لازم خیال کرنا، تطوعات اور نوافل کی طرف راغب ہونا اور مباحات کو جائز گردانا تمام باتیں شامل ہیں نیز ان باتوں پر شریعت کے مقتضیات یعنی ایجاب یا نفل یا اباحت کے بموجب عمل پیرا ہونا بھی شامل ہے۔

(احکام القرآن، ج، ۳،ص، ۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

خبر متواتر ناسخ قرآن ہو سکتی ہے:

حضرت علامہ حجۃ الاسلام ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص علیہ الرحمہ متوفی، ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

فَأَمَّا مَا ثَبَتَ مِنْ طَرِيقِ التَّوَاتُرِ فَجَائِزٌ تَخْصِيصُ الْقُرْآنِ بِهِ وَكَذَٰلِكَ نَسْخَهُ قَوْلُهُ: {وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا(سورۃ الحشر،۷) عَنْهُ فَانْتَهُوا فَمَا تَيَقَّنَّا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَهُ فَإِنَّهُ فِي إِيجَابِ الْحُكْمِ بِمَنْزِلَةِ الْقُرْآنِ، فَجَائِزٌ تَخْصِيصُ بَعْضِهِ بِبَعْضٍ وَكَذَٰلِكَ نَسْخُهُ.

لیکن اگر کوئی بات خبر متواتر کے ذریعے حضور اکرم ﷺ سے منقول ہو تو اس کی بنا پر قرآن کے حکم کی تخصیص بلکہ نسخ بھی درست ہے ارشاد باری ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔

ترجمہ: رسول جو حکم تمہیں دیں اسے قبول کر لو اور جس بات سے تمہیں روکیں اس سے رک جاؤ۔ (سورۃ الحشر: ۷)

اس لئے جس حکم کے بارے میں ہمیں یہ یقین ہو کہ یہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے تو ایجاب حکم کے لحاظ سے اس کی حیثیت قرآن کے حکم کی طرح ہوتی ہے اس لئے اس کے ذریعے قرآن کے حکم کی تخصیص بلکہ اس کا نسخ بھی جائز ہوتا ہے۔

(احکام القرآن، ج، ۳،ص، ۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سید السالکین زبدۃ العارفین مخدوم جہاں شیخ شرف الحق والدین احمد یحیٰی منیری علیہ الرحمہ متوفی، ۷۸۲ھ، لکھتے ہیں:

حضرت سیدنا سہل بن عبداللہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ولی وہ ہے جس کے افعال لگاتار سنت وشریعت کی موافقت میں ہو۔ حضرت سیدنا یحیٰی بن معاذ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ولی نہ تو ریا کار رہتا ہے، نہ منافق۔ لہٰذا جس کا یہ خلق ہو اس کے دوست کس قدر کم ہوں گے۔

(مکتوبات صدی، ص، ۱۵۰)

باب نمبر ۱۷

سوال: (۲۵) بطورِ اعتراض، خالی کتاب پڑھنے سے علامہ پیر محمد چشتی کا دعویٰ:

تصوف کی جان، فصوص الحکم، شریف پڑھنے کا دیرنہ شوق پورا کرنے کے لیے حضرت غزالی زماں کی اجازت سے مہر آباد شریف گوگڑاں، ضلع لودھراں امام الواصلین، افضل العالمین، سندالکاملین، جامع المعقول والمنقول سیدی ومرشدی امام شاہ نور اللہ مرقدہ الشریف کی خدمت میں مہر آباد شریف پہنچا۔

(اصول تکفیر، ص، ۱۸)

سوال: (۲۶) تاہم فرمان الٰہی، وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

ترجمہ: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو (سورۃ والضحیٰ:۱۱)۔ پر عمل کرتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت کے فیض رساں درس میں فصوص الحکم پڑھنے کے بعد شرح صدور کی وہ توفیق میسر ہوئی جس کے بعد الٰہیات کے مشکل سے مشکل مسائل آسان ہونے لگے۔
درس نظامی کے جملہ فنون وکتب میں پوشیدہ رموز کا عقدہ کھلنے لگا اور بالخصوص قرآن وسنت کے معارف تک رسائی کی سبیل میسر ہوئی جس کے بعد فتاویٰ درالمختار کی اس بات پر مجھے حق الیقین کا درجہ حاصل ہوا جو انھوں نے امام مجدالدین فیروزآبادی صاحب القاموس فی اللغۃ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

ومن خواص کتبہ ان من واظب علی مطالعتھا انشرح صدرہ لفک المعضلات وحل المشکلات (فتاوی الدر المختار)

جس کا مفہوم یہ ہے کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی کتابوں کی خصوصیات میں سے ہے کہ جو ہمیشہ ان کا مطالعہ کرتا ہے، اس کو لاینحل اور مشکل مسائل کا عقدہ کھولنے کے لیے شرح صدور کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ (اصول تکفیر، ص، ۱۹)

سوال: (۲۷) اللہ کا بے حد احسان ہے کہ عصبیت کے اس حصار سے نکال کر حق پرستی حق جوئی اور حق بینی کی شاہراہِ استقامت پر چلنے کی توفیق دی۔

(اصول تکفیر، ص، ۲۲)

الجواب:

درویش علماء کے محتاج نہیں ہوتے:

سنا ہے کہ کسی دانشمند نے حضرت سیدنا مخدوم جہاں علیہ الرحمۃ کے سامنے کہا کہ درویش کتنا ہی بڑا بزرگ ہو جائے اس کو علماء کی حاجت باقی رہتی ہے آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ وہ درویش نہیں جو علماء کا محتاج ہو علماء وہ ہیں جو کتابی باتیں کرتے ہیں یعنی وہی کہتے ہیں جو کتابوں میں ہے اور درویش وہ ہوتے ہیں جو کتابوں میں اگر انکو نہیں ملتا تو لوحِ محفوظ میں دیکھ لیتے ہیں اور اگر لوحِ محفوظ میں نہیں ملتا تو خود اللہ تبارک تعالیٰ سے دریافت کر لیتے ہیں (مناقب الاصفیاء، ص، ۲۷۵)۔

جب تک صفائے باطن نہ ہو راز نہیں کھلتا:

حضرت شیخ المشائخ شیخ عبدالاحد علیہ الرحمۃ کے مرشد کریم حضرت سیدنا قطب الاقطاب شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

بیت

حرف کو کاغذے سیاہ کند		کے دل تیرہ راچو ماہ کند

یہ باتیں کاغذ پر لکھنے سے کیا اثر ہوتا ہے اور کس طرح سیاہ دل صاف ہو کر چاند کی طرح چمک سکتا ہے اگر ہزار سال تک باتیں کی جائیں تب بھی صفائے قلب حاصل نہیں ہوسکتا۔ زبان گل وسنگ ہے (مادی چیز ہے) اور گل اور دل کے درمیان ہزار میل کا فاصلہ ہے۔ صاحب دل جو بات کرتا ہے مشاہدہ سے کرتا ہے اور ہمیشہ حق تعالیٰ کے ذوق وفہم میں رہتا ہے:

(مجموعہ خطوط مکتوبات قدوسیہ، ص، ۳۹۱)

بیت

خواجہ پندارد کہ مرد حاصلم		حاصل خواجہ بجز پندار نیست

ترجمہ: مولانا صاحب سمجھتے ہیں کہ ہمیں سب کچھ حاصل ہے لیکن جو کچھ انکو حاصل ہے فخر ورعونت کے سوا کچھ نہیں۔

(مجموعہ خطوط مکتوبات قدوسیہ، ص، ۲۰۷)

شیخ الجن والانس حضرت ابومحمد عبدالقادر جیلانی، حنبلی علیہ الرحمۃ متوفی ۵۶۱ھ، لکھتے ہیں:

وهناك يشاهد الارواح القدسية، ويعرف نبيه محمدا ﷺ، فتنطبق نهايته الى بدايته، والانبياء يبشرونه بالوصال الابدي كما قال الله تعالى: (وحسن أُولئك رفيقا) (النساء: الآية: ٦٩) فمن لم يصل بهذا العلم لم يكن عالما في الحقيقة ولو قرأ ألف الف من الكتب بحيث لا يبلغ الى الروحانية۔

ترجمہ: یہی مقام مشاہدہ ہے جہاں انسان ارواح قدسیہ کو دیکھتا ہے۔ اپنے محبوب نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کو پہچانتا ہے۔ اس کی انتہا ابتدا کے ساتھ منطبق ہو جاتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام اسے ابدی وصال کی خوشخبری دیتے ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيقًا

ترجمہ: اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی۔ (سورۃ النساء:۶۹)

اور جو اس علم (علم حقیقت) تک نہیں پہنچا وہ حقیقت میں عالم ہی نہیں اگرچہ اس نے ہزاروں کتب پڑھی ہوں۔

(سر الاسرار ومظہر الانوار فیما یحتاج الیہ الابرار، ص، ۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

قطب الارشاد حضرت مؤید الدین بیرنگ خواجہ محمد باقی باللہ، کابلی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۲ھ، لکھتے ہیں:

خوش گفت هر که گفت

نبود درکتاب ها دل و درد		ازدلے صد کتاب نتوان کرد

للہ الحمد و المنة که از دیدار گرامی حضرت ایشان که نسخه اخلاق انبیاء و اولیاء بوند یقینی و اعتقاد بریں طائفه بطریق مشاهده پیدا شد قبل ازیں هر گاه کتب احوال مشائخ مطالعه کرده می شد بخاطر ناتجربه کار می رسید که مریدان سخن را بسط داده اند و الا ایں احوال از قیاس و عقل بیرون است اکنون مفهوم شد که حق سبحانه بعض از بشر را بجائے میر ساند که اگر افلاطون و بوعلی و دقیق النظران عالم آگاه گروند بنادانی مقر آیند

کسی نے کیا اچھا کہا ہے ۔

نبود درکتاب ها دل و درد		ازدلے صد کتاب نتوان کرد

ترجمہ: کتابوں سے مٹے انہیں درد دل کا، مگر دل سے لیں سو کتابیں بنا

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ حضور کے دیدار سے جو انبیاء ﷺ اور اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کے اخلاق کا نسخہ تھے ۔فقیر (خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ) کو اس گروہ پر مشاہدہ کے طور پر یقین اور اعتقاد حاصل ہو گیا اس سے پہلے فقیر (خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ) جب پہلے مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے حالات کتابوں میں مطالعہ کرتا تھا۔تو ناتجربہ کار دل میں گزرتا تھا۔ کہ مریدوں نے حالات کو مبالغہ کے ساتھ لکھا ہے۔ ورنہ یہ باتیں عقل و قیاس سے باہر ہیں۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو یہاں تک ترقی بخشتے ہیں۔ کہ اگر افلاطون اور بوعلی اور دوسرے جہان کے دانا اور حکیم اس سے واقف ہو جائیں۔ تو ان کو اپنی نادانی کا اقرار کرنا پڑے۔

(کلیات باقی باللہ، یعنی مجموعۂ کلام و رسائل و ملفوظات و مکتوبات، فصل اول در بیان بعضے از اطوار حضرت ایشان، ص، ۵۸، ملک دین محمد اینڈ سنز، اشاعت منزل نبل روڈ، لاہور)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

اما چون در بعضی رسائل آن دو وجه سابق مذکور شده بودند، مردم قلیل الدرایت از آن در توهم افتادند، که از این بیان تنقیص این دو اکابر لازم می آید۔ که طریق ایشان، طریق ارباب توحید است، به این توسل زبان فتنه انگیزی دراز کردند، حتی که این توهم در بعضی طلاب قلیل الارادت، باعث فتور احوال ایشان گشت۔

به ضرورت، مصلحت در اظهار این قسم توحید دیده و از برای اشتهاد، ذکر آن واقعه نیز مناسب دانسته در تحریر آورد۔ درویشی از مخلصان خواجهٔ ما نقل کرد که می فرمودند: مردم می دانند که ما از مطالعهٔ کتب ارباب توحید نسبتی فرا می گیریم، نه چنین است، مقصود آن است که ساعتی خود را غافل سازیم۔

این سخن مؤید کلام سابق است فضیلت پناهی ((شیخ عبدالحق)) که از مخلصان حضرت خواجه ماست، نقل کردند که حضرت

خواجۂ ,قبیل ایام رحلت ,می فرمودند که ما رابه یقین یقین معلوم شده است که توحید ,کوچۂ تنگ است شاه راه دیگر است هر چند پیش, از این هم می دانستم, اما این قسم اکنون به ظهور آمده است۔

از این سخن نیز مفهوم می شود که در آخر کار مشرب ایشان به توحید مناسبت نداشت, در ابتدا حال اگر آن قسم توحید ظاهر شده باشد, باکی نیست, بلکه بسیاری از مشایخ رادر ابتداء آن قسم به ظهور آمده است و به آخر کار از آن بر آمده اند و ایضاً بعد از وصول به مقام, جذبۂ نقشبندیه, طریق حضرت ((خواجه نقشبند)) و طریق حضرت ((خواجه احرار)) از یکدیگر جداست و علوم و معارف نیز از همدیگ دگر جدااند۔ غلبۂ توجه حضرت ((خواجه احرار)) بعد از آن به نسبت باطنی اجداد مادری خود است, که پشت به پشت بزرگ آمده اند و این فنا و نیستی که در بالا مذکور شد, از لوازم نسبت آن بزرگواران است۔

این حقیر به واسطۂ مصلحت ابنای این وقت, از برای تربیت طالبان, طریق حضرت ((خواجه نقشبند)) اختیار کرده است و علوم و معارف آن طریق, که به علوم ظاهر شریعت بیشتر مناسبت دارند, در این چنین زمان فاسد, که ارکان شریعت در آن سستی تمام پیدا کرده اند, ظهور آن را مناسب دیده, تعین همان طریق از برای افاده طلبه نمود۔ و اگر حق۔ سبحانه۔ طریقۂ ((احراریه)) را به توسط این حقیر ترویج می خواست, عالم را به آن انوار منور می ساخت, چه انوارِ این هر دو بزرگواران را به طریق کمال عطا فرموده است و طرق تکمیل هر دو اکابر را وانموده۔ ان الفضل بیدالله یؤتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم۔

بادشاهی ست کز عنایت خویش		هر دو عالم را به یک گدا بخشد
اگر بادشاه بر در پیرزن		بیاید تو ای خواجه سبلت مکن

به حکم (واما بنعمت ربک فحدث) (ضحی/۱۱) بعضی اسرار خفیه را در معرض ظهور آورده است۔ حق۔ سبحانه و تعالیٰ۔ طالبان حق را از آن بهره مند گرداند۔ هر چند می داند که منکران را, غیر از انکار نخواهد افزود, اما مقصود فادۂ طلاب است, که منکران از مبحث خارجند و از مطمحِ نظر, بیرون۔ (یضل به کثیرا ویهدی به کثیرا)۔

بر ارباب بصیرت مخفی نیست که از اختیار یک طریق برای مصلحتی, افضلیت این طریق بر طریق دیگر لازم نمی آید و به نقص آن طریق دیگر نمی کشد۔

دروازه شهر را توان بست		نتوان دهن مخالفان بست

الحمدلله ذی الانعام و المنة اولا و اخراً و الصلوٰة و السلام و التحیة علی رسوله سرمدا و علی اله الاخیار و اصحابه الابرار۔

لیکن جب رسائل میں صرف پہلی دو وجہوں کا ذکر ہوا۔ تو کم فہم لوگ اس سے وہم میں پڑ گئے کہ اس بیان میں سے ان دو بزرگوں (خواجہ احرار اور خواجہ محمد الباقی قدس سرہما) کی تنقیص لازم آتی ہے۔ کہ ان کا طریقہ ارباب توحید کا طریقہ ہے۔ تو لوگوں نے اس ذریعہ سے اس فقیر (حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ)

کے حق میں فتنہ انگیزی کی زبان دراز کی۔ یہاں تک کہ اس حقیر (حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کے بعض کم عقیدت مریدوں کے احوال میں سستی کا باعث بن گئی۔ تو ضرورتاً توحید کی اس قسم کے اظہار میں مصلحت دیکھی اور دلیل کے طور پر اس واقعے (یعنی زیارت قبر پیر و مرشد) کو بطور دلیل ذکر کرنا بھی مناسب جانتے ہوئے تحریر میں لایا۔

ہمارے حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے مخلص درویشوں میں سے ایک نے یہ بات نقل کی۔ کہ حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ارباب توحید کی کتابوں کے مطالعہ سے نسبت حاصل کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے مطالعہ کتب سے صرف یہ مقصود ہے کہ ایک گھڑی کے لیے ہی اپنے آپ کو غافل کریں۔ یہ کلام پہلے کلام کی تائید کرتا ہے۔ فضیلت پناہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے جو ہمارے حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے مخلصین میں سے ہیں۔ نقل کیا کہ ہمارے حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے ایام رحلت سے تھوڑے دن پہلے فرمایا تھا کہ ہمیں یقین سے معلوم ہو چکا ہے کہ توحید (وجودی) تنگ کوچہ ہے۔ شاہراہ دوسری ہے۔ اگرچہ ہم اس سے پہلے بھی جانتے تھے۔ لیکن اس قسم کا یقین ابھی ظہور پذیر ہوا ہے۔ اس بات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آخر کار آپ کا مشرب بھی توحید وجودی سے مناسبت نہیں رکھتا تھا۔ ابتدائے حال میں اگر اس قسم کی توحید ظاہر ہوئی ہو۔ تو کوئی باک (خوف) نہیں۔ بہت سے مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے لیے ابتداء میں سے اس قسم کی توحید ظاہر ہوئی ہے لیکن آخر کار اس سے باہر نکل آئے ہیں۔

اور نیز یہ جذبہ نقشبندیہ کے مقام میں پہنچنے کے بعد حضور سیدنا خواجہ خواجگان بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمۃ کا طریقہ اور حضرت سیدنا خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ کا طریقہ ایک دوسرے سے جدا ہو جاتا ہے۔ اور علوم و معارف بھی ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ بعد ازاں حضرت سیدنا خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ کی توجہ کا غلبہ اپنے مادری آباؤ اجداد کی نسبت باطنی کے اعتبار سے ہے۔ جو پشت ہا پشت سے بزرگ چلے آئے ہیں۔ اور یہ فنا اور نیستی جس کا اوپر ذکر ہوا۔ ان بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی نسبت کے لوازم سے ہے۔ اس حقیر (حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے ہم عصر لوگوں کی مصلحت کی وجہ سے طالبوں کی تربیت کے لیے حضور سیدنا خواجہ خواجگان بہاؤ الدین نقشبند علیہ الرحمۃ کا طریقہ اختیار کیا۔ اور آپ کے طریقہ کے علوم و معارف کو جو ظاہر شریعت کے علوم سے بہت زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔ اس خراب زمانے میں جب کہ ارکان شریعت میں پوری سستی پیدا ہو چکی ہے۔ مناسب دیکھتے ہوئے طالبوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے اس طریقے کا تعین کیا ہے۔ اگر حق سبحانہ طریقہ احراریہ کو اس حقیر (حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کے توسط سے رواج دینا چاہتا تو سارے جہاں کو ان انوار سے منور کر دیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے انوار کامل طور پر اس فقیر کو عطا فرمائے ہیں اور دونوں اکابر کے تکمیل کے طریقوں کو ظاہر کر دیا ہے۔

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

ترجمہ: بیشک فضل و کمال اللہ عزوجل ہی کے ہاتھ میں ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ عزوجل عظیم فضل والا ہے۔ (سورۃ الحدید: ۲۹)

بادشاهی ست کز عنایت خویش		هر دو عالم را به یک گدا بخشد
اگر بادشاه بر در پیرزن		بیاید تو ای خواجه سبلت مکن

ترجمہ: خدا تعالیٰ ایسا بادشاہ ہے کہ اپنی مہربانی سے دونوں جہان ایک گدا کو بخش دیتا ہے

اگر بادشاہ از راہ عنایت بڑھیا کے دروازے پر آجائے تو اے خواجہ تو حسد سے اپنی داڑھی نہ نوچ۔

اور مطابق حکم۔

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

ترجمہ: لیکن اپنے رب کی نعمت کا اظہار کرو۔ (سورۃ والضحیٰ:۱۱)

بعض مخفی اسرار کو یہ فقیر جائے ظہور میں لایا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ طالبان حق کو ان سے بہرہ ور فرمائے۔ اگر چہ یہ فقیر (حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) جانتا ہے کہ منکروں کے انکار میں ہی اضافہ ہوگا۔ لیکن مقصود طالبوں کو فائدہ پہنچانا ہے منکر لوگ بحث سے خارج اور مطمح نظر سے باہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اور بہت کو ہدایت دیتا ہے۔ ارباب بصیرت پر مخفی نہیں ہے۔ کہ مصلحت کے تحت ایک طریقے کو اختیار کرنے سے دوسرے طریقے پر اس کی افضلیت لازم نہیں آتی اور دوسرا اس سے طریقے میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا۔

دروازہ شہر را توان بست		نتوان دھن مخالفان بست

ترجمہ: شہر کا دروازہ تو بند ہوسکتا ہے لیکن مخالفوں کا منہ بند نہیں ہوسکتا

اور تمام تعریفیں اولاً وآخراً اللہ صاحب انعام واحسان کے لیے ہیں۔ اور **صلوٰۃ وسلام وتحیۃ** اس کے رسول پر اور اس کی پسندیدہ آل پر اور نیکوکار اصحاب (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) پر ہمیشہ نازل ہوتے رہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب ۲۹۱، ج ۱، ص ۷۰۶، مرکز بخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

باب نمبر ۱۸

سوال: (۲۸) مولانا مفتی اعظم پیر محمد چشتی، چترالی، بطورِ اعتراض اصول تکفیر میں لکھتے ہیں:

اصول وفروع کی عدم تفریق کی اس کساد بازاری میں قطعیات وظنیات کی تمیز کی جاتی ہے نہ ضروریات دینیہ اور ضروریات مذہبیہ کی تفریق، دار الافتاء کے احتیاطی تقاضوں کا خیال رکھا جاتا ہے نہ محراب ومنبر کی ذمہ داریوں کا احساس، تکفیر مسلم بجائے خود خطر عظیم اور گناہ کبیرہ ہے۔ (اصول تکفیر، ص، ۲۴)

سوال: (۲۹) یہ بھی حقیقت ہے کفر وارتداد میں سے ہر ایک کا تعلق ضرورت دینی کی تکذیب کے ساتھ ہے یعنی کسی ضرورت دینی کی تکذیب وانکار کے بغیر کسی شخص کو کافر کہا جاسکتا ہے نہ مرتد چاہے بڑے سے بڑے گناہ ہوں، جہالتوں اور بے اعتدالیوں کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو۔ (اصول تکفیر، ص، ۲۶)

سوال: (۳۰) مرتد جو اسلام لانے کے بعد اس کے کسی ضروری حکم کی تکذیب کرنے والے سے عبارت ہے چاہے جس نوعیت کا بھی ہو پھر یہ بھی ہے کہ کفر اپنے مذکورہ مفہوم میں کوئی ضروری نہیں ہے کہ عند اللہ عند الشرع اور عند الناس ہو بلکہ حقیقت کی نگاہ میں اس کی مندرجہ ذیل چار قسمیں پائی جاتی ہیں۔

(۱) عند اللہ عند الشرع اور عند الناس یعنی ہر اعتبار سے کفر ہی کفر ہو۔

(۲) صرف لوگوں کی نظر میں کفر ہو جبکہ عند الشرح وعند الناس اسے کفر نہیں کہا جاسکتا۔

(۳) عند اللہ اور عند الشرع کفر ہو جبکہ لوگ اسے کفر نہ سمجھتے ہوں۔

(۴) عند الشرع وعند الناس اس پر کفر کے دنیوی احکام جاری نہیں کیے جاسکتے جبکہ عند اللہ کفر ہی کفر ہوں۔

(اصول تکفیر، ص، ۲۷)

سوال: (۳۱) جبکہ قرآن وسنت اور دینِ اسلام کے مسلمہ اصولوں کے مطابق لزومِ کفر پر التزامِ کفر کے احکام جاری کرنا جائز ہے نہ اس بنیاد پر کسی کو کافر ومرتد قرار دینے کا جواز، ہر قطعی حکم کی تکذیب پر کسی کو اسلام سے نکال کر سرحد کفر میں داخل کرنا روا ہے نہ ہر اجماعی مسئلہ سے انکار پر کسی کو کافر ومرتد کہنے کی گنجائش، نہ ہر ضرورت شرعی کی تکذیب پر کفر وارتداد کا فتویٰ دینے کی گنجائش ہے نہ ہر کافر عند الناس کو کافر عند اللہ وعند الشرع قرار دینے کا جواز جبکہ ایک شخص کا ایک وقت میں مسلم وغیر مسلم ہونے کا امکان بھی نہیں ہے اور ان دونوں صفتوں سے خالی ہونے کا بھی تصور نہیں ہے کیونکہ اسلام اور کفر اپنے آپس خاص ضدین ہونے کی وجہ سے ان میں سے ایک کی موجودگی آپ ہی دوسرے کی نفی ہے اسی طرح ایک کی نفی آپ ہی دوسرے کا وجود ہے۔

(اصول تکفیر، ص، ۳۴)

سوال: (۳۲) ایسے میں انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ کسی مدعی اسلام کی تکفیر اس وقت تک جائز قرار نہ دی جائے جب تک اس کے بلا جبر واکراہ وجود میں آنے والے کسی اختیاری قول وعمل، تقریر وتحریر اور عقیدہ کا ایمان کے منافی ہونے پر سو فیصد یقین حاصل نہ ہو جائے اور مؤمن مسلمان رہنے کیلئے ایک فیصد بھی اور

کمزور سے کمزور احتمال یا مجال تاویل کا امکان بھی باقی نہ رہے یعنی جب تک صریح التزام کفر نہ ہو اس وقت تک تکفیر کے جواز کا کوئی تصوّر اسلام میں نہیں ہے۔ اسلام کے اسی اصول کی روشنی میں جملہ اسلاف نے متفقہ طور پر کہہ دیا کہ:

"لایجوز تکفیر اهل القبلة"

یعنی اہلِ قبلہ کی تکفیر جائز نہیں ہے۔

مقصد یہ کہ جب تک اس کے قول وعمل، تقریر وتحریر اور عقیدہ میں کفر سے بچنے کا احتمال باقی ہے یا تاویل کی گنجائش ممکن ہے تو وہ اہلِ قبلہ میں سے ہی شمار ہوگا یعنی امت اجابت کے افراد جو ملّت اسلام اور اس کے تحت آنے والے تمام ضروریاتِ دین کا التزام کرنے والوں میں شمار ہوگا۔ نیز کہہ دیا:

"اذا کانت فی المسئلة وجوه توجب الکفر ووجه واحد یمنع فعلی المفتی ان یرجع الواحد علی الوجوه"

یعنی جس مسئلے میں زیادہ سے زیادہ موجباتِ کفر موجود ہوں اور کفر سے بچنے کیلئے صرف ایک وجہ موجود ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ اس ایک کو ترجیح دیکر متعلقہ شخص کو کفر سے بچائے۔ (اصولِ تکفیر، ص، ۳۵)

الجواب: (۱)

حضرت شیخ المشائخ شیخ عبدالاحد علیہ الرحمۃ کے مرشد کریم حضرت سیدنا قطب الاقطاب شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

مکتوب ۸۹، بجانب شیخ عبدالشکور۔ مذاہب اربعہ (چاروں مذہبوں)

توحید مطلب اور صاحب مذہب ومجتہد کے مابین کے فرق کے بیان میں۔

حق حق حق!

المقصود هو ولا سواه

مقصود وہی ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔

واضح باد کہ یہ چار مذہب جن کی حقیقت پر تمام اہل حق متفق ہیں اصول دین کے لحاظ سے تمام ایک ہی دین حق پر مبنی ہیں سب اہل حق ہیں اور اہل اللہ ہیں۔ ان کے متعلق اصول دین ہیں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ شرع محمدی کے یہ سب امام اور مقتدا ہیں اور یہ سب اہل سنت وجماعت ہیں اور فروعات میں جو اختلاف ہے وہ رحمت ہے کیونکہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

اختلاف امتی رحمة

میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

یہاں یہ یاد رہے کہ اختلاف اور مخالفت میں فرق ہے اختلاف سے مراد صرف اختلاف رائے ہے جس میں کوئی مضرت نہ ہو اور باعث تعمیر ہو لیکن مخالفت دشمنی ہے جو باعث تخریب ہے۔

لہٰذا فروعی اختلاف رحمت اس لئے ہے کہ اس میں ایک وسعت اور یسر ہے (یسر بمعنی آسانی۔ آسانی اس لئے کہ لوگوں کی طبائع مختلف ہیں اور فروعی اختلاف کسی نہ کسی کی طبیعت کے مطابق ہوتا ہے)۔ پس اختلافی مسائل کے متعلق اعتقاد یہ ہونا چاہئے کہ جو روش میں نے اپنے مذہب کے مطابق اختیار کی ہے

وہ صحیح ہے لیکن اس میں خطا کا احتمال ہے اور جو روش دوسرے مذاہب نے اختیار کی ہے وہ غلط ہے لیکن صحیح کا احتمال ہے۔ چنانچہ مسئلہ قروء میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک قروء سے مراد حیض ہے اور اس مذہب کے لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ مفہوم صحیح ہے لیکن اس میں خطا کا احتمال ہے۔ اگر اسے صحیح نہ سمجھے اور اس پر مستحکم نہ ہو تو دین میں خلل واقع ہوگا اور شیطان کے پنجے میں پھنس کر حق سے دور ہو جائے گا۔ اور اگر اس میں احتمال خطا کا اعتقاد نہ رکھے تو باعث فساد ہے کیونکہ اجتہادی مسائل میں حقیقت حال سے صرف اللہ تعالیٰ واقف ہے اور کسی کو معلوم نہیں۔ پس اعتقاد خطا اعتقاد صواب کے منافی (خلاف) نہیں کیونکہ اعتقاد صواب میں استحکام دین ہے اور اعتقاد خطا میں علم غیب سے نجات ہے (یعنی اگر امکان خطا کا قائل نہ ہو تو اہل یقین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں شرک لازم آتا ہے کیونکہ علم غیب صرف اللہ کو ہے اور ہم یقین سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اختلافی مسائل میں جو ہماری روش ہے اس میں احتمال خطا نہیں) پس احتمال خطا میں فلاح دین ہے۔

توحید مطلب:

توحید مطلب سے یہ مراد ہے کہ اہل سنت و جماعت کے جتنے مذاہب ہیں ان میں سے ہر ایک کا امام یا شیخ ہونا چاہئے:

فان الشیخ فی قومه کالنبی فی امته

ترجمہ: کیونکہ اپنی قوم یا جماعت کا شیخ اپنی امت کے نبی کی طرح ہے (الحدیث)

بیک وقت دو شخصوں کا مقلد ہونا روا نہیں کیونکہ یہ انتقال مذہب ہے جو ناجائز ہے کیونکہ انتقال مذہب کا مطلب ہے ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف جانا۔ پس ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف وہ آدمی جائے گا جو یا تو اپنے مذہب کو صحیح نہیں سمجھتا اور دل میں شک رکھتا ہے یا دونوں مذاہب میں سے کسی مذہب کے متعلق احتمال خطا کا قائل نہیں۔ اور دین کے معاملہ میں یہ دونوں اعتقاد ناجائز ہیں کیونکہ اس سے دونوں مذاہب میں شک لازم آتا ہے جو باعث فساد دین ہے۔ العیاذ باللہ (پناہ بخدا)۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ۔ (سورۃ الانعام: ۱۵۳)

مختلف طرائق پر مت چلو کیونکہ یہ روش تم کو اللہ ﷻ کی صحیح راہ سے محروم کر دے گی اور جو جائز ہے یہ ہے کہ طالب صادق جس جگہ جائے فائدہ حاصل کرے اور صاحب کمال بنے مردان خدا کا ادب ملحوظ رکھے۔ اور ہر ایک سے نعمت حاصل کرے لیکن اپنے امام اور شیخ کے متعلق اعتقاد راسخ رکھے یہی وجہ ہے کہ بزرگ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) فرماتے ہیں کہ ارادت یکجا و نعمت صد جائے (یعنی مرید ایک کا ہو اور نعمت سینکڑوں سے حاصل کرے) روایت ہے کہ سلطان العارفین (سیدنا حضرت خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ) نے دو صد مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی خدمت کی اور ہر ایک سے فیض حاصل کیا اور مرید حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے تھے۔ چونکہ آپ طالب صادق تھے ہر جگہ سے کمال حاصل کیا اور اس سے ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ اس کے باوجود جن مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے اپنے مریدوں کو دوسرے مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے پاس جانے سے منع کیا ہے انھوں نے اس لئے کیا ہے کہ شیطان زندہ ہے ممکن ہے دین کے کام میں خلل ڈال دے اور دوسرے پیر کو اس کے اپنے پیر سے افضل بتا کے گمراہ کر دے۔ اگرچہ دونوں مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) واصل حق اور مقتدائے دین ہیں کیونکہ:

الطرائق الی اللہ بعدانفاس الخلائق اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستوں کی تعداد اتنی ہے جتنے کہ مخلوقات کے سانس ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک صحیح راستے پر

ہے اور حرص وہوا سے پاک ہوکر اللہ ﷺ تک اس کی رسائی ہوگئی ہے۔اس کا قول وفعل سب حق ہے کیونکہ جب تک یہ اعتقاد نہ ہوتو راہ دین پر چل نہیں سکتا۔اور دوسرے پیر کے پاس جانے کا مطلب ہوسکتا ہے کہ اسے اپنے پیر کی صداقت میں شک ہے اور اس سے شیطان کو وساوس ڈالنے کا موقع ملتا ہے۔کہتے ہیں کہ جب قطب عالم سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی علیہ الرحمہ حضرت سیدنا ذوالنون مصری علیہ الرحمہ کا ایک رسالہ پڑھتے ہیں تو ان کو بلا کر فرمایا کہ ہم نے سنا ہے تم حضرت سیدنا ذوالنون مصری علیہ الرحمہ کا رسالہ پڑھتے ہو۔یہ کام مت کرو۔وجہ یہ ہے کہ جب تم اگلے زمانے کے لوگوں میں کوئی ایسی چیز دیکھتے ہو جو ہمارے اندر نہیں تو شیطان کو گمراہ کرنے کا موقع ملتا ہے اور تمہارے شیخ کے متعلق تمہارے دل میں بدگمانی پیدا کرتا ہے جس سے کام بگڑ جاتا ہے۔یہاں قابل غور یہ بات ہے کہ اگر چہ سیدنا قطب عالم شیخ حضرت نصیر الدین علیہ الرحمہ کامل اور صادق تھے اور صادقین کو شیطان گمراہ نہیں کرسکتا تاہم آپ نے انھیں منع فرمایا اور یہ منع فرمانا خلقت کی نصیحت کے لئے تھا۔

صاحب مذہب اور مجتہد کے مابین فرق:

صاحب مذہب اور مجتہد کے درمیان یہ فرق ہے کہ صاحب مذہب اپنی رائے کو صحیح سمجھتا ہے اور خلق کو اپنے مذہب کی طرف بلاتا ہے لیکن مجتہد اگر چہ مجتہد ہے اور اپنے اجتہاد پر قائم رہتا ہے لیکن اپنے امام کے مذہب کے اندر رہتا ہے اس کا اجتہاد اپنے امام کے مذہب کے دائرہ سے باہر نہیں جاتا چنانچہ جب سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ قروء سے مراد حیض لیتے ہیں تو ان کے مذہب کے مجتہدین وہی مراد لیتے ہیں۔اور اسی کے اندر اجتہاد کرتے ہیں اسی طرح چونکہ امام شافعی قروء سے طہر (پاکی) مراد لیتے ہیں اس لئے آپ کے مذہب کے مجتہدین بھی طہر مراد لیتے ہیں۔اور اسی کے اندر اجتہاد کرتے ہیں۔

مذہب اہل سنت وجماعت:

مذہب اہل سنت وجماعت یہ ہے کہ جو مسلک رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا وہی آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام تابعین تبع تابعین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے عہد سے لے کر آج تک اہل اسلام اور اہل حق کے اجماع کے ساتھ ان چار مذاہب کا مسلک رہا ہے اور اصل اور فروع کے ساتھ وہی مذہب ان بزرگوں کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے اور قیامت تک رہے گا۔کتاب تیسر الاحکام میں لکھا ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے جن میں سے صرف ایک فرقہ نجات پائے گا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ وہ فرقہ کونسا ہے۔فرمایا اہل سنت وجماعت۔انھوں نے دریافت کیا کہ اہل سنت سے کیا مراد ہے فرمایا جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں لہٰذا مومن کو چاہئے کہ مذہب اہل سنت وجماعت اختیار کرے اور ملت اسلامیہ میں سے جو شخص اہل سنت وجماعت سے تخالف (اختلاف) کرے وہ اہل باطل ہے اور جب وہ اختلاف معصیت کی حد تک پہنچ جائے تو وہ اہل بدعت اور گنہگار ہے لیکن عاصی (گنہگار) کی شفاعت جائز ہے۔

جب یہ اختلاف کفر کی حد تک پہنچ جائے تو ایسا شخص حکم آخرت میں کافر کہلاتا ہے اور کافر ہمیشہ دوزخ میں رہے گا: **لا عذر فی الاخرۃ** ان کے لئے آخرت میں کوئی عذر نہیں یہ ان کے متعلق شرع کا حکم ہے۔فرقہ رافضیہ، قدریہ، جبریہ اور منکرین رویت اور قرآن مجید کو مخلوق کہنے والے سب جو اہل سنت وجماعت کی مخالفت کرتے ہیں اسی قبیل سے ہیں۔چنانچہ بعض اہل بدعت حق تعالیٰ کو جسم اور جوہر کہتے ہیں اس کے لیے مکان وزمان، طول عرض وعمق جائز قرار دیتے

ہیں۔ یہ لوگ حکم آخرت میں کافر ہیں لیکن احکام دنیا میں ان کے ساتھ کفار کا سا معاملہ نہیں کیا جاتا۔ اور اُن کا قتل کرنا اور ان کی اولاد کو قتل کرنا اور ان کے مال غارت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور مستحق امان ہیں:

وهذا قولهم لاتكفروا اهل القبلة اہل قبلہ کی تکفیر مت کرو۔ کے یہی معنی ہیں۔ **واللہ اعلم بالصواب۔**

(مجموعہ خطوط مکتوبات قدوسیہ، ص، ۳۲۸)

انور شاہ کشمیری، دیوبندی متوفی، ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

ثم رأيت في "منحة الخالق على البحر الرائق" لابن عابدين رحمه الله تعالى "

وحَرَّرَ الْعَلَّامَةُ نوح أَفَنْدِي أَنَّ مُرَادَ الْإِمَامِ بِمَا نُقِلَ عَنْهُ مَا ذَكَرَهُ فِي الْفِقْهِ الْأَكْبَرِ مِنْ عَدَمِ التَّكْفِيرِ بِالذَّنْبِ الَّذِي هُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ تَأَمَّلْ. ا.ھ".

اس کے بعد ابن عابدین (علامہ شامی) کی (منحۃ الخالق علی البحر الرائق، ج، ا، ص، ۳۱۷، باب الامامۃ) میں ذیل کی تصریح میری نظر سے گزری۔

علامہ نوح آفندی کی تحقیق یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے جو اہل قبلہ کی تکفیر کی ممانعت منقول ہے اس سے مراد وہی ہے جو فقہ اکبر، میں مزکور ہے کہ گناہ کی وجہ سے تکفیر نہ کی جائے جو اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے اچھی طرح سمجھ لو۔

(اکفار الملحدین فی ضروریات الدین، ص، ۴۸، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت)

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے کسی گناہ کی بنا پر اہل قبلہ کی تکفیر سے منع کیا ہے:

انور شاہ کشمیری، دیوبندی متوفی، ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

قلت: ومسألة عدم إكفار أهل القبلة إنما عزواها "للمنتقي" كما في "شرح المقاصد"، و"المسايرة"، وعبارة "المنتقي" نقلها في "شرح التحرير"، وسياقها عن أبي حنيفة: "ولا نكفر أهل القبلة بذنب ا.ھ". فقيد بالذنب، وهي في رد المعتزلة والخوارج لا غير، إذ صورة العبارة تعريض بمن يكفر اهل القبلة بغير ما يوجب الكفر وهو الذنب، وأما كلمات الكفر، فإن لم يكفر بها فليقل: إنها ليست بكلمات كفر، وهو سفسطة.

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے ممانعت تکفیر اہل قبلہ کا مسئلہ سب نے صرف، المنتقی، کے حوالہ سے ہی نقل کیا ہے۔ جیسا کہ شرح مقاصد (ص، ۲۶۹،) اور مسایرہ (ص، ۲۱۴، طبع جدید مصر) میں تصریح کی ہے اور محقق ابن امیر حاج نے شرح تحریر (، ج، ۳ ص، ۳۱۸،) پر منتقی کی عبارت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے حسب ذیل الفاظ نقل کی ہے: اور ہم تو کسی گناہ کی وجہ سے اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے۔ دیکھئے اس عبارت میں، بذنب، کی قید موجود ہے درحقیقت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا یہ قول (جیسا کہ علامہ نوح آفندی کی تحقیق ہے) صرف معتزلہ اور خوارج کی تردید کے لیے ہے (کہ خوارج تو گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے مسلمان کو کافر کہتے ہیں اور معتزلہ خارج از اسلام اور مخلد فی النار کہتے ہیں، لیکن ہم اہل سنت و جماعت نہ اس کو کافر کہتے ہیں اور نہ خارج از اسلام اور مخلد فی النار کہتے ہیں بلکہ اس کو مسلمان اور لائق مغفرت مانتے ہیں) اس لیے جملہ کا انداز بتا رہا ہے کہ امام صاحب ان لوگوں پر تعریض کر رہے ہیں جو ایک مومن مسلمان کو بغیر کسی کفریہ

قول یا فعل کے سرزد ہوئے محض کسی گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کافر اور خارج از اسلام قرار دیتے ہیں لیکن کلمات کفر کہنے پر بھی اگر کسی کو کافر نہ کہا جائے تو پھر ان کلمات کو، کلمات کفر نہ کہنا چاہئے اور یہ محض فریب اور مغالطہ ہے۔

(اکفار الملحدین فی ضروریات الدین، ص،۴۸، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت)

انور شاہ کشمیری، دیوبندی متوفی، ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

وأوضحه القونوي في "شرح العقيدة الطحاوية".

علامہ محمود بن احمد حنفی، قونوی، متوفی، ۷۷۰ھ، علیہ الرحمہ نے شرح العقیدۃ الطحاویہ للقونوی (ص،۲۴۶) پوری طرح اس کی وضاحت کی ہے۔

(اکفار الملحدین فی ضروریات الدین، ص،۵۰، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت)

الجواب: (۲) اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰ھ، لکھتے ہیں:

قرآن حکیم کا حکم یہ ہے کہ ہزار باتیں اسلام کی کرتا ہو اور ایک کلمہ کفر کہے وہ کافر ہو جائے گا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یحلفون باللہ ماقالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر و کفروا بعد اسلامھم۔ (القرآن الکریم، ۹/۷۴)

ترجمہ: اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے یہ بات نہ کہی اور بیشک ضرور انہوں نے کفر کا لفظ کہا اور اسکے سبب مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گئے۔

دین و عقل دونوں کا مقتضیٰ تو یہ ہے کہ ننانوے قطرے گلاب میں ایک بوند پیشاب کی ڈال دو سب پیشاب ہو جائے گا، مگر ان خبیثوں کا مذہب یہ ہے کہ ننانوے تولے پیشاب میں تولہ بھر ڈال دو سب گلاب ہو جائے گا، پاک ہے، حلال ہے چڑھا جاؤ۔

(فتاوٰی رضویہ، ج،۱۴، ص،۲۱۴، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

۹۹ باتیں کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی تو؟

عرض: حضور جس میں ۹۹ باتیں کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی اُس کے لئے کیا حکم ہے؟

ارشاد: کافر ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ایک سجدہ کرے اللہ عزوجل کو اور ۹۹ مہادیو (یعنی ہندوؤں کے تین بڑے دیوتاؤں) کو تو مسلمان رہے گا۔ اگر ۹۹ سجدے اللہ عزوجل کو اور ایک بھی مہادیو کو کیا تو کافر ہو جائے گا۔ گلاب میں ایک قطرہ پیشاب کا ڈالا جائے وہ پاک رہے گا یا ناپاک؟

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص،۲۹۱، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ، کراچی)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ

ترجمہ: روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے لئے حلال ہوا۔ (سورۂ بقرہ:۱۸۷)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حلت قطعی ہے جس کا انکار کفر ہے کبھی مباح یا مستحب کا انکار بھی کفر ہوتا ہے (تفسیر نور العرفان، ص ۴۴)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

وقول علماء ماوراء النهر چون شیعه سب ولعن حضرات شیخین وذی النورین وبعضی از ازواج مطهرات رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین که کفر است تجویز کنند بر بادشاه اسلام بلکه بر سائر انام بنا بر امر ملک علام قتل وقمع آنها اعلاء الدین الحق واجب ولازم است وتخریب ابنیه واخذ اموال وامتعۂ ایشان جائز۔

شیعه در جواب بطریق منع گفته اند که شارح عقائد نسفی درینکه سب شیخین کفر باشد اشکال کرده وصاحب جامع الاصول شیعه را از فرق اسلامی شمرده وصاحب مواقف هم برین رفته ونزد امام محمد غزالی سب شیخین کفر نیست وشیخ اشعری شیعه را بل اهل قبله را کافر نمیداند۔ پس آنچه این حضرات در تکفیر شیعه گفته نه موافق بسبیل مومنان است ونه مطابق حدیث وقرآن۔

علمائے ماوراء النہر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) نے فرمایا کہ جب شیعہ حضرات شیخین ذی النورین اور ازواج مطہرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو گالی دیتے ہیں اور ان پر لعنت بھیجتے ہیں تو بروئے شرع کافر ہوئے لہٰذا بادشاہ اسلام اور نیز عام لوگوں پر بحکم خداوندی اور اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر واجب لازم ہے کہ ان کو قتل کریں ان کا قلع قمع کریں ان کے مکانات کو برباد و ویران کریں ان کا مال و متاع چھین لیویں یہ سب مسلمانوں کیلئے جائز وروا ہے۔

شیعہ نے اس کے جواب میں بطریق منع کہا کہ شارح عقائد نسفی نے اس امر پر کہ شیخین کو گالی دینا کفر ہے اشکال پیش کیا ہے صاحب جامع الاصول نے شیعہ کو اسلامی فرقوں میں شمار کیا ہے اور صاحب مواقف نے بھی یہی لکھا حضرت امام محمد غزالی علیہ الرحمہ کے نزدیک شیخین کو گالی دینا کفر نہیں اور شیخ اشعری شیعوں کو بلکہ تمام اہل قبلہ کو کافر نہیں جانتے لہٰذا یہ حضرات جو شیعوں کو کافر کہتے ہیں نہ مومنین کے ساتھ ان کا خیال ملتا ہے نہ قرآن وحدیث کی رو سے یہ اپنے خیال میں حق بجانب ہیں۔

اقول مثبتا للمقدمۃ الممنوعة که سب شیخین کفر است واحادیث صحیحه بران دال است منهاما اخرج المحاملی والطبرانی والحاکم عن عویم بن ساعدة انه صلی الله علیه وسلم قال ان الله تعالیٰ اختارنی واختار لی اصحابا فجعل منهم وزراء وانصارا واصهارا فمن سبهم فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین لا یقبل الله منه صرفا ولا عدلا وکما اخرج الدار قطنی عن علی رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال سیاتی من بعدی قوم یقال لهم الرفضة فان ادرکتم فاقتلوهم فانهم مشرکون قال قلت یا رسول الله صلی الله علیه وسلم ما العلامة فیهم قال یفرطونک بما لیس فیک ویطعنون علی السلف واخرج عنه من طرق أخری نحوه وزاده عنه وآیة ذٰلک انهم یسبون ابا بکر وعمر رضی الله تعالیٰ عنهما من سب اصحابی فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین۔ وامثال این حدیث بسیار آمده که این رساله گنجائش ذکر آنها ندارد۔

جواب ہم اس رد کئے ہوئے مقدمہ کو کہ سب شیخین کفر ہے اور احادیث صحیحہ اس پر دلیل ہیں ثابت کرتے ہیں ان میں سے ایک وہ حدیث شریف ہے جس کی روایت محاملی طبرانی اور حاکم عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے کرتے ہیں آنجناب (حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم ﷺ) نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پسند فرمایا اور میرے صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو میرے لئے بعض کو ان میں سے وزیر بنایا بعض کو مددگار اور بعض کو رشتہ دار اب جو ان کو گالی دے گا اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ نہ اس کی توبہ اور فدیہ قبول فرمائے گا نہ فرض ونوافل اس کے درجہ قبولیت کو پہنچیں گے اسی طرح دارقطنی حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی (حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم ﷺ) نے فرمایا کہ میرے بعد ایسی قوم

آئے گی جن کو رافضی کہیں گے اگر تم ان کو پاؤ تو ان کو قتل کرو کیونکہ وہ مشرک ہوں گے (حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کی نشانی اور پہچان کیا ہے آنجناب (حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم ﷺ) نے فرمایا آپ (حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کی شان میں ایسی صفات بیان کر کے بڑھائیں گے جو آپ (حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ) میں نہیں ہوں گی نیز سلف پر طعن کریں گے اور اسی حدیث شریف کی روایت دوسرے طرق سے بھی کی ہے اور ایک روایت میں اس طرح زیادتی بھی ہے کہ ان کی نشانی یہ ہو گی کہ وہ حضرت امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کو گالی دیں گے اور جو میرے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو گالی دے اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور اسی طرح کی بہت احادیث مبارکہ نقل ہیں جو اس رسالہ میں نہیں سما سکتیں۔

وایضا سب شیخین موجب بغض ایشانست وبغض ایشان کفر است۔ بخبر من ابغضهم فقد ابغضنی ومن اذاهم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ وایضا اخرج ابن عساکر ان رسول اللہ ﷺ قال حب ابی بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما ایمان وبغضهما کفر۔ واخرج عبد اللہ بن احمد عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنه مرفوعا انی لارجو لامتی فی حبهم ما فی قول لا اله الا اللہ۔ وبغض ایشان را بر حب ایشان مقایسه باید کرد لانها علی طرفی نقیض۔ ونیز تکفیر مؤمن موجب کفر است چنانچه در حدیث صحیح وارد است من رمی رجلا بلا کفر وقال عدو اللہ ولیس کذلک انکان کما قال والا رجعت علیه۔ وما بیقین میدانیم که ابی بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما مومنانند ودشمنان خدا نیستند ومبشر بجنة اند پس تکفیر ایشان راجع بقائلان باشد بمقتضائے اینحدیث فیحکم بکفرهم واین حدیث اگرچه خبر واحد است اما تکفیر از ومعلوم میشود اگرچه جاحد او کافر نشود وقال امام عصره ابو زرعة الرازی من اجل شیوخ الاسلام اذا رایت الرجل ینقص احدا من اصحاب رسول اللہ ﷺ فاعلم انه زندیق وذلک لان القوان حق والرسول حق وما جاء به حق وما ادی علینا ذلک کله الا من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنهم فمن جرحهم انما اراد ابطال الکتاب والسنة فیکون الجرح به الصق ویحکم علیه بالزندقة والضلالة والکذب والعناد وقال سهل بن عبد اللہ التستری وناهیک به علما وزهدا ومعرفة وجلالة من لم یؤمن باصحابه لم یؤمن برسول اللہ ﷺ وسئل عبد اللہ بن المبارک وکفاک به جلالة وعلما ایهما افضل معاویة او عمر بن عبد العزیز فقال الغبار الذی دخل انف فرس معاویة رضی اللہ تعالیٰ عنه مع رسول اللہ ﷺ خیر من عمر بن عبد العزیز کانه اشار بذلک الی ان فضیلة صحبته ورویته ﷺ لا یعد لها شئ۔ وهذا فی غیر اکابر الصحابة رضوان اللہ تعالیٰ علیهم ممن لم یضم الا بمجرد رؤیته ﷺ فما بالک فی من ضم الیها انه قاتل معه ﷺ او فی زمنه بامره او نقل شیئا من الشریعة الی من بعده او انفق شیئا من ماله بسببه فهذا مما لا یمکن ادراک فضله۔ وشک نیست که شیخین از اکابر صحابه اند بلکه افضل ایشان پس تکفیر بلکه تنقیص ایشان موجب کفر وزندقه وضلاله باشد کما لا یخفی وفی المحیط لمحمد رحمة اللہ تعالیٰ علیه، لا یجوز الصلوٰة خلف الروافضة لانهم انکروا خلافة الصدیق وقد اجتمعت الصحابة علی خلافته۔ وفی الخلاصة من انکر خلافة الصدیق فانه کافر ویکره الصلوٰة خلف صاحب هواء او بدعة ولا یجوز خلف الرافضة ثم قال ان کل ما هو هوی یکفر به لا یجوز والا یجوز ویکره وکذا من انکر خلافة عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه فی الاصح۔ هرگاه انکار خلافت ایشان کفر باشد فکیف حال من سبهم او لعنهم۔

نیز شیخین کو گالی دینا ان کے ساتھ بغض رکھنے کا موجب ہے اور ان کے ساتھ بغض رکھنا کفر ہے دلیل یہ حدیث شریف ہے جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ

سے بغض رکھا جس نے ان کو اذیت پہنچائی اس نے مجھ کو اذیت دی اور جس نے مجھ کو اذیت دی اس نے خدا کو اذیت پہنچائی حضرت ابن عساکر رسول اللہ ﷺ سے یوں روایت کرتے ہیں کہ آپ (حضرت سرکار دوعالم ﷺ) نے فرمایا کہ حضرت امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وحضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت ایمان ہے اور ان کے ساتھ بغض رکھنا کفر ہے حضرت عبداللہ بن احمد رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ (حضرت محمد مصطفی ﷺ) نے فرمایا میں اپنی امت کے واسطے حضرت امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وحضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت رکھنے میں اسی ثواب کی امید رکھتا ہوں جو امید مجھے ان کے "لا الہ الا اللہ" کہنے میں ہے اب ان کے ساتھ بغض رکھنے کو ان کی محبت پر قیاس کرنا چاہیئے کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے کے نقیض ہیں نیز مومن کو کافر ٹھہرانا کفر کا سبب ہے چنانچہ صحیح حدیث شریف میں ہے کہ جس نے کسی پر کفر کی تہمت لگائی اور کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے اگر وہ ایسا ہے تو خیر ورنہ یہ تہمت اسی پر لوٹتی ہے اور ہم یقین سے جانتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وحضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ مومن ہیں اور خدائے تعالیٰ کے دشمن نہیں اور ان کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے لہٰذا ان کو کافر کہنے سے کفر کہنے والے کی طرف لوٹے گا اور اس پر یہی حدیث شریف دلیل ہے پس ان پر کافر ہونے کا حکم لگایا جائے گا یہ حدیث شریف گو خبر واحد ہے لیکن ان کی تکفیر کا حکم اس سے معلوم ہوتا ہے اگر چہ اس کا منکر کافر نہیں ہوتا اجل شیوخ اسلام امام عصر ابوزرعہ رازی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جب تم کسی کو آنحضرت (حضور پرنور آقائے دوجہان مدنی تاجدار ﷺ) کے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرتے دیکھو تو جان لو کہ وہ زندیق ہے اور یہ اس لئے کہ قرآن حق ہے رسول حق ہیں اور جو آپ لائے ہیں وہ حق ہے اور یہ سب کچھ ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہی سے پہنچا ہے۔ اب ان پر جو جرح کرتا ہے تو وہ گویا کتاب او. سنت کو رد کرتا ہے لہٰذا جرح اسی پر زیادہ موزوں ہے اور اس پر زندیق، گمراہ، جھوٹا اور معاند ہونے کا حکم لگایا جائے گا فرمایا حضرت سیدنا سہل بن عبداللہ تستری علیہ الرحمہ نے جن کا علم زہد، معرفت اور جلالت شان محتاج تعارف نہیں کہ جس کو اصحاب رسول ﷺ کے ساتھ خوش عقیدگی نہ ہو وہ گویا رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں لایا حضرت عبداللہ ابن مبارک علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا (اور آپ کی ذات بھی علم وجلالت شان میں محتاج بیان نہیں) کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمہ آپ نے کہا کہ وہ غبار جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے ناک میں داخل ہوا جبکہ وہ آنجناب (حضور پرنور آقائے دوجہان ﷺ) کے ہمرکاب تھے بہتر ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ سے گویا آپ نے اس سے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا کہ نبی (مدنی تاجدار ﷺ) کے ساتھ صحبت اور آپ (حضور پرنور آقائے دوجہان ﷺ) کی رویت کا مقابلہ کوئی چیز نہیں کر سکتی پھر یہ ذکر ان کا ہے جو اکابر صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نہیں ہیں اور آپ (تاجدار مدینہ سرور کائنات ﷺ) کو دیکھنے کا شرف ان کو نصیب ہے پھر ذرا خیال تو کرو کہ جنھوں نے آپ (حضرت محمد مصطفی ﷺ) کو دیکھنے کے باوجود آپ (تاجدار مدینہ سرور کائنات ﷺ) کی ہمراہی میں جہاد کیا ہو یا آپ (حضرت محمد مصطفی ﷺ) کے زمانہ میں آپ (حضرت محمد مصطفی ﷺ) کے حکم سے جہاد میں شرکت کی ہو یا آپ (تاجدار مدینہ سرور کائنات ﷺ) کے بعد آنے والوں تک شریعت کی کوئی بات پہنچائی ہو یا صرف نبی (مدنی تاجدار ﷺ) کی خاطر اپنا کچھ مال خرچ کیا ہو تو ایسے بزرگوں کی فضیلت تک ذہن کی رسائی ممکن نہیں اور اس میں شک نہیں کہ شیخین اکابر صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے ہیں بلکہ افضل صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ہیں پس ان کو کافر ٹھہرانا بلکہ ان کی تنقیص کرنا کفر وزندقہ اور گمراہی کا باعث ہے نماز کا مسئلہ محیط میں حضرت امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ رافضیوں کے پیچھے نماز جائز نہیں کیونکہ وہ خلافت حضرت امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منکر ہیں حالانکہ صحابہ کرام

(رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا آپ (حضرت امیر المؤمنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی خلافت پر اتفاق ہے خلاصہ میں ہے جو حضرت امیر المؤمنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے انکار کرے وہ کافر ہے اور ہر صاحب خواہش اور صاحب بدعت کے پیچھے نماز مکروہ ہے رافضیوں کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں پھر صاحب خلاصہ کہتے ہیں کہ ہر وہ خواہش جو کفر کی حد تک پہنچا دے اس خواہش والے کے پیچھے نماز جائز نہیں اگر کفر کی حد تک نہ پہنچائے تو نماز جائز ہے لیکن مکروہ ،اور اصح قول پر یہی حکم اس شخص کا ہے جو حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت سے انکار کرتا ہے لہٰذا جب ان کی خلافت سے انکار کفر ٹھہرا تو اس کا کیا حال ہوگا جو ان کو گالی دے یا ان پر لعنت بھیجے۔

پس ظاہر شد که تکفیر شیعه مطابق احادیث صحاح و موافق طریق سلف است و آنکه از بعضے از اهل سنت عدم تکفیر شیعه نقل، کردند بر تقدیر صحت و دلالت آن بر عدم تکفیر اینها محمول بر توجیه و تاویل است لتطابق الاحادیث و مذهب جمهور العلماء۔ و ایضاً شیعه از سب و لعن حضرت عائشه صدیقه رضی اللہ تعالیٰ عنها انکار کرده و در بار آنچه آنحضرت علیها الرضوان بسبب مخالفة نص طعن و تشنیع ثابت کردند۔ و گفتند آنچه خبث و فحش در باره آنچه عائشه رضی اللہ تعالیٰ عنها بشیعه نسبت کرده اند حاشا ثم حاشا اما چون عائشه رضی اللہ تعالیٰ عنها مخالفت امر و قرن فی بیوتکن نموده ببصره در آمده و به حرب آنحضرت اقدام نموده و بحکم حدیث حربک حربی حرب حضرت امیر حرب حضرت پیغامبر است صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و محارب پیغامبر یقینًا مقبول نیست بنا برین مورد طعن شده و پوشیده نماند که امر بملازمة بیوت و نهی از خروج آنها مطلق که شامل جمیع احوال و ازمنه باشد مراد نیست و خروج بعضی ازواج آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باو در بعضی اسفار بر آن دلالت میکند پس امر بملازمة بیوت مخصوص گشت بوقت دون وقت و حال دون حال و در رنگ عام مخصوص البعض شد و عام مخصوص البعض از روئے مدلول ظنی است مجتهد را جائز است که افراد دیگر هم بعلة مشترکه از ان اخراج نماید و شک نیست که حضرت صدیقه رضی اللہ تعالیٰ عنها عالمه و مجتهده بوده و ترمذی از ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنه روایت میکند که او گفته که ما اشکل علینا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیث قط فسالنا عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها الا وجدنا عندها علما و همچنین ترمذی از موسیٰ ابن طلحه روایت میکند که او گفته ما رأیت احدا افصح من عائشة۔ پس تواند بود که حضرت عائشه صدیقه رضی اللہ تعالیٰ عنها خروج خود را در بعضی اوقات یا بعضی احوال از برائی بعضی منافع و مصالح از ان مخصوص کرده باشد و لا محذور فیه و لا طعن علیه انا نقول الظاهر من الآیة نهی الخروج بلا ستر و حجاب کما دل علیه قوله سبحانه بعده و لا تبرجن تبرج الجاهلیة الاولیٰ و اما الخروج مع الستر و الحجاب فخارج عن النهی۔

اس تقریر سے صاف ظاہر ہوا کہ شیعہ کو کافر ٹھہرانا احادیث صحاح کے مطابق اور طریق سلف کے موافق ہے اب بعض اہل سنت سے عدم تکفیر شیعہ کا جو خیال نقل ہے اگر اس کو صحیح مان کر عدم تکفیر پر اس کی دلالت کو مان لیا جائے تو اس کو کسی توجیہ و تاویل پر محمول کریں گے تا کہ وہ احادیث مبارکہ اور مذہب جمہور علماء کرام کے مطابق ہو نیز شیعہ حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کے سب و لعن سے انکار کر کے مخالفت نص قرآنی کی بنا پر آپ (حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا) پر طعن و تشنیع ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس خبث و فحش کلامی کا حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں شیعہ پر الزام لگایا جاتا ہے خدا کی پناہ (ہم اس سے بری ہیں) ہاں البتہ جب حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا نے حکم خداوندی: وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ اور رہو اپنے

گھروں میں۔(سورۃ الاحزاب:۳۳) کی مخالفت کی اور بصرہ میں آکر حضرت امیر (حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کے خلاف صف آراء ہوئیں جب کہ بمطابق حدیث شریف تمہارے ساتھ لڑائی میرے ساتھ لڑائی ہے تو گویا حضرت امیر (حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ) سے جنگ کرنا خود حضرت پیغمبر (حضور پرنور آقائے دوجہان مدنی تاجدار ﷺ) سے جنگ کرنا ہے اور آنجناب (حضور پرنور آقائے دوجہان مدنی تاجدار ﷺ) سے جنگ کرنے والا یقیناً مقبول نہیں لہٰذا اس بنا پر حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا طعن وتشنیع کا نشانہ بنیں اور پوشیدہ نہ رہے کہ گھروں میں رہنے کا حکم اوران سے نکلنے کی ممانعت مطلق مراد نہیں کہ تمام حالات اور زمانوں کو شامل ہو کیونکہ بعض ازواج مطہرات (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا خود آنجناب (حضور پر نور آقائے دوجہان مدنی تاجدار ﷺ) کے ساتھ بعض سفروں میں جانا اس پر دلالت کرتا ہے لہٰذا گھروں میں رہنے کی خاص خاص اوقات واحوال سے تخصیص ہو گئی اور عام مخصوص البعض کے زمرہ میں آگیا اور عام مخصوص البعض کا مفہوم ظنی ہوتا ہے مجتہد کیلئے اختیار رہتا ہے کہ وہ دوسرے افراد کو علت مشترکہ کے ذریعہ اس سے خارج کرے اور بلاشبہ حضرت عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا عالمہ مجتہدہ تھیں چنانچہ ترمذی حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت لاتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ ہم اصحاب رسول ﷺ کو کسی بھی حدیث شریف کے بارے کوئی اشکال ہوا اور ہم نے اس کو حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے پیش کیا تو ہم نے اس کے متعلق ان کے پاس پورا پورا علم پایا اور اسی طرح ترمذی موسیٰ ابن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت لاتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ میں نے کسی کو حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فصیح نہ پایا پس ہوسکتا ہے کہ حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا نے بعض اوقات یا بعض حالات میں کچھ منافع ومصالح کی بنا پر اپنے نکلنے کو اس حکم سے مخصوص کرلیا ہو اور اس میں کوئی قباحت نہیں اور اس پر کوئی طعن نہیں کیا جاسکتا علاوہ اس کے ہم کہتے ہیں کہ آیت سے بظاہر بلاستر وحجاب نکلنے سے ممانعت کا پتہ چلتا ہے چنانچہ بعد کا کلام:

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ

ترجمہ: اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔(سورۃ الاحزاب:۳۳)

اس پر صاف دال ہے لیکن اگر ستر وحجاب کی پوری رعایت سے نکلنا ہو تو وہ نہی سے خارج ہے۔

وخروج حضرت صدیقه رضی اللہ تعالیٰ عنها از برائی اصلاح بود نه برائی حرب کما قال بعض المحققین واگر از برائے حرب باشد چنانکه مشهور است فلا باس به ایضًا لانه عن اجتهاد لا عن هوایٔ۔ چنانکه شارح مواقف از آمدی نقل میکند که واقعات جمل وصفین، از روئے اجتهاد بود والمجتهد وان کان مخطیا لا مواخذة علیه قال القاضی البیضاوی فی تفسیر قوله تعالیٰ لو لا کتاب من الله سبق لمسکم الآیة لولا حکم من الله سبق اثباته فی اللوح وهو ان لا یعاقب المخطی فی اجتهاده۔ یا آنکه گویم خطائی مجتهد هم نزد خدائی عز وجل هدایت است کما نقل زرین عن عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه قال سمعت رسول الله ﷺ یقول سالت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی الله الیّ یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلة النجوم فی السماء بعضها اقوی من بعض ولکل نور فمن اخذ بشئ مما هم علیه فهو عندی علی هدی ثم قال اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم۔ وحدیث حربک حربی تواند بود که نزد حضرت صدیقه رضی الله تعالیٰ عنها بثبوت نرسیده باشد یا مخصوص باشد بحرب مخصوص چه تواند بود که اضافت برائے عهد باشد۔

ظاہر ہے حضرت عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکلنا اصلاح کیلئے تھا نہ لڑائی کیلئے محققین کی یہی تحقیق ہے اور اگر لڑائی کیلئے بھی ہوتا جیسا کہ مشہور ہے تو اس میں بھی مضائقہ نہیں کیونکہ وہ اجتہاد کی بنا پر نہ تھا نہ خواہش نفسانی کے باعث چنانچہ شارح مواقف آمدی علیہ الرحمۃ سے نقل کرتے ہیں کہ جنگ جمل و صفین کے واقعات اجتہاد پر مبنی تھے اور مجتہد کو اپنے اجتہاد میں غلطی پر ہو اس پر گرفت نہیں حضرت قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ آیۃ:

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

ترجمه: اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا تو اے مسلمانو تم نے جو کافروں سے بدلے کا مال لے لیا اس میں تم پر بڑا عذاب آتا۔ (سورۃ الانفال:۶۸)

کے ذیل میں کہتے ہیں کہ اگر لوح محفوظ میں یہ حکم پہلے سے لکھا ہوا نہ ہوتا تو تم سب کو عذاب آن پکڑتا اور وہ لکھا ہوا یہ ہے کہ مجتہد کو اس کی اجتہادی غلطی پر سزا نہ دی جائے گی بلکہ ہم کہتے ہیں کہ مجتہد کی غلطی خدا عزوجل کے نزدیک ہدایت ہے جیسا کہ حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ میں نے اپنے رب سے اپنے بعد صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے اختلاف کے بارے میں سوال کیا جواب میں وحی آئی اے محمد (حضور پرنور آقائے دوجہاں ﷺ) تمہارے اصحاب (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میرے نزدیک آسمانی ستاروں کی مانند ہیں بعض بعض سے قوی تر ہیں اگرچہ سب کے سب پرنور ہیں پس جس نے ان کے پاس سے کچھ لیا تو وہ ہدایت پر ہے پھر کہا میرے اصحاب (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) مثل ستاروں کے ہیں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے رہی حدیث شریف "حربک حربی" تو ہوسکتا ہے۔ یہ حدیث شریف حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک پایہ ثبوت تک نہ پہنچی ہو یا کہ کسی خاص لڑائی کے ساتھ مخصوص ہو کیونکہ ہوسکتا ہے (حربک) میں اضافت عہد کیلئے ہو (یعنی خاص فلاں لڑائی جو حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کرے گا وہ میرے ساتھ لڑائی کرے گا۔)

وایضًا از برائی ترویج کتب با طا خود و تزئیف کتب اهل سنت آورده اند که در کتب شیعه چنین است که در وقت حضور ابن ام مکتوم اعمی در خدمت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسے از اهل آنحضرت عبود کرد حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازین معنی اعتراض فرمودند آن گفت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم این شخص گور است آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود که تو کور نیستی۔ و اهل سنت در کتب خود آوردند که حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عائشه رضی اللہ تعالیٰ عنها را بکتف مبارک خود برداشت تا تماشائ جمعی کند که در کوچه ساز می نواختند و بعد از مدتی، فرموده یا حمیراء هل شبعت تو به تماشا سیر شدی۔ این عمل را بارذال ناس نسبت نتوان کرد۔

نیز اپنی کتابوں کو رواج دینے اور کتب اہل سنت کو کمزور بنانے کیلئے شیعہ نے بیان کیا ہے کہ اہل تشیع تو یہ کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابن اُم مکتوم نابینا رضی اللہ عنہ خدمت آنحضرت (آقائے دوجہان مدنی تاجدار ﷺ) میں تھے آپ کی اہل حرم میں سے کسی کا گزر ہوا آنجناب (مدنی تاجدار ﷺ) نے اس اعتراض فرمایا انھوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ یہ شخص تو اندھا ہے آنجناب (آقائے دوجہان مدنی تاجدار ﷺ) نے فرمایا کہ تم تو اندھی نہیں ہو اور (اب ذرا دیکھو) اہل سنت اپنی کتابوں میں بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر (حضور پرنور آقائے دوجہان ﷺ) نے حضرت عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنے شانہ مبارک پر اُٹھایا تا کہ وہ اس جماعت کا تماشا دیکھیں جو گلی میں سازنوازی کر رہی تھی پھر ایک مدت بعد فرمایا اے حمیرا (لقب حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا) کیا تم تماشے سے سیر ہوئیں اس فعل کی نسبت رذیل ترین انسان کی طرف بھی نہیں کرسکتے۔

پوشیده نماند تواند که این واقعه پیش از نزول آیت حجاب متحقق شده باشد ومنع از حضور ابن ام مکتوم بعد از نزول آن۔ وهمچنین تواند بود که آن لهو مشروع باشد نه ممنوع چنانکه در اخبار صحاح وارد است وعنقریب مذکور خواهد شد که حبشه در مسجد حضرت پیغمبر ﷺ نیزه بازی میکردند وآن در رنگ تیر اندازی است در حق آنکه هر دو آله غزا وجهاد اند وتیر اندازی مشروع است۔ فکذا هو مثله ونیز وقوع آن لهو در مسجد دلالت بر مشروعیت میکند کما لا یخفی۔ ولو سلم که بعد از نزول حجاب بوده، پس گویم که حضرت صدیقه رضی اللہ تعالیٰ عنها در آن وقت صغیره بود نه مکلفه کما یفهم مما روی البخاری والمسلم عن عائشه رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت ان النبی ﷺ یقوم علی باب حجرتی والحبشة یلعبون بالحراب فی المسجد ورسول اللہ ﷺ یسترنی بردائه لا نظر الی لعبهم بین اذنه وعاتقه ثم اقول من اجلی یقوم حتیٰ اکون انا التی انصرف فاقدر الجارية الحديثة السن الحريصة على اللهو هذا۔

(جواب) پوشیدہ نہ رہے کہ ہوسکتا ہے یہ واقعہ آیت حجاب کے نزول سے پہلے کا ہو اور حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ سے پردہ کرنے کا حکم بعد کا اسی طرح ہوسکتا ہے کہ وہ کھیل جائز ہو اور ممنوع نہ ہو چنانچہ صحیح احادیث مبارکہ سے اس کی تائید بھی ملتی ہے جو عنقریب زیر تحریر آئیں گی کہ آنحضرت (حضور پرنور آقائے دوجہان مدنی تاجدار ﷺ) کی مسجد میں نیزہ بازی ہوا کرتی تھی اور اس کی حیثیت تیراندازی کی سی ہے کیونکہ دونوں کرتب جہاد کے آلے ہیں اور تیراندازی لامحالہ مشروع ہے بس ضرور نیزہ بازی بھی اسی شمار میں آئے گی پھر مسجد میں اس کھیل کا کھیلا جانا اس امر کی صاف دلیل ہے کہ یہ کھیل جائز و مشروع تھا اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ یہ واقعہ بعد نزول آیت حجاب کا ہے تو ہم کو یہ کہنے کا حق ہے کہ اس وقت حضرت عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کم سن تھیں مکلفہ نہ تھیں (کہ پردہ کی ذمہ داری ان پر آتی) جیسا کہ بخاری و مسلم کی اس روایت سے ظاہر ہے جو وہ حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ فرماتی ہیں البتہ حضور پرنور آقائے دوجہان مدنی تاجدار ﷺ میرے حجرہ کے دروازہ پر کھڑے ہوجاتے اور حبشی لوگ مسجد میں پٹہ کھیلتے ہوتے آنجناب (حضور پرنور آقائے دوجہان ﷺ) مجھ کو اپنی چادر کے آڑ میں لے لیتے تاکہ میں حبشیوں کا کھیل آپ (حضور پرنور آقائے دوجہان مدنی تاجدار ﷺ) کے شانے اور کان کے درمیان سے دیکھوں پھر میں کہتی ہوں کہ آپ میری ہی وجہ سے کھڑے رہتے حتیٰ کہ میں ہی واپس لوٹتی لہٰذا اس سے اندازہ کیجئے ایک کم سن کھیل کی حریص لڑکی کے شوق کا۔

بدانکه در اصحاب کرام در آمدن ودرمیان ایشان حکمها نمودن از کمال بے ادبی وفرط بے سعادتی است وطریق اسلم آنست که منازعات واختلافاتی که درمیان ایشان واقع شده بعلم حق سبحانه مفوض سازند وهمه ایشان را جز به نیکی یاد نکنند وحب ایشان را حب پیغمبر ﷺ دانند من احبهم فبحبی احبهم حدیث صحیح است۔

قال الشافعی وهو منقول عن عمر بن عبد العزیز تلک دماء طهر اللہ عنها ایدینا فلیطهر عنها السنتنا۔ اما چون شیعه شنیعه اصحاب را ببدی یاد میکنند وبسب ولعن ایشان جرأت مینمایند علماء اسلام را واجب ولازم است که رد آنها نمایند ومفاسد ایشان را ظاهر سازند وازین قبیل است بعضی سخنان که ازین حقیر درین باب تحریر آمده چنانکه ذکر یافته۔

جان لیجئے کہ صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے معاملات میں دخل دینا اور ان کے اختلافات میں فیصلہ کرنا حد درجہ کی بے ادبی اور انتہائی بدنصیبی ہے اس میں سلامتی کا پہلو یہ ہے کہ ان بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کے درمیان جو اختلافات اور جھگڑے رونما ہوئے ہیں ان سب کو حق سبحانہ کے علم کے سپرد کریں اور ان سب کو نیکی سے یاد کریں اور ان کے ساتھ محبت کو حضرت پیغمبر (آقائے دوجہان مدنی تاجدار ﷺ) کے ساتھ محبت جانیں جیسا کہ صحیح حدیث

میں وارد ہے۔ جس نے ان کے ساتھ محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت ہونے کی وجہ سے ان سے محبت کی۔ حضرت سیدنا امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا اور یہ دراصل حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ ان صحابہ ﷺ کے وہ خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا، پس چاہیئے کہ ہم ان سے اپنی زبان کو پاک رکھیں لیکن چونکہ بد اصل شیعہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو برائی سے یاد کرتے ہیں اور ان پر سب ولعن کرنے کی جرأت کرتے ہیں اس لئے علمائے اسلام پر واجب ولازم ہے کہ ان کی پرزور تردید کریں اور ان کے مفاسد کو طشت از بام کریں چنانچہ اس حقیر (حضرت عالی امام ربانی کمالات نبوّت وولایت الشیخ احمد علیہ الرحمۃ) کی چند باتیں جو تحریر میں آئی ہیں وہ اسی زمرہ کی ہیں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔

(تائید اہل سنت، ص، ٦٦، تا، ٨٢، دھوراجی کالونی، کراچی)

جناب مفتی پیر محمد چشتی صاحب آپ اپنے آپ کو مسئلہ جبریہ میں مسلمان ثابت کریں یہ مسئلہ اصول سے ہے فروع سے نہیں۔ (شکریہ)۔

سنو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے کیا لکھا

مؤلف: اس وقت مولانا مولوی نعیم الدین صاحب اور مولانا مولوی ظفر الدین صاحب اور مولانا مولوی احمد افتخار صاحب صدیقی میرٹھی اور مولانا مولوی احمد علی صاحب میرٹھی ومولانا مولوی رحم الٰہی صاحب ناظمِ انجمن اہلِ سُنّت ومدرس مدرسہ اہلِ سُنّت ومولانا مولوی امجد علی صاحب مدرس مدرسہ اہلسنت ومہتمم مطبعِ اہلِ سُنّت وغیرہ حضرات علمائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) حاضرِ خدمت تھے۔ انجمن کے آریہ نا ریہ کے مقابل جلسے ہورہے تھے۔ یہ سب حضرات جلسہ مناظرہ سے مظفر ومنصور (یعنی کامیاب وکامران) واپس آئے تھے، رام چندر مناظرِ آریہ کی چرب زبانی اور بے حیائی کا ذکر ہورہا تھا کہ بات سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتا، بے حیائی سے کچھ نہ کچھ کہہ ضرور جاتا ہے۔

اس پر ارشاد فرمایا سخت غلطی ہے کہ ایسوں سے زبانی بات چیت ہو، اِس کا حاصل یہی ہوتا ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ بکے جائیگا جس سے لوگ جانیں کہ بڑا مقرر ہے، برابر جواب دے رہا ہے۔ انسان میں یہ قوت نہیں کہ زبان بند کردے، بے حیا کفار اللہ ﷻ کے حضور نہ چُونکیں گے وہاں بھی زبان چلی ہی جائے گی، یہاں تک کہ منہ پر مُہر فرمائی جائے گی اور اعضاء کو حکم ہوگا بول چلو۔

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ

ترجمہ: آج ہم ان کے مونہوں پر مہر کردیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے کئے کی گواہی دیں گے۔ (سورۃ یسین، ٦٥)

تو ایسوں سے ہمیشہ تحریری گفتگو ہونا چاہیئے، کہ مُکر نے بدلنے بچلنے کی گلی نہ رہے۔ بہت دھوکہ ہوتا ہے کہ وہابیہ وغیرہ سے فرعی مسائل پر گفتگو کر بیٹھتے ہیں۔ وہابی غیر مقلد قادیانی وغیرہ تو چاہتے ہی یہ ہیں کہ اُصول چھوڑ کر فرعی مسائل میں گفتگو ہو، انہیں ہرگز موقع نہ دیا جائے۔ ان سے یہی کہا جائے کہ تم اسلام کے دائرے میں آلو، اپنا مسلمان ہونا تو ثابت کرلو پھر فرعی مسائل میں گفتگو کا حق ہوگا۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص، ۱۳۴، ۱۳۵، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ، کراچی)

باب نمبر ۱۹

سوال: (۳۳) بطورِ اعتراض پیر محمد چشتی کا سوال:

(۱) اللہ تعالیٰ سے ہونے اور مخلوق سے نہ ہونے کے عقیدہ ویقین رکھنے والوں کو آپ کافر کہتے ہیں۔ بلکہ ہزار ہا بار آپ یہ فتویٰ صادر کر چکے ہیں۔ جسکو میں غلط سمجھتا ہوں۔ اور کسی مسلمان کے مجمل لفظ یا غلط کلمہ کی وجہ سے اس پر حکم کفر یا فتویٰ کفر صادر کرنے کیلئے اسلامی اصول کا خلاف سمجھتا ہوں۔ (از پیر محمد چشتی)

الجواب: پیر محمد چشتی صاحب تمہارا یہ سوال جبریہ عقیدہ کو ثابت کرتا ہے سنو!

علامہ ابوالفتح محمد بن عبدالکریم بن ابی بکر احمد الشہر ستانی علیہ الرحمۃ متوفی ۵۴۸ھ، لکھتے ہیں:

الجبرية: الجبر هو نفي الفعل حقيقة عن العبد وإضافته إلى الرب تعالى، والجبرية أصناف. فالجبرية الخالصة: ان هي التي لا تثبت للعبد فعلا ولا قدرة على الفعل أصلا، والجبرية المتوسطة: هي التي تثبت للعبد قدرة غير مؤثرة أصلا، فأما من أثبت للقدرة الحادثة أثرا ما في الفعل، وسمي ذلك كسبا، فليس بجبري. والمعتزلة يسمون من لم يثبت القدرة الحادثة في الإبداع والإحداث استقلالا: جبريا. ويلزمهم أن يسموا من قال من أصحابهم بأن المتولدات أفعال لا فاعل لها جبريا إذ لم يثبتوا للقدرة الحادثة فيها أثرا. والمصنفون في المقالات عدوا النجارية والضرارية من الجبرية، وكذلك جماعة الكلابية من الصفاتية. والأشعرية سموهم تارة حشوية، وتارة جبرية. ونحن سمعنا إقرارهم على أصحابهم من النجارية والضرارية فعددناهم من الجبرية، ولم نسمع إقرارهم على غيرهم فعددناهم من الصفاتية

الجبریۃ: جبر کے (معنی) ہیں بندے (عبد) سے حقیقت میں فعل (سرزد ہونے) کی نفی کرنا اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا۔ (یعنی آدمی سے جو بھی فعل سرزد ہوتا ہے درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے، خود آدمی اس میں بے اختیار و بے ارادہ ہوتا ہے)۔ جبریہ چند قسموں کے ہوتے ہیں اور ان کے کئی فرقے ہیں۔ الجبریۃ الخالصہ وہ ہیں (جن کے نزدیک) بندے سے نہ تو کسی (قسم کا) فعل (سرزد ہوتا) ہے اور نہ اپنے فعل پر کسی طرح کی قدرت ہی ہوتی ہے۔ الجبریہ المتوسطہ (کے خیال میں) بندے کو (اپنے افعال پر) قدرت تو ہوتی ہے مگر وہ بالکل غیر مؤثر ہوتی ہے لیکن وہ (گروہ) جو افعال کے سرزد میں پیدا ہونے والی قدرت کا کسی طرح اثر مانتا ہے اور (فعل) کو کسب کا نام دیتا ہے وہ جبری نہیں ہے۔ معتزلہ ان (سب) لوگوں کو جبری کہتے ہیں جو (افعال انسانی کے) ابداع (ایجاد) اور احداث (تخلیق) میں قدرت حادثہ کے کسی مستقل اثر کے قائل نہیں ہیں۔ اس سے (معتزلہ پر) یہ الزام آتا ہے کہ وہ اپنے اصحاب (ہم

خیالوں) میں ان لوگوں کو بھی جبری کہیں جو اس بات کہ قائل ہیں کہ متولدات ایسے افعال ہیں جن کا کوئی فاعل نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک قدرۃ حادثہ کا (افعال متولدات) میں کوئی اثر نہیں ہوتا۔ مقالات (علم کلام) میں کتابیں تصنیف کرنے والوں نے النجاریہ اور الضراریہ کو (فرقہ) جبریہ میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح صفاتیہ میں سے (فرقہ) کلابیہ بھی (جبری) ہے مگر اشعریہ ان کو کبھی حشویہ اور کبھی جبریہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ہم نے چونکہ نجاریہ اور ضراریہ کے اصحاب کے متعلق (مصنفین مقالات) کے اقرار کو سنا ہے اس لیئے انھیں جبریہ میں شمار کیا ہے لیکن ان کے علاوہ کسی اور کے متعلق ان کے اقرار کو نہیں سنا ہے سو ہم نے انکو صفاتیہ میں محسوب کیا ہے۔

(الملل والنحل، الجبریۃ، ج ۱، ص ۲۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابوالفتح محمد بن عبدالکریم بن ابی بکر احمد الشہرستانی علیہ الرحمہ متوفی ۵۴۸ھ، لکھتے ہیں:

القول بالقدر: وإنما سلك في ذلك مسلك معبد الجهني؛ وغيلان الدمشقي، وقرر واصل ابن عطاء هذه القاعدة أكثر ما كان يقرر قاعدة الصفات، فقال إن الباري تعالى حكيم عادل، لا يجوز أن يضاف إليه شر ولا ظلم، ولا يجوز أن يريد من العباد خلاف ما يأمر، وان يحكم عليهم شيئا ثم يجازيهم عليه. فالعبد هو الفاعل للخير والشر، والإيمان والكفر، والطاعة والمعصية، وهو المجازي على فعله. والرب تعالى أقدره على ذلك كله. وأفعال العباد محصورة في الحركات، والسكنات، والاعتمادات والنظر، والعلم. وقال: ويستحيل أن يخاطب العبد بافعل وهو لا يمكنه أن يفعل، وهو يحس من نفسه الاقتدار والفعل. ومن أنكره فقد أنكر الضرورة. واستدل بآيات على هذه الكلمات. ورأيت رسالة نسبت إلى الحسن البصري كتبها إلى عبد الملك بن مروان وقد سأله عن القول بالقدر والجبر، فأجابه فيها بما يوافق مذهب القدرية، واستدل فيها بآيات من الكتاب ودلائل من العقل. ولعلها لواصل بن عطاء، فما كان الحسن ممن يخالف السلف في أن القدر خيره وشره من الله تعالى، فإن هذه الكلمات كالمجمع عليها عندهم. والعجب أنه حمل هذا اللفظ الوارد في الخبر على البلاء والعافية، والشدة والرخة، والمرض والشفاء، والموت والحياة، إلى، غير ذلك من أفعال الله تعالى، دون الخير والشر، والحسن والقبيح الصادرين من اكساب العباد، وكذلك أورده جماعة المعتزلة في المقالات من أصحابهم..

عقیدہ قدر: اس (مسئلہ) میں معتزلہ نے معبد جہنی اور غیلان دمشقی کا مسلک اختیار کیا ہے۔ واصل بن عطاء نے اس قاعدہ پر قاعدہ صفات سے بھی زیادہ زور دیا ہے، (یعنی اس نے عقیدہ قدر کا نفی صفات کے عقیدے سے بھی زیادہ شدت سے اثبات کیا ہے) اس کا قول ہے کہ باری تعالیٰ حکیم (صاحب حکمت و دانش) اور عادل ہے۔ اس کی طرف شر یا ظلم کی نسبت جائز نہیں ہے اور یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بندے سے اپنے حکم کے خلاف کام کی خواہش کرے۔ اور خود ہی اپنے بندوں پر ایک حتمی حکم جاری کرے پھر اس پر انہیں جزا و سزا دے۔ اس لیئے بندہ خیر و شر، ایمان و کفر اور اطاعت و معصیت کا فاعل ہے اس کو اس کے فعل پر جزاء دی جاتی ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے (بندے) کو ان تمام (افعال) پر قادر بنایا ہے۔ اور بندوں کے افعال، حرکات، سکنات، اعتبارات نظر و علم میں محدود ہیں۔ (واصل مزید) کہتا ہے کہ یہ بات محال ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے سے کسی کے کام کرنے کا مطالبہ کرے اور بندے کیلئے اس کام کو کرنا ممکن نہ ہو اور وہ اس کام

کے کرنے کی اپنے میں طاقت محسوس نہ کرتا ہو (یعنی یہ بات محال ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے سے ایک کام کرنے کو کہے اور بندہ نہ اسے کرسکتا ہو اور نہ اس کے کرنے پر قدرت محسوس کرتا ہو) جو شخص اس بات کا انکار کرتا ہے وہ گویا ضرورت کا انکار کرتا ہے۔ان کلمات پر (واصل نے) آیات قرآنی سے استدلال کیا ہے۔(شہرستانی کا بیان ہے کہ) میں نے حضرت سیدنا شیخ المشائخ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک رسالہ دیکھا ہے جسے انہوں نے عبدالمالک بن مروان کے (مسئلہ) قدر و جبر سے متعلق استفسار کے جواب میں لکھا تھا۔ان کا یہ جواب قدریہ کے مذہب کے مطابق ہے۔۔انہوں نے آیات قرآنی اور عقلی دلائل سے استدلال کیا ہے (شہرستانی کا خیال ہے کہ) شاید یہ رسالہ واصل بن عطاء کی تحریر۔کیونکہ حضرت سیدنا شیخ المشائخ حسن بصری رضی اللہ عنہ اس مسئلہ میں قدر خیر وشر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے، سلف کی مخالفت نہیں کرسکتے تھے اس لیئے یہ کلمات (سلف) کے نزدیک ایک طرح سے متفق علیہ ہیں۔(اور یہ بات) تعجب کی ہے کہ حضرت سیدنا شیخ المشائخ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے) حدیث میں وارد اس لفظ کو (کہ قدر خیر وشر اللہ کی جانب سے ہے) مصیبت و عافیت، شدت، وراحت، مرض وشفا اور موت وحیات وغیرہ افعال الٰہی پر محمول کیا اور انہیں اس خیر وشر اور حسن وقبح سے جو اپنے بندوں کے اپنے اکتساب سے صادر ہوتے ہیں، فروتر قرار دیا۔ معتزلہ کے ایک گروہ نے اپنے (علماء) کے مقالات میں اسی طرح کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

(الملل والنحل، القاعدۃ الثانیۃ، ج۱، ص۴۱،۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَیْسَ الْبِرَّاَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

ترجمہ: کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو۔(سورۂ بقرہ:۱۷۷)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا فرمان ہے کے ہم اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے اس سے مراد وہ ہیں جن کے عقائد خراب نہ ہوں۔(تفسیر نور العرفان، ص،۴۰)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، علیہ الرحمہ متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:

رب فرماتا ہے۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ

ترجمہ: اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ۔

معلوم ہوا کے بندہ نہ تو پتھر کی طرح مجبور ہے۔نہ رب تعالیٰ کی طرح مستقل بااختیار، جبر میں قدر اور قدر میں جبر ہے۔

(تفسیر نور العرفان، سورۂ النحل، تحت الایۃ،۹،ص،۴۲۶)

امام اہل سنت علامہ ابوشکور محمد بن عبدالسعید سالمی کشی، ماتریدی، حنفی، حنفی معاصر سید علی ہجویری، متوفی، (پانچویں صدی ہجری کے نصف آخر) لکھتے ہیں:

عن قولہ تعالیٰ: ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء۔ان العدل بین النساء لیس بالقوۃ والفعل وانما یکون بالنفقۃ ونحن کذا نقول بان العبد فی العدل بین النساء بالانفاق تارۃ یستطیع وتارۃ لا یستطیع فلا یلزم واما قولہ تعالیٰ: لیس لک من الامر شیٔ۔قلنا لم یرد

به الفعل وانما اراد به الحكم والجزء الدليل عليه قوله تعالىٰ: او يتوب عليهم او يعذبهم ليس عندک المجازاة وامر التعذيب والمكافاة ونحن كذا نقول بان هذا من خصائص صفات الله تعالىٰ ليس لاحد ان يعذب احدا ويغفر له واما قوله بان الفعل عرض، قلنا بل الفعل عرض لا يبقى زمانين يحدث فى كل لحظة وللعبد اختيار فى كل لحظة بالصرف الى ماشاء والقدرة صالحة لكليهما ثم ظهور القدرة على الشر بسبب العادة وخذلان الله اياه بالصرف الى الشر لا يوجب العذر والجواز فى حقه لان النهى ورد قبل الفعل والاختيار موجود عند الفعل وهو يقدر ان يمنع نفسه عن ذلک كما يقدر ان يفعل ذلک فلا عذر له ولا منة فيه على المنع والاتيان الدليل عليه قوله تعالىٰ: فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره، ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره۔ واما قوله بان الاختيار يكون بالخطرة والخطرة ليست من فعله فاذا خطر بباله ذلک فانه لا يمكن اتيان خطرة غيره قلنا نعم الخطرات كلها من الله تعالىٰ من غير مباشرة العبدة الا ان الله تعالىٰ خلق الاشياء تارة بنفسه بلا واسطة وتارة خلق بالواسطة والواسطة يجوز ان يكون ملكا ويجوز ان يكون شيطانا ويجوز ان يكون عليه طبيعة فكل ما هو خير وطاعة من الضمير والخطرة والاختيار فان الله تعالىٰ خلق ذلک بلا واسطة او بواسطة ملک وكل ما هو شر وقبائح فانه يخلق بواسطة الشيطان فان الشيطان يوسوسه والله تعالىٰ يخلق ثم الخطرة الاولى وما يكون بمثلها فانه يقتضى الخير لانه ليس من افعال العبد ولا باختياره ولا بمباشرته فلا يوجب الثواب والعقاب على ما يثبت على ذلک لان العبد يخطر بباله شئ من الخير او من الشر ثم يخطر فى تلک الساعة ما ينقضه فالتمسک على الخطرة والضمير واختيار ذلک يكون عزيمة وقصدا وذلک يكون باثبات العبد وباختياره فاذا فسک على شئ واختار فقد حصل الفعل والثبات والاختيار منه فانه يوجب الثوب والعقاب والخروج عن حد الجبر بسبب فعله واختياره فالخطرة الاولى لا يمكن الاحتراز عنها فالتمسک بما يكن عنه الاحتراز۔

(۱) جبریہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَلَنۡ تَسۡتَطِيۡعُوۡۤا اَنۡ تَعۡدِلُوۡا بَيۡنَ النِّسَآءِ

ترجمہ: اور تم ہرگز طاقت نہ رکھو گے کہ انصاف کرسکو عورتوں میں۔ (سورۃ النساء:۱۲۹)

(۲) ارشاد فرمایا:

لَيۡسَ لَكَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَىۡءٌ۔

ترجمہ: یہ بات آپ کے ہاتھ میں نہیں۔ (آل عمران:۱۲۸)

تو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ بندہ کے لیے کسی امر اور فعل پر قدرت و استطاعت نہیں اور یہ اس باب میں نص ہے۔ (جبریہ نے مزید کہا کہ) اور ہمارا اجماع ہے کہ فعل عرض ہے، عرض دو زمانوں تک باقی نہیں رہتا تو جب پایا جائے گا تو ایک لطیف سی ساعت اور ایک لحظہ میں مٹ جائے گا اور بندہ جب کسی خیر و شر، اچھے یا بُرے کام میں مشغول ہوتا ہے تو اسی لحظہ میں قدرت پیدا ہوتی ہے تو اس کے لیے ناممکن ہے کہ قدرت کو دوسری طرف پھیر دے اور قدرت کو دوسرے امر کی

طرف پھیرنا باقی نہیں رہتا۔

اور اس لیے کہ اقوی الاحول وہ اختیار ہے، جو اسے اعمال پر حاصل ہوتا ہے اور اختیار ہوتا ہے ضمیر وخطرہ سے اور بندہ کو خطرہ کے پیدا کرنے اور منع کرنے پر قدرت نہیں ہے کیونکہ خطرہ بندے کے عمل دخل کے بغیر پیدا ہوتا ہے (بندے کا اس خطرہ کی ایجاد یا عدم ایجاد میں کوئی رول یا کردار نہیں ہوتا) تو یہ لامحالہ جبر کو واجب کرتا اور جب یہ اختیار وخطرہ میں صحیح ہے تو تمام احوال میں صحیح ہے۔

جوابات

جبریہ کا اس آیت: وَلَنْ تَسْتَطِیعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَیْنَ النِّسَاءِ۔

ترجمہ: اور تم ہرگز طاقت نہ رکھو گے کہ انصاف کرسکو عورتوں میں۔ (سورۃ النساء: ۱۲۹) سے قائم کردہ استدلال کا جواب یہ ہے کہ عدل عورتوں میں قوت وفعل سے نہیں بلکہ نفقہ سے ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ بندہ عورتوں کے درمیان عدل کرنے میں کبھی تو انفاق مال سے استطاعت رکھتا ہے اور کبھی طاقت نہیں رکھتا تو لازم نہیں۔

دوسری دلیل کا جواب

اور ''لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ''

ترجمہ: یہ بات آپ کے ہاتھ میں نہیں۔ (آل عمران: ۱۲۸) سے کیے گئے استدلال کا جواب دیتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ اس (امر) سے مراد فعل نہیں بلکہ حکم مراد ہے یا جزاء مراد ہے۔ دلیل یہ ہے کہ فرمایا: ''أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ'' یا انہیں توبہ کی توفیق دے یا انہیں عذاب دے۔ (آل عمران: ۱۲۸) یعنی بدلہ دینا آپ کے اختیار میں نہیں اور تعذیب ومکافات (سزا وغیرہ) بھی آپ کے اختیار میں نہیں اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات خصوصیہ میں سے ہے۔ کسی بندے بشر کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے اختیار سے کسی کو عذاب دے یا اس کی بخشش کردے۔

تیسری دلیل کا جواب

اور ان کا یہ کہنا کہ فعل عرض ہے، دو زمانوں تک باقی نہیں رہتا، ہم کہتے ہیں کہ بے شک بجا ہے کہ فعل عرض ہے، دو زمانوں تک باقی نہیں رہتا، ہر لحظہ پیدا ہوتا رہتا ہے اور بندہ کو ہر لحظہ اختیار ہے، جس طرف چاہے قدرت کو صرف کرلے، قدرت دونوں کی صلاحیت رکھتی ہے۔ پھر ظہور قدرت علی الشر، بہ سبب عادت اور اللہ تعالیٰ کے بندہ کو رسوا کرنے کے سبب ہے، اس نے قدرت کو شر کی طرف پھیرا، یہ واجب نہیں کرنا اس کے حق میں عذر وجواز کو اس لیے کہ فعل سے قبل نہی وارد ہو چکی ہے اور عند الفعل اختیار موجود ہے اور وہ اپنے آپ کو اس فعل بد سے روکنے پر قدرت رکھتا ہے، جیسے اس کے کرنے پر قدرت رکھتا ہے تو اس کو کوئی عذر نہیں اور منع پر اور لانے پر کوئی منت نہیں، اس کی دلیل یہ ہے:

''فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ، وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ''

ترجمہ: پس جو ذرہ برابر بھلائی کرے وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے اسے بھی دیکھ لے گا۔ (الزلزال: ۷۔۸)

اور اس کا یہ کہنا کہ اختیار خطرہ سے ہوتا ہے اور خطرہ اس کا فعل نہیں تو جب اس کے دل میں اس بات کا خطرہ (کھٹکا) پیدا ہوا تو دوسرا خطرہ لانا ناممکن ہے تو ہم نے کہا کہ ہاں! تمام خطرات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں بغیر مباشرت عبد کے، مگر اللہ تعالیٰ نے کبھی تو اشیاء کو پیدا کیا بنفسہ، بلا واسطہ اور کبھی پیدا کیا بواسطہ اور واسطہ جائز ہے کہ فرشتہ ہو یا واسطہ شیطان ہو اور جائز ہے کہ طبیعت اس پر غالب آجائے تو ہر خیر وطاعت، ضمیر وخطرہ واختیار سے ہے۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو بلا واسطہ یا بواسطہ ملک (فرشتہ) اور ہر شر وقبائح بواسطہ شیطان پیدا فرمایا ہے، اس لیے کہ شیطان وسوسہ ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے، پھر خطرہ اولیٰ اور اس کے مثل مقتضی ہیں، خیر کو اس لیے کہ یہ افعال عبد سے نہیں اور نہ اس کے اختیار ومباشرت سے تو ثواب و عقاب کا موجب نہیں جیسا کہ یہ ثابت ہے، اس لیے کہ بندے کے دل میں خیر وشر کا خطرہ پیدا ہوتا ہے۔

پھر اسی ساعت اس کے مناقض خطرہ پیدا ہوتا ہے۔

پس خطرہ اور ضمیر پر تمسک بھی کار بندر ہنا اور اس شئ کا اختیار کرنا عزیمت وقصد ہے اور یہ بندے کے اس فعل سے حاصل ہو اور ثابت واختیار بندہ کی جانب سے ہے تو یہ ثواب وعقاب کا موجب ہے اور حد جبر سے خروج اس کے فعل اور اختیار کے سبب سے ہے پس خطرہ اولیٰ سے احتراز ممکن نہیں ہے، سو تمسک سے احتراز ممکن ہے۔

(تمھید ابی شکور السالمی، ص، ۱۴۷، ۱۴۸، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، پاکستان)

امام اہل سنت علامہ ابوشکور محمد بن عبدالسعید سالمی کشی، ماتریدی، حنفی معاصر سید علی ہجویری، متوفی، (پانچویں صدی ہجری کے نصف آخر) لکھتے ہیں:

القول الخامس فی الفرق اعلم بان الدین مع الجماعة والجماعة هم اهل السواد الاعظم والسواد الاعظم بین الجبر والقدر وبین التشبیه والتعطیل وبین النصب والرفض وسئل ابو حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه عن اهل السنة والجماعة فقال لا نصب ولا رفض ولا جبر ولا قدر ولا تشبیه ولا تعطیل وروی عن ابی حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه انه سال عن جعفر بن محمد الصادق رضی الله تعالیٰ عنه فقال یا ابن رسول الله ﷺ هل فوض الله تعالیٰ الامر الی العباد فقال الله تعالیٰ اجل من ان یفوض الربوبیة الی العباد فقال له هل یجبرهم علی ذلک فقال الله تعالیٰ اعدل من ان یجبرهم علی ذلک ویعذبهم فقال کیف ذلک قال بین بین لا جبر ولا تفویض ولا اکراه ولا تسلیط وروی عن النبی ﷺ انه قال ان بنی اسرائیل تفرقت بعد موسیٰ علیه السلام علی احد وسبعین فرقة کلهم فی النار وستفترق امتی من بعدی علی ثلثة وسبعین فرقة کلهم فی النار الا واحدة فقیل وما تلک الواحدة فقال الذی انا علیه واصحابی علیه الیوم وروی عن النبی ﷺ انه قال ان بنی اسرائیل تفرقت بعد موسیٰ علیه السلام احدی سبعین فرقة وبعد عیسیٰ علیه السلام علی اثنین وسبعین فرقة وستفرق امتی من بعدی علی ثلث وسبعین فرقة کلهم فی النار الا واحدة ویروی انه قال یهلک اثنان وسبعون فرقة وینجو واحدة منهم ویروی انه قال اثنان وسبعون فی النار وواحدة فی الجنة ویروی انه قال کلهم فی الجنة الا واحدة فقیل وما تلک الواحدة فقال النبی ﷺ القدریة والمعنی فیه لانهم انکروا وحدانیة الله تعالیٰ

وروی عن عبدالله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما انه قال فی معنی قوله تعالیٰ: ان المجرمین فی ضلال وسعر یعنی فی ضلال فی الدنیا وسعر فی الآخرة الی قوله: انا کل شئ خلقناه بقدر وانهم انکروا ذلک دل ان القدریة کفار وروی عن عبدالله

بن، عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ قال ان ابلیس غاص فی البحر اربعین یوما وغاص فی البحر السابع ودخل فی الھاویۃ ونظر فی الدرکات فرای درکۃ کل قوم فاعطاہ مالک بامر اللہ تعالیٰ علماء وعلامۃ واعطاہ اثنتی وسبعین رقعۃ وعلی کل رقعۃ مکتوبا اسم کل بدعۃ فجاء وبث فیھم ثم ھذہ اثنتان وسبعون تنشعب من ستۃ الرافضیۃ والناجیۃ والقدریۃ والجبریۃ والمشبھۃ والمعطلۃ فکل صنف تنشعب علی عشر رقۃ فیکون اثنین وسبعین فنذکر اصلھم واعتقدھم وانہ نذکر امامیھم ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پانچواں قول:

فرقوں کا بیان:

جان لو کہ دین جماعت کے ساتھ ہے اور جماعت سوادِ اعظم ہے۔

سوادِ اعظم کون ہیں؟

اور سوادِ اعظم جبر وقدر، تشبیہ وتعطیل اور نصب ورفض کے درمیان ہے۔

اہل سنت کون ہیں؟

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اہل سنت وجماعت کون ہے؟ فرمایا: جس میں نصب ورفض، جبر وقدر اور تشبیہ وتعطیل نہ ہو، وہ سوادِ اعظم ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امام جعفر ابن محمد صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اے ابن رسول ﷺ! کیا اللہ تعالیٰ نے تمام اُمور بندوں کے سپرد کر دیئے ہیں؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے اجل واعلیٰ (بلند وبالا) ہے کہ ربوبیت بندوں کے سپرد کر دے۔

پھر سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر جبر کرتا ہے؟

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اعدل ہے کہ بندوں کو مجبور کرے اور پھر ان کو عذاب دے۔

عرض کیا: پھر کیا معاملہ ہے؟

فرمایا: بین بین ہے، نہ جبر ہے، نہ تفویض اور نہ اکراہ ہے، نہ تسلیط۔

نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اکہتر فرقوں میں بٹ گئے، سب فرقے جہنمی ہیں اور میری امت کے میرے بعد تہتر فرقے ہو جائیں گے، ایک کے سوا سب ناری ہیں۔ عرض کیا گیا: وہ ایک فرقہ ناجیہ کون سا ہے؟ فرمایا: جس پر میں اور میرے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں، آج کے دن جو اس طریق پر قائم ہوگا وہ نجات پانے والا فرقہ ہے۔

حضور ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے بعد اکہتر فرقے ہو گئے اور عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بہتر فرقے ہو گئے اور میرے بعد میری امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے، ایک فرقے کے سوا سب جہنمی ہوں گے اور روایت کیا گیا ہے کہ حضورِ اقدس نے فرمایا: بہتر فرقے ہلاک ہو جائیں گے اور ان میں سے ایک فرقہ ناجی ہوگا۔ نیز مروی ہے کہ بہتر فرقے ناری ہوں گے اور ایک جنت میں اور یہ بھی مروی ہے کل جنتی ایک ناری عرض کیا گیا: ناری کون ہے؟

فرمایا: قدریہ۔اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ قدریہ خدائے قدوس کی وحدانیت کے منکر ہیں۔

اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

''اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ'' (سورۃ القمر:۴۷)

ہم نے ہر چیز ایک اندازے سے پیدا کی، اور قدریہ فرقہ اس کے منکر ہیں، اس سے پتہ چلا کہ قدریہ کفار ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ابلیس نے چالیس دن تک سمندر میں غوطہ لگایا اور ساتویں سمندر میں غوطہ لگایا، ھاویہ میں داخل ہوکر درکات جہنم کو دیکھا اور ہر قوم کے ''درکہ'' کو دیکھا: مالک نے بہ حکم الٰہی اس کو علم وعلامت دی اور اس کو بہتر رقعے دیئے، ہر رقعہ پر ہر بدعت کا نام لکھا۔ابلیس نے ان رقعوں کو لے کر ان اہل بدعت میں پھیلا دیا،

پھر یہ فرقے بہتر ہیں اور یہ چھ فرقوں سے نکلے ہیں: رافضیہ، ناجیہ، قدریہ، جبریہ، مشبہہ، معطلہ۔ پھر ہر صنف سے بارہ فرقے نکلے تو یہ بہتر فرقے ہوگئے، ہم ان کے اصل اور اعتقاد کو ذکر کریں گے اور ان کے نام بھی ذکر کریں گے۔ان شاء اللہ تعالیٰ

(تمہید ابی شکور السالمی، ص،۱۷۸،تا،۱۸۰،النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی،لاہور، پاکستان)

امام اہل سنت علامہ ابوشکور محمد بن عبدالسعید سالمی کشی، ماتریدی، حنفی، معاصر سید علی ہجویری، متوفی، (پانچویں صدی ہجری کے نصف آخر) لکھتے ہیں:

القول الثامن فی القدریۃ: اعلم بان القدریۃ زعموا ان القیاس العقلی اقوی من السماع الشرعی وان کان نصا وکذلک القیاس اقوی من السنۃ المشھورۃ ولھذا المعنی انکروا القدر بالشر من اللہ تعالیٰ وقالوا بان اللہ تعالیٰ فوض امور العباد الی العباد وملکھم علیھا تخلیقا وفعلا وبین لھم الامر والنھی ولا یجوز من اللہ تعالیٰ التخلیق والارادۃ والمشیۃ والقضاء والقدر فی افعالھم بالشیٔ لیکون حکیما عادلا فی تعذیبھم وھذا منھم کفر لانھم اثبتوا خالقا غیر اللہ تعالیٰ ومنھم من قال بان الخیر من اللہ تعالیٰ وبقضاء اللہ تعالیٰ والشر منا او من ابلیس وھذا کفر لانھم نفوا الربوبیۃ عن اللہ تعالیٰ ومنھم من انکر صفات اللہ تعالیٰ ومنھم من قال بان القرآن مخلوق ومنھم من قال بان الجنۃ والنار غیر مخلوقتین وغیر باقیتین ومنھم من انکر الصراط والمیزان والحساب وھذا کلہ کفر لانھم انکروا النص والربوبیۃ ومنھم من قال بان الخیر من الروح اللاھوتی والشر من الروح الشیطانی وھذا کفر ومنھم

من قال بان الاعمال کلھا لا ندری ھی من قبل اللہ تعالیٰ او من قبل العباد ولا ندری انھم مثابون او معاقبون وھذا کفر لانھم انکروا النص ولا یروا الثواب والعقاب علی الاعمال ومنھم من قال بان اللہ تعالیٰ لم یخلق الشیطان لانہ یکون فی تخلیقہ تخلیق الکفر وارادۃ الکفر والشر وھذا منھم کفر لانھم انکروا النص واثبتوا قدیمین ومنھم من قال بان الاعمال کلھا مخلوقۃ اللہ تعالیٰ غیر الایمان والکفر وھذا کفر لانھم اثبتوا خالقا غیر اللہ تعالیٰ ومنھم من قال بان النسخ غیر جائز وکل کتاب نزل من السماء فالعمل بہ واجب، وھذا کفر لانھم انکروا النص منھم من قال بان من ارتکب کبیرۃ لا تقبل توبتہ ابدا وھذا کفر لانھم انکروا النص واللہ تعالیٰ یقول: واللہ خلقکم وما تعملون۔

وقوله تعالىٰ خبرا عن ابليس: خلقتنى من نار وخلقته من طين۔ فصح من اثبت خالقا غير الله تعالىٰ فهو كافر ومن انكر القدر فقد اثبت خالقا غير الله تعالىٰ فهو كافر بالله ومنهم من قال بان العهد والبيعة من الناس غير صحيح وقال بعضهم بان الكسب واجب فى كل حالة ووهذا بدعة تجب التوبة وليس بكفر بظهور التاويل فيه۔ وروى عن النبى ﷺ انه قال اذا رأيتم القدرية فاقتلوهم فانهم مجوس هذه الامة۔

آٹھواں قول

قدریہ کا بیان:

فرقۂ قدریہ کا گمان یہ ہے کہ قیاس عقلی ''دلیل شرعی'' سے اقویٰ ہوتا ہے، اگر چہ نص ہی کیوں نہ ہو اور اس طرح (ان کے نزدیک) قیاس سنت مشہورہ سے بھی اقویٰ ہے، لہٰذا اسی معنیٰ کے لحاظ سے انہوں نے شر کے مقدر من اللہ ہونے کا انکار کر دیا اور انہوں (قدریہ) نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے کام بندوں کے سپرد کر دیئے ہیں اور ان کو اپنے کاموں کی تخلیق اور ان کے بجالانے کا خالق و مالک بنا دیا ہے، گویا کہ تمام افعال کے خالق وہ خود ہیں اور امر و نہی ان کے لیے بیان کر دی ہے اور تخلیق، ارادہ، مشیت، قضاء وقدر غرضیکہ ان کے افعال میں سے کسی چیز میں اللہ تعالیٰ کا کوئی امر بھی جائز نہیں ہے حتیٰ کہ وہ عذاب دینے میں حکیم و عادل کہلائے اور یہ ان کا کفر ہے، اس لیے کہ انہوں نے اللہ کے سوا دوسرا خالق ثابت کیا۔

دو خالق ماننا کفر ہے

بعض لوگوں نے کہا کہ خیر اللہ کی طرف سے اور اس کی قضاء سے ہے اور شر (برائی) ہماری طرف سے ہے یا ابلیس کی طرف سے ہے اور یہ عقیدۂ کفر ہے، اس لیے کہ انہوں نے اللہ کی ربوبیت کی نفی کر دی ہے۔

قدریہ کے چند چیدہ چیدہ عقائد باطلہ کی نشان دہی (اور ان کا کفر ثابت)

☆ ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے تمام صفات کا انکار کیا ہے۔

☆ اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے۔

☆ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ جنت و دوزخ نہ مخلوق ہیں نہ باقی ہیں۔

☆ بعض وہ ہیں جو صراط، میزان اور حساب کا انکار کرتے ہیں اور یہ سب کفریات ہیں ایسے عقائد رکھنے والے کافر ہیں اس لیے کہ انہوں نے نص اور ربوبیت کا انکار کیا ہے۔

☆ بعض یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خیر روح لاھوتی سے ہے اور شر روح شیطان سے ہے، یہ بھی کفر ہے۔

☆ بعض کہتے ہیں: اعمال کو ہم نہیں جانتے کہ وہ اللہ کی جانب سے ہیں یا بندوں کی جانب سے ہیں اور یہ بھی نہیں جانتے کہ ان کو ثواب دیا جائے گا یا عذاب دیا جائے گا۔ یہ بھی کفر ہے اس لیے کہ نص کا انکار کیا اور اعمال پر ثواب و عتاب کے عقیدہ رکھنے کا انکار کیا ہے۔

☆ بعض کہتے ہیں کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا کیونکہ شیطان کے پیدا کرنے میں تخلیق کفر، ارادۂ کفر اور ارادۂ شر پایا جاتا ہے۔ یہ عقیدہ کفر ہے اس لیے کہ اس میں نص کا انکار ہے اور دو قدیم ثابت کرنا لازم آتا ہے۔

☆ بعض کہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے سوا تمام اعمال مخلوق ہیں۔ یہ بھی کفر ہے اس لیے کہ انہوں نے اللہ کے سوا دوسرا خالق مان لیا۔

☆ بعض کہتے ہیں: نسخ جائز نہیں اور آسمان سے نازل ہونے والی ہر کتاب پر عمل کرنا واجب ہے۔ یہ بھی کفر ہے اس لیے کہ نص کا انکار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ

ترجمہ: تم کو اور تمہارے اعمال کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔ (سورۃ الصافات:۹۶)

دوسرا قول اللہ تعالیٰ ابلیس کے قول کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ"

ترجمہ: مجھ کو آگ سے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ (سورۃ الاعراف:۱۲ سورۃ ص:۷۶)

اور جس نے قدر کا انکار کیا اس نے اللہ کے سوا دوسرا خالق ثابت کیا تو وہ اللہ کے ساتھ کفر کرنے والا ہے۔

☆ بعض کہتے ہیں: لوگوں سے عہد و پیمان کرنا اور بیعت صحیح نہیں۔

☆ اور بعض کہتے ہیں: ہر حال میں کسب واجب ہے۔ یہ بدعت ہے اس سے توبہ کرنا واجب ہے، کفر نہیں ہے کہ اس میں تاویل ہو سکتی ہے۔

نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ فرمایا: جب قدریوں کو دیکھو تو ان کو قتل کر دو کہ وہ اس امت کے مجوس ہیں (یعنی آتش پرست)۔

القول التاسع فی الجبریة: اعلم بان الجبریة اعتقدوا بان الخلق بالخیر مثاب وبالشر غیر معاقب والکفار والعصاة معذورون غیر مسئولین لان الافعال کلها من الله تعالیٰ والعبد مجبور فی ذلک وهذا کفر وروی ان رجلا جاء الی ابن مسعود وعبد الله بن عباس وعبد الله بن زبیر وعبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهم وقال لهم کما لا ینفع الطاعة مع الکفر کذلک لا یضر المعصیة مع الایمان فقالوا اجمیعا عشر ولا تعتبر وهذه المسئلة تسمی مسئلة العبادلة وروی عن النبی ﷺ انه قال لعنت المرجئة علی لسان سبعین نبیا ثم المرجئة علی نوعین مرجئة مرجومة وهم اصحاب رسول الله ﷺ ومرجئة ملعونة وهم الذین یقولون بان المعصیة لا یضر والعاصی لا یعاقب وروی عن عثمان بن ابی لیلی انه کتب الی ابی حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه وقال انتم مرجیة فاجابه وقال المرجیة علی ضربین مرجیة ملعونة وانا بری منهم ومرجئة مرحومة وهم اصحاب رسول الله ﷺ وکتب فیه بان الانبیاء علیهم الصلاة والسلام قالوا کذلک الا تری ان عیسیٰ علیه السلام قال: ان تعذبهم فانهم عبادک وان تغفر لهم فانک انت العزیز الحکیم۔

ثم من کلام الجبریة والمرجئة ما هو کفر مثل قولهم فانه لیس للعباد افعال علی الحقیقة لا فی الخیر ولا فی الشر وما یفعل العبد

فالفاعل هو الله تعالیٰ لذلک وهذا کفر لانهم وصفوا الله تعالیٰ بالقبائح والزنا ومثل ذلک وکما یخلق فکذلک یفعل وقالوا انه لو عذبهم علی ذلک یکون ظلما وهذا کفر ومنهم من قال بان الفعل من العبد ظاهر مجازا فاما فی الحقیقة لا استطاعة لنا والعبد کالشجر اذا حرکتها الریح تحرکت فکذلک العبد مجبور کالشجر وهذا کفر لان هذا تسلیط وکره علی الکفر والمعاصی والقبائح فلا یجوز العقوبة علی ذلک ومن اعتقد علی هذا یصیر کافرا ومنهم من قال بان الله تعالیٰ خلق الاشیاء وفرغ واستراح عن التخلیق وجف القلم وکل شئ یظهر فی وقتها یظهر من غیر امر الله تعالیٰ وهذا کفر لانهم وصفوا الله تعالیٰ بالشغل والفراغ واعتقدوا زوال الامر ونهایته واعتقدوا زوال الربوبیة والفعل ومنهم من قال بان الله تعالیٰ یحرق الکفار فی النار ویمیتهم ویحییهم فیبقیهم موتی محرقین وهذا کفر لانهم انکروا النص ومنهم من قال بان الله تعالیٰ یعذب عباده ونهیه فیعذبهم لا علی افعالهم وهذا کفر ومنهم من قال بان کلما یخطر بالقلب من خیر او شر فانه یجوز اتباعه فیکون ذلک من الله تعالیٰ وهذا کفر لانه اثبت الوحی والامر بالقلب وجوزوا الالهام بالشر من الله تعالیٰ وهذا کفر ومنهم من قال بان العبد اذا بلغ غایة المحبة وصفا قلبه وشرب کاس المحبة سقط عنه التکلیف وارتفعت منه العبادة وعبادته التفکر وهذا کفر ومنهم من قال التفکر افضل من اداء الفرض وهذا کفر ومنهم من قال بان اموال الدنیا مسترکة بین بنی آدم بسبب الوراثة من أدم وحوا علیهما السلام ومن اخذ شیئا فذلک حقه ولا یجوز لاحد ان یمنعه وهذا کفر ومنهم من قال من تعلم العلم صار شریکا فی اموال الناس ومن منعه یصیر کافرا وهذا کفر ومنهم من قال بانه لا فرض من الله تعالیٰ شیئا ان شاؤا فعلوا وان شاؤا ترکوا وهذا کفر ومنهم من قال بان العبد لیس بمکلف بدون الایمان والکفر وهذا کفر ومنهم من قال بان الامر بالعبادات لا یوجب التکرار وهذا کفر ومنهم من قال بان المؤمن لیس بمؤمن علی الحقیقة والکافر لیس بکافر علی الحقیقة لجواز تغیرهم فی الآخرة وهذا کفر ومنهم من قال شک فی ایمانه وقال بان الایمان والشهادة هل یکون ایمانا وهل یزیل الکفر وهل اعتقد الخ وهذا کفر ومن کلامهم ما یکون بدعة ولا یکون کفرا کقولهم ان الثواب والعقاب قد قسم فلا یزید ولا ینقص سواء فعل او لم یفعل وهذا بدعة سیئة لان للافعال تاثیرا کما قال النبی ﷺ کل میسر لما خلق له ومنهم من قال بان القضاء قد لسبق للسعید بالسعادة والمشقی بالشقاوة ومنهم من قال بان الایمان ان یعلم الاشیاء من الحق والباطل ویکون عالما فهذه المسئلة المسئلة التقلید ومن بم من قال بان الایمان عمل ولا عبرة للاقرار والتصدیق وهذه المسئلة بالقرار کفر لانهم انکر النص ومنهم من قال بان الایمان یزید وینقص ومنهم من قال بان الاستثناء فی الایمان جائز وقد سبق ذکره ومنهم من قال بان القیاس لیس بحجة کذلک الروافض انکر والقیاس بکونها حجة فان اراد بذلک کل القیاس وانکر ذلک فانه یصیر کافرا لان القیاس حجة ثبت بالنص وان اراد بذلک بعض القیاس فانه لا یکفر ویکون بدعة والله تعالیٰ اعلم بالصواب۔

نواں قول

فرقۂ جبریہ کا بیان (اوران کا کفر ثابت)

جبریہ کا عقیدہ ہے کہ مخلوق کو نیکی کا ثواب ملے گا اور لیکن بُرائی پر عتاب نہیں کیا جائے گا۔ کفار اور گنہگار معذور ہیں، ان سے سوال نہیں ہوگا، اس لیے کہ تمام افعال اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور بندہ اس میں مجبور ہے اور یہ عقیدۂ کفر ہے۔

روایت ہے کہ ایک شخص ابن مسعود اور عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن زبیر اور عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم کے پاس حاضر ہوا اور ان سے کہا کہ جیسے کفر کے ساتھ طاعت نفع نہیں دیتی ایمان کے ساتھ معصیت بھی نقصان نہیں دیتی، ان سب نے فرمایا۔

اور اس مسئلہ کا نام مسئلہ عبادلہ ہے۔

نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ مرجیہ پر ستر پیغمبروں نے لعنت کی۔

مرجیہ کے دوگروہ ہیں:

(۱) مرجیہ مرحومہ

(۲) ملعونہ۔

مرجیہ مرحومہ واصحابِ رسول ﷺ ہیں اور مرجیہ ملعونہ جن پر لعنت کی گئی، یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ معصیت نقصان نہیں دیتی اور عاصی پر عذاب نہیں ہوگا۔

عثمان ابن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ انہوں نے ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کو لکھا کہ آپ مرجیہ ہیں؟ آپ نے جواب میں لکھا کہ مرجیہ دو قسم کے ہیں۔ ملعونہ، ہم اس سے بیزار ہیں اور ایک مرجیہ مرحومہ وہ اصحابِ رسول ﷺ ہیں، آپ نے اس میں یہ بھی لکھا کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی ایسا ہی کہا۔

آپ نے دیکھا نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی:

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

ترجمہ: اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندہ ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔ (سورۃ المائدہ: ۱۱۸)

پھر مرجیہؑ اور جبریہ کے کلام سے جو کفر ہے وہ یہ ہے کہ نیکی اور بُرائی حقیقت میں بندے کے افعال نہیں ہیں اور جو بندہ کرتا ہے فاعل اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا یہ کفر ہے اس لیے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی موصوف بہ قبائح کیا ہے، زنا وغیرہ سے کہ جیسے وہ خالق ہے ایسے ہی وہ فاعل بھی ہے، انہوں نے کہا کہ اگر ان کو قبائح اور زنا وغیرہ پر عذاب دے تو یہ ظلم ہوگا اور یہ عقیدۂ کفر ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ فعل بندے سے مجازاً ظاہر ہوتا ہے اور حقیقت میں ہمیں استطاعت نہیں، بندہ درخت کی مانند ہے، جب ہوا اس کو حرکت دیتی ہے تو وہ ہلتا ہے تو ایسے ہی بندہ درخت کی طرح مجبور ہے اور یہ کفر ہے، اس لیے کہ یہ تثلیث ہے اور کفر و معاصی اور برائیوں پر مجبور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے جائز نہیں کہ وہ سزا دے اور جو یہ عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔

بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کو پیدا کر کے فارغ ہو گیا ہے اور تخلیق کر کے اب آرام کر رہا ہے اور قلم خشک ہو گیا ہے اور جو چیز اپنے وقت میں ظاہر ہو رہی ہے، بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے ہو رہی ہے اور یہ کفر ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو شغل اور فراغت کے وصف سے موصوف کیا ہے اور انہوں نے امر ونہی کے زوال کا عقیدہ رکھا اور اسی طرح ربوبیت وفعل کے زوال کا اعتقاد کیا، یہ کفر ہے۔

بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو آگ میں جلائے گا اور انہیں مارے گا اور زندہ کرے گا، پھر ان کو جلا اور مرا ہوا باقی رکھے گا اور یہ عقیدہ کفر ہے، اس لیے کہ انہوں نے نص کا انکار کیا۔ بعض نے کہا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عذاب دے گا، مگر افعال پر نہیں، یہ بھی کفر ہے۔

بعض نے کہا کہ جو دل میں خیر وشر کا خطرہ گزرے تو اس کا اتباع جائز ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا، یہ بھی کفر ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے وحی اور امر کو دل کے ساتھ ثابت کیا اور الہام کو جائز رکھا اور یہ کفر ہے۔

بعض نے کہا کہ بندہ جب غایت محبت کو پہنچتا ہے اور اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور جامِ محبت نوش کرتا ہے تو اس سے شرعی تکلیف ساقط ہو جاتی ہے اور اس سے عبادت اٹھ جاتی ہے اور تفکر ہی اس کی عبادت ہے۔ یہ بھی کفر ہے۔ بعض نے کہا: تفکر ادائے فرض سے افضل ہے، یہ بھی کفر ہے۔

بعض کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا کا مال مشترک ہے، تمام بنی آدم اس میں شریک ہیں۔ مال دنیا آدم وحوا کی وراثت ہے اور جو کوئی جس چیز کو لے لے وہ اسی کا حق ہے اور کسی کو منع کرنے کا حق اور جواز نہیں ہے، یہ بھی کفر ہے۔

بعض نے کہا کہ جس نے علم سیکھا تو وہ لوگوں کے مال میں شریک ہے اور کہتے ہیں کہ جو اس کو منع کرے کافر ہو جائے گا اور یہ عقیدہ بھی کفر ہے۔

بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ فرض نہیں، اگر چاہیں کریں، اگر چاہیں چھوڑیں اور یہ بھی کفر ہے۔

بعض نے کہا: بندہ ایمان اور کفر کے بغیر اور کسی چیز کا مکلف نہیں ہے، یہ بھی کفر ہے۔

بعض نے کہا کہ عبادات کا امر تکرار کو واجب نہیں کرتا اور یہ کفر ہے۔

اور بعض نے کہا کہ مؤمن حقیقت میں مؤمن نہیں ہے اور نہ ہی کافر، حقیقت میں کافر ہے کیونکہ آخرت میں ان میں تغیر جائز ہے اور یہ بھی کفر ہے۔

بعض نے کہا: اپنے ایمان میں بھی شک ہے اور انہوں نے کہا کہ ایمان اور شہادت کیا یہ ایمان ہے، کیا کفر زائل ہو جائے گا؟ یہ بھی کفر ہے۔ ان کے کلام میں کچھ چیزیں وہ ہیں جو بدعت ہیں کفر نہیں ہیں مثلاً جیسے کہ ان کا کہنا کہ ثواب اور عتاب تقسیم کر دیا گیا ہے نہ زیادہ ہو نہ کم برابر ہے کوئی کرے یا نہ کرے اور یہ بدعت سیئہ ہے اس لیے کہ افعال کے لیے تاثیر ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر ایک کے لیے آسان کر دیا گیا ہے جس کے لیے وہ پیدا ہوا ہے۔

بعض نے کہا کہ قضاء سبقت کر گئی ہے، نیک بخت کے لیے نیک بختی ہے اور بد بخت کے لیے بد بختی ہے۔

بعض (مرجئیہ) کہتے ہیں: ایمان یہ ہے کہ حق وباطل میں سے تمام چیزوں کی پہچان ہو جائے اور اس کا وہ عالم ہو تو مؤمن ہے ورنہ نہیں اور یہ مسئلہ مسئلہ تقلید ہے۔

اور بعض نے کہا: ایمان عمل ہے، اقرار اور تصدیق کا کچھ اعتبار نہیں۔ یہ بھی کفر ہے، اس لیے کہ انہوں نے نص کا انکار کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں: ایمان میں کمی زیادتی ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ ایمان میں استثناء وتخصیص جائز ہے اور اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ قیاس حجت نہیں، ایسے ہی رافضیوں نے قیاس کا انکار کیا کہ وہ حجت نہیں تو اگر ہر قیاس مراد ہے اور ہر قیاس کا انکار کیا تو یہ کفر ہے

اس لیے کہ قیاس حجت ہے اور (اس کا حجت ہونا) نص سے ثابت ہے اور اگر بعض قیاس مراد ہے تو کفر نہیں، بدعت ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔
(تمہید ابی شکور السالمی ص، ۱۸۳، تا ۱۸۶، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، پاکستان)

اس بات کا بیان کہ قدریہ کے ہاں قدرت فعل سے قبل ہے اور اس کا رد:

علامہ صدرالدین محمد بن علاء الدین علی بن محمد ابن ابی العز، حنفی، دمشقی علیہ الرحمہ متوفی، ۷۹۲ھ لکھتے ہیں:

فَقَوْلُ الْقَائِلِ: يَرَجَّحُ بِلَا مُرَجِّحٍ، إِنْ كَانَ لِقَوْلِهِ: يَرَجَّحُ، مَعْنًى زَائِدٌ عَلَى الْفِعْلِ، فَذَاكَ هُوَ السَّبَبُ الْمُرَجِّحُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَعْنًى زَائِدٌ كَانَ حَالُ الْفَاعِلِ قَبْلَ وُجُودِ الْفِعْلِ كَحَالِهِ عِنْدَ الْفِعْلِ، ثُمَّ الْفِعْلُ حَصَلَ فِي إِحْدَى الْحَالَتَيْنِ دُونَ الْأُخْرَى بِلَا مُرَجِّحٍ! وَهَذَا مُكَابَرَةٌ لِلْعَقْلِ!! فَلَمَّا كَانَ أَصْلُ قَوْلِ الْقَدَرِيَّةِ إِنَّ فَاعِلَ الطَّاعَاتِ وَتَارِكَهَا كِلَاهُمَا فِي الْإِعَانَةِ وَالْإِقْدَارِ سَوَاءٌ، امْتَنَعَ عَلَى أَصْلِهِمْ أَنْ يَكُونَ مَعَ الْفِعْلِ قُدْرَةٌ تَخُصُّهُ؛ لِأَنَّ الْقُدْرَةَ الَّتِي تَخُصُّ الْفِعْلَ لَا تَكُونُ لِلتَّارِكِ، وَإِنَّمَا تَكُونُ لِلْفَاعِلِ، وَلَا تَكُونُ الْقُدْرَةُ إِلَّا مِنَ اللهِ تَعَالَى، وَهُمْ لَمَّا رَأَوْا أَنَّ الْقُدْرَةَ لَا بُدَّ أَنْ تَكُونَ قَبْلَ الْفِعْلِ، قَالُوا: لَا تَكُونُ مَعَ الْفِعْلِ، لِأَنَّ الْقُدْرَةَ هِيَ الَّتِي يَكُونُ بِهَا الْفِعْلُ وَالتَّرْكُ، وَحَالَ وُجُودِ الْفِعْلِ يَمْتَنِعُ التَّرْكُ، فَلِهَذَا قَالُوا: الْقُدْرَةُ لَا تَكُونُ إِلَّا قَبْلَ الْفِعْلِ! وَهَذَا بَاطِلٌ مُطْلَقًا، فَإِنَّ وُجُودَ الْأَمْرِ مَعَ عَدَمِ بَعْضِ شُرُوطِهِ الْوُجُودِيَّةِ مُمْتَنِعٌ، بَلْ لَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ جَمِيعُ مَا يَتَوَقَّفُ عَلَيْهِ الْفِعْلُ مِنَ الْأُمُورِ الْوُجُودِيَّةِ مَوْجُودًا عِنْدَ الْفِعْلِ. فَنَقِيضُ قَوْلِهِمْ حَقٌّ، وَهُوَ: أَنَّ الْفِعْلَ لَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ مَعَهُ قُدْرَةٌ.

لَكِنْ صَارَ أَهْلُ الْإِثْبَاتِ هُنَا حِزْبَيْنِ: حِزْبٌ قَالُوا: لَا تَكُونُ الْقُدْرَةُ إِلَّا مَعَهُ، ظَنًّا مِنْهُمْ أَنَّ الْقُدْرَةَ نَوْعٌ وَاحِدٌ لَا يَصْلُحُ لِلضِّدَّيْنِ، وَظَنًّا مِنْ بَعْضِهِمْ أَنَّ الْقُدْرَةَ عَرَضٌ، فَلَا تَبْقَى زَمَانَيْنِ، فَيَمْتَنِعُ وُجُودُهَا قَبْلَ الْفِعْلِ. وَالصَّوَابُ: أَنَّ الْقُدْرَةَ نَوْعَانِ كَمَا تَقَدَّمَ: نَوْعٌ مُصَحِّحٌ لِلْفِعْلِ، يُمْكِنُ مَعَهُ الْفِعْلُ وَالتَّرْكُ، وَهَذِهِ هِيَ الَّتِي يَتَعَلَّقُ بِهَا الْأَمْرُ وَالنَّهْيُ، وَهَذِهِ تَحْصُلُ لِلْمُطِيعِ وَالْعَاصِي، وَتَكُونُ قَبْلَ الْفِعْلِ، وَهَذِهِ تَبْقَى إِلَى حِينِ الْفِعْلِ، إِمَّا بِنَفْسِهَا عِنْدَ مَنْ يَقُولُ بِبَقَاءِ الْأَعْرَاضِ، وَإِمَّا بِتَجَدُّدِ أَمْثَالِهَا عِنْدَ مَنْ يَقُولُ: إِنَّ الْأَعْرَاضَ لَا تَبْقَى زَمَانَيْنِ، وَهَذِهِ قَدْ تَصْلُحُ لِلضِّدَّيْنِ، وَأَمْرُ اللهِ مَشْرُوطٌ بِهَذِهِ الطَّاقَةِ، فَلَا يُكَلِّفُ اللهُ مَنْ لَيْسَ مَعَهُ هَذِهِ الطَّاقَةُ، وَضِدُّ هَذِهِ الْعَجْزُ، كَمَا تَقَدَّمَ. وَأَيْضًا: فَالِاسْتِطَاعَةُ الْمَشْرُوطَةُ فِي الشَّرْعِ أَخَصُّ مِنَ الِاسْتِطَاعَةِ الَّتِي يَمْتَنِعُ الْفِعْلُ مَعَ عَدَمِهَا، فَإِنَّ الِاسْتِطَاعَةَ الشَّرْعِيَّةَ قَدْ تَكُونُ مَا يُتَصَوَّرُ الْفِعْلُ مَعَ عَدَمِهَا وَإِنْ لَمْ يَعْجِزْ عَنْهُ، فَالشَّارِعُ يُيَسِّرُ عَلَى عِبَادِهِ، وَيُرِيدُ بِهِمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِهِمُ الْعُسْرَ، وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ، وَالْمَرِيضُ قَدْ يَسْتَطِيعُ الْقِيَامَ مَعَ زِيَادَةِ

الْمَرَضِ وَتَأَخُّرِ بُرْئِهِ، فَهَذَا فِي الشَّرْعِ غَيْرُ مُسْتَطِيعٍ؛ لِأَجْلِ حُصُولِ الضَّرَرِ عَلَيْهِ، وَإِنْ كَانَ قَدْ يُسَمَّى مُسْتَطِيعًا، فَالشَّارِعُ لَا يَنْظُرُ فِي الِاسْتِطَاعَةِ الشَّرْعِيَّةِ إِلَى مُجَرَّدِ إِمْكَانِ الْفِعْلِ، بَلْ يَنْظُرُ إِلَى لَوَازِمِ ذَلِكَ، فَإِنْ كَانَ الْفِعْلُ مُمْكِنًا بِالْمَفْسَدَةِ الرَّاجِحَةِ لَمْ تَكُنْ هَذِهِ

استطاعةٌ شرعيّةٌ، كالّذي يقدر على الحجّ مع ضررٍ يلحقه في بدنه أو ماله، أو يصلي قائماً مع زيادة مرضه، أو يصوم الشهرين مع انقطاعه عن معيشته، ونحو ذلك. فإذا كان الشارع قد اعتبر في المكنة عدم المفسدة الراجحة، فكيف يكلف مع العجز؟ ولكن هذه الاستطاعة مع بقائها إلى حين الفعل لا تكفي في وجود الفعل، ولو كانت كافية لكان التارك كالفاعل، بل لا بد من إحداث إعانة أخرى تقارن، مثل جعل الفاعل مريداً، فإن الفعل لا يتم إلا بقدرة وارادة، والاستطاعة المقارنة تدخل فيها الإرادة الجازمة، بخلاف المشروطة في التكليف، فإنه لا يشترط فيها الإرادة، فالله تعالى يأمر بالفعل من لا يريده، لكن لا يأمر به من لو أراده لعجز عنه، وهكذا أمر الناس بعضهم لبعض، فالإنسان يأمر عبده بما لا يريده العبد، لكن لا يأمره بما يعجز عنه العبد، وإذا اجتمعت الإرادة الجازمة والقوة التامة، لزم وجود الفعل، وعلى هذا ينبني تكليف ما لا يطاق، فإن من قال: القدرة لا تكون إلا مع الفعل، يقول: كل كافر وفاسق قد كلف ما لا يطيق. وما لا يطاق يفسر بشيئين: بما لا يطاق للعجز عنه، فهذا لم يكلفه الله أحداً، ويفسر بما لا يطاق للاشتغال بضده، فهذا هو الذي وقع فيه التكليف، كما في أمر العباد بعضهم بعضاً، فإنهم يفرقون بين هذا وهذا، فلا يأمر السيد عبده الأعمى بنقط المصاحف! ويأمره إذا كان قاعداً أن يقوم، ويعلم الفرق بين الأمرين بالضرورة.

وہ کہتے ہیں طاعات کا فاعل اور تارک دونوں اعانت خداوندی میں مساوی ہیں اگر طاعات کے فاعل کی اعانت ہوتی ہے تو یہ ترجیح بلا مرجح ہے ان کے ہاں فعل سے قبل قدرت ہوتی ہے لیکن فعل کے ساتھ خاص طور پر قدرت کا ہونا ان کے ہاں ممتنع ہے جس طرح فاعل کا حال فعل سے قبل ہوتا ہے اسی طرح فعل کے وقت ہوتا ہے ہم کہتے ہیں جو قدرت فاعل کو حاصل ہوتی ہے وہ تارک کو حاصل نہیں ہے اور قدرت اللہ کی طرف سے ہے مومن کو ترجیح دی ہے اس لئے کہ سبب مرجح موجود ہے مومن کافر دونوں کو مساوی قرار دینا تو مکابرہ ہے اور عقل کے خلاف ہے نیز ان کا یہ کہنا کہ قدرت فعل سے پہلے ہوتی ہے فعل کے وقت نہیں ہوتی یہ بھی باطل ہے اور عقل کے خلاف ہے ظاہر ہے کہ کسی فعل کا وجود (جب اس کے وجود کی وجودی شرطیں مفقود ہوں) ممتنع ہوتا ہے بلکہ ضروری ہے کہ جن امور وجود یہ پر فعل کا توقف ہے وہ فعل کے وقت موجود ہوں پس ان کے قول کے خلاف قول صحیح ہے کہ فعل کے ساتھ قدرت ہوتی ہے۔

لیکن قدرت کا اثبات کرنے والے دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں ایک گروہ نے کہا قدرت فعل کے ساتھ ہے ان کا خیال کہ قدرت ایک نوع ہے اس میں ضدین کی صلاحیت نہیں ہے اور دوسرے گروہ کا خیال کہ قدرت عرض ہے اس کا دو زمانوں میں بقا ممکن نہیں لہٰذا اس کا فعل کے وجود سے قبل ہونا ممتنع ہے۔

راہ صواب یہ ہے کہ قدرت کی دو قسمیں ہیں جیسا کہ پہلے بھی اس کا ذکر ہو چکا ہے قدرت کی ایک قسم فعل کو صحیح کرنے والی ہے اس کے ساتھ فعل ترک دونوں ممکن ہیں اس قدرت کے ساتھ امر نہی کا تعلق ہے (اور یہ قدرت اطاعت گذار اور نافرمان دونوں کو فعل سے قبل حاصل ہوتی ہے اور فعل تک باقی رہتی ہے یا تو وہ خود قائم رہتی ہے ان کے ہاں جو اعراض کے بقا کے قائل ہیں یا ان کی مثل قدرت کا تجدد ہوتا رہتا ہے ان لوگوں کے ہاں جو اعراض کا بقا دو زمانوں میں تسلیم نہیں کرتے اس صورت میں قدرت ضدین کی صلاحیت رکھتی ہے اور اللہ کا حکم اس قدرت کے ساتھ مشروط ہے جس میں یہ طاقت نہ ہو اس کو اللہ تعالیٰ تکلیف نہیں دیتا اس کی نقیض عجز ہے نیز شرعی استطاعت اس استطاعت سے خاص ہے جس کے معدوم ہونے کی صورت میں فعل ممتنع ہو بے شک شرعی استطاعت کبھی اس کے نہ ہونے کی صورت میں فعل کا تصور ہوتا ہے اگرچہ عاجز نہیں ہوتا لہٰذا شارع اپنے بندوں پر آسانی کرتا ہے ان کے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے تنگی

کا ارادہ نہیں کرتا اس نے تم پر دین میں کچھ تنگی نہیں رکھی ہے بیمار بھی کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہے اگر چہ کھڑے ہونے میں مرض میں اضافہ ہوگا اور صحت میں تاخیر ہوگی یہ شخص بوجہ ضرر کے شرعاً غیر مستطیع ہے اگر چہ بظاہر ہم اس کو مستطیع سمجھے ہیں تو شارع شرعی استطاعت میں مجرد امکان فعل کو ملحوظ نہیں رکھتا بلکہ اسکی نظر میں لوازم بھی ہوتے اگر مفسدہ راجحہ کے ساتھ فعل کا امکان ہو تو یہ استطاعت شرعی نہ ہوگی جیسے وہ شخص جو حج پر قادر ہے اس کے ساتھ ساتھ اس کے بدن یا مال میں کسی آفت کا بھی خطرہ ہے یا بصورت قیام نماز ادا کرتا ہے لیکن بیماری کے زیادہ ہونے کا اندیشہ ہے یا دو ماہ کے روزے رکھتا ہے خطرہ ہے کہ اس کی گذر اوقات کے اسباب ختم ہو جائیں گے تو جب شارع نے استطاعت کے ساتھ مفسدہ راجحہ کے عدم کی شرط لگائی ہے تو عاجز انسان کو کیسے مکلف سمجھا جائے گا لیکن یہ استطاعت فعل کے وقت کے بقا تک بھی فعل کے وجود کے لئے کافی نہیں اگر کافی ہوتی تو فعل نہ کرنے والے کی مثل ہوتا بلکہ ایک دوسری اعانت کا مقارن ہونا ضروری ہے وہ فاعل کا ارادہ ہے اس لئے کہ فعل قدرت اور ارادہ کے بغیر تکمیل پذیر نہیں ہوتا اس استطاعت میں پختہ ارادے کو دخل ہے لیکن مکلف کے لئے قدرت کی شرط میں ارادہ کی شرط نہیں ہے پس اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھی فعل کا حکم دیتا ہے جو اس کا ارادہ نہیں کرتا لیکن اس کو حکم نہیں دیتا کہ اگر وہ اس کا ارادہ کرے تو اس سے عاجز رہے اسی طرح لوگوں کے آپس میں ایک دوسرے کو حکم دینے کے مسائل ہیں مثلاً ایک انسان اپنے غلام کو ایسا حکم دیتا ہے جس کا غلام ارادہ نہیں کرتا لیکن ایسا حکم نہیں دیتا جس سے غلام عاجز ہوا اور جب ارادہ جازمہ اور قوت تامہ کا اجتماع ہوتا ہے تو فعل کا پایا جانا لازم ہو جاتا ہے اسی پر تکلیف مالا یطاق کی بنیاد ہے پس جو شخص کہتا ہے کہ قدرت فعل کے ساتھ ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ ہر کافر فاسق کو تکلیف مالا یطاق دی گئی ہے مالا یطاق دو چیزوں کا نام ہے ایک مالا یطاق عجز کی وجہ سے ہے اس صورت میں اللہ تعالیٰ نے کسی کو تکلیف نہیں دی دوسری مالا یطاق بوجہ اس کی ضد کے ساتھ مشغولیت کے ہے پس یہ وہ ہے جس پر تکلیف واقع ہوتی ہے جیسا کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو حکم دیتے ہیں تو اس میں اس کو حکم دینے اور دوسرے کو حکم دینے میں تفارق ہوتا ہے مثلاً آقا اپنے اندھے غلام کو قرآن پاک میں نقطے لگانے کا حکم نہیں دیتا اور جب وہ بیٹھا ہو تو اس کو کھڑے ہونے کا حکم دیتا ہے ان میں بدیہی طور پر فرق معلوم ہے۔

أفعال العباد خلق لله و كسب من العباد:

قوله: "و أفعال العباد [هي] خَلْقُ اللهِ وَ كَسْبٌ مِنَ الْعِبَادِ".

ش: اخْتَلَفَ النَّاسُ فِي أَفْعَالِ الْعِبَادِ الِاخْتِيَارِيَّةِ، فَزَعَمَتِ الجبرِيَّةُ ورئيسهم الجهم بن صفوان السمرقندي: أَنَّ التَّدْبِيرَ فِي أَفْعَالِ الخلْقِ كُلِّهَا للهِ تَعَالَى، وَهِيَ كُلُّهَا اضطِرَارِيَّةٌ، كَحَرَكَاتِ المرْتَعِشِ، وَالْعُرُوقِ النَّابِضَةِ، وَحَرَكَاتِ الْأَشْجَارِ، وَإِضَافَتِهَا إِلَى الخلْقِ مجازٌ! وَهِيَ عَلَى حَسَبِ مَا يُضَافُ الشيءُ إِلَى محلِّهِ دُونَ مَا يُضَافُ إِلَى محصِّلِهِ! وَقَابَلَتْهم المعتزِلَةُ، فَقَالُوا: إِنَّ جميعَ الْأَفْعَالِ الِاخْتِيَارِيَّةِ مِنْ جميعِ الحيَوَانَاتِ بِخَلْقِهَا، لَا تَعَلُّقَ لها بِخَلْقِ اللهِ تَعَالَى. وَاخْتَلَفُوا فِيمَا بَيْنَهُم: أَنَّ اللهَ تَعَالَى يَقْدِرُ عَلَى أَفْعَالِ الْعِبَادِ أَمْ لَا؟!

(ط) بندوں کے افعال اللہ کی مخلوق ہیں اور بندوں کا کسب ہیں)

(ش) بندوں کے افعال اختیار یہ میں لوگ مختلف ہیں جبریہ اور ان کا رئیس جہم بن صفوان کا خیال ہے کہ تمام مخلوق کے افعال میں تدبیر اللہ کے لئے ہے تمام افعال اضطراری ہیں جیسے رعشہ مرض والے کی حرکات اور ابھرنے والی رگوں کی حرکات۔ نیز درختوں کی حرکات وغیرہ ان کی حرکات کی اضافت مخلوق کی طرف مجازی ہے یہ حرکات اس لحاظ سے ہیں جس طرح کسی حرکت کرنے والی چیز کی اضافت اس کے محل کی طرف ہوتی ہے اس کے محرک کی طرف نہیں ہوتی ان۔

کے بالمقابل معتزلہ کا خیال ہے کہ تمام حیوانات کے تمام افعال اختیاریہ خود حیوانات کے پیدا کرنے کے ساتھ ہیں اللہ کے خلق کے ساتھ ان کا کچھ تعلق نہیں پھر وہ آپس میں اختلاف رائے والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال پر قادر ہے یا نہیں۔

وَقَالَ أَهْلُ الحقِ: أَفْعَالُ الْعِبَادِ بِهَا صَارُوا مُطِيعِينَ وَعُصَاةً، وَهِيَ مَخْلُوقَةٌ لِلّهِ تَعَالَى، وَالحقُّ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى مُنْفَرِدٌ بِخَلْقِ المخْلُوقَاتِ، لَا خَالِقَ لَها سِوَاهُ، فَالجبرِيَّةُ غَلَوْا فِي إِثْبَاتِ الْقَدَرِ، فَنَفَوْا صُنْعَ الْعَبْدِ "أَصْلًا"، كَمَا عَمِلَتِ المشَبِّهَةُ فِي إِثْبَاتِ الصِفَاتِ، فَشَبَّهُوا، وَالْقَدَرِيَّةُ نُفَاةُ الْقَدَرِ جَعَلُوا الْعِبَادَ خَالِقِينَ مَعَ اللهِ تَعَالَى، وَلهذَا كَانُوا مجوسَ هَذِهِ الأُمَّةِ، بَلْ أَرْدَأَ مِنَ المجُوسِ، مِنْ حَيْثُ إِنَّ المجُوسَ أَثْبَتُوا خَالِقَيْنِ، وَهُمْ أَثْبَتُوا خَالِقِينَ!! وَهَدَى اللهُ المؤْمِنِينَ أَهْلَ السُّنَّةِ لِما اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الحقِ بِإِذْنِهِ، وَاللهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِراطٍ مُسْتَقِيمٍ. فَكُلُّ دَلِيلٍ صَحِيحٍ يُقِيمُهُ الجبرِيُّ، فَإِنَّمَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ اللهَ خَالِقُ كُلِّ شيءٍ، وَأَنَّهُ عَلَى كُلِّ شيءٍ قَدِيرٌ، وَأَنَّ أَفْعَالَ العِبَادِ مِنْ جملَةِ مخلُوقَاتِهِ، وَأَنَّهُ مَا شَاءَ كَانَ وَمَا لم يَشَأْ لم يكُنْ، وَلَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْعَبْدَ لَيْسَ بِفَاعِلٍ فِي الحقِيقَةِ وَلَا مُرِيدٍ وَلَا مختَارٍ، وَأَنَّ حَرَكَاتِهِ الِاخْتِيَارِيَّةَ بِمَنْزِلَةِ حَرَكَةِ المرْتَعِشِ وَهُبُوبِ الرِيَاحِ وَحَرَكَاتِ الْأَشْجَارِ، وَكُلُّ دَلِيلٍ صَحِيحٍ يُقِيمُهُ الْقَدَرِيُّ فَإِنَّمَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْعَبْدَ فَاعِلٌ لِفِعْلِهِ حَقِيقَةً، وَأَنَّهُ مُرِيدٌ لَهُ مختَارٌ لَهُ حَقِيقَةً، وَأَنَّ إِضَافَتَهُ وَنِسْبَتَهُ إِلَيْهِ إِضَافَةُ حَقٍ، وَلَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ غَيْرُ مَقْدُورٍ لِلّهِ تَعَالَى وَأَنَّهُ وَاقِعٌ بِغَيْرِ مَشِيئَتِهِ وَقُدْرَتِهِ، فَإِذَا ضَمَمْتَ مَا مَعَ كُلِّ طَائِفَةٍ مِنْهُما مِنَ الحقِ إِلَى حَقِ الْأُخْرَى، فَإِنَّمَا يَدُلُّ ذَلِكَ عَلَى مَا دَلَّ عَلَيْهِ الْقُرآنُ وَسَائِرُ كُتُبِ اللهِ المنَزَّلَةِ، مِنْ عُمُومِ قُدْرَةِ اللهِ وَمَشِيئَتِهِ لجمِيعِ مَا فِي الكَوْنِ مِنَ الْأَعْيَانِ وَالْأَفْعَالِ، وَأَنَّ العِبَادَ فَاعِلُونَ لِأَفْعَالِهِمْ حَقِيقَةً، وَأَنَّهُمْ يَسْتَوْجِبُونَ عَلَيْهَا المدْحَ وَالذَّمَّ.

وَهَذَا هُوَ الْوَاقِعُ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ، فَإِنَّ أَدِلَّةَ الحقِ لَا تَتَعَارَضُ، وَالحقُّ يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضًا. وَيَضِيقُ هَذَا المخْتَصَرُ عَنْ ذِكْرِ أَدِلَّةِ الْفَرِيقَيْنِ، وَلَكِنَّهَا تَتَكَافَأُ وَتَتَسَاقَطُ، وَيُسْتَفَادُ مِنْ دَلِيلِ كل فريق بطلان قول الآخر، وَلَكِنْ أَذْكُرُ شَيْئًا مما اسْتَدَلَّ بِهِ كُلٌّ مِنَ الْفَرِيقَيْنِ، ثُمَّ أُبَيِّنُ أَنَّهُ لَا يَدُلُّ على ما استدل عليه من الباطل

اہل حق کا قول ہے کہ لوگ اپنے افعال کے ساتھ اطاعت گذار اور نافرمان ہیں تمام افعال اللہ کی مخلوق ہیں نیز اللہ سبحانہ مخلوقات کے خلق میں منفرد اس کے سوا ان کا کوئی خالق نہیں جبریہ نے تقدیر کے اثبات میں غلو کیا انھوں نے بندے کے عمل کی بالکل نفی کردی ہے جیسا کہ مشبہ نے اثبات صفات میں غلو کیا اللہ کی صفات کو بندوں کی صفات کے مشابہ قرار دے دیا اور قدریہ نے تقدیر کی نفی کرتے ہوئے اللہ کے ساتھ بندوں کو بھی خالق قرار دیا اسی لیے انہیں اس امت کے مجوسی قرار دیا گیا بلکہ یہ تو مجوسیوں سے بھی بدتر ہیں جب کہ مجوسیوں نے دو خالق ثابت کئے انہوں نے کئی خالق ثابت کر دیئے اور اللہ نے ایماندار اہل سنت کو مختلف فیہ باتوں میں اپنے حکم کے ساتھ حق کی ہدایت کی اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راہ کی ہدایت دیتا ہے پس ہر دلیل صحیح جس کو جبری پیش کرتا ہے وہ اس بات پر دال ہے کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور بندوں کے افعال اس کی مخلوقات میں سے ہیں اور وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا نیز وہ اس پر دال نہیں کہ بندہ فی الحقیقت فاعل نہیں نہ ارادے والا ہے نہ اختیار والا ہے نیز اس بات پر بھی دال نہیں کہ اس کو اختیاری حرکات رعشہ والے کی

حرکت ہواؤں کے چلنے اور درختوں کی حرکت کے مثل ہے اور ہر صحیح دلیل جس کو قدری پیش کرتا ہے وہ اس بات پر دال ہے کہ بندہ اپنے فعل کا حقیقی فاعل ہے اور وہ حقیقتاً ارادے والا اختیار والا ہے اور اس کی اضافت اور نیت اس کی طرف درست ہے نیز وہ اس پر دال نہیں کہ وہ فعل اللہ کی قدرت کے تحت نہیں اور وہ اللہ کی مشیت اور قدرت کے بغیر ہونے والا ہے جب ہر گروہ کے صحیح دلائل دوسرے گروہ کے صحیح دلائل سے ملائے جائیں تو ان کی دلالت ان چیزوں پر ہوگی جن پر قرآن اور دیگر منزل من اللہ کتابیں دلالت کرتی ہیں کہ اللہ کی قدرت عام ہے اور کائنات کی تمام چیزیں خواہ اعیان ہیں یا افعال ہیں تمام اس کی مشیت کے تابع ہیں اور تمام لوگ حقیقۃً اپنے افعال کے فاعل ہیں نیز ان پر ہی وہ تعریف اور مذمت کے حقدار ہوتے ہیں نفس الامر میں یہی چیز موجود ہے کہ دلائل حقہ میں باہم تعارض نہیں ظاہر ہے کہ حق تو حق کی تصدیق کرتا ہے یہ مختصر کتاب فریقین کے دلائل پیش کرنے سے قاصر ہے دراصل وہ تقابلی دلائل ہیں اور تقابل میں آکر ساقط ہو جاتے ہیں ہر فریق کے دلائل دوسرے فریق کے دلائل کو باطل بنا رہے ہیں مختصراً دونوں فریقوں کے کچھ دلائل ذکر کروں گا اس کے بعد واضح کروں گا کہ اس دلیل سے باطل کو ثابت نہیں کیا جا سکتا ہے۔

فما استدَلَّتْ بِهِ الجبريَّةُ، قَوْلُهُ تَعَالَى: {وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللهَ رَمَى}: (الأَنْفَالِ: ١٧) فَنَفَى اللهُ عَنْ نَبِيِّهِ الرَّمْيَ، وَأَثْبَتَهُ لِنَفْسِهِ سُبْحَانَهُ، فَدَلَّ عَلَى أَنَّهُ لَا صُنْعَ لِلْعَبْدِ، قَالُوا: وَالجزَاءُ غَيْرُ مُرَتَّبٍ عَلَى الأَعْمَالِ، بِدَلِيلِ قَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَنْ يَدْخُلَ أَحَدٌ الجنَّةَ بِعَمَلِهِ"، قَالُوا: وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: "وَلَا أَنَا، إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِي اللهُ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ" وَمِمَّا استَدَلَّ بِهِ القَدَرِيَّةُ، قَوْلُهُ تَعَالَى: {فَتَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الخالِقِينَ} (المؤمنون: ١٤)

قَالُوا: وَالجزَاءُ مُرَتَّبٌ عَلَى الأَعْمَالِ ترتب العِوَضِ، كَمَا قَالَ تَعَالَى: {جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ} (الم السجدة، ١٧ والأحقاف، ١٤ والواقعة، ٢٤) وَتِلْكَ الجنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (الأعراف، ٤٣) وَنَحْوُ ذَلِكَ.

جبریہ کے دلائل:

ارشاد خداوندی ہے: وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللهَ رَمٰى

ترجمہ: اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی۔ (سورۃ الانفال: ۱۷)

اللہ سبحانہ نے اپنے پیغمبر سے رمی کی نفی کی ہے اور اس کو اپنے لئے ثابت کیا ہے معلوم ہوا انسان کا کچھ عمل نہیں ہے نیز وہ کہتے ہیں جزا کا ترتب اعمال پر نہیں ہے دلیل میں رسول اکرم ﷺ کی حدیث پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوگا صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول آپ بھی نہیں آپ نے فرمایا میں بھی نہیں الا یہ کہ مجھ پر اللہ کی رحمت اور اس کا فضل سایہ فگن ہو۔ (۱) مسلم من حدیث ابی ہریرۃ، جابر، عائشہ رضی اللہ عنہم۔

قدریہ کے دلائل:

ارشاد خداوندی ہے: فَتَبٰرَكَ اللهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ

ترجمہ: پس خدا جو سب سے بہتر بنانے والا بڑا بابرکت ہے۔ (سورۃ المومنون ۱۴)

وہ کہتے ہیں جزا کا اعمال پر ترتب بالکل اسی طرح ہے جس طرح عوض کا معوض پر ہوتا ہے۔

جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔

ترجمہ: ان کے اعمال کا بدلہ ہے۔ (سورۃ الم السجدہ:۱۷، سورۃ الاحقاف:۱۴، سورۃ الواقعہ:۲۴)

نیز فرمایا: وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

ترجمہ: اس جنت کے تم وارث بنائے جاتے ہو جو تم عمل کرتے تھے۔ (سورۃ الزخرف:۷۲)

فَأَمَّا مَا اسْتَدَلَّتْ بِهِ الجبرِيَّةُ مِنْ قَوْلِهِ تَعَالَى: {وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللهَ رَمَى (الأنفال،۱۷) فَهُوَ دَلِيلٌ عَلَيْهِمْ، لِأَنَّهُ تَعَالَى أَثْبَتَ لِرَسُولِهِ [صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ] رَمْيًا، بِقَوْلِهِ: {إِذْ رَمَيْتَ}، فَعُلِمَ أَنَّ الْمُثْبَتَ غَيْرُ الْمَنْفِيِّ، وَذَلِكَ أَنَّ الرَّمْيَ لَهُ ابْتِدَاءٌ وَانْتِهَاءٌ: فَابْتِدَاؤُهُ الحذفُ، وَانْتِهَاؤُهُ الإِصَابَةُ، وَكُلٌّ مِنْهُمَا يُسَمَّى رَمْيًا، فَالمعْنَى حِينَئِذٍ، وَاللهُ تَعَالَى أَعْلَمُ: وَمَا أَصَبْتَ إِذْ حَذَفْتَ وَلَكِنَّ اللهَ أَصَابَ، وَإِلَّا فَطَرْدُ قَوْلِهِمْ: وَمَا صَلَّيْتَ إِذْ صَلَّيْتَ وَلَكِنَّ اللهَ صَلَّى! وَمَا صُمْتَ إِذْ صُمْتَ! وَمَا زَنَيْتَ إِذْ زَنَيْتَ! وَمَا سَرَقْتَ إِذْ سَرَقْتَ!! وَفَسَادُ هَذَا ظَاهِرٌ.

وَأَمَّا تَرَتُّبُ الجزاءِ عَلَى الأَعْمَالِ، فَقَدْ ضَلَّتْ فِيهِ الجبرِيَّةُ وَالقَدَرِيَّةُ، وَهَدَى اللهُ أَهْلَ السُّنَّةِ، وَلَهُ الحمدُ وَالمنَّةُ. فَإِنَّ البَاءَ الَّتِي فِي النَّفْيِ غَيْرُ البَاءِ الَّتِي فِي الإِثْبَاتِ، فَالمنْفِيُّ فِي قَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَنْ يَدْخُلَ الجنَّةَ أَحَدٌ بِعَمَلِهِ" بَاءُ العِوَضِ، وَهُوَ أَنْ يَكُونَ العَمَلُ كَالثَّمَنِ لِدُخُولِ الرَّجُلِ إِلَى الجنَّةِ، كَمَا زَعَمَتِ المعْتَزِلَةُ أَنَّ العَامِلَ مُسْتَحِقٌّ دُخُولَ الجنَّةِ عَلَى رَبِّهِ بِعَمَلِهِ! بَلْ ذَلِكَ بِرَحْمَةِ اللهِ وَفَضْلِهِ، وَالبَاءُ الَّتِي فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: {جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ}(الم السجدة،۱۷) وغيرها، بَاءُ السَّبَبِ، أَيْ بِسَبَبِ عَمَلِكُمْ، وَاللهُ تَعَالَى هُوَ خَالِقُ الأَسْبَابِ وَالمسَبَّبَاتِ، فَرَجَعَ الكُلُّ إِلَى مَحْضِ فَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ.

جبریہ کے دلائل کا رد:

ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللهَ رَمَى۔

ترجمہ: جب تو نے پھینکا تو تو نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔ (سورۃ الانفال:۱۷)

یہ آیت تو ان کے خلاف دلیل ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لئے اس قول۔ اذ رمیت) جب تو نے پھینکا میں رمی کو ثابت کیا ہے معلوم ہوا مثبت اور ہے منفی اور ہے تفصیل یہ ہے کہ رمی کی ابتدا بھی ہے نیز اس کی انتہا بھی ہے رمی کی ابتدا کنکر پھینکنا ہے اس کی انتہا کنکر کو پہنچانا ہے ان میں سے ہر ایک رمی ہے تو

معنیٰ یوں ہوا جب تو نے مارا تو تو نے پہنچایا نہیں لیکن اللہ نے پہنچایا وگرنہ یہ جملہ ان کے اس جملہ کے عین مطابق ہے تو نے نماز ادا نہیں کی جب تو نے نماز ادا کی لیکن اللہ نے نماز ادا کی، تو نے روزہ نہیں رکھا جب تو نے روزہ رکھا تو نے زنا نہیں کیا جب تو نے زنا کیا، تو نے چوری نہیں کی جب تو نے چوری کی ان جملوں کا فاسد ہونا ظاہر باہر ہے لیکن اعمال پر جزا کا ترتب اس میں جبریہ، قدریہ گمراہ ہو گئے لیکن اہل سنت کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے و له الحمد و المنة ۔خیال رہے منفی جملہ میں با کا وہ معنی نہیں ہوتا جو مثبت جملہ میں ہوتا ہے مثلاً ارشاد نبوی:۔ **لن يدخل الجنة احد بعمله** (کوئی شخص اپنے عمل کے عوض جنت میں داخل نہیں ہوگا) میں با عوض کے لئے یعنی انسان کو جنت میں داخلہ دلانے کے لئے عمل ثمن کی طرح ہے جیسا کہ معتزلہ کا خیال ہے کہ عمل کرنے والا اپنے عمل کی وجہ سے اپنے رب کے ہاں جنت میں جانے کا استحقاق رکھتا ہے بلکہ یہ تو اللہ کی رحمت اور اس کے فضل کے ساتھ ہے اور وہ جو اللہ تعالیٰ کے قول

جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

ترجمه: جان کے اعمال کا بدلہ ہے۔ (سورۃ الم السجدہ:۱۷)

میں ہے باسببیہ ہے یعنی تمہارے عمل کے سبب سے اور اللہ تعالیٰ اسباب اور مسببات کا خالق ہے بس تمام کا مرجع اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔

وَأَمَّا اسْتِدْلَالُ المعْتَزِلَةِ بِقَوْلِهِ تَعَالَى: {فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الخَالِقِينَ}(المؤمنون: ۱۴)فَمَعْنَى الْآيَةِ: أَحْسَنُ المصَوِّرِينَ المقَدِّرِينَ، وَالخلْقُ يُذْكَرُ وَيُرَادُ بِهِ التَّقْدِيرُ، وَهُوَ المرَادُ هُنَا، بِدَلِيلِ قَوْلِهِ تَعَالَى: {اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ}(الرَّعْد،۱۸ والزمر،۶۲)أَي اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ مَخْلُوقٍ، فَدَخَلَتْ أَفْعَالُ العِبَادِ فِي عُمُومِ: كُلِّ، وَمَا أَفْسَدَ قَوْلَهُمْ فِي إِدْخَالِ كَلَامِ اللَّهِ تَعَالَى فِي عُمُومِ: كُلِّ، الَّذِي هُوَ صِفَةٌ مِنْ صِفَاتِهِ، يَسْتَحِيلُ عَلَيْهِ أَنْ يَكُونَ مَخْلُوقًا! وَأَخْرَجُوا أَفْعَالَهُمُ الَّتِي هِيَ مَخْلُوقَةٌ مِنْ عُمُومِ: كُلِّ!! وَهَلْ يَدْخُلُ فِي عُمُومِ: كُلِّ إِلَّا مَا هُوَ مَخْلُوقٌ؟ فَذَاتُهُ المقَدَّسَةُ وَصِفَاتُهُ غَيْرُ دَاخِلَةٍ فِي هَذَا العُمُومِ، وَدَخَلَ سَائِرُ المخْلُوقَاتِ فِي عُمُومِهَا، وَكَذَا قَوْلُهُ تَعَالَى: {وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ}(الصافات،۹۶)ولا نقول إن: مَا مَصْدَرِيَّةٌ، أَيْ خَلَقَكُمْ وَعَمَلَكُمْ، إِذْ سِيَاقُ الْآيَةِ يَأْبَاهُ؛ لِأَنَّ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّمَا أَنْكَرَ عَلَيْهِمْ عِبَادَةَ المنْحُوتِ، لَا النَّحْتَ، وَالْآيَةُ تَدُلُّ عَلَى أَنَّ المنْحُوتَ مَخْلُوقٌ لِلَّهِ تَعَالَى، وَهُوَ مَا صَارَ مَنْحُوتًا إِلَّا بِفِعْلِهِمْ، فَيَكُونُ مَا هُوَ مِنْ آثَارِ فِعْلِهِمْ مَخْلُوقًا لِلَّهِ تَعَالَى، وَلَوْ لَمْ يَكُنِ النَّحْتُ مَخْلُوقًا لِلَّهِ تَعَالَى لَمْ يَكُنِ المنْحُوتُ مَخْلُوقًا لَهُ، بَلِ الخَشَبُ أَوِ الحَجَرُ لَا غَيْرُ، وَذَكَرَ أَبُو الحسَيْنِ البَصْرِيُّ إِمَامُ المتَأَخِّرِينَ مِنَ المعْتَزِلَةِ: أَنَّ العِلْمَ بِأَنَّ العَبْدَ يُحْدِثُ فِعْلَهُ، ضَرُورِيٌّ. وَذَكَرَ الرَّازِيُّ أَنَّ افْتِقَارَ الفِعْلِ المحْدَثِ الممْكِنِ إِلَى مرجح يجب وجوده عنده ويمتنع عنده عَدَمِهِ، ضَرُورِيٌّ، وَكِلَاهُمَا صَادِقٌ فِيمَا ذَكَرَهُ مِنَ العِلْمِ الضَّرُورِيِّ، ثُمَّ ادِّعَاءُ كُلٍّ مِنْهُمَا أَنَّ هَذَا العِلْمَ الضَّرُورِيَّ يُبْطِلُ مَا ادَّعَاهُ الْآخَرُ مِنَ الضَّرُورَةِ، غَيْرُ مُسَلَّمٍ، بَلْ كِلَاهُمَا صَادِقٌ فِيمَا ادَّعَاهُ مِنَ العِلْمِ الضَّرُورِيِّ، وَإِنَّمَا وَقَعَ غَلَطُهُ فِي إِنْكَارِهِ مَا مَعَ الْآخَرِ مِنَ الحَقِّ، فَإِنَّهُ لَا مُنَافَاةَ بَيْنَ كَوْنِ العَبْدِ مُحْدِثًا لِفِعْلِهِ وَكَوْنِ هَذَا الإِحْدَاثِ وَجَبَ وُجُودُهُ بِمَشِيئَةِ اللَّهِ تَعَالَى، كَمَا قَالَ تَعَالَى: {وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا، فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا}(الشَّمْس،۸)

فَقَوْلُهُ: {فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا} إِثْبَاتٌ لِلْقَدَرِ بِقَوْلِهِ: {فَأَلْهَمَهَا}، وَإِثْبَاتٌ لِفِعْلِ العَبْدِ بِإِضَافَةِ الفُجُورِ وَالتَّقْوَى إِلَى نَفْسِهِ، لِيَعْلَمَ أَنَّهَا هِيَ الفَاجِرَةُ وَالمتَّقِيَةُ. وَقَوْلُهُ بَعْدَ ذَلِكَ: {قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا، وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا}ا} (الشَّمْسِ ۹،۱۰)إِثْبَاتُ

أَيضًا لِفِعلِ العَبدِ، وَنَظَائِرُ ذٰلِكَ كَثِيرَةٌ.

وَهٰذِهِ شُبهَةٌ أُخرَى مِن شُبَهِ القَومِ الَّتِي فَرَّقَتهُم، بَل مَزَّقَتهُم كُلَّ ممزَّقٍ، وَهِيَ: أَنَّهُم قَالُوا؟ كَيفَ يَستَقِيمُ الحكمُ عَلَى قَولِكُم بِأَنَّ اللهَ يُعَذِّبُ المكلَّفِينَ عَلَى ذُنُوبِهِم وَهُوَ خَلَقَهَا فِيهِم؟ فَأَينَ العَدلُ فِي تَعذِيبِهِم عَلَى مَا هُوَ خَالِقُهُ وَفَاعِلُهُ فِيهِم؟ وَهٰذَا السُّؤَالُ لَم يَزَل مَطرُوقًا فِي العَالَمِ عَلَى أَلسِنَةِ النَّاسِ، وَكُلٌّ مِنهُم يَتَكَلَّمُ فِي جوابه

بِحَسَبِ عِلمِهِ وَمَعرِفَتِهِ، وَعَنهُ تَفَرَّقَت بِهِمُ الطُّرُقُ: فَطَائِفَةٌ أَخرَجَت أَفعَالَهم عَن قُدرَةِ اللهِ تَعَالَى، وَطَائِفَةٌ أَنكَرَتِ الحكمَ وَالتَّعلِيلَ، وَسَدَّت بَابَ السُّؤَالِ، وَطَائِفَةٌ أَثبَتَت كَسبًا لَا يُعقَلُ! جَعَلَتِ الثَّوَابَ "وَالعِقَابَ" عَلَيهِ، وَطَائِفَةٌ التَزَمَت لِأَجلِهِ وُقُوعَ مَقدُورٍ بَينَ قَادِرَينِ، وَمَفعُولٍ بَينَ فَاعِلَينِ! وَطَائِفَةٌ التَزَمَتِ الجبرَ، وَأَنَّ اللهَ يُعَذِّبُهُم عَلَى مَا لَا يَقدِرُونَ عَلَيهِ! وَهٰذَا السُّؤَالُ هُوَ الَّذِي أَوجَبَ التَّفَرُّقَ وَالِاختِلَافَ.

معتزلہ کے دلائل کا رد:

ارشادِ خداوندی: فَتَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ

ترجمہ: خدا برکت والا ہے جو بہتر بنانے والا ہے۔ (سورۃ المومنون ۱۴)

اس کا معنی ہے اللہ تمام مصوروں سے بہتر مصور ہے چنانچہ خلق کا لفظ کر کے اس سے مراد تقدیر لیا جاتا ہے یہاں یہی معنی مراد ہے اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

اللهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۔

ترجمہ: اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔ (سورۃ الرعد: ۱۶، سورۃ الزمر: ۶۲)

یعنی اللہ تعالیٰ ہر مخلوق کا خالق ہے پس کل کے عموم میں انسانوں کے افعال بھی داخل ہیں لیکن ان کا یہ قول کسی قدر فاسد ہے کہ کلام اللہ بھی کل کے عموم میں داخل ہے حالانکہ کلام اللہ تو اللہ کا وصف ہے اس کا مخلوق ہونا محال ہے نیز انھوں نے اپنے افعال کو بھی کل کے عموم سے خارج کر دیا جو کہ مخلوق ہیں حالانکہ کل کے عموم میں وہ تمام داخل ہیں جو مخلوق ہیں لیکن اللہ کی ذات مقدس اور اس کے اوصاف اس عموم میں داخل نہیں ہیں جب کہ تمام مخلوقات اس میں داخل ہے اسی طرح اللہ کا یہ قول:

وَاللهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ

ترجمہ: اور خدا تمہارا اور تمہارے اعمال کا خالق ہے۔ (سورۃ الصافات: ۹۶)

ہم نہیں کہتے کہ ما مصدریہ ہے یعنی یہ معنی نہیں کہ اللہ نے تم کو اور تمہارے عمل کو پیدا کیا اس لئے کہ آیت کا سیاق وسباق بھی اس کا انکار کر رہا ہے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان پر ان چیزوں کی عبادت کا انکار کیا ہے جن کو گھڑا گیا تھا گھڑنے کا انکار نہیں کیا نیز آیت اس پر بھی دال ہے کہ گھڑی گئی چیز اللہ کی مخلوق

ہے البتہ فعل ان کا ہے تو ان کے افعال کے آثار اللہ کی مخلوق ہوں گے اگر گھڑنا اللہ کی مخلوق نہیں تو گھڑا گیا بھی اللہ کی مخلوق نہیں بلکہ وہ تو صرف لکڑی پتھر ہیں متا خرین معتزلہ کے امام ابوالحسن بصری نے ذکر کیا ہے یہ ضروری ہے کہ انسان اپنے فعل کا محدث ہے امام رازی نے ذکر کیا ہے کہ یہ ضروری ہے کہ فعل محدث ممکن کا احتیاج مرجح کی جانب ہے مرجح کی موجودگی میں اس کا وجود واجب ہوگا عدم موجودگی میں ممتنع ہوگا دونوں کی بات صحیح اور بدیہی ہے لیکن ان دونوں میں سے کسی ایک کا دوسرے کے علم کو باطل قرار دینا غیر مسلم ہے دونوں کی بات درست ہے ظاہر ہے کہ بندے کو اپنے فعل کا محدث قرار دینے نیز اس احداث کے وجود کے واجب ہونے کو اللہ کی مشیت کے ساتھ معلق کرنے میں منافات نہیں ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:۔

وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا، فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا

ترجمہ: اور نفس انسانی کی ااور اس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا پھر اس کو بدکاری سے بچنے اور پرہیز گاری کرنے کی سمجھ دی۔ (سورۃ الشمس: ۷۔۷)

پس اللہ کے قول: فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا

ترجمہ: پھر اس کو بدکاری سے بچنے اور پرہزگاری کرنے کی سمجھ دی۔ (سورۃ الشمس: ۸)

میں تقدیر کا اثبات ہے نیز بندے کے فعل کا اثبات ہے جب کہ برائی اور تقویٰ کی نسبت اس کے نفس کی طرف ہے معلوم ہوا نفس فجور والا اور تقویٰ والا ہے اس کے بعد اللہ کے قول:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا، وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا

ترجمہ: کہ جس نے (اپنے) نفس (یعنی روح) کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ خسارے میں رہا۔ (سورۃ الشمس: ۹، ۱۰)

میں بھی بندے کے فعل کا اثبات ہے اس مضمون کی آیات کثرت کے ساتھ وارد ہیں۔

ایک شبہ:

لوگوں کے شبہات میں سے یہ دوسرا شبہ ہے جس نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے تفصیل یہ ہے وہ کہتے ہیں تمہارا یہ قول کہ اللہ مکلفین کو ان کے گنا ہوں کے مطابق عذاب میں مبتلا کرتا ہے جب کہ ان کے گناہوں کا خالق اللہ سے کیسے درست ہو سکتا ہے؟ ان کو عذاب دینا کہاں کا عدل ہے؟ حالانکہ اللہ ہی خا لق اور فاعل ہے عالم میں یہی سوال ہمیشہ زبان زد عوام وخواص رہا اور ہر شخص نے اپنے علم وفضل کے مطابق اس کا جواب دیا یہی سے ان کے راہ مختلف ہوئے ایک گردہ نے انسانوں کے افعال کو اللہ کی قدرت سے نکال دیا دوسرے گروہ نے سوال کا دروازہ بند کرتے ہوئے حکم اور علت کا انکار کیا تیسرے گروہ نے انسان کے کسب کو ثابت کیا اور ثواب وعقاب کا اس پر انحصار کر دیا چوتھے گروہ نے فعل کے وقوع کو دو قدرت والوں کا مقدور اور دو فاعلوں کا مفعول قرار دیا پانچویں گردہ نے جبر کو لازم قرار دیا نیز وہ جن پر قادر بھی نہیں ہیں ان پر بھی اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں گرفتار کرے یہ وہ سوال ہے جس نے ان میں افتراق اور اختلاف کی خلیج کو وسیع کر دیا ہے۔

وَالجوَابُ الصَّحِيحُ عَنْهُ، أَنْ يُقَالَ: إِنَّ مَا يَبْتَلِي بِهِ العَبْدُ مِنَ الذُّنُوبِ الْوُجُودِيَّةِ، وَإِنْ كَانَتْ خَلْقًا لِلّٰهِ تَعَالَى، فَهِيَ عُقُوبَةٌ لَهُ عَلَى ذُنُوبٍ قَبْلَهَا، فَالذَّنْبُ يَكْسِبُ الذَّنْبَ، وَمِنْ عِقَابِ السَّيِّئَةِ السيئةُ بَعْدَهَا. فَالذُّنُوبُ كَالأَمْرَاضِ الَّتِي يُورِثُ بَعْضُهَا بَعْضًا. يَبْقَى أَنْ

يقَالَ: فَالكَلَامُ فِي الذَّنبِ الأَوَّلِ الجالِبِ لما بَعْدَهُ مِنَ الذُّنوبِ؟ يقَالُ: هُوَ عُقوبَةٌ أَيضًا عَلى عَدَمِ فِعْلِ مَا خُلِقَ لَهُ وَفُطِرَ عَلَيْهِ، فَإِنَّ اللهَ سُبحَانَهُ خَلَقَهُ لِعِبَادَتِهِ وَحْدَهُ لا شريك له، وفطره على محبته وتأليهه وَالإِنَابَةِ إِلَيْهِ، كَمَا قَالَ تَعَالَى: {فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَةَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا} (الرّوم، ۳۰) فَإِنْ لم يفعَلْ مَا خُلِقَ لَهُ وَفُطِرَ عَلَيْهِ، مِنْ مَحبَّةِ اللهِ وَعُبودِيَّتِهِ، وَالإِنَابَةِ إِلَيْهِ، عُوقِبَ عَلى ذَلِكَ بِأَنْ زَيَّنَ لَهُ الشَّيطَانُ مَا يفعَلُهُ مِنَ الشِّرْكِ وَالمعَاصِي، فَإِنَّهُ صَادَفَ قَلْبًا خَالِيًا قَابِلًا لِلْخَيرِ وَالشَّرِّ، وَلَوْ كَانَ فِيهِ الخَيرُ الَّذِي يَمنَعُ ضِدَّهُ لم يَتَمَكَّنْ مِنْهُ الشَّرُّ، كَمَا قَالَ تَعَالَى: {كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا المخْلَصِينَ} (يوسف، ۲۴) وَقَالَ إِبلِيسُ: {فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجمَعِينَ، إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ المخْلَصِينَ} (الصافات، ۸) وَقَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: {هَذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ، إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ} (الحجر، ۴۲، ۴۱) وَالإِخلَاصُ: خُلُوصُ القَلْبِ مِنْ تَأْلِيهِ مَا سِوَى اللهِ تَعَالَى وَإِرَادَتِهِ وَمَحبَّتِهِ، فَخَلَصَ لِلهِ، فَلَمْ يَتَمَكَّنْ مِنْهُ الشَّيطَانُ، وَأَمَّا إِذَا صَادَفَهُ فَارِغًا مِنْ ذَلِكَ، تَمَكَّنَ مِنْهُ بِحَسَبِ فَرَاغِهِ، فَيَكُونُ جَعْلُهُ مُذْنِبًا مُسِيئًا فِي هَذِهِ الحَالِ عُقُوبَةً لَهُ عَلَى عَدَمِ هَذَا الإِخلَاصِ. وَهِيَ مَحضُ العَدْلِ. فَإِنْ قُلْتَ: فَذَلِكَ العَدَمُ مَنْ خَلَقَهُ فِيهِ؟ قِيلَ: هَذَا سُؤَالٌ فَاسِدٌ، فَإِنَّ العَدَمَ كَاسْمِهِ، لَا يَفْتَقِرُ إِلَى تَعَلُّقِ التَّكْوِينِ وَالإِحْدَاثِ بِهِ، فَإِنَّ عَدَمَ الفِعْلِ لَيسَ أَمْرًا وُجُودِيًّا حَتَّى يُضَافَ إِلَى الفَاعِلِ، بَلْ هُوَ شَرٌّ مَحضٌ، وَالشَّرُّ لَيسَ إِلَى اللهِ سُبحَانَهُ، كَمَا قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثِ الاِسْتِفْتَاحِ: "لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، وَالخَيرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ، وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ" وَكَذَا فِي حَدِيثِ الشَّفَاعَةِ يوم القيامة، حين يقول الله له: يَا مُحَمَّدُ، فَيَقُولُ: "لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، وَالخَيرُ فِي يَدَيْكَ، وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ" وَقَدْ أَخبَرَ اللهُ تَعَالَى أَنَّ تَسْلِيطَ الشَّيطَانِ إِنَّمَا هُوَ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ، فَلَمَّا تَوَلَّوْهُ دُونَ اللهِ وَأَشْرَكُوا بِهِ مَعَهُ، عُوقِبُوا عَلَى ذَلِكَ بِتَسْلِيطِهِ عَلَيْهِم، وَكَانَتْ هَذِهِ الوِلَايَةُ وَالإِشْرَاكُ عُقُوبَةَ خُلُوِّ القَلْبِ وَفَرَاغِهِ مِنَ الإِخلَاصِ، فَإِلهَامُ البِرِّ وَالتَّقْوَى ثَمَرَةُ هَذَا الإِخلَاصِ وَنَتِيجَتُهُ، وَإِلهَامُ الفُجُورِ عُقُوبَةٌ عَلَى خُلُوِّهِ مِنَ الإِخلَاصِ.

اس کا ازالہ:

اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ جن وجودی گناہوں میں بندہ مبتلا ہوتا ہے اگر چہ وہ اللہ ﷻ کی مخلوق ہیں لیکن بندے کو اس سے پہلے گناہوں پر سزا دی جاتی ہے ظاہر ہے کہ ایک گناہ دوسرے گناہ کے لاتا ہے برے کام کی سزا دوسرا برا کام ہے گویا کہ گناہ بیماریوں کی مثل ہیں جو یکے بعد دیگرے آئی ہیں اب پہلے گناہ کے بارے میں سوال باقی رہتا ہے جو دیگر گناہوں کو لانے والا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بندے کو جس کام کے لئے پیدا کیا تھا کیا اس فعل کو سرانجام نہ دینے پر اس کو سزا دی جاتی ہے (سزا کی شکل میں اس سے گناہ صادر ہوتا ہے) ظاہر ہے کہ اللہ پاک نے بندے کو ایک اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کے لئے پیدا فرمایا اس کو اس لئے پیدا فرمایا نیز کہ وہ محبت الٰہی اور انابت الی اللہ کے ساتھ موصوف رہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا۔ (سورۃ الروم: ۳۰)

ترجمہ: تو تم ایک طرف۔ کے ہو کر دین (خدا کے رستے) پر سیدھا منہ کئے چلے جاؤ (اور) خدا کی فطرت کو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا (اختیار کیے رہو۔)

جب انسان نے وہ کام نہ کیا جس کے لئے اس کی تخلیق کی گئی تھی اس نے اللہ کی محبت اور اس کی عبودیت اور انابت سے منہ پھیرا تو اس پر اس کو سزا دی گئی کہ شیطا ن نے اس کے لئے شرک اور نافرمانیوں کو مزین کر دیا شیطان نے دیکھا کہ انسان کا دل خیر اور شر دونوں کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اگر اس میں محض خیر ہو تی تو اسے شر پر قدرت حاصل نہ ہوتی جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ

ترجمہ: اس لئے کہا گیا ہے کہ ہم ان سے برائی اور بے حیائی کو روک دیں بے شک وہ ہمارے خالص بندوں میں سے تھے۔ (سورۃ یوسف:۲۴)

نیز ابلیس نے کہا:

فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ، اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ

ترجمہ: پس تیری عزت کی قسم سوائے تیرے مخلص بندوں کے سب کو گمراہ کردوں گا۔ (سورۃ ص:۸۲۔۸۳)

نیز ارشاد خداوندی ہے:

هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ، اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۔ (سورۃ الحجر:۴۱،۴۲)

ترجمہ: خدا نے فرمایا کہ مجھ تک پہنچنے کا یہی سیدھا راستہ ہے جو میرے مخلص بندے ہیں ان پر تجھے کچھ قدرت نہیں (کہ ان کو گناہ میں ڈال سکو)۔

اخلاص یہ ہے کہ انسان کا دل ماسوی اللہ ﷻ کی عبادت ارادہ محبت سے خالی ہو صرف اللہ کے لئے خالص ہو کہ شیطان کو اس پر قدرت حاصل نہ ہو لیکن جب شیطان انسان کے دل کو اخلاص سے خالی پاتا ہے تو اس پر مسلط ہونے کی کوشش کرتا ہے تو عدم اخلاص کی بنا پر اس کو سزا دیتے ہوئے اس کو گناہگار بدکردار بنا دیتا ہے یہ اللہ ﷻ کا محض عدل ہے اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ عدم اخلاص کا خالق کون ہے ہم کہیں گے یہ تو فاسد قسم کا سوال ہے ظاہر ہے کہ لفظ عدم نام سے پتہ دیتا ہے کہ وہ تکوین اور احداث کا محتاج نہیں ہے جب وہ جودی ہی نہیں ہے تو اس کی فاعل کی جانب نسبت کیسی بلکہ عدم اخلاص تو محض شر ہے اور شر کی نسبت اللہ تعالی کی طرف نہیں کی جاتی جیسا کہ نماز کے شروع کرنے میں ارشاد نبوی ہے۔ میں حاضر ہوں تمام خیر تیرے ہاتھ میں ہے اور شر کی نسبت تیری طرف نہیں ہے اور نیز اللہ تعالی نے خبر دی ہے کہ شیطان ان لوگوں پر مسلط ہوتا ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرتے ہیں پس جب انہوں نے بجائے اللہ تعالی کے اسکو دوست بنایا۔

اور جو اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا تو شیطان کے ان پر مسلط ہو جانے کی وجہ سے انھیں سزا دی گئی اور شیطان کے ساتھ یہ دوستی شرک دراصل اس بات کی سزا ہے کہ ان کا دل اخلاص سے خالی ہے بس نیکی اور پرہیزگاری کا الہام اخلاص کا ثمرہ اور نتیجہ ہے اور فسق و فجور کا الہام اخلاص سے خالی ہونے پر ایک سزا ہے۔

فَإِنْ قُلْتَ: إِنْ كَانَ هٰذَا التَّرْكُ أَمْرًا وُجُودِيًّا عَادَ السُّؤَالُ جَذَعًا، وَإِنْ كَانَ أَمْرًا عَدَمِيًّا فَكَيْفَ يُعَاقَبُ عَلَى الْعَدَمِ الْمَحْضِ؟ قِيلَ: لَيْسَ هُنَا تَرْكٌ هُوَ كَفُّ النَّفْسِ وَمَنْعُهَا عَمَّا تُرِيدُهُ وَتُحِبُّهُ، فَهٰذَا قَدْ يُقَالُ: إِنَّهُ أَمْرٌ وُجُودِيٌّ، وَإِنَّمَا هُنَا عَدَمٌ وَخُلُوٌّ مِنْ أَسْبَابِ الْخَيْرِ، وَهٰذَا الْعَدَمُ هُوَ مَحْضُ خُلُوِّهَا مِمَّا هُوَ أَنْفَعُ شَيْءٍ لَهَا، وَالْعُقُوبَةُ عَلَى الْأَمْرِ الْعَدَمِيِّ هِيَ بِفِعْلِ السَّيِّئَاتِ، لَا بِالْعُقُوبَاتِ الَّتِي تَنَالُهُ بَعْدَ إِقَامَةِ الْحُجَّةِ عَلَيْهِ بِالرُّسُلِ. فَلِلّٰهِ فِيهِ عُقُوبَتَانِ: إِحْدَاهُمَا: جَعْلُهُ مُذْنِبًا خَاطِئًا، وَهٰذِهِ عُقُوبَةُ عَدَمِ إِخْلَاصِهِ وَإِنَابَتِهِ وَإِقْبَالِهِ عَلَى اللّٰهِ، وَهٰذِهِ

الْعُقُوبَةُ قَدْ لَا يحسّ بِأَلَمِهَا وَمَضَرَّتِهَا، لِمُوَافَقَتِهَا شَهْوَتَهُ وَإِرَادَتَهُ، وَهِيَ فِي الْحَقِيقَةِ مِنْ أَعْظَمِ الْعُقُوبَاتِ, وَالثَّانِيَةُ: الْعُقُوبَاتُ الْمُؤْلِمَةُ بَعْدَ فِعْلِهِ لِلسَّيِّئَاتِ, وَقَدْ قَرَنَ اللّٰهُ تَعَالَى بَيْنَ هَاتَيْنِ الْعُقُوبَتَيْنِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: {فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ} (الأنعام، ۴۴) فَهَذِهِ الْعُقُوبَةُ الْأُولَى، ثُمَّ قَالَ: {حَتَّى إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً (الأنعام، ۴۴) فَهَذِهِ الْعُقُوبَةُ الثَّانِيَةُ.

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عدم اخلاص کا نام ترک اخلاص ہے اور یہ وجودی ہے تو پہلا اعتراض بحال رہا اور اگر عدمی ہے تو عدم محض پر کیسے سزا دی جاسکتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں لفظ ترک نفس کو ایسی چیز سے روکنے کا نام نہیں جس کا نفس ارادہ کرتا ہے اس کے بارے میں تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ وجودی ہے لیکن یہاں تو اسباب خیر سے خلو ہے یعنی جو چیز نفس کے لئے انفع ہے اس کا عدم ہے اور عدمی چیزوں پر بھی سزا ملتی ہے جس طرح برائیوں کے کرنے سے ملتی ہے۔ نیز صرف وہی سزائیں تو نہیں ہیں جو دلیل قائم ہونے کے بعد دی جاتی ہیں پس دو سزائیں ہیں ایک اسکے گناہ گار خطا کار ہونے کی یعنی عدم اخلاص عدم انابت کی سزا اس سزا کی تکلیف عموماً محسوس نہیں ہوتی یہ سزا شہوت ارادہ کے موافق ہے دراصل یہ بہت بڑی سزا ہے دوسری سزا وہ ہے جس کی عام طور پر تکلیف محسوس کی جاتی جو برائیوں کے ارتکاب کے بعد گناہگار کو دی جاتی ہے۔

ان دونوں سزاؤں کو اللہ کے اس قول میں ملا کر ذکر کیا گیا ہے

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ

ترجمہ: پھر جب انھوں نے اس نصیحت کو جو ان کو کی گئی تھی فراموش کر دیا تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ (سورۃ الانعام: ۴۴)

یہ پہلی سزا ہے پھر فرمایا:

حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً

ترجمہ: یہاں تک کہ جب ان چیزوں سے جو ان کو دی گئی تھیں خوب خوش ہو گئے تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا۔ (سورۃ الانعام: ۴۴) یہ دوسری سزا ہے۔

فَإِنْ قِيلَ: فَهَلْ كَانَ يُمْكِنُهُمْ أَنْ يَأْتُوا بِالْإِخْلَاصِ وَالْإِنَابَةِ وَالْمَحَبَّةِ لَهُ وَحْدَهُ, مِنْ غَيْرِ أَنْ يَخْلُقَ ذَلِكَ فِي قُلُوبِهِمْ وَيَجْعَلَهُمْ مُخْلِصِينَ لَهُ مُنِيبِينَ لَهُ مُحِبِّينَ لَهُ؟ أَمْ ذَلِكَ مَحْضُ جَعْلِهِ فِي قُلُوبِهِمْ وَإِلْقَائِهِ فِيهَا؟ قِيلَ: لَا، بَلْ هُوَ مَحْضُ مِنَّتِهِ وَفَضْلِهِ, وَهُوَ مِنْ أَعْظَمِ الْخَيْرِ الَّذِي هُوَ بِيَدِهِ, وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْهِ, وَلَا يَقْدِرُ أَحَدٌ أَنْ يَأْخُذَ مِنَ الْخَيْرِ إِلَّا مَا أَعْطَاهُ, وَلَا يَتَّقِي مِنَ الشَّرِّ إِلَّا مَا وَقَاهُ.

فَإِنْ قِيلَ: فَإِذَا لَمْ يَخْلُقْ ذَلِكَ فِي قُلُوبِهِمْ وَلَمْ يُوَفِّقُوا لَهُ، وَلَا سَبِيلَ لَهُمْ إِلَيْهِ بِأَنْفُسِهِمْ، عَادَ السُّؤَالُ؟ وَكَانَ مَنْعُهُمْ مِنْهُ ظُلْمًا، وَلَزِمَكُمُ الْقَوْلُ بِأَنَّ الْعَدْلَ هُوَ تَصَرُّفُ الْمَالِكِ فِي مُلْكِهِ بِمَا يَشَاءُ، لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ؟ قِيلَ: لَا يَكُونُ سُبْحَانَهُ بِمَنْعِهِمْ مِنْ ذَلِكَ ظَالِمًا، وَإِنَّمَا يَكُونُ الْمَانِعُ ظَالِمًا إِذَا مَنَعَ غَيْرَهُ حَقًّا لِذَلِكَ الْغَيْرِ عَلَيْهِ، وَهَذَا هُوَ الَّذِي حَرَّمَهُ الرَّبُّ عَلَى نَفْسِهِ، وَأَوْجَبَ عَلَى نَفْسِهِ خِلَافَهُ، وَأَمَّا إِذَا مَنَعَ غَيْرَهُ مَا لَيْسَ بِحَقٍّ لَهُ، بَلْ هُوَ مَحْضُ فَضْلِهِ وَمِنَّتِهِ عَلَيْهِ، لَمْ يَكُنْ ظَالِمًا بِمَنْعِهِ، فَمَنْعُ الْحَقِّ ظُلْمٌ، وَمَنْعُ الْفَضْلِ وَالْإِحْسَانِ عَدْلٌ، وَهُوَ سُبْحَانَهُ الْعَدْلُ فِي مَنْعِهِ، كَمَا هُوَ الْمُحْسِنُ الْمَنَّانُ بِعَطَائِهِ.

فَإِنْ قِيلَ: فَإِذَا كَانَ الْعَطَاءُ وَالتَّوْفِيقُ إِحْسَانًا وَرَحْمَةً، فَهَلَّا كَانَ الْعَمَلُ لَهُ وَالْغَلَبَةُ، كَمَا أَنَّ رَحْمَتَهُ تَغْلِبُ غَضَبَهُ؟ قِيلَ: الْمَقْصُودُ فِي

هَذَا المقَامِ بيَانُ أَنَّ هَذِهِ الْعَقُوبَةَ المترتِّبَةَ عَلى هَذَا المنعِ، وَالمنعَ المستَلْزِمَ لِلْعُقُوبَةِ, لَيسَ بِظُلْمٍ، بَلْ هُوَ محضُ الْعَدْلِ, وَهَذَا سُؤَالٌ عَنِ الحكْمَةِ الَّتِي أَوْجَبَتْ تَقْدِيمَ الْعَدْلِ 1 عَلى الْفَضْلِ فِي بَعْضِ المحَالِّ؟ وَهَلاَّ سَوَّى بَيْنَ الْعِبَادِ فِي الْفَضْلِ؟ وَهَذَا السُّؤَالُ حَاصِلُهُ: لِمَ تَفَضَّلَ عَلى هَذَا ولَمْ يَتَفَضَّلْ عَلى الْآخَرِ؟ وَقَدْ تَوَلَّى اللهُ سُبْحَانَهُ الجوَابَ عَنْهُ بِقَوْلِهِ: {ذَٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ} (الحديد۲۱) ,وَقَوْلِهِ: {لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِنْ فَضْلِ اللهِ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ} (الحديد،۲۹) ولما سأله اليهود والنَّصَارَى عَنْ تخصِيصِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بِأَجْرَيْنِ وَإِعطَائِهِمْ أَجْرًا أَجْرًا، قَالَ: "هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَذَلِكَ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ أَشَاءُ" وَلَيسَ فِي الحكْمَةِ إِطْلَاعُ كُلِّ فَرْدٍ مِنْ أَفْرَادِ النَّاسِ عَلى كَمَالِ حِكْمَتِهِ فِي عَطَائِهِ وَمَنْعِهِ، بَلْ إِذَا كَشَفَ اللهُ عَنْ بَصِيرَةِ الْعَبْدِ، حَتَّى أَبْصر طَرَفًا يَسِيرًا مِنْ حِكْمَتِهِ فِي خَلْقِهِ، وَأَمْرِهِ وَثَوَابِهِ وَعِقَابِهِ، وَتخصِيصِهِ وَحِرْمَانِهِ، وَتَأَمَّلَ أَحْوَالَ محالِّ ذَلِكَ، استَدَلَّ بِما عَلِمَهُ عَلى مَا لم يَعْلَمْهُ, ولما استَشْكَلَ أَعْدَاؤُهُ المشركُونَ هَذَا التَّخْصِيصَ، قَالُوا: {أَهَؤُلَاءِ مَنَّ اللهُ عَلَيْهِم مِنْ بَيْنِنَا}؟ قَالَ تَعَالَى مجيبًا لهم: {أَلَيْسَ اللهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ} (الانعام،۵۳)

پس اگر اعتراض کیا جائے کیا ممکن ہے؟ کہ وہ اخلاص انابت محبت صرف ایک اللہ کے لئے کرتے علاوہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں اس کو پیدا فرماتا اوران کومخلص منیب محب بناتا یا محض ان کے دلوں میں اس کا القا کرتا تھا۔

جواب: یہ بات نہیں بلکہ یہ محض اللہ کا فضل اور احسان ہے یہ عظیم خیر ہے جو اس کے ہاتھ میں ہے اور تمام خیر اس کے ہاتھ میں ہے اور کوئی شخص اس بات پر قادر نہیں کہ وہ خیر کو حاصل کرے جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس کا عطیہ نہ فرمائے اور کوئی شخص شر سے نہیں بچ سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اس کو نہ بچائے پس اگر اعتراض کیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اخلاص پیدا نہیں فرمایا نہ وہ اس کی توفیق دیئے گئے ہیں تو از خود وہ اسے کیسے حاصل کر سکتے تھے تو پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ ان سے اخلاص روک لینا ظلم ہوگا نیز تمہیں تسلیم کرنا ہوگا کہ عدل اس بات کا نام ہے کہ مالک اپنے ملک میں جس طرح چاہے تصرف کرے جو وہ کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہ ہو باقی سب سے پوچھا جائے۔

جواب: اللہ سبحانہ نے اگر ان سے اس چیز کو روک لیا ہے تو اس سے وہ ظالم نہیں بنا کسی چیز کو روکنے والا ظالم تب بنتا ہے جب وہ کسی کے حق کو جو اس پر لازم ہے اس کو روکے لیکن اس کو تو اللہ ﷻ نے اپنے نفس پر حرام قرار دیا ہے کسی کا اس پر کچھ حق نہیں لیکن جب وہ اپنے غیر سے ایسی چیز کو روک رہا ہے جو اس کا حق نہیں بلکہ وہ اللہ ﷻ کا محض فضل اور احسان ہے تو اس کے روکنے سے اللہ تعالیٰ ظالم نہیں بنے گا۔ اس لئے کہ کسی کے حق کو روکنا ظلم ہوتا ہے اور فضل واحسان کو روکنا تو ظلم نہیں اس لئے وہ عین عدل ہے تو اللہ پاک روکنے میں عدل والا ہے جیسا کہ وہ عطیہ دینے کے لحاظ سے محسن اور منان ہے اعتراض کیا جاتا ہے جب عطیہ توفیق اللہ کی طرف سے احسان اور رحمت ہے تو اسے کیوں غالب نہیں کیا گیا جیسا کہ مشہور حدیث ہے کہ اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے ہم کہیں گے مقصود یہاں اس سزا کو بیان کرنا ہے جو منع پر مرتب ہے اور وہ منع جو سزا کو مستلزم ہے وہ ظلم نہیں بلکہ عین عدل ہے اور یہ سوال اس حکمت کے بارے میں ہے جس نے بعض مقامات میں عدل کو فضل ورحمت پر مقدم کر دیا ہے اور کیوں اللہ نے اپنے فضل ورحمت میں تمام بندوں کو مساوی قرار نہیں دیا خلاصہ یہ کہ فلاں کو فلاں پر کیوں فضیلت عطا کی اس کا جواب خود اللہ پاک نے اس قول میں فرما دیا ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

ترجمه: یہ اللہ ﷻ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (سورۃ الجمعہ: ۴)

نیز ارشاد خداوندی ہے:

لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِنْ فَضْلِ اللهِ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

ترجمه: یہ باتیں اس لئے (بیان کی گئیں ہیں) کہ اہل کتاب جان لیں کہ وہ خدا کے فضل پر کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے ہیں اور یہ کہ فضل خدا ہی کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور خدا بڑے فضل کا مالک ہے۔ (سورۃ الحدید: ۲۹)

اور جب یہودیوں نے آپ سے سوال کیا کہ امت محمدیہ کو کس لئے دوگنا اور ہمیں کیوں ایک گنا ثواب دیا جائے گا آپ نے اللہ تعالیٰ کا قول پیش کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے تم سے تمہارا حق چھینا ہے انھوں نے نفی میں جواب دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میرا فضل ہے جس کو چاہتا ہوں عطا کرتا ہوں نیز ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کسی کو عطیہ دینے کسی کو نہ دینے میں جو حکمت پوشیدہ ہے اس سے تمام لوگوں کو مطلع کرے بلکہ جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کی بصیرت سے حجاب اتار دیتا ہے وہ مخلوق خدا میں اللہ کی حکمت کے کرشموں کا نظارہ کرتا ہے ثواب وعقاب تخصیص وحرمان کا جائزہ لیتا ہے اور تمام احوال پر غور کرتا ہے تو حقیقت کھل کر اس کے سامنے آجاتی ہے۔ لیکن جب اللہ کے دشمن مشرکین نے اس تخصیص کو مشکل گردانا تو انھوں نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ ہم میں سے صرف یہ لوگ احسان کے لائق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

أَلَيْسَ اللهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ

ترجمه: کیا اللہ ﷻ شکر گذار لوگوں کو نہیں جانتا ہے۔ (سورۃ الانعام: ۵۳)

فَتَأَمَّلْ هٰذَا الْجَوَابَ تَرَ فِي ضِمْنِهِ أَنَّهُ سُبْحَانَهُ أَعْلَمُ بِالْمَحَلِّ الَّذِي يَصْلُحُ لِغَرْسِ شَجَرَةِ النِّعْمَةِ فَتُثْمِرُ بِالشُّكْرِ، مِنَ الْمَحَلِّ الَّذِي لَا يَصْلُحُ لِغَرْسِهَا، فَلَوْ غُرِسَتْ فِيهِ لَمْ تُثْمِرْ، فَكَانَ غَرْسُهَا هُنَاكَ ضَائِعًا لَا يَلِيقُ بِالْحِكْمَةِ، كَمَا قَالَ تَعَالَى: {اللهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ} (الانعام، ۱۲۴) فَإِنْ قِيلَ: إِذَا حَكَمْتُمْ بِاسْتِحَالَةِ الْإِيجَادِ مِنَ الْعَبْدِ، فَإِذًا لَا فِعْلَ لِلْعَبْدِ أَصْلًا؟ قِيلَ: الْعَبْدُ فَاعِلٌ لِفِعْلِهِ حَقِيقَةً، "وَلَهُ قُدْرَةٌ حَقِيقَةً". قَالَ تَعَالَى: {وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللهُ} (البقرة، ۱۹۷) {فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ} (هود، ۳۶)

وَأَمْثَالُ ذٰلِكَ. وَإِذَا ثَبَتَ كَوْنُ الْعَبْدِ فَاعِلًا، فَأَفْعَالُهُ نَوْعَانِ: نَوْعٌ يَكُونُ مِنْهُ مِنْ غَيْرِ اقْتِرَانِ قُدْرَتِهِ وَإِرَادَتِهِ، فَيَكُونُ صِفَةً لَهُ وَلَا يَكُونُ فِعْلًا، كَحَرَكَاتِ الْمُرْتَعِشِ. وَنَوْعٌ يَكُونُ مِنْهُ مُقَارِنًا لِإِيجَادِ قُدْرَتِهِ وَاخْتِيَارِهِ، فَيُوصَفُ بِكَوْنِهِ صِفَةً وَفِعْلًا وَكَسْبًا لِلْعَبْدِ، كَالْحَرَكَاتِ الْاِخْتِيَارِيَّةِ، وَاللهُ تَعَالَى هُوَ الَّذِي جَعَلَ الْعَبْدَ فَاعِلًا مُخْتَارًا، وَهُوَ الَّذِي يَقْدِرُ عَلَى ذٰلِكَ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَلِهٰذَا أَنْكَرَ السَّلَفُ الْجَبْرَ، فَإِنَّ الْجَبْرَ لَا يَكُونُ إِلَّا مِنْ عَاجِزٍ، فَلَا يَكُونُ إِلَّا مَعَ الْإِكْرَاهِ، يُقَالُ: لِلْأَبِ "وِلَايَةُ" إِجْبَارِ الْبِكْرِ الصَّغِيرَةِ عَلَى النِّكَاحِ 3، وَلَيْسَ لَهُ إِجْبَارُ الثَّيِّبِ الْبَالِغِ، أَيْ: لَيْسَ لَهُ أَنْ يُزَوِّجَهَا مُكْرَهَةً، وَاللهُ تَعَالَى لَا يُوصَفُ بِالْإِجْبَارِ بِهٰذَا الْاِعْتِبَارِ، لِأَنَّهُ سُبْحَانَهُ خَالِقُ الْإِرَادَةِ وَالْمُرَادِ، قَادِرٌ عَلَى أَنْ يَجْعَلَهُ مُخْتَارًا بِخِلَافِ غَيْرِهِ، وَلِهٰذَا جَاءَ فِي أَلْفَاظِ الشَّارِعِ: "الْجَبْلُ" دُونَ "الْجَبْرِ"، كَمَا قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ لِأَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ: "إِنَّ فِيكَ لَخَلَّتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ: الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ" فَقَالَ: أَخُلُقَيْنِ تَخَلَّقْتُ بِهِمَا؟ أَمْ خُلُقَيْنِ جُبِلْتُ عَلَيْهِمَا؟ فَقَالَ: "بَلْ خلقان جُبِلْتَ عَلَيْهِمَا" فَقَالَ: الحمدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَبَلَنِي على خلقين يحبهما الله تعالى. وَاللهُ تَعَالَى إِنَّمَا يُعَذِّبُ عَبْدَهُ عَلَى فِعْلِهِ الِاخْتِيَارِيِّ. وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْعِقَابِ عَلَى الْفِعْلِ الِاخْتِيَارِيِّ وَغَيْرِ الِاخْتِيَارِيِّ مُسْتَقِرٌّ فِي الْفِطَرِ وَالْعُقُولِ.

وَإِذَا قِيلَ: خَلْقُ الْفِعْلِ مَعَ الْعُقُوبَةِ عَلَيْهِ ظُلْمٌ؟! كَانَ بِمَنْزِلَةِ أَنْ يُقَالَ: خَلْقُ أَكْلِ السُّمِّ ثُمَّ حُصُولُ الْمَوْتِ بِهِ ظُلْمٌ!! فَكَمَا أَنَّ هَذَا سَبَبٌ لِلْمَوْتِ، فَهَذَا سَبَبٌ لِلْعُقُوبَةِ، وَلَا ظُلْمَ فِيهِمَا.

فَالحاصِلُ: أَنَّ فِعْلَ الْعَبْدِ فِعْلٌ لَهُ حَقِيقَةً، وَلَكِنَّهُ مَخْلُوقٌ لِلّٰهِ تَعَالَى، وَمَفْعُولٌ لِلّٰهِ تَعَالَى، لَيْسَ هُوَ نَفْسَ فِعْلِ اللهِ، فَفَرْقٌ بَيْنَ الْفِعْلِ وَالْمَفْعُولِ، وَالْخَلْقِ وَالْمَخْلُوقِ. وَإِلَى هَذَا الْمَعْنَى أَشَارَ الشَّيْخُ رَحِمَهُ اللهُ بِقَوْلِهِ: وَأَفْعَالُ الْعِبَادِ خَلْقُ اللهِ وَكَسْبٌ مِنَ الْعِبَادِ، أَثْبَتَ لِلْعِبَادِ فِعْلًا وَكَسْبًا، وَأَضَافَ الْخَلْقَ لِلّٰهِ تَعَالَى، وَالْكَسْبُ: هُوَ الْفِعْلُ الَّذِي يَعُودُ عَلَى فاعله منه نفع أَوْ ضرر، كَمَا قَالَ تَعَالَى: {لها ما كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ} (البقرة، ٢٨٦)

قَوْلُهُ: "وَلَمْ يُكَلِّفْهُمُ اللهُ تَعَالَى إِلَّا مَا يُطِيقُونَ، وَلَا يُطِيقُونَ إِلَّا مَا كَلَّفَهُمْ، وَهُوَ تَفْسِيرُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، نَقُولُ: لَا حِيلَةَ لِأَحَدٍ، [وَلَا تَحَوُّلَ لِأَحَدٍ]، وَلَا حَرَكَةَ لِأَحَدٍ عَنْ مَعْصِيَةِ اللهِ، إِلَّا بِمَعُونَةِ اللهِ، وَلَا قُوَّةَ لِأَحَدٍ عَلَى إِقَامَةِ طَاعَةِ اللهِ وَالثَّبَاتِ عَلَيْهَا إِلَّا بِتَوْفِيقِ اللهِ، وَكُلُّ شيءٍ يجري بِمَشِيئَةِ اللهِ تَعَالَى وَعِلْمِهِ وَقَضَائِهِ وَقَدَرِهِ. غلبت مشيئته المشيئات كلها، [وعكست إرادته الإرادات كلها]، وغلب قَضَاؤُهُ الْحِيَلَ كُلَّهَا، يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ، وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ أَبَدًا. {لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ} (الانبياء، ٢٣)

اس جواب پر غور کرنے سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ سبحانہ خوب علم رکھتے ہیں کہ کونسا مقام نعمت کے درخت لگانے کے قابل ہے کہ وہ شکریہ سے بارآور ہو اور کونسا مقام ایسا ہے جہاں درخت لگانا بے فائدہ ہے حکمت سے یکسر خالی ہے اگر اعتراض کیا جائے کہ جب تم نے فیصلہ کرلیا ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کو وجود میں نہیں لاسکتا تو پھر بندے کا قطعاً کوئی فعل نہیں ہے تو ہم کہیں گے کہ بندہ اپنے فعل کا حقیقی فاعل ہے نیز فعل پر اس کو حقیقتاً قدرت حاصل ہوتی ہے ارشاد خداوندی ہے:

وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللهُ۔

ترجمہ: اور جو بھی نیک (کام) تم کرو گے اللہ کو اس کا علم ہے۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۹۷)

نیز فرمایا:

فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ

ترجمہ: تو جو یہ کام کر رہے ہیں ان کی وجہ سے غم نہ کھاؤ۔ (سورۃ ھود: ۳۶)

اس وضاحت سے ثابت ہو گیا کہ بندہ فاعل ہے نیز اس کے افعال دو قسم کے ہیں اس کے افعال کی ایک قسم ایسی ہے جس میں اس کی قدرت اس کا ارادہ فعل کے ساتھ مقارن نہیں ہے اس قسم کو صفت کہا جا سکتا ہے فعل نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ رعشہ کی بیماری والے انسان کی حرکات ہیں افعال کی دوسری قسم ایسی ہے جس میں

قدرت اور ارادہ فعل کے ایجاد میں مقارن ہے اس قسم کو صفت اور فعل سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسے اختیاری حرکات ہیں اللہ تعالیٰ نے بندے کو فاعل اور مختار بنایا ہے اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک اس پر قادر ہے اسی لئے سلف نے جبر کا انکار کیا ہے وہ تو عاجز سے ہوتا ہے اور اکراہ کے ساتھ ہوتا ہے کہا جاتا ہے باپ باکرہ صغیرہ کو نکاح پر مجبور کرسکتا ہے لیکن ثیبہ بالغہ کو مجبور نہیں کرسکتا اللہ تعالیٰ اس اعتبار کے ساتھ اجبار کے ساتھ موصوف نہیں ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادہ اور مراد دونوں کا خالق ہے وہ اس بات پر قادر ہے کہ اس کو اختیار دے اسی لئے شارع کے الفاظ میں (جبل) بمعنی فطرت) تو موجود ہے جبر نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اشج عبدالقیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا بے شک تجھ میں دو خصلتیں ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے وہ دو وصف حوصلہ اور بردباری ہیں اس نے دریافت کیا یہ دونوں عادتیں کسبی ہیں یا جبلی طبعی ہیں آپ نے فرمایا جبلی طبعی ہیں اس نے کہا تمام تعریف اللہ کی ہے جس نے مجھے ان دونوں عادتوں پر پیدا فرمایا جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں۔ (مسلم عن ابن عباس۔الروض النضیر ۴۰۶)

اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو فعل اختیاری پر سزا دیتا ہے اور فعل اختیاری غیر اختیاری کے درمیان سزا میں جو فرق ہے وہ فطرتی اور عقلی ہے۔

اگر اعتراض کیا جائے کہ فعل کا خالق تو خدا ہے اس پر سزا دینا ظلم ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ سوال تو اس نوعیت کا ہے کہ زہر کا خالق اللہ ہے جب کوئی شخص زہر کھاتا ہے تو وہ مرجاتا ہے اب اس کا مرجانا یہ خدا کا ظلم نہیں ہے البتہ عقوبت کا سبب ہے دونوں صورتوں میں ظلم نہیں ہے خلاصہ یہ کہ بندے کا فعل حقیقتاً بندے کا فعل ہے لیکن وہ اللہ کی مخلوق اور اس کا مفعول ہے صرف اللہ کا فعل نہیں ظاہر ہے کہ فعل مفعول اور خلق مخلوق میں فرق ہے اسی ہی بات کی طرف شیخ کا اشارہ ہے کہ انسانوں کے افعال اللہ کا خلق اور انسانوں کا فعل اور کسب ہیں خیال رہے کہ کسب وہ فعل ہے جس کے کرنے سے فاعل کو فائدہ یا نقصان پہنچتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

ترجمہ: اچھے کام کرے گا تو اس کو ان کا فائدہ ملے گا برے کام کرے گا تو اسے ان کا وبال پہنچے گا۔ (سورۃ البقرۃ:۲۸۶)

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اسی قدر مکلف بنایا ہے جس قدر ان میں استطاعت تھی اور ان میں استطاعت نہ تھی مگر اسی قدر جس قدر ان کو تکلیف دی ہے چنانچہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کی یہی تفسیر ہے یعنی اللہ کی نافرمانی سے رکنے کا سوائے اللہ کی اعانت کے کسی کے پاس کچھ حیلہ نہیں اور نیک کام کرنے اور ان پر استقامت کی طاقت بھی سوائے اللہ کی توفیق کے کسی کے پاس نہیں ہے نیز جو چیز اللہ کی مشیت علم قضا وقدر کے ساتھ ہے اس کی مشیت تمام مشیتوں پر غالب ہے اور اس کا ارادہ تمام ارادوں پر غالب ہے اس کے فیصلے تمام حیلوں پر غالب ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے وہ قطعاً کسی پر کچھ ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ

ترجمہ: جو وہ کرتا ہے اس سے سوال نہیں ہوتا اور ان سے سوال ہوتا ہے۔ (سورۃ الانبیاء:۲۳)

ش: فَقَوْلُهُ: لَمْ يُكَلِّفْهُمُ اللّٰهُ تَعَالَى إِلَّا مَا يُطِيقُونَ, قَالَ تَعَالَى: {لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا} (البقرۃ،۲۸۶) لا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا} (الانعام،۱۵۲،والاعراف،۴۲،والمؤمنون،۶۲) وعند أَبِي الْحَسَنِ الْأَشْعَرِيِّ أَنَّ تَكْلِيفَ مَا لَا يُطَاقُ جَائِزٌ عَقْلًا، ثُمَّ

تَرَدَّدَ أَصْحَابُهُ [أَنَّهُ]: هَلْ وَرَدَ بِهِ الشَّرْعُ أَمْ لَا؟ وَاحْتَجَّ مَنْ قَالَ بِوُرُودِهِ بِأَمْرِ أَبِي لَهَبٍ بِالْإِيمَانِ، فَإِنَّهُ تَعَالَى أَخْبَرَ بِأَنَّهُ لَا يُؤْمِنُ، [وَأَنَّهُ سَيَصْلَى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ، فَكَانَ مَأْمُورًا بِأَنْ يُؤْمِنَ بِأَنَّهُ لَا يُؤْمِنُ، وَهَذَا تَكْلِيفٌ بِالْجَمْعِ بَيْنَ الضِّدَّيْنِ، وَهُوَ مُحَالٌ، وَالْجَوَابُ عَنْ هَذَا بِالْمَنْعِ: فلا نسلم بأنه مَأْمُورٌ] بِأَنْ يُؤْمِنَ [بِأَنَّهُ لَا يُؤْمِنُ]، وَالِاسْتِطَاعَةُ الَّتِي بِهَا يَقْدِرُ عَلَى الْإِيمَانِ كَانَتْ حَاصِلَةً، فَهُوَ غَيْرُ عَاجِزٍ عَنْ تَحْصِيلِ الْإِيمَانِ، فَمَا كُلِّفَ إِلَّا مَا يُطِيقُهُ كَمَا تَقَدَّمَ فِي تَفْسِيرِ الِاسْتِطَاعَةِ. وَلَا يَلْزَمُ قَوْلُهُ تَعَالَى لِلْمَلَائِكَةِ: {أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ} (البقرة، ۳۱) مَعَ عَدَمِ عِلْمِهِمْ بِذَلِكَ، وَلَا لِلْمُصَوِّرِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: "أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ"، وَأَمْثَالُ ذَلِكَ، لِأَنَّهُ لَيْسَ بِتَكْلِيفِ طَلَبِ فِعْلٍ يُثَابُ فَاعِلُهُ وَيُعَاقَبُ تَارِكُهُ، بَلْ هُوَ خِطَابُ تَعْجِيزٍ، وَكَذَا لَا يَلْزَمُ دُعَاءُ الْمُؤْمِنِينَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: {رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ} (البقرة، ۲۸۶) لِأَنَّ تَحْمِيلَ مَا لَا يُطَاقُ لَيْسَ تَكْلِيفًا، بَلْ يَجُوزُ أَنْ يُحَمِّلَهُ جَبَلًا لَا يُطِيقُهُ فَيَمُوتَ۔

(ش) اللہ تعالیٰ نے بندوں کو استطاعت کے بقدر مکلف بنایا ہے ارشاد خداوندی ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ (سورۃ البقرہ:۲۸۶)

نیز فرمایا:

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا۔

ترجمہ: ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ (سورۃ الانعام ۱۵۲۔ سورۃ الاعراف ۴۱۔ سورۃ المومنون ۶۲)

ابوالحسن اشعری کہتے ہیں کہ عقلاً تکلیف مالا یطاق جائز ہے اس پر ان کے تلامذہ متردد ہیں کیا شریعت میں اس کا ثبوت ہے یا نہیں جو اس کے قائل ہیں وہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ابولہب کو ایمان لانے کے بارے میں کہا گیا اور ساتھ ہی یہ خبر بھی موجود ہے کہ وہ ایمان نہیں لائے گا اور شعلہ والی دوزخ میں داخل ہوگا پس جب اس نے ایمان نہیں لانا تھا تو اس کو ایمان لانے کا حکم دینا تکلیف مالا تطاق ہے بلکہ تکلیف دینے کی صورت میں دو مخالف چیزوں کا جمع کرنا ہے اس کا محال ہونا واضح ہے ہم اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ اس بات کا پابند نہیں تھا کہ ایمان نہیں لائے گا بلکہ اس کو ایمان پر استطاعت حاصل تھی وہ اس سے عاجز نہ تھا اس کو ہرگز تکلیف مالا یطاق نہیں دی گئی استطاعت کی بحث میں اس کی وضاحت گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے کہنا

أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

ترجمہ: اگر تم سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ (سورۃ البقرۃ:۳۱)

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انھیں تکلیف مالا یطاق دی گئی ہے جب کہ فرشتوں کو اس کا علم نہ تھا اسی طرح قیامت کے دن تصویر کشی کرنے والوں سے یہ کہنا (کہ جن کو تم نے بنایا ہے ان میں روح ڈالو) اس سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ انھیں تکلیف مالا یطاق دی گئی ہے ان دونوں صورتوں میں ان سے کسی فعل کے طلب کا مطالبہ نہیں ہے کہ جس پر فاعل کو ثواب حاصل ہو یا تارک سزا کے قابل ہو بلکہ یہاں تو خطاب تعجیز ہے یعنی وہ اس فعل کے سرانجام دینے سے عاجز ہیں اسی طرح اللہ کے اس فرمان۔

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ

ترجمہ: اے ہمارے رب اور ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جس کی ہم میں طاقت نہیں۔ (سورۃ البقرہ:۲۸۶)

میں ایمانداروں کے دعا کرنے سے یہ لازم نہیں کہ انہیں تکلیف مالا یطاق سے واسطہ پڑا ہے ظاہر ہے کہ تکلیف مالا یطاق تو تکلیف ہی نہیں بلکہ اس پر پہاڑ لاد دیا جائے جس کی اسے طاقت نہیں وہ مر جائے گا۔

وَقَالَ ابْنُ الأَنْبَارِيِّ: أَيْ لَا تُحَمِّلْنَا مَا يَثْقُلُ عَلَيْنَا أَدَاؤُهُ وَإِنْ كُنَّا مُطِيقِينَ لَهُ عَلَى تَجَشُّمٍ وَتَحَمُّلِ مَكْرُوهٍ، قَالَ: فَخَاطَبَ الْعَرَبَ عَلَى حَسَبِ مَا تَعْقِلُ، فَإِنَّ الرَّجُلَ مِنْهُمْ يَقُولُ لِلرَّجُلِ يُبْغِضُهُ: مَا أُطِيقُ النَّظَرَ إِلَيْكَ، وَهُوَ مُطِيقٌ لِذَلِكَ، لَكِنَّهُ يَثْقُلُ عَلَيْهِ، وَلَا يَجُوزُ فِي الْحِكْمَةِ أَنْ يُكَلِّفَهُ بِحَمْلِ جَبَلٍ بِحَيْثُ لَوْ فَعَلَ يُثَابُ وَلَوِ امْتَنَعَ يُعَاقَبُ، كَمَا أَخْبَرَ سُبْحَانَهُ عَنْ نَفْسِهِ أَنَّهُ لَا يُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا. وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: يَجُوزُ تَكْلِيفُ الْمُمْتَنِعِ عَادَةً، دُونَ الْمُمْتَنِعِ لِذَاتِهِ، لِأَنَّ ذَلِكَ لَا يُتَصَوَّرُ وُجُودُهُ، فَلَا يُعْقَلُ الْأَمْرُ بِهِ، بِخِلَافِ هَذَا.

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: مَا لَا يُطَاقُ لِلْعَجْزِ عَنْهُ لَا يَجُوزُ تَكْلِيفُهُ، بِخِلَافِ مَا لَا يُطَاقُ لِلِاشْتِغَالِ بِضِدِّهِ، فَإِنَّهُ يَجُوزُ تَكْلِيفُهُ، وَهَؤُلَاءِ مُوَافِقُونَ لِلسَّلَفِ وَالْأَئِمَّةِ فِي الْمَعْنَى، لَكِنَّ كَوْنَهُمْ جَعَلُوا مَا يَتْرُكُهُ الْعَبْدُ لَا يُطَاقُ لِكَوْنِهِ تَارِكًا لَهُ مُشْتَغِلًا بِضِدِّهِ بِدْعَةٌ فِي الشَّرْعِ وَاللُّغَةِ، فَإِنَّ مَضْمُونَهُ أَنَّ فِعْلَ مَا لَا يَفْعَلُهُ الْعَبْدُ لَا يُطِيقُهُ! وَهُمُ الْتَزَمُوا هَذَا، لِقَوْلِهِمْ: إِنَّ الطَّاقَةَ -الَّتِي هِيَ الِاسْتِطَاعَةُ وَهِيَ الْقُدْرَةُ- لَا تَكُونُ إِلَّا مَعَ الْفِعْلِ! فَقَالُوا: كُلُّ مَنْ لَمْ يَفْعَلْ فِعْلًا فَإِنَّهُ لَا يُطِيقُهُ! وَهَذَا خِلَافُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ السَّلَفِ، وَخِلَافُ مَا عَلَيْهِ عَامَّةُ الْعُقَلَاءِ، كَمَا تَقَدَّمَتِ الْإِشَارَةُ إِلَيْهِ عِنْدَ ذِكْرِ الِاسْتِطَاعَةِ.

وَأَمَّا مَا لَا يَكُونُ إِلَّا مُقَارِنًا لِلْفِعْلِ، فَذَلِكَ لَيْسَ شَرْطًا فِي التَّكْلِيفِ، مَعَ أَنَّهُ فِي الْحَقِيقَةِ [إِنَّمَا] هُنَاكَ إِرَادَةُ الْفِعْلِ، وَقَدْ يَحْتَجُّونَ بِقَوْلِهِ تَعَالَى: {مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ} (هود، ٢٠) {إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا} (الكهف، ٧٥، ٧٢، ٦٢) وَلَيْسَ فِي ذَلِكَ إِرَادَةُ مَا سَمَّوْهُ اسْتِطَاعَةً، وَهُوَ مَا لَا يَكُونُ إِلَّا مَعَ الْفِعْلِ، فَإِنَّ اللهَ ذَمَّ هَؤُلَاءِ عَلَى كَوْنِهِمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ، وَلَوْ أَرَادَ بِذَلِكَ الْمُقَارِنَ لَكَانَ جَمِيعُ الْخَلْقِ لَا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ قَبْلَ السَّمْعِ! فَلَمْ يَكُنْ لِتَخْصِيصِ هَؤُلَاءِ بِذَلِكَ مَعْنًى، وَلَكِنَّ هَؤُلَاءِ لِبُغْضِهِمُ الْحَقَّ وَثِقَلِهِ عَلَيْهِمْ، إِمَّا حَسَدًا لِصَاحِبِهِ، وَإِمَّا اتِّبَاعًا لِلْهَوَى، لَا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ، وَمُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَسْتَطِيعُ الصَّبْرَ، لِمُخَالَفَةِ مَا يَرَاهُ لِظَاهِرِ الشَّرْعِ، وَلَيْسَ عِنْدَهُ مِنْهُ عِلْمٌ، وَهَذِهِ لُغَةُ الْعَرَبِ وَسَائِرِ الْأُمَمِ، فَمَنْ يُبْغِضُ غَيْرَهُ يُقَالُ: إِنَّهُ لَا يَسْتَطِيعُ الْإِحْسَانَ إِلَيْهِ، وَمَنْ يُحِبُّهُ يُقَالُ: إِنَّهُ لَا يَسْتَطِيعُ عُقُوبَتَهُ، لِشِدَّةِ مَحَبَّتِهِ لَهُ، لَا لِعَجْزِهِ عَنْ عُقُوبَتِهِ، فَيُقَالُ ذَلِكَ لِلْمُبَالَغَةِ، كَمَا تَقُولُ: لَأَضْرِبَنَّهُ حَتَّى يَمُوتَ، وَالْمُرَادُ الضَّرْبُ الشَّدِيدُ. وَلَيْسَ هَذَا عُذْرًا، فَلَوْ لَمْ يَأْمُرِ الْعِبَادَ إِلَّا بِمَا يَهْوَوْنَهُ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ، قَالَ تَعَالَى: {وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ} (المومنون، ٧١)

ابن الانباری کا قول ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہم پر ایسی چیز مسلط نہ کرو جس کا ادا کرنا ہمارے لئے بوجھل ہو اگرچہ ہم تکلیف اور مجبوری کے ساتھ اس کی طاقت

رکھتے ہیں یعنی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عرب کو اس انداز سے مخاطب کیا ہے جس سے وہ متعارف تھے چنانچہ ایک شخص دوسرے انسان سے کہتا ہے جس سے وہ دشمنی رکھتا ہے میں تیری طرف دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا حالانکہ اس میں طاقت ہوتی ہے البتہ وہ اس کو ثقیل گردانتا ہے نیز یہ تو حکمت کے لحاظ سے جائز ہی نہیں کہ کسی کو پہاڑ اٹھانے کی تکلیف دی جائے کہ اگر وہ اٹھائے گا تو اس کو ثواب حاصل ہوگا وگرنہ اس کو سزا سے دوچار ہونا ہوگا جیسا کہ اللہ سبحانہ نے نفس کے بارے میں خبر دی ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔

ترجمہ: اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ (سورۃ البقرہ:۲۸۶)

بعض لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ ممتنع کی تکلیف عادت کے لحاظ سے تو جائز ہے بالذات جائز نہیں ہے جب اس کا تصور ہی ممکن نہیں تو عقلاً اس کا حکم کیسے دیا جاسکتا ہے البتہ عادت کا حکم دیا جاسکتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں جس فعل کے کرنے کی طاقت عجز کی وجہ سے ہے اس کی تکلیف دینا جائز نہیں ہاں اگر اس فعل کے کرنے کی طاقت اس لئے نہیں کہ اس کے مخالف فعل میں وہ مشغول ہے تو اس صورت میں اس فعل کی تکلیف دینا جائز ہے یہ لوگ درحقیقت ائمہ سلف کے موافق ہیں لیکن جس فعل کے چھوڑنے اور اس فعل کے مخالف فعل میں اشتغال کو تکلیف مالا یطاق قرار دینا شریعت اور لغت کے لحاظ سے بدعت ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ جس فعل کو انسان کرتا نہیں ہے کہ اس کی وہ طاقت نہیں رکھتا وہ اسے کرتا ہے اس کا التزام انھوں نے اس لئے کیا ہے کہ ان کا قول ہے کہ قدرت استطاعت بس فعل کے ساتھ ہوتی ہے اور جو شخص کسی کام کو نہیں کر رہا ہے گویا کہ اسے اس کی طاقت نہیں ہے یہ وضاحت کتاب وسنت اور اجماع سلف کے خلاف ہے نیز اکثر عقلاء کے بھی خلاف ہے ارشارۃ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور وہ استطاعت جو فعل کے ساتھ مقارن ہوتی ہے وہ مکلف بنانے کے لئے شرط نہیں ہے جب کہ حقیقت میں وہاں فعل کا ارادہ ہوتا ہے وہ اللہ کے اس قول:

مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ۔

ترجمہ: وہ سننے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ (سورۃ ھود:۲۰)

نیز: اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا

ترجمہ: بیشک تو میرے ساتھ توصبر کی طاقت نہیں رکھتا ہے۔ (الکہف ۶۷۔۷۲۔۷۵)

سے استدلال کرتے ہیں اس میں ارادہ نہیں ہے جس کا نام وہ استطاعت رکھتے ہیں وہ تو فعل کے ساتھ ہی ہوتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو سننے کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں اگر اسی استطاعت سے مراد مقارن ہے تو تمام مخلوق سننے سے پہلے سننے کی استطاعت نہیں رکھتے تو پھر ان کے ساتھ تخصیص کا کچھ معنی نہ ہوگا۔ لیکن یہ لوگ چونکہ حق کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں اور حق ان پر بوجھل ہے یا حق والے سے حسد کرتے ہوئے یا خواہشات کی اتباع کرتے ہوئے سننے کی استطاعت نہیں رکھتے اور موسیٰ علیہ السلام صبر کی استطاعت نہیں رکھتے جب وہ ظاہری شریعت کی مخالفت دیکھ رہے ہیں نیز اسے اس کا علم بھی نہیں نیز عربی اور دوسری زبانوں میں اس طرح استعمال ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے مخالف سے دشمنی کرتا ہے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس میں اس کے ساتھ احسان کی استطاعت نہیں اور جو شخص اس سے محبت کرتا ہے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس میں اس کو سزا دینے کی استطاعت نہیں ہے اس لئے کہ اس کی اس سے

شدید محبت ہے وگرنہ وہ اس کو سزا دینے سے عاجز نہیں ہے پس یہ جملہ مبالغۃً کہا جاتا ہے جیسا کہ تو کہتا ہے کہ میں اس کو پیٹوں گا یہاں تک کہ وہ مرجائے گا اس میں مقصود سخت پیٹنا ہے اور یہ عذر نہیں ہے پس اگر اللہ تعالیٰ بندوں کو صرف ان افعال کے کرنے کا حکم دے جن کو لوگ چاہتے ہیں تو آسمان زمین فساد زدہ ہو جائیں گے ارشاد خداوندی ہے:

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ۔

ترجمہ: اور اگر (خدائے) برحق ان کی خواہشوں پر چلے تو آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب درہم برہم ہو جائیں۔ (سورۃ المومنون: ۷۱)

(شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص ۴۳۵، تا ۴۴۶، قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

سَمِعْتُ أَبَا حَفْصٍ الْفَرْغَانِيَّ يَقُولُ: مَنْ أَقَرَّ بِإِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ الْجَبْرِ وَالْقَدَرِ۔

سیدنا ابوحفص فرغانی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ کا اقرار کیا وہ جبر و قدر سے بری ہو گیا۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ الفاتحۃ، تحت الآیۃ: ۵، ج ۱، ص ۱۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

وَقَالَ الزَّجَّاجُ -وَهُوَ أَحْسَنُ الْأَقْوَالِ، وَالَّذِي عَلَيْهِ الْأَئِمَّةُ وَالْجُمْهُورُ مِنَ الْأُمَّةِ-: إِنَّ اللهَ خَلَقَ الْكَافِرَ، وَكُفْرُهُ فِعْلٌ لَهُ وَكَسْبٌ، مَعَ أَنَّ اللهَ خَالِقُ الْكُفْرِ. وَخَلَقَ الْمُؤْمِنَ، وَإِيمَانُهُ فِعْلٌ لَهُ وَكَسْبٌ، مَعَ أَنَّ اللهَ خَالِقُ الْإِيمَانِ. وَالْكَافِرُ يَكْفُرُ وَيَخْتَارُ الْكُفْرَ بَعْدَ خَلْقِ اللهِ إِيَّاهُ، لِأَنَّ اللهَ تَعَالَى قَدَّرَ ذَلِكَ عَلَيْهِ وَعَلِمَهُ مِنْهُ. وَلَا يَجُوزُ أَنْ يُوجَدَ مِنْ كُلٍّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا غَيْرُ الَّذِي قَدَّرَ عَلَيْهِ وَعَلِمَهُ مِنْهُ، لِأَنَّ وُجُودَ خِلَافِ الْمَقْدُورِ عَجْزٌ، وَوُجُودَ خِلَافِ الْمَعْلُومِ جَهْلٌ، وَلَا يَلِيقَانِ بِاللهِ تَعَالَى. وَفِي هَذَا سَلَامَةٌ مِنَ الْجَبْرِ وَالْقَدَرِ، كَمَا قَالَ الشَّاعِرُ

يَا نَاظِرًا فِي الدِّينِ مَا الْأَمْرُ	لَا قَدَرٌ صَحَّ وَلَا جَبْرُ

وَقَالَ سِيلَانُ: قَدِمَ أَعْرَابِيٌّ الْبَصْرَةَ فَقِيلَ لَهُ: مَا تَقُولُ فِي الْقَدَرِ؟ فَقَالَ: أَمْرٌ تَغَالَتْ فِيهِ الظُّنُونُ، وَاخْتَلَفَ فِيهِ الْمُخْتَلِفُونَ، فَالْوَاجِبُ أَنْ نَرُدَّ مَا أَشْكَلَ عَلَيْنَا مِنْ حُكْمِهِ إِلَى مَا سَبَقَ مِنْ عِلْمِهِ

زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ بہترین قول ہے: جو ائمہ اور جمہور امت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا قول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کافر کو پیدا کیا اور اس کا کفر اس کا اپنا فعل اور کسب ہے جبکہ اس کے فعل کفر کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے، اللہ تعالیٰ نے مؤمن کو پیدا کیا اس کا ایمان اس کا فعل اور کسب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ایمان کا خالق ہے کافر کفر کرتا ہے اور کفر کو پسند کرتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے کفر کو پہلے پیدا کیا ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کافر کو اس پر قدرت دی اور اس سے کفر کے وقوع کو جانتا تھا۔ یہ جائز نہیں کہ ان دونوں سے اس کے علاوہ کوئی چیز پائی جائے جن پر اللہ تعالیٰ نے اسے قادر بنایا تھا اور اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو علم تھا کیونکہ مقدور کے خلاف کا پایا جانا یہ عاجزی ہے اور معلوم کے خلاف کا پایا جانا جہالت ہے۔ یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کے شایان شان نہیں اس قول میں انسان جبر و قدر کے قول

سے محفوظ رہتا ہے؛ جس طرح شاعر نے کہا:

يَا نَاظِرًا فِي الدِّينِ مَا الأَمْرُ	لَا قَدَرٌ صَحَّ وَلَا جَبْرٌ

اے دین میں غور فکر کرنے والے! یہ معاملہ کیا ہے نہ قدر صحیح ہے اور نہ جبر صحیح ہے۔ سیلان نے کہا: ایک بدو بصرہ میں آیا۔ اسے کہا گیا: تو قدر کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ اس نے جواب میں کہا: یہ ایسا امر ہے جس میں گمانات بہت بڑھ گئے ہیں اور اختلاف کرنے والوں نے اس میں اختلاف کیا ہے ضروری ہے کہ ہم پر جو اس کے حکم میں سے معاملہ مشتبہ ہو جائے ہم اسے اس کے علم کی طرف پھیر دیں۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ التغابن، تحت الآیۃ: ۲، ج، ۱۸، ص، ۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت) (تفسیر قرطبی، ج، ۹، ص، ۴۴۵)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

(جواب ملے گا) اور اگر ہم چاہتے تو ہم دے دیتے ہر شخص کو اس کی ہدایت لیکن یہ بات طے ہو چکی ہے میری طرف سے کہ میں ضرور بھروں گا جہنم کو تمام (سرکش) جنوں اور (نافرمان) انسانوں سے۔ (سورۃ سجدہ: ۱۳)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمۃ متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ الْقُرَظِيُّ: لَمَّا قَالُوا: رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ رَدَّ عَلَيْهِمْ بِقَوْلِهِ: وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا يَقُولُ: لَوْ شِئْتُ لَهَدَيْتُ النَّاسَ جَمِيعًا فَلَمْ يَخْتَلِفْ مِنْهُمْ أَحَدٌ وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي الْآيَةَ، ذَكَرَهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ فِي (رَقَائِقِهِ) فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ. وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي التَّذْكِرَةِ. النَّحَّاسُ: وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا فِي مَعْنَاهُ قَوْلَانِ: أَحَدُهُمَا: أَنَّهُ فِي الدُّنْيَا. وَالْآخَرُ: أَنَّ سِيَاقَ الْكَلَامِ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ فِي الْآخِرَةِ، أَيْ لَوْ شِئْنَا لَرَدَدْنَاهُمْ إِلَى الدُّنْيَا وَالْمِحْنَةِ كَمَا سَأَلُوا وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ أَيْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأُعَذِّبَنَّ مَنْ عَصَانِي بِنَارِ جَهَنَّمَ. وَعَلِمَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى [أَنَّهُ] لَوْ رَدَّهُمْ لَعَادُوا، كَمَا قَالَ تَعَالَى: وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ (الانعام: ۲۸). وَهَذِهِ الْهِدَايَةُ مَعْنَاهَا خَلْقُ الْمَعْرِفَةِ فِي الْقَلْبِ. وَتَأْوِيلُ الْمُعْتَزِلَةِ: وَلَوْ شِئْنَا لَأَكْرَهْنَاهُمْ عَلَى الْهِدَايَةِ بِإِظْهَارِ الْآيَاتِ الْهَائِلَةِ، لَكِنْ لَا يَحْسُنُ مِنْهُ فِعْلُهُ، لِأَنَّهُ يَنْقُضُ الْغَرَضَ الْمُجْرَى بِالتَّكْلِيفِ إِلَيْهِ وَهُوَ الثَّوَابُ الَّذِي لَا يُسْتَحَقُّ إِلَّا بِمَا يَفْعَلُهُ الْمُكَلَّفُ بِاخْتِيَارِهِ. وَقَالَتِ الْإِمَامِيَّةُ فِي تَأْوِيلِهَا: إِنَّهُ يَجُوزُ أَنْ يُرِيدَ هُدَاهَا إِلَى طَرِيقِ الْجَنَّةِ فِي الْآخِرَةِ وَلَمْ يُعَاقِبْ أَحَدًا، لَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنْهُ أَنَّهُ يَمْلَأُ جَهَنَّمَ، فَلَا يَجِبُ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى عِنْدَنَا هِدَايَةُ الْكُلِّ إِلَيْهَا، قَالُوا: بَلِ الْوَاجِبُ هِدَايَةُ الْمَعْصُومِينَ، فَأَمَّا مَنْ لَهُ ذَنْبٌ فَجَائِزٌ هِدَايَتُهُ إِلَى النَّارِ جَزَاءً عَلَى أَفْعَالِهِ. وَفِي جَوَازِ ذَلِكَ مَنْعٌ، لِقَطْعِهِمْ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ هُدَاهَا إِلَى الْإِيمَانِ. وَقَدْ تَكَلَّمَ الْعُلَمَاءُ عَلَيْهِمْ فِي هَذَيْنِ التَّأْوِيلَيْنِ بِمَا فِيهِ كِفَايَةٌ فِي أُصُولِ الدِّينِ. وَأَقْرَبُ مَا لَهُمْ فِي الْجَوَابِ أَنْ يُقَالَ: فَقَدْ بَطَلَ عِنْدَنَا وَعِنْدَكُمْ أَنْ يَهْدِيَهُمُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ عَلَى طَرِيقِ الْإِلْجَاءِ وَالْإِجْبَارِ وَالْإِكْرَاهِ، فَصَارَ يُؤَدِّي ذَلِكَ إِلَى مَذْهَبِ الْجَبْرِيَّةِ، وَهُوَ مَذْهَبٌ رَذْلٌ

عِنْدَنَا وَعِنْدَكُمْ، فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَنَّ الْمُهْتَدِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّمَا هَدَاهُمُ اللهُ تَعَالَى إِلَى الْإِيمَانِ وَالطَّاعَةِ عَلَى طَرِيقِ الِاخْتِيَارِ حَتَّى يَصِحَّ التَّكْلِيفُ فَمَنْ شَاءَ آمَنَ وَأَطَاعَ اخْتِيَارًا لَا جَبْرًا، قَالَ اللهُ تَعَالَى: لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ (التكوير:۲۸) .وَقَالَ: فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَى رَبِّهِ سَبِيلًا» ثُمَّ عَقَّبَ هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ بِقَوْلِهِ تَعَالَى: وَمَا تَشَاؤُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللهُ (التكوير:۲۹) فَوَقَعَ إِيمَانُ الْمُؤْمِنِينَ بِمَشِيئَتِهِمْ، وَنَفَى أَنْ يَشَاءُوا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللهُ، وَلِهَذَا فَرَطَتِ الْمُجْبِرَةُ لَمَّا رأوا أن هدايتهم إلى الايمان معذوق، بِمَشِيئَةِ اللهِ تَعَالَى، فَقَالُوا: الْخَلْقُ مَجْبُورُونَ فِي طاعتهم كلها، التفاتا إلى قوله: وَمَا تَشَاؤُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللهُ" (التكوير:۲۹) وَفَرَطَتِ الْقَدَرِيَّةُ لَمَّا رَأَوْا أَنَّ هِدَايَتَهُمْ إِلَى الايمان معذوق بِمَشِيئَةِ الْعِبَادِ، فَقَالُوا: الْخَلْقُ خَالِقُونَ لِأَفْعَالِهِمْ، الْتِفَاتًا مِنْهُمْ إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى: لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ (التكوير:۲۸).

وَمَذْهَبُنَا هُوَ الِاقْتِصَادُ فِي الِاعْتِقَادِ، وَهُوَ مَذْهَبٌ بَيْنَ مَذْهَبَي الْمُجْبِرَةِ وَالْقَدَرِيَّةِ، وَخَيْرُ الْأُمُورِ أَوْسَاطُهَا. وَذَلِكَ أَنَّ أَهْلَ الْحَقِّ قَالُوا: نَحْنُ نُفَرِّقُ بَيْنَ مَا اضْطُرِرْنَا إِلَيْهِ وَبَيْنَ مَا اخْتَرْنَاهُ، وَهُوَ أَنَّا نُدْرِكُ تَفْرِقَةً بَيْنَ حَرَكَةِ الِارْتِعَاشِ الْوَاقِعَةِ فِي يَدِ الْإِنْسَانِ بِغَيْرِ مُحَاوَلَتِهِ وَإِرَادَتِهِ وَلَا مَقْرُونَةً بِقُدْرَتِهِ، وَبَيْنَ حَرَكَةِ الِاخْتِيَارِ إِذَا حَرَّكَ يَدَهُ حَرَكَةً مُمَاثِلَةً لِحَرَكَةِ الِارْتِعَاشِ، وَمَنْ لَا يُفَرِّقُ بَيْنَ الْحَرَكَتَيْنِ: حَرَكَةِ الِارْتِعَاشِ وَحَرَكَةِ الِاخْتِيَارِ، وَهُمَا مَوْجُودَتَانِ فِي ذَاتِهِ وَمَحْسُوسَتَانِ فِي يَدِهِ بِمُشَاهَدَتِهِ وَإِدْرَاكِ حَاسَّتِهِ- فَهُوَ مَعْتُوهٌ فِي عَقْلِهِ وَمُخْتَلٌّ فِي حِسِّهِ، وَخَارِجٌ مِنْ حِزْبِ الْعُقَلَاءِ. وَهَذَا هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ، وَهُوَ طَرِيقٌ بين طريقي الافراط والتفريط. و: كلا طرفي قصد الأمور ذميم وَبِهَذَا الِاعْتِبَارِ اخْتَارَ أَهْلُ النَّظَرِ مِنَ الْعُلَمَاءِ أَنْ سَمَّوْا هَذِهِ الْمَنْزِلَةَ بَيْنَ الْمَنْزِلَتَيْنِ كَسْبًا، وَأَخَذُوا هَذِهِ التَّسْمِيَةَ مِنْ كِتَابِ اللهِ الْعَزِيزِ، وَهُوَ قَوْلُهُ سُبْحَانَهُ: لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (البقرة:۲۸۶) وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ-

حضرت سیدنا محمد بن کعب قرظی علیہ الرحمہ نے فرمایا: جب انہوں نے کہا: رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحاً إِنَّا مُوقِنُونَ- تو اس قول کے ساتھ اس کا رد فرمایا: وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا- اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اگر میں چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت عطا فرما دیتا ان میں سے کوئی بھی ہدایت سے پیچھے نہ رہتا۔

لَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي- ابن مبارک علیہ الرحمہ نے۔ رقائق، میں طویل حدیث ذکر کی ہے ہم نے اس کا ذکر "التذکرہ، ج، ۲، ص، ۵۶۱" میں کیا۔ نحاس نے کہا: وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا- کے معنی میں دو قول ہیں: (۱) دنیا میں (۲) سیاق کلام دلالت کرتا ہے کہ یہ آخرت میں ہوگا۔ اگر ہم چاہتے کہ ہم انہیں دنیا اور امتحان کی طرف لوٹا دیتے جس طرح انہوں نے سوال کیا۔ وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ- میری طرف سے فیصلہ ہو چکا ہے کہ جس نے میری نافرمانی کی میں اسے آگ کا عذاب دوں گا۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا اگر وہ انہیں لوٹاتا تو وہ لوٹ جاتے، جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ (الانعام:۲۸) اس ہدایت سے مراد دل میں معرفت پیدا کرنا ہے اور معتزلہ اس سے یہ مراد لیتے ہیں: اگر ہم چاہتے تو

خوفناک نشانیوں کو ظاہر کر کے ہم انہیں ہدایت پر مجبور کر دیتے لیکن ایسا کرنا اس کی جانب سے اچھا نہ ہوتا کیونکہ یہ اس مقصد کے خلاف ہوتا جو اس بندے کو احکام کا مکلف بنانے سے حاصل ہوتا ہے وہ ثواب ہے اور اس ثواب کا مستحق نہیں بن سکتا مگر وہی شخص جو اپنے اختیار سے کوئی فعل کرتا ہے۔ امامیہ نے اس کی تاویل میں کہا: یہ جائز ہے کہ اس سے وہ ہدایت مراد لے جو آخرت میں جنت کے راستہ کی طرف ہے اور کسی کو سزا نہ دے لیکن اس کی جانب سے یہ قول ثابت ہے کہ وہ جہنم کو بھر دے گا۔ ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ پر کوئی لازم نہیں کہ سب کو جنت کی طرف ہدایت دے۔ علماء نے کہا: بلکہ واجب معصومین کو ہدایت دینا ہے۔ جس کا گناہ ہو تو اس کی جہنم کی طرف راہنمائی جائز ہوگی یہ ان افعال پر جزا ہے، اس کو جائز قرار دینا درست نہیں، کیونکہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں ہدایت سے مراد ایمان کی طرف ہدایت ہے۔ علماء نے ان کے بارے میں دو تاویلوں کے متعلق ایسی گفتگو کی ہے جو دین کے اصول میں کفایت کرتی ہے۔

جواب میں سب سے مناسب وموزوں یہ ہے کہ کہا جائے: ہمارے اور تمہارے نزدیک یہ باطل ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جبر واکراہ کے ساتھ ہدایت نصیب فرمائے کیونکہ اگر اسے تسلیم کیا جائے تو یہ جبریہ کے مذہب کی طرف لے جاتا ہے وہ مذہب ہمارے اور تمہارے نزدیک بے وقعت ہے تو کوئی چیز باقی نہیں بچتی مگر یہ ہے کہ مؤمنوں میں سے ہدایت یافتہ کو اللہ تعالیٰ بندے کے اختیار کی بنا پر انہیں ایمان وطاعت کی طرف دعوت دیتا ہے یہاں تک کہ اسے مکلف بنانا صحیح ہو جاتا ہے۔

وہ جو چاہے وہ اپنے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے ایمان وطاعت اپنا لے بطور جبر ایسا نہ کرے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ **ترجمہ:** اس کے لئے جو تم میں سیدھا ہونا چاہے۔ (التکویر، ۲۸) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا۔ (المزمل، ۱۹) پھر اس کے پیچھے ان دو آیتوں کو بیان کیا: وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۔ (الانسان: ۳۰) مؤمنوں کا ایمان اس کی مشیت سے واقع ہوا اور اس امر کی نفی کر دی کہ وہ کوئی چیز چاہ سکتے ہیں وہ اس وقت کوئی چیز چاہیں گے جب اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ اسی وجہ سے جبریہ نے مزید تفریط سے کام لیا جب انہوں نے یہ دیکھا کہ ایمان اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ متعلق ہے۔ انہوں نے کہا: مخلوق اپنے تمام تر امور میں مجبور ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو دیکھتے: وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۔ (الانسان: ۳۰) اور قدریہ نے بھی حد سے تجاوز کیا جب انہوں نے یہ دیکھا کہ ان کی ایمان کی طرف ہدایت بندوں کی مشیت کے ساتھ متعلق ہے۔ انہوں نے کہا: مخلوق اپنے افعال کی خود خالق ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف توجہ کی: لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ ۔ **ترجمہ:** اس کے لئے جو تم میں سیدھا ہونا چاہے۔ (التکویر، ۲۸)

ہمارا مذہب دونوں کے درمیان میانہ روی پر مشتمل ہے۔ ہمارا مذہب جبریہ اور قدریہ کے درمیان ہے اور بہترین امر درمیانہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل حق نے کہا: ہم جس کی طرف مجبور کئے جائیں اور جس میں ہمیں اختیار ہوتا ہے اس میں ہم فرق کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ہم فرق کا ادراک کرتے ہیں، اس رعشہ کی حرکت میں جو انسان کے ہاتھ میں بغیر کسی حیلہ اور ارادہ کے ہوتی ہے اور اس کے ساتھ اس کی قدرت شامل نہیں ہوتی، اور اس اختیاری حرکت کے درمیان جب وہ اپنے ہاتھ کو حرکت دیتا ہے جو رعشہ کی حرکت کے مماثل ہوتی ہے۔ جو دونوں حرکتوں یعنی رعشہ کی حرکت اور اختیاری حرکت میں فرق نہیں کرتا جب کہ وہ دونوں اس کی ذات میں موجود ہوتی ہیں۔ اس کے ہاتھ میں محسوس کی جاتی ہیں وہ اس کا مشاہدہ بھی کرتا ہے اور اس کا حاسہ، ادراک بھی کرتا ہے تو ایسا شخص پاگل ہے، اس کی حس میں خلل ہے اور عقلاء کی جماعت سے خارج ہے یہی وہ واضح حق ہے۔ یہی افراط وتفریط کے طریقوں کے درمیان اعتدال کا راستہ ہے۔ کلا طرفی قصد الأمور ذمیم۔ میانہ روی کی دونوں جانبیں مذموم ہیں۔ اسی اعتبار سے علماء میں سے اہل نظر نے پسند کیا کہ دو منزلوں کے درمیان اس منزل

کوکسب کا نام دیں۔انہوں نے یہ نام کتاب اللہ سے اخذ کیا ہے۔

وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۔

ترجمہ: اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی۔(البقرہ:۲۸۶)

(تفسیر القرطبی، سورۃ السجدۃ، تحت الآیۃ:۱۳، ج،۱۴،ص،۶۴،تا،۶۶،دار الکتب العلمیہ ،بیروت)(تفسیر قرطبی،ج،۷،ص،۴۷۹)

قدر باطل ہے جبر باطل ہے		بین الامرین امر حاصل ہے

کیا ہنسی آتی ہے مجھ کو حضرتِ انسان پر		کارِ بد تو خود کرے لعنت کرے شیطان پر

فصل ثانی:

سوال:(۳۴)بطورِ اعتراض:

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمہ وحدت الوجود کے داعی ہیں لیکن دوسری طرف اگر غور کیا جائے تو حقیقت اسکے خلاف واضح ہوتی ہے۔جو لوگ وحدت الوجود کے قائل ہیں وہ جبر و اختیار کی بحثوں میں جبر کو ترجیح دیتے ہیں اور جبریہ فرقہ ہی کو حق بجانب سمجھتے ہیں۔اور یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔

ہر آن کس را کہ مذہب غیر جبر است		نبی فرمود کو مانند گبر است

ترجمہ: جس شخص کا مذہب جبر کے علاوہ ہے نبی ﷺ نے فرمادیا وہ مجوسی ہے

لیکن معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمہ اختیار کے قائل ہیں اور جا بجا جبر کے عقیدے کی تردید کرتے ہیں فرماتے ہیں۔

(مثنوی شریف، سجاد)

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۴۵ھ، لکھتے ہیں:

نسمہ:فرمود جبر دو است: جبر اولیا و جبر زندقہ۔ جبر اولیا ہستی خود را از میان بر داشتن است و خود را بہ تصرف حق و اگذاشتن۔ و کار گذار حق را یافتن و بحق دیدن و گفتن و شنیدن۔ و جبر زندقہ ترک عمل کردن و خود را در میان آوردن و گفتن کہ مارا ہیچ اختیار نیست، ہر چہ می کند حق سبحانہ می کند۔

ہمچو آب نیل دان این جبر را		بر سعید آن آب و خون بر اشقیاء

نسمہ: فرمایا جبر یعنی مجبور ہونا دو طرح کا ہے۔ایک اولیاء کا جبر اور دوسرا زندقہ یعنی کافروں کا جبر۔جبر اولیاء یہ ہے کہ ایک شخص اپنی ہستی کو درمیان سے اٹھالے اور خود کو اس کے تصرف میں دیدے۔حق سبحانہ، وتعالیٰ کے کارندہ کا مرتبہ پالے۔حق دیکھے حق سنے اور حق کہے اور زندقہ یعنی کافروں کا جبر یہ ہے کہ عمل ترک کردے۔نفس کو درمیان میں لے آئے اور کہے کہ ہمیں کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔

مثنوی مولانا روم سے آپ نے اس کی وضاحت فرمائی۔

حضور سیدی قطب الارشاد مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

همچو آب نیل دان این جبر را		بر سعید آن آب و خون بر اشقیاء

ترجمہ: یہ جبر دریائے نیل کے پانی کی طرح ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے لیے پانی اور بد بخت فرعونیوں کے لیے خون اور موت۔

(نسمات القدس، ص، ۹۳)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، علیہ الرحمۃ متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

نامۂ عذرِ خودت بر خواندی		نامۂ سنّی بخواں چه ماندی

ترجمہ: تو نے اپنے عذر کی کتاب پڑھ (کرسن) لی۔ اب سنی کی کتاب بھی پڑھ (پھر تیری آنکھ کھلے گی کہ تو) کیسا (گمراہی میں) مبتلا ہے۔

آنچه گفتی جبریانه، در قضا		سِرّ آن بشنو ز من در ماجرا

ترجمہ: جو کچھ تو نے جبری مذہب والوں کی طرح قضا کے بارے میں کہا ہے۔ اس کا راز (اس) بحث میں مجھ سے سن لے۔

اختیارے هست ما را در جهان		حس را منگر نتانی شد عیان

ترجمہ: ہم کو جہان میں اختیار حاصل ہے۔ تو ایسی ظاہری محسوس کا انکار نہیں کر سکتا۔

اختیارِ خود ببین جبری مشو		ره رها کردی، بره آ، کج مرو

ترجمہ: تو اپنے اختیار کو دیکھ (جو تجھے اپنے افعال میں حاصل ہے) جبری نہ بن تو نے (سیدھا) راستہ چھوڑ دیا (اب) راستے پر آ۔ ٹیڑھا نہ چل۔

سنگ را هرگز نگوید کس بیا		وز کلوخے کس کجا جوید وفا

ترجمہ: پتھر کو ہرگز کوئی (یہ) حکم نہیں دیتا کہ ادھر آ۔ اور مٹی کے ڈھیلے سے کوئی حکم بجالانے کا طالب کب ہے۔ (کیونکہ اس کو اختیار حاصل نہیں۔ لیکن انسان کو جو حکم دیا گیا ہے کہ نیک اعمال کرے اور برے اعمال سے بچے تو معلوم ہوا اس کو اعمال کا اختیار حاصل ہے)۔

آدمی را کس کجا گوید بپر		یابیا اے کورو در من درنگر

ترجمہ: (ہاں جن امور میں) آدمی کو (اختیار حاصل نہیں۔ ان کا حکم بھی نہیں دیا جاتا۔ چنانچہ اسے) کب کوئی کہتا ہے کہ پرواز کر و یا یوں کون کہتا ہے کہ اندھے آ اور مجھے دیکھ۔

گفت یزداں ما علی الاعمیٰ حرج		کے نهد برما حرج رب الفرج

ترجمہ: (چنانچہ) حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اندھے پر کوئی تنگی نہیں (اور یہ معذور کے غیر مامور ہونے کی دلیل ہے پس) وہ کشائشوں کا پروردگار ہم پر تنگی کیوں ڈالنے لگا ہے۔

کس نگوید سنگ را دیر آمدی		یا که چوبا! تو چرا بر من زدی

ترجمہ: (کوئی مجبور و غیر مختار چیز جس طرح مامور نہیں مسئول بھی نہیں چنانچہ) پتھر کو کوئی نہیں کہتا کہ تو دیر سے آیا۔ (بلکہ یہ جوابدہی پتھر کو لانے والے کے ذمہ ہے)۔

یالکڑی کو کوئی نہیں کہتا کہ اے لکڑی تو نے میرے (چوٹ) کیوں ماری۔ (یہ سوال لکڑی مارنے والے سے ہوگا)۔

ایں چنیں واجستها مجبور را		کس نگوید یا زند معذور را

ترجمہ: ایسی جواب طلبیاں مجبور سے کوئی نہیں کرتا۔ یا معذور کو کوئی (اس بات پر) نہیں مارتا (کہ اس نے فلاں کام نہیں کیا۔ جس میں وہ معذور تھا۔

امر و نهی و خشم و تشریف و عتیب		نیست جز مختار را اے پاک جیب

ترجمہ: (غرض) اے پاک دل! حکم اور ممانعت اور ناراضگی اور انعام اور عتاب اہلِ اختیار کے سوا اور کسی کے لئے نہیں (اور جب بندے کے لئے یہ تمام وعدہ وعید مسلم ہیں تو ثابت ہوا کہ وہ با اختیار ہے)۔

اختیارت هست در ظلم و ستم		من ازیں شیطان و نفس ایں خواستم

ترجمہ: تجھ کو ظلم و ستم (کرنے) میں اختیار حاصل ہے (خواہ تو اس کا مرتکب ہو یا اس سے بچے) میری مراد اس نفس و شیطان سے یہی (تیرے اختیار کی طاقت) تھی۔

اختیار اندر درونت ساکن ست		تا ندید او یوسفے کف را نخست

ترجمہ: (کسی کام کے کرنے یا اس سے بچنے کا) اختیار تیرے باطن میں قائم ہے۔ جب تک وہ کسی یوسف کو نہ دیکھے۔ ہاتھ کو زخمی نہیں کرتا۔

اختیار و داعیه در نفس بود		روش دید آنگه پرو بالے کشود

ترجمہ: (حسن کو) قبول کرنے اور چاہنے کی طاقت (ان عورتوں کے) نفس میں (پہلے سے موجود) تھی جونہی اس (آفتاب جمال) کا چہرہ دیکھا۔ اسی وقت (اس طاقت نے) پر اور بازو کھول دیئے۔

سگ بخفته اختیارش گشته گم		چوں شکنبه دید جنباں کرد دم

ترجمہ: کتا سورہا ہے اور اس کا اختیار پردۂ خفا میں ہے۔ جب اس نے (بحالتِ بیداری کسی جانور کا) معدہ دیکھا تو (اس کو کھا جانے کے شوق میں) دم ہلانے لگا۔

اسپ هم جو جو کند چوں دید جو		چوں به بیند گوشت گربه کرد مو

ترجمہ: گھوڑا بھی (جواب تک خاموش کھڑا تھا) جب غلہ جو دیکھتا ہے تو (ہنہنانے اور بزبانِ حال) جو جو رٹنے لگتا ہے۔ بلی (جو چپ چاپ بیٹھی تھی) جب گوشت دیکھتی ہے تو میاؤں میاؤں کرنے لگتی ہے۔

دیدن آمد جنبشِ آں اختیار		همچو نفخے ز آتش انگیزد شرار

ترجمہ: (مطلوب و مرغوب کا) دیکھنا۔ اس اختیار (کی طاقت) کا محرک بن گیا۔ جیسے پھونک کہ آگ سے چنگاریاں اٹھا دیتی ہے۔

پس بجنبد اختیارت چوں بلیس		شد دلاله آردت پیغامِ ویس

ترجمہ: جب شیطان دلالہ بن جاتا ہے۔ اور (تیری) مرغوباتِ (نفسانیہ) کا پیغام تجھے پہنچا دیتا ہے تو تیرے اختیار کی طاقت حرکت میں آجاتی ہے۔

چونکه مطلوبے بریں کس عرضه کرد		اختیارِ خفته بکشاید نبرد

ترجمہ: جب (شیطان نے) اس شخص پر کوئی مطلوب پیش کیا۔ تو (اس کا) سویا ہوا اختیار (اس کے حصول کی) جدوجہد کا آغاز کر دیتا ہے۔

(بعض نسخوں میں نبرد کے بجائے نورد درج ہے۔ پھر ترجمہ یوں ہوگا۔ کہ سویا ہوا اختیار اپنے بل کھولنے لگتا ہے)۔

واں فرشته خیر ها بر رغمِ دیو		عرضه دار می کند در دل غریو

ترجمہ: اور (ادھر) وہ فرشتہ شیطان کے مقابلے میں نیکیاں پیش کرتا ہے اور دل کے اندر (اپنا) غلغلہ (بلند کرتا رہتا ہے)۔

تابجنبد اختیارِ خیرِ تو		زانکه پیش از عرضه خفت ست ایں دو خو

ترجمہ: تاکہ تمہارا نیکی اختیار کرنے کا جذبہ حرکت میں آئے کیونکہ (نیکی و بدی کو) پیش کرنے سے پہلے یہ دونوں خصلتیں سو رہی ہیں۔

پس فرشته و دیو گشته عرضه دار		بهرِ تحریکِ عروقِ اختیار

ترجمہ: غرض فرشتہ اور شیطان اختیار کی رگوں کو حرکت میں لانے کے لئے (نیکی اور بدی کو) پیش کرتے رہتے ہیں۔

مے شود ر الهام هاؤ وسوسه		اختیارِ خیر و شرت ده کسه

ترجمہ: (چنانچہ ملائکہ کے) الہامات اور (شیاطین کے) وسوسہ سے تیرا نیکی و بدی کا اختیار دس مردوں (کے اختیار) کے برابر (قوی) ہو جاتا ہے۔

وقتِ تحلیلِ نماز اے با نمک		زاں سلام آورد باید با ملک

ترجمہ: اسی لئے تو اے جوانِ ملیح! نماز کو ختم کرتے وقت فرشتوں کو سلام کرنا چاہئے۔

که ز الهام و دعائے خوب تاں		اختیارِ ایں نمازم شد رواں

ترجمہ: (جس میں یہ اشارہ ہے) کہ (اے ملائکہ) تمہارے الہام اور نیک دعا سے اس نماز (کو تکمیل تک پہنچانے) پر میرا اختیار جاری رہا۔

باز از بعدِ گنه لعنت کنی		بر بلیس ایرا ازوئی منحنی

ترجمہ: پھر گناہ کے بعد تم کو شیطان پر لعنت کرنی چاہئے۔ کیونکہ اسی کی وجہ سے ناراست (بن رہے) ہو۔ (یا گناہوں کے بوجھ سے جھکے جا رہے ہو)۔

ایں دو ضد عرضه کننده در سرار		در حجابِ غیب آمد عرضه دار

ترجمہ: یہ دو متضاد طاقتیں جو پنہاں طور پر (نیکی و بدی کو بندے کے سامنے) پیش کرنے والی ہیں غیب پر پردہ میں پیش کرتی ہیں۔

چونکه پردۂ غیب بر خیزد ز پیش		توبه بینی روئے دلا لانِ خویش

ترجمہ: جب غیب کا پردہ سامنے سے اٹھ جائے گا تو تم اپنے دلالوں کی صورت دیکھ لوگے۔

وز سخن شاں را شناسی بے گزند		کاں سخن گو در حجاب اینها بُدند

ترجمہ: اور تم بلا تکلیف ان کی گفتگو پہچان لوگے کہ وہ بولنے والے پردے کے اندر یہی تھے۔

دیو گوید اے اسیرِ طبع و تن		عرضه می کردم نکردم زور من

ترجمہ: شیطان کہے گا۔اے طبیعت اور بدن کے قیدی! میں (تو محض لذاتِ جسمانیہ کا خیال) پیش کردیتا تھا (ان پر) مجبور نہیں کرتا تھا۔

کیا ہنسی آتی ہے مجھ کو حضرتِ انسان پر ‌ ‌ ‌ کارِ بد تو خود کرے لعنت کرے شیطان پر

وان فرشته گویدت من گفتمت ‌ ‌ ‌ که ازیں شادی فزوں گردد غمت

ترجمہ: اور فرشتہ تم سے کہے گا کہ میں نے تم کو آگاہ کردیا تھا کہ اس خوشی سے (جو تم کو لذاتِ نفسانیہ سے حاصل ہوتی ہے) تمہارا غم ترقی کرے گا۔

ایں فلاں روزت نگفتم من چناں ‌ ‌ ‌ که ازاں سویست ره سوئے جناں

ترجمہ: کیا یہ (بات) فلاں روز میں نے تم سے یوں نہیں کہی تھی کہ جنت کی طرف راستہ (ادھر نہیں جدھر تم جارہے ہو۔ بلکہ) ادھر ہے۔

ما محبِ جان روح افزائے تو ‌ ‌ ‌ ساجدانِ مخلص بابائے تو

ترجمہ: ہم تمہاری جان کے خیر خواہ ہیں۔جو کائنات کی روح کو تازگی بخشنے والی ہے۔اور تمہارے باوا (حضرت آدم علیہ السلام)

کے بااخلاص سجدہ گزار ہیں۔

ایں زمانت خدمتے هم مے کنم ‌ ‌ ‌ سوئے مخدومی صلایت می کنم

ترجمہ: اب میں تیری بھی خدمت بجالاتا ہوں۔اور مخدوم بننے کی طرف تجھے بلا رہا ہوں۔

ایں گره بابات را بوده عِدا ‌ ‌ ‌ وز خطابِ اُسجُدُوا کرده اَبا

ترجمہ: (بخلاف اس کے) یہ (شیاطین کا) گروہ تمہارے باوا (حضرت آدم علیہ السلام) کا دشمن تھا۔اور حق تعالیٰ کے حکم اسجدوا کا انکار کرچکا ہے۔

آں گرفتی وانِ ما انداختی ‌ ‌ ‌ حقِ خدمتهائے ما نشانختی

ترجمہ: وہ (بات جو شیاطین نے کہی) تو نے قبول کرلی۔اور ہماری بات رد کردی۔ہماری خدمات کا حق نہ پہچانا۔

ایں زماں مارا و ایشاں را عیاں ‌ ‌ ‌ رنگر بشناس از لحن و بیاں

ترجمہ: اس وقت ہم کو اور ان کو ظاہر دیکھ لے (اور) آواز و گفتگو سے پہچان لے۔

نیم شب چوں بشنوی زاریِ دوست ‌ ‌ ‌ چو سخن گوید سحر دانی که اوست

ترجمہ: آدھی رات کو جو تم دوست کی زاری سنتے ہو جب وہ صبح کو گفتگو کرتا ہے تو (پھر) سمجھ جاتے ہو کہ وہی ہے۔

درد و کس در شب خبر آرد ترا ‌ ‌ ‌ روزار گفتن شناسی هر دورا

ترجمہ: اور اگر دو آدمی رات کو دو متضاد خبریں تم کو پہنچائیں تو دن کے وقت (ان کی) گفتگو سے تم دونوں کو پہچان لوگے (کہ کس نے کونسی خبر دی تھی)۔

بانگِ شیر و بانگِ سگ شب در رسید ‌ ‌ ‌ صورت هر دو ز تاری نا پدید

ترجمہ: رات کو شیر کی آواز اور کتے کی آواز ایک ساتھ پہنچی (مگر) تاریکی کی وجہ سے دونوں کی صورت غیر ظاہر (تھی)۔

روز شد چوں باز در بانگ آمدند		پس شناسد شان ز بانگِ آں ہو شمند

ترجمہ: (حتیٰ کہ) دن چڑھ گیا۔ پھر جب دونوں بولنے لگے تو وہ دانا ان کو آواز سے پہچان لیتا ہے۔

مخلص آنکه دیو و روحِ عرضه دار		هر دو هستند از تتمه اختیار

ترجمہ: خلاصہ یہ کہ شیطان اور فرشتہ (جو نیکی و بدی کو) پیش کرنے والے (ہیں) دونوں (انسان کے) اختیار (افعال) کی تکمیل کرنے والے ہیں۔

اختیارے هست در ما نا پدید		چون دو مطلب دید آید در مزید

ترجمہ: (پس) ہمارے اندر اختیار (کی طاقت) مخفی طور پر (موجود) ہے۔ جب وہ طاقت دو (طرح کے اچھے اور برے) مطلب (کو) دیکھتی ہے تو (ان میں سے ایک کو عمل میں لانے کے لئے) جوش مارتی ہے انسان کو اختیار حاصل ہونے کی بدیہی دلیل یہ ہے کہ:)

اوستادان کود کان را می زنند		آں ادب سنگِ سیه را کے کنند

ترجمہ: استاد بچوں کو (غیر حاضر رہنے یا سبق یاد نہ کرنے یا کوئی شرارت کرنے پر) سزا دیتے ہیں۔ (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کو حاضر باش رہنے، سبق یاد کرنے اور شرارت سے باز آنے کا اختیار حاصل ہے۔ بخلاف اس کے) تادیب کالے پتھر کی کب کی جاتی ہے۔ (کیونکہ اس کو کسی بات کا بھی اختیار حاصل نہیں سنگ کے ساتھ سیاہ کی قید اتفاقی ہے۔ ورنہ ہر رنگ کا پتھر مسلوب الاختیار ہے)۔

هیچ گوئی سنگ را فردا بیا		ور نیائی من دهم بد را سزا

ترجمہ: بھلا کبھی تم پتھر کو حکم دیتے ہو کہ کل کو حاضر ہو اور اگر نہیں آئے گا تو میں (ایسے) برے شخص کو سزا دوں گا (جو حکم عدولی کرے)۔

هیچ عاقل مر کلوخے را زند		هیچ با سنگے عتابے کس کند

ترجمہ: کیا کوئی عقلمند کسی ڈھیلے کو مارتا ہے۔ کیا کوئی آدمی کسی پتھر کو ملامت کرتا ہے (ہرگز نہیں)۔

در خِرد جبر از قدر رُسوا ترست		زانکه جبری حِسِ خود را منکرست

ترجمہ: عقل (ودانش) میں جبریہ قدریہ سے زیادہ ذلیل ہے۔ کیونکہ جبری اپنی حس کا منکر ہے۔

منکرِ حس نیست آن مردِ قدر		فعلِ حق حسی نباشد اے پسر

ترجمہ: (بخلاف اس کے) وہ شخص جو قدریہ مذہب رکھتا ہے حس کا منکر نہیں (کیونکہ وہ خدا کا بندے کو اختیار بخشنے کا منکر ہے اور اے عزیز خدا کا فعل (امر نظری ہے) حسی نہیں (اور اس کا انکار حس کا انکار نہیں)۔

منکرِ فعلِ خداوندِ جلیل		هست در انکارِ مدلولِ دلیل

ترجمہ: خداوند بزرگ کے (اس) فعل کا انکار کرنے والا (کہ اس نے بندے کو اختیار بخشا ہے گویا ایک نظری) دلیل کے نتیجے کا انکار کر رہا ہے۔ (جو چنداں تعجب کی بات نہیں)۔

آں بگوید دود ہست و نارنے		نورِ شمعی نے ز شمع روشنے

ترجمہ: وہ (قدریہ تو یہ) کہتا ہے کہ دھواں ہے اور آگ نہیں ہے۔شمع کا نور (ہے مگر) کسی روشن شمع سے نہیں (بلکہ خود بخود ہے)۔

مطلب: بندے کے اختیار کو ماننا اور اختیار بخشنے والے کو نہ ماننا ایسا ہے۔ جیسے دھوئیں کو تسلیم کرنا اور آگ کے وجود کا اقرار نہ کرنا۔ جس سے دھواں نکلتا ہے۔ اسی طرح دوسری مثال میں اختیار گویا شمع کی روشنی ہے اور اختیار بخشنے والا (بلا تشبیہ) شمع ہے۔ پس معطی اختیار کو نہ ماننے کے معنی یہ ہوئے کہ روشنی ہو، شمع نہ ہو تو یہ قدریہ کا عقیدہ ہے۔ اور جبریہ کا عقیدہ اس سے زیادہ بعید از عقل ہے۔ چنانچہ:

ویں ہمے بیند معین نار را		نیست مے گوید پئے انکار را

ترجمہ: اور یہ (جبری) آگ کو موجود دیکھتا ہے (اور پھر) انکار کے لئے کہتا ہے (کہ آگ موجود) نہیں ہے

(جبری ہر لحہ اپنے اختیار کو بروئے کار دیکھتا ہوا اس کا انکار کرتا ہے)۔

دامنش سوزد بگوید نار نیست		جامه اش دوزد بگوید تار نیست

ترجمہ: اس کا دامن (بھی) جل جاتا ہے (جو آگ کے موجود ہونے کی ایک بیّن دلیل ہے) پھر کہتا ہے کہ آگ (موجود) نہیں۔

اس کا کپڑا سیا جاتا ہے پھر کہتا ہے کہ دھاگا نہیں۔

پس تسفسط آمد ایں دعویٔ جبر		لاجرم بدتر بود زیں روز گبر

ترجمہ: پس یہ جبر کا دعویٰ سوفسطائیانہ عقیدہ ہے۔ اس لئے وہ بدیں لحاظ دہریہ (کے عقیدے) سے بھی بدتر ہے۔ (آگے اس کی دلیل ارشاد ہے)۔

گبر گوید ہست عالم نیست رب		یا ربے گوید کہ نبود مستحب

ترجمہ: (چنانچہ) دہریہ قائل ہے کہ عالم (موجود ہے مگر پروردگار موجود) نہیں۔ وہ یا رب (یا رب) کہہ کر دعا کرتا ہے جو قبول نہیں ہوتی۔

(جب جان کے لالے پڑ جائیں تو دہری کو بھی پروردگار کی طرف رجوع کئے بدون چارہ نہیں سوجھتا۔ مگر بے سود)۔

ایں ہمے گوید جہاں خود نیست ہیچ		ہست سوفسطائی اندر پیچ پیچ

ترجمہ: (اور) یہ (سوفسطائی) کہتا ہے جہان ہی کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ سوفسطائی (فضول) پیچ و تاب میں (مبتلا) ہے۔

(اسی طرح جبری کہتا ہے کہ بندے کے اختیار کی کوئی حقیقت نہیں۔ پس وہ بھی سوفسطائی کا بھائی ہے۔ حالانکہ)

جملۂ عالم مقر در اختیار		امر و نہیِ ایں میار و آں بیار

ترجمہ: تمام جہان اختیار (سے کام لینے) میں (اس قسم کے) امر و نہی کا اقرار کرنے والا ہے کہ یہ لاؤ اور وہ نہ لاؤ۔

(جب اس قسم کے امر و نہی کا ایک دوسرے کو خطاب کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ مخاطبوں کو با اختیار مانتے ہیں)۔

او ہمے گوید کہ امر و نہیِ لاست		اختیارے نیست ویں جملہ خطاست

ترجمہ: (مگر) وہ (احمق جبری) کہتا ہے کہ امر و نہی کالعدم ہے (کسی کو) کوئی اختیار (حاصل) نہیں اور یہ تمام (خیالات) غلط ہیں۔

حسِّ را حیوان مقرست اے رفیق		لیک ادراکِ دلیل آمد دقیق

ترجمہ: اے دوست حس کا اقرار تو حیوانات تک کرتے ہیں (انسان اس کا اقرار کیوں نہ کرے)
لیکن دلیل (عقلی) کا ادراک (ذرا) باریک ہے (جو ہر کس و ناکس کے بس کا نہیں)۔

زانکه محسوس ست مارا اختیار		خوب مے آید برو تکلیف کار

ترجمہ: کیونکہ ہم کو اپنا اختیار (صاف) نظر آرہا ہے۔ (اور) اس (بنا) پر اعمال کا مکلف ہونا مناسب دکھائی دیتا ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر پنجم، ۵۳۸، تا ۵۴۹)

درکِ وجدانی بجائے حس بود		هر دو دریک جدول اے عمر میرود

ترجمہ: وجدان کے ذریعہ کچھ معلوم ہونا بمنزلہ حس کے ہے اے بزرگ (حس اور وجدان) دونوں ایک نہر میں رواں ہیں۔

نغز مے آید برو کن یا مکن		امر و نهی و ماجرا ها در سخن

ترجمہ: اسی (اختیار کی بنا) پر کرو یا نہ کرو کا حکم اور نہی اور گفتگو میں تکرار مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اینکه فردا ایں کنم یا آں کنم		ایں دلیلِ اختیار ست اے صنم

ترجمہ: یہ بات (کہنا) کہ میں کل کو یہ کروں گا یا وہ کروں گا۔ اے محبوب! یہ اختیار کی دلیل ہے۔

واں پشیمانی که خوردی از بدی		ز اختیارِ خویش گشتی مهتدی

ترجمہ: اور وہ پشیمانی (محسوس کر کے) جو تم کو کسی بری بات (کے ارتکاب) سے پیش آتی ہے اپنے اختیار سے آگاہ ہو گئے ہو۔

جمله قرآں امر و نهی ست و وعید		امر کردن سنگِ مرمر را که دید؟

ترجمہ: تمام قرآن کریم حکم اور نہی اور (عذاب کی) دھمکی (پر مشتمل) ہے (جو بندے کو اختیار حاصل ہونے کی دلیل ہے)
سنگ مرمر کو (اختیار حاصل نہیں تو اس کو) حکم دیتے (بھی) کس نے دیکھا ہے۔

هیچ دانا، هیچ عاقل ایں کند		با کلوخ و سنگ خشم و کیں کند

ترجمہ: بھلا کوئی دانا (اور) کوئی عقل مند یہ (فضول حرکت) کرتا ہے کہ ڈھیلے اور پتھر پر (یوں) ناراضگی و خفگی (کا اظہار) کرے۔

که نگفتم که چنیں کن یا چناں		چوں نکردید اے موات وعاجزاں

ترجمہ: کہ کیا میں نے (تم کو) یہ نہیں کہا تھا کہ اس طرح کر دیا اس طرح۔ اے بے جانو اور بیکارو تم نے کیوں نہ کیا۔

عقل کے حکمے کند بر چوب و سنگ		مردِ جنگی چوں زند بر نقشِ جنگ

ترجمہ: عقل لکڑی اور پتھر پر کب حکم کرتی ہے۔ جنگجو آدمی تصویر پر حملہ آور کب ہوتا ہے۔

کاے غلامِ بسته دست اشکسته پا		نیزه بر گیرد بیا سوئے وغا

ترجمہ: (اور یہ کب کہتا ہے) کہ اے (تصویری) غلام جس کے ہاتھ بے کار اور پاؤں ناکارہ ہیں۔ نیزہ پکڑ اور جنگ کی طرف آ۔

خالقے کو اختر و گردوں کند		امر و نہیِ جاہلانہ چوں کند

ترجمہ: جو خالق (تعالیٰ شانہ ایسی حکمتِ بالغہ سے موصوف ہے کہ وہ) ستارے اور آسمان (جیسی عالیشان مخلوق) پیدا کرنے والا ہے وہ ایسا جاہلانہ امر و نہی کیوں کرنے لگا تھا (کہ غیر ذی اختیار مخلوق کو اس سے خطاب کرتا)۔

احتمالِ عجز بر حق را ندی		جاہل و گیج و سفیہش خواندی

ترجمہ: (اگر تیرا یہی خیال ہے تو) تو نے حق تعالیٰ پر (حکمت و تدبیر سے) عاجز آ جانے کا احتمال قائم کیا۔

(اور معاذ اللہ اس کو جاہل و پراگندہ مغز اور سفیہ کہا (توبہ توبہ کسی مسلمان سے ایسی گستاخی متوقع نہیں۔ یہ حصہ نمرود و فرعون جیسے سرکش کفار کا ہی ہو سکتا ہے)۔

عجز نبود در قدر در خود شود		جاہلی از عاجزی بدتر بود

ترجمہ: (فرقہ) قدریہ (کے عقیدے) میں (حق تعالیٰ کی) عاجزی (لازم) نہیں (آتی) اور اگر (آتی) ہو تو جاہلی عاجزی سے بدتر ہے۔

(جو جبریہ کے عقیدے میں لازم آتی ہے)۔

ترک مے گوید قنق را از کرم		بے سگ و بے دلق آسوئے درم

ترجمہ: ترک (اپنے) مہمان کو از راہِ مہربانی کہتا ہے کہ (کسی) کتے (کو ساتھ لئے) اور گدڑی (پہنے بدون میرے دروازے کی طرف آنا۔

وز فلاں سو اندر آہیں با ادب		تا سگم بندد ز تو دندان و لب

ترجمہ: اور فلاں دروازے سے شریفانہ انداز میں داخل ہونا۔ تاکہ میرا کتا تم سے اپنے دانت اور لب بند رکھے (اور حملہ آور ہو کر گزند نہ پہنچائے)۔

تو بعکسِ آں کنی بردر روی		لاجرم از زخمِ سگ خستہ شوی

ترجمہ: (مگر) تم اس کے برعکس (عمل) کرتے ہو۔ اور دروازے پر (اسی طرح) چلے جاتے ہو۔

اس لئے کتے کے زخم سے مجروح ہو جاتے ہو گے۔

مولانا بمناسبت مقام ہدایت فرماتے ہیں:

آنچناں رو کہ غلاماں رفتہ اند		تا سکش گردد حلیم و مہر مند

ترجمہ: پس تم (اس درگاہ پر) اس طرح جاؤ (جس طرح) کہ (دوسرے محتاط) بندے جاتے ہیں۔

تاکہ اس کا کتا (شیطان) تمہارے لئے حلیم اور بالحاظ بن جائے۔

تو سگے با خود بری یا رو بہے		سگ بشو رو از بُنِ ہر خر گہے

ترجمہ: (مگر) تم اپنے ساتھ کتا یا لومڑی لئے جاتے ہو (جس کو دیکھ کر) ہر خیمہ کے گوشے سے (کوئی نہ کوئی) کتا بھونکنے لگتا ہے۔

(آگے پھر اثباتِ اختیار کے متعلق فرماتے ہیں):

غیر حق را گر نباشد اختیار		خشم چون مے آیدت بر جرم دار

ترجمہ: اگر حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کو (فعل کا) اختیار نہ ہو۔ تو (اس سے لازم آتا ہے کہ مجرم ارتکابِ جرم بھی اپنے اختیار سے نہیں کرتا) پھر تم کو مجرم پر غصہ کیوں آتا ہے۔

چون همے خائی تو دندان بر عدو		چون همے بینی گناه و جرم ازو

ترجمہ: جب تم دشمن سے گناہ وجرم سرزد ہوتا دیکھتے ہوتو اس پر دانت کیوں پیستے ہو۔

گرزِ سقفِ خانه چو بے بشکند		بر تو افتد سخت مجروحت کند

ترجمہ: اگر گھر کی چھت سے ایک لکڑی ٹوٹ کر تم پر گرے (اور) تم کو زخمی کر دے۔

هیچ خشمے آیدت بر چوبِ سقف		هیچ اندر کینِ او باشی تو وقف

ترجمہ: تو کیا تمہیں چھت کی لکڑی پر غصہ آئے گا۔ کیا بھلا اس کی دشمنی پر تم وقف رہو گے۔

که چرا بر من زد و دستم شکست		یا چرا بر من فتاد و کرد پشت

ترجمہ: کہ وہ مجھے کیوں لگی اور میرا ہاتھ توڑ ڈالا۔ یا کیوں مجھ پر گری اور (مجھے) گرا دیا۔

او عدوّے جان و خصمِ تن بدست		قاصداً در بندِ خونِ من بدست

ترجمہ: وہ نالائق لکڑی پہلے سے میری جان کی دشمن اور (میرے) بدن کی بیرن تھی۔ اس لئے قصداً میرے خون کا ارادہ کیا۔

کو دکانِ خورد را چون مے زنی		چون بزرگاں را منزه مے کنی

ترجمہ: جب تم بڑے لوگوں کو (حصولِ اختیار سے) مبرا سمجھتے ہو۔ تو چھوٹے بچوں کو (شرارتوں پر) سزا کیوں دیتے ہو۔ (ان کو بھی بے اختیار سمجھ کر معاف رکھو)۔

آں که دزد و مالِ تو گوئی بگیر		دست و پایش را ببر سازش اسیر

ترجمہ: جو شخص تمہارا مال چرا لیتا ہے تو (پولیس کے سپاہی سے) کہتے ہو اس کو پکڑ لو۔ اس کے ہاتھ پاؤں (شرعی فیصلے کے موافق) کاٹ ڈالو۔ (اور) اس کو قید کرلو (پس تم چور کو بے اختیار سمجھ کر معاف کیوں نہیں کر دیتے)۔

وانکه قصدِ عورتِ تو مے کند		صد هزاران خشم از تو سرزند

ترجمہ: اور جو شخص تمہاری عورت پر دست اندازی کرنے لگتا ہے۔ تو (اس کے خلاف) لاکھوں غصے تم سے ظاہر ہوتے ہیں (کیوں جی! بے اختیار پر غصہ کیسا)؟

ور بیاید سیل و رختِ تو بَرَد		هیچ با سیل آورد کینے خرد

ترجمہ: اگر سیلاب آئے اور تمہارے اسباب بہا لے جائے تو کیا کوئی عقل سیلاب سے ناراض ہوگی

(ہرگز نہیں پھر تمہارے نزدیک چور اور دست اندازی کرنے والا بھی تو سیلاب کی طرح بے اختیار ہے ان پر کیوں خفا ہوتے ہو)۔

گر بیاید باد و دستارت ربود		کے ترا با باد دل خشمے نمود

ترجمہ: اگر ہوا آئے اور تمہاری پگڑی کو اڑا لے جائے تو تمہارا دل ہوا پر کب ناراض ہوتا ہے۔

(اسی طرح چور بھی تو تمہارے نزدیک بے اختیار ہے۔ اس پر کیوں ناراض ہوتے ہو)۔

خشم در تو شد بیانِ اختیار		تا نگوئی جبریانہ اعتذار

ترجمہ: (چور وغیرہ مجرموں کے خلاف) تمہارے اندر غصہ (پیدا ہونا ان مجرموں کے) اختیار کی دلیل ہے۔

تاکہ تم جبری لوگوں کی طرح بہانے نہ کرو۔

گر شتر بان اشترے را مے زند		آں شتر قصدِ زننده مے کنند

ترجمہ: اگر ساربان ایک اونٹ کو (لاٹھی سے) مارتا ہے تو وہ اونٹ مارنے والے کا قصد کرتا ہے۔

خشمِ اشتر نیست با آں چوبِ او		پس ز مختاریِ شتر بر دست بُو

ترجمہ: اونٹ کو اس کی لاٹھی پر غصہ نہیں آتا۔ پس اونٹ (بھی) مختاری کے راز کو سمجھ گیا۔ (یعنی اگرچہ وہ لاٹھی کی ضرب کو محسوس کرتا ہے۔

مگر اس کو بے اختیار سمجھ کر لاٹھی والے پر حملہ کرتا ہے کہ فاعل مختار وہ ہے)۔

همچنیں گر بر سگے سنگے زنی		بر تو آرد رود گردد منثنی

ترجمہ: اسی طرح اگر تم کسی کتے پر پتھر مارو تو تمہاری طرف رُخ کر کے لوٹ پڑے گا۔

سنگ را گر گیرد از خشم تو است		چوں تو دوری و ندارد بر تو دست

ترجمہ: اگر وہ پتھر کو (منہ میں) پکڑتا ہے تو یہ (بھی) تم پر غصہ ظاہر کرنے کی وجہ سے ہے۔ جبکہ تم دور ہو اور وہ تم پر قابو نہیں پا سکتا۔

عقلِ حیوانی چو دانست اختیار		ایں مگو اے عقلِ انسان شرم دار

ترجمہ: جب حیوان کی عقل (بھی) اختیار کو سمجھتی ہے تو اے انسان کی عقل تو اس (جبر) کی قائل نہ ہو شرم کر۔

روشن ست ایں لیک از طمعِ سحور		آں خورنده چشم بر بندد ز نور

ترجمہ: یہ (بات) روشن ہے۔ لیکن سحری کی طمع سے وہ (سحری) کھانے والا (صبح کی) روشنی سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔

چونکه کلی میل آں ناں خورد نے ست		رو بتاریکی کند که روز نیست

ترجمہ: چونکہ اس کی پوری خواہش روٹی کھانے کی ہے (اس لئے) وہ تاریکی کی طرف منہ کر لیتا ہے

(اور اپنے دل کو تسلی دیتا ہے) کہ دن نہیں (چڑھا)۔

حرص چوں خورشید را پنهاں کند		چه عجب گر پشت بر بُرهاں کند

ترجمہ: حس جب سورج (جیسی درخشاں چیز) کو (نظر سے) اوجھل کر سکتی ہے تو کیا تعجب ہے کہ دلیل کی طرف (بھی) پشت کرلے (جو سورج کے برابر روشن نہیں ہو سکتی)۔

این مثل بشنو مشو منکر بدان		اختیارِ خویش را در امتحان

ترجمہ: یہ مثال سنو (اور) اس کے باوجود امتحان کے وقت اپنے اختیار سے انکار نہ کرو۔

حکایت در بیانِ تقریرِ اختیارِ خلق و بیان آنکہ تقدیر و قضا سلب کنندہ اختیار نیست

حکایت اختیارِ خلق کی تقریر کے بیان میں اور یہ بیان کہ تقدیر اور قضا اختیار کو سلب کرنے والے نہیں۔

گفت دزدے شحنۂ کاے پادشاہ		آنچہ کردم بود آں حکم اِلٰہ

ترجمہ: ایک چور نے کوتوال کے سامنے (بطور عذر) کہا حضور! میں نے جو (جرم کا ارتکاب) کیا ہے وہ خدا کا حکم تھا۔

گفت شحنہ آنچہ من ہم می کنم		حکمِ حق ست اے دو چشمِ روشنم

ترجمہ: کوتوال نے کہا میں بھی جو کچھ (سلوک تیرے ساتھ) کر رہا ہوں۔ پیارے (وہ بھی) حق تعالیٰ کا حکم ہے۔

(آنکھ نہایت پیاری چیز ہے۔ اس لئے بطورِ استعارہ پیارے دوست کو اس لفظ سے ندا کی جاتی ہے۔ مگر کوتوال نے یہ خطاب طنزاً کیا ہے)۔

از دُکانے گر کسے تُربے بُرد		کایں ز حکمِ ایزدست اے با خِرد

ترجمہ: اے عاقل اگر کوئی (چور) کسی دوکان سے مولی (چرا) لے جائے (اور عذر کرے) کہ یہ (فعل) خدا کے حکم سے (سرزد ہوا) ہے۔

برسرش کوبی دو سہ مشت اے کرہ		حکم حق ست ایں کہ اینجا باز نہ

لغات: مشت، مکا، گھونسا۔ کرہ، بکسرِ راء مخفف کریہ، بدصورت، بدکردار، برا آدمی۔

ترجمہ: تو اس کے سر پر دو تین گھونسے رسید کرو (اور کہو) اے بدمعاش یہ بھی حق تعالیٰ کا حکم ہے کہ تجھ سے یہ سلوک کیا جائے۔ تا کہ تو اس مولی کو اسی جگہ واپس رکھ دے۔

در یکے ترّہ چو ایں عذر اے فضول		مے نیاید نزد بقالے قبول!

ترجمہ: اے فضول آدمی جب ایک ترکاری کے بارے میں یہ عذر دکاندار کے نزدیک قابلِ قبول نہیں ہے:

چون بدیں عذر اعتمادے می کنی		گِردِ مار و اژدھا برمے کنی

ترجمہ: جب تو اس (لغو و مہمل) عذر پر بھروسہ کرتا ہے تو سانپ اور اژدہے کے گرد پھر رہا ہے۔

(یعنی اس عذر پر بھروسہ کر کے دین و دنیا میں اپنے خسارے کا سامان کر رہا ہے۔

زیں چنیں عذر اے سلیمِ نا سبیل		خون و مال و زن ہمہ کردی سبیل

ترجمہ: اے بیوقوف! غیر شریف! اس قسم کے عذر سے تو نے (دشمنوں کے لئے اپنا) خون اور مال اور عورت سب کچھ مباح کر دیا۔ (چنانچہ):

هر کسے پس سبلتِ تو بر کند		عذر آرد خویش را مضطر کند

ترجمه: پھر تو ہر شخص تیری مونچھیں نوچ لے گا۔ (ساتھ ہی اپنے غیر ذی اختیار ہونے کا) عذر کرے گا (اور) اپنے آپ کو (اس فعل پر) مجبور (قرار دے کر بے گناہ) ٹھہرائے گا۔

حکمِ حق گر عذر مے شاید ترا		پس بیاموز و بده فتوئ مرا

ترجمه: اگر حکمِ حق تیرے لئے (ارتکاب معاصی میں) عذر بن سکتا ہے۔ تو (مجھے بھی یہ عذر) سکھادے اور میرے لئے فتوے دے دے (کہ میں بھی معاصی کا ارتکاب کرسکتا ہوں)۔

که مرا صد آرزو و شهوت ست		دستِ من بسته ز بیم و هیبت ست

ترجمه: کیونکہ میں (بھی) سینکڑوں آرزوئیں اور خواہشیں رکھتا ہوں۔ (اور ان کو پورا کرنے سے خدا کا) خوف اور ڈر میرے ہاتھ کو روکے ہوئے ہے۔ (اور جب تیرا فتویٰ ہوجائے گا کہ جو کچھ میں کروں گا وہ بحکمِ خدا ہوگا تو مجھے کوئی خوف نہ رہے گا)۔

پس کرم کن عذر را تعلیم ده		بر کشا از دست و پائے من گره

ترجمه: پس مہربانی کر کے مجھے یہ عذر سکھادے (اور) میرے ہاتھ پاؤں سے قید اٹھادے۔

اختیارے کردۂ تو پیشۂ		کاختیارے دارم و اندیشۂ

ترجمه: (ایک اور دلیل سنو) تم نے ایک خاص پیشہ اختیار کر رکھا ہے (اور تم بخوبی جانتے ہو) کہ میں (اپنے لئے ہر پیشہ انتخاب کرنے کا) اختیار رکھتا ہوں اور (اتنی) سمجھ (بھی رکھتا ہوں کہ کونسا پیشہ میرے لئے مناسب ہوگا)۔

ورنه چون بگزیدۂ آں پیشه را		از میان پیشه ها اے کد خدا

ترجمه: اور اگر (تم کو اپنے اختیار کا یقین) نہیں تو اے صاحب تم نے اس پیشہ کو (تمام مختلف) پیشوں میں سے کیونکر انتخاب کرلیا۔

چونکه آید نوبتِ نفس و هوا		بیست مرده اختیار آید ترا

ترجمه: (یہ عجیب تماشا ہے کہ) جب نفس اور خواہش (نفس) کی باری آتی ہے تو تم کو (اس خواہش کے پورا کرنے کے لئے) بیس مردوں کے برابر اختیار حاصل ہوجاتا ہے۔

چون برد یک حبه از تو یار سود		اختیارِ جنگ در جانت کشود

ترجمه: (اور) جب کوئی حریف تم سے (تمہاری مرضی کے خلاف) ایک حبہ فائدہ اٹھائے تو تمہاری جان میں اختیار جنگ (کا سلسلہ) پھیل جاتا ہے۔

چونکه آید نوبتِ شکر نعم		اختیارت نیست واز سنگے تو کم

ترجمه: (بخلاف اس کے) جب (خداداد) نعمتوں کے شکریہ (کے لئے طاعت وعبادت بجالانے) کی نوبت آتی ہے تو (پھر) تم کو (ان کے بجا لانے کا) اختیار (حاصل) نہیں اور تم ایک پتھر سے (بھی) کم رتبہ ہو۔

دوزخت را عذر ایں باشد یقیں		کاندریں سوزش مرا معذور بیں

ترجمہ: (خیر خاطر جمع رکھو کہ اگر تم دنیا کے اندر ترکِ طاعات اور ارتکابِ منہیات میں معذور ہو۔ تو آخرت میں)

تمہاری دوزخ کو (بھی) یقیناً یہ عذر ہوگا کہ اس سوزش میں مجھ کو معذور سمجھو۔

کس بدیں حجت چو معذورت نداشت		وز کفِ جلاد ایں دورت نداشت
چوں بدیں داور جہاں منظوم شد		حالِ آں عالم یقیں معلوم شد

ترجمہ: جب کسی نے تم کو اس حجت سے معذور نہیں سمجھا۔ اور (ارتکابِ قتل کی صورت میں) اس (حجت) نے تم کو جلاد کے ہاتھ سے محفوظ نہیں رکھا (اور) جب اس (دنیاوی حاکم) عادل (کے قانونِ مجازات) سے دنیا کا انتظام قائم ہے تو اگلے عالم کا حال بھی یقیناً معلوم ہو گیا (کہ وہاں بھی مجبوری و معذوری کا بہانہ نہیں چلے گا۔ اور ہر عمل کی سزا و جزا ملے گی)۔

حکایت ہم در جوابِ جبری و اثباتِ اختیار و صحتِ امر و نہی و بیاں آنکہ از عذرِ جبری در ہیش ملتے و در ہیچ دینے مقبول نیست و موجبِ خلاص نیست از سزائے آں کار کہ کردہ است چنانکہ خلاص نیافت ابلیس جبری بدانکہ گفت بِماآغویتنی و القلیل یدلّ علی الکثیر

حکایت جبری ہی کے جواب میں اور اختیار کے ثبوت اور امر و نہی کی صحت میں اور اس بات کا بیان کہ جبری کا عذر کسی مذہب اور کسی دین میں مقبول نہیں۔ اور اس کام کی سزا سے خلاصی پانے کا موجب نہیں جس کا وہ مرتکب ہوا ہے۔ جیسا کہ ابلیس جبری اس قول سے جو اس نے کہا تھا خلاصی نہ پا سکا کہ الٰہی تو نے مجھ کو گمراہ کیا ہے اور قلیل زیادہ پر دلالت کرتا ہے۔

آں یکے بر رفت بالائے درخت		میفشاند او میوہ را دزدانہ سخت

ترجمہ: ایک شخص درخت پر چڑھ گیا۔ اور چوروں کی طرح بے تحاشہ میوہ جھاڑنے لگا۔

صاحب باغ آمد و گفت اے دنی		از خدا شرمیت کو؟ چہ میکنی؟

ترجمہ: (اتنے میں) باغ کا مالک آ گیا اور کہنے لگا۔ ارے کمینے! خدا سے تیری شرم کہاں گئی۔ (یہ) تو کیا کر رہا ہے۔

گفت از باغِ خدا بندۂ خدا		گر خورد خرما کہ حق کردش عطا
عامیانہ چہ ملامت مے کنی		بخل بر خوانِ خداوندِ غنی

ترجمہ: (چور) بولا اگر خدا کے باغ سے خدا کا بندہ کھجوریں کھالے جو حق تعالیٰ نے اس کو عطا کی ہیں تو اس پر تم کیوں بازاری لوگوں کی طرح برا بھلا بکنے لگ گئے۔ خداوند غنی کے خوان (کرم) پر یہ کنجوسی (کیا معنی رکھتی ہے)۔

گفت اے ایبک بیاور آں رسن		تا بگویم من جوابِ بو الحسن

ترجمہ: (مالک باغ نے اپنے غلام کو آواز دی کہ اے ایبک! وہ رسی اٹھا لا تا کہ میں (اس) بھلے مانس کے ابا (کو اس کی منطق) کا جواب دوں۔

پس ببستش سخت آندم بر درخت	میزدش بر پشت و پہلو چوبِ سخت

ترجمہ: پھر اسی وقت اس کو درخت پر کس کر باندھ دیا۔ اور اس کی پیٹھ اور پہلو پر سخت لاٹھیاں مارنی شروع کیں۔ (وہ جبری جبر کے عقیدے کی پختگی کی وجہ سے درخت پر جم کر بیٹھ رہا ہوگا۔ اور باطمینان اپنے آپ کو رسی باندھنے والے کے پیش کر دیا ہوگا۔ پھر آخر میں آنکھیں کھلیں۔ اگر اس کے بجائے کوئی قدریہ ہوتا تو وہ فعلِ فرار کا خالق بن کر درخت سے کود پڑتا۔ اور یہ جا اور وہ جا)۔

گفت آخر از خدا شرمے بدار	میکشی ایں بیگنہ را زار زار

ترجمہ: (جبری چور) بولا (میاں!) آخر خدا سے کچھ شرم کرو اس بے گناہ کو کیوں بری طرح مار رہے ہو۔

گفت کز چوبِ خدا ایں بندہ اش	میزند بر پشتِ دیگر بندہ خوش

ترجمہ: (مالکِ باغ نے) کہا کہ (گھبراؤ نہیں) خدا کی لکڑی سے یہ خدا کا بندہ دوسرے بندے کی پیٹھ پر بخوبی (ضرب) لگا رہا ہے۔

چوبِ حق و پشت و پہلو آنِ او	من غلام و آلت و فرمانِ او

ترجمہ: خدا کی لکڑی ہے اور یہ پیٹھ اور پہلو اسی کے قبضے میں ہیں میں تو محض اس کے آلۂ کار اور حکم کا تابع ہوں۔

گفت توبہ کردم از جبر اے عیار	اختیار ست اختیار ست اختیار

ترجمہ: (جبری) بولا اے مردِ چالاک! میں نے جبر (کے عقیدے) سے توبہ کی (بیشک مجھے) اخیار (حاصل) ہے۔ اختیار (حاصل) ہے۔

(آگے حضور سیّدی معارف آگاہی مولانا جلال الدین رومی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں):

اختیارت اختیارش ہست کرد	اختیارش چوں سوارے زیر گرد

ترجمہ: تیرے اختیار کو اس (قادرِ مطلق) کے اختیار نے پیدا کیا ہے۔ اس کا (کلی) اختیار گویا سوار ہے جو (تیرے جزوی اختیار کی) گرد کے نیچے (مخفی) ہے۔

اختیارش اختیارِ ما کند	امر شد بر اختیار اے مستند

ترجمہ: اس کا اختیار ہمارے اختیار کو (ایجاد) کرتا ہے اور اے معتبر آدمی (ہمارے اسی) اختیار کی بنا پر (ہم کو بجا آوریِ اعمال کا) حکم ہوا ہے۔

قدر باطل ہے جبر باطل ہے	بین الامرین امر حاصل ہے

جنبشِ خلق از قضا و وعدہ است	تیزیِ دنداں ز سوزش معدہ است

ہاں مشو مغرور زاں گفتِ نکو	زانکہ کارد صد بدن در زیر او

اوپر کے شعر پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مخلوق کو اختیار حاصل ہے تو پھر اس پر حق تعالیٰ کا اختیار ہونے کے کیا معنی؟ کیونکہ جو شخص کسی کے زیرِ اختیار ہو وہ مجبور ہوتا ہے مختار نہیں ہو سکتا۔ آگے اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں:

حاکمی بر صورتِ بے اختیار	هست هر مخلوق را در اقتدار

ترجمہ: بے اختیار صورت پر قادر ہونے میں ہر مخلوق کو حکومت (حاصل) ہے۔

تا کشد بے اختیارے صید را	تا برد بگرفته گوش او زید را

ترجمہ: حتیٰ کہ وہ کسی بے اختیار شکار کو کھینچ لے جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ (زید وعمرو وغیرہ) کو (جن کو اختیار حاصل نہیں) کان سے پکڑ کر لے جاتا ہے۔

لیک بے هیچ آلتے صنعِ صمد	اختیارش را کمندِ او کند

ترجمہ: لیکن خداوندِ بے نیاز کی قدرت بغیر کسی ذریعہ کے (خود) اسی کے اختیار کو اس کی کمند بنا دیتی ہے (جس میں وہ مقید ہو جاتا ہے)۔

اختیارش زید را قیدے کند	بے سگ و بے دام چوں صیدے کند

ترجمہ: وہ زید کے لئے اس کے (خود اپنے) اختیار کو قید بنا دیتا ہے۔ شکاری کتے اور جال کے بغیر شکار کی طرح (مقید ومسخر) کر دیتا ہے۔

آں درو گر حاکمِ چو بے بود	واں مصور حاکمِ خو بے بود

ترجمہ: ایک بڑھی لکڑی پر قدرت رکھتا ہے (کہ اس سے جو چیز چاہے بنا دے) اور ایک مصور کسی حسین پر قدرت رکھتا ہے
(کہ جب وہ سامنے بیٹھ جائے تو اس کی تصویر کھینچ دے)۔

هست آهنگر بر آهن قیمے	هست بنّا هم بر آلت حاکمے

ترجمہ: لوہار لوہے پر حاکم ہے۔ معمار آلاتِ تعمیر پر حکمران ہے۔

نادر ایں باشد که چندیں اختیار	ساجد اندر اختیارش بنده وار

ترجمہ: عجیب بات یہ ہے کہ (مخلوق کے) اس قدر (بے پایاں) اختیارات اس (خداوند تعالیٰ) کے اختیار کے حضور میں سجدہ (اطاعت) بجا لاتے ہیں۔

قدرتِ تو بر جمادات از نبرد	کے جمادی را از آنها نفی کرد

ترجمہ: (اے صناع! آلاتِ صناعی وغیرہ) جمادی اشیا پر تیری قدرت از راہِ خصوصیت ان جمادات سے جمادیت کو سلب کب کر سکی تو۔

قدرتش بر اختیارات آنچناں	نفی نکند اختیارے را ازاں

ترجمہ: تو اسی طرح اس قادرِ مطلق کی قدرت (بھی) جو اسے (مخلوق کے) اختیارات پر ہے۔ اس (مخلوق) سے اختیار کو سلب نہیں کرتی۔

خواستش مے گوئیے بر وجهِ کمال	که نباشد نسبتِ جبر و ضلال

ترجمہ: (بندے کو مجبورِ محض نہ سمجھو ہاں) اس (قادرِ مطلق) کی کامل مشیت (کے مطابق باختیارِ خود عمل کرنے والا کہو) تا کہ جبر اور گمراہی کی نسبت (لازم) نہ آئے۔

چونکه گفتی کفرِ من خواهِ ویست	خواهِ خود را نیز هم میداں که هست

ترجمہ: (اے کافر) جب تو کہتا ہے کہ میرا کفر اس (باری تعالیٰ) کی خواہش (پر مبنی) ہے تو تجھے اپنی خواہش (اور ارادہ) کو بھی ماننا پڑے گا جو (تجھے حاصل) ہے۔

زانکه بے خواہِ تو خود کفرِ تو نیست		کفرِ بے خواهش تناقض گفتنی ست

ترجمہ: کیونکہ (اگر) تیری خواہش کے بغیر (کوئی فعلِ کفر تجھ سے سرزد ہوجائے تو وہ) تیرا کفر ہی نہیں (ہوسکتا) کفر (ماننا اور) خواہش کے بغیر (ماننا) متناقض باتیں کرنا ہے۔

امر عاجز را قبیح ست و ذمیم		خشم بدتر خاصه از ربِّ رحیم

ترجمہ: (اگر بندے کو اختیار نہ ہوتا تو اعمال بجالانے کا حکم کیوں آتا) عاجز و مجبور کو حکم (دینا تو) برا اور ناپسند ہے (اور عاجز و مجبور کے اعمال بجا نہ لانے پر) غضبناک ہونا (اس سے بھی) زیادہ برا ہے۔ خصوصاً پروردگار رحیم سے (جس کی صفت رحمت ہے اور وہ بے موقع کام کرنے کی تہمت سے منزہ ہے)۔

گاؤ گر یوغے نگیرد می زنند		هیچ گاوے کے نپرد شد نثرمذ

ترجمہ: بیل اگر جوئے نہ لے تو اس کو مارتے ہیں (کیونکہ یہ کام اس کے امکان میں ہے۔

بخلاف اس کے جو بیل پرواز نہ کرے اسے کچھ نہیں کہتے کیونکہ) وہ (اس سے) عاجز ہے۔

گاؤ چون معذور نبود در فضول		صاحبِ گاو از چه معذور ست ڈول

ترجمہ: جب بیل (بھی) ناروا کام میں معذور و قابلِ عفو نہیں (سمجھا جاتا) تو بیل کا مالک بے حیا (جو عاقل و مکلف ہے) کیونکر معذور (ہوسکتا) ہے۔

چون نهٔ رنجور سر را بر مبند		اختیارت هست بر سُبلت مخند

ترجمہ: جب تو بیمار نہیں تو (بیماروں کی طرح اپنے) سر کو نہ باندھ (یعنی جب تو مجبور نہیں تو خواہ مخواہ مجبور نہ بن) تجھے اختیار (حاصل) ہے (بے اختیار بن کر اپنا مضحکہ نہ اڑا۔ (آگے فرماتے ہیں کہ اگر مجبور و بے اختیار بننا چاہتے ہو تو جبریہ کے گمراہ فرقے کی طرح نہ بنو جو سراسر جہالت ہے۔

بلکہ فنافی اللہ کے مقام پر فائز ہوکر حقیقی معنی میں اپنے اختیار کو کلیۃً اختیارِ حق میں فنا کرو اور کالمیت فی ید الغسال بن جاؤ)۔

جهد کن کز جامِ حق یابی نوی		بیخود و بے اختیار آنگه شوی

ترجمہ: کوشش کرو کہ تم حق (کی معرفت) کے پیالے سے تازگی حاصل کرو اور اس وقت تم بے خود و بے اختیار ہوجاؤ گے (یہی سلبِ اختیار صحیح اور مبارک ہے)۔

آنگه آن مے را بود کل اختیار		تو شوی معذور و مطلق مست وار

ترجمہ: اس وقت اس شراب کو کلی اختیار ہوگا۔ (جو تم نے پی رکھی ہے۔ اور) تم ایک مست کی طرح معذور و غیر مکلف ہوگے۔

هرچه گوئی گفتۂ مَے باشد آن		هرچه روبی رفته مے باشد آن

ترجمہ: (پھر) تم جو کچھ کہو گے وہ شراب کی گفتگو ہوگی (اور تم اپنی گفتگو کے ساتھ عوام کے قلوب سے) جس (عقیدے) کا صفایا کرو گے وہ اس شراب کا فعل ہوگا۔

کے کند آن مست جز عدل و صواب		که ز جامِ حق چشیده است او شراب

ترجمہ: ایسا مست جس نے حق تعالیٰ کے جام سے شراب پی ہے۔ عدل و صواب وہی تو کرے گا اس) کے سوا اور کیا کرے گا۔

جادوان فرعون را گفتند بیست		مست را پروائے دست و پائے چیست

ترجمہ: (چنانچہ) جادوگروں نے فرعون کو کہا ٹھہر جا۔ مست کو اپنے ہاتھ پاؤں کی پروا نہیں۔

مطلب: جب فرعون کے حکم سے جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے جمع ہوئے تو وہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کے آگے اپنے جادو کو بیکار پا کر اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔ فرعون نے ان کو دھمکی دی۔ کہ تم میرے حکم کا انتظار کئے بدون موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے ہو۔ میں اس جرم کی سزا میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالوں گا۔ اور تم کو سولی پر چڑھادوں گا۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا:

لَا ضَيْرَ إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ

ترجمہ: کچھ حرج (کی بات) نہیں ہم کو (تو بہر حال) اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (سورۃ الشعراء:۵۰)

دست و پائے ما مَے آں واحد ست		دستِ ظاهر سایه است و کاسد ست

ترجمہ: ہمارے ہاتھ پاؤں تو اسی (خدائے) واحد کی شراب (محبت) ہے (پس یہ) ظاہری ہاتھ (پاؤں اگر کٹ جائیں تو پروا نہیں۔

کیونکہ یہ اعضا ایک سایہ (بے بود) ہیں اور بے سود ہیں۔ (آگے مولانا فرماتے ہیں):

چوں بسر پُر شد ز جامِ او مدام		خانۂ دل را فرو گیرد تمام

ترجمہ: (غرض) جب اس کے پیالے کی شراب (محبت) سر میں بھر جائے تو وہ دل کے گھر پر پوری طرح حاوی ہوجاتی ہے۔

قول بنده ان شآء الله کان		بهر آں نبود که منبل شو ازاں

ترجمہ: بندہ کا یہ کہنا کہ اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اس لئے نہیں کہ تم اس (قول) کی بنا پر (اعمالِ حسنہ کی بجا آوری سے) سست ہوجاؤ (یا اس لئے نہیں کہ تم اس قول کی بنا پر اعمالِ حسنہ سے ٹلنے کا) حیلہ نکالو۔

بهرِ تحریض ست بر اخلاص و جد		کاندراں خدمت فزوں شو مستعد

ترجمہ: (بلکہ) اخلاص اور سعی پر برانگیختہ کرنے کے لئے ہے کہ اس خدمت میں تم (پہلے سے) بھی زیادہ مستعد ہوجاؤ۔

(تحریص بصاد مہملہ بھی صحیح ہے۔ بمعنی ترغیب)۔

گر بگوید آنچه میخواهی تو راد		کار کارِ تست بر حسبِ مراد
انگه ازمنبل شوی جائز بود		کانچه خواهی و آنچه جوئی آں شود

ترجمہ: (ہاں) اگر کہا جائے کہ اے بہادر آدمی! جو کچھ تم چاہتے ہو (وہی ہوگا) یہ معاملہ تمہاری مراد کے مطابق طے ہوگا تو اس وقت اگر تم (بجا آوریِ اعمالِ حسنہ سے) سست ہوجاؤ تو جائز ہوگا۔ کیونکہ جو کچھ تم چاہتے ہو اور جو کچھ طلب کرتے ہو وہی ہوجائے گا۔

چوں بگویند ان شاء الله کان		حکم حکمِ اوست مطلق جاوداں

ترجمہ: جب کہا جائے کہ اللہ جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔ حکم دینا مطلق اور ہمیشہ اسی کا حق ہے تو۔

پس چرا صد مرده اندر وِردِ او		برنگردی بندگانه گردِ او

ترجمہ: پھر تم کیوں نہ سو مردوں کی طاقت کے ساتھ اس (کے فضل وکرم) کے گھاٹ میں غلاموں کی طرح اس کے گرد نہ پھرو (جب خداوند تعالیٰ کے لئے ہی سب کچھ ہوتا ہے تو پھر تم کو ہزار جان سے عبادات بجالا کر اس کو خوش کرنا چاہئے۔

گر بگویند آنچه مے خواهد وزیر		خواست آنِ اوست اندر دار و گیر

ترجمہ: (دیکھو) اگر کہا جائے کہ جو کچھ وزیر چاہتا ہے (ملکی) نظم ونسق میں اس کی تجویز (چلتی) ہے تو۔

گردِ او گرداں شوی صد مرده زود		تا بریزد بر سرت احسان وجود

ترجمہ: تو (تم ہی بتاؤ کہ) تم فوراً سو جواں مردوں کی طاقت سے اس کی بارگاہ میں آمدورفت شروع کرو گے۔

تا کہ وہ تمہارے سر پر احسان وبخشش (کا مینہ) برسادے۔

یا گریزی از وزیر و قصرِ او		ایں نباشد جست و جوئے نصرِ او

ترجمہ: یا تم وزیر سے اور اس کے محل سے گریز کرو گے (لیکن اگر ایسا کرو گے۔ تو) یہ اس کی مدد کی طلب وتلاش نہ ہوگی (بلکہ اس سے اجتناب وبیزاری ہوگی)۔

باز گونه زیں سخن کاهل شدی		منعکس ادراک وخاطر آمدی

ترجمہ: (لیکن اے جبری) تو اس بات سے (جو اعمالِ حسنہ پر اکسانے والی ہے) الٹا سست ہو گیا تو الٹی سمجھ اور رائے والا نکلا۔

امر امرِ آں فلاں خواجه ست هیں		چیست یعنی با جز او کمتر نشیں

ترجمہ: (یہ تو ایسی مثال ہے جیسے کوئی کہے کہ) فلاں رئیس کا حکم ہی چلتا ہے۔ (پس اس کے سوا اور) کون مقصود ہو سکتا ہے۔

(لہٰذا) تم اس کے غیر کے پاس مت بیٹھو۔

گرد خواجه گردِ چو امر آنِ اوست		کو کشد دشمن رهاند جانِ دوست

ترجمہ: (اسی) رئیس کی طرف آمدورفت رکھو جبکہ حکم دینا اسی کا حق ہے کہ وہی دشمن کو قتل کرنے والا اور دوست کی جان بخشی کرنے والا ہے۔

هرچه او خواهد هماں خواهی یقین		یا وَه کم رو خدمتِ او بر گزیں

ترجمہ: جو کچھ وہ پسند کرتا ہے۔ تم (پورے) یقین سے اسی کا قصد کرو بیہودہ نہ چلو۔ اس کی اطاعت اختیار کرو۔

نے چوں حاکم اوست گردِ او مگرد		تا شوی نامه سیاه وروئے زرد

ترجمہ: نہ کہ (یہ کہا جائے گا کہ) جب وہ حاکم ہے تو اس کے پاس نہ پھٹکو۔

تا کہ تمہارا اعمالنامہ (تفصیلِ معاصی سے) سیاہ اور تمہارا چہرہ (شدتِ یاس سے) زرد ہو جائے۔

چونکه حاکم اوست او را گیر و بس		غیرِ او را نیست حکم و دسترس

ترجمہ: (غرض اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ) جب وہ حاکم ہے تو صرف اسی کی اطاعت اختیار کرو۔ اس کے سوا اور کسی کو حکم اور قدرت نہیں۔

حق بود تاویل کاں گرمت کند		پُر امید وچست و باشرمت کند

ترجمہ: (آیات واحادیث کی وہ) تاویل حق ہوتی ہے جوتم کو (طاعات وعبادات میں) سرگرم کردے (اور) پرامید ومستعد اور باحیا بنادے۔

ور کند سردت حقیقت ایں بداں		ہست تبدیل و نہ تاویل ست آں

ترجمہ: اور اگر وہ (تاویل الٹا) تم کو (بجا آوریِ اعمال سے) سرد (اور نجاتِ آخرت سے ناامید) کردے تو یہ سچ سمجھو کہ وہ (آیت وحدیث کی) تبدیل (وتحریف) ہے تاویل نہیں۔

ایں برائے گرم کردن آمد ست		تا بگیرد ناامید آنرا دو دست

ترجمہ: (غرض) یہ (حدیث تم کو) سرگرم کرنے کیلئے آئی ہے۔ تاکہ ناامید اس کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لے (یعنی اس پر پوری طرح عمل کرے)

معنیِ قرآں ز قرآں پُرس و بس		وز کسے آتش زدہ است اندر ہوس

ترجمہ: قرآن کے معنی صرف قرآن سے پوچھو۔ اور اس بزرگ سے جس نے خواہشِ نفسانی میں آگ لگادی ہو۔

پیشِ قرآں گشت قربانے و پست		تاکہ عینِ روح آں قرآں شد است

ترجمہ: وہ قرآن کے آگے قربان اور فنا ہوگیا ہو۔ حتیٰ کہ اس کی روح بالکل قرآن بن گئی ہو۔

(جس بزرگ کی روح بمنزلہ قرآن بن جائے اس سے قرآن کے معنی پوچھنا گویا قرآن ہی سے پوچھنا ہے۔ جس کی مثال یہ ہے کہ):

روغنے کو شد فدائے گُل بہ گل		خواہ روغن بوئے کن خواھی تو گل

ترجمہ: وہ تیل جو گلاب کے پھول پر بالکل فدا ہو (اور عطرِ گلاب بن) گیا ہو۔ خواہ (اس) تیل کو سونگھ لو یا پھول کو (یکساں خوشبو آئے گی)۔

انتباہ: حدیث ماشآء اللہ کان کی تاویل ہو چکی۔ اب آگے دوسری حدیث جف القلم بماھو کائن کی تاویل فرماتے ہیں جس کے مشہور معنی یہ ہیں کہ جو کچھ ہونا ہے وہ پہلے ہی دن لوحِ محفوظ میں لکھا جا چکا ہے۔ منکرینِ اختیار اس کو بھی بڑی شدومد کے ساتھ اپنے مذہب کے ثبوت میں پیش کیا کرتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں:

ہمچنیں جفت القلم یعنی جفت القلم وکتب لا تستوی الطاعة والمعصیت ولا تستوی الامانة والسرقة جفت القلم ان لا یستوی الشکر والکفران جفت القلم انّ اللہ لا یضیع اجر المحسنین

اور اسی طرح (حدیث جف القلم کی تاویل ہے) یعنی قلم خشک ہوگیا۔ اور اس نے لکھ دیا کہ طاعت اور معصیت برابر نہیں اور امانت اور چوری برابر نہیں ہوسکتی۔ قلم خشک ہوگیا کہ شکر اور ناشکری برابر نہیں ہوسکتی۔ قلم خشک ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نیکو کار لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

مطلب: اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ یہ طے ہو چکا کہ ہر عمل کا خاص نتیجہ اور ثمرہ مقرر ہے۔ یہ طے ہو چکا کہ ہر چیز کا سبب ہے۔ یہ طے ہو چکا کہ نیکی وبدی یکساں نہیں ہیں۔ یہ طے ہو چکا کہ نیکی کا ثمرہ نیک ہے اور بدی کا پھل بد۔

ھمچنیں تاویل قد جفَّ القلم		بھرِ تحریص ست بر شغلِ اھم

ترجمہ: اسی طرح (حدیث) قد جف القلم کی تاویل (ہے کہ یہ حدیث) فرائضِ اعمال پر برانگیختہ کرنے کے لئے (آئی) ہے۔

پس قلم بنوشت که هر کار را	لائقِ آں هست تاثیر و جزا

ترجمہ: پس قلم نے لکھ دیا کہ ہر کام کے لائق تاثیر اور جزا (مقرر) ہے۔

کژ روی جف القلم کژ آیدت	راستی آری سعادت ز ایدت

ترجمہ: (اگر) تم ٹیڑھے چلو گے تو ٹیڑھا (نتیجہ) تمہارے پیش آئے گا۔ راستی (کو عمل میں) لاؤ گے۔ تو تمہارے لئے سعادت پیدا ہوگی۔

چوں بدزدد دستشد جف القلم	خورد باده مست شد جف القلم

ترجمہ: جب (کوئی) چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کٹ جاتا ہے (اور اسی نتیجہ کو لکھ کر) قلم خشک ہو گیا کوئی شراب پیتا ہے تو مست ہو جاتا ہے (اور اسی پر) قلم خشک ہو گیا۔

ظلم آری مد بری جف القلم	عدل آری بر خوری جف القلم

ترجمہ: تم ظلم کرو گے تو تم بد بخت ہو۔ (اس کو لکھ کر) قلم خشک ہو چکا۔ عدل کرو گے تو (اس کا) ثمرہ کھاؤ گے (اس تحریر پر) قلم خشک ہو چکا جف القلم کے جو معنی عام مشہور ہیں کہ حق تعالیٰ کو جو کچھ کرنا تھا وہ لکھ چکا اس کے متعلق فرماتے ہیں:

تو روا داری؟ روا باشد؟ که حق	همچو معزول آید از حکمِ سبق

ترجمہ: کیا تو (یہ بات) جائز رکھتا ہے (اور) کیا (فی الحقیقت) جائز (ہو سکتی) ہے کہ حق تعالیٰ (اپنے) ازل کے حکم سے فارغ ہو کر گویا مزید احکام دینے سے بے کار سا ہو گیا۔

که ز دستِ من بروں رفت ست کار	پیش من چندیں میا چندیں مزار

ترجمہ: (اور وہ کہتا ہے) کہ کام میرے ہاتھ سے نکل چکا۔ اب میرے حضور میں اس قدر (بار بار) مت آؤ اتنی زاری نہ کرو (کہ اس بار بار کی حاضری اور زاری سے اب کچھ نہ ہوگا)۔

بلکه معنی آں بود جف القلم	نیست یکساں پیشِ من عدل و ستم

ترجمہ: (پس وہ معنی درست نہیں) بلکہ (صحیح) معنی یہ ہے کہ (عدل کی خوبی اور ستم کی خرابی لکھ کر) قلم خشک ہو گیا میرے نزدیک عدل اور ستم یکساں نہیں ہیں۔

فرق بنهادم میانِ خیر و شر	فرق بنهادم زبد هم از بتر

ترجمہ: میں نے بھلائی اور برائی میں فرق رکھا ہے۔ میں نے بری اور زیادہ بری چیز میں بھی فرق رکھا ہے (اور حق تعالیٰ کے نزدیک مخلوقات میں یہاں تک فرقِ مراتب ملحوظ ہے کہ):

ذرۂ گردر تو افزونی ادب	باشد از یارت بد اند فضلِ رب

ترجمہ: اگر تم میں تمہارے دوست کی نسبت ذرہ بھر ادب زیادہ ہو تو پروردگار کا فضل اس کو بھی ملحوظ رکھتا ہے۔

(فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ)

قدرِ آں ذرہ ترا افزوں دھد		ذرہ چوں کوھے قدم بیروں نھد

ترجمہ: وہ خداوند تعالیٰ اس ذرہ (بھر ادب) کے مطابق تم کو زیادہ (اجر) دے گا۔ اور وہ ذرہ (اپنی عظمت کے لحاظ سے) پہاڑ کی طرح نمایاں ہوگا۔

پادشاھے که به پیشِ تختِ او		فرق نبود از امین و ظلم جو

ترجمہ: جس بادشاہ کے تخت کے سامنے ایک امانت دار اور ظالم میں فرق نہ ہو۔

آنکه می لرزد زبیمِ ردّ او		وانکه طعنه میزند بر جدِّ او
فرق نکند هر دو یک باشد برش		شاه نبود خاکِ تیره بر سرش

ترجمہ: (اور) جو شخص اس (بادشاہ) کے جواب کے خوف سے کانپتا ہو۔ اور جو شخص اس (بادشاہ) کے دادا پر طعنہ زنی کرتا ہو۔

وہ (دونوں میں) فرق نہ کرے (بلکہ) دونوں اس کے نزدیک یکساں ہوں (وہ) بادشاہ نہیں (بلکہ کوئی پاجی ہے) اس کے سر پر کالی مٹی (ڈالو)۔

ذرۂ گر جهدِ تو افزوں شود		در ترازوئے خدا موزوں شود

ترجمہ: (حق تعالیٰ ایسی بے اصولی سے منزہ ہے۔ اس کے عدل کا تو یہ عالم ہے کہ)

اگر تمہاری کوشش ذرہ بھر بھی زیادہ ہو تو وہ بھی خداوند تعالیٰ کی میزان (عدل) میں تولی جاتی ہے۔ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (سورۃ النساء: ۴۰)

پیشِ ایں شاهاں همیشه جاں کِنی		بے خبر ایشاں ز عذر و روشنی

ترجمہ: ان (دنیوی) بادشاہوں (کا تو یہ بے ڈھنگا کام ہے۔ کہ ان) کے آگے تم ہمیشہ (ادائے خدمت) میں جان کھپاتے ہو۔ (اور) یہ (عذار کے) عذر (باطن) اور وفادار کے نورِ قلب سے بے خبر ہیں۔

گفت غمّازے که بد گوید ترا		ضائع آرد خدمتِ تو سالها

ترجمہ: حتیٰ کہ کسی چغل خور کی بات جو بادشاہ کے کان میں تمہاری برائی کرتا ہے تمہاری برسوں کی خدمت کو ضائع کر دے۔

پیشِ شاهے کو سمیع است و بصیر		گفتِ غمّازاں نباشد جائیگیر

ترجمہ: (مگر) اس بادشاہ (حقیقی) کے حضور میں جو سمیع و بصیر ہے۔ چغل خوروں کی بات موثر نہیں ہو سکتی

(جب وہ اصلی حالات کو خود دیکھتا اور سنتا ہے تو پھر چغل خوروں کی وہاں کیا پیش جاتی ہے)

جمله غمّازاں ازو آیس شوند		سوئے ما آیند و افزایند بند

ترجمہ: (آخر) تمام چغل خور اس سے ناامید ہو جاتے ہیں (کہ ہماری برائی اس کے سامنے نہیں کر سکتے پھر)

وہ ہماری طرف آتے ہیں اور (ہمارے سامنے اس خداوندِ پاک کی برائی کر کے گناہِ سماعت کی) قید (ہم پر) زیادہ کر دیتے ہیں۔

بد همے گویند شه را پیشِ ما   که برو جف القلم کم کن وفا

ترجمہ: وہ شاہ (حقیقی) کی برائی ہمارے سامنے کرتے ہیں کہ جاؤ (اس کا) قلم (تقدیر تمام برے بھلے اعمال کو جو لوگوں سے سرزد ہونے والے ہیں لکھ کر) خشک ہو چکا (اب) تم وفا (وطاعت) مت کرو کہ یہ فضول ہے۔ اور ایسا کہنا ہی حق تعالیٰ کی برائی کرنا ہے۔

معنیِ جف القلم کے این بود   که جفاها با وفا یکسان شود

ترجمہ: (ارے بھلے مانسو) جف القلم کے یہ معنی کہاں ہیں کہ جفائیں وفا کے ساتھ یکساں ہیں۔

بل جفارا هم جفا جف القلم   وان وفا را هم وفا جف القلم

ترجمہ: بلکہ ظلم کے لئے ظلم ہی عوض ہے (اور اس پر) قلم (تقدیر) خشک ہو چکا۔ اور اس وفا کے لئے وفا ہی (عوض) ہے (اور اس پر) قلم (تقدیر) خشک ہو چکا۔

عفو باشد لیک کو فرِ امید   که بود بنده ز تقویٰ رو سپید

ترجمہ: بیشک مجرموں کو قیامت میں معافی بھی ملے گی لیکن (معافی کی صورت میں) وہ پرتو امید کہاں جو کسی (متقی) بندہ کا چہرہ جو تقویٰ کی بدولت پر نور ہوتا ہے۔ (متقی کی مغفرت ترقیِ مدارج کا باعث ہوگی۔ اور مجرم کی مغفرت صرف عذاب سے نجات دلائے گی۔ موجبِ ترقی نہ ہوگی۔ چنانچہ

دزد را گر عفو باشد جان برو   کے وزیر و خازنِ مخزن شود

ترجمہ: چور کو اگر معافی مل جائے تو وہ اپنی جان بخشی کرا لیتا ہے (پھر) وہ وزیر اور خزانچی کہاں ہو سکتا ہے۔

اے امین الدین ربانی بیا   کز امانت رست هر تاج و لوا

ترجمہ: (ہاں جن حضرات نے امانتِ الٰہیہ کا حق ادا کیا ہے انہی کو یہ خطاب ہوگا کہ) اے امین الدین ربانی آؤ (اور مقربِ حق بن جاؤ) کیونکہ امانت کے بدولت ہی (قربِ حق کا) ہر تاج اور جھنڈا میسر ہوتا ہے (وہ خائن و سارق کو زیادہ سے زیادہ معافی ہی مل سکتی ہے۔ قرب حاصل نہیں ہو سکتا)۔

پورِ سلطاں گر برو خائن شود   آں سرش از تن بداں بائن شود

ترجمہ: بادشاہ کا فرزند (بھی) اگر اس کی خیانت کرے تو اس کی سزا میں اس کا سر بدن سے جدا ہو جاتا ہے۔ (انصاف میں شفقتِ پدری بھی حارج نہیں ہو سکتی۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند ابوشحمہ کو مے نوشی کی سزا میں درّے مار مار کر ہلاک کر دیا تھا)۔

ور غلامِ هندوئے آرد وفا   دولت او را میزند طال بقا

ترجمہ: اور (بخلاف اس کے) اگر کوئی ہندو غلام وفا (کا حق) بجالائے تو دولت و اقبال اس کے لئے زندہ باد کا غل مچا دے۔

چه غلام! ار بر درے سگ با وفا ست   در دلِ سالار او را صد رضا ست

ترجمہ: (بلکہ) غلام تو کیا! اگر کسی دروازے پر کتا باوفا ہے تو اس کے آقا کے دل میں (اس کی طرف سے بھی) سینکڑوں خوشنودیاں ہیں۔

زیں چو سگ را بوسه بر پوزش زند   گر بود شیرے چه فیروزش کند

ترجمہ: جب اس (وفا کی) وجہ سے (آقا) کتے کے منہ کو چومتا ہے تو (خیال کیجئے) اگر وہ شیر ہو (اور پھر وہ وفا بجالائے) تو اس کو کس قدر کامیابی بخشے گا۔

لہٰذا اب ان کے تسلی کے لئے فرماتے ہیں:

جز مگر دزدے که خدمتها کند		صدقِ او بیخ جفا را بر کند

ترجمہ: مگر وہ چور (اس کلیہ سے) مستثنیٰ ہے۔ جو (جیسے خلوص قلب اور صدقِ نیت سے) عبادات بجالائے۔

(کہ) اس کا صدق (سابقہ جورو) جفا کو (جو اس سے سرزد ہو چکا ہے) جڑ سے اکھاڑ پھینکے

ان الحسنات یذھبن السیئات۔

ترجمہ: نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ (ہود: ع: ۱۰)

چون فضیلِ رهزنے کوراست باخت		زانکه ده مرده بسوئے توبه تاخت

ترجمہ: جیسے فضیل (بن عیاض علیہ الرحمۃ) جنہوں نے سچ پر بازی لگادی۔ اس لئے کہ وہ دس مردوں کی رفتار سے توبہ کی طرف دوڑے۔

واں چناں که ساحراں فرعون را		روسیه کردند از صبر و وفا

ترجمہ: اور جیسے جادوگروں نے صبر و وفا سے (ایمان پر قائم رہ کر) فرعون کو روسیاہ کر دیا (جو ان کو ایمان لانے سے منع کرتا تھا۔

اور ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالنے کی دھمکی دیتا تھا)۔

دست و پا دادند در جرمِ قود		آں بصد ساله عبادت کے شود

ترجمہ: انہوں نے قصاص کی سزا میں (اپنے) ہاتھ پاؤں کٹوا لئے۔ وہ (خلوص و صدق جو ان جادوگروں میں پیدا ہو گیا تھا)

سو سال کی عبادت سے بھی) کہاں (پیدا) ہوتا ہے۔

گر ندیمِ شاه گستاخی کند		تو مکن چوں تو نداری آں سند

ترجمہ: اگر حق تعالیٰ کا مقرب کوئی گستاخی کرے (تو اس کو روا ہے) تم (ہرگز کوئی گستاخی) نہ کرنا جبکہ تم وہ سہارا نہیں رکھتے

(جو اس ندیم حضرت کو حاصل ہے)۔

حق میاں داد و میاں به از کمر		گر کسے تاجے دهد او داد سر

ترجمہ: (تم کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ) حق تعالیٰ نے کمر بخشی ہے اور کمر بند سے کمر بہتر ہے۔

اگر کوئی تاج دیتا ہے تو اس نے سر دیا ہے۔ (اور سر تاج سے افضل ہے)۔

(مفتاح العلوم، دفتر پنجم، ص ۵۷۵)

کافرِ جبری جواب آغاز کرد		که ازاں عاجز شد آں بیچاره مرد

ترجمہ: کافر جبری نے جواب دینا شروع کیا۔ جس سے وہ بے چارہ مرد (سنی) عاجز آ گیا۔

لیک گر من آں جوابات و سوال		جمله را گویم بمانم زیں مقال

ترجمہ: لیکن اگر میں وہ تمام سوالات وجوابات بیان کرنے لگوں تو اس تقریر سے قاصر رہ جاؤں، (جو میری اصل مقصود ہے)۔

زاں مہم تر گفتنی ھاھسنت ماں		کہ بداں فہمِ توبہ یا بد نشاں

ترجمہ: (کیونکہ) ہمارے پاس اس (جبری کے جوابات) سے زیادہ اہم باتیں ہیں جن کی بدولت تمہارا فہم (تحقیقِ حق کی طرف) بخوشی نشان پائے گا (لہٰذا ہم جبری کی بحث چھوڑ کر انہی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں)۔

اند کے گفتیم زاں بحث اے عُتُلّ		ز اند کے پیدا شود قانونِ کل

ترجمہ: اے (حریف) ستمگار! اس بحث سے کسی قدر بیان کر دیا ہے۔ اور قدرِ قلیل سے کل کا اندازہ معلوم ہو جاتا ہے (بس سمجھ لو کہ جبری اسی طرح بک بک کرتا جائے گا۔ اور اسی قسم کے جواب اس کو دئے جائیں گے)۔

درمیانِ جبری و اھلِ قدر		ھمچنیں بحث ست تا حشر اے پسر

ترجمہ: اے عزیز! جبری اور قدری کے مابین اسی طرح قیامت تک بحث (جاری رہنے والی ہے)۔

گر فرو ماندے ز دفعِ خصمِ خویش		مذھب ایشاں بر افتادے ز پیش

ترجمہ: اگر (ایک فریق) اپنے حریف کے مقابل میں عاجز آجاتا ہے تو ان کا مذہب دیکھتے دیکھتے ملیا میٹ ہو جاتا ہے۔

چوں بروں شوشاں نبودے در جواب		پس رمیدندے ازاں راہِ بتاب

ترجمہ: جب ان کو (اپنے حریف کے) جواب میں (بحث کے پھندے سے) باہر نکلنے کی راہ نہ ملتی تو اس ہلاکت کے راستے سے بھاگ جاتے (اور اپنے مذہب کا نام نہ لیتے)۔

چونکہ مقضی بد رواجِ آں روش		میدھد شاں از دلائل پرورش

ترجمہ: چونکہ اس (گمراہانہ) روش کا رواج (پانا تقدیرِ الٰہی میں) فیصلہ شدہ ہے۔ اس لئے حق تعالیٰ اس روش کو دلائل سے پرورش دیتا رہتا ہے۔ (یعنی ان گمراہ فرقوں کے قلوب میں دلائل القا فرما دیتا ہے)۔

تا نگردد ملزم از اشکالِ خصم		تا بود محجوب از اقبالِ خصم

ترجمہ: تاکہ وہ حریف کے شبہات پیش کرنے سے لاجواب نہ ہو، تاکہ وہ حریف کے مقابل (میں ڈٹ جانے) سے (حق سے) محجوب ومحروم رہ جائے (القائے دلائل میں یہ حکمت ہے کہ وہ اپنے مذہب باطل پر قائم رہے اور اس میں یہ مشیت ہے کہ قبولِ حق سے محروم رہے)۔ (کذا یفہم)

تاکہ ایں ھفتاد و دو ملت مدام		در جھاں ماند الی یوم القیام

ترجمہ: تاکہ یہ بہتر فرقے قیامت تک ہمیشہ جہان میں قائم رہیں (آگے کثرتِ مذاہب میں جو حکمت ہے اس کو بیان فرماتے ہیں)۔

عزتِ مخزن بود اندر بہا		کہ برو بسیار باشد قفلہا

ترجمه: قیمت کے لحاظ سے خزانے کی عزت (اسی صورت میں) ہوتی ہے کہ اس پر بہت سے قفل (چڑھے) ہوں۔

(مفتاح العلوم، دفتر م پنجم، ص ۵۸۰)

ہر روش بر رہ کہ آن محمود نیست		عقبہ و مانعے و رہزنے ست

ترجمه: جو مذہب (اور) جو طریقہ اچھا نہیں ہے وہ (مذہب کی راہ میں) ایک گھاٹی اور ایک مانع اور ایک رہزن ہے۔

این روش خصم و حقودِ آن شده		تا مقلد در دو رہ حیران شده

ترجمه: یہ (باطل) مذہب اس (حق مذہب) کا حریف اور دشمن بن گیا۔ حتیٰ کہ ظاہر بین (ان) دوراستوں میں حیران رہ گیا (کہ کس پر چلے اور کس پر نہ چلے)۔

(مفتاح العلوم، دفتر م پنجم، ص ۵۸۲)

پوز بندِ وسوسه عشق ست و بس		ورنہ کے وسواس را بست است کس

ترجمه: وسوسہ کا منہ بند کرنے والا عشق ہے۔ ورنہ کوئی وسوسہ کو کب روک سکتا ہے۔

عاشقے شو شاهد خوبی بجو		صید مرغا بے همے کن جو بجو

ترجمه: (پس) تم عاشق بن جاؤ (اور اس) شاہد (حقیقی تعالیٰ شانہ) کی جستجو کرو۔

جو (سب سے زیادہ) جمیل ہے (اور کسی مرشد کامل کو جو دریائے احدیت کی شناوری میں) مرغ آب (ہو) نہر بہ نہر دستیاب کرتے پھرو۔

(مفتاح العلوم، دفتر م پنجم، ص ۵۶۶، تا ۵۸۳)

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

وفیه دلالة بینة علی ان للعبد فی إیمانه وکفره مشیئة واختیارا فهما فعلان یتحققان بخلق الله وفعل العبد معا وکذا سائر أفعاله الاختیاریة کالصلاة والصوم مثلا فان کل واحد منهما لا یحصل الا بمجموع إیجاد الله وکسب العبد وهو الحق الواسط بین الجبر والقدرة ولولا ذلك لما ترتب استحقاق العباد علی ذلك بقوله (إِنَّا أَعْتَدْنَا) هیأنا (لِلظَّالِمِينَ)۔

آیت سے معلوم ہوا کہ بندہ اپنے ایمان وکفر کا خود مختار ہے وہ جس طرح چاہے کرے اس لیے بندے کا ارادہ اور اختیار ہر دونوں ایسے افعال ہیں کہ وہ بیک وقت تخلیقاً اللہ تعالیٰ اور کسباً بندے سے متعلق ہیں اسی طرح بندے کے جملہ افعال اختیاریہ جیسے نماز، روزہ وغیرہ کو سمجھے اس لیے کہ افعال اختیاریہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور بندے کے کسب کے بغیر صادر نہیں ہو سکتے یہی مذہب حق اہلسنت کا ہے جو جبر وقدر کے درمیان ہے اگر ہم بندے کے اختیار کو درمیان میں دخل نہ دیں تو: إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلظَّٰلِمِينَ نَارًا۔

ترجمه: بیشک ہم نے ظالموں کے لئے وہ آگ تیار کر رکھی ہے۔ (سورۃ الکہف: ۲۹) اس جیسی آیات کا معنی درست نہیں رہتا۔

(تفسیر روح البیان، ج ۵، ص ۲۴۲، سورۃ الکہف تحت الایت ۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

فصل ثالث:

قدر باطل ہے جبر باطل ہے		بین الامرین امر حاصل ہے

کیا ہنسی آتی ہے مجھ کو حضرتِ انسان پر		کارِ بد تو خود کرے لعنت کرے شیطان پر

مکتوب شیخ المشائخ شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ نے لکھا:

آپ نے پوچھا ہے کہ آیا بندہ کا اختیار جس میں وہ فاعل مختار مکلف سزاوجزا کا مستحق ہے آیا وہ اختیار قوی ہے یا ضعیف ہے۔ اے عزیز! ضعف وقوت عجز وقدرت کے مقابل ہے۔ اور یہ امر مسلم ہے اور تمام اولین وآخرین کا اجماع اسی پر ہے کہ بندہ بے چارہ ضعیف اور عاجز ہے۔ بہت کچھ چاہتا ہے نہیں ہوتا نہیں چاہتا ہو جاتا ہے۔ تمام سلاطین انبیاء علیہم السلام اور اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ہمیشہ عاجز ہیں اور کوئی شخص دم نہیں مار سکتا۔ جس نے دم مارا ایسا گرا کہ پھر نہ اٹھ سکا۔ چنانچہ ملائک کے درمیان عزازیل (ابلیس) اور بنی آدم میں نمرود وفرعون کا حال مشہور ہے۔ کمر ایسے ٹوٹتی ہے کہ بندہ کو سوائے اختیار کی تہمت کے کچھ حاصل نہیں ہے۔ یہی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے اور یہی اہل تحقیق اور اہل حق کا اعتقاد ہے۔ اگر فعل ازلی پر نظر کریں (یعنی اگر اختیار کلی خالق کے ہاتھ میں سمجھیں) اور بندہ کا اختیار مطلقا نہ مانیں عطلت (شاید تعطل) پیدا ہوتا ہے اور الوہیت وعبودیت باطل ہوتی ہے۔ اور امر ونہی، بعثت انبیاء ورسل وکتب، ثواب وعذاب دنیا وعقبیٰ سب بے معنی ہوتے ہیں۔ اور یہ فساد محض ہے (یعنی بے دینی ہے) اور فرقہ جبریہ کا مذہب ہے۔ اس کے برعکس اگر نظر صرف ظاہری حس پر رکھیں اور یہ سمجھیں کہ بندہ ہر کام میں فاعل مختار ہے اور اسے قدرت حقیقی کا مصدر جانیں تو یہ الوہیت باری تعالیٰ میں شرک اور اس کی شان الوہیت کی ضد ہے۔ کیونکہ اس سے قادر حقیقی کی قدرت سے اعراض وانکار لازم آتا ہے اور یہ مذہب فرقہ قدریہ کا ہے یہ لوگ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ایک مقدور (اختیار) قادر اور بندہ کی قدرت کے تحت بیک وقت وبیک زماں محال ہے لہٰذا وہ بندہ کی قدرت کو قوی اور ثابت سمجھتے ہیں اور قدرت خداوندی کی نفی کرتے ہیں کیونکہ اس سے ہماری حس (ظاہری نظر) کا انکار لازم نہیں آتا لیکن گمراہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ اس خدا تعالےٰ کی صفت کمال کی نفی، اس کی الوہیت مین شرکت اور اس کی ربوبیت کی حدیت لازم آتی ہے۔ العیاذ باللہ من ذالک

(پناہ بہ خدا) اے عزیز!

حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کے واقعہ پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ تھا کہ اس درخت کے نزدیک نہ جانا۔ اور تقدیر یہ تھی کہ اس کا مرتکب ہو جائے حضرت آدم علیہ السلام کو اختیار بھی تھا اور حق تعالیٰ کے حکم بجالانے کا مقصد بھی تھا۔ وہ حکم یہ تھا کہ:

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ۔

ترجمہ: اور تم اس درخت کے قریب نہ جاؤ۔ (سورۃ البقرہ:۳۵، سورۃ الاعراف:۱۹)

فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا

ترجمہ: پس وہ بھولے اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی۔ (سورۃ طٰہٰ:۱۱۵)

لیکن تقدیر غالب آ گئی ۔ وغالب علی امرہ ای امر عبادہ (اور اللہ اپنا حکم منوانے کی طاقت رکھتا ہے) حضرت آدم علیہ السلام کا اختیار جاتا رہا اور آپ کا قصد خاک میں مل گیا۔اور یہ اعلان ہو گیا کہ:

وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ

ترجمہ: اور آدم علیہ السلام سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔(سورۃ طٰہٰ:۱۲۱)

یہ دیکھ کر عقل دنگ ہے۔دراصل یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ تجھے یقین ہو جائے کہ بندہ کا اختیار سوائے تہمت اختیار کے کچھ نہیں۔اگر اختیار میں قوت ہوتی تو حضرت آدم علیہ السلام کبھی نہ گرتے اور گر کر کبھی نہ اُٹھتے۔یہاں عفو گناہ قابل غور ہے کیونکہ جو کچھ کیا تقدیر نے کیا۔اور بندہ کے پاس سوائے تہمت اختیار کے کچھ نہ تھا۔لہٰذا ہوشیار رہو اور کبھی قضاوقدر کا بہانہ نہ بناؤ۔گناہ کے بارے میں حضرت آدم علیہ السلام کی اقتدا (پیروی) کرو کہ جب آپ سے لغزش ہوئی تو یہ نہ کہا کہ یہ تیری قضا تھی بلکہ یہ کہا کہ میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔اگرچہ جو کچھ ہوا قضاء الٰہی سے ہوا لیکن عقل مند کو چاہیئے کہ وہ بات کرے جو موجب ناراضگی حق نہ ہو۔روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے حق تعالیٰ نے پوچھا کہ یہ کام کیوں نہ کیا، عرض کیا، الٰہی مجھ سے خطا ہوئی ہے لیکن طبیعت میں خواہش تھی۔شیطان مجبور کر رہا تھا۔درخت آراستہ تھا اور ہر ساعت زیادہ آراستہ ہو کر میرے اور نزدیک ہو جاتی تھی۔

فرمان ہوا کہ ہاں یہ سب کچھ تھا لیکن یہ ہماری قضا بھی تھی۔عرض کیا الٰہی میں یہ نہیں کہتا اور نہ کہہ سکتا ہوں۔فرمان ہوا کہ تجھے معلوم ہونا چاہئے لیکن کہو مت۔پس اے عزیز! محققان اہل حق اور پاک لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ فعل حق کی نفی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ فاعل حقیقی وہی ہے اور بندہ کے اختیار کو بھی دور نہیں کرنا چاہئے اور یہ کہنا چاہئے کہ بندہ بیچارہ قادر تو ہے لیکن عین قدرت میں خود عاجز ہے مختار ہے لیکن عین اختیار میں خود ضعیف ہے کیونکہ اختیار کی تہمت اس پر لگا ئی گئی ہے۔اس لئے اسے امرونہی کا حکم دیا گیا ہے۔اور سزاوجزا کا مستحق قرار دیا گیا ہے تاکہ عبودیت اور ربوبیت اپنے مقام پر قائم رہے اور کوئی فساد لازم نہ آئے کسی نے کیا صاف کہہ دیا ہے

بیت

ہر نیک وبدے کہ درجہاں مے گذرد		خود کندوبہا نہ بر عام نہاد

ترجمہ: دنیا میں جو نیکی اور بدی ہو رہی ہے سب خود کرتا ہے بہانہ عام لوگوں پر ڈالتا ہے

اے عزیز! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

خُلِقَ الْإِنسَانُ ضَعِيفًا

ترجمہ: ہم نے انسان کو کمزور پیدا کیا ہے۔(سورۃ النساء:۲۸)

اس آیہ پاک سے انسان کا اختیار ثابت ہوتا ہے اگرچہ عام لوگ اس پر غور نہیں کرتے بندے کا اختیار بندے کی صفت ہے اور صفت موصوف سے جدا نہیں ہے (مطلب یہ کہ اگرچہ بندے کو کمزور کہا گیا ہے لیکن زور کم ہے مفقود تو نہیں ہے) پس لازماً بندہ اپنے تمام صفات کے ساتھ ضعیف اور عاجز تھا۔پس عقل کے

اعتبار سے بندے کا فعل اور بندے کا اختیار بندے کا کسب (کام) ہے۔اسی لئے اختیار کو بندے کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے اور اختیار کی تہمت اسے لگائی گئی ہے نیز اگر اختیار کا قائل لفظ اختیار کے حقیقی اور صحیح معنی لے کہ بندے کا اختیار حق تعالیٰ کے ارادہ کے مقابلے میں اختیار مکرہ ہے (یعنی اختیار بالجبر واکراہ ہے) تو یہ اختیار فاسد ہے (اختیار مکروہ کا مطلب ہے وہ اختیار جن میں جبر شامل ہو)

لا یسعہ خلاف ما اراد اللہ و کان مختار فی فعلہ مضطر فی الاختیار۔

ترجمہ: جو کچھ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے اس کے خلاف کام کرنا انسان کی طاقت سے باہر ہے اس لئے انسان اپنے فعل میں تو مختار ہے لیکن اختیار میں مضطر ہے یعنی مجبور ہے) اور جو لوگ انسان کے حقیقی اختیار کے قائل ہیں اس سے استغفار واجب آتا ہے کیونکہ فاعل حقیقی اور مختار حقیقی خدا تعالیٰ ہے۔پس اس معاملے میں عجز و انکسار سے کام لینا چاہئے اور یہی انبیاء ﷺ واولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی سنت ہے اس کے علاوہ سب گمراہی اور وبال ہے بلکہ وبال در وبال ہے۔جس قدر ہو سکے استغفار سے کام لینا چاہئے۔اور اس اعتقاد بد سے توبہ کرنی چاہئے۔اور اپنے کام میں لگے رہنا چاہئے۔والسلام علی من الہدیٰ

(مجموعہ خطوط مکتوبات قدوسیہ، ص،۱۰۷)

جہانِ امام ربانی میں ہے:

مسئلہ جبر وقدر، دین اور فلسفہ کے اہم مسائل میں سے ہے۔اس کی اہمیت اس چیز سے اور بھی بڑھ گئی ہے کہ ایمان بالقدر کا حکم خود شریعت مطہرہ نے دیا۔امام مسلم علیہ الرحمہ نے اپنی صحیح میں ایک حدیث شریف روایت فرمائی ہے جس میں حضرت جبریل علیہ السلام حضور ﷺ سے ایمان، اسلام اور احسان کے بارے میں پوچھتے ہیں تاکہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو ان کا مفہوم اور مقصود معلوم ہو سکے۔حضرت جبریل علیہ السلام نے ایمان کے بارے میں استفسار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكِتَابِهِ، وَلِقَائِهِ، وَرُسُلِهِ، وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ كُلِّهِ (صحیح مسلم: رقم:۱۰)

اس مسئلہ کی نوعیت کچھ اس طرح ہے کہ تقدیر الٰہی کا انسانی افعال سے کس حد تک تعلق ہے؟ انسان اپنے افعال میں کس حد تک آزاد ہے اور کس حد تک پابند؟ کیا کٹھ پتلی کی طرح پابند ہے کہ اسے کچھ اختیار نہیں یا بالکل آزاد ہے کہ جو چاہے کرے اسے کوئی پوچھنے والا نہیں۔

اس ضمن میں دو نظریات باطلہ سامنے آتے ہیں:

(۱) جبر (۲) قدر

جبر سے مراد یہ ہے کہ انسان کے عزم اور عمل کو متعین کر دیا جائے اور وہ چاہتے ہوئے بھی اس کے برعکس نہ کر سکے۔انسان مجبورِ محض بن کر رہ جائے۔اس کے قائلین ''جبریہ'' کہلاتے ہیں۔

المنجد میں لکھا ہے:

''الجبر: تثبیت وقوع ما یقدرہ اللہ من القضاء ویحکم بہ۔الجبریۃ المجبرۃ: فرقۃ من فرق الاسلام یقولون بالجبر ای ان الانسان لا قدرہ لہ علی ان یفعل الشیء او یترکہ بارادتہ بل ھو مجبر علی احد الامرین''

جبریہ کے نزدیک انسان مجبورِ محض ہے اسے افعال پر کوئی قدرت نہیں۔وہ ایک تنکے کی طرح ہے کہ تیز ہوا کے ساتھ اڑا جا رہا ہے۔اس کا کوئی آزاد ارادہ نہیں وہ

مقید ہے۔

ڈی اولیری لکھتے ہیں:

اس فرقہ کی ابتداء جہم بن صفوان ایرانی (متوفی: ۱۳۰ھ) سے ہوئی تھی۔

ڈاکٹر جاوید اقبال لکھتے ہیں: ''جب تنزل اور انحطاط کا دور آیا تو اس نظریے نے آہنی جبریت یا تقدیر پرستی کی صورت اختیار کرلی اور مسلمان اپنے نصیب، مقدر، یا قسمت کا بہانہ بنا کر عمل سے فارغ ہو گئے''۔

قدر کے لغوی معنی قدرت اور اختیار کے ہیں۔

المنجد میں ہے:

''القدرج اقدار: الطاقة و القوة''۔

لفظ قدر، تقدیر، مقدر، قسمت اور اندازہ کے معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو پہلے سے فیصلہ فرمادیا ہے۔ اس کے مطابق حکم دیتا ہے۔

المنجد میں لکھا ہے:

''القدرج اقدار۔ مایقدرہ اللہ من القضاء و یحکم بہ''

اس کے قائلین ''قدریہ'' کہلائے

صاحبِ منجد لکھتا ہے:

''القدرية قوم يجحدون القدر فيقولون ان كل عبد من عباد الله خالق لفعله متمكن من عمله او تركه بارادته''

ان لوگوں نے عالم الغیب والشہادہ اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت کا انکار کیا۔ تقدیر کی تکذیب کی۔ قضا وقدر کے منکر ہوئے۔ ان کے نزدیک انسان اپنے افعال کا خالق خود ہی ہے اور ہر چیز انسان کی قدرت اور ارادے کے ماتحت ہے۔ وہ اپنے افعال اور ارادے میں مکمل طور پر خودمختار ہے۔

ڈی اولیر لکھتے ہیں:

''یہ نظریہ سب سے پہلے معید الیوحنی (متوفی: ۸۰ھ) کی تعلیم میں نظر آتا ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ سنبویہ ایرانی کا شاگرد تھا اور دمشق میں تعلیم دیتا تھا''۔

تقدیر اور قسمت عام معنوں میں ایک بیرونی قوت ہے جو انسان کو مجبور کرتی ہے اور وہ اپنے ارادے سے کچھ نہیں کرسکتا۔ تقدیر پرستی کا یہ تصور انسان کو بے عمل رہنے کا بہانہ فراہم کرتا ہے۔ عام لوگوں کا یہی قصورِ تقدیر ہے۔

اقبال کہتے ہیں:

نا اہل کو حاصل ہے کبھی قوت و جبروت		ہے خوار زمانے میں کبھی جوہرِ ذاتی!
شاید کوئی منطق ہو نہاں اس کے عمل میں		تقدیر نہیں تابعِ منطق نظر آتی

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال چراغِ پاکستان علیہ الرحمہ کے نزدیک تقدیر قسمت کا وہ بے رحم ہاتھ نہیں جو ایک سخت گیر، آقا کی طرح خارج سے کام کررہا ہو۔ بلکہ ہر شئ کی حدوسع ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

The destiny of a thing then as not an unrelenting fate working from with out like a task master,it is the inward reach of a thing,its realizable possibilities which lie within the depths of its nature and serially actualize themselves without any feeling of external compulsion.

درحقیقت قدرت واختیار اور مقدور ومختار ہر دو رب کائنات کے خلق کا کرشمہ ہیں۔انسان یہ قدرت استعمال کرتا ہے تو یہ اس کا فعل یا سبب ہوتا ہے جس کی بنیاد پر وہ اس کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

علامہ فضل رسول قادری علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

"انہ تعالی خالق لافعال العباد والعبد کاسب"

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے اور بندہ کاسب ہے۔

یہ رب العالمین کے اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے۔

جو قرآن مجید میں یوں آیا ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ

ترجمہ: اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۔(سورۃ الصافات:۹۶)

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال چراغِ پاکستان علیہ الرحمہ معارف آگاہی مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ سے جبر وقدر کا مفہوم جاننے کی غرض سے پوچھتے ہیں:

اے شریکِ مستیِ خاصانِ بدر		میں نہیں سمجھا حدیثِ جبر و قدر

معارف آگاہی مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ جواباً وضاحت کرتے ہیں کہ قوت خدا کی عطا کردہ ہے جبکہ اس کے استعمال میں انسان خود مختار ہے۔آپ علیہ الرحمہ کوے اور باز کی مثال پیش کرتے ہیں کہ خالق کائنات جل وعلا نے دونوں کو یکساں قوت پرواز دی لیکن باز بلند پروازی اختیار کرتا ہے اور کوا اس بلند پروازی سے گریز کرتا ہے۔

آپ لکھتے ہیں:

بال بازاں را سوی سلطاں برد		بال زاغاں را بگورستاں برد

شہبازوں کو پرو باز وشاہ کی جانب لے جاتے ہیں۔کوؤں کو یہ پرو باز وقبرستان کی طرف لیجاتے ہیں۔

اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال چراغِ پاکستان علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں		کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

ہر وہ شخص جو قوانین فطرت کے مطابق زندگی بسر کرے گا۔سعی وعمل اور ثابت قدمی اختیار کرے گا اسے اعمال کا ثمر ضرور ملے گا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝

ترجمہ: تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا۔ (سورۃ الزلزلۃ:۷)

عمل کی بدولت انسان کو خوشحالی ملتی ہے اور عمل کا فقدان ہی پریشانیوں کا باعث بنتا ہے۔

حضرت علامہ ڈاکٹر اقبال اویسی مجددی قادری علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی		یہ خاکی اپنی فطرت میں نوری ہے نہ ناری ہے

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال چراغِ پاکستان علیہ الرحمہ کے ہاں وہی قومیں ترقی پاتی ہیں جو عمل کرتی ہیں اور تقدیر بھی ان کے حق میں ہو جایا کرتی ہے:

ہر لحظہ ہے قوموں کے عمل پر نظر اس کی		برّاں صفتِ تیغِ دو پیکر نظر اس کی

قسمت کا بہانہ بنانا فطرتی پستی ہے۔ ابلیس کے حوالے سے اقبال واضح کرتے ہیں کہ اس کا سجدہ نہ کرنے کو تقدیر کا لکھا کہنا آزادی کے خلاف ہے:

پستیِ فطرت نے سکھلائی ہے یہ حجت اسے		کہتا ہے تیری مشیت میں نہ تھا میرا سجود
دے رہا ہے اپنی آزادی کو مجبوری کا نام		ظالم اپنے شعلۂ سوزاں کو خود کہتا ہے دود

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال چراغِ پاکستان علیہ الرحمہ قسمت پر انحصار کو پاؤں کی بیڑی قرار دیتے ہیں اور اسے کھول کر بھاگ دوڑ کرنے کی ترغیب دیتے ہیں:

بپای خود مزن زنجیرِ تقدیر		ته این گنبدِ گردان رهی هست
اگر باور نداری خیز و دریاب		که چون پا واکنی جولانگهی هست

اہلِ اسلام میں تقدیر کا غلط عقیدہ رائج ہو گیا اور انہوں نے اپنی تئیں مجبورِ محض تصور کر لیا۔ یوں میدانِ عمل میں پیچھے رہ گئے۔

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال چراغِ پاکستان علیہ الرحمہ کے ہاں یہی اہلِ اسلام کی تباہی کا باعث ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

به روما گفت با من راهبِ پیر		که دارم نکته ئی از من فراگیر
کند هر قوم پیدا مرگ خود را		ترا تقدیر و ما را کشت تدبیر

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال چراغِ پاکستان علیہ الرحمہ کا یہ تصور ہے کہ مسلمان کو اپنی تقدیر خود بنانی چاہئے جیسے اعمال ہوں گے ویسی تقدیر ہوگی۔

خودی را گیر و محکم گیر و خوش زی		مده در دست کس تقدیر خود را

جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ ہونا تھا، ہو کے رہا کام ایک تقدیر کا پابند ہے ایسے شخص کے بارے میں اقبال کہتے ہیں کہ اس نے تقدیر کا مفہوم نہیں سمجھا:

ای که گوئی بودنی این بود شد		کارها پابندِ آئیں بود شد
معنیِ تقدیر کم فهمیده ئی		نی خودی را نی خدا را دیده ئی

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال چراغِ پاکستان علیہ الرحمۃ مردِ مؤمن کی یہ شان بیان کرتے ہیں کہ وہ خدا سے راز و نیاز رکھتا ہے اور خدا سے موافقت کی درخواست کرتا ہے۔ جب مردِ مؤمن ارادہ کرلیتا ہے تو تقدیر اسی طرح ہوجاتی ہے:

مردِ مؤمن با خدا دارد نیاز		با تو ما سازیم تو با ما بساز
عزم او خلاقِ تقدیرِ حق است		روز ہیجا تیر او تیرِ حق است

آپ تقدیر کو بدلنے کیلئے خودی بلند کرنے کا درس دیتے ہیں:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے		خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال چراغِ پاکستان علیہ الرحمۃ کے نزدیک مجبور محض صرف نباتات ہیں۔ مردِ مؤمن تو صرف اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اپنی مرضی اور اختیار سے پابندی کرتا ہے:

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات		مؤمن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

حضور سیدی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اس شخص کو دائرۂ اسلام سے خارج تصور کرتے ہیں جو انسان کو مجبورِ محض خیال کرے اور جبریہ کا نقطۂ نظر اپنائے۔

مولانا بدرالدین کی طرف مکتوب میں فرماتے ہیں:

''جبریہ فرقے کا گمان یہ ہے کہ بندے کا فعل ہے ہی نہیں بلکہ بندے کی حرکات، جمادات کی حرکات کی مانند ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک بندوں کو نہ قدرت ہے نہ ارادہ اور نہ اختیار۔ اور ان کا گمان ہے کہ بندے کو نہ تو نیکی پر ثواب ملتا ہے۔ نہ برائی پر عذاب۔ اور کفار اور نافرمان لوگ معذور ہیں۔ ان سے کوئی پوچھ نہ ہوگی کیونکہ سارے افعال اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور بندہ اس بارے میں مجبور ہے۔ جبریہ کا یہ عقیدہ کفر ہے''۔

جہاں تک قدریہ کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں حضور سیّدی قیوم اوّل امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''قدریہ قضا و قدر کے منکر ہیں، اور ان کا گمان ہے کہ افعالِ عباد صرف بندوں کی قدرت سے وجود میں آتے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ بندوں کے لئے شر اور برائی کا فیصلہ کرتا اور پھر ان کو اس پر عذاب دیتا تو اس ذات سبحانہ کی طرف سے ظلم اور جور قرار پاتا۔ لیکن یہ شبہ ان لوگوں کی جہالت کے باعث ہے۔ کیونکہ قضائے الٰہی بندے کی قدرت اور اختیار کو سلب نہیں کرتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قضا اس طرح کی ہے کہ بندہ اپنے اختیار سے کام کرے گا''۔

حضور سیدی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے قضا اور تقدیر کی دو اقسام بیان کیں۔

(۱) قضائے معلق۔

(۲) قضائے مبرم۔

آپ فرماتے ہیں:

''در قضاءِ معلق احتمال تغییر و تبدیل است و در قضاءِ مبرم تغییر و تبدیل را مجال نیست''۔

قضائے مبرم میں تبدیلی کی مجال نہیں البتہ قضائے معلق میں تغیر و تبدل کا احتمال ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ

ترجمہ: میرا قول کبھی نہیں تبدیل ہوتا۔(سورۃ ق:۲۹) یہ قضائے مبرم کے بارے میں ہے۔

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَمْحُوا اللهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ (سورۃ الرعد:۳۹)

حضور سیدی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے یہ آیت قضائے معلق کے ضمن میں ذکر کی ہے۔

پھر قضائے مبرم جو اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔

اس کی دو اقسام ہیں:

(۱) قضائے مبرم حقیقی

(۲) قضائے معلق مشبہ بالمبرم

معلق مشبہ بالمبرم لوحِ محفوظ میں مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ دعا سے یہ بھی بدل سکتی ہے۔ گویا انسان اپنے نیک اعمال سے اللہ تعالیٰ کو تقدیریں بدلنے پر راضی کر سکتا ہے۔ حضور سیدی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے نزدیک انسان کو انہیں امور کے بارے میں پوچھا جائے گا جن کا اسے اختیار حاصل ہے۔ انسان نہ تو مجبورِ محض ہے اور نہ قادرِ مطلق۔ بعض امور میں انسان مجبورِ محض ہے مثلاً موت، زندگی، صحت، مرض، آفاتِ سماویہ وارضیہ۔ اولاد میں نرو مادہ کا ہونا۔ اور بعض میں انسان کے کسب کو دخل ہے مثلاً حصولِ رزق، علاج، افعال بدنیہ، طاعت وعصیان، نیند و بیداری وغیرہ۔

حضور سیدی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ جبر وقدر کے مابین کی رائے رکھتے ہیں:

"قال بعضهم بمحض الجبر فيما يصدر من العبد بالاختيار ونفى بعضهم نسبته الى الواحد القهار واخذ طائفة بطرف فى الاقتصاد فى الاعتقاد الذى هو الصراط المستقيم"۔

بعض بندے سے جو کچھ اس کے اختیار سے صادر ہوتا ہے اس میں جبر کے قائل ہیں اور بعض نے بندے سے جو کچھ صادر ہوتا ہے اس کی خدائے واحد کی طرف نسبت کی نفی کی ہے اور ایک گروہ نے جبر وقدر کے عقیدے میں درمیانی راہ اختیار کی اور یہ سیدھا راستہ ہے۔

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال چراغِ پاکستان علیہ الرحمۃ بھی اسی نقطۂ نظر کے حامل ہیں۔

آپ فرماتے ہیں:

چنین فرمودۂ سلطانِ بدر است		که ایمان درمیانِ جبر و قدر است

پھر ایمان بالتقدیر کا منشاء یہ ہے کہ انسان میں قناعت، یکسوئی، صبر واستقامت اور عمل کے میدان میں آگے بڑھنے کا ذوق پیدا کیا جائے۔

(جہان امام ربانی، ج۵، ص۴۵۹، ۴۶۷)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

۳۴۔معرفت: قال اللہ سبحانہ: ومن اصدق من اللہ قیلا۔ وما ظلمھم اللہ ولکن کانوا انفسھم یظلمون۔ نفی الظلم عنہ سبحانہ واثبات الظلم لھم ظاھر لانہ اتبع خلقہ اراداتھم التابعۃ بعلمھم بالخیر والشر المبینین فی الشرع المقدورین لھم علی السواء فھم ارادوا الشر المبین شرارتہ فخلقہ سبحانہ کما ارادوا وھم ترکوا الخیر المقدور المعلوم خیریتہ بحسب الشرع فما ظلمھم اللہ ولکن کانوا انفسھم یظلمون بقی ان قدرتھم وارادتھم ایضا مخلوقتان للہ سبحانہ وھو لا ینفی الظلم عنھم لانہ سبحانہ خلق قدرۃ نسبتھا الی الخیر والشر سواء لا انہ تعالیٰ خلق قدرۃ الشر فیھم بلا قدرۃ الخیر لیکونوا مجبورین علی فعل الشر وکذلک الارادۃ المخلوقۃ ترجح ای طرف کان من الخیر والشر بعد العلم بھما فالعبد مع علمہ بالشر شرعا اختار ذلک الشر مع استواء نسبۃ قدرتہ الی الخیر والشر جمیعا وکذا صح لہ بحسب الارادۃ تخصیص احد المقدورین بدل الأخر فما ظلم علیہ الا نفسہ وما ظلمھم اللہ سبحانہ۔

وکذالک العلم والقضاء الازلیان لا ینفیان الظلم عن العباد لانہ سبحانہ علم وقضیٰ فی الازل ان العبد الفلانی اختار من الفعل جانب شرہ وترک الخیر باختیارہ فالعلم والقضاء یؤکدان اختیارہ ولا ینفیانہ کما ان الشخص الذی کوشف بعض المغیبات علم وحکم، ان الفلانی سیفعل باختیارہ ھذا الفعل فھذا العلم والھکم کما لا ینفی اختیارہ فکذالک العلم والقضاء الالٰھیٰ جل شانہ لا ینفیان ذلک واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال وصلّی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وسلم وھذہ المسئلۃ من معضلات مسائل علم الکلام لم یطلع علیھا الا الراسخون من العلماء وھو سبحانہ الموفق۔

۳۴۔معرفت، بندہ کی قدرت واختیار اور اس پر جزا کا مرتب ہونا حق تعالیٰ سبحانہ کا ارشاد ہے، اور حق تعالیٰ سے زیادہ سچی بات کہنے والا اور کون ہوسکتا ہے کہ .وَمَا ظَلَمَهُمُ اللهُ وَلٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ

ترجمہ: اور اللہ ﷻ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا، وہ تو خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔ (سورۃ آل عمران: ۱۱۷)

اس آیتِ کریمہ میں حق سبحانہ سے ظلم کی نفی اور ان لوگوں کے لئے ظلم کا ثابت ہونا ظاہر ہے کیونکہ (خدا ﷻ) کی جانب سے) ظلم کی تخلیق ان کے ارادہ کے بعد ہوئی ہے۔ اور ان کا ارادہ اس علم کے بعد صادر ہوتا ہے جو انھیں بھلائی اور برائی کے متعلق حاصل ہے۔ اور بھلائی و برائی دونوں کا شریعت میں وضاحت کے ساتھ بیان کردیا گیا ہے۔ اور یہ بھلائی اور برائی دونوں یکساں طور پر ان کی قدرت میں ہوتی ہیں۔ لہٰذا پہلے بندے خود ہی اس برائی کا ارادہ کرتے ہیں جس کا بُرا ہونا شریعت میں واضح کردیا گیا ہے۔ اس کے بعد جیسا کہ وہ ارادہ کرتے ہیں حق تعالیٰ اس بُرائی کو پیدا کردیتا ہے اور وہ خود ہی اس خیر اور بھلائی کو چھوڑ دیتے ہیں جو ان کی قدرت میں ہوتی ہے اور جس کا بھلا ہونا شریعت کی رو سے انھیں معلوم ہے۔ لہٰذا خدا ﷻ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ تو خود ہی اپنے نفسوں پر ظلم کررہے ہیں۔

اب یہ بات باقی رہ گئی کہ ان کی قدرت اور ارادہ بھی تو اللہ سبحانہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ تو یہ بات بھی ان بندوں سے ظلم کی نفی نہیں کردیتی کیونکہ حق تعالیٰ سبحانہ نے جو قدرت پیدا فرمائی ہے اس کی نسبت بھلائی اور بُرائی دونوں کی طرف برابر ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ خدا ﷻ نے ان میں برائی ہی کی قدرت پیدا کی ہو۔ اور بھلائی کی قدرت پیدا نہ فرمائی ہو۔ جس سے وہ برائی کے کرنے پر مجبور ہوگئے ہوں یہی حال تخلیق کردہ ارادہ کا ہے کہ جب اسے خیر اور شر دونوں کا علم

ہو چکا ہے تو اب وہ ان دونوں سے جس جہت کو چاہے ترجیح دے سکتا ہے۔ پس بندہ شریعت کی رو سے بُرائی اور شر کو جانتے ہوئے بھی شر ہی کو اختیار کرتا ہے۔ حالانکہ اس کی قدرت کی نسبت، بھلائی اور برائی دونوں کی طرف یکساں طور پر تھی۔ اسی طرح ارادہ کے اعتبار سے بھی دونوں زیرِ قدرت صورتوں میں سے کسی ایک صورت کو دوسرے کے بجائے مخصوص کر لینا اس کے لئے درست تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس پر جو کچھ ظلم ہوا ہے وہ خود اس کے نفس ہی نے کیا ہے اور حق تعالیٰ سبحانہ نے اس پر کوئی ظلم نہیں کیا۔

یہی حال ازلی علم اور ازلی قضا (تقدیر) کا بھی ہے کہ وہ دونوں بھی بندوں سے ظلم کی نفی نہیں کرتیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے جان لیا اور ازل میں فیصلہ بھی کر دیا کہ فلاں فلاں بندہ عمل کرنے میں، اس کے شر کے پہلو کو اختیار کرے گا اور خیر کو چھوڑ دیگا، اور یہ سب کچھ اپنے اختیار سے کرے گا۔ لہٰذا علم اور قضا (تقدیر، فیصلہ) بندہ کے مختار ہونے کو مضبوط کرتے ہیں اس کی نفی نہیں کرتے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی شخص کو بذریعہ کشف کے بعض غیب کی باتوں کا علم حاصل ہو جائے۔ وہ معلوم کر لے اور فیصلہ کر دے کہ فلاں آدمی عنقریب اپنے اختیار سے یہ کام کرے گا تو اس شخص کا یہ علم اور فیصلہ جس طرح بندہ کے اختیار کی نفی نہیں کرتے اسی طرح علمِ الٰہی اور قضائے الٰہی جلّ شانہ بھی اس کی نفی نہیں کرتے۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقہ الحال و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد و آلہٖ و سلم۔

اور یہ مسئلہ علمِ کلام کے پیچیدہ ترین مسائل میں سے ہے اس پر کچھ راسخ علماء کے سوا دوسرے لوگ واقف نہیں ہو سکے۔ اور حق تعالیٰ سبحانہ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

(معارف لدنیہ، معرفت، ۳۴ ص، ۵۵، تا ۵۷، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

قضا و قدر کا راز:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

اگر گویند که خبائث محل از کجا آمد؟ جواب آن ست که بدن انسان مثلاً مرکب است از عناصر اربعه و هر عنصرے که جزو اوست مقتضی یک نوع خصوصیتے است مثلا جزو ناری مقتضی علو و سرکشی است و جزو خاکی مقتضی سفل و پستی است و علی هذاالقیاس۔

پس در اجتماع ایشان هر که باعتدال نزدیک تر است به بسیط حقیقی مناسب تر است و بواسطۂ آن مناسبت بخیر و برکت و هدایت رشد لائق تر و هر که از اعتدال بعید تر است خصوصیات بعضے اجزاء در وے غالب تر است و بعضے دیگر مغلوب تر و باین اختلال به بسیط حقیقی نا مناسب تر است پس لا جرم از خیر و برکت و مانند اینها قلیل النصیب است فساد محل عبارت از اختلال این نظام و فساد این اعتدال است و روحے که برین اجزاء مجتمعه فائض می شود هر چند از روئے ذات ازین قسم اختلال خالی است چه او بسیط است و این اختلال در مرکب صورت می بندد ولیکن او را حق سبحانه بر نهجے آفریده است که از غایت لطافت حکم مجاور خویش می گیرد بلکه خود را در و گم کرده خود را عین او می یابد پس آن خبث بواسطۂ جوار در روح نیز سرایت کند۔

ملائکه از شرارت و مانند آن منزه اند لبساطتهم و عدم مناسبتهم بالمرکبات المختل الانتظام۔ و بر تقدیر صحت جواز آن در بعضے افراد ملائکه بمناسبت ایشان است به بعضے مرکبات ولو فی الجملة، و انکار مناسبت مطلقا مکابره است پس گویم که حق

سبحانه وتعالیٰ در بسائط مخلوقه ترکیب و اجتماع نیز خلق کرد علی تفاوت الدرجات، وهر اجتماعے مقتضی امرے گشته هچمنان که، هر کدام از بسائط ایشان مقتضی امرے بود و مقتضائے آن اجتماع را نیز خلق کرده پس آن فساد لازم ذات آن مرکب است و خلق آن لازم از حق است سبحانه، ولا محذور فی ذٰلک ولا یعود الیه تعالیٰ شئ من الشرور والنقائص بل هو خالقها و موجدها و خلق القبیح لیس بقبیح۔

پس شرارت و فساد عاید بایشان باشد و خیر و صلاح راجع بحق سبحانه وتعالیٰ وتقدس این ست مسئلۂ قضاء و قدر و برین تقدیر هیچ محذور لازم نمی آید و از شائبه ایجاب که منافی اختیار حق است سبحانه مبراست، فعلیک بمطالعته لیظهر علیک سره ویحصل لک النجاة من کثیر من معتقدات اهل البدع والضلال والله سبحانه یحق الحق وهو یهدی السبیلوهذا السر مما الهمنی الله سبحانه بل مما خصصنی به الحمد لله سبحانه والمنة علی ذٰلک وعلی جمیع النعم۔

اگر سوال کنند که حق سبحانه وتعالیٰ بعلم قدیم خود می دانست که این نوع ترکیب مستلزم فساد و خبث است پس چرا آنرا خلق ساخت؟

جوابش آن ست که این اعتراض بر جماعتے وارد می شود که اصلح بر حق سبحانه واجب می دانند و مایان بر حق سبحانه هیچ چیز را واجب و لازم نمی دانیم، یفعل الله مایشآء ویحکم مایرید لا یسئل عما یفعل وهم یسئلون۔

وشک نیست که بعد از خلق آن مرکب این نوع خبث و فساد را مستلزم باشد و آن لازم را نیز حق سبحانه وتعالیٰ بارادت خود خلق کرد نه بطریق ایجاب و محکومیت کما ظن بعض وهو القاهر فوق عباده فلا حکم للعباد علیه حتی یکون محکوما والعبد المحکوم حاکما۔ پس مایۂ فساد همان مخلوق است و بس خالق آن تعالیٰ شانه از شوائب ظلم و لوازم ایجاب و نقائص محکومیت منزه و مبرا است، سبحانه وتعالیٰ عما یقولون علوا کبیرا والله سبحانه اعلم بحقیقة الحال۔

اگر لوگ یہ کہیں کہ خباثتِ محل کہاں سے آگئی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسانی بدن مثلاً عناصر اربعہ سے مرکب ہے۔ اور ہر عنصر جو جسم انسانی کا جزو ہے وہ ایک قسم کی خصوصیت کا مقتضی ہے مثلاً جزوِ ناری بلندی اور سرکشی چاہتا ہے اور جزوِ خاکی پستی اور نیچائی چاہتا ہے و علیٰ هذا القیاس

لہٰذا ان عناصر کے اجتماع میں ہر وہ شخص جو اعتدال سے زیادہ نزدیک ہے اسے بسیطِ حقیقی ذاتِ حق سے زیادہ مناسبت ہوتی ہے اور اس مناسبت کی بنا پر ایسا آدمی خیر و برکت اور رشد و ہدایت کے زیادہ لائق ہوتا ہے اور جو شخص اعتدال سے زیادہ دور ہے، اس میں بعض اجزاء کی خصوصیات زیادہ غالب ہوجاتی ہیں اور بعض اجزاء کی خصوصیات زیادہ مغلوب ہوجاتی ہیں۔ اور اس اختلال کی وجہ سے انھیں بسیطِ حقیقی ذات حق تعالیٰ سے مناسبت بھی کم رہ جاتی ہے لہٰذا لامحالہ خیر و برکت ان جیسی باتوں سے انھیں بہت کم حصہ نصیب ہوتا ہے۔ فسادِ محل سے مراد اس نظام جسم کا خلل آجانا اور اسی اعتدال کا بگڑ جانا ہے اور جو روح ان اجزائے مجتمعہ پر فائض ہوتی ہے وہ اگرچہ اپنی ذات کے اعتبار سے اس قسم کے اختلال سے خالی ہوتی ہے کیونکہ وہ تو بسیط ہے اور یہ اختلال مرکب ہی میں صورت پذیر ہوتا ہے لیکن حق تعالیٰ نے اسے اس انداز پر پیدا فرمایا ہے۔ کہ وہ اپنی انتہائی لطافت کی وجہ سے اپنے پڑوسی کا اثر قبول کرلیتی ہے بلکہ اپنے آپ کو اس میں گم کر کے خود کو اس کا عین بنالیتی ہے۔ لہٰذا وہ خباثت ہمسائیگی کی وجہ سے جسم سے روح میں بھی سرایت کرجاتی ہے۔

فرشتے اپنے بسیط (یعنی غیر مرکب) ہونے کی وجہ سے شرارت اور اس جیسی چیزوں سے منزہ و پاک ہیں۔اور اس وجہ سے بھی کہ انھیں ایسے مرکبات سے جن کے انتظام میں خلل آ گیا ہے کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔اور اگر بالفرض بعض فرشتوں میں شر کا وجود صحیح مان لیا جائے تو اس کے جواز کی وجہ بعض اُن افراد ملائکہ میں بعض مرکبات کے ساتھ ان کی مناسبت ہی ہو سکتی ہے۔اگر چہ وہ مناسبت فی الجملہ بہت کم ہی کیوں نہ ہو۔اور اس مناسبت کا مطلق طور پر انکار کر دینا محض ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے پیدا کردہ یعنی غیر حقیقی بسیط چیزوں میں ترکیب اور اجتماع کو بھی پیدا فرمایا ہے، اگر چہ اس ترکیب و اجتماع کے درجے مختلف ہیں اور جس طرح سے کہ اُن بسائط میں سے ہر بسیط کسی نہ کسی امر کا مقتضی تھا ہر اجتماع بھی کسی نہ کسی امر کا مقتضی ہو گیا۔اس کے بعد حق تعالیٰ نے اس اجتماع کا جو تقاضا تھا اس کو بھی پیدا فرمایا۔لہٰذا وہ فساد اس مرکب کی ذات کو لازم آتا ہے اور اس لازم کا پیدا کرنا بھی حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور اس میں کوئی برائی کی بات نہیں ہے اور حق تعالیٰ کی ذات کی طرف کسی قسم کا کوئی شر یا نقص منسوب نہیں ہو سکتا بلکہ بات صرف اتنی ہے کہ حق تعالیٰ اس شر اور نقص کا خالق اور موجد ہے۔اور کسی بری چیز کو پیدا کر دینا کوئی برائی نہیں ہے۔لہٰذا شرارت اور فساد خود ان چیزوں کی طرف لوٹتا ہے اور خیر وصلاح حق سبحانہ وتعالیٰ وتقدس کی طرف یہ ہے قضا وقدر کے مسئلہ کا راز۔اور اس بات کے مان لینے اور اس فیصلہ پر کوئی برائی لازم نہیں آتی اور فیصلہ شائبہ ایجاب سے جو کہ حق تعالیٰ سبحانہ کے اختیار کے منافی ہے پاک ہے یعنی اس بات کی آمیزش سے پاک ہے کہ حق تعالیٰ کے ذمہ کوئی بات ضروری قرار دی جائے)

لہٰذا اس پر غور کرنا تمہارے لئے ضروری ہے تا کہ تم پر اس کا راز واضح ہو جائے اور تمہیں اہل بدعت وضلالت کے بہت سے اعتقادات سے نجات حاصل ہو جائے۔اور اللہ تعالیٰ ہی حق کو حق ثابت کرتا ہے اور وہی صحیح راستہ کی رہنمائی فرماتا ہے یہ راز اُن رازوں میں سے ہے جن کا حق تعالیٰ نے مجھے الہام فرمایا بلکہ مجھے اس کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے سو حق سبحانہ کیلئے حمد ہے اور اس کا احسان ہے اس انعام پر بھی اور باقی تمام انعامات پر بھی۔

سوال: اگر لوگ دریافت کریں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کو اپنے قدیم علم میں یہ معلوم تھا کہ اس انداز کی ترکیب فساد اور خباثت کا باعث ہو گی تو اس نے اس ترکیب کو پیدا ہی کیوں فرمایا؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اعتراض اس گروہ پر وارد ہوتا ہے جو حق سبحانہ پر اس بات کو واجب سمجھتے ہیں کہ وہ صالح ترین چیز ہی پیدا فرمائے۔لیکن ہم تو حق سبحانہ پر کسی چیز کو بھی واجب اور لازم نہیں سمجھتے۔اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے جو کچھ وہ کرتا ہے وہ اس کا جواب دہ نہیں ہے البتہ سب لوگ جوابدہ ہیں۔اور اس میں کوئی شبہ نہیں پیدا ہونے کے بعد وہ مرکب ہی اسی قسم کے خبث اور فساد کو مستلزم ہو گا۔اور اس لازم آنیوالی چیز کو بھی حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہی خود اپنے ارادہ سے پیدا فرمایا ہے۔بطور ایجاب اور محکومیت کے نہیں جب کہ بعض لوگوں نے خیال کر لیا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر پورا غلبہ اور تسلط رکھتا ہے لہٰذا بندوں کا اس پر کوئی حکم نہیں چلتا کہ جس سے وہ ان کا محکوم ہو جائے اور بندہ محکوم اس کا حاکم بن جائے۔حاصل یہ ہے کہ سرچشمہ فساد صرف مخلوق ہی ہے اور بس۔اس کا پیدا کرنے والا حق تعالیٰ جس کی شان بہت ہی بلند ہے، ظلم کی آمیزشوں، ایجاب کے لوازم اور محکومیت کے نقائص سے منزہ اور مبرا ہے۔جو کچھ عام لوگ اللہ تعالیٰ کے متعلق کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک اور بہت ہی بلند ہے۔**واللہ سبحانہ اعلم بحقیقہ الحال**

(معارف لدنیہ، معرفت ۳۵، ص ۵۹ تا ۶۲، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

سوال اول مسئلہ قضا و قدر تعلق دارد اگر ازراہ امتحان آن جماعہ نوشتہ اند ومقصود الزام آنہا است پس جاے سخن نیست

واگر درین ناب خدشه بخاطر راه یافته است پس میگویم مسئله قضا و قدر سریست از اسرار الٰهی جل شانه مذاکراه کردن و کاوش نمودن درین مسئله ممنوع است احادیث منع درین باب بسیار است آنچه بر ماو شمااست امتثال او امراست و انتها از نواهی غور کردن درین مسئله نفرموده اند بلکه منع نموده حقیقت این معامله رابعلم حق جل و علاباید حواله نمود بآنچه تکلیف کرده اندیجان ومنت دراتیان ان باید کوشیداینست طریق اسل مخدوماآنچه عقیده اهل سنت و جماعت درین مسئله است موافق اعتقاد درست باید نمود و به تشکیکات وچون و چرابایدرفت که ممنوع است بدانند که مذهب اهل سنت و جماعت آنست که افعال بنده از خیرو شرهمه بتقدیر وارادۂ حق سبحانه است والقدر خیره و شره من الله تعالیٰ۔ وتقدیر عبارت از خلق وایجاد است و معلوم است که خالق و موجد غیر او تعالی کسے نیست لآ اله الا هو خالق کل شئ فاعبدوه وقال الله تعالیٰ والله خلقکم وما تعملون معتزله و قدریه از کمال جهالت وسفاهت انکار قضاوقدر نموده افعال بنده رابقدرت و اختیار بنده منسوب داشته وبنده راخالق افعال خود گفته ضلو افاضلو علما گفته اند که مجوس ازنیها احسن حال اند که آنها یک شریک می گویند واینها شرکاے لا یعدولا یحصی اثبات می نمایند۔ برسر اصل سخن رویم و گوئیم که باوجود تقدیر خیر و شر نسبت خلق بحق تعالیٰ وارادہ و اختیار بنده رادر وجود و فعل او نیز دخل داده انداول صرف اراده از جانب بنده می شود بعد ازان موافق اتن حق تعالیٰ خلق می فرماید وهمیں صرف اراده راکسب میگویند پس خلق فعل از حق است جل و علاو کسب آن از بنده آنچه نوشته بودند لا یتحرک ذرة الا باذنه وامثال آن باعتبار خلق حق است و کشتفن قاتل رادر عونن مقتول و ملامت نمودن گناهگاررا و عذاب عقوبت اوباعتبار کسب است وجبریه ارادت واختیار راازو نفی می کنند وبنده رااوُر صدور افعال مجبور می دانند دررنگ آنکه شاخهاے درخت را کسے بجنیاند بلکه نسبت فعل رابه بنده نمی کنند و فاعل این افعال حق را می دانند واین کفر است و معتقدآن کافر گویند بفعل نیک ثواب خواهد شدو بفعل بار عذاب نیست و کافران و عاصیان معذورند۔ اینهارا سوالے وعتابے نیست چه افعال همه از حق است اینها مجبورند واین کفر است حق تعالیٰ می فرماید قفوهم انهم مسئلون فوربک لنسلنهم اجمعین عما کانو یعمون۔ مرجیه همنیها اند که ملعونند بزبان هفتاد پیغمبر چنانچه در حدیث آمده است مذهب این بدکیشان ببداهت عقل باطن چه فرق درحرکت مرتعش که بے اختیار دست او می جنید وکسے که دست می جنباند بدیهی است که اول بااختیار نیست و ثانی بااختیار است، و نصوص قطیعه نفی این مذهب می نماید قال الله تعالیٰ جزاءً بما کالو یعملون وقال سبحانه فمن شآء فلیؤمن ومن شآء فلیکفر انآ اعتدنا للظالمین ناراً احاط بهمه سرداقها اگر بندها مطلقاً مسلوب الاختیار باشند حق تعالیٰ چرانسبت ظلم باینها فرماید وما ظلمهم الله ولٰکن کالون انفسهم یظلمون۔ بسیارے از ملاحده میخواهند که به بهانه سلب اختیار خلاص سازند و خودها رامعذور ومجبور دانند بدیهی است که بنده راارین قدر اختیار روتوانائی ات کها عهدۂ او مرونواهی تواند برآمد للفرق الظاهر بین حرکت البطش و حرکة الارتعاش کمامر حق تعالیٰ کریم است بندهارا تکلیف ملالایطاق تکرده است آنقدر تکلیف نموده است که از عهدهاوتواند برآمد لا یکلف الله نفسًا الا وسعهاعجب معامله است این جماعت از کسانیکه اطاعت آنها نکنند واینهارا ایذارسانندبدمے برندو درصددانتقام می،شوند وفرزندان واده و غلام خودهارامی زنند و تادیب می کنند واگر مردبیگانه رابازن خودبینند بدمیشوند وایذا می رسانند و معذور و مجبور گفته چشم پوشی نمی کنند وباین بهانه از عذاب اخروی که بنصوص قطعیه ثابت شده است می خوانند که خلاصی

جویند, و هرچه خواهند بکنند حق تعالیٰ می فرمایدان عذاب ربک لواقع ماله من دافع دیوانه رااگر درخانه بینند معذورمی دارند وهمچنین هر گناهے که دیوانه می کند کسے اوراموا خذه نمی کندمی گویند دیوانه است واز عقل واختیار بیرون ست

مصرع

عیب نبود گرگ ناهے می کند دیوانهٔ

وغیر دیوانه راموخذه می کنند وبسزامی رسانند و معذور نمی دارند واین نسیت مگر بجهت آنکه این صاحب اختیار است واواز اختیار بیرونست پس تحقق شد که قدریه که منکر قضا و قدر اند و جبریه که نفی اختیار رازبنده می نمایند هر دو ازحق دور افتاده اندواهل بدعت, وضال ومضل اندوحق متوسط آنست که اهل سنت وجماعت بآن مهتد گشته اند مرویست که اما ابو حنیفه ؒ از امام جفعر صادق رضی الله عنها پرسید یاابن رسول الله هل فوض الله الا مرالی العباد فقال الله اجل من ان یفوض الربویته الی العباد فقال هل یجبرهم علی, ذلک قال الله اعدل من ان یجبرهم ثم یعذبهم فقال ماذا قال بین البین لاجبرولا تفویض ولا کره ولا تسلیط کافران و مشرکان حجبت, اورده بودند که کفرو شرک مابمشیت وارادت حق تعالیٰ است چنانچه فرمود سیقول الذین اشرکو الوشآء الله مآ اشرکنا ولآ آبآئنا ولاحرمنا من شئ حق سبحانه این عذرا از ایشان قبول نکرد و قول ایشان رابر جهل ان حمل کرد وداخل تکذیب ایشان ساخت چنانچه فرمود کذٰلک کذب الذین من قبلهم حتیٰ ذاقو باسنا قل هل عندکم من علم فتخرجوه لنا الآیه. اگر گویند که خیر و شرهمه تبقدیر حق است جل وعلا بارادت و مشیت اوسبحانه پس شرک کافران نیز بمشیت وارادت اوست تعالی واینها درین قول مهق اندپس چرا قول شان مقبول نشد جواب گویم که این قول متمردان نه ارراه معذرت ست که مادرین عمل شنیع محکوم مشیتم چه ایشان کردارخود رابد میدانند بلکه مقصود شان نفی قبح این فعل است چه هرچه مراد هق است لشانه و متعلق مشیت او تعالی مرضی اوست سبحانه چه اگر مرضی نمی بود نمی کواست پس این شرک مامرضی است واستحقاق عذاب از فاعل این فعل مدفوع حق تعالیٰ این قول واعتقاد درابتکذیب یادر کر کذٰلک الذین من قبلهم چه حق تعالیٰ در کلام خویش وبرزبان انبیاء خود علیهم السلام کفر رانامرضی و قبیح فرمود و کافران راملعون ومایوس از رحمت خود ساخت و عذاب مخلد که انقطاع پذیر نیست جزاے شان گردانید و نیز این اعتقادراجهل ساخت که ارادت مستلزم رضا نیست چه کفرو معاصی مراد حق اند جل و علاومرضی اونه چنانچه از قرآن مجید واضه ولایح است و بعید نیست آنک گفته شود که این قول مشرکان موافق مذهب جبریه بود و عرض شان نفی اختیار باشد از خودها درین فعل, حق تعالیٰ ردا ینها کرد چه این اعتقاد باطل است کما مرونیز می تواند که این قول ازین مردودان ازروے استهزابودنه ازراه اعتقاد چنانچه مفسران گفته اند وباین بیان که آیة کریمه رانمودیم استدلال اهل اعتزال که باین آیته برندهب خود کرده اند ساقط گردید چه استدلال انست که حق تعالی اعتذار کافران راکه نموده شرک مابارادت و مشیت الله تعالی قبول نه کردواینها راباین قول مستحق عقوبت ساخت فرمود حتیٰ ذاقوباسناپس معلوم شد که تقدیر خیرو شرار حق سبحانه نیست بلکه بنده درایجادفعل خود مستقل است دوجه سقوط آنست که غرض شان ازین کلام نه اعتذا از کردار خویش است چه آنرا بدنمی دانستند بلکه مقصود شان تحسین فعل خود هااست که فعل مامراد و مرضی حق است تعالیٰ وایں اعتقاد باطل است که مراد بود و مرضی نبود کمامر. اگر گویند که چون افعال عباد

بارادۂ حق است تعالی خیر وشر بس اختیار بندہ رانماند وصدور افعال خیر وشر ازینہا واجب شد گوئیم کہ در ازل خوانند ودر ازل تقدیر نمودہ بندہ باختیار خود این فعل خواھد کرد این (کردغابت یافی البا) تقدیر موجب اختیار راست واین معنی مثبت اختیار راست نہ نافی اختیار ونیز گوئیم اگر قضاے ازلی منافی اختیار باشد، باید کہ حق تعالیٰ در افعال خود در ایجاو حوادث یومیہ مختار نبود چہ ایں افعال باید کہ البتہ موافق تقدیر واردات بوقوع آئند لیس فلیس۔

پہلا سوال قضاوقدر کے مسئلہ سے تعلق رکھتا ہے اگر آپ نے اس جماعت کے امتحان کی راہ سے لکھا اور مقصود ان کو الزام دینا ہے تو بات کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور اگر اس بارے میں کوئی شک وشبہ دل میں راہ پا گیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ قضاوقدر کا مسئلہ اللہ شانہٗ کے اسرار میں سے ایک سِرّ ہے اس مسئلہ میں باہم گفتگو کرنا اور چھان بین کرنا ممنوع ہے اس معاملہ میں ممانعت کی حدیثیں بہت ہیں جو کچھ ہم پر لازم ہے وہ اوامر کو بجالانا اور نواہی سے بچنا ہے اس مسئلہ میں غور کرنے کے لئے فرمایا نہیں گیا ہے بلکہ منع کیا گیا ہے، اس معاملہ کی حقیقت کو حق جل وعلا کے علم کے حوالہ کرنا چاہئے، جس چیز کے ساتھ (ہمیں) مکلف کیا گیا ہے تندہی واحسان مندی کے ساتھ اس کے بجالانے میں کوشش کرنی چاہیے، یہ ہے سب سے زیادہ سلامتی کا راستہ۔ میرے مخدوم! اس مسئلہ میں جو کچھ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے اس کے موافق اعتقاد درست رکھنا چاہیئے اور شک میں ڈالنے والی باتوں اور چون وچرا میں نہیں جانا چاہیئے کہ (یہ) منع ہے۔ آپ جان لیں کہ اہلِ سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ بندہ کے تمام افعال خیر ہوں یا شر سب حق سبحانہٗ کی تقدیر و ارادہ سے ہیں، والقدر خیرہ شرہ من اللہ تعالیٰ (**ترجمہ:** اور اس کے خیر وشر کا مقدر ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) اور تقدیر خلق وایجاد سے عبارت ہے اور (یہ بات) معلوم ہے کہ خالق وموجد اُس تعالیٰ شانہٗ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ۔

ترجمہ: اُس کے سوا کوئی نہیں وہ ہر چیز کا خالق ہے اسی کی عبادت کرو۔ (سورۃ الانعام: ۱۰۲)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ط

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔ (سورۃ الانعام: ۹۶) معتزلہ وقدریہ نے نہایت جہالت وحماقت کی وجہ سے قضاوقدر کا انکار کر کے بندہ کے افعال کو بندہ کی قدرت واختیار سے منسوب کیا ہے اور بندہ کو افعال کا خالق کہا ہے ضلوا فاضلوا (وہ خود بھی گمراہ ہوئے پس انھوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا) علما نے کہا ہے کہ مجوس اُن سے بہتر حالت والے ہیں کہ وہ ایک شریک کہتے ہیں اور یہ لوگ لاتعداد و بیشمار شرکاء ثابت کرتے ہیں۔ ہم اصل بات کی طرف جاتے اور کہتے ہیں کہ خیر وشر کی تقدیر اور نسبتِ خلق حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے کے باوجود بندہ کے ارادہ واختیار کو بھی اس کے وجود وفعل میں دخل دیا گیا ہے، اول صرف ارادہ بندہ کی جانب سے ہوتا ہے اس کے بعد اس کے موافق حق تعالیٰ خلق (پیدا) فرماتا ہے اور ارادہ کے اس استعمال ہی کو کسب کہتے ہیں پس خلق حق جل وعلا کا فعل ہے اور اس کا کسب بندہ کی طرف سے ہے۔ اور یہ جو آپ نے لا تتحرک ذرۃ الا باذنہ (اس (اللہ تعالیٰ) کی اجازت کے بغیر کوئی ذرہ حرکت نہیں کرتا) وغیرہ لکھا ہے تو یہ حق تعالیٰ کے پیدا کرنے کے اعتبار سے ہے اور مقتول کے عوض میں قاتل کو قتل کرنا اور گنہگار کو ملامت کرنا اور اس کو سزا کا

عذاب دینا کسب کے اعتبار سے ہے اور (فرقۂ) جبریہ ارادہ واختیار کو بندہ سے نفی کرتے ہیں اور اس کو افعال کے صادر ہونے میں مجبور جانتے ہیں جیسا کہ درخت کی شاخوں کو کوئی شخص ہلائے بلکہ فعل کی نسبت بندہ کی طرف نہیں کرتے اور ان افعال کا فاعل حق (تعالیٰ) کو جانتے ہیں اور یہ کفر ہے اور ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر ہے، وہ لوگ کہتے ہیں کہ نیک فعل پر ثواب (حاصل) ہوگا اور بُرے فعل پر عذاب نہیں ہوگا اور کافر و گنہگار لوگ معذور ہیں، ان سب کے لئے کوئی پرسش اور کوئی سزا نہیں ہے کیونکہ تمام افعال حق (تعالیٰ) کی طرف سے ہیں اور یہ لوگ مجبور ہیں اور یہ (عقیدہ) کفر ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (سورۃ الصفت، ۲۴)

ترجمہ: (اُن کو ذرا ٹھہراؤ بیشک ان سے پوچھا جائے گا)

فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورۃ الحجر، ۹۴)

ترجمہ: (پس آپ کے رب کی قسم ہم ان سے ان اعمال کے متعلق ضرور پوچھیں گے)۔ (فرقۂ) مرجیہ یہی لوگ ہیں جو کہ ستر پیغمبروں کی زبان سے لعنت کئے گئے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، ان بداطواروں کا مذہب ظاہری عقل سے بھی باطل ہے کیونکہ رعشہ والے کی حرکت میں کہ جس کا ہاتھ اس کے اختیار کے بغیر ہلتا ہے اور (اس شخص کی حرکت میں) جو (اپنا) ہاتھ خود ہلاتا ہے واضح فرق ہے کہ پہلی حرکت اختیاری نہیں ہے اور دوسری حرکت اختیاری ہے اور نصوصِ قطعیہ (آیاتِ قرآنی واحادیثِ متواترہ) اس مذہب کی نفی کرتی ہیں،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ط (سورۃ الواقعہ، ۲۴)

ترجمہ: (یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے)

اور اللہ سبحانہٗ فرماتا ہے

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ط (سورۃ الکھف، ۲۹)

ترجمہ: پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کافر رہے، بیشک ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے کہ جس کے سراپردے اُن کو گھیرے ہوئے ہوں گے۔ اگر بندوں سے اختیار بالکل چھین لیا گیا ہوتا تو حق تعالیٰ ظلم کی نسبت ان کی طرف کیوں فرماتا،

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ط (سورۃ النحل، ۳۳)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے۔ بہت سے ملحد (بے دین لوگ) چاہتے ہیں کہ اپنے اختیار کے سلب کے بہانہ سے احکامِ شرعیہ کی پابندی سے چھوٹ جائیں اور آخرت کی پرسش وجزا سے جو حرام امور کے ارتکاب پر موعود ہے اپنے آپ کو آزاد کرلیں اور اپنے آپ کو معذور و مجبور جانیں۔ (یہ بات) ظاہر ہے کہ بندہ کو اس قدر اختیار وطاقت (حاصل) ہے کہ اوامر ونواہی کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے اس لئے کہ (کسی چیز کو) پکڑ کر ہلانے اور رعشہ کی حرکت میں فرق واضح ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے، حق تعالیٰ کریم ہے، بندوں کو ان کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کیا ہے اسی قدر (افعال) کا مکلف کیا ہے جس کو وہ پورا کر سکیں

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (سورۃ البقرۃ، ۲)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کی طاقت واختیار کے مطابق ہی مکلف بناتا ہے)۔

اس جماعت کا عجیب معاملہ ہے کہ جو لوگ اس جماعت کی اطاعت نہیں کرتے اور ان کو ایذا پہنچاتے ہیں یہ اُن کو بُرا قرار دیتے ہیں اور انتقام کے درپے ہوتے ہیں اور اپنے بیٹوں اور اپنی لونڈی اور غلام کو مارتے اور سزا دیتے ہیں اور اگر کسی غیر آدمی کو اپنی عورت کے ساتھ دیکھتے ہیں تو بگڑ جاتے ہیں اور (اس کو) اذیت پہنچاتے ہیں اور معذور و مجبور کہہ کر (اس سے) چشم پوشی نہیں کرتے اور (ان باتوں کے باوجود) وہ اس بہانہ (عذرِ مجبوری) سے آخرت کے عذاب سے جو نصوصِ (دلائل) قطعیہ سے ثابت ہو چکا ہے چاہتے ہیں کہ رہائی حاصل کریں اور جو کچھ چاہیں کریں،

حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ، مَالَهٗ مِنْ دَافِعٍ (سورۃ الطور، ۸،۷)

ترجمہ: (بیشک آپ کے رب ﷻ کا عذاب ضرور آ کر رہے گا کوئی اُسے ٹال نہیں سکتا) اگر لوگ کسی دیوانہ کو گھر میں دیکھتے ہیں تو معذور قرار دیتے ہیں اور اسی طرح جو گناہ بھی دیوانہ کرتا ہے کوئی شخص اُس سے باز پرس نہیں کرتا سب کہتے ہیں کہ دیوانہ ہے اور عقل واختیار سے خارج ہے۔

ع

عیب نبود گر گناہے می کند دیوانۂ

ترجمہ: اگر کوئی دیوانہ کوئی گناہ کرے تو عیب نہیں ہے۔

اور جو شخص دیوانہ نہیں ہے اس سے باز پرس کرتے ہیں اور سزا دیتے ہیں اور (اس کو) معذور قرار نہیں دیتے اور یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ (غیر دیوانہ) صاحب اختیار ہے اور وہ (دیوانہ) اختیار سے خارج ہے پس ثابت ہوا کہ قدریہ جو کہ قضا وقدر کے منکر ہیں اور جبریہ جو کہ بندہ سے اختیار کی نفی کرتے ہیں دونوں حق سے دُور جا پڑے ہیں اور اہلِ بدعت اور خود گمراہ کرنے والے ہیں اور حق معتدل وہ ہے کہ جس کی طرف اہلِ سنت وجماعت نے ہدایت پائی ہے۔

مروی ہے کہ حضور سیدی امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے حضور سیدی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا اے ابنِ رسول اللہ ﷺ! کیا اللہ تعالیٰ نے امر بندوں کے حوالہ کر دیا ہے؟

تو انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس بات سے بہت ارفع ہے کہ وہ (اپنی) ربوبیت بندوں کے حوالہ کرے۔ پھر انھوں (حضور سیدی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) نے کہا کیا (اللہ تعالیٰ) اس پر بندوں کو مجبور کرتا ہے؟ انھوں (حضور سیدی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ بات بہت بعید ہے کہ وہ بندوں پر جبر کرے پھر اُن کو عذاب دے۔ انھوں (حضور سیدی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) نے کہا تو پھر کیا معاملہ ہے؟ آپ (حضور سیدی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) نے فرمایا، ان دونوں باتوں کے بین بین ہے نہ جبر ہے نہ تفویض اور نہ زبردستی ہے نہ (مکمل) خود مختاری، کافر اور مشرک لوگ دلیل لائے تھے کہ ہمارا کفر وشرک حق تعالیٰ کے مشیت وارادہ سے ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ (سورۃ الانعام، ۱۴۸)

ترجمہ: یہ مشرک لوگ عنقریب یوں کہیں گے کہ اگر اللہ ﷻ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا (شرک کرتے) اور نہ ہم کسی چیز کو حرام

ٹھہراتے۔حق تعالیٰ نے اس عذر کو اُن سے قبول نہیں کیا اور ان کے قول کو ان کی جہالت پر محمول کیا اور ان کی تکذیب کی دلیل قرار دیا جیسا کہ فرمایا

كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا۔ الآیہ (سورۃ الانعام، ۱۴۸)

ترجمہ: (اسی طرح ان (کافر) لوگوں نے بھی جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں (رسولوں ﷺ کو) جھٹلایا تھا یہاں تک کہ انھوں نے ہمارا عذاب چکھا، آپ کہہ دیجئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی علم (دلیل) ہے تو اس کو ہمارے روبرو ظاہر کرو) اگر وہ لوگ یہ کہیں کہ خیر و شر سب حق جل وعلا کی تقدیر سے اس سبحانہ کے ارادہ ومشیت کے ساتھ ہے۔ پس کافروں کا شرک بھی اس اللہ تعالیٰ شانہٗ کی مشیت وارادے سے ہے اور یہ لوگ اس قول میں حق پر ہیں تو ان کا قول مقبول کیوں نہیں ہوا۔ جواب، ہم کہتے ہیں کہ سرکشوں کا یہ قول معذرت کے طور پر نہیں ہے کہ ہم اُس برے عمل میں مشیت کے تابع ہیں کیونکہ وہ لوگ اپنے کردار کو بُرا نہیں جانتے بلکہ اُن کا مقصود اس فعل کے بُرا ہونے کی نفی کرنا ہے اس لئے کہ جو کچھ حق جلّ شانہٗ کا چاہا ہوا اور اس تعالیٰ شانہٗ کی مشیت کے متعلق ہے وہ اس سبحانہٗ کا پسندیدہ ہے کیونکہ اگر پسندیدہ نہ ہوتا تو وہ نہ چاہتا پس ہمارا یہ شرک پسندیدہ ہے اور اس فعل کا فاعل عذاب کا مستحق ہونے سے دور ہے، حق تعالیٰ نے اس قول واعتقاد کو تکذیب کے ساتھ ذکر کیا ہے

كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (سورۃ الانعام، ۱۴۸)

ترجمہ: (اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے (رسولوں ﷺ کی تکذیب کی تھی) کیونکہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام (قرآن مجید) میں اور اپنے انبیاء ﷺ کی زبان پر کفر کو ناپسند اور بُرا فرمایا ہے اور کافروں کو ملعون اور اپنی رحمت سے مایوس قرار دیا ہے اور دائمی عذاب جو کہ ختم ہونے والا نہیں ہے ان کی سزا ٹھہرائی ہے اور نیز اس اعتقاد کو جہالت ٹھہرایا ہے، کسی چیز کے ارادہ سے رضامندی لازم نہیں آتی کیونکہ کفر و گناہ حق جلّ وعلا کے ارادہ سے ہیں اور اس کے پسندیدہ نہیں ہیں جیسا کہ قرآن مجید سے واضح وروشن ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ مشرکوں کا یہ قول (جو آیتِ مذکورہ میں ہے) جبریہ کے مذہب کے موافق ہے اور ان کی غرض اس فعل میں اپنے آپ سے اختیار کی نفی کرنا ہے تو بعید نہیں ہے، حق تعالیٰ نے ان لوگوں کا ردّ فرمایا ہے کیونکہ یہ اعتقاد باطل ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور نیز ہوسکتا ہے کہ ان مردودوں کا یہ قول استہزاء (ہنسی مذاق) کے طور پر ہو نہ کہ اعتقاد کی رو سے جیسا کہ مفسرین نے کہا ہے اور اس سے جو کہ ہم نے آیۂ کریمہ کے بارے میں بیان کیا ہے معتزلہ کا استدلال جو کہ انھوں نے اس آیت سے مذہب پر کیا ہے ساقط ہوگیا کیونکہ اُن کا استدلال یہ ہے کہ "حق تعالیٰ نے کافروں کی معذرت کو قبول نہیں کیا جو انھوں نے کی ہے کہ ہمارا شرک اللہ تعالیٰ کے ارداہ ومشیت سے ہے اور اُن کو اس قول کے ساتھ عذاب کا مستحق ٹھہرایا (اور) فرمایا

حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا

ترجمہ: یہانتک کہ وہ ہمارا عذاب چکھیں گے۔

پس معلوم ہوا کہ تقدیر خیر وشر حق سبحانہٗ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ بندہ اپنے فعل کی ایجاد میں مستقل (با اختیار) ہے؛" اور (اس استدلال کے) ساقط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کلام سے ان کی غرض اپنے فعل سے معذرت کرنا نہیں ہے کیونکہ وہ اُس کو بُرا نہیں جانتے تھے بلکہ ان کا مطلب اپنے فعل کو سراہنا ہے کہ ہمارا فعل حق تعالیٰ کے ارادہ کے مطابق اور اس کا پسندیدہ ہے اور یہ اعتقاد باطل ہے کیونکہ ارادہ کے مطابق تو ہوگا لیکن پسندیدہ نہیں ہوگا جیسا کہ گذر چکا ہے۔ اگر کہا جائے کہ "جب بندوں کے افعال حق تعالیٰ کے ارادہ سے ہیں اور خیر وشر کا مقدر ہونا ازل میں طے ہو چکا ہے تو بندہ کو اختیار نہیں رہا اور ان (بندوں) سے خیر وشر کے افعال کا

صادر ہونا واجب ہو گیا'' تو ہم کہتے ہیں کہ ازل میں چاہا اور مقدر کیا ہے کہ بندہ اپنے اختیار سے یہ فعل کریگا زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ یہ تقدیر اختیار کا باعث ہے اور یہ معنی اختیار کو ثابت کرنے والے ہیں نہ کہ اختیار کی نفی کرنے والے اور نیز ہم کہتے ہیں کہ اگر قضائے ازلی اختیار کے منافی ہو تو چاہیے کہ حق تعالیٰ اپنے افعال میں روزانہ پیش آنے والے واقعات کی ایجاد میں مختار نہ ہو کیونکہ ان افعال کو ضرور تقدیر وارادہ کے موافق واقع ہونا چاہیے جب ویسا نہیں ہے تو ایسا بھی نہیں ہے۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، دوم، مکتوب، ۸۳، ص، ۱۳۲، تا، ۱۳۶، گارڈن ویسٹ، کراچی)

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

پرسیدہ بودند کہ در شرع شریف بندہ را فاعل مختار گفتہ اند و حال آنکہ در نصوص و احادیث امدہ است من یھدی اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ۔ یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا۔ الایمان بین اصبعین من اصابع الرحمن و القدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالی فو الذی لا الہ غیرہ ان احدکم لیعمل بعمل اھل الجنۃ حتی مایکون بینہ وبینھما الا ذراع فیسبق علیہ الکتاب فیعمل بعمل اھل النار فیدخلھا وان احدکم لیعمل اھل النار حتی مایکون بینہ وبینھا الا ذراعا فیسبق علیہ الکتاب فیعمل بعمل اھل الجنۃ فیدخلھا۔ گویم حاصل سوال آنست، کہ اھل شرع بندہ را اثبات اختیار می کنند و این آیات و احادیث بخلاف آن حکم می کنند و سلب اختیار می نمایند پس منافات ثابت شد۔ جواب هیچ منافات نیست بیانش آنست کہ شک نیست کہ ھدایت و اضلال فعل خاص اوست تعالیٰ ھرچہ ھست از خیر و شر و ایمان و کفر و طاعات و معاصی ھمہ بتقدیر ارادہ اوست سبحانہ چنانچہ آیات و احادیث بر ان دلیل است و خالق افعال بندہ حق است جل و علا نہ بندہ چنانچہ معتزلہ گمان بردہ اند و در مرتبہ ضلالت ماندہ و بدلیل واللہ خلقکم وماتعملون و نیز بیداھت می دانیم کہ بندہ در فعل خود مجبور نیست چنانچہ جبریہ گفتہ اند و گمراہ شدہ چہ فرق ضروری ست در حرکت بطش و حرکت ارتعاش و نیز قضیہ تکلیف و تعذیب، دائمی سرمدی تافی جبر است باآنکہ حق تعالیٰ عذاب و ثواب را بعمل عباد مربوط ساختہ است و فرمودہ جزاء بماکانوایعملون پس معلوم شد کہ بندہ را در فعل خود مدخلی ھست ھرچند خلق فعل از حق است تعالی وآن را کسب گویند بندہ را ارادہ، و اختیار دادہ اند لیکن، نہ بارادۂ بندہ واگذاشتہ اند و مناط تکلیف و عذاب و ثواب ھمان صرف ارادہ است بعد از صرف ارادۂ بندہ خلق فعل از حق می شود تعالی، پس آیات و احادیث باعتبار خلق است و قول اھل شرع باعتبار کسب است کہ عبارت از صرف ارادہ است۔ اگر گویند کہ حق سبحانہ در ازل بعلم قدیم دانستہ است کہ فلانے در فلان وقت فلاں کار از طاعت و معصیت خواھد کرد پس باید کہ از فلاں آن کار البتہ بوقوع آید و مجبور بود چہ اگر بوقوع نیاید علم اللہ عزوجل مبدل بجھل شود و این محال است گوئیم کہ علم تابع و قوع است برطبق و قوع ازلی بآن، تعلق گفتہ است و این منافی اختیار نیست اگر گویند کہ طاعت و معصیت ھمہ بتقدیر و ارادہ ازلی، ست و این الاختیار نیست اگر گویند کہ، طاعت و معیت ھمہ بتقدیر و ارادہ ازلی ست فاین الاختیار گویم در ازل تقدیر و ارادہ چنیں رفتہ است کہ فلانی باختیار خود این کار خواھد کرد این مثبت اختیار است نہ نافی آن این قدر ھست کہ این اختیار باید کہ البتہ از و بوقوع آید تامخالفت تقدیر ازلی واقع نشود چنانچہ حدیث فیسبق علیہ الکتاب فیعمل الخ دال ست برین معنی ای لیسبق علیہ الارادۃ القدیمۃ باختیارہ الخ واین جواب جواب ست از سوال اول کہ نقض بعلم قدیم بود ھذاغایتہ الکلام فی ھذا المقام والغیب عند العزیز العلام، مخدوما مسئلہ قضا وقدر از مسائل دقیقہ است فھم ھر کس باین مسئلہ نمی رسد بلکہ حقیقت این مسئلہ را کماھی حضرت علام

الغیوب بهتر می داند مجملاً این قدر ایمان باید آورد و القدر خیرہ وشرہ من اللہ والناس مجزیون باعمالهم ان خیرا فخیروان شرافشر زیادہ، برین غور کردن ما را در کار نیست علم آنرا بحق سبحانہ تفویض باید کرد و بمقتضاے او امر و نواھی او زندگانی باید نمود اگر چنین نکند بندہ متمرد و باشد و مستحق انواع عقوبات بود ببداھت وجدان خود در می یابیم این قدر ما را قدرت دادہ است کہ از عہدۂ او امر و نواھی می توانیم برآمد و عصیان را تمرد و سرکشی می فهمیم۔

آپ نے پوچھا تھا کہ ''شرع شریف میں بندہ کو فاعلِ مختار کہا گیا ہے اور حالانکہ نصوص (آیات) واحادیث میں آیا ہے:

مَنۡ یَّهۡدِی اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا هَادِیَ لَہٗ

ترجمہ: جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے تو اس کو گمراہ کرنے والا کوئی نہیں ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے تو اس کو ہدایت دینے والا کوئی نہیں ہے)

یُضِلُّ بِہٖ کَثِیۡرًا وَّیَهۡدِیۡ بِہٖ کَثِیۡرًا ط (سورۃ البقرۃ،۲۶)

ترجمہ: اس کے ساتھ بہت سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ بہت سے لوگ ہدایت پاتے ہیں، ایمان رحمٰن (اللہ تعالیٰ) کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے، اور اس کا قدر خیر وشر ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پس اُس ذات کی قسم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ بیشک تم میں سے کوئی شخص ضرور اہلِ جنت کے عمل کے مطابق عمل کریگا یہاں تک کہ اس کے اور اُس (جنت) کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے گا پھر اس پر کتاب (نوشتۂ تقدیر) سبقت کرے گی تو وہ اہل جہنّم کے مطابق عمل کرے گا اور اس میں داخل ہوگا''۔

میں کہتا ہوں کہ سوال کا حاصل یہ ہے کہ اہلِ شرع بندہ کے لئے اختیار کو ثابت کرتے ہیں اور یہ آیات واحادیث اس کے خلاف حکم کرتی ہیں اور اختیار کا سلب ہونا ظاہر کرتی ہیں اس لئے باہم تضاد ثابت ہوا۔

جواب:۔ کوئی تضاد نہیں ہے، اس کی وضاحت یہ ہے کہ شک نہیں کہ ہدایت دینا اور گمراہ کرنا خاص اُس تعالیٰ شانہٗ کا فعل ہے، خیر وشر، ایمان وکفر، طاعات ومعاصی میں سے جو کچھ بھی ہے سب اس سبحانہٗ کے ارادہ کی تقدیر سے ہے جیسا کہ آیات واحادیث اس پر دلیل ہیں اور

وَاللّٰہُ خَلَقَکُمۡ وَمَا تَعۡمَلُوۡنَ (سورۃ الواقعہ،۲۴)

ترجمہ: (اور اللہ تعالیٰ نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا ہے) کی دلیل سے بندہ کے افعال کا خالق حق جل وعلا ہے نہ کہ بندہ جیسا کہ معتزلہ نے گمان کیا ہے اور وہ گمراہی کے بیابان میں (سرگردان) رہ گئے ہیں، اور نیز ہم بدیہی طور پر جانتے ہیں کہ بندہ اپنے فعل میں مجبور نہیں ہے جیسا کہ جبریہ نے کہا ہے اور وہ گمراہ ہوگئے ہیں کیونکہ حرکت برائے گرفت اور حرکتِ رعشہ میں فرق ضروری ہے (کہ پہلی اختیاری اور دوسری غیر اختیاری ہے) اور مکلف بنانے اور دائمی ابدی عذاب دینے کا حکم جبر (مجبور ہونے) کی نفی کرتا ہے، اس کے باوجود کہ حق تعالیٰ نے عذاب وثواب کو بندوں کے عمل کے ساتھ وابستہ فرمایا ہے اور فرمایا ہے

جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ

ترجمہ: (یہ اُن کے اعمال کا بدلہ ہے)

پس معلوم ہوا کہ بندہ کو اپنے فعل میں کچھ دخل ہے اور اس کو کسب کہتے ہیں اگرچہ فعل کا پیدا کرنا حق تعالیٰ (کی طرف) سے ہے، بندہ کو ارادہ واختیار دیا گیا ہے لیکن بندہ کو اس کے ارادہ میں آزاد نہیں چھوڑا گیا ہے (بلکہ احکامِ شرعیہ کا مکلّف بنایا گیا ہے) مکلّف بنانے اور عذاب وثواب دینے کا مدار اسی ارادہ کے استعمال پر

ہے، بندہ کے ارادہ کو استعمال کرنے کے بعد فعل کی پیدائش حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ پس (مذکورہ) آیات و احادیث (افعال کی) پیدائش کے اعتبار سے ہیں اور اہلِ شرع کا قول کسب کے اعتبار سے ہے جو کہ ارادہ کے استعمال سے عبارت ہے۔ اگر لوگ یہ کہیں کہ حق سبحانہٗ نے ازل میں علمِ قدیم سے جان لیا ہے کہ فلاں شخص فلاں وقت میں طاعت و معصیت کا فلاں کام کریگا تو چاہیئے کہ اس شخص سے وہ کام ضرور وقوع میں آئے اور وہ مجبور ہو کیونکہ اگر وقوع میں نہ آئے تو اللہ عزّ وجل کا علم جہل میں بدل جائے اور یہ محال ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ علم وقوع کے تابع ہے (علم نے) وقوعِ ازلی کے مطابق اس کے ساتھ تعلق پکڑا ہے اور یہ اختیار کے منافی نہیں ہے، اگر کہیں کہ طاعت و معصیت سب ازلی تقدیر و ارادہ سے ہے تو پھر اختیار کہاں ہے؟ میں کہتا ہوں کہ ازل میں تقدیر و ارادہ (الٰہی) اس طرح جاری ہوا ہے کہ فلاں شخص اپنے اختیار سے یہ کام کریگا یہ اختیار کو ثابت کرنے والا ہے نہ کہ اس کی نفی کرنے والا اتنا ہے کہ یہ اختیار اس سے وقوع میں آنا چاہیئے تا کہ تقدیر ازلی کے خلاف واقع نہ ہو جیسا کہ حدیث مبارکہ فیسبق علیه الکتاب فیعمل ۔۔۔۔ الخ (پس کتاب (نوشتۂ تقدیر) اس پر سبقت کرتی ہے پس وہ عمل کرتا ہے الخ (اس معنی پر دلالت کرتی ہے یعنی ارادہ قدیمہ اس (بندہ) کے اختیار کے ساتھ اس (بندہ) پر سبقت کرتا ہے الخ، اور یہ جواب پہلے سوال کا جواب ہے کہ علمِ قدیم سے ٹکراتا تھا، یہ ہے اس مقام میں کلام کی غایت اور غیب کا علم، العزیز العلام (اللہ تعالیٰ) کو ہے۔ میرے مخدوم! قضا و قدر کا مسئلہ دقیق مسائل میں سے ہے ہر شخص کی سمجھ اس مسئلہ تک نہیں پہنچتی بلکہ اس مسئلہ کی حقیقت کو جیسی کہ ہے حضرت علام الغیوب (اللہ تعالیٰ) ہی بہتر جانتا ہے، مجمل طور پر اس قدر ایمان لانا چاہیئے کہ اس (بندہ) کی قدر خیر و شر اللہ تعالیٰ (کی طرف) سے ہے اور لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اگر (وہ اعمال) خیر ہیں تو (بدلہ) خیر ہوگا اور اگر شر ہیں تو (بدلہ) شر ہوگا، اس پر ہمیں زیادہ غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے علم کو حق سبحانہٗ کے سپرد کرنا چاہیئے اور اس کے اوامر و نواہی کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیئے، اگر ایسا نہ کرے تو بندہ سرکش ہوگا اور مختلف قسم کی سزاؤں کا مستحق ہوگا۔ ہم بدیہی طور پر اور اپنے وجدان سے یہ پاتے ہیں کہ ہم کو اس قدر قدرت دی ہے کہ اوامر و نواہی کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں اور گناہ کو بغاوت و سرکشی سمجھتے ہیں۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر دوم، مکتوب، ۱۳۷، ص، ۲۳۳، تا، ۲۳۵، گارڈن ویسٹ، کراچی)

حضور سیّدی کاشف اسرار محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمہ متوفی، ۱۰۵۴ھ، لکھتے ہیں:

۱۵ ب: در تفسیر من شر ما خلق فرموده اند تواند بود که مراد از ما خلق آوان صبح باشد و شر صبح عبارت از شری بود که در بیداری بجهت لوازم بشریت روی میدهد و سرور اینکه در صبح شر را صریحاً اضافه نکرد چنانچه در غاسق که شب ست تصریح اضافه نمود بعظم شان صبح ست که آوان ظهور انوار ست این معنی مثل آنست که بعض فلق را عبارت از خلق داشته اند

ب ۱۵: من شر ما خلق کی تفسیر میں آپ نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے ما خلق سے مراد یہی صبح ہو اور صبح کے شر سے مراد وہ شر ہو جو بیداری کے عالم میں بشریت کے لوازم کی وجہ سے پیش آئے اور اس میں راز یہ ہے کہ صبح میں شر کو صراحت کے ساتھ اضافہ نہیں کیا جیسا کہ غاسق میں کہ شب ہے اس صراحت کے ساتھ اضافہ ہے کیونکہ شان صبح یہ ہے کہ اس وقت انوار الٰہی کا ظہور ہوتا ہے۔ یہ معنی بھی اسی طرح ہیں کہ بعض نے فلق سے مراد خلق لی ہے اور اعوذ برب الفلق سے اعوذ برب الخلق من شر ما خلق مراد لی ہے اور ما خلق کی عبارت کے ساتھ شر کا لفظ اشارہ کرتا ہے کہ اس کا شر خلق کی ساتھ حق ہے لیکن تصریح نہیں کی گئی بلکہ ظاہری طور پر اس کی نسبت مخلوق کے ساتھ کی گئی ہے۔ تا کہ بندہ کا طریقہ جبر اور قدر کے درمیان رہے یعنی ظاہر میں قدر اور باطن میں جبر ہے۔

(برکات احمدیہ، نام دگر زبدۃ المقامات، ص، ۴۵، ناشر المکتبۃ ایشیق، استانبول، ترکیہ)

شیخ محمد خیر طمعہ حلبی، البختری، الشامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

علم طریقت کے حقائق ولطائف میں بلند مرتبت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب فرقہ قدریہ کو عروج ہوا اور معتزلہ کا مذہب پھیلا تو حضرت امام حسن بصری علیہ الرحمہ نے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بدیں مضمون خط لکھا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم السلام علیکم یا ابن رسول اللہ وقرۃ عینیہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اما بعد فانکم معاشر بنی ہاشم کالفلک الجاریۃ فی بحر لجی ومصابیح الدجی واعلام الھدیٰ والائمۃ القادۃ الذین من تبعھم نجی کسفینۃ نوح المشحونۃ التی یؤل الیھا المومنون وینجو فیھا المتمسکون فما قولک یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند حیرتنا فی القدر واختلافنا فی الاستطاعۃ لتعلمنا بما تاکد علیہ ایک فانکم ذریۃ بعضھا من بعلم اللہ علمتم وھو الشاھد علیکم وانتم شھداء اللہ علی الناس والسلام!“

”اللہ جل جلالہ کے نام سے جو رحمٰن ومہربان ہے۔آپ پر خدا جل جلالہ کا سلام اور اس کی رحمت وبرکت ہو۔اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند! اور ان کی چشمانِ مبارک کی راحت! آپ گروہ بنی ہاشم میں اس کشتی کی مانند ہیں جو گہرے اندھیرے سمندر میں چل رہی ہو۔آپ ہدایت کے روشن چراغ اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔آپ ان آئمہ دین کے سرخیل وقائد ہیں کہ جس نے ان کی پیروی کی وہ اس طرح نجات پائے گا، جس طرح کشتی نوح میں سوار ہونے والے مسلمانوں نے نجات پائی۔اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا کیا ارشاد ہے جو قدر واستطاعت (جبر وقدر) کے مسئلہ میں ہمیں پریشانی لاحق ہے؟ آپ ہماری رہنمائی فرماتے ہوئے بتایئے تاکہ اس سلسلہ میں ہمیں معلوم ہوجائے کہ آپ کی رائے کیا ہے؟ کیونکہ آپ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو علم خصوصی سے نوازا ہے۔وہ آپ سب کا محافظ ہے اور آپ تمام لوگوں پر خدا کی طرف سے محافظ ونگہبان ہیں۔والسلام“

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے اس مضمون کے جواب میں لکھا:

”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فقد انتھی الی کتابک عند حیرتک وحریۃ من زعمت من امتنا والذی علیہ رائی ان من لم یؤمن بالقدر وخیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ فقد کفر ومن حمل صی علی اللہ فقد فجر ان اللہ لا یطاع باکراہ ولا یعصی بغلبۃ ولا یمھل العباد فی ملکہ لکنہ المالک لما یملکھم والقادر علی مالیہ قدرھم فان ایتمرو ابالطاعۃ لم یکن لھم اختیار ولا لھم عنھا مشبعاء وان اتوابالمعصیۃ وشاء ان یمن علیھم فیحول بینھم وبینھا فعل وان لم یفعل فلیسس ھو عملھم علیھا اجبار اولا الزمھم اکراھا ایاھا باحتجاجہ علیھم ان عرفھم ومکنھم وجعل لھم السبیل خذو امادعاھم الیہ واترکو اما نھھم عنہ وللہ الحجۃ البالغہ والسلام“

”اللہ جل جلالہ کے نام سے جو مہربان ورحیم ہے۔تمہارا مکتوب موصول ہوا۔جس میں تم نے اپنی اور امت کے دوسرے لوگوں کی پریشانی کا تذکرہ کیا ہے۔اس مسئلہ میں میری جو رائے ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص اچھی وبری تقدیر پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے اور جو اپنے گناہوں کا ذمہ دار خدا کو ٹھہراتا ہے وہ بے ایمان ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو شتر بے مہار نہیں چھوڑا ہے۔نہ وہ جبراً اطاعت کراتا ہے اور نہ جبراً گناہ، لیکن بندوں کی تمام ملکیتوں اور ان کی تمام قوت وطاقت کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے۔اگر بندوں کو اطاعت پر مجبور کردیا جاتا تو ان کے لئے کوئی اختیار نہ ہوتا اور انہیں اطاعت کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہتا۔اگر بندے اس کی معصیت کریں اور خدا کی مشیت ان پر احسان کرنا چاہے تو ان کے اور ان کے گناہ کے درمیان کوئی فعل حائل کردیتا ہے۔اب اگر وہ ارتکاب معاصی نہ کرسکیں تو

یہ بات نہیں ہے کہ خدا نے انہیں مجبور کر دیا تھا اور نہ جبر سے وہ فعل ان پر لازم کر دیا تھا۔ یہ ان پر دلیل و حجت کے طور پر ہے اگر انہیں اس کی معرفت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے راہ ہدایت بنادی ہے۔ جس کے کرنے کا حکم دیا ہے اسے کرو اور جس سے بچنے کا حکم دیا ہے اس سے بچو۔! اور اللہ کے لئے حجت بالغہ ہے۔ والسلام''

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جس قدر توفیق مرحمت فرمائی ہے بندہ عمل میں اس قدر مختار ہے۔ ہمارا دین جبر و قدر کے درمیان ہے۔ اگر چہ اس خط کے تمام مضمون سے ایک یہی جملہ ہمارا مقصود تھا لیکن فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے ہم نے پورا خط نقل کر دیا ہے۔ اس لیے بھی خط نقل کیا تا کہ تمہیں اندازہ ہو جائے کہ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ علم حقائق و اصول میں کیسی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ حضرت امام حسن بصری علیہ الرحمۃ کمال علم و فضل کے باوجود حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے علم و فضل کے مقابلے میں دسویں درجے پر تھے۔

(حزب الرحمٰن، ص، ۱۳۳، تا ۱۳۷،)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمۃ متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

(وهو خالق لافعال العباد فالكفر والمعصية بارادته وتقديره لا برضاه) چون ثابت شد که خالق همه اشیاء اوست تعالیٰ و تقدس، پس افعال بندگان نیز بخلق و تقدیر او باشند که آن نیز داخل اشیاء است عموما و بخصوص نیز فرمود (والله خلقكم وما تعملون) شما و افعال شما همه مخلوق الهی است جل شانه و عظّم برهانه، پس کفر و ایمان و طاعت و عصیان و نیکی و بدی از بندگان بارادت و مشیت و حکم تقدیر او صادر گردد و لیکن وی تعالیٰ شانه از ایمان و طاعت و نیکی راضی بود و از کفر و معصیت ناراض، چنانچه فرموده (لا يرضى بعباده الكفر) خواستن و پیدا کردن دیگر است راضی بودن دیگر رضا بدانست که امر کند و بفرماید که بکن و بسا باشد که امر کند و نخواهد بوقوع آید از جهت حکمتی که جزوی تعالیٰ تعالیٰ کس نداند و مثال از برای تخلف ارادت از امر چنان می نماید که اگر خواجه خواهد که، اثبات و اظهار عصیان بنده خود کند او را کاری فرماید و نخواهد که بنده آن کار کند تا عصیان او بر مردم ظاهر گردد و در تحقیق، فائده، و حکمت در امر و نهی اظهار حقیقت بندگان و ابراز مکنون علم ازلی است تا پیدا گردد۔ والله اعلم بحقيقة الحال۔

انسان فاعل مختار است:

(وللعباد افعال اختيارية يثابون بها ويعاقبون عليها) با وجود آنکه همه بارادت و تقدیر الهی است بنده فاعل مختار است و وی را در کار خود اختیاری و ارادتی است و افعالیکه از وی صادر گردد بجبر و اضطرار نبود و ثواب و عقاب ظاهر مترتب برین اختیار است که وی دارد۔

معنی جبر و اختیار:

اول باید که معنی جبر و اختیار را بدانند تا حقیقت این مسئله ظاهر گردد که چیست؟ بدانکه صدور افعال از آدمی بدو نوع باشد یکی آنکه چیزی را تصور کند پس اگر آن چیز مطلوب و ملائم طبع اوست از باطن وی خواهشی و شهوتی پیدا گردد و در پی آن شهوت رود و بجانب وی حرکت کند و اگر مخالف و منافی طبع او بود نفرتی و کراهتی از آن چیز و در دل افتد و از وی حرکت کند بعد از آنکه نسبت وی پیش از پیدا شدن شهوت و نفرت بفعل و ترک آنچیز برابر بود و ممکن بود که کند یا نکند خواه در مرتبه تصور که قوت قریبه

دارد یا پیش از تصور که از مرتبه فعل دور تر است واین حرکت آدمی را حرکت اختیاری گویند آن فعل را که برین حرکت مترتب گردد فعل اختیاری نامند نوع دیگر آنست که این تصور وانبعاث شوق وخواهش در آنجا نباشد حرکت را جبری واضطرابی گویند اگر مراد از اختیار درین جا این معنی است که گفته آمد پس انکار آن حکم آندارد که کسی گوید آدمی سمع ندارد وبصر ندارد آفرینش آدمی بر اجبار واقع شده است وطینت وی مر چنین سرشته اند واگر کسی گوید که همه حرکت آدمی وافعال وی از قبیل نوع دوم است این انکار حسن است هیچ عـ ـن این را قبول ندارد۔

ولیکن اشکال در آنست که آیا بعد از شمول واحاطه علم وارادت ازلی وقضا وتقدیر الهی متصور باشد که این فعل از آدمی بوجود نیاید وی آنرا نباشد زیرا که خدای تعالیٰ اگر در ازل دانسته وخواسته که از بنده این فعل بوجود آید البته باید که آن فعل بوجود آید بی اختیار چنانچه در حرکت اضطراری وخواه باختیار اگر فعل اختیاری است پس او را در اختیار کردن وبوجود آوردن آن فعل اختیاری نباشد مگر بهمان که اول تصور کرده باشد ونیز آدمی را گرچه در فعل اختیاری هست ولیکن در مبادی آن اختیار ندارند چنانچه اگر یکی چشم کشاده باشد ونه بیند صورت ندرد وبعد از دیدن وادراک کردن اگر ان مرئی مطلوب اوست انبعاث شوق وخاهش لازم است وجود حرکت بعد از وی واجب هر چند با اختیار او را واجب ولازم گردد ووجوب ولزوم منافی حقیقت اختیار است پس آدمی اختیار دارد لیکن در خود اختیاری ندارد وهمان سخن آمد که گفته اند (مختار فی فعله ومجبور فی اختیاره) وبعبارتی دیگر (اختیار بالصورة وجبر بالمعنی) بحقیقت این مسئله قضا وقدر باقول باختیار بنده مقام حیرت اعتراف به عجز وسکوت است ومرجع ومال کلام ایشان دراین مقام باین آیت است که (لا یسأل عما یفعل وهم یسئلون) وهنوز درین موقف نباید استاد درورای آن سری غامض است حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنه که استاد اهل طریقت وقدوه اهل حقیقت است فرماید که (لا جبر ولا قدر لٰکن امرین) فرمرد حقیقت کار امری متوسط است میان جبر وقدر مذهب جبریه است که می گویند آدمی را اصلا اختیار نیست وحرکت او مثل حرکت جمادات وقدر مذهب قدریه است که گویند همه در اختیار آدمی است وآدمی در کار وبار خود مستقل است افعال او مخلوق اوست وی میفرماید که این هر دو مذهب باطل است افراط وتفریط است مذهب حق وسط است میان این وآن ولیکن عقل در دریافت این امر متوسط حیر ن وسر گردان است فی الحقیقت این حیرانی وسر گردانی بحث وجدال اباشد که خواهند که معتقدات را بعقل ثابت کنند وتا چیزی که بعقل ایشان راست نیاید ومعقول ایشان نیفتد تصدیق آن نکنند او ایمان بدان نیارند وما ایمان را دلیل قطعی بر ثبوت مدعا شریعت وقرآن آنست که ناطق است باین که همه بقدرتوارادت اوست وبا وجود آن طاعات وی را به بندگان نسبت میکند ومیفرماید که خدا هرگز ظلم نکند ایشان خود بر خود ظلم کردند (وما کان اللہ لیظلمهم ولکن کانوا انفسهم یظلمون) فرمود (اللہ خلقکم وما تعلمون) درین آیت هر دو را اثبات کرد نسبت خلق بخود کرد ونسبت اعتقاد باید کرد که خلق از خدا است عمل از بنده اگرچه به کند آن نرسیم ونیز ثبوت شریعت وامر ونهی فرع اختیار است پس قائل شدن بآن ضروری است۔ وما را مسئله قضا وقدر بخبر شارع معلوم شد مسئله اختیار نیز ازوی چون هر دو از شرع معلوم شد چندین نزاع وجدال چیست ایمان بهر دو باید آورد اینجا اعتقاد امر متوسط لازم آمد وفی الحقیقت خوض درین مسئله از علامات بطالت وجهالت ست هیچ عمل وهیچ حقیقت بر بحث

آن موقوف نیست، ګمان باید کرد حقیقت امر همان است که نزد خداست (اعملوا فکل میسر لما خلق له) اگر بعد از شنیدن خلجانی در باطن هست فکر ایمان به ازین باید کرد حقیقت ایمان خود همین ست که هرچه از شارع بشنوی تصدیق کنی واگر ایمان را موقوف بر حکم عقل خود داشته، پس در حقیقت ایمان بخود آورده نه به او ما را در اثبات این مسئله از اول بهمین مسلک می بایست رفت وموافق وضع رساله نیز همین بود ولیکن در طبیعت قلم طغیانی هست چه توان کرد حق تعالیٰ ما را از خطا وخلل ونگهدارد وما را بما نگذارد۔

(والله یضل من یشاء ویهدی من یشاء) پیدا کننده هدایت وضلالت در بنده خداست سبحانه وتعالیٰ که را خواهد او گمراه کند هر که از خواهد براه راست آرد وهر که را او گمراه کند هیچکس براه راست نتوان آورد وهر که براه راست آرد کسی نتواند گمراه کرد کتاب وسنت باین ناطق است وباوجود آن نسبت هدایت بقرآن وپیغمبر صلی الله علیه وسلم نسبت ضلالت بشیطان واصنام واقع شده پس ما را بهر دو ایمان باید آورد واعتقاد باید کرد۔

هدایت دو معنی دارد:

بحقیقت هدایت دو معنی دارد، براه راست نمودن، براه راست بردن وبمقصد رسانیدن، این معنی دوم مخصوص بجناب کبریا الٰهی است از دیگری نیاید وهدایت بمعنی اول قرآن را ورسول را ثابت باشد که بیان طریق مستقیم میکند وراه راست نماید ولیکن براه راست بردن وبمقصود رسانیدن از خداست پس (انک لا تهدی، قصص: ۵۶، وانک لتهدی، شوری: ۵۲) هر دو راراست آمد پیغمبر را سبب هدایت ساخته اند وشیطان را سبب ضلالت ودر حقیقت همه از خدا است۔ والله الهادی ومنه التوفیق۔ وهوا خالق لافعال العباد والکفر والمعصیة بارادته وتقدیره: ولا یرضاء:

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے افعال کا بھی خالق ہے کفر اور گناہ بھی اسی کے ارادہ سے ہیں۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ تمام اشیاء کا خالق اللہ تبارک وتعالیٰ ہے پس بندوں کے افعال بھی اس کی پیدائش وتقدیر ہیں کیونکہ افعال بھی خواہ وہ عام ہوں یا خاص بہرحال اشیاء میں داخل ہیں نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔

یعنی تم اور تمہارے افعال اللہ تعالیٰ اجل شانہ وعظم برہانہ کی مخلوق ہیں۔ (سورۃ الصافات:۹۶)

پس بندوں کا کفر، ایمان، طاعت، نافرمانی، نیکی اور بدی اللہ تعالیٰ کی تقدیر اس کے حکم اور اسی کے ارادے سے صادر ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ایمان، طاعت ونیکی سے راضی ہوتا ہے مگر کفر ومعصیت سے ناراض ہوتا ہے چنانچہ اس نے خود فرمایا ہے ولا یرضیٰ بعبادہ الکفر یاد رہے کہ امر اور چیز ہے اور راضی ہونا چیزے دیگر ہے۔ رضا تو یہ ہے کہ وہ کسی کام کے کرنے کا حکم دے کہ کرو۔

اور اکثر اوقات یہ ہوتا ہے کہ وہ امر کرتا ہے (امر سے مراد اللہ کی تقدیر ہے) لیکن وہ نہیں چاہتا کہ بندہ وہ کام کرے کیونکہ اس کے کرنے سے بندے کا عصیان لوگوں پر ظاہر ہو جاتا ہے اور درحقیقت امر ونہی میں بندوں کی حقیقت کا اظہار اور اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کے پوشیدہ خزانوں کو ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ مطیع کون ہے اور عاصی کون ہے؟ واللہ اعلم بحقیقت الحال۔

اختیاری افعال:

وللعبادافعال اختیاریۃ یثابون بہا ویعاقبون علیہا۔

باوجوداس امر کے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ارادے اوراس کی تقدیر سے ہی ہوتا ہے مگر بندہ مختار ہے اور بندے کواپنے کام میں اختیاراورارادے کودخل ہے اور جو افعال کہ اس سے صادر ہوتے ہیں وہ جبراور اضطرار سے صادر نہیں ہوتے اورثواب وعقاب بظاہراسی اختیار پر ہی مترتب ہوتے ہیں جو کہ بندہ رکھتا ہے۔سب سے پہلے توجبرواختیار کامعنی سمجھنا چاہیے تاکہ اس مسئلہ کی حقیقت ظاہر ہوجائے جاننا چاہیے کہ آدمی سے افعال کاصدوردوطرح کا ہے۔

پہلی صورت تو یہ ہے کہ آدمی کسی چیز کوتصور میں لاتا ہے پس اگروہ چیز اس کی طبیعت کے ملائم اور مطلوب ہوتواس کے اندراس کی خواہش اورشہوت پیدا ہوتی ہے اوراس شہوت کی وجہ سے وہ اس چیز کی طرف مائل ہوتا ہے اورحرکت کرتا ہے اور اگروہ چیز اس کے طبیعت کے مخالف ہومنافی ہوتواس کے دل میں اس سے نفرت اورکراہیت پیدا ہوتی ہے اوروہ اس کے حصول کی سعی نہیں کرتا۔

پس اگرایک کام کے کرنے یااسے ترک کرنے کی شہوت یانفرت اس کے دل میں برابر ہوتوممکن ہے کہ وہ کرے یانہ کرے خواہ تصور کے مرتبہ میں ہو جبکہ اس میں اس کام کے کرنے کی قوتِ قریبہ ہوتی ہے یااس تصور سے پہلے ہوجبکہ اس کام کے کرنے کے مرتبہ سے وہ دورتر ہوتا ہے۔

ان دونوں صورتوں میں آدمی کی حرکت کوحرکتِ اختیاری کہتے ہیں اوروہ فعل جواس حرکت کے نتیجہ میں مرتب ہوتا ہے اسے فعل اختیاری کہتے ہیں۔دوسری صورت یہ ہے کہ یہ تصوراورشوق وخواہش نہ ہواوراس حالت میں اس سے حرکت صادر ہوجائے لیکن بغیرکسی خواہش کے جیسا کہ مرتعش یعنی رعشہ کے مریض کی حرکت ہوتی ہے۔اس حرکت کوجبری اوراضطراری کہتے ہیں۔اگراختیاری سے مراد یہاں وہ معنی ہے جس کاذکر پہلے ہوا ہے تواس سے انکار کرناایسے ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ آدمی سمع نہیں رکھتا یابصرنہیں رکھتاوغیرہ۔

حالانکہ آدمی کی پیدائش اختیار پرواقع ہے اوراس کی سرشت ہی اس طرح کی بنائی گئی ہے'اگرکوئی شخص کہے کہ آدمی کی تمام حرکات اوراس کے تمام افعال دوسری صورت کی طرح ہیں تو یہ حقیقت سے ایساانکار ہے جسے کوئی عقل منددرست نہیں کہے گالیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ آیااللہ تعالیٰ کی تقدیراورقضا کے ازلی ارادے اوراس کے احاطۂ علم کے بعد یہ متصور کیاجاسکتا ہے کہ یہ فعل آدمی سے صادر نہیں ہوگا؟اس لئے کہ اگراللہ تعالیٰ نے ازل میں اس کام کوجان لیا تھااوراس کی خواہش کرلی تھی کہ بندہ سے یہ کام صادر ہوجائے توآدمی سے یہ کام بہرحال صادر ہوگا خواہ آدمی کواختیار حاصل نہ ہوجیسا کہ حرکت اضطراری ہوتی ہے اورخواہ اسے اختیار حاصل ہو۔

آدمی کواگرچہ اپنے فعل میں اختیار ہے لیکن مبداء میں وہ اختیار اسے نہ تھا۔اگرایک آدمی کی آنکھ کھلی ہواوروہ اشیاء کی حقیقت نہ جانتا ہولیکن اسے دیکھنے اوراس کے ادراک کے بعدوہ چیز اگراس کے مطلوب ہوتواس کے دل میں شوق اورخواہش ابھرے گی اوراس کے بعدحرکت کاوجودلازمی طور پر ہوگا۔ ہرچند کہ یہ اس کے اختیار سے ہولیکن یہ اختیاراس کے لئے ضروری اورلازمی ہوجاتا ہے اوراختیار کاواجب اورلازمی ہونااختیار کی حقیقت کے منافی ہے پس آدمی اختیار رکھتا ہے لیکن اپنے اختیار میں کوئی اختیارنہیں رکھتا۔یہ وہی بات ہوگئی جوکہی گئی ہے مختارفی فعلہ ومجبورفی اختیارہ یعنی بندہ اپنے کام میں مختار ہے لیکن اپنے اختیار میں مجبور ہے۔

دوسرے لفظوں میں اختیار بالصورت اور جبر بالمعنی یعنی ظاہری اعتبار سے اختیار ہے مگر معنوی اعتبار سے جبر ہے اور حقیقت میں قضاوقدر کا یہ مسئلہ

اختیار بندہ کے قول کے ساتھ ساتھ مقام حیرت بھی ہے اور عجز وسکوت کا اعتراف بھی اور اس مقام میں محققین کے کلام کا مرجع اور انتہا یہ آیت ہے:

لَا یُسْأَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْأَلُونَ

ترجمہ: اللہ سے پوچھا نہیں جا سکتا جو وہ کرے۔ (سورۃ الانبیاء:۲۳) کرسکتا ہے قادر مطلق ہے۔ ہاں ہر شخص سے باز پرس ہوگی۔ لہٰذا اس مقام میں زیادہ طبع آزمائی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اس مسئلہ میں ایک پوشیدہ راز ہے اور حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ جو کہ اہلِ طریقت کے پیشوا اور اہلِ حقیقت کے رہنما ہیں فرماتے ہیں کہ: لا جبر و لا قدر و لکن امر بین امرین یعنی اصل حقیقت جبر وقدر کے درمیان ایک امر ہے۔

جبر: فرقہ جبریہ کا مذہب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ آدمی کو قطعاً اختیار نہیں ہے اور اس کی حرکت، جمادات کی حرکت کی طرح ہے۔

اور قدر: فرقہ قدریہ کا مذہب ہے جو یہ کہتا ہے کہ سب کچھ آدمی کے اختیار سے ہوتا ہے اور آدمی اپنی کاروبار میں مستقل اور مختار مطلق ہے۔ اس کے تمام افعال اس کے مخلوق اور پیدا کردہ ہیں۔

سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دونوں مذہب باطل ہیں ایک افراط ہے اور دوسرا تفریط۔ مذہب حق ان دونوں کے درمیان ہے لیکن عقل اس امر متوسط کو دریافت کرنے میں حیران اور سرگردان ہے اور فی الحقیقت یہ حیرانی اور سرگردانی ان اہل بحث اور اہلِ جدال کے لئے ہے جو اپنے معتقدات کو عقل سے ثابت کرنا چاہتے ہیں اور جب کوئی بات ان کے عقل میں صحیح نہیں اترتی اور ان کے عقل میں نہیں اُترتی تو وہ اس کی تصدیق نہیں کرتے اور اس پر ایمان نہیں لاتے۔

اور ہم اہل ایمان کے لئے اس مدعا کے ثبوت پر قطعی دلیل قرآن اور شریعت ہے جو اس امر پر ناطق ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے ارادے سے ہوتا ہے اس کے باوجود طاعت اور معاصی کو بندوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہرگز ظلم نہیں کرتا بلکہ یہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔

قرآن کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔

ترجمہ: اور اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرے ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ (سورۃ العنکبوت:۴۰)

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ: اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۔ (سورۃ الصافات:۹۶)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دونوں باتوں کا اثبات فرمایا ہے۔ خلق کی نسبت اپنی طرف فرمائی اور عمل کی نسبت بندوں کی طرف کی ہے پس ہر حال میں ہمیں ایمان چاہئے کہ ہر دو باتیں حق ہیں اور اعتقاد رکھنا چاہئے کہ خلق خدا کی طرف سے ہے اور عمل بندہ کی طرف سے۔ اگرچہ ہم اس کی کُنہ تک نہیں پہنچ سکتے اور نیز شریعت اور امر و نہی کا ثبوت، اختیار کی فرع ہے لہٰذا اختیار کا قائل ہونا بھی ضروری ہے اور ہمیں قضا وقدر کا مسئلہ شارع کی خبر سے معلوم ہوا ہے اور مسئلۂ اختیار بھی

اسی سے دریافت ہوا ہے اور جب یہ دونوں مسئلے شرع سے معلوم ہوئے ہیں تو پھر ہمیں اس مسئلے میں اس قدر بحث وجدال چہ معنی دارد؟ بلکہ ہمیں دونوں باتوں پر ایمان لانا چاہئے اور اس جگہ پر امرِ متوسط کا اعتقاد رکھنا لازمی ہے اور فی الحقیقت اس مسئلہ میں زیادہ غور وخوض کرنا جہالت اور حماقت کی علامت ہے کیوں کہ اس مسئلہ کی حقیقت بحث کرنے پر موقوف نہیں ہے حقیقت وہی ہے امرِ متوسط ہے جس کا تعین اللہ تعالیٰ کو ہے ہمارا کام یہ ہے کہ ہم کام کئے جائیں۔

اعملوا فکل میسر لما خلق له۔ مگر شارع سے خبر سننے کے بعد بھی دل میں خلجان رہ جائے تو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔ خود ایمان کی حقیقت بھی یہی ہے کہ جو کچھ شارع سے سنو اس کی تصدیق کرو اور اگر تم اپنے ایمان کو عقل پر موقوف رکھو گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اپنی ذات پر ایمان لائے ہو خدا کی ذات پر ایمان نہیں لائے۔

ہمیں اس مسئلہ کے اثبات میں پہلے سے ہی یہی مسلک اختیار کرنا چاہئے تھا اور اس کتاب کے موضوع کے موافق بھی یہی طریقہ تھا لیکن قلم کی طبیعت میں کچھ جولانی ہے کیا کیا جائے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں خطا اور خلل سے محفوظ رکھے اور ہمیں معاف کرے:

فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ۔

ترجمہ: اس لئے اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہے۔ (سورۃ فاطر:۸)

بندے میں ہدایت اور ضلالت کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے جس کو چاہے گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے راہِ راست پر لاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیتا ہے اسے کوئی راہِ راست پر نہیں لاسکتا اور جس کو اللہ تعالیٰ راہِ راست پر لاتا ہے کوئی اسے گمراہ نہیں کرسکتا۔ کتاب وسنت اس پر ناطق ہیں لیکن اس کے باوجود ہدایت کی نسبت قرآن اور پیغمبر ﷺ کی طرف اور ضلالت کی نسبت شیطان اور بتوں کی طرف کی گئی ہے۔ پس ہمیں دونوں پر ایمان لانا چاہئے اور دونوں کا اعتقاد رکھنا چاہئے۔ اور درحقیقت ہدایت کے دو معانی ہیں ایک معنی راہِ راست دکھانا ہے اور دوسرا معنی راہِ راست پر لے جانا اور مقصد تک پہنچانا ہے البتہ یہ دوسرا معنی اللہ تعالیٰ کی ذات کبریا کے ساتھ مخصوص ہے اور مقصد تک پہنچانا کسی اور کے ہاتھ میں نہیں ہے۔

اور ہدایت کا جو پہلا معنی بیان کیا گیا ہے وہ قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے لیے ثابت ہے کیونکہ یہ صراطِ مستقیم کو بیان کرتے ہیں اور راہِ ہدایت دکھاتے ہیں لیکن راہِ راست پر چلانا اور اپنے مقصد تک پہنچانا اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ پس اب: اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ۔

بیشک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو۔ (سورۃ القصص:۵۶)

وَاِنَّكَ لَتَهْدِىْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

ترجمہ: اور بیشک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔ (سورۃ الشوریٰ:۵۲)

دونوں صحیح ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلام ﷺ کو ہدایت کا سبب بنایا اور شیطان کو گمراہی کا سبب بنایا درحقیقت سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور وہی ہدایت کرنے والا ہے اور توفیق دینے والا ہے۔

(تکمیل الایمان، ص، ۶۶، تا، ۷۱، الرحیم اکیڈمی، لیاقت آباد، کراچی)

سرکس کا کرتب ایک اہم مسئلہ کے حل کا باعث ہوا:

قبلہ بابو جی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ اثنائے تدریس میں مسئلۂ جبر وقدر اور کسب واختیار پر حضرت قبلۂ پیر مہر علی شاہ قدس سرہ تقریر فرمارہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ ممکن کا اختیار کچھ معنی نہیں رکھتا۔ لے دے کے آخر وہی جبر ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس پر حضرت علیہ الرحمۃ نے اہل سنت و جماعت کے مسلک کے مطابق تقریر فرمائی جس کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ بندہ کو فی الجملہ اختیار حاصل ہے۔ گو وہ اختیار میں مجبور ہے تاہم جبریہ کے خیال کے مطابق حجر (پتھر) کی طرح نہیں اور اسی موہوم اختیار پر مدار تکلیف ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک دن یہ مسئلہ خود ہی تمہاری سمجھ میں آجائے گا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ کافی مدت کے بعد ایک دفعہ بعض احباب کے اصرار پر بمبئی میں ایک سرکس دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس میں ایک شخص کو بہت بھاری بوجھ اٹھاتے دیکھا گیا۔ جو عادۃً ممکن نہ تھا۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ محض اس شخص کے کسب اور ریاضت کا نتیجہ ہے۔ اس وقت مجھے اچانک حضرت علیہ الرحمۃ کا مذکورہ بالا ارشاد یاد آگیا۔ اور میں نے یہ محسوس کیا کہ واقعی انسان میں کسب واختیار کی نعمت موجود ہے اور اگر وہ اس کو استعمال کرے تو بہت کچھ کرسکتا ہے۔ گو یہ سب مشیت الٰہی کے ماتحت ہی ہے۔

سبحان اللہ! حضرات اہل اللہ کی نظر بصیرت کا کیا عجیب عالم ہے، جو چیز لوگوں کے نزدیک ایک کھیل تماشہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان حضرات کی نگاہِ نکتہ رس اس سے کیسے باریک نتائج اخذ کرلیتی ہے۔ سچ ہے۔

ع

فکر ہر کس بقدر همت اوست

ترجمہ: ہر شخص کی فکر اس کی ہمت کے مطابق ہوتی ہے۔

(مہر منیر، ص: ۳۶۷)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

این مذهب اهل سنت و جماعتست و وسط است میان جبر و قدر و باین اشارت کرد استاد اهل معرفت امام بحق ناطق ابو عبدالله جعفر صادق علیه و علی آبایه الکرام التحیة و السلام بقول خود لا جبر و لا قدر و لکن امر بین امرین و تحقیق این کلام آنست که پیدا کردن پروردگار تعالیٰ اشیا را دو نوعست باسباب و بی اسباب و آنرا اسباب عادی خوانند چنانکه آتش را برای گرم کردن و طعام را برای سیر گردانیدن و آب را برای سیراب ساختن آفریده و عادت الٰهی تعالیٰ بر آن جاری شده که مسببات را بی اسباب پیدا نکند و با وجود آن قادر است که بے آن نیز کند و اگر خواهد با وجود آن هم نکند و آنرا خارق عادت خوانند و قصد و ارادت بندگانرا سبب ساخته برای پیدا کردن، حرکات و سکنات ایشانرا و آیات و احادیث نیز دلالت دارد بر آن و قضیه امر و نهی نیز مبنی ست بر وجود کسب و مدخلیست بندگان در افعال چنانکه می فرمایند کما جائت به الأثار چنانکه آمده است بوجود کسب مر بندگانرا آثار و اخبار از شارع لبیان موضع الجزاء من الثواب والعقاب برای بیان کردن جای پاداش کردارها از ثواب و عذاب و لفظ موضع، مفخم است یا مراد بدان بهشت و دوزخ، است چه این آثار که در جزای اعمال ورود یافته است همه مثبت فعل و عمل اند مر بندگانرا و اسناد و اضافت آنها بایشان دلالتاً

وصریحاً ناطق اند بدان و باوجود آن در اثبات خالقیت حق علی الاطلاق چه افعال و چه غیر افعال و نیز آیات و آثار ورود یافته و کریمه واللہ خلقکم وماتعملون مثبت ہر دو جانب است پس بہر دو باید گردید و بہر دو باید ایمان آورد و بر دو جانب را نگاہداشت واللہ اعلم۔

اور یہ مذہب اہلسنت و جماعت ہے یعنی اللہ افعال کو پیدا کرنے والا ہے اور بندے ان افعال کے محض فاعل ہیں کہ کرتے ہیں اور مسلسل کرتے ہیں اور یہ اہلسنت و جماعت کا مذہب قدریہ اور جبریہ کے درمیان ہے اور اس طرف اہل معرفت کے استاذ امام ناطق بحق حضرت ابوعبداللہ جعفر صادق ﷺ نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا: نہ جبر ہے نہ قدر ہے لیکن ان دونوں کے درمیان معاملہ دین ہے۔ اس کلام کی تحقیق یہ ہے کہ اشیاء کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو قسم کا ہے۔ با اسباب اور بے اسباب اور اس کا اسباب عادی کہتے ہیں جیسا کہ آگ کو اللہ پاک نے گرم کرنے کے لیے اور کھانے کو سیر کرنے کے لیے اور پانی کو سیراب کرنے کیلیے پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ کی عادت اس پر جاری ہوئی کہ مہمات کو بے اسباب پیدا نہیں کرتا باوجود اس کے کہ وہ اس پر قادر، قادر ہے کہ اس کے بغیر بھی کرے اور اگر چاہے تو اس کے باوجود بھی نہ کرے اور اس صورت کو خارق عادت کہتے ہیں۔ اور بندوں کے قصد و ارادہ کو اس نے بندوں کی حرکات و سکنات پیدا کرنے کے لیے سبب بنایا ہے۔ آیات و احادیث بھی اس پر دلالت کرتی ہیں۔ اور امر و نہی کا تقاضا بھی بندوں کے کسب و مدخل مبنی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں۔ خصوصاً بندوں کے کسب کے وجود کے بارے حضور ﷺ کی احادیث ہیں۔ لفظ موضع اس جگہ مفخم ہے۔ اس سے یا بہشت و دوزخ مراد ہے کیونکہ وہ احادیث جو اعمال کی جزاء میں وارد ہوئی ہیں تمام فعل و عمل کو بندوں کے لیے ثابت کرتی ہیں۔ یہ احادیث اعمال و افعال کی اضافت میں بندوں کی طرف واضح دلالت رکھتی ہیں۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی مطلق خالقیت کے اثبات میں خواہ افعال ہوں یا غیر افعال آیات و احادیث وارد ہوئی ہیں اور آیت کریمہ:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ: اور اللہ نے تمہیں اور جو تم عمل کرتے ہو پیدا کیا۔ (سورۃ الصافات:۹۶)

دونوں جانبوں کو ثابت کرتی ہیں لہٰذا دونوں کے ساتھ ہو کر دونوں پر ایمان لانا چاہیے اور دو جانبوں کو محفوظ رکھنا چاہیے۔ اور حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

(شرح فتوح الغیب، المقالۃ العاشرۃ، ص ۷۰، ۷۱، نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور)

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ میں کسب اور اکتساب کا فرق:

''میں کافیہ پڑھتا تھا کہ پشاور کی طرف سے دو بڑے فاضل آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

ترجمہ: اس کے فائدے کے لیے ہے جو اس نے کسب کیا۔ اور اس کے نقصان کے لیے ہے جو اس نے کمالیا۔ (سورۃ البقرۃ، ۲۸۶) میں کسبت اور اکتسبت کا فرق کیوں فرمایا گیا ہے۔ دونوں جگہ یکساں کیوں نہیں فرمایا حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ زیادہ مبانی (حروف) زیادہ معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ لام انتفاع کے لیے ہے اور علیٰ ضرر کے لیے ہے۔

یعنی عبد جو نیک کام کرے چاہے عمداً کرے یا خطاء یا نسیاناً بہر کیف نیک کام جس نہج سے بھی ہو وہ نافع ہے اور بد کام اس وقت پر مضر ہے جب عمداً کیا جائے۔ پس اکتساب میں تعمد کے معنی زاید ہیں اور کسب میں تعمد نہیں بلکہ تعمیم ہے۔

(مہر منیر، ص: ۴۳۴/۴۳۵)

قدریہ وجبریہ کے بارے میں وہابیوں کے سردار اسماعیل دہلوی متوفی ،۱۲۴۶ھ، لکھتے ہیں:

اس جگہ ایک جواب طلب سوال باقی ہے جس کا بیان یوں ہے کہ جب افعال اور اقوال کا مدار ازلی استعدادوں پر ہے اور ازلی استعدادیں آدمیوں کی طاقت سے باہر ہیں پس سرکش کافروں اور ضدی بے فرمانوں پر الزام اور سزا کا طریقہ بند ہو جاتا ہے (کیونکہ حقیقت میں وہ لوگ مجبور اور بے اختیار ہیں) اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے دو طرح کی مخلوقات پیدا کی ہیں ایک قسم تو وہ کہ اس میں علم اور ارادہ پیدا نہیں کیا جیسے درخت اور پتھر اور دوسری قسم وہ ہے کہ اس میں یہ دونوں صفتیں امانت رکھی ہیں جیسے جن اور آدمی پس جن میں علم رکھا گیا ہے چونکہ وہ اپنی ذات اور صفات اور اعضا اور جوارح اور اقوال اور افعال کو معلوم کرتے ہیں تو البتہ ان مذکور امروں کو اپنی طرف نسبت کرتے ہیں مثلاً جیسے جن اور آدمی پس جن میں علم رکھا گیا ہے۔

جانتے ہیں کہ یہ ہاتھ اور پاؤں ہمارے ہیں اور یہ قول اور فعل ہم سے صادر ہوا ہے پس جو فعل ان کے ارادے کے ذریعے سے صادر ہوئے ہیں گو ان مذکور امروں کو اپنی نسبت کرتے ہیں ان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے البتہ وہ جانتے ہیں کہ یہ فعل ہمارے ارادے سے صادر ہوئے ہیں اور چونکہ باقی احکام شرعیہ کی مانند مذکورہ فعلوں کی نسبت انسان کی طرف قرآن مجید سے صراحۃً ثابت ہے پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ جس طرح باقی احکام قرآن کریم سے سمجھ کر انہوں نے قبول کئے ہیں۔اس حکم کو بھی مذکورہ معنوں کی نسبت قبول کریں۔اور اپنے بد کاموں کو اپنی طرف نسبت کریں اور اسی بات کا جان لینا کہ یہ کام ہمارے ارادے سے صادر ہوا ہے سزا اور تنبیہ کے متوجہ ہونے کے لیے کافی ہے۔

(صراط مستقیم،ص:۵۶)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی،حنفی،نقشبندی،قدس سرہ،متوفی،۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

و بر سر مسئلۂ قضا و قدر نیز اطلاع دادند و آن را بر نهجی اعلام فرمودند که به هیچ وجه به اصول ظاهر شریعت غرا، مخالفت لازم نیاید و از نقص ایجاب و شائبۂ جبر، مبرا و منزہ است و در ظهور به مثابه قمر لیلة البدر است۔

عجب است که با وجود عدم مخالفت با اصول شریعت، این مسئله را چرا پوشیده داشته اند، اگر شائبۂ مخالفت می داشت، اخفا و ستر مناسب بود{لا یسئل عما یفعل}انبیاء/۲۳۔

کرا زهرۂ آنکه از بیم تو	کشاید زبان جز به تسلیم تو

اور مجھے مسئلہ قضاء وقدر کے راز پر بھی اطلاع بخشی گئی ہے۔اور یہ مسئلہ اس طرح مجھے بتایا گیا ہے کہ روشن شریعت سے ذرہ بھی مخالفت نہیں رکھتا اور اس کی اس سے کوئی منافات لازم نہیں آتی اور پھر یہ مسئلہ جس طرح مجھے بتایا گیا ہے وہ ایجاب کے نقص اور جبر کے شائبہ تک سے مبرا اور منزہ ہے۔

اور اس طرح ظاہر و باہر ہے جیسے چودھویں رات کا چاند۔تعجب کی بات ہے کہ اصول شریعت سے مخالفت نہ ہونے کے باوجود اسے کیوں پوشیدہ رکھا گیا ہے۔اگر مخالفت کا شائبہ ہوتا تو البتہ اخفاء اور پوشیدگی مناسب تھی۔

لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْـَٔلُوْنَ

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ سے اس کے افعال کے متعلق باز پرس نہیں ہو سکتی۔(سورۃ الانبیاء:۲۳)

کرا زهرهٔ آنکه از بیم تو		کشاید زبان جز به تسلیم تو

ترجمہ: کس کی طاقت وقدرت ہے کہ تیرے خوف وہیبت کے باعث تسلیم کے سوااعتراض کی زبان کھولے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب ۱۸، ج ۱، ص ۹۵، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا مقولہ اختیار اور جبر کے بارے میں:

حضرت امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کسی نے جبر۔واختیار کی حدود پوچھی تھیں کہ اختیار کہاں تک ہے اور جبر کہاں سے شروع ہوجاتا ہے حضرت امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا! کہ ''اپنی ٹانگ زمین سے اٹھاؤ'' اس شخص نے ایک ٹانگ اٹھالی تو حضرت امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اب دوسری ٹانگ بھی زمین سے اٹھالو'' اس نے جواب دیا ''یہ تو ممکن نہیں کہ میں دونوں ٹانگیں زمین سے اٹھا سکوں'' اس ''مجبوری'' پر حضرت امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یہی جبر واختیار ہے ایک ٹانگ اٹھالینے کا تمہیں اختیار ہے مگر دوسری ٹانگ بھی اٹھالینا تمہارے بس میں نہیں وہاں سے جبر شروع ہوجاتا ہے۔ (شیخ سرہندی، ص ۸۲)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

فلنفی الجبر المحض و تصحیح التکلیف وجب التخصیص وھو لا یتوقف علیٰ نسبة جمیع افعال العباد الیھم بالا یجاد (ای کما فعلت المعتزلة) بل یکفی ان یقال جمیع ما یتوقف علیه افعال الجوارح من الحرکات وکذا التروک التی ھی افعال النفس من المیل والداعیة والاختیار بخلق اللہ تعالیٰ لا تاثیر لقدرة العبد فیه وانما محل قدرته عزمه عقیب خلق اللہ تعالیٰ ھذہ الامور فی باطنه عزما مصمما بلا تردد و توجهه توجها صادقا للفعل طالبا ایاہ فاذا اوجد العبد ذٰلک العزم خلق اللہ له الفعل فیکون منسوبا الیه تعالیٰ من حیث ھو حرکة والی العبد من حیث ھو زنا ونحوہ (الی ان قال) وکفی فی التخصیص لتصحیح التکلیف ھذا الامر الواحد اعنی العزم المصمم وما سواہ مما لا یحصی من الافعال الجزئیة والتروک کلھا مخلوقة اللہ تعالیٰ متأثرة عن قدرته ابتداء بلا واسطة القدرة الحادثة المتأثرة عن قدرته تعالیٰ واللہ سبحٰنه وتعالیٰ اعلم۔ (ملخصاً)

ترجمہ: بندے کے مجبور محض ہونے کی نفی اور اس کی تکلیف کی صحت کے لئے تخصیص واجب ہے اور یہ اس بات پر موقوف نہیں کہ بندوں کے تمام افعال کا ایجاد، بندوں کی طرف منسوب ہو، یعنی جیسا کہ معتزلہ نے کیا ہے، بلکہ اس کے لئے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ وہ چیز جس پر بندہ کے افعال جوارح حرکات اور تروک وغیرہ نفس کے افعال مثلاً میلان، دواعی اور اختیارات وغیرہ ہیں یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے ہیں اور ان امور میں بندے کی قدرت کی کوئی تاثیر نہیں ہے، اور بندے کی قدرت صرف اس کے عزم میں ہے

جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان امور کی تحقیق کے بعد اس کے باطن میں عزم صمیم بلا تردّد پیدا ہوتا ہے اور اس کی توجہ صادق اور طلب برائے فعل سے حاصل ہوتا ہے، تو جب بندہ اپنے اس عزم کو بروئے کار لاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے فعل کو پیدا فرمادیتا ہے تو یہ فعل اللہ تعالیٰ کی طرف حرکت ہونے کے لحاظ سے منسوب ہوتا ہے اور بندے کی طرف مثلاً زنا وغیرہ ہونے کے لحاظ سے منسوب ہوتا ہے، آگے یہاں تک فرمایا، اور بندے کی تکلیف کی صحت کے لئے یہی

ایک امر یعنی عزم مصمم کافی ہے، اسکے علاوہ باقی تمام افعال جزئیہ اور تروک وغیرہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور براہِ راست اللہ تعالیٰ کی قدرت سے متاثر ہیں جبکہ اس تاثیر کے لئے اور جدید تاثیر کی ضرورت نہیں ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ (ملخصاً)۔

(المسایرۃ متن المسامرۃ الاصل الاول العلم بانہ تعالیٰ الخ المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر ص۱۱۹ تا ۱۲۳)(فتاوٰی رضویہ، ج،۱۵،ص،۴۷۹، ۴۸۰،رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

اقول ومن الدلیل القاطع علی بطلان کل کلام ارید بہ حل ہذہ العقدۃ ماتواتر عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من نہیہ الامۃ حتی اجلۃ صحابۃ الکرام الذین کانوا اعقل واعلم وافہم من کل من بعدہم عن الخوض فیہ وقد اخرج الطبرانی فی المعجم، الکبیر عن ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال اجتمع اربعون من الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنہم ینظرون فی القدر والجبر فیہم ابوبکر وعمر وضی اللہ تعالی عنہما، فنزل الروح الامین جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام فقال یامحمد اخرج علی امتک فقد احدثوا، فخرج صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ملتمعالونہ متوردۃ وجنتاہ کانما تفقأ بحب الرمان الحامض، فنہضوا الی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حاسرین اذرعہم ترعد اکفہم واذرعہم، فقالوا اتبنا الی اللہ ورسولہ، فقال اولی لکم ان کدتم لتوجبون، اتانی الروح الامین

فقال اخرج الی امتک یامحمد فقد احدث ۱ اہ افتری ان ہذا الغضب الشدید والنہی الاکید کان لان ابابکر وعمر وسائر الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنہم لم یکونوا اہلا لان یعرفوا کلمۃ سہلۃ خفیفۃ ان العزم لکم والباقی لربکم اوغیر ذٰلک مما یزعمہ زاعم کلا بل ہو دلیل قاطع علی ان الامر سر لاتبلغہ العقول ولایحیط بہ البیان، وان لاخیر للامۃ فی کشفہ علیہم والالماضن اللہ بہ ورسولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فالحق الناصع ماعلیہ ائمۃ السلف ان الامر بین لا ولا ولا مصدر لنا الاٰن فوق ذٰلک ومانحن من المتکلفین الحمد للہ رب العٰلمین۔

ترجمہ: اقول (میں کہتا ہوں) اس پیچیدہ بحث میں ہر کلام کے بطلان پر ایک قاطع دلیل وہ ہے جو تواتر کے ساتھ حضور امام المرسلین ﷺ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی امت حتی کہ اجلہ صحابہ کرام جو کہ اپنے بعد والے لوگوں سے ہر طرح زیادہ عقل، زیادہ علم اور زیادہ فہم والے تھے، کو اس خطرناک بحث سے منع فرمایا چنانچہ امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ جو حضور امام المرسلین ﷺ کے آزاد کردہ تھے، سے روایت کیا کہ چالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے جمع ہو کر جبر وقدر میں بحث کرنے لگے تو روح الامین جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کے دربار میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ باہر اپنی امت کے پاس تشریف لے جائیں انہوں نے ایک نیا کام شروع کر دیا ہے،

تو حضور امام المرسلین ﷺ باہر اس حال میں تشریف لائے کہ غصہ سے آپ کا چہرہ مبارک سرخی میں اس طرح نمایاں تھا جیسے سرخ انار کا دانہ آپ کے رخسار مبارک پر نچوڑا گیا ہو، تو صحابہ کرام حضور امام المرسلین ﷺ کی اس کیفیت کو دیکھ کر کھلے بازو حضور امام المرسلین ﷺ کے استقبال کے لئے آگے بڑھے درانحالیکہ ان کے ہاتھ اور بازو کانپ رہے تھے اور عرض کی ہم نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے دربار میں توبہ پیش کی تو حضور امام المرسلین ﷺ نے فرمایا قریب

تھا کہ تم اپنے پر جہنم کو واجب کر لیتے، میرے پاس جبرائیل امین تشریف لائے اور کہا کہ آپ باہر امت کے پاس جائیں انہوں نے نیا کام کر دیا ہے، الخ، آپ نے یہ شدید غضب اور پُر تاکید نہی دیکھ لی اور کیا یہ اس وجہ سے تھی کہ ابو بکر اور عمر فاروق و دیگر صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) معمولی سی اس بات کو سمجھنے کے اہل نہ تھے کہ عزم بندے کا خلق ہے اور باقی سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے

یا جیسا کہ گمان کرنے والوں نے یہ گمان کیا ہرگز ہرگز یہ بات نہ تھی بلکہ یہ اس بات پر قطعی دلیل تھی کہ جبر و قدر کا معاملہ ایک راز ہے جس تک عقلوں کی رسائی نہیں اور جس کو احاطہ بیان میں نہیں لایا جا سکتا اور اس راز کو عیاں کرنے میں امت کے لئے بھلائی نہیں ورنہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس کے بیان پر بخیل نہ تھے، تو خالص حق وہی ہے جس پر ائمہ سلف قائم رہے کہ یہ معاملہ نہ جبر ہے نہ قدر ہے بلکہ دونوں کے درمیان ایک امر ہے جس کو اب تک ہم پر اس سے زائد واضح نہیں کیا گیا اور نہ ہی ہم تکلف میں مبتلا ہوں گے، الحمد رب العٰلمین۔

(المعجم الکبیر، حدیث ۱۴۲۳، المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت، ۲/ ۹۵و۹۶) (فتاوٰی رضویہ، ج، ۱۵، ص، ۵۱۰، ۵۱۱، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

قدری، جبری گمراہ

چہارم اسی طرح تمام طوائف ضالہ بدمذہب گمراہ رافضی خارجی معتزلہ قدری جبری وغیرھم خذلھم اللہ کہ ان سب نے راہ ہدیٰ چھوڑ کر اپنی ہوا کو امام بنایا اور اپنا سلسلہ بیعت شیطان لعین سے جا کر ملایا:

قال اللہ تعالیٰ، اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا تو نے دیکھا وہ شخص جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود ٹھہرایا۔ (القرآن الکریم، ۴۵/ ۲۳)

(فتاوٰی رضویہ، ج، ۲۱، ص، ۴۸۱، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

دیوبندی شارح نواب محمد قطب الدین خان دہلوی، لکھتے ہیں:

اس کے برخلاف بعض بدعات حرام ہیں مثلاً قدریہ و جبریہ کے مذاہب اور ان کے افکار و نظریات جو قرآن و سنت کے بالکل برخلاف ہیں بلکہ ان کے مذاہب کا رد کرنا بدعت واجبہ ہے۔ (مظاہر حق جدید، ا ص، ۱۹۱)

فتنہ میں حق کو ظاہر کرنا:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا ظَهَرَتِ الْفِتَنُ أَوْ قَالَ: الْبِدَعُ وَسُبَّ أَصْحَابِي فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهُ فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ لَهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا"

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب فتنے یا فرمایا بدمذہبیاں ظاہر ہوں تو فرض ہے کہ عالم اپنا علم ظاہر کرے اور جو ایسا نہ کرے اس پر اللہ عزوجل اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت، اللہ عزوجل نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔

(الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع، ج، ۲، ص، ۱۱۸، رقم: ۱۳۵۴، دار الکتب العلمیہ بیروت) (فتاوٰی رضویہ، ج، ۱۴، ص، ۵۳۹، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

سوال:(۳۳)بطورِ اعتراض پیر محمد چشتی کے فتویٰ جواب:

(ا) اللہ تعالیٰ سے ہونے اور مخلوق سے نہ ہونے کے عقیدہ ویقین رکھنے والوں کو آپ کافر کہتے ہیں۔ بلکہ ہزار ہابار آپ یہ فتوی صادر کر چکے ہیں۔جسکو میں غلط سمجھتا ہوں۔اور کسی مسلمان کے مجمل لفظ یا غلط کلمہ کی وجہ سے اس پر حکم کفر یا فتوی کفر صادر کرنے کیلئے اسلامیٔ اصول کا خلاف سمجھتا ہوں۔(از پیر محمد چشتی)

الجواب: پیر محمد چشتی صاحب تمہارا یہ سوال جبر یہ عقیدہ کو ثابت کرتا ہے سنو!اور تمہارا سوال تمہارے فتویٰ کے خلاف ہے۔

علامہ ابوالفتح محمد بن عبدالکریم بن ابی بکر احمد الشہر ستانی علیہ الرحمہ متوفی ۵۴۸ھ، لکھتے ہیں:

الجبرية: الجبر هو نفي الفعل حقيقة عن العبد وإضافته إلى الرب تعالى، والجبرية أصناف. فالجبرية الخالصة: هي التي لا تثبت للعبد فعلا ولا قدرة على الفعل أصلا، والجبرية المتوسطة: ان تثبت للعبد قدرة غير مؤثرة أصلا، فأما من أثبت للقدرة الحادثة أثرا ما في الفعل، وسمي ذلك كسبا، فليس بجبري. والمعتزلة يسمون من لم يثبت للقدرة الحادثة أثرا في الإبداع والإحداث استقلالا: جبريا. ويلزمهم أن يسموا من قال من أصحابهم بأن المتولدات أفعال لا فاعل لها جبريا إذ لم يثبتوا للقدرة الحادثة فيها أثرا. والمصنفون في المقالات عدوا النجارية والضرارية من الجبرية، وكذلك جماعة الكلابية من الصفاتية. والأشعرية سموهم تارة حشوية، وتارة جبرية. ونحن سمعنا إقرارهم على أصحابهم من النجارية والضرارية فعددناهم من الجبرية، ولم نسمع إقرارهم على غيرهم فعددناهم من الصفاتية.

الجبریۃ: جبر کے (معنی) ہیں بندے (عبد) سے حقیقت میں فعل (سرزد ہونے) کی نفی کرنا اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا۔(یعنی آدمی سے جو بھی فعل سرزد ہوتا ہے درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے، خود آدمی اس میں بے اختیار و بے ارادہ ہوتا ہے)۔جبریہ چند قسموں کے ہوتے ہیں اور ان کے کئی فرقے ہیں۔الجبریہ الخالصہ وہ ہیں (جن کے نزدیک) بندے سے نہ تو کسی (قسم کا) فعل (سرزد ہوتا) ہے اور نہ اپنے فعل پر کسی طرح کی قدرت ہی ہوتی ہے الجبریۃ المتوسطۃ (کے خیال میں) بندے کو (اپنے افعال پر) قدرت تو ہوتی ہے مگر وہ بالکل غیر مؤثر ہوتی ہے لیکن وہ (گروہ) جو افعال کے سرزد میں پیدا ہونے والی قدرت کا کسی طرح اثر مانتا ہے اور (فعل) کو کسب کا نام دیتا ہے وہ جبری نہیں ہے۔

معتزلہ ان (سب) لوگوں کو جبری کہتے ہیں جو (افعال انسانی کے) ابداع (ایجاد) اور احداث (تخلیق) میں قدرت حادثہ کے کسی مستقل اثر کے قائل نہیں ہیں۔اس سے (معتزلہ پر) یہ الزام آتا ہے کہ وہ اپنے اصحاب (ہم خیالوں) میں ان لوگوں کو بھی جبری کہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ متولدات ایسے افعال ہیں جن کا کوئی فاعل نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک قدرۃ حادثہ کا (افعال متولدات) میں کوئی اثر نہیں ہوتا۔مقالات (علم کلام) میں کتابیں تصنیف کرنے والوں نے النجاریہ اور الضراریہ کو (فرقہ) جبریہ میں شمار کیا ہے۔اسی طرح صفاتیہ میں سے (فرقہ) کلابیہ بھی (جبری) ہے مگر اشعریہ ان کو کبھی حشویہ اور کبھی جبریہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ہم نے چونکہ نجاریہ اور ضراریہ کے اصحاب کے متعلق (مصنفین مقالات) کے اقرار کو سنا ہے اس لئے انھیں جبریہ میں شمار کیا ہے لیکن ان کے علاوہ کسی اور کے متعلق ان کے اقرار کو نہیں سنا ہے سو ہم نے انکو صفاتیہ میں محسوب کیا ہے۔

(الملل والنحل، الجبریۃ، ج ۱، ص ۷۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابوالفتح محمد بن عبدالکریم بن ابی بکر احمد الشہرستانی علیہ الرحمہ متوفی ۵۴۸ھ لکھتے ہیں:

القول بالقدر: وإنما سلكوا في ذلك مسلك معبد الجهني؛ وغيلان الدمشقي، وقرر واصل ابن عطاء هذه القاعدة أكثر ما كان يقرر قاعدة الصفات، فقال إن الباري تعالى حكيم عادل، لا يجوز أن يضاف إليه شر و ظلم، ولا يجوز أن يريد من العباد خلاف ما يأمر، وان يحكم عليهم شيئا ثم يجازيهم عليه. فالعبد هو الفاعل للخير والشر، والإيمان والكفر، والطاعة والمعصية، وهو المجازي، على فعله. والرب تعالى أقدره على ذلك كله. وأفعال العباد محصورة في الحركات، والسكنات، والاعتمادات والنظر، والعلم قال: ويستحيل أن يخاطب العبد بافعل وهو لا يمكنه أن يفعل، ولا هو يحس من نفسه الاقتدار والفعل. ومن أنكره فقد أنكر الضرورة. واستدل بآيات على هذه الكلمات. ورأيت رسالة نسبت إلى الحسن البصري كتبها إلى عبد الملك بن مروان وقد سأله عن القول بالقدر والجبر، فأجابه فيها بما يوافق مذهب القدرية، واستدل فيها بآيات من الكتاب ودلائل من العقل. ولعلها لواصل بن عطاء، فما كان الحسن ممن يخالف السلف في أن القدر خيره وشره من الله تعالى، فإن هذه الكلمات كالمجمع عليها عندهم. والعجب أنه حمل هذا اللفظ الوارد في الخبر على البلاء والعافية، والشدة والرخاء، والمرض والشفاء، والموت والحياة، إلى غير ذلك من أفعال الله تعالى، دون الخير والشر، والحسن والقبيح الصادرين من اكتساب العباد، وكذلك أورده جماعة من المعتزلة في المقالات عن أصحابهم.

عقیدہ قدر: اس (مسئلہ) میں معتزلہ نے معبد جہنی اور غیلان دمشقی کا مسلک اختیار کیا ہے۔ واصل بن عطاء نے اس قاعدہ پر قاعدہ صفات سے بھی زیادہ زور دیا ہے، (یعنی اس نے عقیدہ قدر کا نفی صفات کے عقیدے سے بھی زیادہ شدت سے اثبات کیا ہے) اس کا قول ہے کہ باری تعالیٰ حکیم (صاحب حکمت و دانش) اور عادل ہے۔ اس کی طرف شر یا ظلم کی نسبت جائز نہیں ہے اور یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بندے سے اپنے حکم کے خلاف کام کی خواہش کرے۔ اور خود ہی اپنے بندوں پر ایک حتمی حکم جاری کرے پھر اس پر انہیں جزاء او سزا دے۔ اس لیئے بندہ خیر و شر، ایمان و کفر اور اطاعت و معصیت کا فاعل ہے اس کو اس کے فعل پر جزاء دی جاتی ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے (بندے) کو ان تمام (افعال) پر قادر بنایا ہے۔ اور بندوں کے افعال، حرکات، سکنات، اعتبارات نظر و علم میں محدود ہیں۔ (واصل مزید) کہتا ہے کہ یہ بات محال ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے سے کسی کام کرنے کا مطالبہ کرے اور اپنے بندے کیلئے اس کام کو کرنا ممکن نہ ہو اور وہ اس کام کے کرنے اپنے میں طاقت محسوس نہ کرتا ہو (یعنی یہ بات محال ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے سے ایک کام کرنے کو کہے اور بندہ نہ اسے کر سکتا ہو اور اس کے کرنے کی اپنے اندر قدرت محسوس کرتا ہو) جو شخص اس بات کا انکار کرتا ہے وہ گویا ضرورت کا انکار کرتا ہے۔

ان کلمات پر (واصل نے) آیات قرآنی سے استدلال کیا ہے۔ (شہرستانی کا بیان ہے کہ) میں نے (حضرت) حسن بصری کی طرف منسوب ایک رسالہ دیکھا ہے جسے انہوں نے عبدالمالک بن مروان کے (مسئلہ) قدر و جبر سے متعلق استفسار کے جواب میں لکھا تھا۔ ان کا یہ جواب قدریہ کے مذہب کے مطابق ہے۔ انہوں نے آیات قرآنی اور عقلی دلائل سے استدلال کیا ہے (شہرستانی کا خیال ہے کہ) شاید یہ رسالہ واصل بن عطاء کی تحریر۔ کیونکہ (حضرت) حسن بصری اس مسئلہ میں قدر خیر و شر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے، سلف کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے اس لیئے یہ کلمات (سلف) نزدیک ایک طرح متفق علیہ ہیں۔ (اور یہ بات

) تعجب کہ ہے کہ (حسن بصری نے) حدیث میں وارد اس لفظ کو (کہ قدر خیر و شر اللہ کی جانب سے ہے) مصیبت وعافیت، شدت، وراحت، مرض وشفا اور موت وحیات وغیرہ افعال الٰہی پر محمول کیا اور انہیں اس خیر وشر اور حسن وقبح سے جو اپنے بندے کے اکتساب سے صادر ہوتے ہیں، فروتر قرار دیا۔ معتزلہ کہ ایک گروہ نے اپنے (علماء) کے مقالات میں اسی طرح کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

(الملل والنحل، القاعدۃ الثانیۃ، ج ۱، ص ۴۱، ۴۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

شیخ الحدیث پیر محمد چشتی کا اپنے خلاف فتویٰ، درج ذیل فتویٰ میں شان کے متعلق لکھا ہے اس کا جواب نیچے شیون کے سوال کے جواب میں موجود ہے۔

تبلیغی جماعت کے متعلق استفتاء وفتویٰ

شیخ الحدیث پیر محمد چشتی

(مہتمم جامعہ غوثیہ، بیرون یکہ توت، پشاور)

مولائے صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم محمد سید الکونین والثقلین والفریقین من عرب ومن عجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتاء وفتوی

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وفقد قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی القرآن المجید:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے (سورۃ ال عمران آیت ۱۰۴)

اس آیت کریمہ کے موجب مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر اپنے اپنے انداز کے مطابق امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے حوالہ سے اسلامی تبلیغ کا عظیم فریضہ انجام دیتے آئے ہیں۔

اندازِ تبلیغ کے مختلف ہونے کے باوجود اکثر مسائل سے متعلق ان سب کا دائرہ تبلیغ متفقہ اور غیر متنازعہ ہے اور اسلامی تبلیغ کے حوالہ سے مسلمانوں کے مختلف مکاتبِ فکر کے درمیان جن مسائل میں اختلاف ہے ان کے متعلق سب کے سب متفق ہیں کہ جس بات کو اسلام کے بنیادی اور متفقہ اصول کے خلاف سمجھا جائے۔ اس کو رد کرنا لازم ہے ورنہ مداہنت یا سکوت عن الحق ہوگا جو عام حالات میں گناہِ کبیرہ ہے۔ مزید برآں ناجائز قول وفعل دیکھ کر حسبِ استطاعت اس کے رد نہ کرنے والے شخص کو ایک روایت میں گونگا شیطان بھی کہا گیا ہے، اسلام کے حوالہ سے فروعی مسائل یا اجتہادی احکام میں کافی وسعت موجود ہے۔ ایسے مسائل میں اپنے مخصوص فروعی نظریہ کے خلاف بات کو سننا اور برداشت کرنا نہ مداہنت ہے اور نہ گناہ بلکہ وسعتِ ظرف اور روشن ضمیر ہونے کی نشانی ہے لیکن

اسلام کے متفقہ اصول اور صریح نصوص وغیر متنازعہ احکام کے خلاف کسی قول وفعل کو دیکھ کر حسبِ استطاعت اس کی تردید نہ کرنے والا شخص نہی عن المنکر کے عظیم فریضہ اسلام کا تارک اور اللہ جل جلالہٗ اور اس کے رسول ﷺ کا عاصی ونافرمان، اسلام کا مجرم، ایمان کا خائن، گونگا شیطان ہوکر آخرت کے دن آتشِ جہنم کی لگام کا مستحق قرار پاتا ہے۔ قرآن وحدیث سے مستنبط اسی اصول کی روشنی میں زیرِ نظر استفتاء کو قطع نظر خصوصیتِ مسلک مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر علماء اسلام ومفتیانِ عظام کی خدمت میں حصولِ جواب کے لیے پیش کر رہا ہوں۔

محرکات مصححہ

تقریباً دو سال کے عرصہ سے تبلیغی جماعت سے وابستہ کچھ اشخاص کی زبان سے کلمہ طیبہ کا مقصد غیر اسلامی الفاظ میں سن کر میری حیرت کی انتہاء ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ کلمہ طیبہ کا شرعی مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سب کچھ ہونے کا یقین ہے اور اللہ کی امر وحکم کے بغیر مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین ہے۔
حیرت اس لیے ہوئی کہ تبلیغ کے مقدس نام سے دنیا میں پھیلنے والی جماعت کی زبان سے خلافِ عقیدہ اہلِ سنت وجماعت، شانِ الوہیت کی تنقیص، شریعتِ محمدی ﷺ پر بہتان کے غیر اسلامی الفاظ باعثِ تعجب تھے اور ساتھ ہی علامہ اقبال کے یہ اشعار میری زبان پر آئے۔

عجم هو زند اننذر موز دیں ورنه		زدیو بند حسین ابنِ احمد چه بول عجبی است
سرود برسرِ منبر که ملت از وطن است		چه بے خبر زمقامِ محمد عربی است
بمصطفیٰ برساں خویش را که دیں همه اوست		گر به اونه رسیدی تمام بولهبی است

ترجمہ: عجم ابھی تک دین کے رموز نہیں جانتے ورنہ، دیوبند کے حسین احمد سے کیا ابوالعجمی ہے (یعنی تعجب خیز بات ہے)
برسرِ منبر گونج ہے ملت وطن سے ہے، کتنے بے خبر محمد عربی کے مقام سے ہیں۔
اپنے آپ کو مصطفیٰ تک پہنچا کہ تمام دین وہی ہے۔ (ارمغانِ حجاز)

یہ غیر شرعی بات کان میں آئی اور گئی لیکن یقین نہ آیا کہ تبلیغ کے مقدس شغل کے ساتھ وابستہ ذمہ دار علماء بھی اس غیر اسلامی عقیدہ میں مبتلا ہوں۔

محرکاتِ باعثہ

بتاریخ ۲۹ ستمبر ۱۹۹۱ء کو نشتر ہال پشاور میں وزارتِ اوقاف صوبہ سرحد کے زیرِ اہتمام منعقدہ صوبائی سیرت النبی ﷺ کانفرنس کے موقع پر جس میں وزیرِ اعلیٰ سرحد مہمانِ خصوصی کے طور پر موجود تھے۔ حاجی محمد جاوید وزیرِ امور مذہبیہ حج واوقاف ودیگر صوبائی وزراء وارا کین سرحد اسمبلی بھی موجود تھے، نشتر ہال علماء مشائخ وخواص سے بھرا ہوا تھا۔ تبلیغی جماعت کے مرکزی امیر زین العابدین صاحب نے اپنی تقریر کے دوران بعینہٖ وہی الفاظ دہرائے یعنی "اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور اللہ کے امر کے بغیر مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین" ہے۔ اس غیر اسلامی عقیدہ اور غیر شرعی الفاظ کو سن کر الٰہیات کا طالب علم اور شریعتِ محمدی ﷺ کے امین ہونے کی حیثیت سے حسبِ استطاعت میں نے اس کی تغییر باللسان کردی اور مذکورہ الفاظ وعقیدہ کی تردید کرتے ہوئے اس کو شانِ الوہیت کی تنقیص، شریعتِ محمدی ﷺ پر بہتان اور خلافِ عقیدۂ اہلسنت وجماعت ہونے پر مختصر الفاظ میں جو دلائل بیان کیے تھے اس کی قدرے تفصیل اس استفتاء میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

مذکورہ الفاظ و عقیدہ:

یعنی اللہ تعالیٰ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور اللہ کے امر کے بغیر مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین خلافِ عقیدہ اہلسنت، توہین شانِ الوہیت، شریعت محمدی ﷺ پر بہتان اور غیر اسلامی تبلیغ اس لیے ہے۔

دلیلِ اول:

کہ پہلا جملہ یعنی ''اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین'' اپنے عموم کے سبب، ان تمام چیزوں کو بھی شامل ہے، جن کا قرآن وحدیث کی روشنی میں اللہ سے نہ ہونے کا یقین ہے جیسے کھانا پینا، اٹھنا، بیٹھنا، سیکھنا، عبادت کرنا، کفر و شرک، جھوٹ، ظلم، کسب، ولادت علیٰ ہذا القیاس وہ تمام کام جو اللہ کی شانِ اقدس کے خلاف ہیں۔ قرآن وحدیث کے مطابق ان سب کا اللہ تعالیٰ سے نہ ہونے کا یقین ہے۔

دوسرا جملہ یعنی ''اللہ کے امر کے بغیر مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین'' میں مخلوق سے صادر ہونے والے تمام معاصی از قسمِ کفر، شرک، قتل، زنا، جھوٹ، چوری وغیرہ عیوب ونقائص کا اللہ تعالیٰ کے امر و حکم سے ہونے کا عقیدہ و یقین ظاہر ہو رہا ہے جو نصوصِ قطعیہ کے خلاف، شریعتِ محمدی ﷺ پر بہتان اور اہلسنت و جماعت کے اجماعی و مسلمہ عقیدہ کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ،

ترجمہ: بے شک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ (سورہ الاعراف آیت ۲۸)

اور دوسری جگہ میں ارشاد فرمایا:

وَلَا یَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ،

ترجمہ: اور اپنے بندوں کی ناشکری اسے پسند نہیں۔ (سورہ الزمر آیت ۷)

اور تیسری جگہ میں ارشاد فرمایا:

وَمَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ

ترجمہ: اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں چاہتا۔ (سورہ المومن آیت ۳۱)

(لسان العرب جلد ۶ صفحہ ۱۶۸ نیز جلد ۲ صفحہ ۴۷۳ نیز لاردس اللغۃ باب ''ق د س'' اور ''س ب ح'')

دلیلِ دوم:

یہ دونوں جملے اللہ تعالیٰ کی صفات (سبوح قدوس) کے خلاف ہیں۔ اس لیے کہ لغت اور شریعت کے حوالہ سے ان دونوں صفتوں کے معنی یہ ہیں ''ہر نامناسب چیز سے اچھی طرح پاک'' یعنی جو چیزیں اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہیں، ان سے اچھی طرح پاک، مقدس منزہ، مبرّا اور بحیثیتِ مومن و مسلمان

اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر ایمان لانے کا معنی و مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان تمام چیزوں سے پاک، مقدس، منزہ ہونے کا عقیدہ ویقین کیا جائے جو اس کی شان کے خلاف ہیں اور جتنے بھی کام رب العزت کے جلال و جمال وکمال کے لائق نہیں ہے۔ ان سب کا اللہ تعالیٰ سے نہ ہونے کا یقین کیا جائے اور اس عقیدہ و یقین کو زبان سے بیان کیا جائے۔ قرآن وحدیث اور شریعت کی زبان مین اسی کو تسبیح وتقدیس کہتے ہیں۔

الشیخ زادہ علی البیضاوی میں ہے،

التسبیح تبعد اللہ تعالیٰ عن السوء و النقصان بان یعتقدانه سبحانه و تعالیٰ منزة فی ذاته و صفاته و افعاله عن كل سوء و نقصان ویتكلم بمابدل علیه۔ (شیخ زادہ علی البیضاوی جلد ۱، ص، ۲۵۱)

ترجمہ: تسبیح کا معنی ہر برائی ونقصان سے اللہ کو منزہ جاننا ہے اس طریقے سے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی ذات وصفات اور افعال میں ہر قسم کی برائی ونقصان سے پاک ہونے کا عقیدہ رکھا جائے۔ اور اسی عقیدے پر دلالت کرنے والے مناسب الفاظ کے ساتھ کلام کیا جائے۔

تفسیر قرطبی میں ہے:

التسبیح تنزیه اللہ من كل سوء و نقص۔ (تفسیر قرطبی جلد ۱، ص، ۲۷۶)

ترجمہ: اللہ کی تسبیح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر برائی ونقصان سے اس کے منزہ ومقدس ہونے کا عقیدہ کیا جائے تفسیر قاسی میں ہے

تنزیه ذاته تعالیٰ عما یلیق بجلاله۔ (تفسیر قرطبی ج، ۱۰، ص، ۱۸۳)

ترجمہ: اللہ کی تسبیح کرنے کا معنی یہی ہے کہ اس کی ذات کو ان تمام چیزوں سے پاک ہونے کا یقین کیا جائے جو اس کے جلال کے لائق نہیں ہیں

تفسیر مظہری میں ہے:

القدوس المنزہ عما لا یلیق۔

ترجمہ: قدوس کا معنی یہی ہے کہ جو چیزیں اس کی شانِ اقدس کے لائق نہیں ہیں ان سب سے منزہ اور مقدس ہے۔ (تفسیر قرطبی جلد ۹، ص، ۲۷۵)

تفسیر روح المعانی میں ہے:

القدوس البلیغ فی النزاهة عما یوجب نقصاناً (تفسیر قرطبی جلد ۲۸، ص، ۶۲)

جن چیزوں کے اللہ تعالیٰ سے نہ ہونے کا یقین وارادہ ضروری ہے ان تمام چیزوں سے اللہ تعالیٰ کے مبرا منزہ پاک ہونے کے عقیدہ کے ساتھ ساتھ ان چیزوں کا اللہ تعالیٰ سے نہ ہونے کا یقین اور اس کے یقین کا اظہار تسبیح وتقدیس کی صورت میں نہ صرف ہم ہی کرتے ہیں بلکہ تمام انبیاء سابقین کی شریعتوں کا بھی لازمی جز تھا۔ اور اسلام ملائکہ بلکہ سب کائنات کا مشترکہ عقیدہ ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ

ترجمہ: اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۴۴)

یعنی جتنے کمالات اس کی شانِ اقدس کے مناسب ہیں۔ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے متصف ہونے کا اور جتنی چیزیں اس کی شانِ اقدس کے خلاف ہیں۔ان کا اللہ تعالیٰ سے نہ ہونے کا عقیدہ واظہار کرتے ہیں۔

اور یہی معنی ومطلب ہے،

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ

ترجمہ: اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

تمام آیات تسبیح کا اگر اللہ تعالیٰ سے سب کچھ ہونے کا یقین کرنا اسلامی الفاظ وعقیدہ ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کے متعلق مذکورہ آیات کا اور اللہ تعالیٰ کی سبوحیت و قدوسیت کے ساتھ ایمان لانے کا کوئی معنی ومطلب ہی نہیں رہتا۔لہٰذا مذکورہ الفاظ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال پر ایمان کے منافی ہو کر شریعت محمدی ﷺ پر بہتان اور شانِ الوہیت کی توہین وتنقیص کو مستلزم اور غیر اسلامی تبلیغ ہے۔

دلیل سوم:

قرآن وحدیث اور اصول دین پر مشتمل اسلامی دستاویزات کے حوالہ سے جیسے اللہ تعالیٰ کے اوصاف اضافیہ مثل علی، عظیم، اول، آخر اور اوصاف فعلیہ مثل خالق، رازق، مصور، المحی الممیت اور اوصاف ثبوتیہ حقیقیہ مثل علیم، قدیم، سمیع، بصیر، مرید کے ساتھ ایمان لانا ضروری ہے۔ویسے ہی اللہ تعالیٰ کے اوصاف سلبیہ جیسے عرض، جسم، معدود، محدود، مرکب مکیف وغیرہ کا نہ ہونا ضروری ہے۔

مذہب اہلسنت وجماعت کے چاروں طریقوں ومذاہب کے آئمہ دین ومتکلمین اور اصولِ دین کے ماہرین نے بلا نکیر متفقہ طور پر اللہ تعالیٰ کے اوصافِ سلبیہ کے ساتھ یقین وعقیدہ کو ضروری قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔

لیس بعرض ولا جوھر ولا مصور ولا محدود ولا معدود ولا متبعض ولا متجز ولا مرکب ولا متناہ ولا یوصف بالماھیة ولا بالکیفیة ولا یتمکن فی مکان ولا یجری علیه زمان ولا یشبهه شیٔ ولا یخرج عن علمه وقدرته شیء۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ عرض نہیں اور نہ جوہر ہے نہ مصوّر (شکل وصورت والا) ہے، نہ محدود (حد ونہایت والا) ہے، اور نہ معدود (عدد وکثرت والا) ہے، نہ متبعض (حصوں والا) ہے، متجزی (اجزاء والا) ہے، نہ ان سے مرکب ہے، نہ ہی متناہی (انتہا والا) ہے، اور نہ ہی ماہیت سے متصف ہے، نہ ہی کسی مکان میں متمکن ہے، اور نہ اس پر زمانہ جاری ہے، اور نہ کوئی چیز اس کے مشابہ (مماثل) ہے، اور نہ ہی کوئی چیز اس کی قدرت سے خارج ہے۔

(شرح عقائد صفحہ ۲۷ مواقف صفحہ ۲۷۰، شرح مقاصد جلد دوم صفحہ ۶۱ تا ۱۰۷ احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۱۱۱۔اساس التقدیس صفحہ ۱۳ تا ۴۰ تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۱۱۶ تا صفحہ ۱۴۲، بریقہ محمودیہ جلد ۱ صفحہ ۲۰۱ قواعد الاحکام جلد ۱ صفحہ ۱۶۸ تا ۱۷۰۔وسیلہ احمدیہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۹ شرح اسماء الحسنیٰ امام رازی صفحہ ۱۸۶)

اگر اللہ تعالیٰ سے سب کچھ ہونے کا یقین کرنا اسلامی عقیدہ ہوتا تو مذکورہ متفقہ عقیدہ یعنی اللہ تعالیٰ کے عرض، جسم، جوہر، معدود، محدود متجزی، مرکب، متناہی وغیرہ چیزوں کے ساتھ متصف نہ ہونے کا عقیدہ بیان نہ ہوتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے اوصاف سلبیہ کے ساتھ ایمان لانا ضروری ہوتا لیکن مذکورہ چیزوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے متصف نہ ہونے کا عقیدہ تمام امتِ مسلمہ کا متفقہ واجتماعی مسئلہ ہے نیز اللہ تعالیٰ کے اوصاف سلبیہ کے ساتھ ایمان لانا تمام امت مسلمہ کا اجتماعی عقیدہ

ہے۔ لہٰذا اللہ سے سب کچھ ہونے کا عقیدہ غیر اسلامی تبلیغ ہونے کے ساتھ ساتھ شریعت محمدی ﷺ پر بہتان، اللہ تعالیٰ کے اوصاف سلبیہ سے انکار اور شانِ الوہیت کی توہین، اکابرینِ اسلام کی واضح عبارات ومشترکہ اقدار سے انحراف کے سبب مردود ومطرود ہے۔

دلیل چہارم

مخلوق سے صادر ہونے والے افعال واعمال کے ہونے یا نہ ہونے اور کرنے یا نہ کرنے سے متعلق قرآن وحدیث اور اسلامی دستاویزات کی روشنی میں درج ذیل تفصیل ہے۔

۱۔ عصاۃ سے معاصی وگناہوں کا اللہ کے حکم ورضا کے بغیر صادر ہونے کا یقین وعقیدہ ہونا ضروری ہے یعنی تمام گناہ کے تمام کام شیطانی حرکت سے صادر ہوتے ہیں۔ جس پر اللہ کا نہ حکم ہے نہ رضا اور نہ امر۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ

ترجمہ: بے شک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ (سورہ الاعراف آیت ۲۸)

اور دوسری جگہ میں ارشاد فرمایا:

وَلَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ۔

ترجمہ: اور اپنے بندوں کی ناشکری اسے پسند نہیں۔ (سورہ الزمر آیت ۷)

۲۔ اہل اطاعت سے اطاعت اور نیکیوں کا حکم کے حکم وامر یا رضا سے صادر ہونے کا یقین وعقیدہ ضروری ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنْ تَشْکُرُوْا یَرْضَہُ لَکُمْ۔

ترجمہ: اور اگر شکر کرو تو اسے تمہارے لئے پسند فرماتا ہے۔ (سورہ الزمر آیت ۷)

۳۔ اطاعت ومعصیت اور ہر قول وفعل کا اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے بعد صادر ہونے کا یقین وعقیدہ ضروری ہے یعنی بغیر تقدیر کوئی بھی فعل کسی بھی مخلوق سے صادر نہ ہونے کا یقین وعقیدہ رکھنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ

ترجمہ: بیشک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔ (سورۃ القمر)

نیز فرمایا:

وَکُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْہُ فِی الزُّبُرِ، وَکُلُّ صَغِیْرٍ وَّکَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ۔

ترجمہ: اور انہوں نے جو کچھ کیا سب کتابوں میں ہے، اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔ (سورۂ القمر آیت ۵۲، ۵۳)

۴ مخلوق سے صادر ہونے والے اقوال وافعال، حرکات، سکنات، اطاعت ومعصیت، اسلام، کفر توحید، شرک وغیرہ کا اور صادر ہوتے وقت جن اسباب سے یا کسب واختیار سے وہ صادر ہوتے ہیں۔ ان سب کا اللہ تعالیٰ کے مقدور مخلوق ہونے کا یقین وعقیدہ رکھنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔

ترجمہ: بیشک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے (سورۂ البقرہ، ۲۰)

نیز فرمایا:

وَاللّٰہُ خَلَقَکُمۡ وَمَا تَعۡمَلُوۡنَ۔

ترجمہ: اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۔ (سورۃ الصافات: ۹۶)

۵۔ مخلوق کے دخل عمل سے صادر ہونے والے اقوال وافعال وغیرہ اللہ تعالیٰ کے کاسب نہ ہونے کا یقین وعقیدہ رکھنا ضروری ہے یعنی اللہ تعالیٰ کسب سے پاک ہے اور آلات واسباب کا محتاج نہیں۔

اللہ نے فرمایا:

وَاللّٰہُ الۡغَنِیُّ وَاَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ

ترجمہ: اور اللہ بے نیاز ہے، اور تم سب محتاج۔ (سورۃ محمد آیت ۳۸)

۶۔ مخلوق سے صادر ہونے والے تمام نفس الامری کمالات وخوبی واطاعات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ارادہ مع الرضاء وابستہ نہ ہونے کا عقیدہ ویقین ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ۔

ترجمہ: اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ (سورۃ البقرہ آیت ۱۸۵)

نیز فرمایا:

فَمَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنۡ یَّہۡدِیَہٗ یَشۡرَحۡ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ۔

ترجمہ: اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے (سورۃ الانعام آیت ۱۲۵)

۷۔ مخلوق سے صادر ہونے والے نفس الامری نقص وعیب ومعصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ارادہ مع الرضاء وابستہ نہ ہونے کا عقیدہ ویقین ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ۔

ترجمہ: اور جسے گمراہ کرنا چاہے اس کا سینہ تنگ خوب رکا ہوا کر دیتا ہے گویا کسی کی زبردستی سے آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ (سورۃ الانعام آیت ۱۲۵)

۸۔ مخلوق سے صادر ہونے والا نفس الامری نقص وعیب ومعصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ارادہ بغیر رضا یعنی ارادہ تکوینی وابستہ ہونے کا عقیدہ ویقین ضروری ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا۔

ترجمہ: اور اللہ چاہتا تو وہ شریک نہیں کرتے۔ (سورۂ انعام آیت نمبر ۱۰۷)

نیز فرمایا:

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ

ترجمہ: تو وہ ایسا نہ کرتے، تو انہیں ان کی بناوٹوں پر چھوڑ دو۔ (سورۂ انعام آیت نمبر ۱۱۲)

۹۔ مخلوق سے جو اور جیسے بھی افعال واقوال، اطاعت ومعصیت عام تفصیل اور عالم ظہور میں صادر ہوتے ہیں ان کی پیدائش سے قبل مرتبہ ازل میں حسب استعداد خلائق ان سب کا اللہ تعالیٰ کو علم ہونے کا یقین وعقیدہ ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔

ترجمہ: وہ سب کچھ جانتا ہے۔ (سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۹)

۱۰۔ جو مخلوق اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں اپنے اختیار ورضا سے ایمان واسلام کا راستہ اختیار کر رہا تھا اور ازلی مؤمن وخاتمہ بالخیر ہو اس کے کفر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ارادے کا وابستہ نہ ہونے کا یقین وعقیدہ ضروری ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ میں ہے:

محال ان يتخلف علمه عن شيئ او يتحقق غير ما علم فيكون جهلا لا علما۔

ترجمہ: ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم کسی چیز سے پیچھے رہ جائے (یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس چیز کا علم نہ ہو) یا ایسی چیز ثابت ہو جائے جس کا اللہ تبارک وتعالیٰ کو علم نہ ہو کیونکہ یہ جہل ہے علم نہیں ہے (حجۃ اللہ البالغہ جلد ا صفحہ ٦۵)

ترجمہ: اللہ کا علم خلاف ہونا محال ہے نیز تفسیر قرطبی میں ہے۔

تعلق العلم الازلی بكل معلوم فيجری اعلم وارادو حكم۔ (تفسیر قرطبی جلد ۱۸ صفحہ ۱۲۳)

ترجمہ: ہر معلوم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی متعلق ہوا ہے پس جس چیز کو اللہ نے جانا اور اس کے ہونے کا اردہ تکوینی فرمایا اور فیصلہ کیا وہی ہوگا۔

۱۱۔ جو مخلوق اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں اپنے اختیار و رضا سے کفر و شرک کا راستہ اختیار کر رہی تھی اور خاتمہ بالکفر ہو اس کے مومن و مسلمان ہونے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ارادے کا وابستہ نہ ہونے کا یقین و عقیدہ ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى۔

ترجمہ: اور اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا۔ (سورۃ انعام آیت ۳۵)

اس آیت کی تفسیر میں صاحب تفسیر روح المعانی نے کہا:

ولکن لم یشاء ذالک سبحنہ لسوء اختیارھم حسب ما علمہ اللہ تعالیٰ منھم فی ازل الآزال۔ (تفسیر روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۱۳۹)

۱۲۔ مخلوق کے اقوال و افعال، اطاعت و معصیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علمِ ازلی اور مخلوق کی استعداد ازلی کے خلاف قضاوقدر کا اللہ تعالیٰ سے نہ ہونے کا یقین و عقیدہ ضروری ہے الحدیقۃ الندیہ میں ہے:

القضاء تابع للارادۃ والارادۃ تابعۃ۔ (الحدیقۃ الندیہ جلد ۱ ص ۲۵۶)

صاحب تفسیرِ قاسمی نے فرمایا:

جرت عادتہ تعالیٰ برعایۃ الاستعدادات۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ وہ استعدادوں کی رعایت فرماتا ہے۔ (تفسیر قاسمی جلد ۶ ص ۲۷۶)

تفسیر بیضاوی میں ہے:

ارادتہ تعالیٰ تابعۃ لعلمہ سبحانہ و تعالیٰ۔

ترجمہ: اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارادہ اس کے علم کے تابع ہے (تفسیر بیضاوی جلد ۴ ص ۵۹۶)

مخلوق سے صادر ہونے والے تمام کار خیر و شر کا اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر کے مطابق ہونے کا عقیدہ و یقین ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ۔

ترجمہ: اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ (سورۃ الدھر آیت ۳۰)

نیز فرمایا:

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ۔

ترجمہ: اور انہوں نے جو کچھ کیا سب کتابوں میں ہے (سورۃ القمر آیت ۵۲)

۱۴۔ کائنات کے متعلق اللہ تعالیٰ کا علم (۱) معلوم (۲) رضا (۳) ارادہ تشریعی (۴) ارادۂ تکوینی (۵) حکم تشریعی (۶) حکم تکوینی (۷) قضاوقدر یہ سب جدا جدا امور ہیں جن کے درمیان فرقِ مراتب کو جاننا ضروری ہے ورنہ ایک کی جگہ دوسرے کو استعمال کر کے شریعت پر بہتان، شانِ الوہیت کی تنقیص اور خلافِ قرآن وحدیث عقیدہ کی تبلیغ کا ارتکاب ہوسکتا ہے (العیاذ باللہ)

اس تفصیل کی روشنی میں مذکورہ جملہ یعنی اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین ۱، ۵، ۷، ۱۲، کے خلاف ہے لہٰذا اسلامی دستاویزات کے خلاف ہوکر اسلام پر بہتان ہوا۔

نیز یہ کہ شانِ الوہیت کی توہین ہے اس لیے کہ اللہ سے سب ہونے کا یقین کر کے آلات کسب کا بھی محتاج بنادیا اور معلام ازلی کے خلاف ہونے کا یقین کر کے اللہ کو جاہل بنادیا۔

نیز یہ کہ مخلوق کی استعداد ازلی کے خلاف اللہ کا علم، ارادہ، قضاوقدر وحکم ہونے کا یقین کر کے اللہ تعالیٰ کو ظالم بنادیا۔ (العیاذ باللہ)

نیز یہ کہ کفر ومعصیت، عیوب اور نقائص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کا یقین وعقیدہ کر کے حکم اور امر کرنے کا یقین کر کے نا صرف توہین رب العزت کا ارتکاب کیا بلکہ نصوص قرآنیہ کے برعکس عقیدے کا پرچار کر کے شریعت پر بہتان باندھا اور غیر اسلامی تبلیغ کا مظاہرہ کیا۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ،

ترجمہ: تو عبرت لو اے نگاہ والو (سورۃ الحشر، آیت ۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ،

ترجمہ: اور اپنے بندوں کی ناشکری اسے پسند نہیں۔ (سورۃ الزمر آیت نمبر ۷)

اور دوسری جگہ فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ۔

ترجمہ: بے شک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ (سورۃ الاعراف آیت ۲۸)

اور تیسری جگہ فرمایا:

وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ

ترجمہ: اور نہ میں بندوں پر ظلم کروں۔ (سورۃ القاف آیت نمبر ۲۹)

اور چوتھی جگہ فرمایا:

وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ۔

ترجمہ: اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں چاہتا۔ (سورۃ المؤمن آیت ۳۱)

اور دوسرا جملہ یعنی اللہ کے امر کے بغیر مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین نمبر ا نمبر ۷ کے خلاف ہو کر شریعتِ محمدی ﷺ پر بہتان اور شانِ الوہیت کی توہین کے سبب غیر اسلامی تبلیغ ہے۔ اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ کے امر و حکم کے بغیر مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین ہو تو لازماً تمام معاصی از قسم کفر و شرک، قتل، زنا، چوری، جھوٹ وغیرہ کا صدور اللہ کے امر و حکم سے ہوگا۔ (العیاذ باللہ)

نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کو معاصی پر راضی ہونے کا عقیدہ و یقین کر کے اعتراف کر لیا کہ کفر و شرک، معصیت اور عیوب و نقائص پر اللہ تعالیٰ راضی ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے امر و رضا سے ہو رہے ہیں۔ العیاذ باللہ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ۔ (سورۃ الزمر: ۷)

اور دوسری جگہ فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ۔

ترجمہ: بے شک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ (سورۃ الاعراف آیت ۲۸)

اس طرح سے یہ جملہ نہ صرف غیر اسلامی تبلیغ ہے بلکہ شریعتِ اسلامی پر بدترین بہتان اور توہینِ شان الوہیت کا عملی مظاہرہ ہے۔ (العیاذ باللہ)

دلیلِ پنجم

اسلامی روایات اور مذہبی دستاویزات کے مطابق شریعت محمدی ﷺ کے حوالہ سے یقین صرف ان مسائل پر ہوتا ہے جن پر بلا شک و شبہ قطعی دلیل شریعت میں موجود ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا واحد ہونا اور اپنی ذات و صفات و افعال میں بے مثل و لاشریک ہونا اور اپنی شان کے لائق تمام کمالات سے متصف ہونا اور اپنی شان کے خلاف کسی بھی کام کا نہ کرنا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے امر و رضا کے بغیر مخلوق سے معصیت کا ارتکاب ہونا اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر و ارادہ تکوینی کے بغیر مخلوق سے کسی بھی کام کا نہ ہونا، اسی طرح تمام انبیاء ﷺ کے لیے لوازمات نبوت کو تسلیم کرنا اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی فرضیت کا عقیدہ یعنی اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور اللہ کے حکم و امر کے بغیر مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین کے جواز پر خفیف سی دلیل بھی اسلام میں موجود نہیں ہے۔ بلکہ یہ خود ساختہ عقیدہ اور بدعتِ ضلالہ کے قبیح الفاظ قرآن و حدیث کے خلاف ہونے کی بنا پر مردود اور واجب التفسیر ہیں۔

دلیلِ ششم

اسلامی روایات اور تمام امتِ مسلمہ اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات، افعال کے توقیفی ہونے پر متفق ہیں یعنی جس اسم یا صفت یا فعل کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی جائے یا اللہ تعالیٰ پر اس کا اطلاق و استعمال کیا جائے قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت ضروری ہے اور مذکورہ عقیدہ یعنی ''اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین ''میں سب کچھ ہونا فعل یا مصدر ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت الی الفاعل کیا گیا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے فعل سے متصف ہونے کا یقین کیا جائے جو قرآن و حدیث کے نہ صرف خلاف بلکہ دین اسلام پر بہتانِ عظیم اور توہین شانِ الوہیت و غیر اسلامی عقیدہ ہے۔

دلیلِ ہفتم

جس مسئلے پر یقین کرنا ضروری ہو اس کے منکر یعنی اس پر یقین نہ کرنے والے پر کفر لازم آتا ہے جیسا توحید، نبوت، فرضیتِ نمازِ روزہ وغیرہ لیکن مذکورہ عقیدہ والفاظ یعنی اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور اللہ کی حکم کے بغیر مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین، صحابہ، تابعین، مجتہدین، محدثین، آئمہ دین میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہیں ہے ورنہ حوالہ پیش کیا جائے۔

بلکہ سب نے اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق تمام کمالات کے ہونے کا یقین اور اس کی شانِ اقدس کے خلاف کسی بھی چیز کے نہ ہونے کا یقین کیا ہے جیسے علم کلام کے حوالے سے۔

(نوٹ: (۱) پیر محمد چشتی تیرا یہ عقیدہ غلط ہے شیون کا مسئلہ نیچے باب میں)

نیز اللہ تعالیٰ کے اوصاف سلبیہ اور سبوحیت وقدوسیت کے حوالہ سے بیان ہو چکا ہے تمام اکابرینِ امت کی تکفیر کی بجائے مذکورہ الفاظ وعقیدہ خود شریعتِ اسلامیہ پر بہتان، شانِ الوہیت کی تنقیص اور غیر اسلامی تبلیغ ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر کر اس غیر اسلامی تبلیغ کو ترک کر کے اسلامی تبلیغ کا آغاز کیا جائے۔

دلیلِ ہشتم

مذکورہ عقیدہ یعنی اللہ تعالیٰ سے سب کچھ کا یقین اور اللہ کے امر وحکم کے بغیر مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین کلمہ طیبہ کے مقصد ومطلب کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ حالانکہ کلمہ طیبہ کا اسلامی وشرعی مقصد ومطلب اسلامی کتابوں میں بیان ہوا ہے یہ اس کے سراسر خلاف ہے۔

فتح الباری شرح بخاری میں ہے:

ان المراد بالشهادة تصديق الرسول فيما جاء به۔ (فتح الباری جلد ۱ ص ۵۰)

ترجمہ: یعنی بلاشک وشبہ کلمہ توحید کا مطلب ومقصد رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی شریعت کے تمام مسائل واحکام کی تصدیق کرنا ہے۔

اقتضاء الصراط المستقیم میں ہے۔ والشهادة بان محمدا رسول الله تتضمن تصديقه في كل ما اخبر وطاعته في كل ما امر فما اثبته وجب اثباته ومانفاه وجب نفيه۔

ترجمہ: اس بات کی گواہی دینا کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ہر اس چیز میں آپ ﷺ کی تصدیق کو شامل ہے جس کی آپ ﷺ نے خبر دی ہے اور ہر اس فعل میں آپ ﷺ کی اطاعت کو شامل ہے جس کا آپ ﷺ نے حکم دیا پس جس چیز کو آپ ﷺ نے ثابت کیا اس کو ثابت کرنا واجب ہے اور جس چیز کی نفی کی اسکی نفی کرنا واجب ہے (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۴۵۲)

عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے۔

ان الشهادة برسالته تتضمن تصديقه بما جاء به۔

ترجمہ: بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی دینا آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی تصدیق کو شامل ہے (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۸۳)

اکابرینِ ملت کی ان سب تصریحات کا واضح مطلب یہی ہے کہ کلمہ توحید کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے تمام احکام کے ساتھ تصدیق و یقین کیا جائے گویا کلمہ شہادت کلمہ طیبہ پڑھنے والا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد کرتا ہے کہ اے اللہ اس کلمہ کے ضمن میں جتنے بھی احکام موجود ہیں ان سب کو تسلیم کرتا ہوں۔علامہ اقبال نے بھی کلمہ طیبہ کے اس مقصد کی طرف اشارہ کیا ہے۔

چون می گوئم مسلمانم بلرزم		که دانم مشکلات لا الہٰ را

ترجمہ: جب میں کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں تو کانپ جاتا ہوں، کیونکہ لا الٰہ کی مشکلات کو میں جانتا ہوں

اکابرینِ ملت کے مذکورہ حوالہ جات سے واضح ہو رہا ہے کہ کلمہ کا یہ مقصد کہ اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور اللہ کے امر و حکم کے بغیر مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین تمام امت مسلمہ کے اجتماعی عقیدہ کے خلاف ہو کر شریعت پر بہتانِ عظیم اور تبلیغ کے نام پر غیر اسلامی تحریک ہے۔

نیز یہ کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں پیشروانِ اسلام نے کلمہ توحید کا جو مقصد بیان کیا ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے تمام احکام کو رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق تسلیم کرنے کے سراسر خلاف ہے۔

احکام ہائے اسلام کے مختلف طریقے

رسول اللہ ﷺ کا بتایا ہوا طریقہ وتعلیم شانِ الوہیت کے بارے میں جدا ہے، شانِ نبوت کے بارے میں جدا حقوق اللہ کی بابت جدا، نماز کا جدا، روزہ کا جدا۔الغرض ہر ہر چیز کی بابت رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے مختلف ہیں۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ،

ترجمہ: بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔(سورۃ الاحزاب آیت۔۲۱)

کا ارشادِ خداوندی تمام احکامِ شریعت کو شامل ہے چاہے از قبیل اصولِ دین ہو یا فروعِ دین اللہ تعالیٰ کی شانِ خالقیت ہو یا شانِ سبوحیت وقدوسیت کونسا اہلِ علم مسلمان اس بات کو نہیں جانتا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں شانِ الوہیت کی بابت رسول اللہ ﷺ کا بتایا ہوا طریقہ وعقیدہ یہ ہے کہ اللہ کی شان کے لائق ہر کمال کا اس سے ہونے کا یقین ضروری ہے۔اور اس کی شانِ اقدس کے خلاف کسی بھی کمال یا صفت یا فعل کے ساتھ اس کے متصف نہ ہونے کا یقین کرنا ضروری ہے۔

(نوٹ:(۲) پیر محمد چشتی تیرا یہ عقیدہ غلط ہے شیون کا مسئلہ نیچے باب میں)

دلیل نہم

قرونِ اولیٰ سے لے کر اب تک اسلامی دنیا میں ایمان کی دو قسمیں ہیں

۱) ایمانِ مفصل

۲) ایمانِ مجمل

ایمانِ مجمل یہ ہے۔

امنت باللہ کما ھو باسمائہ و صفاتہ و قبلت جمیع احکامہ اقرار باللسان و تصدیق بالقلب۔

اور ایمانِ مفصل یہ ہے۔

امنت باللہ و ملئکۃ و کتبہ و رسلہ و الیوم الاخر و القدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ و البعث بعد الموت ط

ایمانِ مجمل کے خلاف:

مذکورہ الفاظ وعقیدہ یعنی اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور اللہ کے امر کے بغیر مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین ایمان کی ان دونوں قسموں کے خلاف اس لیے ہے کہ ایمانِ مجمل کے اندر **آمنت باللہ کماھو** میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا مع ان بے شمار اسماء وصفات وافعال وکمالات کے ذکر ہیں۔ جن کے ساتھ نفس الامری طور پر ذاتِ اقدس جل جلالہٗ متصف ہے شریعت میں اس کا استعمال واطلاق ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور **باسمائہ وصفاتہ** میں اوصافِ ثبوتیہ اور اوصافِ سلبیہ کا ذکر ہے لہٰذا دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن مذکورہ عقیدہ والفاظ یعنی ''اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین'' میں ایک طرف اللہ تعالیٰ کی صفات سلبیہ سے انکار کیا جارہا ہے تو دوسری طرف اس کی شانِ اقدس وکبریائی کے خلاف کاموں کے ساتھ اس کو متصف کر کے شانِ عظمت کی توہین وتنقیص کی جارہی ہے۔ مزید برآں اس ناپاک عقیدہ والفاظ پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات ہونے کا لیبل لگا کر شریعتِ اسلامیہ پر بہتان اور غیر اسلامی تبلیغ کا مظاہرہ کیا جارہا ہے۔

ایمانِ مفصل کے خلاف:

اس لیے کہ ایمانِ مفصل میں امنت باللہ کا معنی ومطلب قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات واسماء وافعال پر یقین اور اس کی شان کے لائق تمام کمالات کے ہونے کا یقین اور اس کی ذات کے خلاف کسی بھی صفت وفعل کے اس سے نہ ہونے کا یقین کرنا ہے اس طرح امنت باللہ کا جملہ نہ صرف توحید کے تمام مراتب کو بلکہ اللہ تعالیٰ کے تمام اوصاف ثبوتیہ وسلبیہ کو بھی شامل ہے۔ وملئکتہ کا جملہ فرشتوں کے تمام اوصاف کو بھی شامل ہے جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں جیسے عصمت وعبادت او ملئکتہ میں جیسے فرشتوں کے وجود پر یقین ضروری ہے ویسے ہی ان کی عصمت وعابدیت پر یقین وعقیدہ ضروری ہے۔ اور عابد ہونا مخلوق کا کمال ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی شانِ کبریائی کے خلاف جس وجہ سے عبادت کا اللہ تعالیٰ سے نہ ہونے کا یقین کرنا ضروری ہے۔ وکتبہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ تمام آسمانی کتابوں پر مع ان تمام مسائل واحکام واذکار جو ان میں موجود ہیں یقین کرنا ضروری ہے اور یہ تمام آسمانی کتابیں اللہ تعالیٰ کی تقدیس وتسبیح اور اللہ کی شان کے خلاف کاموں کا اللہ سے نہ ہونے کے یقین کی تعلیم وتبلیغ پر مشتمل ہیں ورسلہ میں حضرت آدم ﷺ سے لے کر آقائے دو عالم ﷺ سمیت تمام انبیاء ومرسلین کی حقانیت پر مع لوازمات وتعلیمات نبوت ورسالت یقین کرنا ضروری ہے اور ہر پیغمبر کی تعلیمات میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس شامل ہے **والیوم الاخر** میں اس دنیا کے زوال اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمام موجودات کے فنا ہونے، نظامِ کائنات کے موجودہ نقشے کے تبدیل ہونے پر یقین ضروری ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات کا کسی بھی تغیر وتبدل کے ساتھ متصف نہ ہونے کا یقین کرنا ضروری ہے۔

والقدرِ خیرہٖ وشرہٖ میں تقدیرِ ازلی یعنی قضاء وقدر پر یقین ضروری ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ کائنات میں جتنے بھی حرکات وسکنات اقوال وافعال اچھے، برے، اطاعت ومعصیت جو کچھ ہورہا ہے وہ اللہ کی قضاء وقدر اور تقدیر کے مطابق ہورہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللهُ۔

ترجمہ: اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ (سورۃ الزمر آیت ۳۰)

نیز فرمایا:

وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ۔

ترجمہ: اور انہوں نے جو کچھ کیا سب کتابوں میں ہے۔ (سورۃ القمر آیت: ۵۲)

نیز فرمایا:

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ۔

ترجمہ: اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے (سورۃ القمر آیت: ۵۳)

لیکن ہر کام کا تقدیر کے مطابق ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اللہ کی رضا یا امر وحکم یا ارادہ تشریعی سے بھی ہو جیسے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ مخلوق سے صادر ہونے والے عیوب ونقائص ومعصیت اللہ تعالیٰ کی تقدیر وقضاء وارادہ تکوینی اور حکمِ تکوینی وخطابِ تکوینی وتخلیق سے ہیں لیکن اللہ کے امر اور رضا وارادہ تشریعی کے ساتھ ہرگز وابستہ نہیں ہیں۔ لہٰذا ایمان بالقدر خیرہ وشرہ میں جیسے مخلوق سے صادر ہونے والے ہر قسم کے افعال واقوال وغیرہ کے مطابق ارادہ تکوینی ہونے کا یقین وارادہ ضروری ہے اسی طرح مخلوق سے صادر ہونے والی ہر قسم کی اطاعت وعبادت کا مطابقِ قضا وقدر ہونے کے ساتھ ساتھ مطابقِ حکم وامر یا مطابق ارادہ تشریعی ہونے پر بھی یقین ضروری ہے۔

نیز یہ کہ مخلوق سے صادر ہونے والی ہر معصیت کا مطابقِ قضا وقدر ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم وامر تشریعی اور رضا کے بغیر ہونے کا یقین وارادہ ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ،

ترجمہ: اور اپنے بندوں کی ناشکری اسے پسند نہیں۔ (سورۃ الزمر آیت نمبر ۷)

نیز فرمایا:

اِنَّ اللهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ۔

ترجمہ: بے شک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ (سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۸)

والبعث بعد الموت میں حساب وکتاب جزا وسزا اور مجازاۃ اعمال کے لیے مخلوق کے زندہ ہونے اور اس کی زندگی سے متعلقہ مراحل واحوال جیسے وزنِ اعمال،

پلِ صراط، شفاعتِ کبریٰ، جنت، دوزخ وغیرہ پر ایمان ضروری ہے۔ الغرض ایمانِ مفصل میں مذکورہ اسمِ جلالت سمیت تمام چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق تمام کمالات کا اللہ تعالیٰ سے ہونے کا یقین اور اللہ تعالیٰ کی شانِ تقدس کے خلاف کسی بھی صفت وفعل کا اللہ سے نہ ہونے کا یقین وعقیدہ ضروری ہے۔

خلاصہ دلیل

قرآن وحدیث اور اسلامی دستاویزات کی روشنی میں ایمانِ مجمل وایمانِ مفصل کی تشریح کو سمجھنے کے بعد مذکورہ الفاظ وعقیدہ رکھنے ''اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور اللہ کے حکم وامر کے بغیر مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین'' غیر اسلامی عقیدہ ہونے کے ساتھ شریعت اسلامیہ پر بہتان اور تنقیص وتوہین شانِ الوہیت قرار پاتا ہے۔

دلیل دہم

مذکورہ الفاظ وعقیدہ یعنی ''اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور اللہ کے امر وحکم کے بغیر مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین'' اہلسنت وجماعت کا طریقہ ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ فرقہ جبریہ کا عقیدہ ہے جو فرقہ معتزلہ کی ایک شاخ ہے۔ اصولِ دین پر لکھی ہوئی سب کتابوں میں مخلوق سے صادر ہونے والے افعال واقوال کے متعلق اہلسنت وجماعت کا عقیدہ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ فرقہ قدریہ، فرقہ جبریہ دونوں کا رد کیا گیا ہے یہ دونوں فرقے معتزلہ مذہب کی دو متضاد شاخیں ہیں۔ فرقہ قدریہ مخلوق کو خود اپنے افعال کا خالق مانتا ہے اور فرقہ جبریہ ایمانِ مفصل میں واقع **وبالقدر خیرہ وشرہ** کے متفقہ واجماعی عقیدہ سے دھوکہ کھا کر اللہ سے سب کچھ ہونے کا اور اللہ کے حکم وامر کے بغیر مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے یہ دونوں عقیدے چونکہ خلافِ عقیدہ اہلسنت وجماعت اور غیر اسلامی تھے اس لیے اصول دین کے ماہرین اور علمائے کرام نے ان دونوں کا رد کیا ہے۔

الفرق بین الفرق میں ہے۔

ان اللہ سبحانہٗ خالق الاجسام والاعراض خیرھا وشرہا وانہ خالق اکساب العباد ولا خالق غیر اللہ وھذا خلاف قول من زعم من القدریۃ ان اللہ تعالیٰ لم یخلق شیئاً من اکساب العباد وخلاف قول الجھمیۃ ان العباد غیر مکتسبین ولا قادرین علی اکسابھم۔

ترجمہ: بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ اجسام واعراض اور ان کی خیر وشر کا خالق ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کوئی خالق نہیں اور یہ قدریہ کے اس قول کے خلاف ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بندوں کے اکساب کو پیدا نہیں کیا اور جہمیہ کے بھی اس قول کے خلاف ہے نہ کہ بندے نہ تو اکتساب کرنے والے ہیں اور نہ ہی اکتساب پر قادر ہیں (الفرق بین الفرق صفحہ ۳۳۸ وہذا فی الفتاوی الکبریٰ جلد نمبر ۱۲ صفحہ ۳۳۲۔)

شرح عقائد میں اہل سنت وجماعت کا مذہب بیان کرنے کے بعد کہا گیا ہے۔

لا کما زعمت الجبریۃ انہ لا فعل للعبد اصلاً۔ (شرح عقائد صفحہ ۶۴)

ترجمہ:

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ایسا نہیں ہے جیسا فرقہ جبریہ نے عقیدہ جمایا کہ اللہ کے حکم وامر کے بغیر مخلوق سے کچھ نہ ہونے کا یقین۔ نبراس میں ہے۔

وثانیها للجبریۃ ہوان الفعل بقدر اللہ وحدھا ولیس للعبد قدرۃ اختیار۔(نبراس صفحہ ۲۷۲)

ترجمہ: مخلوق سے صادر ہونے والے افعال کے متعلق معتزلہ کے دوسرے فرقہ جبریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کے امر وحکم کے بغیر مخلوق کچھ بھی نہیں کرسکتی اور مخلوق کو کسی بھی قسم کی قدرت واختیار مواقف نہیں ہے۔

وقالو الاقدرۃ للعبد اصلاً

ترجمہ: جبریہ نے کہا کہ مخلوق کو کسی قسم کی قدرت نہیں ہے۔

عذرِ گناہ بدتر از گناہ:

اس سوال کو ترتیب دینے کے دوران مفتی زین العابدین مرکزی امیر تبلیغی جماعت پاکستان کے دو متقدر علماء کرام میرے پاس تشریف لائے۔ شاید مفتی زین العابدین یا دیگر امراء عظماء جماعت سے ملنے کے بعد آئے ہوں۔ انہوں نے میری گرفت کا جواب اس طرح دیا کہ مفتی زین العابدین اور تبلیغی جماعت کے ساتھ وابستہ علماء کلمہ توحید کا جو مقصد بیان کرتے ہیں۔ یعنی ''اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور اللہ کے حکم وامر کے بغیر مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اچھے کاموں اور کمالات کے ہونے کا یقین ہے برے کاموں اور نقصان وغلط کام مراد نہیں ہیں۔ نیز یہ کہ اللہ کے حکم وامر کے بغیر مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے بغیر مخلوق کچھ نہیں کرسکتی۔

ازالہ شبہ: اس وقت میں نے جو جواب دیا اس کی تفصیل درج ذیل سطور میں تحریر کررہا ہوں تاکہ کسی بھی قسم کا خفاو تردد باقی نہ رہے۔ پہلے جملے کی مذکورہ توجیہہ خالص مغالطہ یا اشتباہ ہے۔

۱۔ اس لیے کہ اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین ہے کے الفاظ موجبہ کلیہ کے ہیں جو اپنے عموم کے اعتبار سے ہر اچھے برے **ینبغی، لا ینبغی** (مناسب ونامناسب) کو شامل ہیں۔ لہٰذا شانِ الوہیت کے متعلقہ ظاہر الغلط اور مردود لفظ استعمال کرنے کے بعد اس سے توبہ کرنے کی بجائے اس قسم کی توجیہات میں پڑنا، عذرِ گناہ بدتر از گناہ کے مصداق ہے۔

قواعد الاحکام میں ہے:

لا یصرف اللفظ عن ظاہرہ اذا کان خلاف المقصد۔

ترجمہ: اپنے مقصد کا خلاف سمجھ کر لفظ کو اس کے ظاہری معنی سے پھیرنا جائز نہیں ہے۔(قواعد الاحکام جلد ۲ صفحہ ۱۰)

۲۔ اس لیے کہ کلمہ توحید کی تشریح میں اکابرینِ اسلام نے اس کے معانی، مطالب، مقاصد، فضائل ومسائل کی بابت بہت کچھ لکھا ہے لیکن اس قسم کے موہم کفر الفاظ وجملہ کسی سے ثابت نہیں ہیں۔ لہٰذا شانِ الوہیت کی تنقیص کے موجب الفاظ کی توجیہہ کرنے کے بجائے اس کو ترک کرکے توبہ کرنا بہتر ہے۔

۳۔ اس لیے کہ سب کمالات کا اللہ سے ہونے کا یقین کرنا بھی غیر اسلامی عقیدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کمالات اس کی شان کے لائق ہوتے ہیں اور مخلوق کے کمالات اور اس کی شان کے لائق ہوتے ہیں۔ خالق کا کمالاتِ مخلوق سے پاک ومقدس ومنزہ ہونے کا یقین وعقیدہ ضروری ہے اور مخلوق کا کمالاتِ خالق میں شریک نہ ہونے کا یقین وعقیدہ رکھنا مومن ومسلمان کے لیے ضروری ہے۔ مثال کے طور پر منکسر المزاج ومتواضع ہونا انسان کا کمال ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی بابت

نقصان وعیب ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے متصف نہ ہونے کا یقین وعقیدہ ضروری ہے۔روزِ قیامت شفاعتِ کبریٰ کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوکر عذاب الیم سے خلائق کونجات دلانا مخلوق (رسول اللہ ﷺ) کا کمال ہے۔ جو اللہ کی شان کے لائق ہرگز نہیں ہے۔علیٰ ہذا القیاس گرفرقِ مراتب نہ کنی زندیق میشو۔

۴۔اس لیے کہ انسان فطری طور پر اپنے گردوپیش سے مانوس ومتاثر ہوتا ہے۔لہٰذا اس جملہ یعنی (اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین ہے) کو سننے کے ساتھ انسان کا دل ودماغ ان چیزوں کی طرف جاتا ہے جن کو وہ کمال سمجھتا ہے اور مشاہدہ کر چکا ہے یا کر رہا ہوتا ہے جیسے صنعت وحرفت میں کمال، تعلیم میں کمال، امورِ خانہ داری میں کمال، تہذیب الاخلاص وسیاستِ مدنی میں کمال، عبادت میں کمالا ور سب پر عیاں ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس قسم کے کسی بھی کمال کو اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرنا شانِ الوہیت کی کھلی توہین وتنقیص ہونے کے ساتھ ساتھ غیر اسلامی عقیدہ ہے۔

۵۔ اس لیے کہ شانِ الوہیت کے متعلق عقیدہ کا مسئلہ ہے جس کا بادلیل قطعی وبلاشک وشبہ اور غیر مجمل واضح الفاظ میں ہونا ضروری ہے۔مسائل فروعیہ کی طرح نہیں ہے جس میں دلیل ظنی یا شک وشبہ اور اجمال کے بعد تفسیر اور اطلاق کے بعد تقیید کی گنجائش ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اکابرینِ اسلام نے شانِ الوہیت کے متعلق اسلامی عقیدہ کو توہین کی بود شائبہ اور ہر قسم کے باعثِ اعتراض وتردد وشک وشبہ سے پاک واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔

۶۔ اس لیے کہ شانِ الوہیت کے متعلق اس طرح کا موہم کفر وغیر اسلامی جملہ والفاظ استعمال کرنے کے بعد علماء حق کی گرفت سے بچنے کے لیے توجیہات کا سہارا ڈھونڈنا انبیاء علیہم السلام کے طریقہ تبلیغ کے سراسر خلاف ہے اور جو تبلیغ طریقہ پیغمبر کے خلاف ہو وہ اسلامی تبلیغ ہرگز نہیں ہو سکتی۔شانِ الوہیت کے متعلق عقیدہ کی تبلیغ نبوی یہ ہے کہ ہر پیغمبر نے غیر مشکوک اور واضح الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی صفات کو بیان کیا ہے۔

فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔ وطریقة الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام اثبات صفاتِ الکمال علی سبیل التفصیل لا الاجمال۔

(فتاویٰ کبریٰ جلد نمبر ۶ صفحہ نمبر ۵۱۵ نیز اقتضاء الصراط المستقیم صفحہ نمبر ۴۶۵)

یعنی عقیدہ شانِ الوہیت کے متعلق طریقہ تبلیغ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ثبوتیہ کمالیہ کو غیر مشکوک اور واضح الفاظ میں تفصیل کے ساتھ بیان کرنا ہے نہ کہ مجمل ومشکوک الفاظ میں اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید وحدیث کے وہ مقامات جن میں مستعدد انبیاء ومرسلین صلوٰۃ اللہ وتسلیماتہ علیہم اجمعین کی طرف سے اوصاف ثبوتیہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توصیف بیان ہوئی ہے ان سب میں غیر مشکوک وغیرہ مجمل واضح اور باادب الفاظ کے مبارک جملے موجود ہیں کسی بھی باعثِ شک وشبہ یا موجب تردد وموہم کفر اور مجمل الفاظ نہیں ملتے۔

۷۔اسلئے کہ جو قول وفعل خرابی عقیدۂ عوام کا سبب بنے اس کا کرنا ناجائز اور ترک ضروری ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔

لا تقولو شاء الله وشاء محمد۔

ترجمہ: نہ کہو تم کہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ اور محمد ﷺ چاہیں

اس کی وجہ محدثین نے یہی بیان کی ہے کہ اس قسم کے الفاظ سے عوام کا عقیدہ خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔دوسری حدیث میں ہے کہ جس خطیب نے ومن عصاهما، کہا تھا،

ترجمہ: وہ جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی۔ اس کو رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا۔ محدثین نے بھی اس کی یہی وجہ بتائی ہے کہ عوام کا عقیدہ اس قسم کے الفاظ سے خراب ہونے کا اندیشہ ہوسکتا تھا۔

تیسری حدیث

میں ہے کہ اپنے غلام یالونڈی کو عبدی وامتی کہنے سے منع فرمایا گیا۔ اس کی بھی یہی وجہ بتائی گئی ہے کہ خرابی عقیدہ عوام کے انسداد کے لیے ہے۔

چوتھی حدیث

میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے: أَطْعِمْ رَبَّكَ وَضِّئْ رَبَّكَ، اسْقِ رَبَّكَ، (بخاری شریف جلد نمبر ۲ ص ۳۴۶) کہنے سے منع فرمایا۔ اس کی وجہ بھی ماہرین حدیث نے یہی بیان کی ہے کہ یہ انسداد سببِ فسادِ عقیدہ کے لیے ہے۔ اس سلسلہ میں اور بھی بے شمار حدیثیں موجود ہیں غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی میں ہے ومنھا ان العامۃ یعتقدونھا وسنۃ (غنیۃ المستملی ص ۴۳۳) یعنی صلوٰۃ غائب کے ناجائز ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ عوام کو اس کی سنت اور حکم شرعی ہونے کا عقیدہ ہوسکتا ہے اور جو چیز خرابی عقیدہ عوام کا سبب ہو وہ ناجائز ہوتی ہے۔

مذکورہ الفاظ یعنی ''اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین'' سادہ لوح مسلمانوں کو بطور عقیدہ یاد کرا کے ان کا عقیدہ خراب کرنے کے بعد توجیہات وتاویلات کے چکر میں پڑنے کا کیا فائدہ ہے جبکہ اسلام اور کفر اور ادب و بے ادبی اور جائز وناجائز کا دارومدار عرف پر ہوتا ہے اور عرف شرع میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم یا امر کا مطلب ہمیشہ تشریعی حکم ہوتا ہے۔ المستصفیٰ میں ہے

أَنَّ الحُكْمَ عِندَنَا عِبَارَةٌ عَنْ خِطَابِ الشَّرْعِ إِذَا تَعَلَّقَ بِأَفْعَالِ المُكَلَّفِينَ، فَالحَرَامُ هُوَ المَقُولُ فِيهِ اُتْرُكُوهُ وَلَا تَفْعَلُوهُ، وَالوَاجِبُ هُوَ المَقُولُ فِيهِ افْعَلُوهُ وَلَا تَتْرُكُوهُ، وَالمُبَاحُ هُوَ المَقُولُ فِيهِ إِنْ شِئْتُمْ فَافْعَلُوهُ وَإِنْ شِئْتُمْ فَاتْرُكُوهُ؛ فَإِنْ لَمْ يُوجَدْ هَذَا الخِطَابُ مِنَ الشَّارِعِ فَلَا حُكْمَ

ترجمہ: بے شک اللہ کا حکم اہل سنت وجماعت کے نزدیک خطاب شرعی سے عبارت ہے جب وہ افعال مکلفین سے متعلق ہو پس حرام وہ حکم جس میں کہا جاتا ہے کہ چھوڑ دو اور اسے مت کرو اور واجب اللہ کا وہ حکم ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کو کرو اور چھوڑو مت اور مباح اللہ کا وہ حکم ہے۔ جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ چاہو اسے کرو، چاہو اسے چھوڑ دو۔ پس اگر شارع کی طرف سے یہ خطاب نہ پایا جائے تو اللہ کا حکم بھی نہیں ہوگا۔ (المستصفیٰ جلد نمبر ۱ ص ۵۵)

فواتح الرحموت شرع مسلم الثبوت میں ہے: وہو عندنا معشر اہل السنتہ خطاب اللہ المتعلق بافعال المکلفین اقتضاء او تخییراً۔

(فواتح الرحموت جلد ۱ ص ۵۴) یعنی حکم کا معنی ومطلب شریعت کے عرف میں اہل السنت والجماعت کے مذہب میں اللہ تعالیٰ کا وہ خطاب ہے جو مکلف بندوں کے افعال کے ساتھ اقتضاءً یا تخییراً متعلق ہو۔

نہایۃ السئول میں ہے۔

وصار بعد اصطلاح الاصولیین علیہ حقیقۃ عرفیۃ۔ (نہایت السئول جلد ۱ ص ۴۷)

یعنی علماء اصول وفقہاء اسلام کی اصطلاح اس پر ہونے کے بعد حکم کا معنی حکم تشریعی میں حقیقۃ عرفیہ بن گیا۔

منہاج الاصول میں ہے۔

الحکم خطاب اللہ تعالیٰ المتعلق بافعال المکلفین بالا قتضاء او التخییر۔(منہاج الاصول جلد ا ص ۴۲)

یعنی اہل سنت و جماعت کے مذہب میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو حکم نسبتاً ہو اس کا معنی اللہ تعالیٰ کا وہ خطاب ہے جو مکلف بندوں کے افعال کے ساتھ کرنے یا نہ کرنے کے تقاضا کے ساتھ یا اختیار کے ساتھ متعلق ہو۔

دوسرے شبہ کا ازالہ:۔

دوسرا جملہ یعنی ''اللہ کے حکم وامر کے بغیر مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین'' کی مذکورہ توجیہہ بھی خالص مغالطہ ہے یا اشتباہ۔

۱۔ اس لیے کہ اس طرح کی الٹی منطق کلمہ توحید کی تشریح میں اسلامی کتابوں سے ثابت نہیں ہے۔ ورنہ حوالہ پیش کیا جائے۔ اسلامی روایات کے خلاف ظاہر الغلط وموہم کفر لفظ استعمال کر کے عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے بجائے اس کو ترک کر کے قرآن وحدیث کے مطابق تبلیغ کرنا بہتر ہے۔

۲۔ اس لیے کہ اس طرح کا عقیدہ ابوجہل سمیت تمام مشرکین کا بھی تھا وہ بھی یہی کہتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادہ کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں مشرکین کا یہی عقیدہ ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ

ترجمہ: اور مشرک بولے اللہ چاہتا تو اس کے سوا کچھ نہ پوجتے نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ اس سے جدا ہو کر ہم کوئی چیز حرام ٹھہراتے ایسا ہی ان سے اگلوں نے کیا تو رسولوں پر کیا ہے مگر صاف پہونچا دینا (سورۃ النحل، ۳۵)

ترجمہ: اور مشرکین نے کہا کہ اللہ نے ہمارے شرک کا ارادہ نہ کیا ہوا ہوتا تو ہم اور ہمارے آباؤ اجداد اس کے بغیر کسی اور چیز کی عبادت نہ کرتے اور نہ ہی اللہ کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ۔

ترجمہ: اب کہیں گے مشرک کہ اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا نہ ہم کچھ حرام ٹھہراتے (سورۃ الانعام آیت ۱۴۸)

عنقریب کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا ہے کہ اگر اللہ ہمارا شرک نہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادے شرک نہ کرتے ہوتے اور نہ ہی اس کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔

تیسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ۔

ترجمہ: اور مشرکین نے کہا اگر اللہ چاہتا تو ہم ان بتوں کی عبادت نہ کرتے۔ (سورۃ الزخرف: ۲۰)

مقامِ عبرت:

اسلام اور مسلمانوں کو ایسی تبلیغ سے کیا فائدہ ہے جس کا چرچا چودہ سو سال پہلے ابوجہل بھی کر چکا ہے۔ اسلامی تبلیغ کا دارومدار امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر ہے یعنی اسلامی عقیدہ یا اعمالِ صالحہ کو انسانی زندگی کے کسی بھی شعبہ میں ترک کیا جارہا ہو وہیں پر امر بالمعروف کرنا فرض ہے اور اس طرح اگر غیر اسلامی عقیدہ یا منکرات کا ارتکاب کیا جارہا ہو وہیں پر نہی عن المنکر کرنا فرض ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادہ وبقدر خیرہ وشرہ کے خلاف ہونے کا عقیدہ کسی مشرک کا بھی نہیں ہے۔ بلکہ مسلم وغیر مسلم سب کا متفقہ عقیدہ ہے تو پھر ایسی تبلیغ کے لیے مسلمانوں کو ان کے متعلقہ مشاغل ذریعہ معاش صنعت وحرفت وغیرہ ضروریات جن کا کرنا اسلامی روایات کے مطابق لازم ہے سے نکال کر گاؤں گاؤں پھرنا اسلام کی کونسی خدمت ہے؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

شبہ کا ازالہ:

اس مقام پر یہ شبہ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ کے امر کے بغیر مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا مطلب یعنی اللہ کے ارادہ کے بغیر مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین وعقیدہ اگرچہ ابوجہل کو بھی حاصل تھا اور موحد مشرک، مسلم وغیر مسلم سب کا غیر متنازعہ اور مسلمہ مشترکہ عقیدہ ہے لیکن اس کے باوجود موجودہ زمانہ میں اس قسم کی تبلیغ کرنے والوں کی صحبت میں رہنے سے انسان داڑھی، مسواک، نمازِ پنجگانہ کے پابند ہونے کے ساتھ، ساتھ نسوار، سگریٹ، پان اور چرس وغیرہ بدفعلیوں سے نجات پالیتا ہے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ نماز کا پابند ہونا اور بدفعلیوں سے بچنا یقیناً اچھی صفت ہے ایک بے نماز کے مقابلہ میں نمازی اور بدعمل کے مقابلہ میں نیک عمل انسان ہزار ہا درجہ بہتر ہے لیکن عقیدہ خراب ہوجانے کے بعد نماز، روزہ وغیرہ کوئی بھی عبادت وغیرہ قبول نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ اسلام کے حوالہ سے ہر قسم کی مقبولیت کے لیے عقیدہ صحیح ہونا اولین شرط ہے۔ دنیاوی لحاظ سے اگرچہ ریش تراش کے مقابلہ میں باریش بدکار کے مقابلہ میں نیکوکار بے نماز کے مقابلہ میں نمازی کو مسلم معاشرہ میں پسند کیا جاتا ہے اور مذہب کے حوالہ سے، نیک، پرہیزگار، بزرگ مبلغ وغیرہ باعزت الفاظ کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے لیکن عنداللہ وعندالرسول اور اخروی لحاظ سے بدعقیدہ نمازی کے مقابلہ میں صحیح العقیدہ بے نماز اور بدعقیدہ باریش کے مقابلہ میں صحیح العقیدہ ریش تراش بدرجہا بہتر ہے قرآن کریم نے اس موازنہ کو بایں الفاظ بیان کیا ہے:

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِندَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

ترجمہ: تو کیا تم نے حاجیوں کی سبیل اور مسجد حرام کی خدمت اس کے برابر ٹھہرالی جو اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔ (سورۃ توبہ آیت، ۱۹)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ

ترجمہ: ان کا تو سب کیا دھرا اکارت ہے اور وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے (سورۃ توبہ آیت ۱۷)

تیسری جگہ ارشاد فرمایا:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (سورۃ البقرہ آیت ۱۷۷)

ترجمہ: کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو، ہاں اصلی نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر، اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھوڑانے میں، اور نماز قائم رکھے اور زکوۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں یعنی بقبلہ ہونا اور عبادت بجالانا اللہ کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتا جب تک عقیدہ درست نہ ہو۔

چوتھی جگہ ارشاد فرمایا:

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ

ترجمہ: کیا جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کردیں گے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ اِن کی اُن کی زندگی اور موت برابر ہوجائے کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں۔ (سورۃ الجاثیہ آیت ۲۱)

یعنی کیا بدعقیدگی کے گناہ میں مبتلا لوگوں نے یہ گمان کررکھا ہے کہ ہم ان کی زندگی اور موت ان لوگوں کی طرح کریں جنہوں نے صحیح عقیدہ کے ساتھ عمل صالح کیے ہیں وہ اپنی طرف سے جو فیصلہ صادر کررہے ہیں وہ بہت برا ہے۔

پانچویں جگہ ارشاد فرمایا:

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا

ترجمہ: ہم نے قصد فرما کر انہیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرّے کردیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں (سورۃ الفرقان آیت ۲۳)

یعنی غیر اسلامی عقیدہ والوں کے اچھے اعمال کو ہم نے ریزہ ریزہ کرکے ذرات بنادیا۔

کلمہ توحید پر قرآن وحدیث کے مطابق عقیدہ رکھنا اولین بنیاد اسلام ہے اور نماز، روزہ، حج، زکوۃ سمیت تمام اعمال صالحہ کی قبولیت کی شرط ہے لیکن اس پر یقین کے نام سے قرآن وحدیث کے خلاف عقیدہ جما کر جہل مرکب میں مبتلا ہونے کے بعد عنداللہ وعندالرسول کسی قسم کی عبادت مقبول ومفید نہیں ہوگی۔ ورنہ عبداللہ ابن سلول جہنمی قرار نہ پاتا۔ حالانکہ وہ پکا نمازی، باریش تھا۔ اور اسکا نفاق ظاہر ہونے سے قبل اسلام کے حوالہ سے متقی پرہیزگار و معزز سمجھا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جنگِ احد کے لیے تیاری کے سلسلے میں رسولِ اکرم ﷺ نے دیگر صاحب الرائے صحابہ کی طرح اس کو بھی مجلس مشاورت میں بلا کر اس سے مشورہ طلب کیا بظاہر ان تمام اچھائیوں اور عبادات کے باوجود وہ:

ۚ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ

ترجمہ: بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں۔(سورۃ النساء:۱۴۵)

کا مصداق صرف اس لیے ٹھہرا کہ اس کا عقیدہ خراب تھا اور کلمہ توحید کی بابت درست عقیدہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی تمام نمازیں، عبادات وغیرہ ضائع ہوگئیں۔

۳۔ اس لیے کہ یہ توجیہہ معتزلہ کا عقیدہ ہے الصواعق المرسلہ میں ہے:

الارادة بمعنی الامر عند المعتزلة۔

ترجمہ: ارادہ معتزلہ کے نزدیک امر کے معنیٰ میں ہے(الصواعق المرسلہ ص ۱۰۸)

اور فتاویٰ کبریٰ میں ہے:

وجهم ومن وافقه من المعتزلة اشر كوا فی ان مشية الله ومحبته ورضاه بمعنی واحد۔(فتاویٰ کبریٰ ج ۸ ص ۴۷۴)

اہلسنت وجماعت کے مذہب میں اللہ تعالیٰ کا امر وارادہ جدا جدا چیزیں ہیں

احیاء العلوم میں ہے۔

امر الله غیر الارادہ۔(احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۱۱)

ترجمہ: اللہ کا امر اللہ کے ارادے کا غیر ہے

نبراس میں ہے:

الارادة والمشية والتقدير متعلق بالكل والرضا والمحبة والامر لايتعلق الا بالحسن لا القبيح۔

ترجمہ: ارادہ، مشیت اور تقدیر تمام (حسن وقبیح) سے تعلق رکھتے ہیں اور رضا ومحبت اور امر صرف حسن سے تعلق رکھتے ہیں نہ کہ قبح سے۔(نبراس ص ۲۷۶)

نہایۃ فی الشرح منہاج الاصول میں ہے:

ان الارادة لاتطلق على الامر بل هي بمعنی المرجح فقط عندنا وعندهم تطلق على معنى الامر بمعنى الطلب۔

ترجمہ: بے شک ارادے کا اطلاق امر پر نہیں ہوتا بلکہ وہ ہمارے نزدیک صرف مرجح (ترجیح دینے والا) کے معنی میں ہے اور ان کے نزدیک امر کے معنی طلب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے(نہایۃ السوال، ص ۲۴۱)

۴۔ اس لیے کہ امر، نہی، حکم یہ تینوں الفاظ عرف شرع میں بمعنی حکم شرعی کے استعمال ہوتے ہیں۔الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ میں ہے۔

حکم الله هو الامر والنهی۔

یعنی عرف شرح میں اللہ کے حکم سے مراد امر یا نہی ہوتے ہیں۔(الحدیقۃ الندیہ ج ۱ ص ۲۴۶)

المستصفیٰ من علم الاصول میں ہے

ان الحکم عندنا عبارة عن خطاب الشرع اذاتعلق بافعال المکلفین فالحرام هو المقول فیه اترکوه ولا تفعلوه والواجب هو المقول فیه،افعلوه ولاتترکوه والمباح هو المقول فیه ان شئتم فافعلوه وان شئتم فاترکوه فان لم یوجد هذا الخطاب من الشارع فلا حکم۔

ترجمہ: بے شک اللہ کا حکم اہل سنت وجماعت کے نزدیک خطاب شرعی سے عبارت ہے جب وہ افعال مکلفین سے متعلق ہو پس حرام وہ حکم جس میں کہا جاتا ہے کہ چھوڑ دو اور اسے مت کرو اور واجب اللہ کا وہ حکم ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کو کرو اور چھوڑو مت اور مباح اللہ کا وہ حکم ہے۔جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ چاہو اسے کرو، چاہو اسے چھوڑ دو۔پس اگر شارع کی طرف سے یہ خطاب نہ پایا جائے تو اللہ کا حکم بھی نہیں ہوگا۔(المستصفیٰ ج۱ ص ۴۵۵)

مسلم الثبوت میں ہے:

الباب الثانی فی الحکم وهو عندنا خطاب الله المتعلق بفعل المکلف اقتضاء او تخیراً۔

ترجمہ: دوسرا باب حکم کے بیان میں ہے اور حکم ہمارے نزدیک اللہ تبارک وتعالیٰ کا خطاب ہے جو مکلف کے فعل سے بطور اقتضاء (جس کے کرنے کا تقاضا کیا گیا ہو) یا اختیار (جس کے کرنے نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہو) متعلق ہو (مسلم الثبوت ص ۱۲)

مذکورہ تصریحات سے واضح ہوا کہ اہل سنت وجماعت کے چاروں مذاہب کے عرف ہیں اسلام کے حوالہ سے اللہ کا حکم یا امر کے الفاظ جب بھی استعمال کیے جاتے ہیں تو ان سے مراد ہمیشہ حکم تشریعی ہوتا ہے نہ کہ معنی لغوی وغیرہ۔یہی وجہ ہے کہ عقائد کی عبارت میں وحکمہ کے لفظ پر اعتراض ہو رہا تھا۔جس سے بچنے کے لیے شرح عقائد نے اس کی تاویل خطاب تکوینی کے ساتھ کی ہے۔

خلاصۂ مذہب اہل سنت وجماعت

یہ ہے کہ مخلوق سے صادر ہونے والے ہر قسم کے اعمال وافعال اللہ تعالیٰ کی تقدیر وارادہ اور خطابِ تکوینی کے مطابق ظاہر ہوتے ہیں لیکن اچھے اور برے اعمال کا فرق یہ ہے کہ مخلوق سے صادر ہونے والے اچھے اعمال مطابق حکمِ تکوینی تابع تقدیر وارادہ ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم وامر یا رضا سے ہوتے ہیں اور برے اعمال مطابق حکم تکوینی وتابع تقدیر وارادہ ہوتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کے حکم وامر اور رضا کے بغیر ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ۔

ترجمہ: بے شک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔(سورۃ الاعراف آیت ۲۸)

۵۔ اس لیے کہ یہ الفاظ وعقیدہ کلمہ توحید کے مقصد کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔حالانکہ معنی مقصودی اور مطلوب کلام کو شریعت کی زبان میں عبارۃ النص

کہتے ہیں۔ جو صراحۃً آسانی کے ساتھ بلا تاویل وتوجیہہ مخاطب کی سمجھ میں آجائے۔

تحریر الاصول ابن ہمام کی شرح التقریر والتحبیر میں ہے:

فعبارة النص دلالته علی المعنی مقصوداً اصلاً

ترجمہ: عبارۃ النص اس کا معنیٰ مقصود اصلی پر دلالت کرنا ہے، (التقریر والتحبیر جلد ا ص ۱۰۶)

اگر مذکورہ الفاظ وعقیدہ یعنی اللہ کے امر وحکم کے بغیر مخلوق سے کچھ نہ ہونے کا یقین کلمہ توحید کا مقصودی معنی ومطلوب ہوتا تو پھر اس قسم کی تاویلیں کرنے کی کیوں ضرورت پیش آتی۔

حقیقت یہ ہے کہ کلمہ توحید میں کوئی لفظ بھی ایسا نہیں جو اس عقیدہ شنیعہ بدعیہ پر دلالت کرتا ہو۔ ورنہ بتایا جائے وہ کونسا لفظ ہے؟

انصاف یہ ہے کہ مذکورہ الفاظ عقیدہ یعنی ''اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور اللہ کے امر کے بغیر مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین'' بدعت ضلالہ شانِ الوہیت کی توہین، شریعت محمدی ﷺ پر بہتان اور غیر اسلامی تبلیغ ہونے کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔ لہٰذا ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ اس غیر پوشیدہ جرم سے اعلانیہ توبہ کر کے مطابقِ قرآن وحدیث امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے عظیم فریضہ اسلام کی ادائیگی کے لیے رسول اکرم ﷺ کے طریقہ تبلیغ کے مطابق اسلامی تبلیغ کا انتظام کیا جائے۔

استفتاء بخدمت علماء کرام ومفتیان عظام

حضرات کرام ہر قسم کے تعصب وجانبداری سے پاک حمیتِ اسلامی اور نہی عن المنکر کے مذہبی جذبہ کے باعث بغرضِ اصلاح جس عقیدہ والفاظ کو اس سوالنامہ میں غیر اسلامی تبلیغ وعقیدہ اور توہین شان الوہیت وشریعت محمدی ﷺ پر بہتان ثابت کیا گیا ہے آپ بھی ہر قسم کے تعصب سے بالاتر رہتے ہوئے حسبۃً اللہ۔

۱۔ شان الوہیت کی بابت عقیدہ کی حیثیت سے اس پر غور فرمائیں۔

۲۔ عقائد اسلامیہ کے محافظ کی حیثیت سے میری طرف سے بیان کردہ دلائل کا جائزہ لیجئے۔

۳۔ اگر آپ نے اپنی تحقیق کی روشنی میں میرے دلائل سے اختلاف کیا تو میرے خلاف فتویٰ صادر فرما کر میری تسلی فرمائیں میں آپ کا شکریہ ادا کروں گا۔

۴۔ اگر میرے دلائل کو قرآن وحدیث واسلامی دستاویزات کے مطابق پایا تو نہی عن المنکر کے اس مذہبی فریضہ کی ادائیگی میں تائید وتوثیق فرمایئے یا مستقل فتویٰ فرما کر سادہ لوح مسلمانوں کو اس اعتقادی گمراہی سے بچا کر اپنی مذہبی ذمہ داری انجام دیجئے۔ آجر کم علی اللہ۔

(پیر محمد چشتی کا فتویٰ ختم ہوا)

پیر محمد چشتی نے تبلیغی جماعت والوں بتاریخ ۲۹ ستمبر ۱۹۹۱ء کو نشتر پارک میں کافر، اور زندیق کہا، اب امام عبدالشکور سالمی اور مجدد الف ثانی مع حضور سیدی حضرت مبارک صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) نے کافر زندیق کہہ دیا تو آسمان ٹوٹ کر زمین پر آگیا۔ اس میں غور کرو۔

فتویٰ کی عبارت: (۱)

جس میں آپ نے تبلیغی جماعت کو کافر، زندیق کہا ہے۔

اس لیے کہ کلمہ توحید کی تشریح میں اکابرینِ اسلام نے اس کے معانی، مطالب، مقاصد، فضائل و مسائل کی بابت بہت کچھ لکھا ہے لیکن اس قسم کے موہم کفر الفاظ و جملہ کسی سے ثابت نہیں ہیں۔ لہٰذا شانِ الوہیت کی تنقیص کے موجب الفاظ کی توجیہہ کرنے کے بجائے اس کو ترک کر کے توبہ کرنا بہتر ہے۔

فتویٰ کی عبارت: (۲)

اس لیے کہ سب کمالات کا اللہ سے ہونے کا یقین کرنا بھی غیر اسلامی عقیدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کمالات اس کی شان کے لائق ہوتے ہیں اور مخلوق کے کمالات اور اس کی شان کے لائق ہوتے ہیں۔ خالق کا کمالاتِ مخلوق سے پاک و مقدس و منزہ ہونے کا یقین و عقیدہ ضروری ہے اور مخلوق کا کمالاتِ خالق میں شریک نہ ہونے کا یقین و عقیدہ رکھنا مومن و مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ مثال کے طور پر منکسر المزاج و متواضع ہونا انسان کا کمال ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی بابت نقصان و عیب ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے متصف نہ ہونے کا یقین و عقیدہ ضروری ہے۔ روزِ قیامت شفاعتِ کبریٰ کے عظیم مرتبہ پر فائز ہو کر عذاب الیم سے خلائق کو نجات دلانا مخلوق (رسول اللہ ﷺ) کا کمال ہے۔ جو اللہ کی شان کے لائق ہرگز نہیں ہے۔ علیٰ ہذا القیاس گر فرقِ مراتب نمی کنی زندیق میشو۔

فتویٰ کی عبارت: (۳)

اس لیے کہ شانِ الوہیت کے متعلق اس طرح کا موہم کفر و غیر اسلامی جملہ و الفاظ استعمال کرنے کے بعد علماء حق کی گرفت سے بچنے کے لیے توجیہات کا سہارا ڈھونڈنا انبیاء علیہم السلام کے طریقۂ تبلیغ کے سراسر خلاف ہے اور جو تبلیغ طریقۂ پیغمبر کے خلاف ہو وہ اسلامی تبلیغ ہرگز نہیں ہو سکتی۔ شانِ الوہیت کے متعلق عقیدہ کی تبلیغ نبوی یہ ہے کہ ہر پیغمبر نے غیر مشکوک اور واضح الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی صفات کو بیان کیا ہے۔

فتویٰ کی عبارت: (۴)

اس لیے کہ اس طرح کی الٹی منطق کلمہ توحید کی تشریح میں اسلامی کتابوں سے ثابت نہیں ہے۔ ورنہ حوالہ پیش کیا جائے۔ اسلامی روایات کے خلاف ظاہر الغلط و موہم کفر لفظ استعمال کر کے عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے بجائے اس کو ترک کر کے قرآن و حدیث کے مطابق تبلیغ کرنا بہتر ہے۔

استفتاء بخدمت علماء کرام و مفتیان عظام

حضرات کرام ہر قسم کے تعصب و جانبداری سے پاک حمیتِ اسلامی اور نہی عن المنکر کے مذہبی جذبہ کے باعث بغرضِ اصلاح جس عقیدہ و الفاظ کو اس سوالنامہ میں غیر اسلامی تبلیغ و عقیدہ اور توہین شان الوہیت و شریعت محمدی ﷺ پر بہتان ثابت کیا گیا ہے آپ بھی ہر قسم کے تعصب سے بالاتر رہتے ہوئے حسبۃ اللہ۔

باب نمبر ۲۰

شیون:

سوال: (۳۵) پیر محمد چشتی کا اعتراض

(۳) اللہ تعالیٰ سے اسکی شان کے مطابق سب کچھ ہونے کا یقین اور اسکی شان اقدس کے خلاف اس سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین میرے سمیت تمام عالم اسلام کا مشترکہ عقیدہ ہے جسکو آپ کفری عقیدہ سمجھتے ہیں اور بار ھا بار آپ اس عقیدہ پر حکم کفر لگا چکے ہیں۔ میرے نزدیک اس عقیدہ پر حکم کفر لگانا اور ایسے الفاظ کو کفریہ کہنا قرآن حدیث سے انکار اور صحابہ تابعین ائمہ مجتہدین بلکہ تمام مسلمانوں کو کافر قرار دینے کے مترادف ہے۔

سوال: (۳۶) (۴) الاستفتاء میں اللہ کی شان کے لائق سب کچھ اس سے ہونے کے یقین ہے۔ کہ الفاظ میں لفظ شان جو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہوا ہے اس نسبت کو آپ کفریہ فعل قرار دیکر اللہ کی طرف لفظ شان کی نسبت کرنے پر کفر کا حکم لگایا ہے۔ جس پر عینی شاہدین موجود ہیں میرے نزدیک آپکا یہ فتویٰ نہایت خطرناک قرآن وحدیث سے انکار اور تمام عالم اسلام کو کافر قرار دینے کے مترادف ہے۔

فتویٰ کی عبارت: (۱) پیر محمد چشتی تم نے لکھا:

اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق تمام کمالات کے ہونے کا یقین اور اس کی شانِ اقدس کے خلاف کسی بھی چیز کے نہ ہونے کا یقین کیا ہے۔

دلیلِ ہفتم

جس مسئلے پر یقین کرنا ضروری ہو اس کے منکر یعنی اس پر یقین نہ کرنے والے پر کفر لازم آتا ہے جیسا توحید، نبوت، فرضیتِ نماز، روزہ وغیرہ لیکن مذکورہ عقیدہ والفاظ یعنی اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور اللہ کی حکم کے بغیر مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین، صحابہ، تابعین، مجتہدین، محدثین، آئمہ دین میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہیں ہے ورنہ حوالہ پیش کیا جائے۔ بلکہ سب نے اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق تمام کمالات کے ہونے کا یقین اور اس کی شانِ اقدس کے خلاف کسی بھی چیز کے نہ ہونے کا یقین کیا ہے جیسے علم کلام کے حوالے سے۔

نیز اللہ تعالیٰ کے اوصاف سلبیہ اور سبوحیت وقدوسیت کے حوالہ سے بیان ہو چکا ہے تمام اکابرین امت کی تکفیر کی بجائے مذکورہ الفاظ وعقیدہ خود شریعتِ اسلامیہ پر بہتان، شانِ الوہیت کی تنقیص اور غیر اسلامی تبلیغ ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر کر اس غیر اسلامی تبلیغ کو ترک کر کے اسلامی تبلیغ کا آغاز کیا جائے۔

فتویٰ کی عبارت: (۲) پیر محمد چشتی تم نے لکھا:

احکام ہائے اسلام کے مختلف طریقے:

رسول اللہ ﷺ کا بتایا ہوا طریقہ وتعلیم شانِ الوہیت کے بارے میں جدا ہے، شانِ نبوت کے بارے میں جدا حقوق اللہ کی بابت جدا، نماز کا جدا، روزہ کا جدا۔ الغرض ہر ہر چیز کی بابت رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے مختلف ہیں۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ،

ترجمہ: بیشک تمہیں رسول اللہ ﷺ کی پیروی بہتر ہے۔(سورۃ الاحزاب آیت۔۲۱) کا ارشادِ خداوندی تمام احکامِ شریعت کو شامل ہے چاہے از قبیل اصولِ دین ہو یا فروعِ دین اللہ تعالیٰ کی شانِ خالقیت ہو یا شانِ سبوحیت وقدوسیت کونسا اہلِ علم مسلمان اس بات کو نہیں جانتا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں شانِ الوہیت کی بابت رسول اللہ ﷺ کا بتایا ہوا طریقہ وعقیدہ یہ ہے کہ اللہ کی شان کے لائق ہر کمال کا اس سے ہونے کا یقین ضروری ہے۔اور اس کی شانِ اقدس کے خلاف کسی بھی کمال یا صفت یا فعل کے ساتھ اس کے متصف نہ ہونے کا یقین کرنا ضروری ہے۔

استفتاء بخدمت علماء کرام ومفتیان عظام:

حضرات کرام ہر قسم کے تعصب وجانبداری سے پاک حمیتِ اسلامی اور نہی عن المنکر کے مذہبی جذبہ کے باعث بغرضِ اصلاح جس عقیدہ والفاظ کو اس سوالنامہ میں غیر اسلامی تبلیغ وعقیدہ اور توہین شان الوہیت وشریعت محمدی ﷺ پر بہتان ثابت کیا گیا ہے آپ بھی ہر قسم کے تعصب سے بالاتر رہتے ہوئے حسبة اللہ۔

الجواب:

محدث اہل سنت پیر محمد چشتی اب یہ شیون کی عبارات کو پڑھو! اور سمجھو اور فیصلہ کرو۔

مجلس شوریٰ کی طرف سے سوال نمبر ۳، اور، ۴، کا جواب، اور فتویٰ کی عبارت: (۱) اور (۲) کا جواب۔

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

۵۔معرفت: وجود و حقائق ممکنات: حق سبحانہ وتعالیٰ شیون ذاتیۂ خود را کہ عین ذات او اند در خارج در مرتبۂ واحدیت جدا جدا دانست وچون علم مقتضئ تمیز است آن شیونات در خانۂ علم تمیز پیدا کردند وهر شانے مقتضئ تمیز خاص وتشخص علیحدہ گشت واین شیونات متمایزہ در علم ممکنات نام یافتند چہ ممکن آنست کہ وجود وعدم وروے متساوی باشد ودر ایشان همچنین است زیرا کہ اینها برزخ اند، بین الوجود والعدم۔ نسبت بہ ذوات خویش رو بوجود دارند چہ شیون در خارج عین ذات اند ونسبت بہ تمیز وتشخص رو بعدم دارند چہ تمیز وجود بعدم است۔

ع

وبضدها تتبين الاشياء

و این صورِ علمیه اصلاً در خارج وجود ندآرند واز خانۂ علم نہ بر آمدہ اند بلکہ حق سبحانہ و تعالیٰ باآثار و احکام ایشان در خارج ظاھر است پس این صور در علم باشند و احکام آثار ایشان در خارج لیکن این آثار و احکام در خارج عین ذات اند زیرا کہ در خارج جز احدیت مجردہ نیست۔ فمطلق الظھور عینا للوجود و مطلق الظھور حکما للاشیائ۔ و آن کہ می نماید کہ این صور نیز در خارج اند توھمے است محض و تصورے است واھی۔ کما یشھد بہ ذوق ارباب الکشف و العرفان۔ و منشاء توھم آنست کہ حق سبحانہ و تعالیٰ بقدرت کاملۂ خود این صور علمیہ را بظاھر وجود نسبت مجھول الکیفیت بخشید و خلق عبارت از ایجادِ آن نسبت است و آن نسبت سبب نمایندگئ ایشان در خارج شدہ چنانکہ صورت شخص را نسبتے بآئینۂ کہ محاذئ اوست پیدا می شود کہ سبب نمایندگئ آن صورت در آن آئینہ می گردد۔ و آئینہ ھمچنان بر بیرنگی و صفائے خود است۔ فھو سبحانہ الاٰن کما کان فی الازل و لا شئ معہ۔

۵: معرفت:

ممکنات کا وجود اور ان کے حقایق:

حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی ذاتی شیون (شان کی جمع) کو جو کہ اس کی ذات کا عین ہیں، خارج کے اندر واحدیت کے مرتبہ میں الگ الگ جان لیا۔ اور چونکہ علم (یعنی جاننا) اس بات کا مقتضی ہے کہ وہ (معلومات) ایک دوسرے سے ممتاز ہوں۔ لہذا ان شیونات نے علم کے خانہ میں تمیز (ممتاز ہونا) پیدا کیا۔ (یعنی ہر شان ایک دوسرے سے ممتاز ہوگئی) اور ہر ایک شان خاص امتیاز اور علیحدہ تشخص کی مقتضی ہوگئی اور خانۂ علم کے اندر ان تمیز یافتہ شیونات نے ممکنات کا نام پایا، کیونکہ ممکن اس کو کہتے ہیں جس میں وجود اور عدم دونوں برابر ہوں۔ اور ان شیونات کا بھی یہی حال ہے کیونکہ یہ سب بھی وجود اور عدم کے درمیان برزخ ہیں، اپنی ذات کی طرف نسبت رکھتے ہوئے ان کا رخ وجود کی طرف ہوتا ہے، کیونکہ شیون خارج میں ذات کا عین ہیں اور تمیز اور تشخص کی طرف نسبت رکھتے ہوئے ان کا رُخ عدم کی طرف ہے، کیونکہ وجود کی تمیز عدم سے ہوتی ہے۔

وَبِضِدِّهَا تَبَيَّنُ الْأَشْيَاء

کہ ہر شے ہے ممیز اپنی ضد سے

یعنی چیزیں اپنی اضداد ہی سے پہچانی جاتی ہیں۔

اور یہ علمی صورتیں خارج میں قطعاً کوئی وجود نہیں رکھتیں اور علم کے خانے سے باہر ہی نہیں آئیں، بلکہ حق سبحانہ وتعالیٰ ان کے آثار و احکام کے ساتھ خارج میں پہچانا جاتا ہے۔ لہذا یہ صورتیں محض علم میں موجود ہوتی ہیں البتہ ان کے احکام و آثار خارج میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن یہ آثار و احکام خارج میں حق تعالیٰ کی ذات کا عین ہیں۔ کیونکہ خارج میں احدیّتِ مجردہ کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے لہذا عین ذات کے اعتبار سے مطلق ظہور محض وجود کیلئے ہے اور حکمی طور پر یعنی احکام کی ترتیب کے لحاظ سے مطلق ظہور اشیاء کیلئے ہے۔

اور وہ جو نظر آتا ہے کہ یہ صورتیں خارج میں بھی (موجود) ہیں تو یہ محض ایک توہم ہے اور غلط قسم کا تصور ہے، جیسا کہ اربابِ کشف و عرفان کا ذوق شہادت (گواہی) دیتا ہے۔ اور اس توہم کا باعث یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ان علمی صورتوں کو ظاہر وجود کے ساتھ ایسی نسبت عطا فرمادی ہے جس کی کیفیت نامعلوم ہے۔ اور خلق (پیدا کرنے) سے مراد، اس نسبت کو وجود بخشنا ہے اور یہ نسبت خارج میں ان کے نظر آنے کا باعث بن گئی

ہے جیسا کہ ایک شخص کی صورت کو اس آئینے کے ساتھ جو اس کے سامنے ہو ایک نسبت پیدا ہو جاتی ہے جو کہ اس آئینے میں اس شخص کی صورت نظر آنے کا سبب بن جاتی ہے۔ حالانکہ آئینہ (میں تو کسی کی صورت بھی نہیں ہوتی وہ) تو اسی طرح اپنی بے رنگی اور صفائی پر قائم ہے (جیسی کہ اس میں پہلے تھی) پس حق تعالیٰ سبحانہ اب بھی اسی طرح موجود ہے جیسا کہ ازل میں موجود تھا۔ اور اس کے ساتھ کوئی چیز بھی نہیں ہے۔

(معارف لدنیہ، معرفت، ۵، ص، ۸، ۹، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

۶۔ معرفت: مراتب وانواع سیر سالک: شیون در علم غیر از تمایز یک دیگر رنگ دیگر قبول نکردہ اند و آنچہ در خارج سوائے تمایز ایشان ظاہر است از احکام ولوازم خارجیۂ ایشان است ولہذا سالک چون بعین ثابتۂ خود می رسد و آن عین ثابتہ بر او منکشف می شود از اشکال خارجیہ ہیچ چیز درو نمی، یابد وغیر از شیٔ متمیز چیز دیگر بروے ظاہر نمی شود واگر ورائے تمیز رنگ دیگر می داشت ظاہر می شد وانبساطے کہ می نماید بواسطۂ اشتمال اوست بر شیونات متعددہ و کرویت بواسطۂ آن ست کہ شکل طبیعیٔ بسیط کرویست۔

وآنکہ بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم گفتہ اند کہ منتہائے سیرِ سالک ہمان اسم است کہ مبداء تعین اوست معنیٔ آن این ست کہ منتہائے سیر او عین ثابتۂ اوست ومراد از تعین تمیز خارجی است ومبداء این تعین وتمیز ہمان عین ثابتۂ اوست نہ باین معنی کہ مراداز تعین تعین علمی باشد واز مبدء شانِ الٰہی زیرا کہ شان در خارج عین ذات است واز ذات متمیز نیست تا مبداء چیزے تواند بود وسیر باو منتہی شود۔

وبعد از وصول بعین ثابتہ سیر او در ہمان عین ثابتۂ اوست زیرا کہ مشتمل است بر شیونات لا الی النہایۃ واین سیر را سیر فی اللہ گویند زیرا کہ تعین علمیٔ او تعینے است کہ از مرتبۂ جمع است وصفاتے کہ او مشتمل بر آن ست صفات الٰہی است نہ کونی پس فی الحقیقت سیر فی اللہ باشد چہ اللہ عبارت از ذات مع صفات است نہ ذات احدیت۔

وچون آن شیونات الٰہی در خانۂ علم رنگ تعین وتمیز پیدا کردہ اند وباین نسبت برزخ بین الموجود والمعدوم گشتہ سیر فی الاشیاء را اگر سیر در عالم گویند ہم راست می آید ازین جہت است کہ گفتہ اند بعد از وصول بنقطۂ آخر باز رجوع بنقطۂ اول میشود واین، سیر را سیر الاشیاء باللہ می گویند۔

وآنکہ گفتہ اند کہ سیر فی اللہ سیر معشوق در عاشق است بآن معنی کہ چون عاشق آنچہ داشت از اوصاف وافعال ہمہ را بمعشوق، دادہ وخود را خالی ساختہ پس ہر فعلے کہ بعد ازین واقع شود باو منسوب نہ باشد بلکہ بمعشوق منسوب است پس سیر نیز باو، منسوب باشد عاشق غیر از مکان کہ عبارت از خلاء است چیزے دیگر نیست لاجرم سیر معشوق در عاشق باشد۔

۶۔ معرفت

سالک کی سیر انواع ومراتب: شیون (شان کی جمع) نے علم کے خانہ میں ایک دوسرے سے باہم ممتاز ہونے کے علاوہ کوئی دوسرا رنگ قبول نہیں کیا۔ اور

خارج میں جو کچھ ان کے باہمی امتیاز کے علاوہ نظر آتا ہے وہ ان کے خارجی لوازم اور احکام میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سالک جب اپنے عینِ ثابت تک رسائی حاصل کر لیتا ہے اور وہ عینِ ثابت اس پر منکشف ہو جاتا ہے تو وہ اس میں خارجی شکلوں کی نوعیت کی کوئی چیز نہیں پاتا۔ اور متمیز شیٔ کے علاوہ کوئی دوسری شئے اس پر ظاہر نہیں ہوتی۔ اگر اس باہمی امتیاز کے علاوہ اس میں کوئی دوسرا رنگ بھی موجود ہوتا تو وہ ظاہر ہو جاتا اور اس کا جو انبساط (پھیلاؤ) نظر آتا ہے تو وہ اس وجہ سے ہے کہ وہ متعدد شیونات پر مشتمل ہے اور اس کا کُروی (کرہ شکل کا گول ہونا) اس وجہ سے ہے کہ بسیط (غیر مرکب) کی طبیعی صورت، کروی ہی ہوا کرتی ہے اور بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے جو یہ فرمایا ہے کہ سالک کی سیر کا آخری نقطہ وہی اسم ہے جو اس کے تعین کا مبدأ ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی سیر کا آخری نقطہ اس کا عینِ ثابتہ ہوتا ہے۔ اور اسکے تعین سے مراد، اس کا خارجی امتیاز (یعنی خارج میں متمیز ہونا) ہے۔ اور اس تعین اور تمیز کا نقطۂ آغاز (مبدأ) اس کا یہی عینِ ثابتہ ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ تعین سے مراد علمی تعین ہو اور مبدأ سے مراد شانِ الٰہی ہو۔ کیونکہ شان خارج کے اندر عینِ ذات ہوتی ہے اور وہ ذات سے متمیز نہیں ہوتی کہ جس سے وہ کسی چیز کا مبدأ بن سکتی اور سیر اس پر ختم ہو سکتی۔ اور عینِ ثابتہ تک رسائی حاصل کر لینے کے بعد اس کی سیر اُسی عینِ ثابتہ ہی میں ہوتی ہے کیونکہ وہ اتنی شیونات پر مشتمل ہے جن کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے۔ اس سیر کو (صوفیہ کی اصطلاح میں) سیر فی اللہ کہتے ہیں چونکہ اس کا علمی تعین، ایک ایسا تعین ہے جو مرتبۂ جمع میں پایا جاتا ہے اور جن صفات پر وہ مشتمل ہے وہ صفاتِ الٰہی ہیں۔ صفات کوئی نہیں ہیں۔ لہذا یہ درحقیقت سیر فی اللہ ہی ہوتی ہے۔

کیونکہ لفظ (اللہ) سے مراد، ذات مع صفات کے ہے، صرف ذاتِ احدیت نہیں ہے۔ اور چونکہ ان شیوناتِ الٰہی نے علم کے خانہ میں تعین اور تمیز کا رنگ حاصل کر لیا ہے اور اس نسبت سے وہ موجود اور معدوم کے درمیان برزخ (درمیانی واسطہ) بن گئی ہیں۔ لہذا، سیر فی الاشیاء، (اشیاء میں سیر) کو اگر، ،،سیر در عالم،، کہہ دیں تو یہ بھی صحیح ہو سکتا ہے۔ اسی وجہ سے صوفیائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے فرمایا ہے کہ آخری نقطہ تک رسائی حاصل کر لینے کے بعد پھر نقطۂ اول کی طرف واپسی ہوتی ہے۔ اور اس سیر (کو صوفیہ کی اصطلاح میں) سیر فی الاشیاء باللہ (خدا کے ساتھ اشیاء میں سیر کرنا) کہتے ہیں۔ اور جس کو (صوفیہ نے) سیر فی اللہ کہا ہے وہ (دراصل) عاشق کے اندر معشوق کی سیر ہوتی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ عاشق کو جو کچھ بھی اوصاف اور افعال حاصل تھے چونکہ اُس نے ان سب کو معشوق کے حوالے کر دیا ہے اور اپنے آپ کو بالکل خالی کر لیا ہے۔ تو اس کے بعد جو فعل بھی اس سے واقع ہوگا وہ اس کی طرف منسوب نہیں ہوگا بلکہ اس کی نسبت معشوق ہی کی طرف ہوگی اس لئے سیر بھی اسی کی طرف منسوب ہوگی عاشق کا وجود تو اب بجز ایک مکان کے جس سے مراد محض خلا ہے اور کوئی چیز نہیں ہے۔ لہذا لامحالہ یہ عاشق کے اندر معشوق ہی کی سیر ہوگی۔

(معارف لدنیہ، معرفت، ۶، ص، ۹، ۱۰، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

۷۔ معرفت: مقام تکمیل و جمع بین التشبیہ و التنزیہ: تشبیہے کہ بعد از تنزیہ ظاہر می شود عبارت از انکشاف عین ثابتہ او ست و آن چہ جمع می شود از تشبیہ و تنزیہ ہمین تشبیہ است کہ از مرتبۂ جمع است و تشبیہے کہ پیش از ظہور تنزیہ است از مرتبۂ فرق است در وقت ظہور تنزیہ محو و متلاشی می گردد و تاب جمع شدن باو ندارد۔

و معنئ جمع میان تشبیہ و تنزیہ آن ست کہ متعلق ادراک بسیط کہ ہمان تنزیہ است بعد از تنزل در پردۂ صفات الہیہ کہ عین

ثابته، مشتمل بر آن ست تشبیه گشته در علم می آید و متعلق ادراک مرکب می گردد پس مقام تکمیل همین جمع بین التشبیه و التنزیه باشد زیرا که صاحب تنزیه فقط قادر نیست بر احضارِ ذات در مدرکه چه علم ذات نمی باشد مگر در پردۂ صفات الهیه که عین ثابته مشتمل بر آن ست و عین ثابته برو منکشف نشده پس کسے که علم بمطلوب ندارد چگونه بآن اعلام نماید و مطلوب حقیقی را در پردۂ صفات کونیه نمی توان دانست که طاقت مرآتیت آن ندارد۔ لا یحمل عطایا الملک الا مطایاه۔

فنا فی اللہ کسے را میسر شود که هر ذرۂ وجود خود را مراۃ تمام اشیا یابد و اشیاء را در آن مطالعه نماید و هر ذرۂ او برنگ همه بر آید زیرا که هر شان در مرتبۂ ذات الهیه که در فنا فی اللہ معتبر است مشتمل بر جمیع شیونات است زیرا که از ذات متمیز و جدا نی نیست۔ پس چنانکه ذات مشتمل بر جمیع است شان او نیز مشتمل بر جمیع است پس سالک هر ذرۂ جامعۂ خود را در هر شان جامع فانی می سازد و بجائے هر ذره شانے را شیون الهی می یابد اگر چه بتفصیل آن مطلع نشود پس تا زمانے که هر ذرۂ او صفت جامعیت پیدا نکند قابلیت این فنا او را حاصل نه شود و بعضے باشند که بواسطۂ ضعف قوت مدرکه جامعیت خود را نتوانند دریافت اگر چه در واقع این کمال دارند و بفناء فی اللہ مشرف شوند و لازم نیست که هر که این جامعیت پیدا کند البته فنا فی اللہ شود۔ و ذٰلک فضل اللہ یوتیه من یشاء اللہ ذو الفضل العظیم۔

۷۔ معرفت

مقامِ تکمیل اور جمع در تشبیہ و تنزیہ :

وہ تشبیہ جو تنزیہ کے بعد ظاہر ہوتی ہے، (دراصل) اس کی اپنی عین ثابتہ کا انکشاف ہی ہے۔ اور جو تشبیہ تنزیہ کے ساتھ جمع ہوجاتی ہے وہ یہی تشبیہ ہوتی ہے جو مرتبۂ جمع سے تعلق رکھتی ہے جو تشبیہ، ظہورِ تنزیہ سے پہلے پیش آتی ہے اور مرتبۂ فرق (وامتیاز) سے تعلق رکھتی ہے، وہ تنزیہ کے ظہور کے وقت محو اور معدوم ہوجاتی ہے۔ اس تنزیہ کے ساتھ جمع ہونے کی قابلیت نہیں ہوتی۔ اور تشبیہ و تنزیہ کے درمیان جمع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ادراکِ بسیط کا متعلق (یعنی ادراکِ بسیط جس سے تعلق رکھتا ہے) جو کہ تنزیہ ہی ہے، صفاتِ الٰہیہ کے پردہ میں (جن پر عین ثابتہ مشتمل ہے) نزول کرنے کے بعد، تشبیہ بن کر علم میں آتا ہے۔ اور وہ ادراکِ مرکب کا متعلق بن جاتا ہے (یعنی ادراکِ مرکب اس سے متعلق ہوجاتا ہے) لہذا تکمیل کا مقام یہی جمع بین التشبیہ والتنزیہ کا مقام ہوتا ہے کیونکہ صرف تنزیہ والا شخص اس بات پر قادر نہیں ہے کہ وہ اپنی قوتِ مدرکہ میں ذات کو حاضر کر سکے، کیونکہ ذات کا علم، اُن صفاتِ الٰہیہ کے پردہ کے بغیر جن پر عین ثابتہ مشتمل ہے، ہو ہی نہیں سکتا۔ اور عین ثابتہ کا انکشاف اس پر ہوا ہی نہیں۔ لہذا وہ شخص جسے مطلوب کا علم ہی نہیں ہوا وہ دوسروں کو کس طرح اس کی اطلاع دے سکتا ہے اور مطلوب حقیقی کو صفاتِ کونیہ کے پردے میں نہیں جان سکتے کیونکہ صفاتِ کونیہ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ اس کا آئینہ بن سکیں،، شاہی عطیات کو تو شاہی سواریاں ہی اُٹھا سکتی ہیں،، فنا فی اللہ اسی شخص کو میسر آتی ہے

جو اپنے وجود کے ذرّہ ذرّہ کو تمام چیزوں کا آئینہ سمجھے اور اس میں اشیاء کا مطالعہ کرے۔ اور اس کا ہر ذرہ تمام اشیاء کے رنگ میں رنگا جائے، کیونکہ ذاتِ الٰہیہ کے مرتبہ میں ہر شان، جو فناء فی اللہ میں معتبر ہے، تمام شیونات پر مشتمل ہے کیونکہ وہ ذات سے متمیز اور الگ نہیں ہیں۔ لہذا جس طرح ذات، سب پر مشتمل ہے۔ اسی طرح اس کی شان بھی سب پر مشتمل ہے لہذا سالک اپنے ہر ذرۂ جامعہ کو ہر شانِ جامع میں فانی کر دیتا ہے اور وہ ہر ذرہ کی بجائے شیونِ الٰہیہ

میں سے کسی ایک شان کو موجود پاتا ہے۔ اگر چہ وہ اس کی تفصیل سے واقف نہ ہو سکے۔

لہٰذا جب تک اس کا ہر ذرّہ جامعیت کی صفت پیدا نہ کرلے، اس کو اس فنا کی قابلیت حاصل نہیں ہوتی اور بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی قوت مدرکہ کی کمزوری کی بنا پر، اپنی جامعیت کا ادراک نہیں کر سکتے۔ اگر چہ ان میں درحقیقت یہ کمال موجود ہوتا ہے اور وہ فنافی اللہ کے ساتھ مشرف ہو جاتے ہیں۔

اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ جو کوئی بھی اس جامعیت کو حاصل کرلے وہ ضرور ہی فانی فی اللہ ہو جائے۔ اور یہ اللہ ﷻ کا فضل وانعام ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ ﷻ بڑے ہی فضل والا ہے۔

(معارف لدنیہ، معرفت، ۷، ص، ۱۰، ۱۱، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

۸۔معرفت: وحدت ذاتی و صفاتی و افعالی: فعل و صفت حق سبحانه و تعالیٰ چون ذات او تعالیٰ یگانه است که اصلاً گنجائش کثرت ندارد۔ غایة ما فی الباب۔ چون ذات او تقدس بامور متکثره متمایزه تعلق پیدا کرد فعل و صفت او نیز تعلق پیدا کردند چه اینها در خارج عین ذات اند پس همچنانکه ذات بواسطۂ تعلق باشیاء متعدده ذوات متعدده می نماید فعل و صفت او نیز بواسطۂ همین تعلق متعدد و متکثر می نمایند مثلاً فعل حق سبحانه و تعالیٰ از ازل تا ابد یک فعل است، وما امرنا الا واحدة کلمح بالبصر۔ لیکن چون متعلق این فعل اشیاء متعدده است آن فعل نیز متعدد می نماید و چنانکه ذات جامع جمیع اضداد است فعل و صفت او نیز جامع اضداد اند کما مر پس همان یک فعل در جائے بصورت احیاء ظهور می کند و در جاء برنگ اماتت مے بر آید و در محلے همان فعل را اکرام و انعام می گویند و در محل دیگر ایلام و انتقام می نامند۔

وهمچنین کلام که صفت اوست سبحانه یگانه است و از ازل تا ابد بهمان یک کلام متکلم است چه خَرَس و سکوت بر آن حضرت جل ذکره جائز نیست و همان یک کلام بواسطۂ تعلق به محال مختلفه کلمات متعدده و صیغ متباینه می نماید گاهے آنرا امر گویند و گاهے نهی و گاهے اسم می خوانند و گاهے حرف و علی هذا القیاس۔

وهمچنین است آنچه علماء گفته اند، لا یجری علیه تعالیٰ زمان۔ زیرا که از ازل تا ابد نزد او سبحانه و تعالیٰ یک آن حاضر است و نسبت باو سبحانه ماضی و مستقبل نیست لیکن چون در آن یک آن امور متعدده بظهور می آیند و اشیاء متباینه بر لوح هستی می نمایند آن "یک آن" بواسطۂ این تعلق آنات متکثره و ازمنه متعدده می نماید۔

وهمچنین وجود حق سبحانه که عین ذات اوست بسیط حقیقی است در رنگ نقطه اصلاً قابل تجزی و انقسام نیست اما بواسطۂ تعلق باشیاء کثیره منبسط و مسطح می نماید۔

گفته نشود که هر گاه صور علمیه بواسطۂ تحقق نسبت ذات بآنها چنان می نماید که در ذات مرآت کائن و ثابت اند و همچنین این صور علمیه مرایائے اسمائے و صفات اند و اسماء و صفاتے که در مرآت هر کدام این ها ظاهر می شود وجۂ خاص آن شئ است پس لازم می

آید که در ذات فرض کرده شود۔ شیٔ غیر شیٔ و لا معنی للانقسام و التجزی الا ذٰلک۔ گوئیم که جواب این اشکال مبنی بر چند مقدمه است۔

اول: آنکه نقطه موجود است و بهیچ وجه قابل انقسام و تجزی نیست چنانکه محققان حکما و غیر ایشان گفته اند۔

دوم: آنکه ببرهان هندسی ثابت شده است که مرکزِ دائره نقطه است که بهیچ وجه انقسام قبول نکند۔

سوم: آنکه نیز ببرهان هندسی ثابت شده است که ممکن است اخراج خطوط از مرکز دائره که منتهی شوند بمحیط دائره بلکه به نقطهائے آن محیط چه همچنانکه مبدء خط نقطه است منتهائے آن نیز نقطه است۔

پس چون هر سه مقدمه معلوم شد بدانکه چون نقطه باوجودِ امکان خروج خطوط کثیره ازان و بودن آن مبدء کثرت حقیقی هیچ نقص بوحدت و بساطت او راه نمی یابد و همان طور بر عدم انقسام خود می ماند پس اگر وجودِ حق سبحانه مبدء کثرت وهمی باشد و اشیاء متکثره در مرآت ذات او کائن و ثابت متوهم شوند در بساطت او هیچ نقصان لازم نمی آید و بطریق اولیٰ بر صرافت وحدت بر قرار باشد۔

سبحان من لا یتغیر فی ذاته و لا فی صفاته و لا فی اسمائه بحدوث الاکوان۔ قال الشیخ رضی الله عنه فی الفتوحات المکیة کل خط یخرج من النقطة الی المحیط مساو لصاحبه وینھی الی نقطة المحیط و النقطة فی ذاتھا ما تزید مع کثرة الخطوط الخارجة منھا الی المحیط فقد صدرت الکثرة عن الواحد العین ولم یتکثر ھو فی ذاته فبطل قول من قال لا یصدر عن الواحد الا الواحد۔

۸۔معرفت

وحدتِ ذاتی وصفاتی وافعالی:

حق تعالیٰ سبحانہ کا فعل اور صفت بھی، اس کی ذات کی طرح یگانہ ہے جس میں کثرت کی گنجائش قطعاً نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ چونکہ حق تعالیٰ وتقدس کی ذات نے بہت سے ایسے امور کے ساتھ جو ایک دوسرے سے متمیز ہیں تعلق پیدا کرلیا ہے اس لیے اس کے فعل اور صفت نے بھی ان کے ساتھ تعلق پیدا کرلیا ہے کیونکہ یہ دونوں خارج میں عینِ ذات ہیں۔ لہٰذا جس طرح حق تعالیٰ کی ذات متعدد اشیاء کے ساتھ تعلق رکھنے کی وجہ سے، متعدد ذاتیں دکھائی دیتی ہے، اسی طرح اس کا فعل اور صفت بھی اسی تعلق کی بنا پر متعدد اور متکثرّ نظر آتا ہے۔ مثلاً حق تعالیٰ سبحانہ کا فعل، ازل سے لیکر ابد تک ایک ہی فعل ہے وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَۃٌ کَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ (اور ہمارا امر صرف ایک ہی ہے جیسا آنکھ کا جھپکنا) لیکن چونکہ اس فعل کا تعلق متعدد اشیاء کے ساتھ ہوتا ہے۔ لہذا وہ فعل بھی متعدد نظر آتا ہے اور جیسا کہ حق تعالیٰ کی ذات تمام اضداد کی جامع ہے، اسی طرح اس کا فعل اور صفت بھی جامعِ اضداد ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے لہذا وہی ایک فعل کسی مقام پر حیات بخشی کی صورت میں ظہور فرماتا ہے اور دوسری جگہ میں موت طاری کرنے کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے اور کسی مقام میں اسی فعل کو اکرام وانعام کہتے ہیں اور دوسرے مقام میں الم رسانی اور انتقام کے نام سے پکارتے ہیں۔

اسی طرح ،،کلام،، جو حق تعالیٰ سبحانہ کی صفت ہے، وہ بھی یگانہ ہے اور ازل سے لیکر ابد تک وہ اسی ایک کلام کے ساتھ متکلم ہے۔ کیونکہ گونگا ہونا یا

خاموش ہونا تو اس بارگاہِ جَلَّ ذکر، کے لئے جائز نہیں ہوسکتا اور وہی ایک کلام مختلف مواقع کے ساتھ تعلق ہونے کی وجہ سے متعدد کلمات اور مختلف صیغوں کی صورت میں نظر آتا ہے۔ کبھی اُسے،، اَمر،، کہتے ہیں، کبھی،، نھی،، کہتے ہیں اور کبھی،، اسم،، اور کبھی،، حرف،، کہتے ہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

اور وہ جو علماء نے کہا ہے کہ

لَا یَجْرِیْ عَلَیْہِ تَعَالیٰ زَمَانٌ

یعنی: حق تعالیٰ پر زمانے کے احکام جاری نہیں ہوتے۔

اس کی صورت بھی یہی ہے کیونکہ حق تعالیٰ سبحانہ کے سامنے تو ازل سے ابد تک ایک آن واحد ہے جو حاضر ہے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے ماضی اور مستقبل کا کوئی وجود نہیں ہے لیکن چونکہ اسی ایک آن (گھڑی) میں متعدد امور کا ظہور ہوتا ہے اور لوحِ ہستی پر مختلف چیزیں نظر آتی ہیں۔

لہذا اس تعلق کی وجہ سے وہی ایک آن گھڑی بیشمار آنوں اور متعدد زمانوں کی صورت میں نظر آتی ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ سبحانہ کا وجود جو اس کی ذات کا عین ہے بسیطِ حقیقی ہے (جس میں مرکب ہونے کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہوسکتا) اور نقطہ کی طرح اس میں بالکل بھی تجزیہ اور تقسیم جاری نہیں ہوسکتی۔ لیکن بے شمار اشیاء کے ساتھ تعلق رکھنے کی وجہ سے وہ منبسط (پھیلاؤ والی) اور مُسَطَّحْ (سطح کی طرح فراخ اور وسیع) نظر آتی ہے۔

یہاں یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ جبکہ یہ علمی صورتیں، اس وجہ سے کہ ان کے ساتھ ذات کی نسبت کا ثبوت ہوجاتا ہے، اسی طرح نظر آنے لگتی ہیں کہ گویا ذات کے آئینے میں مقیم اور ثابت ہیں، اور اسی طرح یہ علمی صورتیں، اسماء اور صفات کے آئینے بھی ہیں۔ اور یہ اسماء وصفات جو اُن میں سے ہر ایک کے آئینے میں ظاہر ہوتی ہیں وہ اسی چیز کی ایک خاص صورت ہوتی ہیں۔ لہذا اس سے لازم آتا ہے کہ ذات میں شئ کو غیر شئے فرض کیا جائے اور انقسام (تقسیم ہوجانے) اور تجزی (اجزاء بن جانے) کے بھی یہی معنی ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس اشکال کا جواب چند مقدمات پر مبنی ہے۔

پہلا مقدمہ تو یہ ہے کہ،، نقطہ،، موجود ہوتا ہے اور کسی طریقہ پر بھی انقسام اور تجزی (تقسیم ہوجانے اور جزو جزو بن جانے) کے قابل نہیں ہوتا جیسا کہ حکمائے محققین اور ان کے علاوہ دوسرے حضرات نے فرمایا ہے۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ علمِ ہندسہ کے دلائل سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ دائرہ کا مرکز (ہمیشہ) نقطہ ہی ہوتا ہے جو کسی طرح بھی انقسام (تقسیم ہوجانے) کو قبول نہیں کرتا۔

تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ علمِ ہندسہ کے دلائل ہی سے یہ بات بھی ثابت ہوچکی ہے کہ دائرہ کے مرکز سے ایسے خطوط کا نکالنا ممکن ہے جو دائرہ کے محیط تک جاکر ختم ہوں۔ بلکہ یوں کہئے کہ وہ محیط کے نقطوں پر جاکر ختم ہوں۔ کیونکہ جس طرح خط کا مبدأ، نقطہ ہوا کرتا ہے اسی طرح خط کا منتہاء بھی نقطہ ہی ہوا کرتا ہے۔

پس جب یہ تینوں مقدمات معلوم ہوگئے تو اب سمجھئے کہ جب نقطہ سے بے شمار خطوط نکل سکنے اور حقیقی کثرت کا مبدأ بن سکنے کے باوجود نقطہ کی وحدت اور بساطت ایک ہونے اور مرکب ہونے میں کوئی نقص نہیں آسکتا اور وہ اسی طرح اپنے غیر منقسم ہونے کی کیفیت پر باقی رہتا ہے تو اگر حق سبحانہ کا وجود بھی کثرت وہمی کا مبدأ بن جائے اور اس کی ذات کے آئینوں میں کثیر اشیاء موجود اور ثابت محسوس ہوں تو اس کی بساطت (غیر مرکب ہونے) میں کوئی نقص لازم نہیں آتا اور وہ بطریق اولیٰ اپنی وحدتِ محضہ پر برقرار رہتا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جو اپنی ذات، صفات اور اپنے اسماء میں موجودات کے حادث ہونے کی وجہ سے کسی تغیر کو قبول نہیں کرتی۔ حضرت سیدنا ابن عربی علیہ الرحمۃ نے فتوحاتِ مکیہ میں فرمایا ہے کہ ہر وہ خط (جو مرکز کے) نقطہ سے محیط کی طرف نکلتا ہے وہ اپنی طرح کے

دوسرے تمام خطوط کے برابر ہوتا ہے اور محیط کے نقطہ کی طرف ہی ختم ہوتا ہے اور نقطہ (یعنی مرکز کا نقطہ جس سے یہ تمام خطوط نکلتے ہیں) باوجود ان خطوط کی کثرت کے جو اس سے محیط کی طرف نکل رہے ہیں اپنی ذات میں زیادتی و کثرت قبول نہیں کرتا، لہٰذا (اس سے ثابت ہوگیا کہ) ایک شئ سے جو واحد متعین ہو، کثرت کا صدور ہوسکتا ہے اس کے باوجود وہ واحد متعین شئے اپنی ذات میں کثرت کو قبول نہیں کرتی۔ لہذا جس کسی نے یہ بات کہی ہے کہ،، واحد چیز سے واحد چیز ہی صادر ہوسکتی ہے،، وہ غلط ہے۔

(معارف لدنیہ، معرفت ۸، ص ۱۱ تا ۱۳، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

۹۔معرفت: وجود موھوب حقانی: وجودِ موھوبِ حقانی عبارت از انکشاف عین ثابتۂ اوست۔ یعنی بمحض موھبت حق سبحانہ بعد از فنائے تعینات کونیہ برو ظاہر شدہ است کہ تعین او ہمان تعین بسیط است کہ از مرتبۂ جمع است۔

۹۔معرفت

وہوبِ حقانی کا وجود:

موہوبِ حقانی کے وجود سے مراد، اس کے عین ثابتہ کا منکشف ہونا ہے۔ یعنی محض حق سبحانہ کے فضل اور مہربانی سے کونی تعینات کے فنا ہوجانے کے بعد اس پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اس کا تعین وہی بسیط (غیر مرکب) تعین ہے جس کا تعلق مرتبۂ جمع سے ہے۔

(معارف لدنیہ، معرفت ۹، ص ۱۴، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

۱۰۔معرفت: حقیقت محمدی: تجلیٔ ذات عبارت از ظہور ذات است وظہورِ شئ بے تعین وتمیز محال است پس تجلی وظہور ذات نباشد مگر بتعین وآن تعین اول است کہ اوسع واعظم تعینات است کہ مسمیٰ است بوحدت واسمے کہ مبدئِ تعین آن سرور عالمیان است علیہ من الصلوات اتمہا ومن التحیات اکملہا ہمان وحدت است وچون انتہاے سیر سالک عبارت از وصول اوست باسمے کہ مبدئِ تعین اوست پس تجلیٔ ذات خاصۂ محمد رسول اللہ ﷺ باشد۔ وآن تعین کہ مشتمل است بر جمیع صفات واسماء ونسب واعتبارات علی سبیل الاجمال بے تمایز در مرتبۂ واحدیت تفصیل وتمیز پیدا کرد واو را اقسام پیدا گشت کہ مبادئ تعینات سائر مخلوقات اند واسمائے کہ مبادئ تعینات سائر مخلوقات اند عبارت اند ازان صفات واسماء کہ مندرج بودہ اند تحت آن تعین ودر مرتبۂ واحدیت تفصیل یافتہ اند پس منتہائے سیر سالکان دیگر تا بہمان اسماء وصفات باشد۔ پس دیگران را تجلی صفاتی واسمائی باشد وبہمین معنی است کہ تجلیٔ ذاتی در پردۂ اسمے کہ مبدئِ تعین صاحب تجلی است می باشد۔

پس حقیقتِ محمدی کل باشد وحقائق سائر موجودات اجزائے او۔ وجماعتے کہ بسعادت متابعتِ مصطفوی ﷺ مستسعد گشتہ اند وبکمال اتباع رسیدہ ایشان را بسبب مناسبت ومتابعت از تجلیٔ ذاتی نصیب باشد زیرا کہ بر ایشان منکشف شدہ است کہ حقیقت ایشان عین تمام حقائق موجودات است پس ایشان از ضیق تمایز وتفصیل اقسام خلاص شدہ اند۔ کانہ مشہودِ ایشان ہمان

مقسم، است بے پردہ اقسام ومبادئ تعینات ایشان نیز ہمان مقسم است نہ اقسام۔

مثلاً اسم کہ خاصہ کلمہ است در پردۂ دلالت فی نفسہ وعدم اقترانہ بالزمان کہ مبدئِ تعین وتمیزِ اوست از سائر اقسام کلمہ اماچون اسم خود را عین فعل وحرف یافت از ضیق تمایز وتفصیل اقسام او را نجات حاصل شد مبدئِ تعین خود ہمان کلمہ را یافت نہ قِسم، اورا۔

۱۰۔معرفت:

حقیقتِ محمدی ﷺ سے مراد:

ذات کی تجلی سے مراد، ذات کا ظہور ہے، اور کسی چیز کا ظہور بغیر تعین اور متمیز ہونے کے ناممکن ہے۔لہذا ذات کی تجلی اور ظہور، تعین ہی کے ساتھ ہوسکتا ہے۔اور یہ تعین اول ہی ہے جو تمام تعینات میں سب سے وسیع تر اور عظیم تر ہوتا ہے اس کو، وحدت، کہتے ہیں اور وہ اسم جو آں سرور کائنات ﷺ آپ ﷺ پر کامل ترین درودیں اور مکمل ترین سلام ہوں کا مبدأ تعین ہے، وہ بھی، وحدت، ہے۔اور چونکہ سالک کی انتہاء سے مراد، اس کا اس اسم تک رسائی حاصل کرنا ہے جو اس کا مبدأ تعین ہو۔لہذا تجلی ذات، حضرت محمد رسول ﷺ کا خصوصی امتیاز ہوگی۔اور وہ تعین، جو تمام صفات، اسماء نسبت اور اعتبارات پر بغیر کسی باہمی امتیاز کے اجمالی طور پر مشتمل ہے اس نے واحدیت کے مرتبہ میں تفصیل اور تمیز پیدا کرلیا ہے اور اس کی وہ اقسام پیدا ہوگئی ہیں جو تمام مخلوقات کے تعینات کا مبدأ ہیں اور وہ اسماء جو تمام مخلوقات کے تعینات کا مبدأ ہیں، ان سے مراد وہ صفات اور اسماء ہیں جو اس تعین کے تحت مندرج رہی ہیں جنہوں نے واحدیت کے مرتبہ میں تفصیل حاصل کرلی ہے۔لہذا دوسرے سالکوں کی سیر کی انتہا انہی اسماء اور صفات تک ہوتی ہے۔اس لئے دوسروں کو صفاتی اور اسمائی تجلی حاصل ہوتی ہے۔اور یہ بات کہ تجلی ذاتی اسی اسم کے پردے میں ہوا کرتی ہے جو صاحبِ تجلی کا مبدأ تعین ہوا کرتا ہے اس کا یہی مطلب ہے۔

لہٰذا حقیقتِ محمدی ﷺ کُل ہوگی، اور باقی تمام موجودات کے حقائق اس کے اجزاء ہوں گے اور جو جماعت کہ پیروی مصطفوی ﷺ کی سعادت سے بہرہ مند ہو چکی ہو اور اتباع کے کمال تک پہنچ چکی ہو اُسے بھی اسی مناسبت اور متابعت کی وجہ سے تجلی ذاتی سے کچھ حصہ نصیب ہوجاتا ہے۔چونکہ ان پر یہ بات منکشف ہوگئی ہے کہ ان کی حقیقت خود تمام موجودات کی حقیقتوں کا عین ہے۔لہذا انھیں اقسام کے تمایز (باہمی امتیاز) اور تفصیل کی تنگی سے رہائی حاصل ہوگئی۔گویا ان کا مشہود بھی اقسام کے پردہ کے بغیر وہی مقسم ہے اور ان کا مبدأ تعینات بھی وہی مُقَسَّم ہے، اقسام نہیں ہیں۔

مثال کے طور پر اسم کو لیجئے جو اس بات کے پردہ میں کہ وہ فی نفسہ (خود بخود) اپنے مفہوم پر دلالت کرتا ہے اور وہ کسی زمانے کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہوتا، ایک خاص انداز کا کلمہ ہوتا ہے۔اور یہی پردہ، کلمہ کی باقی تمام اقسام سے، اس کے تعین اور تمیز کا مبدأ ہوا کرتا ہے۔لیکن جب اسم نے اپنے آپ کو فعل اور حرف کا عین پایا تو تفصیل اقسام اور باہمی امتیاز کی تنگی سے اسے نجات حاصل ہوگئی، اور اب اس نے اپنا مبدأ تعین خود ہی کلمہ کو پایا نہ کہ اس کی کسی قسم کو۔

(معارف لدنیہ، معرفت، ۱۰، ص، ۱۴، ۱۵، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

۱۱۔معرفت: ربط صور واشکال خارجیہ با صور علمیہ: صورِ علمیۂ اشیاء عبارت از تمایز ایشان است در حضرت علم وآنچہ

محققین صوفیه کثرهم الله تعالیٰ گفته اند که صورِ اشیاء در علم اند وبس واحکام وآثار ایشان در خارج اند معنئ این سخن این ست که تمایز، در علم است ودر خارج حضرت حق سبحانه وتعالیٰ بر وحدت ذاتیۂ خود است که باحکام وآثار اینها ظاهر شده است نه بآن معنی که، صورِ علمیه عبارت از همین صور واشکال است که در خارج ظاهر اند چه این صور نیز از مقتضیات آن صورِ علمیه است نه عین آنها۔

مثلاً هر تمیزِ علمی مقتضی شکلِ خاص شده از استواء وانحناء واستقامت وانحداب واینها از آثار آن صورِ علمیه اند چنانچه حرارت وبرودت ویبوست ورطوبت وخفت وثقل ولطافت وکثافت از احکام وآثارِ ایشان است وچون هر شان متمیز فی العلم مشتمل است بر شیونات بے نهایت لا جرم در صورتِ علمیه بحسب هر شانے تمیزات بے نهایت پیدا شدند وهر تمیز مقتضئ حکمے واثرے علیحده گشت ودر خارج بواسطۂ نسبت مجهول الکیفیتے که ایشان را بذات پیدا شد چنان نمود که این تمایز در خارج است پس در انمودِ قوت باصره از قوت سامعه در خارج ممتاز شد وهمچنین ذائقه از شامه الی غیر ذالک۔

پس آن تعین وتمیز که در مرتبۂ علم است وآن را حقیقتِ ممکن وعین ثابتۂ او می گویند از مرتبۂ جمع است واین آثار واحکام آنها که در خارج انداز اشکال وغیرها از مرتبۂ فرق چه واسطۂ آن تمیز محدث شده اند ومنشاء ظهور آنها همان فرق است آنچه از مرتبۂ جمع است از حقائق الهی است

وآنچه از مرتبۂ فرق است از حقائق کونی هر چند هر دو مرتبه مندرج در ذات اند اما اندراج مرتبۂ ثانی بواسطۂ مرتبۂ اولیٰ است نه، بالذات پس اول در رنگ قسم شے است وثانی بمنزلۂ قسم قسم شے چون سالک جمیع مراتب فرق را طے کرده بمرتبۂ جمع برسد یعنی بمرتبۂ عین ثابتۂ خود پس تجلئ ذاتی نسبت بوے همان انکشاف عین ثابتۂ او باشد والله سبحانه وتعالیٰ اعلم۔

۱۱۔معرفت :

خارجی صورتوں اور اشکال کا علمی صورتوں کے ساتھ تعلق:

اشیاء کی علمی صورتوں سے مطلب ان کا بارگاہِ علم میں ایک دوسرے سے ممتاز ہونا ہے۔اور وہ جو محققین صوفیہ نے ،خدائے تعالیٰ ان کی تعداد کو بڑھائے فرمایا ہے کہ،،اشیاء کی صورتیں محض علم ہی میں ہوتی ہیں،اور ان کے احکام اور آثار خارج میں پائے جاتے ہیں،،تو اس بات کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کا باہمی امتیاز علم ہی میں ہوتا ہے۔اور خارج میں حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی وحدتِ ذاتیہ پر ہے، جو ان چیزوں کے احکام اور آثار میں ظاہر ہوا ہے۔

اور یہ مطلب نہیں ہے کہ علمی صورتوں سے مراد یہی صورتیں اور شکلیں ہیں جو خارج میں ظاہر ہوئی ہیں کیونکہ یہ صورتیں بھی اُن علمی صورتوں کے مقتضیات میں سے ہیں،اُن کا عین نہیں۔

مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ ہر علمی تمیز (دوسروں سے ممتاز ہونا ایک خاص شکل کا مقتضی ہوتا ہے کہ وہ چیز سیدھی ہے یا ٹیڑھی ہے،سیدھی کھڑی ہے یا کُبڑی ہے۔اور یہ چیزیں اُن علمی صورتوں کے آثار ہیں۔جیسا کہ گرم ہونا۔ٹھنڈا ہونا، خشک ہونا، تر ہونا، ہلکا ہونا، بھاری ہونا،لطیف ہونا اور کثیف ہونا، یہ سب ان کے احکام اور آثار ہیں۔چونکہ ہر شان جو علم کے اندر تمیز حاصل کرتی ہے وہ بے انتہا شیونات پر مشتمل ہوتی ہے۔

اس لئے لامحالہ علمی صورتوں میں ہر شان کے مطابق بے انتہا تمیزات پیدا ہو گئے۔اور ہر تمیز ایک الگ حکم اور الگ اثر کا مقتضی ہو گیا۔اور خارج میں

ایک ایسی نامعلوم الکیفیت نسبت کی وجہ سے جواُن چیزوں کوذات کے ساتھ حاصل ہوگئی ہے، ایسا نظر آتا ہے کہ ان کا یہ باہمی امتیاز خارج میں ہے۔ چنانچہ قوتِ بینائی وقوت سماعت سے الگ ہوگئی اور خارج میں ممتاز ہوگئی۔ اور اسی طرح قوتِ ذائقہ (چکھنے کی طاقت) قوتِ شامہ (سونگھنے کی طاقت سے)، اور اسی طرح دوسری قوتیں بھی ایک دوسرے سے ممتاز ہوگئیں۔

لہٰذا یہ تعین اور تمیز جوعلم کے درجے میں ہے، اور اسی کوممکن کی حقیقت اور اس کا عین ثابتہ کہہ دیتے ہیں، اس کا تعلق مرتبہ جمع سے ہوتا ہے۔ اور ان کے یہ احکام وآثار، جوشکلوں وغیرہ کی قسم سے خارج میں پائے جاتے ہیں ان کا تعلق مرتبہ فرق سے ہے۔ کیونکہ وہ اسی تمیز کے ذریعہ سے پیدا ہوئے ہیں اور ان کے ظہور کا منشاء یہی فرق ہے جوکچھ مرتبہ جمع سے تعلق رکھتا ہے۔

وہ حقائق الٰہی سے متعلق ہے اور جوکچھ مرتبۂ فرق سے تعلق رکھتا ہے وہ حقائق کونی سے متعلق ہے۔ اگرچہ یہ دونوں مرتبے خود ذات ہی میں مندرج ہیں۔ لیکن ان میں سے دوسرے مرتبہ کا اندراج پہلے مرتبے کے واسطے سے ہوتا ہے، بالذات نہیں ہوتا۔ لہٰذا اول مرتبہ چیز کی قسم کے طور پر ہے۔ اور دوسرا چیز کی قسم کی قسم کے طور پر۔

جب سالک فرق کے تمام مراتب کو طے کرکے جمع کے مرتبہ میں، یعنی اپنی عین ثابتہ ہی کے مرتبہ میں پہنچتا ہے تو اس وقت تجلی ذاتی اُس کے حق میں اُس کے عینِ ثابتہ ہی کا انکشاف ہوا کرتی ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(معارف لدنیہ، معرفت، ۱۱، ص، ۱۵، ۱۶، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

۲۰۔معرفت: فرق میان شیون و صفات: شیونات الٰھی فرع اند مر ذات را جل شانہ وصفات او تعالیٰ متفرع بر شیونات اند واسماء کالخالق والرازق۔ متفرع بر صفات وافعال متفرع بر اسماء وسائر موجودات نتائج افعال ومتفرع بر آنھا است واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم پس معلوم شد کہ شیون دیگر است وصفات دیگر واولیٰ عین ذات اند در خارج وثانیہ زائد بر ذات اند در خارج، ومن لم یطلع علی ھذا الفرق زعم ان الشیون ھی الصفات فحکم بعینیۃ الصفات مع الذات کما ان الشیون ھی عینہ فی الخارج فلزم علیہ نفی الصفات وانکار ما علیہ اجماع اھل الحق من زیادۃ وجود الصفات علی الذات فی الخارج للہ یحق الحق وھو یھدی السبیل۔

۲۰۔معرفت:

شیون وصفات میں فرق: شیوناتِ الٰہی حق جل شانہ کی ذات کی فرع ہیں اور حق تعالیٰ کی صفات ان شیونات پر ہی متفرع ہیں۔ اور اسماءِ (الٰہی) جیسے خالق اور رازق (وغیرہ) وہ صفات پر متفرع ہیں اور افعال، ان اسماء پر متفرع ہیں۔ اور تمام موجودات، افعال کے نتائج ہیں اور افعال ہی پر متفرع ہیں۔ وَاللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ اَعْلَمُ (اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے) لہٰذا معلوم ہوگیا کہ شیون، اور چیز ہیں اور صفات اور چیز اور شیون خارج میں عین ذات ہیں اور صفات خارج میں ذات پر زائد ہیں۔

جولوگ اس فرق پر مطلع نہیں ہوسکتے وہ یہ خیال کربیٹھے کہ شیون ہی صفات ہوتی ہیں۔ چنانچہ انھوں نے یہ فیصلہ بھی کردیا کہ جس طرح شیون خارج میں عین ذات ہوتی ہیں اسی طرح صفات بھی ذات کے ساتھ اس کا عین ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان پر صفات کا انکار لازم آگیا اور جس مسئلہ پر اہل حق کا اجماع تھا کہ صفات کا وجود

خارج میں ذات پر زائد ہوتا ہے اس کا انکار بھی لازم آ گیا اور اللہ ﷻ ہی حق بات کو ثابت کرتا ہے اور وہی صحیح راستہ کی رہنمائی فرماتا ہے۔

(معارف لدنیہ، معرفت، ۲۰، ص، ۳۲، ۳۳، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور) (معارف الدنیہ، علوم معارف، ص، ۷۰، ۳)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

وسیر فی اللہ عبارت از حرکت علمیہ است در مراتب وجوب از اسماء وصفات وشیون واعتبارات وتقدیسات وتنزیہات، الی ان ینتھی الی مرتبۃ التی لا یمکن التعبیر عنھا بعبارۃ ولا یشار الیھا باشارۃ ولا تسمی باسم ولا تکنی بکنایۃ ولا یعلمھا عالم ولا یدر کھا مدرک وھذا السیر مسمی بالبقاء۔

(سیر دوم) اور سیر فی اللہ سے مراد وہ حرکتِ علمیہ ہے جو مراتبِ وجوب میں ہوتی ہے اور جس کا تعلق اسماء وصفات اور شیون واعتبارات اور تقدیسات وتنزیہات سے ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر میں وہ اس مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے جسے کسی عبارت سے تعبیر کرنا اور کسی اشارہ سے اس کی طرف اشارہ کرنا ممکن نہیں ہے نہ اس کا کوئی نام رکھا جاسکتا ہے اور نہ کسی کنایہ سے اسے ملقب کیا جاسکتا ہے نہ کوئی جاننے والا اسے جان سکتا ہے اور نہ کوئی ادراک کرنے والا اس کا ادراک کرسکتا ہے۔ اس سیر کو،، بقاء،، کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

(معارف لدنیہ، معرفت، ۳۱، ص، ۵۲، ۵۳، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

مکاشفہ ۱۰: باید دانست کہ حرفے از حروفِ قرآنی جامع جمیع کمالات ست بر طریقِ اجمال وفضیلتِ خاص کہ در سُور طوال است در سور قصار نیز ہمان فضیلتِ خاص نہادند اطولیت واقصریت درین باب تفاوت پیدا نمی کند۔ آرے ہر سورہ را بلکہ ہر آیۃ را بلکہ ہر کلمہ را فضیلتِ خاص مخصوص است۔ چنانچہ در شیونِ الٰہی ہر شان جامع جمیع شیونات است بر سبیل اجمال مع ذٰلک مخصوص بہ فضیلت وتاثیر خاص است۔ پس در قابلیتِ اولی کہ گفتہ اند کہ ہر شان دران مرتبہ جامع جمیع شیون است۔ اطلاقِ شیون درین مرتبہ اعتبارِ ظلیت است والا شیون داخل دائرۂ اصل اند۔

مکاشفہ ۱۰: جاننا چاہیے کہ قرآن کے حروف میں سے ہر ایک حرف اجمال کے طور پر تمام کمالات کو جامع ہے۔ اور طویل سورتوں میں جو خاص فضیلت ہے چھوٹی سورتوں میں بھی وہی فضیلت رکھی ہے طویل وقصیر ہونا اس باب میں کوئی فرق پیدا نہیں کرتا ہے۔ البتہ ہر سورۃ کے لیے بلکہ ہر آیت کے لیے بلکہ ہر کلمہ کے لیے ایک خاص قسم کی فضیلت مخصوص ہے۔ جیسا کہ شیونِ الٰہی میں ہر شان تمام شیونات کو اجمالی طور پر جامع ہے۔ ساتھ ساتھ خاص تاثیر اور فضیلت کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لیے قابلیت اولی میں جو لوگوں نے کہا ہے کہ اس مرتبہ میں ہر شان تمام شیون کو جامع ہے تو اس مرتبہ میں شیون کا اطلاق ظلّیت کے اعتبار سے ہے ورنہ شیون دائرۂ اصل میں داخل ہیں۔

(مکاشفات عینیہ (مجددیہ)، مکاشفہ، ۱۰، ص، ۳۵، ادارہ مجددیہ ناظم آباد، کراچی)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

مکاشفہ ۱۴: شانِ کلام از جملہ شیوناتِ ذاتیہ است جامع جمیع کمالاتِ ذاتی۔ وشیوناتِ ذاتی است چنانکہ در علوم سابقہ مذکور گشت۔ وماہِ مبارک رمضان جامع جمیع خیرات وبرکات است ہر خیر وبرکت کہ ہست مفاض از حضرتِ ذاتست تعالیٰ وتقدس۔

ونتیجۂ شیوناتِ او سبحانه چه هر شر ونقص که بوجود می آید منشاء آن ذات وصفاتِ محدثه است "ما اصابک من سیئة فمن نفسک" خود نصِ قاطع است۔ پس جمیع خیرات وبرکاتِ این ماه مبارک نتیجۂ کمالاتِ ذاتیه است که شانِ کلام جامع آنها است۔ وقرآن مجید حاصلِ تمام حقیقتِ آن شانِ جامع است۔ پس این ماه مبارک را باقرآن مجید مناسبتِ تمام است که قرآن جامع جمیع کمالات است واین ماه جامع خیرات که نتائج وثمراتِ آن کمالات اند۔ وهمین مناسبت باعثِ نزولِ قرآن درهمین ماه شد "شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن" وشبِ قدر درین ماه خلاصۂ وزبدۂ این ماه است۔ وآن شب لب است واین ماه در رنگِ قشر آن۔ پس هر که درین ماه بجمعیت گزارد واز خیرات وبرکاتِ آن بهره مند شود تمام سال بجمعیت گزارد وبخیر وبرکت مملو ومحتوی باشد۔ وفقنا الله سبحانه للخیرات والبرکات فی هذا الشهر المبارک ورزقنا الله سبحانه النصیب الاعظم منه۔

مکاشفہ ۱۴: کلام کی شان منجملہ شیوناتِ ذاتیہ کے ہے۔تمام کمالاتِ ذاتی اور شیوناتِ ذاتی کو جامع ہے۔جیسا کہ پہلے علوم میں بیان کیا گیا۔اور رمضان کا ماہ مبارک تمام خیرات وبرکات کو جامع ہے۔اور ہر خیر وبرکت جو کہ ہے۔اس کا اللہ تعالیٰ کی جناب سے فیضان ہوتا ہے۔اور اس کی شیونات کا نتیجہ ہے کیونکہ ہر برائی اور نقص جو وجود میں آتا ہے اس کا سبب ذات وصفاتِ محدثہ ہیں۔

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ۔

ترجمہ: جو اچھائی تجھ کو پہنچے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے۔اور جو برائی تجھ کو پہنچے وہ تیری اپنی ذات کی طرف سے ہے۔

خود نص قاطع ہے۔اس لیے اس ماہِ مبارک کی تمام بھلائیاں اور برکتیں کمالاتِ ذاتیہ کا نتیجہ ہیں کہ شان کلام ان سبھی کو جامع ہے۔اور قرآن مجید اس جامع شان کی حقیقت کا پورا حاصل ہے چنانچہ اس ماہِ مبارک کو قرآن مجید کے ساتھ پوری مناسبت ہے۔کیونکہ قرآن تمام کمالات کو جامع ہے اور یہ مہینہ تمام بھلائیوں کو جامع ہے جو کہ ان کمالات کے نتائج وثمرات ہیں۔اور یہی مناسبت اس ماہ میں نزول قرآن کا سبب ہوئی۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ

ترجمہ: رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔

اور اس ماہ میں شبِ قدر اس ماہ کا زبدہ اور خلاصہ ہے۔یہ رات مغز ہے اور یہ ماہ پوست کی طرح ہے اس لیے جو لوگ اس ماہ کو جمعیت کے ساتھ گزاریں اور اس کی بھلائیوں اور برکتوں سے بہرہ ور ہوں تو سال بھر اطمینان سے گزارتے ہیں اور خیر وبرکت سے معمور ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اس ماہِ مبارک میں ہمیں نیکیوں اور برکتوں کی توفیق بخشے۔اور ہمیں اللہ تعالیٰ اس سے بہت زیادہ حصہ عطا کرے۔

(مکاشفات عینیہ (مجددیہ)، مکاشفہ ۱۴، ص ۳۶، ۳۷، ادارہ مجددیہ ناظم آباد، کراچی)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

مکاشفه ۱۶: زیادتیِ شیون بر ذاتِ تعالیٰ شانه بمجرد اعتبار است وزیادتی صفات بر ذات عز سلطانه بوجود خارجیست۔ زیرا که صفات در خارج موجودند بوجودِ زائد بر ذات کما هو مذهبِ اهل الحق۔ وفرق درمیان شیون و صفات بسیار دقیق است۔ کمل محمدیان را برین فرق اطلاع است وبسیارے ازین طائفه بواسطۂ عدمِ علم باین فرق شیون را عین صفات دانسته منکرِ وجودِ صفات فی

الخارج گشته اند وھو کما تریٰ مخالف لاجماع اھل السنة والجماعة رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین۔ این فقیر فرقِ مذکور را بہ تفصیل، در بعضے مسودھا خود نوشتہ است وبہ تنظیر وتمثیل روشن ساختہ المقصود شیون داخلِ دائرۂ اصل اند۔ ھیچ ظلیتے بآنھا راہ نیافتہ۔ قابلیائے کہ در تحتِ این شیون اند کالظلال اند مر این شیون را حقائق محمدیان است علی حسبِ تفاوت درجاتھم ومراتبھم۔ وحقیقت محمدی اجمع جمیع آنھا است علی مظھرھا الصلوٰۃ والتسلیمات والتحیات والبرکات علی طریق ظھور الکمال نھایت عروجِ اقطاب ایشان تا نھایت مرتبہ قابلیت اولیٰ است کہ حقیقتِ محمدی است صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ۔ ومقام این اقطاب گوئیا در نقطۂ مرکزِ این قابلیت است۔ ھر قطب کہ باشد مدار یا ارشاد۔ وچون فرود می آید از ھمانجا فرود می آید ایشان را ترقی ازان مقام فوق نیست۔ واگر واقع است بعضے را فی الجملہ واقع است وترقی ازان مقام ودخول در دائرۂ اصل مخصوص بہ افراد این امت است رضوان اللہ تعالیٰ، وتقدس علیھم اجمعین۔ وتا بمقامِ فردیت نرسد ازین کمال بے حاصل است۔ آرے بعضے کمل را بواسطۂ صحبتِ افراد وتاثیرِ آن در ایشان ازان کمال بھرہ می رسد بے آنکہ بمقامِ فردیت رسند وبے آنکہ داخلِ دائرۂ اصل گردند۔ چہ این دخول مخصوص بہ افراد است۔ اما نصیبے ازان مقام دیگران را بواسطۂ مناسبت بہ افراد حاصل است ودر افراد نیز تفاوتھا بسیار است بعد از دخول دائرۂ اصل چہ شیون نیز داخلِ آن دائرہ اند۔ اگرچہ عین ذاتند۔ اما باعتبار المحض زیادتی در ایشان حاصل است

ع

فراقِ دوست اگر اندک ست اندک نیست		درونِ دیدہ اگر نیم موست بسیار است

شھود ذات ھمہ را حاصل است۔ خواہ در مرتبۂ شیون است خواہ داخلِ ذات۔ والا شھود را دران موطن مدخلے نیست۔ وایضًا صورت آن، کیفیت خاص در عالمِ مثال بصورتِ شھود ونگرانیست متمثل ست وبآن اعتبار این الفاظ وامثال آنھا اطلاق کردہ می شود۔ نگرانی مذکور نیز بے دخول در دائرۂ اصل متصور نیست۔ طائفہ کہ غیر داخل اند واز مراتبِ ظلیت بتمامھا گذاشتہ اند شھود اینھا دائرہ اصل است کہ جامعِ حضرتِ تعالیٰ شانہ وشیونات اند۔ شھود ذات فقط بے مشارکت شیونِ مخصوص بہ افراد است۔ باید دانست کہ واصلان، ذات ازین بزرگواران کہ بہ افراد ملقب اند نیز اقل قلیل اند۔ اکابرِ صحابہ وائمۂ اثنا عشر از اھلِ بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین باین دولت فائض اند واز اکابر اولیاء اللہ غوث الثقلین قطبِ ربانی محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی است قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس باین دولت ممتاز اند ودرین مقام شانِ خاص دارند کہ اولیاء دیگر ازان خصوصیت قلیل النصیب اند وھمین امتیاز فضلے باعثِ علوِ شانِ ایشان شدہ است۔ فرمودہ اند قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ۔ اگرچہ دیگران را ھم فضائل وکرامات بسیار است اما قربِ ایشان بآن خصوصیت از ھمہ زیادہ تر است در عروج بآن کیفیت کسے بہ ایشان نمی رسد با اصحاب وائمۂ اثنا عشر درین باب مشارک اند۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذو الفضل العظیم۔

مکاشفہ ۱۶: اللہ تعالیٰ کی ذات پر شیون کی زیادتی محض اعتباری ہے اور اُس کی ذات پر صفات کی زیادتی وجودِ خارجی کے ذریعے ہے۔ اس لیے کہ صفات خارج میں ذات پر وجودِ زائد کے ساتھ موجود ہیں۔ جیسا کہ اہلِ حق کا مذہب ہے۔ اور شیون وصفات میں فرق بہت ہی دقیق ہے۔ محمدیوں میں سے جو لوگ کامل ہیں وہ

اس فرق سے باخبر ہیں۔اس گروہ میں سے اکثر نے اس فرق کو نہ جاننے کی وجہ سے شیون کو عین صفات سمجھا۔اور خارج میں صفات کے وجود کے منکر ہو گئے ہیں۔اور یہ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ اہل سنت و جماعت کے اجماع کے مخالف ہے (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)۔اس فقیر نے فرق مذکور کو تفصیل کے ساتھ اپنے بعض مسودات میں لکھا ہے۔اور تنظیر و تمثیل کے ساتھ روشن کر دیا ہے الغرض شیون دائرۂ اصل میں داخل ہیں۔کسی ظلّیت نے اسکی طرف راہ نہیں پائی جو قابلیات کہ اس شیون کے تحت ہیں سایوں کی طرح ہیں۔ان شیون کیلئے محمدیوں کے حقائق ان کے درجات و مراتب کے فرق کے مطابق ہیں۔اور حقیقت ان سبھوں کو جامع ہے اس کے مظہر پر صلوٰۃ وسلام اور تحیات اور ظہور کمال کے مظہر پر برکات ہوں ان اقطاب کے عروج کی نہایت قابلیت اولیٰ کے مرتبہ کی نہایت تک ہے۔جو کہ حقیقتِ محمدی (صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ) ہے ان اقطاب کا مقام گویا اس قابلیت کے مرکز کے نقطہ میں ہے۔اور ہر قطب جو ہوتا ہے ارشاد پر مدار ہوتا ہے۔اور جب نیچے آتا ہے تو ہر جگہ سے نیچے آتا ہے۔ان کی ترقی اس مقام سے اوپر تک نہیں ہے۔اور اگر ترقی واقع ہوتی ہے تو بعض کو اجمالی طور پر ہوتی ہے۔اور اس مقام سے ترقی اور دائرہ اصل میں داخل ہونا اس وقت کے افراد کے ساتھ مخصوص ہے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔اور جب تک فردیت کے مقام تک نہ پہنچے یہ کمال بے حاصل ہے۔ہاں بعض کاملین کو افراد کی صحبت کی وجہ سے،اور ان کی تاثیر کی وجہ سے اس کمال سے حصہ ملتا ہے۔بغیر اسکے کہ فردیت کے مقام تک پہنچیں اور بغیر اس کے کہ دائرۂ اصل میں داخل ہوں۔چونکہ یہ دخول افراد کے ساتھ مخصوص ہے،لیکن اس مقام سے دوسروں کو افراد کی مناسبت کے واسطہ سے حصہ حاصل ہے۔اور افراد میں بھی تفاوت بہت زیادہ ہے۔دائرۂ اصل میں داخل ہونے کے بعد،اس لیے کہ شیون بھی اس دائرہ میں داخل ہیں اگرچہ وہ عین ذات ہیں لیکن محض اعتباری طور پر ان میں زیادتی حاصل ہے۔

ع

فراقِ دوست اگر اندکست اندک نیست		درونِ دیدہ اگر نیم موست بسیار است

ترجمہ: فراقِ یار بہت ہے اگرچہ ہو کم بھی، جو آدھا بال بھی ہو آنکھ میں تو کیا کم ہے۔

شہود ذات سب کو حاصل ہے خواہ شیون کے مرتبے میں ہو خواہ ذات میں داخل ہو۔ورنہ شہود کو اس مقام میں کوئی دخل نہیں ہے۔اور نیز اس خاص کیفیت کی صورت عالمِ مثال میں مشہود کی صورت میں متمثل نگرانی ہے اور اس اعتبار سے اس کا اور اس طرح کے دیگر الفاظ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔اور نگرانی مذکور بھی دائرہ اصل میں دخول کے بغیر متصور نہیں ہے۔اور جو جماعت کہ داخل نہیں ہے اور ظلّیت کے مراتب سے پورے طور پر گزر چکی ہے ان لوگوں کا مشہود دائرۂ اصل ہے جو کہ حضرت تعالیٰ شانہٗ اور شیونات کو جامع ہے ذات فقط کا شہود شیون کی مشارکت کے بغیر افراد کے ساتھ مخصوص ہے جاننا چاہیے کہ ان بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) میں سے جو لوگ ذات تک واصل ہیں اور افراد کے ساتھ ملقب ہیں وہ بھی بہت ہی کم ہیں۔اور اکابر صحابہ اور اہل بیت میں سے ائمہ اثناء عشر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس دولت سے فیض یافتہ ہیں۔اور اکابر اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) ہیں۔قطب غوث الثقلین محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ اقدس ہیں،یہ اس دولت میں ممتاز ہیں اور اس مقام میں خاص شان رکھتے ہیں دوسرے اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کو اس خصوصیت سے بہت کم حصہ ملا ہے۔اور یہی فضل کا امتیاز ان کے اعلیٰ شان کا باعث ہوا ہے۔چنانچہ انھوں نے فرمایا ہے کہ۔میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے اگرچہ دوسروں کے بھی فضائل و کرامات بہت زیادہ ہیں لیکن ان کا قرب اس خصوصیت میں سب سے زیادہ ہے اس کیفیت کے ساتھ عروج میں کوئی بھی ان کے مرتبے کو نہیں پہنچتا ہے یہ اصحاب اور ائمہ اثنا

عشر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کے ساتھ اس باب میں شریک ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اللہ بڑے فضل والا ہے۔

(مکاشفات عینیہ (مجددیہ)، مکاشفہ ۱۶، ص ۳۹، تا ۴۱، ادارہ مجددیہ ناظم آباد، کراچی)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

مکاشفہ ۱۷: عالمِ اجسام کالظل است مر عالمِ ارواح را و ارواح نیز کالظل اند مر شیوناتِ الٰھی را جل شانہ کہ عین ذات اند عز سلطانہ یا مر اسماء الٰھی را سبحانہ کہ زائد اند بر ذات تعالیٰ و تقدس ظلیت اولی کہ ظلیت شیونات است مخصوص بجماعت محمدی المشرب است کہ جامعیتِ اتم درین صورت است از عینیت ذات جل سلطانہ حاصل است۔ و ازین جہت تجلی ذاتی مخصوص بہ ایشان گشت۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذو الفضل العظیم۔

مکاشفہ ۱۷: عالمِ اجسام عالمِ ارواح کے لیے سایہ کی طرح ہے۔ اور ارواح بھی شیوناتِ الٰہی جل شانہٗ کے لیے بمنزلہ ظل (سایہ) کے ہیں۔ جو کہ اسماء الٰہی سبحانہٗ کی طرح عین ذات ہیں (عزّ سلطانہٗ) جو کہ ذاتِ تقدس و تعالیٰ پر زائد ہیں۔ ظلّیت اولیٰ جو کہ شیونات کی ظلّیت ہے محمدی المشرب جماعت کے ساتھ مخصوص ہے کہ پوری جامعیت جو اس صورت میں ہے ذات جل سلطانہ کی عینیت سے حاصل ہے اسی وجہ سے تجلی ذاتی ان کے ساتھ مخصوص ہوگئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اللہ بڑے فضل والا ہے۔

(مکاشفات عینیہ (مجددیہ)، مکاشفہ ۱۷، ص ۴۱، ادارہ مجددیہ ناظم آباد، کراچی)

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

وحضرت ایشان ماقدسنا اللہ سبحانہ بسرہ نوشتہ اند کہ ان تجلی دھلیز تجلی ذانست و تجلی ذات ورائے آنست کہ این تجلی شانے ست از شیونات ذات و این مرآت کہ صورت خود در ادران دیدہ شانیست از شیون نہ ذات تعالیٰ۔

ہمارے حضرت عالی غوثِ صمدیت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ وہ "تجلی" (جس کو) معارفِ آگاہی حضور محی الدین ابنِ عربی علیہ الرحمہ نے تجلیٔ ذات کہا ہے) تجلیٔ ذات کی دہلیز ہے (تجلیٔ ذات نہیں ہے) تجلیٔ ذات اس کے ماوراء ہے کیونکہ یہ جتنی شیونات ذات میں سے ایک شان ہے اور یہ آئینہ کہ جس میں اس نے اپنی صورت کو دیکھا ہے شیون میں سے ایک شان ہے نہ کہ ذات تعالیٰ۔

(مکتوبات معصومیہ، دفتر سوم، مکتوب ۷۳، ص ۱۱۸، گارڈن ویسٹ، کراچی)

حضور سیدی قطب الارشاد خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ کے حضور عرض کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"ھمچنیں حق سبحانہ را نہ عین عالم میداند نہ متصل عالم، و نہ منفصل عالم و نہ باعالم و نہ جدا از عالم و نہ محیط و نہ ساری۔ و ذوات وصفات و افعال را مخلوق او میداند نہ آنکہ صفات اینھا صفات او است و افعال اینھا افعال او بلکہ در افعال مؤثر قدرت او را میداند قدر تو مخلوقات را تاثیرے نمیداند کماھو مذھب العلماء المتکلمین۔ جیسا کہ علماء متکلمین کا مذہب ہے۔

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمہ کے ہاں ذات الٰہی وہ حقیقت واحدہ ہے جس میں تمام عالم معین ہے۔ اس کی ذات تمام اشیاء عالم سے زیادہ بسیط اور ان سب کا منشاء ہے۔ وہ نقص اور تقیید سے پاک ہے وہ صفات و شیوٗن کے تنزلات سے پاک ہے مردِ مؤمن کا مقصود یہی ذات ہے:

مردِ مؤمن در نسازد با صفات		مصطفٰی راضی نشد الا بذات

ترجمہ: مردِ مؤمن صفات پر قناعت نہیں کرتا۔ حضورِ اکرم ﷺ دیدارِ ذات ہی سے مطمئن ہوئے۔

(جہانِ امامِ ربانی، ج۵، ص۴۳۰)

حضور سیدنا قطب العارفین واصل مرتبہ حق الیقین محی السنہ شیخ المشائخ حضرت خواجہ سیف الدین مجددی سرہندی علیہ الرحمہ متوفی ۱۰۹۶ھ، لکھتے ہیں:

مخدوما! در عبارات اکابر ایں سلسلہ علیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم واقع شدہ است کہ ما نسبت فوق ھمہ نسبتہا است از نسبت حضور آگاھی خواستہ اند وحضوری کہ نزد ایشاں معتبر است حضور بے غیب است کہ تعبیر ازاں بہ یاد داشت نمودہ اند پس عبارت ایں عزیزاں یاد داشت کہ بہ فہم قاصر فقیر قراریافتہ بر ایں تفصیل است تجلی ذات عبارت از ظہور حضرات تعالیٰ وتقدس وظہور او سبحانہ بی ملاحظۂ اسماء وصفات وشیون واعتبارات وآں تجلی را برقی گفتہ اند یعنی لمحہ یسیر ارتفاع شیون واعتبارات متحقق می شود باز درپردۂ شیون واعتبارات متواری می گردد پس بریں تقدیر حضور بے غیبت متصور نباشد وحالانکہ ایں تجلی را مشائخ سلاسل دیگر نہایت النہایت گفتہ ہر گاہ ایں حضور دوام پذیرد اصلاً استتار قبول نہ کندو ھموارہ بی پردی اسماء وصفات وشیون واعتبارات متجلی شود حضور بی غیبت خواھد بود پس نسبت ایں اکابر را نسبتہائی دیگراں قیاس نہ باید نمود وبی تکلف فوق ھمہ باید دانست ایں قسم حضور اگرچہ پیش مردم مستعبد می نماید مگر اقلی آں را باور دارند۔

ھنیئا لارباب النعیم نعیمھا		وللعاشق المسکین ما یتجرع

مخدوما! اس سلسلہ عالیہ (نقشبندیہ) کے اکابر قدس اللہ اسرارہم کی تحریرات میں مرقوم ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے عالی ہے، (اور انہوں نے) نسبت سے حضور وآگاہی چاہی ہے اور جو حضوری ان کے نزدیک معتبر ہے، وہ حضور بے غیب ہے، جس کی تعبیر انہوں نے ''یادداشت'' کی ہے، پس ان عزیزوں کی عبارت یادداشت، جس کے سمجھنے سے فقیر قاصر رہا ہے، اس کی تفصیل یوں ہے: تجلی ذات حضرت تعالیٰ وتقدس کے ظہور سے عبارت ہے اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ظہور ہے، ملاحظہ اسماء وصفات وشیون واعتبارات سے ہے اور اس تجلی کو تجلی برقی کہا جاتا ہے، یعنی اس لمحہ شیون واعتبارات متحقق ہوجاتے ہیں اور پھر وہ پردہ شیون و اعتبارات میں چھپ جاتے ہیں۔ پس اس مقام کو ''تقدیر حضور بے غیب'' تصور نہ کیا جائے، حالانکہ اس تجلی کو دوسرے سلاسل کے مشائخ نے ''نہایت النہایت'' کہا ہے، جب یہ حضور دائمی ہوتا ہے تو ہرگز پوشیدگی قبول نہیں کرتا یہ حضور دائمی ہوتا ہے اور اسماء وصفات وشیون واعتبارات بے پردہ ہوکر متجلی ہوجاتے ہیں، لیکن حضور ''بے غیب'' چاہتا ہے، اس لیے اس سلسلہ (نقشبندیہ) کے اکابر کی نسبت کو دوسروں کی نسبت جیسا تصور نہ کریں اور ان کو ان سب پر بلا تکلف فوقیت دی جاسکتی ہے، اس قسم کا ظہور لوگوں پر ہوتا ہے، مگر بہت ہی کم:

ھنیئا لارباب النعیم نعیمھا		وللعاشق المسکین ما یتجرع

یعنی نعمتوں والوں کے لیے نعمتیں مبارک ہوں اور عاشق مسکین کے لیے وہی مبارک جس کے وہ گھونٹ پی رہا ہے۔

(مکتوبات سیفیہ، مکتوب ۶۴، ص۸۹، ۹۰۔)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

آں نظر در بخت چشم احوال کند	کلب را گھدانی و کاھل کند

توجمہ: تقدیر میں نظر (کرنا اور اپنے فعل کو محض اس کی طرف منسوب سمجھنا) آنکھ کو کج بین بنا دیتا ہے (اور) کلب (نفس) کو غلیظ خانہ کا مقید اور کاہل کر دیتا ہے۔

متّھم کن نفسِ خود را اے فتیٰ	متھم کم کن جزائے عدل را

توجمہ: (پس) اے جوان! اپنے نفس (ہی) کو (اس بارہ میں) ملزم سمجھو اور (خداوند تعالیٰ کے عدل کی جزا پر نکتہ چینی نہ کرو۔

توبہ کن مردانہ سر آور براہ	کہ فمن یعمل بمثقال یرہ

توجمہ: (بلکہ اس سے) توبہ کرو اور جوانمردوں کی طرح صراطِ مستقیم پر چل پڑو کیونکہ جو شخص ذرہ بھر عمل کرتا ہے اس کا پھل پائے گا۔

(مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص ۱۰۰)

ورنہ کے آدم بگفتے با خدا	ربّنا انا ظلمنا نفسنا

توجمہ: (غرض یہ افعال اختیار کے ساتھ صادر ہوتے ہیں) ورنہ آدم علیہ السلام خداوند تعالیٰ کی جناب میں یہ عرض کیوں کرتے کہ ربنا ظلمنا انفسنا۔ اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔

خود بگفتے کاین گناہ از بخت بود	چوں قضا ایں بود حزمِ ما چہ سود

توجمہ: (بلکہ وہ یہی کہتے کہ یہ گناہ (میری) تقدیر سے ہو گیا (اور) جب تقدیر یہ تھی تو ہماری ہوشیاری (سے) کیا فائدہ؟

ھمچو ابلیسے کہ گفت اغویتنی	تو شکستی جام و ما را مے زنی

توجمہ: جیسے ابلیس نے کہا تھا کہ (اے پروردگار) تو نے مجھے گمراہ کیا تو نے (خود) جام توڑا اور تو مارتا ہے ہم کو۔

مطلب: ابلیس نے جو کچھ کہا عقیدۂ جبر کے مطابق کہا کیونکہ اس نے اغوا کو حق تعالیٰ کے ساتھ منسوب کیا اور یہ باطل ہے اگر یہ باطل نہ ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام بھی جبر کے قائل ہوتے اور ظلم کی نسبت اپنے ساتھ نہ کرتے بلکہ (معاذ اللہ) حق تعالیٰ کے ساتھ کرتے اس سے ثابت ہے کہ اپنے اختیار کی نفی صحیح نہیں۔

بل قضا حق ست و جھدِ بندہ حق	ھیں مباش اعور چو ابلیسِ خَلَق

توجمہ: بلکہ قضا (بھی) برحق ہے اور بندہ کی سعی (بھی) برحق ہے (دونوں کا قائل ہونا چاہئے) خبردار! ابلیس فرسودہ عقل کی طرح یک چشم نہ بن جا۔

(مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص ۹۵)

نوح نُہ صد سال دعوت مے نمود	دمبدم انکارِ قومش می فزود

توجمہ: (جیسے کہ) حضرت نوح علیہ السلام (کچھ اوپر) نو سو سال تک دعوت کرتے رہے (مگر) دمبدم ان کی قوم کا انکار ہی بڑھتا گیا۔

مطلب: حضرت نوح علیہ السلام نے نو سو پچاس برس تک اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی مگر اس طویل مدت میں چند کس کے سوا کوئی ایمان نہ لایا، چنانچہ فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ

ترجمہ: اور ہم نے نوح ﷺ کو ان کی قوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تو وہ ان میں بچاس برس سے کم ہزار سال (۹۵۰ سال) رہے تو (آخرکار) ان (کی قوم) کو طوفان نے آلیا اور وہ بدستور) نافرمانیاں کرتے رہے۔(سورۃ العنکبوت: ۱۴)

بعض روایات سے ظاہر ہے کہ ان لوگوں کی مخالفت صرف زبانی انکار تک محدود نہ تھی بلکہ وہ جوشِ مخالفت میں حضرت نوح ﷺ کو اس قدر مارتے کہ وہ بے ہوش ہوکر گر پڑتے اور مخالفین ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ جاتے جب ان کو افاقہ ہوتا تو اگلے روز وہی تبلیغ ودعوت پھر شروع کر دیتے خیال کیجئے کہ

هیچ از گفتن عنان واپس کشید		هیچ اندر غارِ خاموشی خزید

ترجمہ: (ان بدسلوکیوں کے باوجود) کبھی انہوں نے (حق بات کے) کہنے سے باگ موڑی؟

(ہرگز نہیں) کبھی خاموشی کے غار میں جا گھسنا اختیار کیا؟ (ہرگز نہیں)۔

حضرت نوح ﷺ کی قوم کے انکار ومخالفت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ایک بڈھا آدمی حضرت نوح ﷺ کے سامنے سے لاٹھی ٹیکتا جارہا تھا ساتھ اس کا جوان بیٹا تھا۔ بڈھے نے اپنے بیٹے سے کہا اے عزیز! اس دیوانے شیخ سے بچنا کہیں اس کے دامِ فریب میں نہ آجانا۔ اس نے کہا ابا ذرا مجھے اپنی لاٹھی دینا پھر اس نے لاٹھی لے کر حضرت نوح ﷺ کے سر پر اس زور سے ماری کہ آپ بری طرح زخمی ہوگئے۔ مدعا یہ ہے کہ حضرت نوح ﷺ اس قدر سخت بدسلوکیوں کے باوجود حق گوئی سے دست کش نہیں ہوئے تو ہم صرف انکار کے خوف سے کیوں خاموش رہیں اور خاموش رہنا کسی طرح موزوں بھی نہیں۔

زانکه از بانگ و علالاے سگان		هیچ واگردذ راهے کاروان؟

ترجمہ: کیونکہ بھلا کتوں کے بھونکنے اور غل مچانے سے قافلہ کبھی (اپنے) راستے سے واپس آسکتا ہے؟ (ہرگز نہیں)۔

یا شبِ مهتاب از غوغائے سگ		سست گردد بدر را در سیرتگ

ترجمہ: یہ بھلا چاندنی رات میں کتے کے شور سے ماہِ کامل قدم رفتار میں سست ہوسکتا ہے۔

مطلب: مشہور ہے کہ جب چاند طلوع کرتا ہے تو کتے اس کو دیکھ کر بھونکتے ہیں۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے۔

مه نور مے فشاند و سگ بانگ مے زند		سگ را بپرس خشمِ تو بر مهتاب چیست

اسی طرح جب کوئی بزرگ جو فلکِ عرفان کا ماہتاب ہوا پنے فیوضِ باطن کے انوار سے لوگوں کو مستفید کرتا ہے تو حاسدین ومنکرین کتوں کی طرح اس پر بھونکنا اور اس کی عیب جوئی کرنا شروع کر دیتے ہیں مگر جس طرح کتوں کا شور وغوغا ماہِ کامل کی رفتار کو روک نہیں سکتا اسی طرح ان حاسدین ومنکرین کی بدگوئی بزرگوں کو اپنے افاضۂ عام سے باز نہیں رکھ سکتی۔ آگے ارشاد ہے کہ کتوں کا بھونکنا بمقتضائے فطرت ہے نہ باختیارِ خود۔

کما قیل ؎

نیش عقرب نه از پئے کین ست		مقتضائے طبیعتش این ست
مه فشاند نور و سگ عَو عَو کند		هر کسے بر خلقتِ خود مے تند

ترجمہ: چاند نور برساتا ہے (کہ یہ اس کی فطرت میں داخل ہے) اور کتا بھوں بھوں کرتا ہے

کہ اس کی فطرت کا مقتضا یہی ہے چنانچہ) ہر ایک اپنی فطرت پر عمل کرتا ہے۔

مطلب: خلقت سے مراد فطرت ہے یعنی کسی چیز کی وہ ہیئت نفسانی جس سے اس کے عین ثابت کی استعداد کے مطابق خاص افعال کا صدور ہوتا ہے جیسے چاند سے نور افشانی کا صدور ہوتا ہے اور کتے سے بھونکنے اور غل مچانے کا فعل وقوع پاتا ہے دوسرے مصرعہ میں اس آیہ کریمہ کے مضمون کی طرف اشارہ ہے قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَىٰ سَبِيلًا کیونکہ ہر ایک اپنے طور پر عمل کرتا ہے جو ٹھیک راستے پر ہے۔ تمہارا پروردگار اس کو خوب جانتا ہے۔ (بنی اسرائیل،۹) آگے اس کی تفصیل ارشاد فرماتے ہیں:

هر کسے را خدمتے داده قضا		در خور آن گوهرش در ابتلا

ترجمہ: قضا (وقدر) نے ہر شخص کو امتحان کی مصلحت سے اس کی استعداد کے موافق ایک نہ ایک خدمت سپرد کر رکھی ہے۔

مطلب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا

جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تم لوگوں کو آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔ (الملک: ع:۱)

مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے تم کو زندگی بخشی جس سے تم عمل کی بجا آوری پر قادر ہو سکتے ہو اور تم پر موت کو مسلط کیا جو برے اعمال کو چھوڑ کر نیک اعمال اختیار کرنے کی داعی ہے کیونکہ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور اعمال کی جزا پانے کا وقت آنے والا ہے۔ (تفسیر مدارک)

(مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص ۱۱)

بر درختِ جبر تا کے برجهی		اختیارِ خویش را یک سونهی

ترجمہ: (اے عقیدۂ جبر کے مدعی) تو جبر کے درخت پر کب تک اچھلتا پھرے گا اور اپنے (خداداد اختیار کو یک سو رکھے گا)۔

همچو آں ابلیس و ذُرّیاتِ او		با خدا در جنگ و اندر گفتگو

ترجمہ: تو شیطان اور اس کی ذریات کی طرح خداوند تعالیٰ کے ساتھ جھگڑا اور بحث کرنے میں (مصروف) ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر چہارم، ص ۲۲۱)

سنی از تسبیح جبری بے خبر		جبری از تسبیح سنی بے اثر

ترجمہ: (چنانچہ) سنی جبری کی تسبیح سے بے خبر ہے (اور) جبری (کے خیال) میں سنی کی تسبیح کا نشان (تک) نہیں۔

ایں همیگوید که آں ضال ست و گم		بے خبر از حالِ او واز امرِ قم

ترجمہ: (اب ایک دوسرے کی تکفیر وتفسیق کرتے ہیں۔ چنانچہ) یہ (جبری) کہتا ہے کہ وہ (سنی) گمراہ ہے اور بہک رہا ہے۔

(حالانکہ وہ خود ہی) اس کے حال سے اور قم کے حکم سے بے خبر ہے۔ (مفتاح العلوم، دفتر سوم، ص ۲۴۰)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

از برائے مژد گانے صد نشاں		از گزافه هر کسے کرده بیاں

ترجمہ: (غرض) انعام حاصل کرنے کے لئے ہر غنڈا جھوٹ موٹ سینکڑوں نشانیاں بیان کرتا ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۸۵۴)

آنکه گوید جمله حق ست احمقی ست		وانکه گوید جمله باطل او شقی ست

ترجمہ: جو شخص یہ کہتا ہے کہ تمام (مذاہب بر) حق ہیں (یہ اس کی) بے وقوفی ہے اور جو شخص یہ کہے کہ سب (مذاہب) باطل (ہیں) وہ بد بخت ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۸۶۱)

لفظها و نامها چوں دامه است		لفظِ شیریں ریگ آب عمرِ ماست

ترجمہ: (شیوخِ مزوّر کی) باتیں اور القاب گویا جال ہیں (جو لوگوں کو مبتلائے عقیدت بناتے ہیں) ان کے دلچسپ اقوال اور ملفوظات (گویا) ریت ہیں اور ہماری عمر پانی ہے۔ (جو اس ریت میں جذب ہوا جاتا ہے)۔

آں یکے ریگے که جوشد آب ازو		سخت کمیاب ست رو آنرا بجو

ترجمہ: ایک وہ ریت ہے جس سے (حکمت کا) پانی پھوٹ نکلتا ہے وہ نہایت کمیاب ہے جاؤ اس کی تلاش کرو (اور طالبِ حکمت بنو)۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۳۹۲)

سعی شکرِ نعمتِ قدرت بود		جبرِ تو انکارِ آں نعمت بود

ترجمہ: (حصولِ مقاصد کے لئے) کوشش کرنا۔ قدرت (واختیار) کی (خداداد) نعمت کا شکر ہے۔

تیرا اپنے آپ کو مجبور (محض اور مسلوب الاختیار) سمجھ لینا اس نعمت کا انکار (اور ناشکری) ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۳۵۰)

هاں مخسپ اے جبری بے اعتبار		جزبزیرِ آں درختِ میوه دار

ترجمہ: خبردار اے قائلِ جبر (اور) بے اعتبار آدمی اس میوہ دار درخت (یعنی مقامِ معرفت و وصول الی الحق) کے نیچے کے سوا (اور کہیں) نہ سونا۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۳۵۱)

مشورت ادراک و هشیاری دهد		عقلها مر عقل را یاری دهد

ترجمہ: مشورہ سمجھ اور احتیاط بخشتا ہے (مشورہ دینے والوں کی) عقلیں (طالبِ مشورہ کی) عقل کو مدد دیتی ہیں۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۳۸۶)

زاريِ ما شد دليلِ اضطرار		خجلتِ ما شد دليلِ اختيار

ترجمہ: ہمارا ضعف و عجز مجبوری کی دلیل ہے اور ہمارے (گناہوں پر) شرمندگی اختیار کی علامت ہے۔

مطلب: بندہ کے مجبورِ محض ہونے کا عقیدہ بھی غلط ہے اور مختارِ مطلق ہونے کا خیال بھی باطل بلکہ ان دونوں شقوں کا توسط حق ہے۔

بقول کسے۔

جبر باطل ہے قدر باطل ہے		بین الامرین امر حاصل ہے

یعنی حق یہ ہے کہ بندہ کسی حد تک مجبور بھی ہے اور کسی حد تک مختار بھی چنانچہ حیات وموت ورزق واولاد وغیرہ امورِ اضطراریہ اور بعض امورِ اختیاریہ میں قدرتِ حق کے سامنے ہمارا عاجز اور بے بس ہونا تو مجبور ہونے کی علامت ہے اور اپنے کئے پر پشیمان ونادم ہونا اختیار کی نشانی ہے۔ اگر وہ کام بلا اختیار سرزد ہوتا تو ندامت کیوں ہوتی؟

گر نبودے اختیار ایں شرم چیست؟		ویں دریغ و خجلت و آرزم چیست؟

ترجمہ: اگر (ہم کو اپنے افعال پر) اختیار نہ ہوتا تو (اقدامِ معاصی کے بعد) یہ شرم کیا چیز ہے؟ اور (ارتکاب قبیح کے بعد) افسوس اور ندامت اور (وقوعِ عداوت کے بعد) صلح جوئی کیسی ہے؟

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۲۵۹)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

در ہراں کاریکہ میلت نیست و خواست		اندراں جبری شوی کیں از خداست

ترجمہ: جس کام سے تجھے لگاؤ اور خواہش نہیں ہے۔ اس میں تو مجبور بن بیٹھتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۲۶۲)

عقلِ حیوانی چو دانست اختیار		ایں مگو اے عقلِ انسان شرم دار

ترجمہ: جب حیوان کی عقل (بھی) اختیار کو سمجھتی ہے تو اے انسان کی عقل تو اس (جبر) کی قائل نہ ہو شرم کر۔

(مفتاح العلوم، دفترِ پنجم، ص ۵۷۵)

در خِرد جبر از قدر رُسوا تراست		زانکہ جبری حِسِ خود را منکرست

ترجمہ: عقل (ودانش) میں جبریہ قدریہ سے زیادہ ذلیل ہے۔ کیونکہ جبری اپنی حس کا منکر ہے۔

(مفتاح العلوم، دفترِ پنجم، ص ۵۴۹)

کافرِ جبری جواب آغاز کرد		کہ ازاں عاجز شد آں بیچارہ مرد

ترجمہ: کافرِ جبری نے جواب دینا شروع کیا۔ جس سے وہ بے چارہ مرد (سنی) عاجز آ گیا۔

لیک گر من آں جوابات و سوال		جملہ را گویم بمانم زیں مقال

ترجمہ: لیکن اگر میں وہ تمام سوالات وجوابات بیان کرنے لگوں تو اس تقریر سے قاصر رہ جاؤں، (جو میری اصل مقصود ہے)۔

(مفتاح العلوم، دفترِ پنجم، ص ۵۸۰)

درمیانِ جبری و اہلِ قدر		ہمچنیں بحث ست تا حشر اے پسر

ترجمہ: اے عزیز! جبری اور قدری کے مابین اسی طرح قیامت تک بحث (جاری رہنے والی ہے)۔

(مفتاح العلوم، دفترِ پنجم، ص ۵۸۰)

فصل ثانی:

حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمہ کا تحقیقی مقالہ:

حمد وصلوٰۃ کے بعد: مسئلہ شیون اور جبریہ کی تحقیق

کسب اکتساب سے کسی صورت میں بھی اللہ تعالیٰ متصف نہیں ہوسکتا کیونکہ صفت بھی حادث ہے اور قیام پذیر بھی حادث کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ بات اہل علم سے پوشیدہ نہیں اور اللہ تعالی کے ساتھ حوادث قائم نہیں اور ہونے اور کرنے دونوں کا مادہ ایک ہے جو کہ کسب ہے۔ ان دونوں کے درمیان فرق صرف یہ ہے کہ ایک مصدر مجہول اور دوسرا مصدر معلوم۔ محققین کے نزدیک فعل کے مصدر کے کل چھ معانی ہیں۔

(۱) مصدر معلوم

(۲) مصدر مجہول

(۳) حاصل باالمصدر المعلوم

(۴) حاصل باالمصدر المجہول

(۵) مصدر مبنی للفاعل

(۶) مصدر مبنی للمفعول

اوران معانی کا مراد لینا تبادلاً ہے نہ جمعاً یا قدر مشترک کے طریقہ سے۔ پس ہونا اور نہ ہونا دونوں ایک ہی فعل کے مصدر ہیں ایک مصدر معلوم ہے یعنی کرنا اور دوسرا مصدر مجہول ہے جو کہ ہونا ہے ان دونوں کا مادہ ایک ہی ہے جو کہ کسب ہے معلومیت اور مجہولیت کا فرق ہے پس دونوں صفات سے بندہ ہی متصف ہے اور واجب الوجود اس سے متصف نہیں ہوسکتا کما ھو ظاھر للفحول من العلماء، اللہ تعالیٰ کی صفت خالق اور موجد ہے کہ پاک ذات خلاق علی الاطلاق ہے۔ اور مخلوق کسی صورت بھی خالق نہیں ہوسکتی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اخلق بمعنی اصور ہے۔

ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور کاسب بندہ ہے لیکن یہ تقسیم کہیں بھی نہ پاسکا کہ ایک ہی کسب بعض شان کے مطابق ہے اور بعض نہیں شان کے مطابق مسئلہ: تو شان اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے مراتب ذات میں سے ایک مرتبہ ہے کہ فیض پہلے ذات اقدس سے منتزع ہو کر اعتبارات کو آتا ہے پھر شان جامع کو آتا ہے اور پھر شیونات کو آتا ہے اور شیونات سے اسماء وصفات کو آتا ہے بلا کیف۔ خلائق اور مکوّنات صفت التخلیق اور صفت التکوین کے آثار ہیں کہ صفت الخالق صفات فعلیہ میں سے ایک صفت ہے اور صفت التکوین محققین کے نزدیک صفات ذاتیہ میں سے ہے لیکن دونوں صفات ہی ہیں۔ پس قوت مؤثر قوتِ آثار سے معلوم ہوتا ہے پس اللہ کے صفات کے اتنا قوت ہے کہ تمام مکوّنات اس کے آثار ہیں تو ذات اقدس کے متعلق تو فکر بھی ممتنع ہے۔

ارشاد ہے: وقد قال علیہ الصلاۃ والسلام: (تفکروا في صفات اللہ، ولا تتفکروا في ذات اللہ).

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی صفات میں غور وفکر کرو اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور وفکر نہ کرو۔

(شرح کتاب السنۃ للبربہاری، ج،۱۰،ص،۳۹)

اور خلائق ومکوّنات (تحت الثریٰ سے لیکر عالمِ امر کی انتہا تک جتنا دائرۂ ممکنات ہے) صفت التکوین کے آثار ہیں اور احیاء، اماتت تخلیق، ترزیق وغیرہ صفات فعلیہ صفت التکوین کیلئے تفصیلات ہیں پس خلائق کا ایجاد صفت التخلیق صفات فعلیہ میں سے ہے اور صفت التکوین صفات ذاتیہ حقیقیہ میں سے ایک صفت ہے عند الماتریدیہ رحمہم اللہ۔ اور اشاعرہ علیہم الرحمۃ کے نزدیک صفت فعلی ہے لیکن مذہب حقیق ماتریدیہ کا کما قالہ المجددیہ رحمہم اللہ۔ تو خلائق کی ایجاد کا تعلق شان خداوندی کے ساتھ نہیں ہے۔ بلکہ صفت الخالق کے ساتھ اس کا تعلق ہے کیونکہ شان مراتب ذات میں سے ایک مرتبہ ہے اور صفت الخالق صفات خداوندی جل جلالہ میں سے ایک صفت ہے ذات اقدس کے مراتب ذات میں سے نہیں چاہیے بلکہ صفات کے مراتب میں سے ہے اور کسب تو نہ شان کے ساتھ قیام پذیر ہے نہ صفت خالق کے ساتھ نہ دوسرے صفات خداوندی کیساتھ والا فیلزم قدم الحادث و حدوث القدیم و ھو کفر۔ **ترجمہ:** ورنہ حادث کا قدیم اور قدیم کا حادث ہونا لازم آئے گا اور یہ کفر ہے۔

کیونکہ آیت:

وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ۔

ترجمہ: اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جو اسماء اللہ میں الحاد کرتے ہیں۔ (سورۃ الاعراف، ۱۸۰)

یعنی ان کو ایمان نصیب نہیں ہوسکتا کہ ملحد و زندیق مسخ ہو جاتا ہے۔ کفار کے حق میں نازل ہے۔ کما سیأتی اور بعض کے نزدیک شان خداوندی صفات فعلیہ میں سے ہے لیکن تحقیق حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا ہے کما سیاتی کہ شان مراتب ذات سے ہے اور اسماء وصفات کے مرتبہ سے فوق ہے ہاں شان خداوندی بالاتفاق قدیم ہے۔ کسب (یعنی ہونا اور کرنا) کو شان خداوندی کی صفت قرار دیا ہے اور کسب حادث ہے پس حادث کو قدیم کا صفت ٹھہرانا قدیم کی حدوث کو مستلزم ہے اور کفر ہے۔ اور مناطقہ کا یہ قول کہ شان خداوندی آثار مرتبہ علی صفات الواجب سے عبارت ہے تو بالکل باطل ہے، کیونکہ آثار مرتبہ مکوّنات اور حوادث ہیں اور شان خداوندی نہیں ہیں بلکہ مخلوقات خداوندی ہیں۔ اور شان خداوندی قدیم اور صفات کے مرتبہ سے فوق ہے مراتب ذات میں سے ایک مرتبہ ہے جس طرح امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ مکتوبات شریف دفتر اول جلد اول، ۲۸۷ مقصد دویم کی تمہید میں فرماتے ہیں کہ۔

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

فیضی کہ از ذات۔ تعالیٰ و تقدس۔ می رسد، دو نوع است، نوعی است کہ بہ ایجاد و ابقاء و تخلیق و ترزیق و احیاء و اماتت و امثال آنہا تعلق دارد۔ و نوع دیگر بہ ایمان و معرفت و سایر کمالات مراتب ولایت و نبوت متعلق است۔

نوع اول از فیض، بہ توسط صفات است و بس۔ و نوع ثانی بعضے را بہ توسط صفات است و بعضے دیگر را بہ توسط شیونات۔ و فرق در میان صفات و شیونات بسیار دقیق است لا یظھر الا علیٰ آحاد من الاولیاء المحمدی المشرب و لم یعلم انہ تکلم بہ احد بالجملہ، صفات درخارج موجودند بہ وجود زائد بر ذات۔ تعالیٰ و تقدس۔ و شیونات، مجرد اعتبار اتند در ذات۔ عز سلطانہ۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے جو فیض عالم کو ملتا ہے وہ دو قسم کا ہے، ایک قسم وہ ہے جو ایجاد، ابقاء تخلیق، ترزیق احیاء، اماتت (ازالہ بلیات، دفع امراض اور حصول عافیت وصحت) وغیرہا کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اور دوسری قسم وہ ہے جو ایمان اور معرفت اور نبوت وولایت کے تمام کمالات اور مراتب کے ساتھ تعلق رکھتی ہے

،اول الذکر فیض تمام اشیاء کو صفات خداوندی کے توسط سے ہے اور ثانی الذکر فیض بعض اشیاء کو صفات کے توسط سے ہے اور بعض دیگر کو شیونات کے توسط سے ہے،(اورنوع ثانی کے فیوضات کا وصول قطب ارشاد کی توجہ سے وابستہ ہے)

صفات اور شیونات میں فرق کرنا بہت دقیق ہے کہ صرف اولیاء محمدی المشرب پر ظاہر ہوتا ہے اور معلوم نہیں کہ ان بزرگوں کے علاوہ کسی اور نے اس فرق کو پہچان لیا ہو۔ بالجملہ صفات خارج ہیں وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں، بلا کیف زیادت سے اور شیونات ذات اقدس میں مجرد اعتبارات ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اول، مکتوب، ۲۸۷، ج،۱،ص، ۶۶۴، ۶۶۵، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

مذکور بالا عبارت کی تشریح میں شارح حضرت علامہ نصر اللہ خان ولد حاجی محمد شاہ خان ابن محمد حیدر خان ھوتکی، نقشبندی، مجددی، لکھتے ہیں:

یعنی اولیائے محمدی المشرب بشهودِ شیونات مشرف اند بنا بر آن امتیاز صفات و شیونات را کرده میتوانند و دیگران چون بمقامِ شیون، نمی رسند لهٰذا از شیونات خبر نداشته۔ صفات را از شیونات و شیونات را از صفات تفریق کرده نمی توانند۔

یعنی محمدی المشرب اولیاء کرام شیونات کے شہود سے مشرف ہیں اسی بنا پر صفات و شیونات میں تفریق کر سکتے ہیں اور دوسرے اولیاء۔ شیونات کے مقام سے ناواقف ہیں اس لیے شیونات سے باخبر نہیں ہیں اور صفات و شیونات کے درمیان امتیاز کرنے سے عاجز ہیں۔

(شرح مکتوبات قدسی آیات، ج،۱،ص، ۴۲۸، خانقاہ مجددی، کابل، افغانستان)

پھر حضور سیدی امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ صفات اور شیونات کے درمیان دوسرا فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

و فرق دیگر درمیان شیون و صفات آن است که مقام شیون، مواجه ذی الشان است و مقام صفات نه چنین۔

شیونات اور صفات کے درمیان دوسرا فرق یہ ہے کہ مقام شیونات ذی الشان کی جانب متوجہ ہے اور صفات کے مقام اس طرح نہیں ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اول، مکتوب، ۲۸۷، ج،۱،ص، ۶۶۵، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

مذکور بالا عبارت کی تشریح میں حضرت علامہ نصر اللہ خان ولد حاجی محمد شاہ خان ابن محمد حیدر خان ھوتکی، نقشبندی، مجددی، لکھتے ہیں:

یعنی کسانیکه به شهود صفات رسیده اند، هنوز از وصول مرتبۂ ذات او تعالی بے نصیب اند و کسانیکه بشهود شیونات رسیده اند به وصول ذات او تعالی مشرف اند زیرا که شیونات منتزع از ذات او تعالی بوده و زاید از ذات او تعالی نمی باشد اما صفات وجود خارجی داشته زاید بر ذات او تعالی می باشد۔

ترجمہ: وہ افراد جو صفات کے شہود تک پہنچ گئے ہیں ابھی تک مرتبۂ ذات تعالیٰ کے وصول سے بے نصیب ہیں اور وہ افراد جو کہ شیونات کے شہود سے مشرف ہیں وہ ذات اقدس کے وصول سے مشرف ہیں۔ کیونکہ شیونات ذات تعالیٰ سے منتزع ہیں اور ذاتِ اقدس پر زائد نہیں ہیں۔ اور صفات وجودِ خارجی رکھتا ہے اور ذاتِ اقدس پر زیادت بلا کیف سے زائد ہیں۔(اس بناء پر حضور سیدی امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مقام اس طرح نہیں ہے۔)

(شرح مکتوبات قدسی آیات، ج،۱،ص، ۴۲۹، خانقاہ مجددی، کابل، افغانستان)

کچھ آگے حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

چه شیون عین ذات اند، اعتبار زیادتی در ایشان از منتزعاتِ عقل است۔

ترجمہ: کیونکہ شیونات عین ذات اور اس میں زیادتی کا اعتبار صرف عقل کی منتزعات میں سے ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اول، مکتوب، ۲۸۷، ج، ۱، ص، ۶۶۷، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

مذکورہ بالا عبارت کی تشریح میں شارح حضرت علامہ نصر اللہ خان ولد حاجی محمد شاہ خان ابن محمد حیدر خان ھوتکی، نقشبندی، مجددی، لکھتے ہیں:

یعنی مبدأ فیض کمالات آں حضرت شان بودہ وشان خارجی زائد ندارند بلکه مبدأ فیض کمالات آنحضرت ﷺ خود ذات او تعالیٰ است۔

ترجمہ: حضور سیدی امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے فیض کمالاتی کا مبدأ شان ہے اور شان وجود خارجی زائد نہیں رکھتا کیونکہ درحقیقت تاجدار حرم ﷺ کے فیض کمالاتی کا مبدأ ذات تعالیٰ وتقدس ہے۔

(شرح مکتوبات قدسی آیات، ج، ۱، ص، ۴۳۱، خانقاہ مجددی، کابل، افغانستان)

کچھ آگے حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

غاية ما في الباب حجب صفات خارجی است وحجب شیون علمی فالحجاب العلمی یمکن ارتفاعه من البین بحصول بعض المعارف بخلاف الخارجی فانّه لا یمکن زواله۔

ترجمہ: بالجملہ صفات کے حجابات خارجی ہیں اور شیونات کے حجابات علمی ہیں اور بعض معارف کے حصول کی بناء پر حجاب علمی کی ارتفاع ممکن ہے اور حجاب خارجی کی زوال ممکن نہیں ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اول، مکتوب، ۲۸۷، ج، ۱، ص، ۶۶۷، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

اس طرح کچھ آگے مذکورہ مسئلہ کے متعلق حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

وایضاً عروج محمدی چون بجانب شیون است وشیون را بعالمے هیچ مناسبتے نیست چه عالم ظلّ صفات است نه ظل شیون۔

ترجمہ: نیز عروج محمدی ﷺ شیونات کی جانب ہے اور شیونات کی عالم کے ساتھ کوئی بھی مناسبت نہیں ہے کیونکہ عالم صفات کا ظل ہے شیونات کا ظل نہیں ہے

(مکتوبات امام ربانی، دفتر، اول، مکتوب، ۲۸۷، ج، ۱، ص، ۶۶۸، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

(پس عالم میں احیاء اماتت، تخلیق اور ترزیق وغیرہ بھی صفات کے توسط سے ہیں اور شیونات کے توسط سے نوع ثانی کے فیوضات ہیں جو کہ ایمان اور معرفت کے ساتھ متعلق ہے کما مر پس شیونات جو کہ مراتب ذات میں سے ہیں عالم کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتے مبدأ جیسا کہ ذات خداوندی عالم سے مستغنی ہے ارشاد ہے۔

فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ

ترجمہ: تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔ (سورۃ آل عمران: ۹۷)

شارح حضرت علامہ نصر اللہ خان ولد حاجی محمد شاہ خان ابن محمد حیدر خان ھوتکی، نقشبندی، مجددی، لکھتے ہیں:

یعنی درمیان آنحضرت ﷺ و او تعالیٰ شان است وشان وجود خارجی ندارد لهذا حاجز درمیان نیست۔

یعنی: حضرت امام المرسلین ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان شان ہے اور شان وجود خارجی نہیں رکھتا اس لیے سیّد الانبیاء ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حاجز نہیں ہے

(شرح مکتوبات قدسی آیات، ج ۱، ص ۴۳۲، خانقاہ مجددی، کابل، افغانستان)

حضرت علامہ نصر اللہ خان ولد حاجی محمد شاہ خان ابن محمد حیدر خان ہوتکی، نقشبندی، مجددی، لکھتے ہیں:

یعنی دربین وجود مبارک آنحضرت ﷺ و او تعالیٰ صفات حائل بوده و در بین شهود و کمالات آنحضرت ﷺ حیلولیت صفات وجود ندارد زیراکه وصول فیض وجودی آنحضرت ﷺ صفات بوده وصفات دارائے وجود خارجی اند ،لهذا در بین وجود آنحضرت ﷺ وحق سبحانه صفات حائل گردیده اند امامبدأ فیض کمالاتی آنحضرت ﷺ شان است وشان وجود خارجی ندارد بلکه یک امر انتزاعی است بنابر آن در فیض کمالاتی آنحضرت ﷺ هیچ حائلی موجود نیست۔ (پس معلوم شد که شان از مراتب ذات اند تعالیٰ وتقدس)

یعنی اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم ﷺ کے وجود مبارک کے درمیان صفات حائل ہیں اور حضرت امام المرسلین ﷺ کے شہود اور کمالات کے درمیان صفات کی حیلولیت وجود نہیں رکھتا کیونکہ آنحضرت ﷺ کے فیض وجودی کا وصول صفات سے ہے اور صفات خارجی وجود رکھتا ہے اس لیے حضرت امام المرسلین ﷺ کے وجود مبارک اور اللہ تعالیٰ کے درمیان صفات حائل ہیں مگر حضرت امام المرسلین ﷺ کے فیض کمالاتی کا مبدأ شان ہے اور شان وجود خارجی نہیں رکھتا بلکہ ایک امر انتزاعی ہے اسی بناء پر حضرت امام المرسلین ﷺ کے فیض کمالاتی میں کوئی حائل موجود نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ شان مراتب ذات میں سے ایک مرتبہ ہے۔

(شرح مکتوبات قدسی آیات، ج ۱، ص ۴۳۲، خانقاہ مجددی، کابل، افغانستان)

شارح حضرت علامہ نصر اللہ خان ولد حاجی محمد شاہ خان ابن محمد حیدر خان ہوتکی، نقشبندی، مجددی، لکھتے ہیں:

یعنی چون مبدأ فیض آنحضرت ﷺ شان بوده وشان یک امر انتزاعی علمی وعقلی است لهذا در بین او تعالیٰ و آنحضرت حجاب علمی حایل آمد۔

چونکہ آنحضرت ﷺ کا مبدأ فیض کمالاتی شان اقدس ہے اور شان ایک امر انتزاعی علمی وعقلی ہے (وجود خارجی زائدہ نہیں رکھتا پس حائل نہیں ہوسکتا) کیونکہ دو موجود خارجی کے درمیان ایک موجود علمی حائل نہیں ہوسکتا۔

(شرح مکتوبات قدسی آیات، ج ۱، ص ۴۳۲، خانقاہ مجددی، کابل، افغانستان)

شارح حضرت علامہ نصر اللہ خان ولد حاجی محمد شاہ خان ابن محمد حیدر خان ہوتکی، نقشبندی، مجددی، لکھتے ہیں:

یعنی سیر محمدی المشربان تا به شان وظلال شان می باشد و اگر محمدی المشرب نباشد سیر او تا به قابلیت صفات یا خود صفات است خلاصه اینکه محمدی المشربان به شیون می رسند چون شیون وجود خارجی نداشته یک امر انتزاعی است لهذا به عین ذات مقدس میرسند وسیر دیگران (ای غیر محمدی المشربان) منحصر به صفات بوده وبالا تر ازان نمی رسند (تنبیه موجود خارجی اصلی ذات تعالیٰ وصفات او تعالیٰ است وموجود خارجی ظلی عبارت از ممکنات است ،نیز ثابت شد که چون رسیدن به شیون رسیدن به ذات مقدس است لهذا شیون از مراتب ذات است بخلاف صفات کمامرّ)

یعنی محمدی المشرب اولیاء کی سیر شان اور ظلال شان تک ہے اور اگر محمدی المشرب نہیں ہو تو ان کی سیر قابلیت صفات یا عین صفات تک ہے خلاصہ یہ ہے کہ محمدی المشرب اولیاء کرام شیونات تک سیر روحی کے ذریعہ پہنچتے ہیں اور چونکہ شیونات کا وجود خارجی نہیں ہے بلکہ ایک انتزاعی امر ہے پس شیونات تک پہنچنا ہے اور دیگر اولیاء کرام کی سیر روحی صفات پر منحصر ہے اور اس فوق ان کی سیر نہیں ہے۔ (لہٰذا ذات اقدس کے وصول سے بے نصیب ہے۔ تنبیہ: موجود خارجی اصلی ذات واجب تعالیٰ ہیں اور موجود خارجی ظلی ممکنات سے عبارت ہے۔ نیز چونکہ شیونات تک پہنچنا ذات اقدس تک پہنچنا ہے لہٰذا شیونات مراتب ذات میں سے ہیں بخلاف صفات جیسا کہ واضح ہوا۔)

(شرح مکتوبات قدسی آیات، ج ۱، ص ۴۳۳، خانقاہ مجددی، کابل، افغانستان)

مولوی حضرت علامہ نصر اللہ خان ولد حاجی محمد شاہ خان ابن محمد حیدر خان ھوتکی، نقشبندی، مجددی، لکھتے ہیں:

کسانیکه به شیونات رسیده به عدم رجوع صفات بشری قائل اند و کسانیکه به صفات رسیده اند به رجوع صفات بشری قائل اند حقیقت آنست که اگر عارف محمدی المشرب باشد به شیونات میرسد از رجوع صفات بشریت محفوظ است و در غیر آن محفوظ نیست۔

ترجمہ: وہ افراد جو کہ شیونات کے وصول سے مشرف ہیں، تو صفات بشریہ رزیلہ کی عدم رجوع پر قائل ہیں اور اولیاء کرام جو کہ صفات کے وصول سے مشرف ہیں تو صفات رذیلہ بشریہ کے رجوع پر قائل ہیں (اور کہتے ہیں کہ نفس ہر چند مطمئن ہوجائے تب بھی اپنے صفات رزیلہ سے رجوع نہیں کرتا) لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ اگر عارف محمدی المشرب شیونات تک واصل ہوجائے (جو کہ عین ذات تک وصول ہے تو صفات بشریہ کے رجوع سے محفوظ ہیں اور (وصول شیونات) کے بغیر محفوظ نہیں ہیں (بلکہ صفات بشریت کے رجوع کا امکان موجود ہے)۔

(شرح مکتوبات قدسی آیات، ج ۱، ص ۴۳۴، ۴۳۵، خانقاہ مجددی، کابل، افغانستان)

اول الذکر مرتبہ رسوخ کا مقام ہے اور ثانی الذکر ولایات ثلثہ کے مقامات ہیں عند المجدد رضی اللہ عنہ۔ (حضور سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ)۔

تبصرہ: تو معلوم ہوا کہ شیونات اور صفات کے درمیان فرق کرنا نہایت دقیق اور محمدی المشرب اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا خاصہ ہے۔

سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ شان خداوندی مراتب ذات میں سے ایک مرتبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہے اور قدیم ہے اور صفات کے مرتبہ فوق مرتبہ شیونات کا ہے جس کا فیض نوع ثانی میں سے ہے اور کمالات و مراتب ولایت ونبوت کیساتھ متعلق ہے اور خلق وایجاد اشیاء کے ساتھ متعلق نہیں کیونکہ ایجاد ابقاء ترزیق احیاء اور اماتت وغیرہ کے لیے فیض صفات کے توسط سے ہے اور مراتب ذات اور ذات قدیم کی عالم کے ساتھ مناسبت نہیں بلکہ عالم صفات کے ظل میں سے ہے نہ کہ شیون کے ظل میں سے، کسب (ہونا اور کرنا) تو صفت حادثہ قائم بالحادث ہے نہ یہ صفات واجبی سے متعلق ہے نہ شیونات واجبی سے اور نہ ذات واجبی سے بلکہ کسب کو ذات وصفات کی صفت ٹھہرانا کفر صریح ہے۔

حضرت علامہ نصر اللہ خان ولد حاجی محمد شاہ خان ابن محمد حیدر خان ھوتکی، نقشبندی، مجددی، لکھتے ہیں:

شیونات وجود خارجی زائد بر ذات ندارد و عبارت از اعتبارات ذات او تعالی می باشد بخلاف صفات که وجود خارجی زائد دارند۔

شیونات ذات اقدس پر زائد وجود خارجی نہیں رکھتے اور ذات تعالیٰ کے اعتبارات سے عبارت ہیں بخلاف صفات کے کہ وہ وجود خارجی زائد نہیں رکھتیں۔

(شرح مکتوبات قدسی آیات، مکتوب،، ج،، ص،، خانقاہ مجددی، کابل، افغانستان)

اللہ تعالیٰ سب کچھ کرتا ہے جو اس کی شان کے مطابق ہو اور اس کی شان کے موافق اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا کرنا یعنی کسب منسوب ہوگا یہ اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے تو ہم نے کہا کہ ایسا نہیں کہنا بلکہ اس طرح کہو کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق یعنی (پیدا کرنے) والا ہے اور مخلوق بھی اپنے افعال اختیاریہ کی کاسب ہے کیونکہ ہونا اور کرنا کسب ہے کما مر، اور پیدا کرنا خلق ہے اور اللہ تعالیٰ خالق ہے کاسب نہیں، پس کسب و اکتساب بعض شان کے مطابق ٹھہرا کر اللہ سے صادر ہونے کا عقیدہ رکھنا غلط ہے کیونکہ کسب صفت حادثہ واقع بآلات جارحہ ہے جو موجودات میں تصرف حادثہ ہے اور حادث کے ساتھ قیام پذیر ہوتا ہے اور واجب تعالیٰ بآلات جارحہ سے منزہ ہے، اور صفات خداوندی بآلات سے مسمی نہیں ہو سکتے، پس اللہ تعالیٰ کی جانب کسب منسوب کرنا، قیام حوادث بذات اللہ پر قول کرنا ہے اور جمہور متکلمین اہلسنت و جماعت اور فقہاء عظام کے نزدیک باطل بلکہ کفر صریح ہے اور جبریہ کا عقیدہ ہے ورنہ قدم الحادث یا حدوث القدیم (حادث کا قدیم یا قدیم کا حادث ہونے) کا استحالہ لازم آئے گا۔

پس اللہ تعالیٰ کو کسب منسوب کرنا کلاً یا بعضاً عقیدہ جبریہ ہے کیونکہ نہ بعض حوادث اللہ تعالیٰ کے ساتھ قیام پذیر ہے اور نہ کل حوادث۔ نیز شان واجبی جو کہ قدیم ہے اور صفات واجبی جو کہ قدیم ہیں کے ساتھ بھی قیام الحوادث نہیں ہو سکتا۔ تو کسب منسوب کرنا دونوں صورتوں میں باطل ہے۔ اور شان خداوندی کا عالم کے ساتھ مناسبت نہیں کیونکہ عالم صفات کا ظل ہے نہ شیون کا۔ پس خلائق کا پیدا کرنا صفت التخلیق کو منسوب ہوگا شان کو منسوب نہیں ہوگا کیونکہ شان مراتب ذات میں سے ہے اور ذات اقدس کا عالم کے ساتھ مناسبت نہیں بلکہ عالم سے مستغنی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ

ترجمہ: تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔ (سورۃ آل عمران:۹۷)

پس مرتبہ ذاتی صفاتی قرار دینا الحاد فی اسماء اللہ ہے اور کفر ہے پس خلق و ایجاد کی نسبت صفت تخلیق کو درست ہے اور شان حضور سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی تحقیق کے مطابق اس کی نسبت صحیح نہیں۔ پس اگر، ہونے، اور کرنے، بجائے، پیدا ہونے، اور، پیدا کرنے، کے الفاظ کہے جائیں اور صفت التخلیق کو منسوب ہو جائے تو پھر معاملہ حل ہو جائے گا کیونکہ ابھی مسئلہ خلق و ایجاد کا ہو گیا کما مر تفصیلاً۔ اور ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

ارشاد ہے:

اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ۔

ترجمہ: اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ (سورۃ زمر، ۶۲)

دوسری آیت میں ہے:

وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا ہے۔ (سورۃ الصافات، ۹۶)

کیونکہ خلق واقع لا بالۃ ہے اور اخراج المعدوم من العدم الی الوجود ہے یعنی معدوم میں تصرف ایجادی ہے لہٰذا خلق اشیاء صفۃ التخلیق کیساتھ مربوط ہے اور صفت الخالق اللہ تعالیٰ کا صفۃ فعلی قدیم ہے جیسا کہ واضح ہوا اور ہونے کرنے یعنی کسب کسی بھی صورت میں ذات خداوندی شان خداوندی اور صفات خداوندی کو

منسوب نہیں ہوسکتا۔ تو معلوم ہوا کہ بندوں کے اوصاف کسی بھی صورت میں اللہ تعالیٰ کے اوصاف نہیں ہوسکتے اور ایک اسماء مشترکہ ہیں تو وہاں صرف اشتراک لفظی موجود ہے اور اشتراک معنوی منتفی ہے کیونکہ یرادفی حق العباد غیر مایرادفی حقہ تعالی **ترجمہ**: بندوں کے حق میں وہ چیز مراد لی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق میں مراد نہیں لی جاتی) اس میں قاعدہ ہے تو پھر بھی بندوں کی صفات حادث ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات قدیم ہیں۔

اللہ تعالیٰ سب کچھ کرتا ہے کی جگہ پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے سب کچھ ہونے کا یقین کی جگہ پیدا ہونے کا ہونے کا یقین کی عبارت بڑھادیں۔ اس بات کے سننے پر کہ پیدا ہونے یا کرنے کی نسبت غلط ہے صرف کرنا اور ہونا بھی ٹھیک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ

ترجمہ: ہمیشہ جو چاہے کر لینے والا۔ (سورۃ البروج:۱۶)

ادھر فعّال کا معنی کا سب کے ہیں تو اس فقیر (حضور سیّدی مبارک قدس اللہ سرہ) نے کہا فعال فاعل یعنی فاعلیت خداوندی میں کے جو کہ صفات فعلیہ میں مبالغہ ہے اور ادھر فعال بمعنی خلاق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ ہو ذاتیہ قدیم ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فعل بھی صفت خداوندی قدیم ہے جیسا کہ سیدنا امام اعظم ﷺ فرماتے ہیں کہ:

والفعل صفة له تعالى في الازل۔

ترجمہ: فعل ازل میں صفتِ خداوندی ہے۔ (شرح فقہ اکبر)

پس یہاں فعل سے کسب اور کرنے کا معنی لینا غلط ہے کیونکہ کسب حادث ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے صفۃً بھی نہیں ہوسکتا کما مر، بلکہ یہاں فعل خلق و ایجاد اور پیدا کرنے کے معنی میں ہے کیونکہ متکلمین اہلسنت فرماتے ہیں کہ فعل کون صنع وغیرہ جب اللہ تعالیٰ کو منسوب ہوجائے تو خلق و ایجاد کے معنی پر ہیں گو یا لفظ فعل کسب اور خلق کے درمیان مشترک لفظی ہے تو جب بندہ کو منسوب ہوجائے تو کسب کے معنی پر ہوگا۔

حقیقۃً جیسا کہ ارشاد فرمایا:

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا یَكۡسِبُوۡنَ

ترجمہ: بدلہ اس کا جو کماتے تھے۔ (سورۃ التوبہ:۸۲)

یعنی اکتساب۔ فعل عباد کسب عباد ہے حقیقۃً، اور جب واجب الوجود کو منسوب ہوجائے کو خلق و ایجاد کے معنی پر حقیقۃً لامجازاً۔ جیسا کہ:

فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ

ترجمہ: ہمیشہ جو چاہے کر لینے والا۔ (سورۃ البروج:۱۶)

وَ رَبُّكَ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ وَ یَخۡتَارُ ؕ

ترجمہ: اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند فرماتا ہے۔ (سورۃ قصص:۶۸)

لَا یُسۡـَٔلُ عَمَّا یَفۡعَلُ وَ هُمۡ یُسۡـَٔلُوۡنَ

ترجمہ: اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔ (سورۃ انبیاء: ۲۳)

فعال مبالغہ ہے فاعل میں یعنی خلاق ہے اپنے مراد کا اسی طرح پیدا فرماتا ہے، اس کو جس کو چاہے اور پسند فرماتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے نہیں پوچھا جاسکتا کہ کیوں پیدا فرمایا بلکہ بندوں سے ان کے افعال (کسبوں) کے متعلق پوچھا جائے گا۔

(حاشیہ نمبر ایک) اسی آیت میں اشارہ ہے قاعدہ مسئلہ اہلسنت کو اور وہ یہ کہ خلق قبیح قبیح نہیں اور کسب قبیح قبیح ہے اور ظاہر کلام دلیل ہے صمدانیت حق پر کہ وہ سب پر علی ہے مخادق اس پاک ذات کے محکوم ہے۔

کیوں کہ مشترک لفظی کا صدق اپنے افراد موضوع لہ پر حقیقۃً ہوتا ہے نہ مجازاً مگر یہ **صدق تبادلاً لوجود القرینة ہوگا نہ جمعاً لا کما توهم بعض الجهلة۔ ان يفعل الله بمعنى يخلق الله مجاز۔**

دوسری بات یہ کہ فاعل اسماء مشترکہ میں سے ہے جس طرح رؤف، رحیم، سمیع، بصیر، علیم، عظیم، وغیرہ اسماء بندوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اسماء مشترکہ ہیں لیکن یراد فی حق العباد غیر ما یراد فی حق اللہ تعالی، **ترجمہ:** بندوں کے حق میں وہ چیز مراد لی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق میں مراد نہیں لی جاتی۔ پس بندہ بھی فعل حادث اختیاری امکانی چونی کیساتھ فاعل ہے جو کہ کسب ہے حقیقۃً اور اللہ تعالیٰ بھی فعل قدیم، ازلی، ابدی، لامکانی، بیچونی کیساتھ فاعل ہے جو کہ خالقیت ہے حقیقۃً پس یہ اسمی اشتراک لفظی ہے معنوی نہیں ہے ایک سے مراد کاسب علی الحقیقۃ اور دوسرے سے مراد خالق علی الحقیقۃ ہے۔

تو اعتراض کرنے والے نے کہا کہ نہیں جو اس کے شان کی مطابق ہو ان سب کچھ کا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے تو ہم نے پوچھا کہ بتاؤ وہ کونسے امور ہیں؟ جو اللہ تعالیٰ کی شان کے موافق ہیں اور اللہ تعالیٰ انکو کرنے والا ہے۔ تو اعتراض کرنے والا یہ کہنے لگا کہ مثلاً زمین و آسمان پیدا کرنا تو ہم نے کہا کہ (پیدا کرنا) تو خلق وایجاد ہے کسب نہیں ہے تو ایسا کہو کہ اللہ تعالیٰ (پیدا کرنے) والا ہے۔ بس معاملہ حل ہو جائیگا۔ تو اعتراض کرنے والے نے پھر کہا کہ تم غلط کہہ رہے ہو بس جو میں کہہ رہا ہوں۔ یہی اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے۔ تو ہم نے مکتوبات امام ربانی منگوا کر درج ذیل عبارت سنائی کہ اہلسنت وجماعت کا عقیدہ اس طرح ہے۔

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

فلما كانت مسئلة القضاء والقدر كثر فيه الحيرة و الضلال و غلب على اكثر ناظريها باطل الوهم والخيال حتى قال بعضهم بمحض الجبر فيما يصدر من العبد بالخيار ونفى بعضهم نسبته الى الواحد القهار واخذ طائفة فى طرفى الاقتصاد فى الاعتقاد الذى هو الصراط المستقيم والمنهج القويم ولقد وفق بهذا الطريق الفرقة الناجية الذين هم اهل السنة والجماعة رضى الله تعالى عنهم وعن اسلافهم واخلافهم فتركوا الافرايط والتفريط اختاروا الوسط والبين۔ روى عن ابى حنيفة رضى الله عنه انه سئال جعفر بن محمد الصادق رضى الله تعالى عنهما فقال يا ابن رسول الله صلى الله عليه وسلم هل، فوض الله الامر الى العباد فقال، الله تعالى اجل من ان يفوض الربوبية الى العباد فقال له هل يجبرهم على ذلك فقال الله تعالى اعدل من ان يجبرهم على ذلك ثم يعذبهم، وكيف ذلك فقال البين البين لا جبر لا تفويض و لا كره، ولا تسليط لهذا قال اهل السنة ان الافعال الاختيارية للعباد مقدورة الله تعالى من حيث الخلق والايجاد و مقدورة العباد على وجه آخر من، التعلق يعبر عنه بالاكتساب

فحر كة العبد باعتبار نسبتها الى قدرته تعالى يسمى خلقا و باعتبار نسبتها الى قدرة العبد، كسبا له غير ان الاشعرى منهم ذهب الى ان لا مدخل لا ختيار العباد فى افعالهم اصلا الا انه سبحانه اوجد الافعال عقيب اختيارهم بطريق جرى العادة اذ لا تاثير للقدرة الحادثة عنده و هذا المذهب مائل الى الجبر و لهذا يسمى، با لجبر المتوسط و قال الاستاذ ابو اسحاق الاسفرائينى بتاثير القدرة الحادثة فى اصل الفعل و حصول الفعل بمجموع القدرتين و قد جوز اجتماع المؤثرين على اثر واحد بجهتين مختلفين و قال القاضى ابو بكر الباقلانى بتاثير القدرة الحادثة فى وصف الفعل بان يجعل الفعل موصوفا بمثل كونه طاعة و معصية و المختار عند العبد الضعيف تاثير القدرة الحادثة فى اصل الفعل و فى وصفه معا اذ لا معنى، للتاثير فى الوصف بدون التاثير فى الاصل اذا الوصف اثره المتفرع، عليه لكنه محتاج تاثير زائد على تاثير اصل الفعل اذ الوجود الوصف زائد على وجود الاصل ولا محذور فى القول با لتاثير و ان كبر على الاشعرى اذا التاثير فى القدرة ايضا بايجاد الله سبحانه كما ان نفس القدرة بايجاده تعالىٰ ايضا و القول بتاثير القدرة هو الاقرب الى، الصواب و مذهب الاشعرى داخل فى دائرة الجبر فى الحقيقة اذ لا ااختيار عنده ـ حقيقة و لا تا ژير للقدرة الحادثة اصلا عنده ـ الا ان يفعل الاختيارى عند الجبرية لا ينسب الى الفاعل حقيقة وان لم يكن الختيار ثابتا له حقيقة لان الفعل ينسب الى قدرة العبد حقيقة سواء كانت القدرة مئوثرة ولو فى الجملة كما هو مذهب غير الاشعريمن، اهل، السنة او مدارا محضا كما هو مذهبه وبهذاالفرق يتميز مذهب، اهل الحق عن مذهب اهل الباطل ونفى الفعل عن الفاعل، حقيقة و اثباته له مجاذا كماهو مذهب الجبرية كفر محض و انكار عن الضرورة قال صاحب التمهيد و من الجبرية من قال بان الفعلمن العبد ظاهرا و مجازاانافى الحقيقة لا استطاعة لنا و العبد كالشجر ازا حركتها الزيح تحزكت فكذلك العبد مجبورا كالشجر وهذا كفر و من اعتقدهذا يصير كافرا قايضا فى مذهب الجبرية قولهم ان ليس للعباد افعال على الحقيقة لا فى الخير و لا فى الشر و مايفعله العبد فالفاعل هو الله سبحانه و هذا كفر ـ

ترجمہ: اس کے بعد واضح ہے کہ مسئلہ قضاء وقدر میں اکثر لوگ حیران وار گمراہ ہورہے ہیں اس مسئلہ کے اکثر دیکھنے والوں پر اس قسم کے باطل وہم وخیال غالب ہیں کہ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ جو کچھ بندہ سے اپنے اختیار کے ساتھ فعل صادر ہوتا ہے اس میں جبر کے قائل ہیں اور بعض بندے کے فعل کو حق کی طرف منسوب ہی نہیں کرتے گویا ان دونوں گرہوں نے اعتدال کو چھوڑ کر افراط وتفریط کو اختیار کیا ہے اور بعض نے طریق اعتدال اختیار کیا ہے جس صراط مستقیم یا راہ راست کہا جاسکتا ہے۔اور اس صراط مستقیم کی توفیق حق تعالیٰ نے فرقہ ناجیہ کو عطا فرمائی ہے۔

جن کو اہل سنت و جماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہم و عن اسلافهم و اخلافهم کہتے ہیں جنھوں نے افراط وتفریط کو چھوڑ کر ان کے درمیان وسط اور میانہ روی کو اختیار کیا ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت جعفر بن محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اے رسول اللہ کے بیٹے کیا اللہ تعالیٰ نے ربوبیت کا امر اپنے بندوں کے سپرد کیا ہے۔

توانہوں جواب فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس امر سے برتر ہے کہ اپنی ربوبیت اپنے بندوں کے سپرد کرے۔ پھر عرض کیا ان پر جبر کرتا ہے؟

فرمایا کہ یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے کہ پہلے کسی بات پر مجبور کرے پھر اس پر عذاب دے پھر عرض کیا یہ بات کس طرح ہے؟ امام جعفر محمد بن صادق ﷺ فرمایا کہ اسکے بین بین ہے یعنی نہ جبر کرتا ہے نہ سپرد کرتا ہے اور نہ اکراہ ہے نہ تسلیط۔ اسی واسطے اہل سنت و جماعت کے فرماتے ہیں کہ بندے کے اختیاری فعل خلق و ایجاد کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی طرف منسوب ہیں اور کسب و اکتساب کی کوشش و سعی کے تعلق کے باعث بندوں کی قدرت کی طرف منسوب ہیں بندے کی حرکت کو حق تعالیٰ کی قدرت کی طرف منسوب کرنے کے اعتبار سے خلق کہتے ہیں اور بندے کی قدرت کی طرف منسوب کرنے کے اعتبار سے اس کا نام کسب رکھتے ہیں برخلاف اشعری کے کہ وہ اس طرف گیا ہے کہ بندوں کا اپنے افعال میں ہرگز کچھ اختیار نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بطریق جری العادت (یعنی عادت اللہ اسی طرح جاری ہے) بندوں کے اختیار کے بعد افعال کو ایجاد کیا ہے کیونکہ وہ قدرت حادثہ کے لیے کوئی تاثیر نہیں جانتا۔

یہ مذہب بھی جبر المتوسط کہتے ہیں استاد ابو اسحاق اسفرائی اصل فعل میں قدرت حادثہ کی تاثیر کا اور دونوں قدرتوں کے مجموعہ سے فعل کے حاصل ہونے کا قائل ہے اور اس نے اصل واحد پر دو مختلف جہتوں کے لحاظ سے دو موثروں کا جمع ہونا جائز قرار دیا ہے قاضی ابو بکر باقلانی وصف فعل میں قدرت حادثہ کی تاثیر کا قائل ہے۔ اس طرح پر کہ اس فعل کو طاعت یا معصیت کے ساتھ موصوف کیا جائے۔ اس خاکسار بندہ ضعیف کے نزدیک مختار یہ ہے کہ اصل فعل اور وصف فعل دونوں میں قدرت حادثیہ کی تاثیر ہے۔ کیونکہ اہل کی تاثیر کے بغیر وصف کی تاثیر کے کچھ معانی نہیں ہیں کیونکہ وصف اس کا اثر ہے جو اسی پر متفرع ہے یعنی اسی سے نکلا ہے لیکن وہ اصل فعل کی تاثیر پر زائد تاثیر کی محتاج ہے کیونکہ وصف کا وجود اصل کے وجود پر زائد ہے اور قدرت حادثہ یعنی بندہ کی قدرت کی تاثیر کے قائل ہونے میں کوئی محذور یعنی ڈر نہیں ہے۔

اگر چہ یہ بات اشعری پر ناگوار ہے کیونکہ قدرت حادثہ میں وصف تاثیر کا ہونا بھی حق تعالیٰ کی ایجاد سے ہے اور قدرت حادثہ کی تاثیر کا قائل ہونا یہی ثواب اور بہتری کے زیادہ قریب ہے اور اشعری کا مذہب درحقیقت دائرہ جبر میں داخل ہے کیونکہ اس کے نزدیک بندہ کا ہرگز اختیار نہیں ہے اور نہ قدرت حادثہ کی کوئی تاثیر ہے سوائے اس کے کہ فعل اختیاری جبریہ کے نزدیک فاعل کی طرف حقیقی طور پر منسوب نہیں کیا جاتا۔ بلکہ مجازی طور پر۔ اور اشعری کے نزدیک حقیقی طور پر اختیار ثابت نہیں ہے کیونکہ فعل حقیقی طور پر بندہ کی قدرت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے خواہ قدرت مجمل طور پر موثر ہو جیسے کہ اشعری کے سوا اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔ یا مدار محض ہو۔ جیسا کہ اشعری کا مذہب ہے۔ اور اسی فرق سے اہل حق کا مذہب اہل باطل سے جدا ہو جاتا ہے۔ فاعل سے فعل کا حقیقی طور پر نفی کرنا۔ اور مجازی طور پر اس کے لئے ثابت کرنا جیسے کہ جبریہ کا مذہب ہے محض کفر ہے اور ضرورت کا انکار ہے۔ صاحب تمہید نے کہا ہے کہ جبریہ میں سے جو اس بات کا قائل ہے کہ بندے سے فعل کا صادر ہونا ظاہری اور مجازی طور پر ہے۔ لیکن حقیقت میں اس کے لیے کوئی استطاعت و طاقت نہیں جیسے کہ درخت جو ہوا کے ہلانے سے ہلتا ہے اس طرح بندہ بھی درخت کی طرح مجبور ہے یہ بات کفر ہے۔

اور جس شخص کا یہ عقیدہ ہو وہ کافر ہے۔ نیز اس نے یہ فرمایا ہے کہ مذہب جبریہ میں سے بعض اس بات کے قائل ہیں کہ افعال خواہ شر ہوں خواہ خیر حقیقی طور پر بندوں کے نہیں۔ بندے جو کچھ کرتے ہیں۔ ان کا فاعل اللہ تعالیٰ ہی ہے یہ بھی کفر ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب: ۲۸۹، ج ۱، ص ۶۸۱، مرکز پخش، زاھدان، خیابان خام صدیقی، تہران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

و ایضا قال: و ھؤلاء المرجئہ الملعونون الذین یقولون بان المعصیۃ لا یضر و المعاصی لا یعاقب روی عن النبی ﷺ انہ قال لعنت المجئتۃ علی لسان سبعین نبیا، و مذھبھم باطل بالضرورۃ للفرق الظاھر بین حرکت البطش و حرکت الارتعاش و نعلم قصا انّ الاوّل باختیار دون الثانی و النصوص القطعیۃ تنفی ھذا المذھب ایضا لقولہ تعالی جزاء بما کانوا یعلمون و قولہ سبحانہ فمن شاء فلیکفر، الی غیر ذلک

ترجمہ: یہ جبریہ ملعون وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ معصیت ضرر نہیں دیتی اور عاصی کو عذاب نہ دیا جائے گا نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ مرجیہ کو ستر نبی کی زبان سے لعنت کی گئی ہے اوران کا مذھب باطل ہے۔اس لئے کہ حرکت بطش اور حرکت ارتعاش میں فرق ظاہر ہے اور سب کو معلوم ہے اور ہم بھی جانتے ہیں حرکت اول اس کے اختیار سے ہے اور دوسری نہیں اور نصوص قطعیہ اس مذہب کی نفی کرتی ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یہ اس کی جزاء ہے جو عمل کرتے تھے اور جو چاہے مؤمن بن جائے اور جو چاہے کافر بن جائے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب: ۲۸۹، ج، ا، حصہ پنجم، ص، ۸۳، یونیورسٹی، بک ایجنسی، خیبر بازار، پشاور)

اس واضح ترین ترین عبارت سننے کے بعد بھی اعتراض کرنے والے نے کہا انکار کلی کے علاوہ کوئی گنجائش نہ رکھی حالانکہ واضح طور پر معلوم ہوا کہ بندہ حقیقۃ فاعل اور کاسب ہے نہ کہ مجازا جیسا کہ جبریہ کا مذہب ہے اور واجب تعالیٰ خالق علی الحقیقۃ ہے پھر بھی اعتراض کرنے والے نے کہا یہ بالکل غلط کہا ہے بلکہ جو کچھ میں کہ رہا ہوں۔اہل سنت کا عقیدہ اعتراض کرنے والے کے نزدیک یہی ہے۔

اور اپنے فاسد دعویٰ پر معتبر کتاب کا حوالہ پیش نہ کرسکا۔اس کے بعد اس فقیر (حضور سیّدی مبارک علیہ الرحمۃ) نے جبریہ کی تکفیر پر علمائے اہل سنت و جماعت کے اقوال اور فقہائے عظام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی عبارتیں پیش کی کہ اللہ تعالیٰ کو اعمال کا کاسب ٹھہرنا اور بندہ کو مجبور محض جاننا کفر ہے اور باطل ہے جیسا کہ آگے بھی ہم چند عبارات تردید جبریہ میں پیش کریں گئے۔تو اعتراض کرنے والے نے کہا میرا تو یہ عقیدہ ہے اور اگر اس عقیدہ سے کوئی کافر ہوتا ہے تو میں اولا کافر ہوں بحث و مباحثہ کے کچھ وقفہ کے بعد پھر کہا کہ کوئی کافر ہوتا ہے تو میں اولا کفر ہوں۔اسی طرح بحث و مباحثہ کے کچھ وقفہ بعد تیسری مرتبہ کہا کہا گر اس عقیدے سے کوئی کافر ہوتا ہے تو میں اولاً کفر ہوں۔

(گویا اپنی بات کو تین مرتبہ دہرایا) اس پر اس فقیر (حضور سیّدی مبارک علیہ الرحمۃ) نے کہا اگر تمہارا یہی جبری عقیدہ ہے تو تم اپنے اقرار کے مطابق کافر ہوا اعتراض کرنے والے نے کہا کسب اور خلق سے متعلق تمام آیات کا انکار کیا: بعد ازاں اس کو ہم نے کہا کہ قرآن مجید میں کئی جگہ بندہ کو کاسب ٹھرایا ہے اس لحاظ سے بندہ کے اختیاری افعال اور کسب و اکتساب سے مطلقاً انکار کرنا بالفاظ دیگر قرآن کریم سے انکار کرنا ہے اس پر اعتراض کرنے والے نے کہا کہ قرآن پر کسب پر کوئی بھی ایسی آیت نہیں جس میں بندہ کو کاسب ٹھرایا ہو۔

تو اس فقیر (حضور سیّدی مبارک علیہ الرحمۃ) نے کہا کہ تم تو صریحا قرآن کریم کی آیات سے انکار کررہے ہو۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا لَھَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْھَا مَا اکْتَسَبَتْ

ترجمہ: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی" (بقرہ آیت ۲۸۶)

یہ قطعی آیت ہے جو اختیار عباد اور کسب کی صریح نص ہے۔

(۲) اسی طرح: جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ

ترجمہ: صلہ ان کے اعمال کا۔ (واقعہ، آیت ۲۴)

(۳) اور بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ

ترجمہ: ان برائیوں سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمائیں۔ (سورہ، روم، آیت، ۴۱)

وغیرہ متعدد آیات قرآن کسب کے ثبوت میں وارد ہیں اور تم نے واضح طور پر آیات قرآنی کا انکار کر دیا۔ اسی اثنا میں پیر پیراں حبیب عبدالرحمٰن صاحب نے

(۴) یہ آیت تلاوت کی: وَ تَشْھَدُ اَرْجُلُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ

ترجمہ: اور ان کے پاؤں ان کے کئے کی گواہی دیں گے (سورہ یٰسین، آیت: ۶۵)

اسی طرح کئی دوسری آیات قرآنی عباد کے کسب کے ثبوت میں واضح طور پر وارد ہیں۔

اسی مسئلہ سے متعلق قرآنی آیات کا مکمل جدول آگے پیش کیا جا رہا ہے۔

اعتراض کرنے والے نے یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کو "کرنا" یعنی کسب منسوب ہوگا اور "پیدا کرنا" یعنی خلق وایجاد اللہ تعالیٰ کو منسوب نہ ہوگا۔ اس بنا بریں تمام آیات متعلقہ بالخلق سے بھی انکار لازم آیا۔ اس لیے ہم نے جدول میں آیات متعلقہ بالکسب (جو کہ بندہ کی صفت حادثہ ہے)

اور آیات متعلقہ بالخلق (جو کہ صفۃ الخالق کے ساتھ متعلق ہے) دونوں قسم جمع کر کے لکھ دیں تا کہ قارئین کرام پر واضح ہو جائے کہ اعتراض کرنے والے نے کتنے زیادہ آیات قرآنیہ متعلقہ بالکسب والخلق سے صریح انکار کیا۔ جدول ملاحظہ ہو۔

"جدول آیات متعلقہ بالکسب"

(۵) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَوَیْلٌ لَّھُمْ مِّمَّا یَکْسِبُوْنَ

ترجمہ: اور خرابی ان کے لئے اس کمائی سے" (البقرۃ: ۷۹)

(۶) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تِلْکَ اُمَّۃٌ قَدْ خَلَتْ لَھَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَّا کَسَبْتُمْ

ترجمہ: یہ ایک امت ہے کہ گزر چکی ان کے لئے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے ہے جو تم کماؤ" (البقرۃ: ۱۳۴، ۱۴۱)

(۷) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُولٰٓئِکَ لَھُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا کَسَبُوْا ایسوں کو ان کی کمائی سے بھاگ ہے" (سورۃ البقرۃ: ۲۰۲)

(۸) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ ہ

ترجمہ: اس پر گرفت فرماتا ہے جو کام تمہارے دلوں نے کئے (سورۃ البقرۃ:۲۲۵)

(۹) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا کَسَبُوْا

ترجمہ: اپنی کمائی سے کسی چیز پر قابو نہ پائیں گے (سورۃ البقرۃ:۲۶۴)

(۱۰) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو" (سورۃ البقرۃ:۲۶۷)

(۱۱، ۱۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ

ترجمہ: اور ہر جان کو اس کی کمائی پوری بھر دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا" (سورۃ البقرۃ:۲۸۱، سورۃ آل عمران:۱۶۱)

(۱۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَھَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْھَا مَا اکْتَسَبَتْ

ترجمہ: اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی" (سورۃ البقرۃ:۲۸۶)

(۱۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَوُفِّیَتْ کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ

ترجمہ: اور ہر جان کو اس کی کمائی پوری بھر دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا" (آل عمران:۲۵)

(۱۵) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبُوْا ط وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبْنَ

ترجمہ: مردوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور عورتوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ" (سورۃ النساء:۳۲)

(۱۶) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاللّٰہُ اَرْکَسَھُمْ بِمَا کَسَبُوْا

ترجمہ: اور اللہ نے انہیں اوندھا کر دیا ان کے کوتکوں کے سبب" (سورۃ النساء:۸۸)

(۱۷) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَنْ یَّکْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا یَکْسِبُہٗ عَلٰی نَفْسِہٖ

ترجمہ: اور جو گناہ کمائے تو اس کی کمائی اسی کی جان پر پڑے" (سورۃ النساء:۱۱۱)

(۱۸) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَنْ یَّکْسِبْ خَطِیْٓئَۃً اَوْ اِثْمًا

ترجمہ: اور جو کوئی خطا یا گناہ کمائے" (سورۃ النساء:۱۱۲)

(۱۹) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَھُمَا جَزَآءً بِمَا کَسَبَا

ترجمہ: اور جو مرد یا عورت چور ہو تو ان کا ہاتھ کاٹو ان کے کئے کا بدلہ" (سورۃ المآئدۃ:۳۸)

(۲۰) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَجَھْرَکُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَکْسِبُوْنَ

ترجمہ: اسے تمہارا چھپا اور ظاہر سب معلوم ہے اور تمہارے کام جانتا ہے" (سورۃ الانعام:۳)

(۲۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا

ترجمہ: وہ جو اپنے کئے پر پکڑے گئے" (سورۃ الانعام:۷۰)

(۲۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ

ترجمہ: وہ جو گناہ کماتے ہیں" (سورۃ الانعام:۱۲۰)

(۲۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَكَذٰلِكَ نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ

ترجمہ: اور یونہی ہم ظالموں میں ایک کو دوسرے پر مسلّط کرتے ہیں بدلہ اُن کے کئے کا" (سورۃ الانعام:۱۲۹)

(۲۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَوْ كَسَبَتْ فِیْٓ اِیْمَانِهَا خَیْرًا

ترجمہ: یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی تھی" (سورۃ الانعام:۱۵۸)

(۲۵) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْهَا

ترجمہ: اور جو کوئی کچھ کمائے وہ اسی کے ذمہ ہے" (سورۃ الانعام:۱۶۴)

(۲۶) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ

ترجمہ: تو چکھو عذاب بدلہ اپنے کئے کا" (سورۃ الاعراف:۳۹)

(۲۷) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ

ترجمہ: تو ہم نے انہیں انکے کئے پر گرفتار کیا" (سورۃ الاعراف:۹۶)

(۲۸) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ

ترجمہ: بدلہ اس کا جو کماتے تھے" (سورۃ التوبۃ:۸۲)

(۲۹) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ

ترجمہ: ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے بدلہ ان کی کمائی کا" (سورۃ یونس:۸)

(۳۰) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالَّذِیْنَ كَسَبُوا السَّیِّاٰتِ جَزَآءُ سَیِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَا

ترجمہ: اور جنہوں نے برائیاں کمائیں و برائی کا بدلہ اسی جیسا (سورۃ یونس:۲۷)

(۳۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ

ترجمہ: تمہیں کچھ اور بدلہ نہ ملے گا مگر وہی جو کماتے تھے" (سورۃ یونس:۵۲)

(۳۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ

ترجمہ: جانتا ہے جو کچھ کوئی جان کمائے" (سورۃ الرعد:۴۲)

(۳۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

ترجمہ: تو ان کی کمائی کچھ ان کے کام نہ آئی (سورۃ الحجر:۸۴)

(۳۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ

ترجمہ: ان میں ہر شخص کے لئے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا (سورۃ النور:۱۱)

(۳۵) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا

ترجمہ: اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی (سورۃ لقمان:۳۴)

(۳۶) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا

ترجمہ: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں" (سورۃ الاحزاب:۵۸)

(۳۷) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا

ترجمہ: اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے کئے پر پکڑتا (سورۃ فاطر:۴۵)

(۳۸) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

ترجمہ: اور ان کے پاؤں ان کے کئے کی گواہی دیں گے۔ (سورۃ یٰسین:۶۵)

(۳۹) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ

ترجمہ: اور ظالموں سے فرمایا جائے گا اپنا کمایا چکھو (سورۃ الزمر:۲۴)

(۴۰) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا

ترجمہ: اور ان پر اپنی کمائی ہوئی برائیاں کھل گئیں (سورۃ الزمر:۴۸)

(۴۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

ترجمہ: تو ان کا کمایا ان کے کچھ کام نہ آیا" (سورۃ الزمر:۵۰)

(۴۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا

ترجمہ: تو ان پر پڑ گئیں ان کی کمائیوں کی برائیاں اور وہ جو ان میں ظالم ہے عنقریب ان پر پڑیں گی ان کی کمائیوں کی برائیاں" (سورۃ الزمر:۵۱)

(۴۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ

ترجمہ: آج ہر جان اپنے کئے کا بدلہ پائے گی" (سورۃ المؤمن:۱۷)

(۴۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

ترجمہ: تو ان کے کیا کام آیا جو انہوں نے کمایا" (سورۃ المؤمن:۸۲)

(۴۵) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

ترجمہ: تو انہیں ذلّت کے عذاب کی کڑک نے آلیا سزا ان کے کئے کی" (سورۃ حم السجدۃ:۱۷)

(۴۶) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ

ترجمہ: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا" (سورۃ الشوریٰ:۳۰)

(۴۷) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا

ترجمہ: یا انہیں تباہ کردے لوگوں کے گناہوں کے سبب (سورۃ الشوریٰ:۳۴)

(۴۸) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا

ترجمہ: اور انہیں کچھ کام نہ دے گا ان کا کمایا ہوا" (سورۃ الجاثیۃ:۱۰)

(۴۹) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ

ترجمہ: اور اس لئے کہ ہر جان اپنے کئے کا بدلہ پائے (سورۃ الجاثیۃ:۲۲)

(۵۰) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ

ترجمہ: سب آدمی اپنے کئے میں گرفتار ہیں" (سورۃ الطور:۲۱)

(۵۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ

ترجمہ: ہر جان اپنی کرنی میں گروی ہے۔ (سورۃ المدثر:۳۸)

(۵۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

ترجمہ: کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔ (سورۃ المطففین:۱۴)

(۵۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ

ترجمہ: اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا" (سورۃ اللہب:۲)

"جدول آیات متعلقہ بالخلق"

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔ (سورۃ البقرۃ:۲۹)

(۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

ترجمہ: بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں (سورۃ البقرۃ:۱۶۴)

(۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ

ترجمہ: اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی جو چاہے پیدا کرتا ہے (سورۃ المآئدۃ ۱۷)

(۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

ترجمہ: سب خوبیاں اللہ کو جس نے آسمان اور زمین بنائے (سورۃ الانعام:۱)

(۵) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ

ترجمہ: اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ سب کچھ جانتا ہے (سورۃ الانعام:۱۰۱)

(۶) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ

ترجمہ: بیشک تمہارا رب ہی بہت پیدا کرنے والا جاننے والا ہے (سورۃ الحجر:۸۶)

(۷) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ

ترجمہ: اور کیا وہ جس نے آسمان اور زمین بنائے ان جیسے اور نہیں بنا سکتا کیوں نہیں اور وہی ہے بڑا پیدا کرنے والا سب کچھ جانتا۔ (سورۃ یٰسین:۸۱)

(۸) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَللّٰهُ خٰلِقُ كُلِّ شَیْءٍ

ترجمہ: اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ (سورۃ الزمر:۶۲)

(۹) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں سے ہے آسمانوں اور زمین کی پیدائش" (سورۃ الشوریٰ:۲۹)

(۱۰) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

ترجمہ: اور بیشک ہم نے آدمی کو پیدا کیا (سورۃ ق:۱۶)

(۱۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خَلَقَ الْاِنْسٰنَ ۙ

ترجمہ: انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔ (سورۃ الرحمٰن: ۳)

(۱۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ

ترجمہ: وہی ہے اللہ بنانے والا پیدا کرنے والا ہر ایک کو صورت دینے والا (سورۃ الحشر: ۲۴)

(۱۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا

ترجمہ: کیا تم نہیں دیکھتے اللہ نے کیونکر سات آسمان بنائے ایک پر ایک۔ (سورۃ نوح: ۱۵)

(۱۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسٰنَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ

ترجمہ: بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا (سورۃ التین: ۴)

ابھی اعتراض کرنے والے نے تمام آیات سے انکار کرنے کے باوجود ابھی تک کافر نہ ہوئے اور نہ اپنے کفر پر ندامت ظاہر کیا اور نہ یہ کہا کہ میں مغلوب الغضب ہو کر سہواً اور خطاءً یہ الفاظ منہ سے نکل گئے۔

کہ کسب یعنی "ہونا، کرنا" صفۃ حادثہ بندہ کی صفۃ واقع بآلۃ جارحۃ ہے اور اشیاء کا پیدا کرنے والا یعنی "خالق" اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور بندہ سے کسب کی نفی کر کے اللہ کی طرف کسب کو منسوب کرنا باطل اور مذہب جبریہ ہے جو صریح کفر ہے۔ کیونکہ اس مذہب جبریہ میں ضروریات دین سے انکار موجود ہے اور آیات مبارکہ، احادیث نبوی، اقوال مفسرین، ومحدثین، فقہاء، اور متکلمین، اس باطل مذہب کی نفی کرتے ہیں۔ نصوص قرانیہ تو جدول میں مذکور ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِي لَيْسَ لَهُمَا فِي الْإِسْلَامِ نَصِيبٌ: الْمُرْجِئَةُ وَالْقَدَرِيَّةُ".

ترجمہ: حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے امت میں سے دو فرقوں کا اسلام میں حصہ نہیں ایک جبریہ اور دوسرا قدریہ۔

(سنن الترمذی، رقم: ۲۱۴۹، سنن ابن ماجہ، رقم: ۶۲، مشکوۃ المصابیح، باب الایمان بالقدر، رقم: ۱۰۵)

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

يَقُولُونَ: الْأَفْعَالُ كُلُّهَا بِتَقْدِيرِ اللهِ تَعَالَى، وَلَيْسَ لِلْعِبَادِ فِيهَا اخْتِيَارٌ، وَأَنَّهُ لَا يَضُرُّ مَعَ الْإِيمَانِ مَعْصِيَةٌ كَمَا لَا يَنْفَعُ مَعَ الْكُفْرِ طَاعَةٌ كَذَا قَالَهُ ابْنُ الْمَلَكِ. وَقَالَ الطِّيبِيُّ: قِيلَ: هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ الْإِيمَانُ قَوْلٌ بِلَا عَمَلٍ فَيُؤَخِّرُونَ الْعَمَلَ عَنِ الْقَوْلِ. وَهَذَا غَلَطٌ، بَلِ الْحَقُّ أَنَّ الْمُرْجِئَةَ هُمُ الْجَبْرِيَّةُ الْقَائِلُونَ بِأَنَّ إِضَافَةَ الْفِعْلِ إِلَى الْعَبْدِ كَإِضَافَتِهِ إِلَى الْجَمَادِ اتَّسَمُوا بِذَلِكَ؛

ترجمہ: وہ کہتے ہیں کہ تمام افعال اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہیں اور بندہ کا اس میں کوئی اختیار نہیں اور ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ سے کوئی ضرر یا خلل واقع نہیں ہوتا جیسا کہ کفر کی موجودگی میں اطاعت فائدہ مند نہیں اسے ہی ابن مالک علیہ الرحمہ نے کہا اور طیبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ایمان بغیر عمل کے قول کا نام ہے اسی لئے عمل کو قول سے مؤخر کرتے ہیں اور یہ محض غلط ہے بلکہ حق یہ ہے کہ مرجیہ ہی جبریہ ہیں جو کہ اس بات کے قائل

ہیں کہ فعل کی بندہ کی طرف نسبت ایسے ہے جیسا کہ پتھر کی طرف ہو۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان، باب الایمان با قدر، ج ۱، ص ۲۸۴، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

اکثر بر آنند کہ مرحبہ نام فرقہ جبریہ است کہ گویند بندہ را فعلی نیست و اور امدخلی و اختیاری در ان اصلا نہ، و نسبت فعلی بوی بمنزلہ نسبت فعلی بجمادات است۔

ترجمہ: اکثر کا قول یہ ہے کہ مرحبہ جبریہ کا ہی ایک فرقہ وگروہ ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بندے کا کوئی فعل نہیں اور بندہ کو اس میں کسی قسم کا کوئی دخل واختیار نہیں اسکی طرف فعل کی نسبت جمادات کی طرف افعال کی نسبت کی مانند ہے۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، کتاب الایمان، باب الایمان با قدر، ج ۱، ص ۱۱۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

تو معلوم ہوا کہ جبریہ بندوں سے فعل اور کسب کی نفی کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور حدیث مذکور کی مضمون پر جبریہ خارج از اسلام اور کافر ہیں، کیونکہ جبریہ فرقہ نصوص قطعیہ اور ضروریات دین کا انکار کرتا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ كَانَ: الزَّائِدُ فِي كِتَابِ اللهِ، وَالْمُكَذِّبُ بِقَدَرِ اللهِ، وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبَرُوتِ لِيُعِزَّ بِذَلِكَ مَنْ أَذَلَّ اللهُ، وَيُذِلَّ مَنْ أَعَزَّ اللهُ، وَالْمُسْتَحِلُّ لِحُرُمِ اللهِ، وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِي مَا حَرَّمَ اللهُ، وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِي۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ چھ آدمی ایسے ہیں کہ میں بھی ان پر لعنت بھیجتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت بھیجی ہے اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے

(۱) اللہ تعالیٰ کی کتاب میں زیادتی کرنیوالا،

(۲) اور تقدیر خداوندی کی تکذیب کرنیوالا،

(۳) اور وہ آدمی جو زبردستی غلبہ پالے پھر جس آدمی اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہے اس کو عزت دے، اور جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے اس کو ذلیل کرے

(۴) اور اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کر کے حرام کو حلال سمجھنے والا،

(۵) اور وہ آدمی جو میری اولاد سے اس چیز کو حلال جانے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے،

(۶) اور وہ آدمی جو میری سنت کو چھوڑ دے۔

(سنن الترمذی، رقم: ۲۱۵۴، صحیح ابن حبان، رقم: ۵۷۴۹، الدعا للطبرانی، رقم: ۲۰۹۰، المعجم الاوسط، رقم: ۱۶۶۷، المعجم الکبیر للطبرانی، رقم: ۲۸۸۳، المستدرک علی الصحیحین للحاکم، رقم: ۱۰۲، شعب الایمان، رقم: ۳۷۷۱، مجمع الزوائد، رقم: ۸۲۰، کنز العمال، رقم: ۴۴۰۲۴، مشکوٰۃ المصابیح، رقم: ۱۰۹، الجامع الصغیر، رقم: ۳۲۴۸)

مذکورہ بالا حدیث کے تحت حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۸۱۰ھ، لکھتے ہیں:

قلت الزائد فی کتاب اللہ الروافض یزیدون فی کتاب اللہ عشرۃ اجزاء فوق ثلثین جزء ویزعمون ان عثمان أسقطها من القران

ويزعمون ان سورة الأحزاب مثل سورة البقرة والمستحل من عترة النبي صلى الله عليه وسلم الخوارج والمكذب بقدرالله المعتزلةوهم المشار إليهم بهذه الاية والمستحل لحرمةالله المرجئة القائلين بالجبر والمتسلط بالجبروت السلاطين الظلمة والتارك للسنة جميع اهل الأهواء والفساق.

ترجمه: میں (حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ) کہتا ہوں کتاب میں زیادتی کرنے والے روافض ہیں کہ کتاب اللہ میں تیس پاروں کے علاوہ دس پارے اور زیادہ کرتے ہیں اور زعم باطل سے حضرت عثمان ﷺ پر افتراء کرتے ہیں کہ انہوں نے دس پارے ساقط کردیے اور یہ گمان کرتے ہیں کہ سورہ احزاب سورہ بقرہ کی مثل ہے۔اور نبی ﷺ کی عزت محرمہ کی بے حرمتی کرنے والے خوارج ہیں اور تقدیر کی تکذیب کرنے والے معتزلہ ہیں جو کہ اس میں مشار الیہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بے حرمتی کرنے والے فرقہ جبریہ ہیں جو کہ جبریہ قائل ہیں اور جبرو تیر تسلط کرنے والے ظالم بادشاہ ہیں اور سنت نبوی ﷺ کے تارکین اہل ہوئے (یعنی فرق ضالہ)، اور فاسق ہیں۔

(تفسیر مظہری سورۃ الانعام، تحت الآیۃ: ۲، ج ۲، ص ۴۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

تو معلوم ہوا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ﷺ اور خصوصاً محمد رسول ﷺ نے اس بدترین فرقہ پر لعنت بھیجی ہے جیسا کہ حدیث مذکورہ سے واضح ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ

ترجمه: بیشک اللہ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا ہاں لوگ ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ (سورۃ یونس: ۴۴)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۸۱۰ھ، لکھتے ہیں:

(وَلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ) بافسادها وتفويت منافعها وترك الاستدلال فالاية دليل على ان العبد له كسب وانه ليس مسلوب الاختيار بالكلية كما زعمت الجبرية۔

ترجمه: لیکن جو لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے کو فاسد کر دیتے ہیں اور اس کے منافع کو فوت کرتے ہیں اور آیات قرآنیہ سے استدلال ترک کرتے ہیں پس اس آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ بندہ کے لیے کسب ثابت ہے اور بندہ بالکل یہ مسلوب الاختیار نہیں جیسا کہ فرقہ جبریہ اپنے زعم فاسد سے بندہ کو مسلوب الاختیار قرار دیا ہے۔

(تفسیر مظہری سورۃ یونس، تحت الآیۃ: ۴۴، ج ۳، ص ۴۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

پس معلوم ہوا کہ جبر نصوص قطعیہ سے منتفی ہے اور بندہ کیلئے کسب آیات صریحہ سے ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔

ترجمه: تو تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ (سورۃ الانفال: ۱۷)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود حافظ الدین النسفی علیہ الرحمہ، متوفی ۷۱۰ھ، لکھتے ہیں:

وفي الآية بيان أن فعل العبد مضاف إليه كسباً وإلى الله تعالى خلقاً لا كما تقول الجبرية والمعتزلة لأنه أثبت الفعل من العبد بقوله إذ رَمَيْتَ ثم نفاه عنه وأثبته لله تعالى بقوله ولكن الله رمى۔

ترجمہ: اور اس آیت میں اس بات کی وضاحت ہے کہ بندے کے اپنا فعل کی نسبت اس کی طرف کسب کی حیثیت سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف خلق کی حیثیت سے ہوتی ہے۔ اس طرح نہیں جس طرح جبریہ اور معتزلہ کہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (اِذْ رَمَيْتَ) فرما کر بندے سے فعل کو ثابت کیا۔ اور (وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى) فرما کر پھر بندے سے اس کی نفی کر دی۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کر دیا۔

(تفسیر النسفی (مدارک التنزیل وحقائق التاویل)، سورۃ الانفال، تحت الآیۃ: ۱۷، ج ۱، ص ۵۸۱)

(پس اثبات کسباً ہے اور نفی خلقاً ہے جس میں جبریہ اور قدریہ دونوں کی تردید ہوئی)

مذکورہ تحقیق کی تائید میں ملا علی قاری صاحب علیہ الرحمہ اپنی کتاب شرح فقہ اکبر میں اس آیت کی تفسیر اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ۔

وما رميت (خلقا) اذ رميت (كسبا) ولكنّ الله رمىٰ اى ولكنّ الله خلق الرمى فى المصطفىٰ ﷺ (فالاثبات والنفى بجهتين المذكورين)۔

ترجمہ: اور آپ ﷺ نے رمی پیدا نہیں کیا جبکہ آپ کسب کے اعتبار سے رمی کرتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ ﷺ کے لئے رمی پیدا کیا۔ (پس نفی اثبات اس آیت میں خلق وکسب کی جہت سے ہیں) (شرح فقہ اکبر)

تو معلوم ہوا کہ خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کاسب ہر صورت میں اپنے افعال اختیاریہ کا بندہ ہی ہے۔

اس طرح متکلم جلیل مفسر کامل جامع الظواہر والبواطن علامہ شیخ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر روح البیان (جلد ۴، ص ۴۸) میں فرماتے ہیں:

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

وَلٰكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ بإفساد الاستعداد الفطري فى مخالفات الأوامر والنواهي الشرعية انتهى. وفيه دليل على ان للعبد كسبا وانه ليس مسلوب الاختيار بالكلية كما زعمت الجبرية وان كل ما ابتلى به فانما اتى من جانبه:

ترجمہ: (وَلٰكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ) لیکن لوگ اپنے آپ پر خود ظلم کرتے ہیں کہ اپنی استعداد فطری کو اوامر نواہی شرعیہ کی مخالفت سے فاسد کرتے ہیں۔ اور یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ بندہ کے لئے کسب ثابت ہے اور بندہ مسلوب الاختیار نہیں ہے بالکل یہ جیسا کہ جبریہ نے زعم فاسد سے بندہ کو مجبور ٹھہرایا اور یہ بھی باطل ہے کہ بندہ جس چیز سے موصوف ہو وہ اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب ہوگا۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ یونس، تحت الآیۃ: ۴۴، ج ۴، ص ۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ

ترجمہ: اور اگر تمہارا رب چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی امت کر دیتا اور وہ ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے۔ (سورۃ ھود:۱۱۸)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن صوفی با کمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

وفی الاية اثبات الاختيار للعبد لما فيها من النداء على انهم صرفوا قدرتهم وإرادتهم الى كسب الاختلاف فی الحق فان وجود الفعل بلا فاعل محال سواء كان موجبا او لا وهو جبر متوسط وقول بين القولين وذلك لان الجبرية اثنتان متوسطة تثبت كسبا فی الفعل كالاشعرية من اهل السنة والجماعة وخالصة لا تثبته كالجهمية وان القدرية يزعمون ان كل عبد خالق لفعله لا يرون الكفر والمعاصي بتقدير الله تعالى فنحن معاشر اهل السنة نقول العبد كاسب والله خالق ای فعل العبد حاصل بخلق الله إياه عقيب ارادة العبد وقصده الجازم بطريق جرى العادة بان الله يخلقه عقيب قصد العبد ولا يخلقه بدونه فالمقدور الواحد داخل تحت القدرتين المختلفتين لان الفعل مقدور الله من جهة الإيجاد ومقدور العبد من جهة الكسب يقول الفقير قوله تعالى وَما رَمَيْتَ إِذْرَمَيْتَ ونحوه لاينافی الاختيار۔

ترجمہ: اس آیت میں بندہ کے لئے اختیار کا ثبوت ہے کیونکہ اس میں بیان ہوا کہ لوگوں نے اختلاف فی الحق کے کسب کے لئے اپنا ارادہ اور قدرت صرف کیا۔ کیونکہ فعل کا وجود فاعل کے بغیر ناممکن ہے خواہ فاعل موجب ہو یا نہ ہو اور بندہ کے لئے اختیار ارادہ اور کسب ثابت کرنا قول متوسط ہے اور جبریہ اور قدریہ کے درمیان صحیح مذہب ہے

کیونکہ جبریہ دو فرقے ہیں (۱) جبریہ متوسطہ جو کہ فعل میں کسب ثابت کرتے ہیں جیسا کہ اشعریہ اہل سنت و جماعت اور (۲) جبریہ خالصہ کہ فعل میں بندہ کا کسب ثابت نہیں کرتے جیسا کہ فرقہ جہمیہ اور قدریہ کا اعتقاد یہ ہے کہ ہر بندہ اپنے افعال کا خالق ہے اور کفر و معاصی کو اللہ کی تقدیر سے قرار نہیں دیتے اور ہم اہل سنت کہتے ہیں کہ بندہ کاسب اور اللہ تعالیٰ خالق ہے یعنی بندہ کا فعل بندہ کے ارادے اور قصد جازم صرف کرنے کے بعد جری العادۃ کے طریقہ سے اللہ تعالیٰ کے خلق و ایجاد سے حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے قصد کے بعد اس کا فعل خلق کر دیتا ہے اور بندہ کے قصد کے بغیر خلق نہیں فرماتا پس مقدور واحد دو مختلف قدرتوں کے تحت داخل ہے اور بندہ کسب کی جہت سے مقدور ہے اور فقیر اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ نے کہا ہے کہ آیت (وَمارَمَيْتَ إِذْرَمَيْتَ) اور اس کی امثال بندہ کے اختیار کی منافی نہیں ہیں۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ ھود، تحت الآیۃ:۱۱۸، ج۴، ص۲۱۵، ۲۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(کیونکہ بندہ کی منفی رمی کا پیدا کرنا ہے اور رمی کا کسب بندہ کیلئے ثابت ہے جیسا کہ تفسیر مدارک، جلد ۴ اور شرح فقہ اکبر ملا علی قاری سے واضح ہو گیا۔)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

ترجمہ: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ (سورۃ فاتحہ:۵)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

وفیہ ایضا تحقیق لمذھب اھل السنۃ والجماعۃ إذ فیہ اثبات الفعل من العبد والتوفیق من اللہ کالخلق ففیہ ردالجبریۃ النافین للفعل من العبد بقولہ إیاک نعبد ورد المعتزلۃ النافین للتوفیق والخلق من اللہ۔

ترجمہ: اس آیت میں بھی اہل سنت وجماعت کے مذہب کی تحقیق ہوئی ہے کیونکہ اس آیت میں بندے کیلئے فعل ثابت ہوا ہے اور نیک افعال کی توفیق اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہے۔ پس اس میں فرقہ جبریہ کی تردید ہے کہ بندہ سے فعل کی نفی کرتے ہیں پس (اِيَّاكَ نَعْبُدُ) میں جبریہ کی تردید ہے۔ اور معتزلہ کی تردید بھی موجود ہے کہ اعطاء توفیق اور خلق ایجاد کی اللہ تعالیٰ سے نفی کرتے ہیں۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ، فاتحہ، تحت الآیۃ: ۵، ج ۱، ص، ۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۚ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا

ترجمہ: اے سننے والے تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے اور اے محبوب ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا اور اللہ کافی ہے گواہ۔ (سورۃ النساء: ۷۹)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حضرت شیخ المشائخ امام احمد بن عمر بن محمد نجم الدین کبریٰ، قدس سرہ، متوفی، ۶۱۸، اور مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

واعلم ان للاعمال اربع مراتب. منھا مرتبتان للہ تعالی ولیس للعبد فیھما مدخل وھما التقدیر والخلق. ومنھا مرتبتان للعبد ھما الکسب والفعل فان اللہ تعالی منزہ عن الکسب وفعل السیئۃ وانھما یتعلقان بالعبد ولکن العبد وکسبہ مخلوق خلقہ اللہ تعالی کما قال وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (الصافات ۹۶)فھذا تحقیق قولہ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ای خلقا وتقدیرا لا کسباً وفعلاً فافھم واعتقد فانہ مذھب أھل الحق وأرباب الحقیقۃ۔

ترجمہ: خبردار رہے کہ اعمال کیلئے چار مراتب ہیں اس میں سے دو مرتبے خاص اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں اور بندہ کیلئے اس میں کوئی دخل نہیں ہے اور وہ دو مرتبے تقدیر اور خلق اشیاء ہیں۔ اور دو مرتبے خالص بندہ کیلئے ہیں کہ وہ کسب اور فعل حادثہ ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسب اور برے افعال (بلکہ تمام حادث افعال) سے منزہ ہے۔ پس کسب اور برے افعال اور حادث افعال بندے کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں لیکن بندہ اور بندے کے افعال اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے تم کو اور تمہارے اعمال پیدا کیے ہیں"۔ پس مذکورہ بالا تحقیق (تمام اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں) کے متعلق ہوا یعنی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور خلق سے ہیں اور تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کے کسب اور فعل سے نہیں (کیونکہ فعل وکسب اور تقدیر وخلق میں واضح فرق ہے) پس یہ یاد کرو کہ یہ اہل حق اور ارباب حقیقت کا مذہب اور عقیدہ ہے۔

(التاویلات النجمیۃ فی التفسیر الاشاری الصوفی، سورۃ، النساء، تحت الآیۃ: ۷۹، ج ۲، ص، ۱۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔ تفسیر روح البیان، سورۃ، النساء، تحت الآیۃ: ۷۹، ج ۲، ص، ۲۴۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی، بروی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

واعلم أن الجبرية ذهبت الى أنه لا فعل للعبد أصلاً ولا اختيار وحركته بمنزلة حركة الجمادات والقدرية الى أن العبد خالق لفعله، ولا يرون الكفر والمعاصي بتقدير الله تعالى ومذهب أهل السنة والجماعة الجبر المتوسط وهو اثبات الكسب للعبد واثبات الخلق لله تعالى۔

ترجمہ: جبریہ کا مذہب یہ ہے کہ بندہ کا بالکل فعل نہیں ہے اور بندہ کیلئے کوئی اختیار بھی نہیں اور بندہ کی حرکات جمادات کی حرکات کی طرح ہیں۔ اور قدریہ کا مذہب یہ ہے کے بندہ اپنے افعال کا خالق ہے اور کفر و معاصی کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر (خلق وایجاد) سے ایجاد نہیں کرتے۔ اور اہلسنت کا مذہب درمیانی قول ہے اور وہ کہ بندہ کیلئے کسب ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ النساء، تحت الآیۃ: ۹۱، ج، ۲، ص، ۲۶۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا تمام اقوال سے معلوم ہوا کہ ایک ہی فعل دو قدرتوں کے تحت ہے۔ پس بندہ کیلئے اہلسنت وجماعت ماتریدیہ کے نزدیک قدرت حادثہ، ارادہ حادثہ، تاثیر حادثہ اور کسب وفعلِ حادثہ ثابت ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کیلیے بھی قدرت قدیمہ اور ارادہ قدیمہ ثابت ہیں۔ جو کہ اشیاء کے پیدا کرنے میں موثر ہے یعنی قدرت وجود فعل اور عدم فعل دونوں سے متعلق ہے۔ اور ارادہ خلق وعدم میں سے کسی ایک جانب کی مرجع ہوتی ہے۔ جو کہ تخصیص احد المقدورین سے معبرّ ہے۔ پس بندہ کا ارادہ موثر فی الکسب ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ موثر فی الخلق ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی قدرت ایجاد اشیاء سے متعلق ہے۔ اور بندہ کی قدرت تصرف الموجودات سے متعلق ہے کسب کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ پس بندہ کے افعال بارادت اللہ تعالیٰ و بقدرت اللہ ہیں **من حیث الخلق والایجاد** ۔ اور **بارادت العبد وبقدرت العبد** ہیں **من حیث الکسب والاکتساب** اس لیے اہلسنت فرماتے ہیں کہ:

والافعال العباد کلھا بارادۃ اللہ تعالی ومشیتہ (ای من حیث الخلق والایجاد)

یعنی بندوں کے افعال بالکلیہ اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مشیت سے خلق ہوتے ہیں اور ایجاد ہوتے ہیں۔

پس ارادہ خداوندی اور قدرت خداوندی کے تعلق ایجادی کی وجہ سے بندہ مسلوب القدرۃ والاختیار اور مسلوب الارادہ نہیں ہے۔ پس جبریہ ملعونہ تعلق و ارادت خداوندی کی وجہ سے بندہ سے کسب اور اختیار بلکہ ارادہ حادثہ مع التاثیر الحادثہ نفی کرتے ہیں اور خلق اور ایجاد کو کسب واکتساب سے تفریق نہیں کرسکتے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا

ترجمہ: اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے بے شک وہ علم وحکمت والا ہے۔ (سورۃ الدھر: ۳۰)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی علیہ الرحمہ متوفی ۱۲۷۰ھ، لکھتے ہیں:

وفي (التفسير الكبير) هذه الآية من الآيات التي تلاطمت فيها أمواج القدر والجبر فالقدري يتمسك بالجملة الأولى ويقول إن مفادها كون مشيئة العبد مستلزمة للفعل وهو مذهبي والجبري يتمسك بضم الجملة الثانية ويقول إن مفادها أن مشيئة الله تعالى مستلزمة لمشيئة العبد فيتحصل من الجملتين أن مشيئة الله تعالى مستلزمة لمشيئة العبد وأن مشيئة العبد مستلزمة لفعل العبد كما

تؤذن به الشرطية فإذن مشيئة الله تعالى مستلزمة لفعل العبد لأن مستلزم المستلزم مستلزم وذلك هو الجبر وهو صريح مذهبي وتعقب بأن هذا ليس بالجبر المحض المسلوب معه الاختيار بالكلية بل يرجع أيضاً إلى أمر بين أمرين

وقدر بعض الأجلة مفعول (يَشاءَ) الاتخاذ والتحصيل رداً للكلام على الصدر فقال إن قوله سبحانه (وَما تَشاؤُنَ ـــ إلخ) تحقيق للحق ببيان أن مجرد مشيئتهم غير كافية في اتخاذ السبيل كما هو المفهوم من ظاهر الشرطية أي وما تشاؤون اتخاذ السبيل ولا تقدرون على تحصيله في وقت من الأوقات إلّا وقت مشيئته تعالى اتخاذه وتحصيله لكم إذ لا دخل لمشيئة العبد إلّا من الكسب وإنما التأثير والخلق لمشيئة الله عز وجل وفيه نوع مخالفة للظاهر كما لا يخفى. نعم قيل إن ظاهر الشرطية أن مشيئة العبد مطلقاً مستلزمة للفعل فيلزم أنه متى شاء فعلاً فعله مع أن الواقع خلافه فلا بد مما قاله هذا البعض، وجعل الجملة الثانية تحقيقاً للحق وأجيب بأنها للتحقيق على وجه آخر وذلك أن الأولى أفهمت الاستلزام والثانية بينت أن هذه المشيئة المستلزمة لا تتحقق إلّا وقت مشيئة الله تعالى إياه فكأنه قيل وما تشاؤون مشيئة تستلزم الفعل إلّا وقت أن يشاء الله تعالى مشيئتكم تلك فتأمل. وأنت تعلم أن هذه المسئلة من محار الأفهام ومزال أقدام أقوام بعد أقوام۔

ترجمه: تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ مذکورہ آیت ان آیات میں سے ہیں جس میں قدریہ اور جبریہ کی امواج نے جوش مارا ہے پس قدریہ جملہ اولیٰ (یعنی فمن شآء منکم الخ) سے تمسک کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اسکا مقصد یہ ہے کہ بندہ کی اپنی مشیّت فعل کے لیے مستلزم ہے اور یہی میرا مذہب ہے اور جبریہ آیت کی جملہ ثانیہ (یعنی وما تشاؤن الاّان یشآء اللہ) سے تمسک کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسکا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیّت بندہ کی مشیّت کیلئے مستلزم ہے۔ پس دونوں جملوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیّت بندہ کی مشیّت کیلئے مستلزم ہے اور بندہ کی مشیّت بندہ کے فعل کیلئے مستلزم ہے کیونکہ (قاعدہ اجنبیہ کے مطابق) مستلزم کا مستلزم ہوتا ہے (پس اللہ تعالیٰ کا ارادہ بندہ کے فعل کیلئے مستلزم ہے) اور یہی جبریہ کا عقیدہ ہے اور صریحی طور ہمارا مذہب ہے۔ اور یہ بھی جبریہ کہتے ہیں کہ یہ جبر محض نہیں ہے کہ اسکے ساتھ بالکلیہ اختیار مسلوب ہو۔ بلکہ پھر بھی بات دوامر کے درمیان ہے۔ اور بعض علماء کے نزدیک (ان یشآء اللہ میں یشآء کا مفعول اتخاذ اور تحصیل ہے تاکہ صدر کی جملہ شرطیہ نافیہ کیلئے رد ہو جائے پس علماء کہتے ہیں کہ یہ قول خداوندی جلّ جلالہٗ کہ (وما تشاؤن الخ) حق تحقیق ہے اور وہ یہ ہے کہ بندوں کی مجرّد مشیّت راہ پکڑنے میں کافی نہیں ہے جیسا کہ شرطیہ کے ظاہر سے مفہوم ہوتا ہے بلکہ معنی یہ ہے کہ تم لوگ راستہ پکڑنے کی مشیّت نہیں کر سکتے اور تم لوگ اس بات کی تحصیل پر اس وقت تک قادر نہیں ہے جب تک اللہ تعالیٰ تمھارے اس راستے کو پکڑنے کیلئے ارادہ نہ کریں اور تمھارے لئے اس راستہ کی تحصیل کیلئے ارادہ نہ کرے کیونکہ بندہ کی مشیّت کیلئے مدخل صرف اور صرف کسب میں ہے اور تاثیر ایجاد اور خلق وایجاد اللہ تعالیٰ کی مشیّت کیلئے ہیں۔ کیونکہ پہلے جملہ سے معلوم ہوا کہ بندہ کی مشیّت فعل کیلئے مستلزم ہے اور دوسرے جملہ میں یہ بیان ہوا کہ بندہ کی مشیّت مستلزمہ للفعل اس وقت تک خلق وایجاد فعل میں موثر نہیں ہے جبتک کہ اللہ تعالیٰ خود اس کے خلق وایجاد کیلئے ارادہ نہ کرے۔

گویا کہ اس طرح فرمایا کہ تم لوگ اس طرح مشیّت نہیں کر سکتے کہ فعل کے خلق وایجاد کیلئے مستلزم ہو بلکہ جب اللہ تعالیٰ اس بات کا ارادہ کرے کہ بندہ کے ارادہ میں فعل کا استلزام خلق کرے۔ پس اللہ تعالیٰ تمہارے ارادہ کی صرف کرنے کے بعد اپنے ارادہ اور مشیّت سے بندہ کے افعال پیدا کرتا ہے۔ پس سوچ

کرو اور تم سمجھتے ہو یہ مسئلہ افہام کے جل جانے کا موضع ہے اور بہت سے لوگوں کے اقدام کے پھسلنے کا مقام ہے۔

(تفسیر روح المعانی، الجزء التاسع والعشرون، سورۃ الانسان، الدھر، تحت الآیۃ: ۳۰، ص، ۲۵۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

پس معلوم ہوا کہ نفی اور اثباتِ مشیت بندہ کیلئے اختلافِ جہتین کی وجہ سے ہے یعنی بندہ کیلئے مشیّت حادثہ موثرہ فی الکسب ثابت ہے اور مشیّت موثرہ فی الخلق بندہ سے منفی ہے۔

جیسا کہ آیت:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

ترجمہ: اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ (سورۃ الانفال: ۱۷)

میں بھی نفی و اثبات اختلافِ جہتین کی وجہ سے ہے کما مر تفصیلاً۔ اور بندہ مشیتِ موثرہ فی الکسب منتفی کرنا عقیدہ جبریہ ہے اور نصوصہ قطعیہ سے انکار ہے کیونکہ مشیتِ موثرہ فی الکسب بندہ کیلئے ثابت ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے کہ:

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ۔

ترجمہ: پس جو چاہے ایمان اختیار کر سکتے ہیں اور جو چاہے اپنے کسب سے کفر اختیار کر سکتے ہیں۔ (سورۃ الکہف: ۲۹)

دوسری جگہ ارشاد ہیں:

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

ترجمہ: پس جو چاہے اپنے رب کی جانب راہ اپنے کسب سے اختیار کرے۔ (المزمل: ۱۹)

تو مذکورہ بالا آیات قرآنیہ اختیارِ عباد اور بندہ کیلئے ارادہ حادثہ موثرہ فی الکسب کے ثبوت میں صریح نصوص ہیں۔ پس جبریہ ملعونہ وَمَا تَشَآؤُنَ الخ سے مشیتِ مطلقہ کی انتفاء پر استدلال کرتے ہیں اور بندہ سے کسب واختیار کی نفی کرتے ہیں اور دیگر نصوص (جو کہ اختیارِ عباد اور بندوں کیلئے مشیّتِ کسبی کے ثبوت پر صریحی طور پر دال ہیں) تسے باسرہا انکار کرتے ہیں جو کہ ضروریاتِ دین سے انکار ہے اور کفر صریح ہے۔

پس یہ جبریہ بندہ سے اختیار نفی کرتے ہیں تو آیت وَمَا تَشَآؤُنَ۔ الخ اور اس کے امثال سے استدلال کرتے ہیں اسی طرح فرقہ قدریہ تقدیر خداوندی سے انکار کرنے کے وقت: لَوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا

ترجمہ: کہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ (آل عمران: ۱۵۶)

سے استدلال کرتے ہیں، اسی مواضع میں ان آیات سے استدلال کرنا۔ بالفاظ دیگر جبریت اور قدریت پر تصریح ہے۔

حضرت سیدنا علامہ ابو الفتح محمد بن عبد الکریم بن ابی بکر احمد الشہرستانی علیہ الرحمہ متوفی، ۵۴۸ھ، لکھتے ہیں:

واعتبر حال طائفة أخرى من المنافقين يوم أحد إذ قالوا: هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ (آل عمران: ۱۵۴) وقولهم: لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هَاهُنَا (آل عمران: ۱۵۴) وقولهم: لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا (آل عمران: ۱۵۶) فهل ذلك إلا تصريح بالقدر؟ وقول

طائفة من المشركين: لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شيءٍ (النحل:۳۵) وقول طائفة: أَنُطْعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللّٰهُ أَطْعَمَهٗ (يس:۴۷) فهل هذا إلا تصريح بالجبر؟

ترجمہ: اُحد کے دن منافقین کے ایک فرقہ سے عبرت حاصل کرو جبکہ انھوں نے کہا:

هَلْ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ

ترجمہ: کیا اس کام میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے؟ (آل عمران:۱۵۴)

اور یہ بھی کہا:

لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا

ترجمہ: ہمارا کچھ بس ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے۔ (آل عمران:۱۵۴)

اور یہ بھی کہا:

لَوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا

ترجمہ: ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ (آل عمران:۱۵۶)

پس یہ تمام کی تمام عقیدہ قدریہ پر تصریح ہے۔ (اور تقدیر خداوندی سے انکار ہے) اور مشرکین کے ایک فرقہ سے بھی عبرت حاصل کرو کہ انھوں نے کہا کہ

لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ

ترجمہ: اللہ چاہتا تو اس کے سوا کچھ نہ پوجتے۔ (النحل:۳۵)

أَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَاءُ اللّٰهُ أَطْعَمَهٗ

ترجمہ: کیا ہم اسے کھلائیں؟ جسے اللہ چاہتا تو کھلا دیتا۔ (یٰسین:۴۷)

پس (مشیت خداوندی سے استدلال کر کے بندہ سے اختیار اور کسب نفی کرنا) ظاہری طور پر جبریہ کے عقیدہ پر تصریح ہے۔

(الملل والنحل، مقدمہ رابعہ، ج۱، ص۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

پس معلوم ہوا کہ ارادۃ اللہ کا تعلق ایجادی کی وجہ سے جبر لازم نہیں ہے کیونکہ علم خداوندی اور ارادۂ خداوندی اختیار عباد کو اور بھی مؤکد بناتا ہے۔

حضرت سیّدنا علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی علیہ الرحمہ متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

لما ثبت بالبرهان انّ الخالق هو الله تعالىٰ وبالضرورة انّ لقدرة العبد وارادته مدخلاً في بعض الافعال كحركة البطش دون البعض كحركة الارتعاش احتجنا في عن القضى هذا المضيق الى القول بانّ الله تعالىٰ خالق والعبد كاسب وتحقيقه انّ العبد صرف قدرته وارادته الى الفعل كسب۔

وايجاد الله تعالىٰ الفعل عقيب ذٰلك خلق والمقدور واحد داخل تحت قدرتين لكن بجهتين مختلفين فالفعل (اى فعل

العبد) مقدور اللہ تعالیٰ بجہت الایجاد و مقدور العبد بجہت الکسب فعل العبد ینسب الی اللہ تعالیٰ بجہۃ الخلق و الی العبد بجہت الکسب الخ

ترجمہ: جبکہ دلیل سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ خالق اور پیدا کرنے والا ہے اور یہ بھی بدیہی ہے کہ بندہ کی قدرت اور ارادہ کیلئے بعض افعال میں دخل موجود ہے مثلاً حرکتِ بطش میں بندہ مختار ہے۔ اور بعض افعال میں بندہ کا اختیار نہیں ہے جیسا کہ حرکت ارتعاش میں اختیار موجود نہیں ہے۔ پس اس تنگی سے خلاصی کے طور پر ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور بندہ کاسب ہے اور اس بات کی تحقیق یہ ہے کہ بندہ کا فعل کے لیے اپنی قدرت اور ارادہ صرف کرنا کسب ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا اس فعل کی ایجاد کو خلق سے مسمیٰ کیا جاتا ہے اور مقدورِ واحد دو قدرتوں کے تحت مختلف جہات سے داخل ہے پس بندہ کا فعل اللہ تعالیٰ کا مقدور ہے ایجاد اور خلق کی حیثیت سے اور بندہ کسب کی جہت سے مقدور ہے۔ پس بندہ کا فعل اللہ تعالیٰ کو خلق کی ایجاد کی جہت سے منسوب ہوگا اور بندہ کو کسب کی جہت سے منسوب ہوگا۔

(شرح العقائد النسفیۃ، ص، ۸۴، ۸۵، المصباح، اردو بازار، لاہور)

حضرت سیّدنا علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی علیہ الرحمۃ متوفی ۷۹۱ھ لکھتے ہیں:

و للعباد افعال اختیاریۃ یثابون بہا ان کانت طاعۃ و یعاقبون ان کانت معصیۃ لا کما زعمت الجبریۃ انہ لا فعل للعبد اصلاً و ان کان حرکاۃ بمنزلۃ حرکات جمادات لا قدرۃ علیہا و لا قصد و لا اختیار ھذا باطل لانا نفرق بالضرورۃ بین حرکۃ البطش و حرکۃ الارتعاش و نعلم ان الاولیٰ باختیارہ دون الثانی و لا ا نّ لو لم یکن للعبد فعلاً اصلاً لما صح تکلیفہ و لا یترتب۔ استحقاق الاثواب، و العقاب علیی افعالہ و لا سنادہ الافعال التی تقتضی سابقیۃ القصد و لا ختیار الیہ علیٰ سبیل الحقیقۃ مثل صل و کتب و صام بخلاف مثل طال الغلام و اسود لونہ و النصوص القطعیۃ تنفی ذالک کقولہ تعالیٰ جزآء بما کانو یعملون و قولہ تعالیٰ فمن شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر الیٰ غیر ذٰلک۔

ترجمہ: اور بندہ کیلئے اختیاری افعال ہوتے ہیں اگر نیکی کے افعال ہوں تو انھیں ثواب دیا جاتا ہے اور اگر معاصی کے افعال ہوں تو انھیں عذاب دیا ایسا عقیدہ نہیں رکھنا جیسا کہ جبریہ نے باطل زعم کیا ہے کہ بندہ کیلئے کوئی فعل نہیں ہے اور اسکی حرکات جمادات کی حرکات کے منزلہ پر ہیں نہ ان افعال پر بندہ کیلئے قدرت ہے نہ قصد ہے اور نہ اختیار ہے اور یہ مذہب بدیہی طور پر باطل ہے کیونکہ ہم حرکت اختیاری او تعاشی کے درمیان بدیہی طور پر فرق کر سکتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ پہلے حرکت اختیاری ہے اور دوسرے اضطراری ہے۔ نیز اگر بندہ کیلئے بالکل فعل نہیں تو اسے مکلف بنانا صحیح نہیں اور پھر اس کے افعال پر ثواب اور عقاب بھی مرتب نہیں ہو سکتا اور نہ وہ افعال جو کہ مسبوق بالقصد والاختیار ہیں بندہ کی طرف حقیقۃً منسوب ہوتے مثلاً فلان نے نماز پڑھی لکھا اور روزہ رکھا بخلاف اس کے کہ غلام لمبا ہو گیا اور اس کا رنگ سیاہ ہو گیا اور نصوص قطعیہ اس مذہب جبریہ کی نفی کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ،، یہ بدلہ اس کی وجہ سے ہے کہ وہ دنیا میں عمل کرتے تھے،، اور دوسری جگہ ارشاد ہے کہ،، جو چاہے ایمان لاتا ہے جو چاہے کفر اختیار کر لیتا ہے۔ (وغیرہ وغیرہ)

(شرح العقائد النسفیۃ، ص، ۶۴، ۶۵، میر محمد کتب خانہ، کراچی)

توحضرت سیّدنا علامہ تفتازانی علیہ الرحمہ کی عبارات سے واضح ہوا کہ بندہ کے اختیار اور کسب سے انکار کرنا فی الحقیقت قرآن کریم سے انکار کرنا ہے کیونکہ قرآن کریم میں ایک ہزار آیات امر کے متعلق وارد ہیں۔ پس اگر بندہ کو مجبور کہا جائے تو آیات متعلقہ بالامر سے انکار لازم آیا کیونکہ عاجز اور مجبور شخص کو عقلاً اور شرعاً مامور بالاوامر نہیں ٹھہرایا جاسکتا، اسی طرح قرآن کریم میں ایک ہزار آیات نہی کے متعلق وارد ہیں۔ پس اگر بندہ سے کسب اور اختیار نفی کیا جائے اور اسے مجبور اور عاجز قرار دیا جائے تو تمام آیات متعلقہ بالنواہی سے انکار لازم آیا۔ کیونکہ مجبور اور عاجز شخص کو منہی بالنواہی ٹھہرانا بھی عقل اور نقل کی رو سے ممتنع ہے، نیز ایک ہزار آیات وعد اور ایک ہزار وعید کے متعلق وارد ہیں۔ جس میں نیک عقائد، اعمال اور اخلاق اختیار کرنے کی صورت میں ثواب اور اجر و جنت کا وعدہ اور برے عقائد ، اعمال اور اخلاق اختیار کرنے کی صورت میں دوزخ اور عذاب خداوندی کی وعید کا بیان ہوا ہے۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ نیک عقائد، اعمال اور اخلاق بندوں کے اپنے اختیار سے ہیں اسی طرح برے عقائد، اعمال اور اخلاق بھی بندوں کے اپنے اختیار سے ہیں۔ پس بندہ کو مسلوب الاختیار اور مجبور محض ٹھہرانا ان دو ہزار (۲۰۰۰) آیات متعلقہ بالوعد والوعید سے انکار کرنے کو مستلزم۔ اسطرح پانچ سو (۵۰۰) آیات احکام کے متعلق ہیں اور احکام کو بجالانا بھی بندوں کے اختیار اور کسب سے ہے تو بندہ کو مجبور ٹھہرانے کی صورت میں اس سے بھی انکار لازم آیا۔ نیز ایک ہزار قصص اور ایک ہزار آیات امثال کے متعلق وارد ہیں اور قصص بھی بیان ہوا ہے کہ فلاں پیغمبر علیہ السلام فلاں شخص نے فلاں وقت میں فلاں کام اختیار کیا تھا وہ ایسا ہوا تو اسمیں بھی بندوں کے کسب و اختیار کا بیان ہوا ہے نیز ایک سو (۱۰۰) آیات دعا کے متعلق وارد ہیں جس میں بندہ اپنے اختیار سے دعا کرتا ہے یا بندہ کو دعا کرنے کا امر ہوتا ہے۔ اور چھیاسٹھ (۶۶) آیات ناسخ اور منسوخ کے متعلق وارد ہیں جس میں ماسبق اقسام کی رو سے اختیار عباد واضح ہے۔ پس بندہ کے کسب اور اختیار سے انکار کرنا اور اسے مجبور محض اور عاجز محض ٹھہرانا تمام قرآنِ کریم سے انکار کرنے کو مستلزم ہے اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعت اور آئمہ اربعہ (رحمۃ اللہ علیہم) کی تقلید اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین، اور اولیاء امت (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی اتباع سے انکار کرنے کو بھی مستلزم ہے۔ کیونکہ وہ حضرات کرام بھی سب کے سب مخلوق تھے تو شفاعت کس طرح کر سکتے ہیں؟ اور اتباع کس طرح کر سکتے ہیں؟ تقلید اور تحقیق کس طرح کر سکتے ہیں؟ لوگوں کو صراط مستقیم اور نیک اعمال کی ہدایت کس طرح کر سکتے ہیں؟

بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوّت، رسالت اور شرائع سے انکار کرنے کو مستلزم ہے اور حکمتِ خداوندی سے صریحی طور پر انکار کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اختیار، کسب اور قدرت حادثہ مع التاثیر الحادثہ اور ارادہ کسبی حکمتِ عظیم کی بناء پر عطاء فرمایا ہے اور انھیں مکلّف بنایا ہے نیز دوزخ اور جنّت میں جانا اور دیدار خداوندی سے مشرّف ہونا بھی بندوں کے باور نیک اعمال اور عقائد کے کسب کے بناء پر ہے۔ اس لئے جبریہ بدترین کافر ہیں اور ستر انبیاء علیہم السلام نے ان پر لعنت بھیجی ہے جیسا کہ واضح ہوا کہ یہ فرقہ مخلوق کو مجبور سمجھتا ہے۔

مولوی نصر اللہ خان ولد حاجی محمد شاہ خان ابن محمد حیدر خان ھوتکی، نقشبندی، مجددی، لکھتے ہیں:

طائفہ قدریہ بندہ را خالق افعال خود میدانند و طائفہ جبریہ انسان را مانند جماد و حجر می پندارند و در صدور افعال انسان را بلا اختیار میدانند و ادعا دارند کہ انسان حکم یک حجر و جماد را داشتہ بھر طرف کہ انداختہ شود بھماں طرف لول میخورد۔ اھل سنت وجماعت وسط را انتخاب کردہ ومیگویند فعلی را کہ انسان بہ میل و اختیار خود مرتکب می شو داین فعل وعمل او از اثر دو قوہ صورت، میگیرد کہ یکے آں قوائے تخلیقی و دیگراں قوہ کسبی است کہ قصد بندہ است۔

ترجمہ: جیسا کہ طائفہ قدریہ مخلوق کو اپنے افعال کا خالق قرار دیتا ہے اور فرقہ جبریہ بندہ کو جمادات اور پتھر کی طرح قرار دیتا ہے۔ اور افعال کے صدور میں بندہ کو بے اختیار قرار دیتا ہے اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انسان ایک پتھر ہے اور جماد کا حکم رکھتا ہے۔ پس جس طرف اس کو ڈالا جاتا ہے اسی طرف میلان کرتا ہے۔ اور اہلسنت و جماعت نے درمیانی راہ اختیار کر کے فرمایا ہے کہ وہ فعل جو کہ انسان اپنے کسب اور اختیار سے کرتا ہے دو قوتوں کے اثر سے صورت باندھتا ہے۔ ان دونوں قوتوں میں سے ایک تخلیقی اور دوسرا کسبی ہے جو کہ بندہ کے قصد سے صادر ہوتا ہے۔

(شرح مکتوبات قدسی آیات، مکتوب، ۲۸۹، ج ۱، ص ۴۵۰، خانقاہ مجددی، کابل، افغانستان)

صاحب تمہید جبریہ کے یہ اقوال جو کہ بندہ کے مجبور ہونے کے متعلق ہیں ان کو کفر قرار دیا ہے کیونکہ بہت ساری آیتِ قرآنیہ اور احادیثِ مبارکہ کے ملاحظہ کرنے سے بندہ کا مختار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو چاہے اپنے اختیار سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنے اختیار سے کفر اختیار کرے، پس اس آیتِ کریمہ سے صریحی طریہ معلوم ہوتا ہے کہ بندہ اپنے فعل پر اختیار رکھتا ہے اور بندہ کی قدرت کیلئے تاثیر ثابت ہے (جیسا کہ اہلسنت ماتریدیہ کا مذہب ہے)۔

ایک شبہ کا ازالہ:

بعض اوقات جبریہ ملعونہ تقدیر، ارادہ خداوندی اور اذنِ خداوندی کے متعلق نصوص سے اپنے زعم فاسد سے کافرانہ استدلال کرتے ہیں کہ بندہ مجبور ہے اور بندہ کے برے اور اچھے افعال میں بندہ کیلئے اختیار نہیں ہے بلکہ خیر و شر اللہ تعالیٰ کی تقدیر و ارادہ اور اذن و قدرت سے ہے، تو یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں کہ تقدیرِ خداوندی و ارادہ و اذنِ خداوندی اور چیز ہے اور بندہ کا اختیار اور اور چیز ہے۔ تقدیر خلق و ایجاد سے عبارت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ بھی مؤثر فی الخلق ہے۔ کیونکہ کسب سے کسی بھی صورت میں اللہ تعالیٰ متصف نہیں ہوسکتا ورنہ قدم الحادث یا حدوث القدیم کا استحالہ لازم آئیگا جو کہ کفر ہے۔ کما مر فی تحقیق الشان۔ اور بندے سے کسب اور اختیار کی نفی کرنا بھی کفر بواح ہے۔ کما مر آنفا۔ پس خیر و شر کا تقدیر خداوندی پر موقوف ہونا بندہ کی مجبوریت اور مسلوب الاختیاریت کو مستلزم نہیں ہے بلکہ خلق و ایجاد واجب الوجود سے ہے اور کسب اور اکتساب بندوں کے اختیار سے ہے۔

اس بات کی تائید میں حضرت علامہ قیوم ثانی خواجہ خواجگان محمد معصوم سرہندی علیہ الرحمہ درج ذیل کے مکتوب سے ہوتی ہے۔

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

بدانند کہ مذہب اہل سنت و جماعت آنست کہ افعال بندہ از خیر و شر ہمہ تقدیر و ارادۂ حق سبحانہ است والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ، و تقدیر عبارت از خلق و ایجاد است و معلوم است کہ خالق و موجد غیر او تعالیٰ کسے نیست لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ فَاعۡبُدُوۡ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمۡ وَمَا تَعۡمَلُوۡنَ، معتزلہ وقدریہ از کمال جہالت و سفاہت انکار قضا و قدر نمودہ افعال بندہ را بقدرت و اختیار بندہ منسوب داشتہ و بندہ را خالق افعال خود گفتہ ضلوا فاضلوا علماء گفتہ اند کہ مجوس ازینہا احسن حال اند کہ آن ایک شریک فی گویند واینہا شرکاے لایعدو لایحی اثبات می نمایند

بر سر اصل سخن رویم و گوئیم کہ باوجود تقدیر خیر و شر نسبت خلق بحق تعالیٰ ارادہ، واختیار بندہ را در وجود فعل او نیز دخل دادہ اند اول صرف ارادہ از جناب بندہ می شود بعد از ان موافق آن حق تعالیٰ خلق میفرماید و ھمیں صرف ارادہ را کسب می گو

یند، پس خلق فعل از حق است جلّ و علا و کسب آن از بندہ آنچه نوشته بودند لا یتحرک ذرۃ الّا باذنه، وامثال آن باعتبار خلق حق است وکشتن، قاتل را در عوض مقتول وملامت نمودن گناهگار را وعذاب وعقوبت او باعتبار کسب است، وجبریه ارادت واختیار را ازو نفی، می کنند وبنده را در صدور افعال مجبور می دانند در رنگ آنکه شاخهائے درخت را کسے بجنباند بلکه نسبت فعل را به بنده نمی کنند وفاعل این افعال حق را می دانند واین کفر است ومعتقد آن کافر گویند بفعل نیک ثواب خواهد شد وبفعل بد عذاب نیست وکافران وعاصیان معذور اند اینها را سوالے وعتابے نیست چه افعال همه از حق است واینها مجبور اند واین کفر است حق تعالیٰ می فرماید وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ، فَوَرَبِّکَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ، مرجه همینها اند که ملعون اندر بزبان هفتاد پیغمبر چنانچه در حدیث آمده است مذهب، این بدیکشان ببداهت عقل باطل چه فرق در حرکت مرتعش که بے اختیار دست او می جنبد وکسے که دست، می جناند بدیهی است که اول باختیار دست نیست وثانی باختیار است ونصوص قطعیه نفی این مذهب می نماید قال الله تعالیٰ: بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ط وقال سبحانه فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا، فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ، نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا مسلوب الاختیار باشند حق تعالیٰ چرا نسبت ظلم باینها فرمایا که وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰکِنْ کَانُوْا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ط بسیارے از ملاحده میخواهند که به بهانه سلب اختیار خودها از ربقه تکالیف شرعیه بر آرند واز سوال وعقاب آخرت که بارتکاب محرمات موعود است خلاص سازند وخودها را مجبور ومعذور دانند بدیهی است، که بنده را این قدر اختیار وتوانائی است که از عهده اوامر ونواهی تواند بر آمد للفقر الظاهر بین حرکت البطش وحرکة الارتعاش کما مرّ حق تعالیٰ کریم است بنده ها، را تکلیف بما لا یطاق نکرده است آنقدر تکلیف نموده است که از عهده او تواند بر آمد لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا عجب معامله است این جماعت از کسانیکه اطاعت آنها نکنند واینها را ایذا رسانند بدمے برند ودر صدد انتقام می شوند وفرزندان وداه وغلام خودها را می، زنند وتادیب می کنند واگر مرد بیگانه با زن خود بینند بدمیشوند وایذا می رسانند ومعذور ومجبور گفته چشم پوشی نمی کنند وباین بها از عذاب، اخروی که بنصوص قطعیه ثابت شده است می خوانند که خلاصی جویند وهر چه خواهند بکنند حق تعالیٰ می فرماید اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ مَا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ دیوانه را اگر در خانه بینند معذور می دارند همچنین هر گناهے که دیوانه می کند کسے او را مواخذه نمی کند می گویند دیوانه است واز عقل واختیار بیرون ست

مصرع

عیب نبود گر گناهے می کند دیوانه

وغیر دیوانه را مواخذه می کنند وبسزا می رسانند ومعذور نمی دارند واین نیست مگر بجهت آنکه این صاحب اختیار ت است، واو از اختیار بیرون نست پس محقق شد که قدریه که منکر قضا وقدر اند وجبریه که نفی اختیار از بنده می نمایند هر دو از حق دور افتاده اند اهل، بدعت، وضال ومضل اند وحق متوسط آنست که اهل سنت وجماعت بآن مهتد گشته اند مرویست که امام ابو حنیفه رحمۃ اللہ علیہ

از امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہما پر سید یا ابن رسول اللہ ھل فوض اللہ الامر الی العباد فقال اللہ اجل من ان یفضو الربوبیۃ الی العباد فقال یجبرھم علی ذلک قال اللہ اعدل من ان یجبرھم ثم یعذبھم فقال ماذا قال بین البین لا یجبر ولا تفویض ولا کرہ ولا تسلیط کافران ومشرکان، حجت آوردہ بودند کہ کفر وشرک ما بمشیت وارادت حق تعالی است چنانچہ فرمودہ سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ حق سبحانہ این عذر را از ایشان قبول نکرد وقول ایشان را بر جھل آن حمل کرد ودا خل تکذیب ایشان ساخت، چنانچہ فرمود كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا۔ الآیہ

ترجمہ: آپ جان لیں کہ اہلِ سنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ بندہ کے تمام افعال خیر ہوں یا شر سب حق ﷻ کی تقدیر وارادہ سے ہیں، والقدر خیرہ وشرہ من للہ تعالیٰ (اور اس کے خیر وشر کا مقدر ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) اور تقدیر خلق وایجاد سے عبارت ہے اور (یہ بات) معلوم ہے کہ خالق وموجد اُس تعالیٰ شانہٗ کے سوا اور کوئی نہیں ہے،

لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ (سورۃ الانعام، ۱۰۲)

ترجمہ: (اُس کے سوا کوئی نہیں وہ ہر چیز کا خالق ہے اسی کی عبادت کرو)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ (سورۃ الصافات، ۹۶)

ترجمہ: (اور اللہ ﷻ نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا)۔

معتزلہ وقدریہ نے نہایت جہالت وحماقت کی وجہ سے قضا وقدر کا انکار کر کے بندہ کے افعال کو بندہ کی قدرت واختیار سے منسوب کیا ہے اور بندہ کو افعال کا خالق کہا ہے ضلوا فاضلوا (وہ خود بھی گمراہ ہوئے پس انھوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا) علما نے کہا ہے کہ مجوس اُن سے بہتر حالت والے ہیں کہ وہ ایک شریک کہتے ہیں اور یہ لوگ لاتعداد وبیشمار شرکاء ثابت کرتے ہیں۔ ہم اصل بات کی طرف جاتے اور کہتے ہیں کہ خیر وشر کی تقدیر اور نسبتِ خلق حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے کے باوجود بندہ کے ارادہ واختیار کو بھی اس کے وجود فعل میں دخل دیا گیا ہے، اول صرف ارادہ بندہ کی جانب سے ہوتا ہے اس کے بعد اس کے موافق حق تعالیٰ خلق (پیدا) فرماتا ہے اور ارادہ کے اس استعمال ہی کو کسب کہتے ہیں پس خلق حق جل وعلا کا فعل ہے اور اس کا کسب بندہ کی طرف سے ہے۔ اور یہ جو آپ نے لا تتحرک ذرۃ الا باذنہ (اس (اللہ تعالیٰ) کی اجازت کے بغیر کوئی ذرہ حرکت نہیں کرتا) وغیرہ لکھا ہے

تو یہ حق تعالیٰ کے پیدا کرنے کے اعتبار سے ہے اور مقتول کے عوض میں قاتل کو قتل کرنا اور گنہگار کو ملامت کرنا اور اس کو سزا کا عذاب دینا کسب کے اعتبار سے ہے اور (فرقۂ) جبریہ ارادہ واختیار کو بندہ سے نفی کرتے ہیں اور اس کو افعال کے صادر ہونے میں مجبور جانتے ہیں جیسا کہ درخت کی شاخوں کو کوئی شخص ہلائے بلکہ فعل کی نسبت بندہ کی طرف نہیں کرتے اور ان افعال کا فاعل حق (تعالیٰ) کو جانتے ہیں اور یہ کفر ہے اور ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر ہے، وہ لوگ کہتے ہیں کہ نیک فعل پر ثواب (حاصل) ہوگا اور بُرے فعل پر عذاب نہیں ہوگا اور کافر وگنہگار لوگ معذور ہیں، ان سب کے لئے کوئی پرسش اور کوئی سزا نہیں ہے کیونکہ تمام افعال حق (تعالیٰ) کی طرف سے ہیں اور یہ لوگ مجبور ہیں اور یہ (عقیدہ) کفر ہے،

حق تعالیٰ فرماتا ہے وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ

ترجمہ: اُن کو ذرا ٹھہراؤ بیشک ان سے پوچھا جائے گا (سورۃ الصافات، ۲۴)

فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

ترجمہ: پس آپ کے رب ﷺ کی قسم ہم ان سے ان اعمال کے متعلق ضرور پوچھیں گے۔ (سورۃ الحجر، ۹۳، ۹۲)

(فرقہ) مرجبۂ یہی لوگ ہیں جو کہ ستر پیغمبروں کی زبان سے لعنت کئے گئے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، ان بداطواروں کا مذہب ظاہری عقل سے بھی باطل ہے کیونکہ رعشہ والے کی حرکت میں کہ جس کا ہاتھ اس کے اختیار کے بغیر ہلتا ہے اور (اس شخص کی حرکت میں) جو (اپنا) ہاتھ خود ہلاتا ہے واضح فرق ہے کہ پہلی حرکت اختیاری نہیں ہے اور دوسری حرکت اختیاری ہے اور نصوصِ قطعیہ (آیاتِ قرآنی وحادیثِ متواترہ) اس مذہب کی نفی کرتی ہیں،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ط

ترجمہ: یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے (سورۃ الواقعۃ، ۲۴)

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ط

ترجمہ: پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کافر رہے، بیشک ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے کہ جس کے سراپردے اُن کو گھیرے ہوئے ہوں گے۔ اگر بندوں سے اختیار بالکل چھین لیا گیا ہوتا تو حق تعالیٰ ظلم کی نسبت ان کی طرف کیوں فرماتا، (سورۃ الکہف، ۲۹)

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنے او پر ظلم کر رہے تھے۔ (سورۃ النحل، ۳۳)

بہت سے ملحد (بے دین لوگ) چاہتے ہیں کہ اپنے اختیار کے سلب کے بہانہ سے احکامِ شرعیہ کی پابندی سے چھوٹ جائیں اور آخرت کی پرسش وجزا سے جو حرام امور کے ارتکاب پر موعود ہے اپنے آپ کو آزاد کرلیں اور اپنے آپ کو معذور ومجبور جانیں۔ (یہ بات) ظاہر ہے کہ بندہ کو اسقدر اختیار و طاقت (حاصل) ہے کہ اوامر ونواہی کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے اس لئے کہ (کسی چیز کو) پکڑ کر ہلانے اور رعشہ کی حرکت میں فرق واضح ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے، حق تعالیٰ کریم ہے، بندوں کو ان کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کیا ہے اسی قدر (افعال) کا مکلف کیا ہے کہ جس کو وہ پورا کرسکیں۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کی طاقت واختیار کے مطابق ہی مکلف بناتا ہے۔ (سورۃ البقرۃ: ۲۸۶)

اس جماعت کا عجیب معاملہ ہے کہ جو لوگ اس جماعت کی اطاعت نہیں کرتے اور ان کو ایذا پہنچاتے ہیں یہ اُن کو بُرا قرار دیتے ہیں اور انتقام کے درپے ہوتے

ہیں اور اپنے بیٹوں اور اپنی لونڈی اور غلام کو مارتے اور سزا دیتے ہیں اور اگر کسی غیر آدمی کو اپنی عورت کے ساتھ دیکھتے ہیں تو بگڑ جاتے ہیں اور (اس کو) اذیت پہنچاتے ہیں اور معذور و مجبور کہہ کر (اس سے) چشم پوشی نہیں کرتے اور (ان باتوں کے باوجود) وہ اس بہانہ (عذرِ مجبوری) سے آخرت کے عذاب سے جو نصوص (دلائل) قطعیہ سے ثابت ہو چکا ہے چاہتے ہیں کہ رہائی حاصل کریں اور جو کچھ چاہیں کریں،

حق تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّالَهٗ مِنْ دَافِعٍ

ترجمہ: بیشک آپ کے رب ﷻ کا عذاب ضرور آ کر رہے گا کوئی اُسے ٹال نہیں سکتا۔ (سورۃ الطور، ۷، ۸)

اگر لوگ کسی دیوانہ کو گھر میں دیکھتے ہیں تو معذور قرار دیتے ہیں اور اسی طرح جو گناہ بھی دیوانہ کرتا ہے کوئی شخص اُس سے باز پرس نہیں کرتا سب کہتے ہیں کہ دیوانہ ہے اور عقل و اختیار سے خارج ہے

ع

عیب نبود گر گناہے می کند دیوانۂ

ترجمہ: اگر کوئی دیوانہ کوئی گناہ کرے تو عیب نہیں ہے۔

اور جو شخص دیوانہ نہیں ہے اس سے باز پرس کرتے ہیں اور سزا دیتے ہیں اور (اس کو) معذور قرار نہیں دیتے اور یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ (غیر دیوانہ) صاحبِ اختیار ہے اور وہ (دیوانہ) اختیار سے خارج ہے پس ثابت ہوا کہ قدریہ جو کہ قضا و قدر کے منکر ہیں اور جبریہ جو کہ بندہ سے اختیار کی نفی کرتے ہیں دونوں حق سے دُور جا پڑے ہیں اور اہلِ بدعت اور خود گمراہ کرنے والے ہیں اور حق معتدل وہ ہے کہ جس کی طرف اہلِ سنت و جماعت نے ہدایت پائی ہے۔ مروی ہے کہ حضور سیدی امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے حضور سیدی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا اے ابنِ رسول اللہ ﷺ! کیا اللہ تعالیٰ نے امر بندوں کے حوالہ کر دیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس بات سے بہت ارفع ہے کہ وہ (اپنی) ربوبیت بندوں کے حوالہ کرے۔ پھر انہوں نے حضور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہا کیا (اللہ تعالیٰ) اس پر بندوں کو مجبور کرتا ہے؟ انھوں نے (حضور سیدی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ بات بہت بعید ہے کہ وہ بندوں پر جبر کرے پھر اُن کو عذاب دے۔ انھوں نے حضور سیدی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہا تو پھر کیا معاملہ ہے؟ آپ حضور سیدی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ان دونوں باتوں کے بین بین ہے نہ جبر ہے نہ تفویض اور نہ زبردستی ہے نہ (مکمل) خود مختاری، کافر اور مشرک لوگ دلیل لائے تھے کہ ہمارا کفر و شرک حق تعالیٰ کے مشیت وارده سے ہے

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ

ترجمہ: یہ مشرک لوگ عنقریب یوں کہیں گے کہ اگر اللہ (عزوجل) چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا (شرک کرتے) اور نہ ہم کسی چیز کو حرام

ٹھہراتے۔ حق تعالیٰ نے اس عذر کو اُن سے قبول نہیں کیا اور ان کے قول کو ان کی جہالت پر محمول کیا اور ان کی تکذیب کی دلیل قرار دیا (سورۃ الانعام، ۱۴۸) جیسا کہ فرمایا

كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا، قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا۔۔۔ الآیہ

ترجمہ: (اسی طرح ان (کافر) لوگوں نے بھی جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں (رسولوں علیہم السلام کو) جھٹلایا تھا یہانتک کہ انھوں نے ہمارا عذاب چکھا، آپ کہد یجئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی علم (دلیل) ہے تو اس کو ہمارے روبرو ظاہر کرو) (سورۃ الانعام، ۱۴۸)

(مکتوبات معصومیہ، دفتر، دوم، مکتوب، ۸۳، ص، ۱۳۲، تا ۱۳۴، گارڈن ویسٹ، کراچی)

حضرت سیدنا امام محمد بن سرین علیہ الرحمۃ نے ان کا اصل یہود سے بیان فرمایا ہے لیکن مشرکین کے عقائد بھی ان کے اندر موجود ہیں اور مجسمہ اور خوارج کے عقائد بھی ان کے اندر موجود ہیں۔ اور حضور سیّدی علامہ محدث شاہ عبدالعزیز دہلوی علیہ الرحمۃ کے قول کی مطابق مجسمہ بھی یہود ہیں کما فی التفسیر العزیز اور چونکہ گستاخان رسول ﷺ کا اصل ابن سبا سے ہے اور ابن سبا زندیق بھی یہودی تھا لہٰذا خوارج جو گستاخان رسول ﷺ وصحابہ (رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ہیں کا اصل بھی یہود سے ہے۔

حضور سیّدنا امام محمد بن سیرین علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

من رأى انه يصلّى نحو المشركين فقد وقع فى قول لانّ الشرق قبلة النصارى (والنصارىٰ هم القدرية) ومن رأى انه يصلى نحو المغرب فقد وقع فى قول الجبرية لان الغرب قبلة اليهود (واليهود هم الجبرية)۔

ترجمہ: جس نے خواب میں دیکھا کہ مشرق کی طرف نماز پڑھتا ہے تو خواب کی تعبیر یہ ہے کہ یہ شخص قول قدریہ میں واقع ہوا ہے کیونکہ مشرق نصاریٰ کا قبلہ ہے (اور نصریٰ قدریہ ہیں) اور جس نے خواب میں دیکھا کہ مکہ سے جانب غرب یعنی بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتا تو خواب کی تعبیر یہ ہے کہ یہ شخص جبریہ کے قول میں واقع ہوا ہے کیونکہ بیت المقدس یہود کا قبلہ ہے (اور یہود جبریہ ہیں)۔

(تعبیر الرؤیا صغیر، ص، ۲۲)

اور احادیث مبارکہ میں بھی واضح ہے کہ دجّال قوم یہود میں سے ہوگا پس ثابت ہوا کہ جبریہ فرقہ دجّال ہے اسلیے ستر انبیاء (علیہم السلام) کی زبان پر ملعون ہیں اور اشدترین کافر ہیں اور نصوص قطعیہ سے منکر ہیں جیسا کہ ہم نے جواب الاستفتاء رسالہ میں واضح کیا ہے پس لوگوں نے جبریہ کی تکفیر میں اختلاف کیا ہے لیکن وہ خطا ہے اور جمہور کا مذہب حقہ یہ ہے کہ جبریہ کافر ہیں کیونکہ یہ بدترین طائفہ مخلوق کو مجبور جانتے ہیں کہ بناء برین نصوص قطعیہ سے انکار اور احکام شرعیہ کا ابطال لازم آتا ہے۔

عارف باللہ سیدی شیخ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی، نابلسی، حنفی، نقشبندی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۱۴۳ھ، لکھتے ہیں۔

ويجب اكفار الخوارج فى اكفارهم جميع الامت وفى اكفارهم على ابن ابى طالب رضی اللہ عنہ وعثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وطلحة رضی اللہ عنہ والزبير رضی اللہ عنہ وعائشة رضی اللہ عنہا وفى التاتارخانية (واختلف الناس اى العلماء فى اكفار المجبرة وهم الجبرية الّذين يقولون انا العبد مجبور وهم والقدرية فى طرفى نقيض فالقدرية يقولون انّ العبد يخلق افعال نفسه والجبرية يقولون ان كل ما يجرى منا فعال العبد فهو فعل الله ولا يثبتون للعبد كسبا واهل السنة وسط بين الطريقين لا افراط ولا تفريط ويعتقدون ان الله خالق

العبدو مایعمل ویثبتون للعبد قدرۃ ویسمون مایصدر عنھا کسبا۔

ترجمہ: اور خوارج کا تکفیر مسلمانوں پر واجب ہے کیونکہ خوارج دوسری ساری امت مسلمہ کی تکفیر کرتے ہیں اور حضرت سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضرت سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی کافر ٹھہراتے ہیں اور فتاویٰ تاتارخانیہ میں مذکور ہے کہ علماء کرام نے جبریہ کی تکفیر میں اختلاف کی اور جبریہ کہتے ہیں کہ بندہ مجبور ہے۔

پس جبریہ اور قدریہ حق متوسط کی نقیض کی دو طرف پر ہیں پس قدریہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے۔ اور جبریہ کہتے ہیں کہ بندہ سے جو افعال صادر ہوتے ہیں پس یہی اللہ تعالیٰ کے افعال ہیں اور بندہ کیلئے کسب ثابت نہیں کرتے ہیں اور اہلسنت جبریہ وقدریہ کے وسط میں ہیں نہ افراط ہے نہ تفریط اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ بندہ کا خالق ہے اور بندہ کے اعمال کا بھی خالق ہے اور بندہ کیلئے بھی قدرت ثابت کرتے ہیں اور بندہ سے جو افعال صادر ہوتے ہیں تو ان افعال کو بندہ کے کسب سے مسمّی کرتے ہیں۔

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، ج ۱، ص ۳۰۵، ۳۰۶، بحذفٍ، مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، کوئٹہ، ج ۲، ص ۷۸، تا ۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سیّدنا علامہ محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الکردی، المعروف بالبزازی علیہ الرحمۃ متوفی ۸۲۷ھ، لکھتے ہیں:

واختلفوا فی المجبرۃ والصواب اکفارھم فی قولھم لیس للعبد فعل أصلاً۔

ترجمہ: علماء نے جبریہ کی تکفیر میں اختلاف کیا ہے لیکن جبریہ کی تکفیر کرنا درست ہے۔ کیونکہ جبریہ کہتے ہیں کہ بندہ کے لیے کوئی فعل نہیں۔

(الفتاوی البزازیۃ، ج ۲، ص ۴۴۰، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

مذکور تمام عباراتِ فقہاء (رحمۃ اللہ علیہم) و متکلمین (رحمۃ اللہ علیہم) اور احادیث ونصوص قطعیہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ بندہ سے کسب نفی کرنا اور بندہ سے اختیار وارادہ ونفی کرنا اور اسے مجبور وعاجز ٹھہرانا جبریہ کا عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ کفر محض اور ضروریات دین سے انکار کرنا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کو کاسب ٹھہرانا قیام الحودث بذات اللہ پر قول کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کو قبائح منسوب کرنا ہے "العیاذ باللہ"

اور یہ بھی صریحی طور پر اجماعاً کفر ہے پس کسب واکتساب (یعنی، ہونا کرنا) بندہ سے منتفی کرنا اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس صفاتِ ازلیہ کی صفت ٹھہرانا عقیدہ جبریہ ہے اور علماء امت نے اس عقیدہ کو کفریہ عقیدہ ٹھہرایا ہے جیسا کہ عباراتِ مذکورہ سے واضح ہوا اور ہم اس حکمِ شرعیہ کا اظہار کرتے ہیں اور اس حکمِ شرعیہ کو بیان کر کے لوگوں کو تلقین کرتے ہیں

نیز اہلسنت کے اجماعی عقائد کی طرف دعوت دیتے ہیں بلکہ علماء اہلسنّت اور فقہاء احناف اور اولیاء امت نے فرقہ جبریہ کفر قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ "ویجب اکفار المجبرۃ"۔ یعنی اس بدترین فرقہ جبریہ کی تکفیر شرعاً واجب ہے۔

اور فقہاء کرام (رحمۃ اللہ علیہم) اور متکلمین اہلسنّت (رحمھم اللہ علیہم) کے اقوال کی اتباع کرتے ہیں اور حکمِ شرعیہ ظاہر کر دیتے ہیں۔ پس حکمِ شرعیہ واجبہ کو اصولِ اسلام کے خلاف قرار دینا ہے اور انکے اظہار حکم شرعیہ واجبہ کو اصولِ اسلام سے خلاف سمجھنا ہے کہ بالفاظِ دیگر ایمان محض اور اسلامِ محض کو کفر میں قرار دینا ہے کیونکہ عقائد کے باب میں اصولِ اسلام کے خلاف عقیدہ کفر ہی ہوتا ہے۔

متکلمین اہلسنت کا اجماعی قاعدہ ہے جو کہ خیالی میں مذکور ہے۔

حضرت سیّدنا علامہ محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الکردی، المعروف بالبزازی علیہ الرحمہ متوفی ۸۲۷ھ، لکھتے ہیں:

لا یکفر اهل القبلة فی المسائل الاجتهادیة اذ لا نزاع فی تکفیر من انکر ضروریات الدین۔

ترجمہ: اہل قبلہ کو مسائل اجتہادیہ میں کوئی کافر نہیں ٹھہرا سکتا (مسائل اجتہادیہ کی قید اسلیئے ضروری ہے) کہ جو ضروریات دین سے منکر کے کفر میں کسی کا خلاف اور نزاع نہیں

(الخیالی علی شرح العقاء د النسفیۃ، ص،۱۴۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

تو کفر کو کفر نہ جاننا جہل قبیح ہے جو کہ شرعاً عذر نہیں بن سکتا اور کفر کو کفر نہ کہنا واضح طور پر کافر ہونا متکلمین اہلسنت نے فرمایا ہے۔

مولانا محمد انور شاہ بن معظم شاہ کشمیری ہندی، متوفی ۱۳۵۳ھ لکھتے ہیں:

إدخال كافر في الملة وإخراج مسلم عنها عظيم في الدين.

ترجمہ: مسلمان کو بغیر موجب شرعی کے ملت اسلامیہ سے خارج ٹھہرانا اور کافر کو ملت اسلامیہ میں داخل جاننا دونوں چیزیں دین میں امر عظیم۔ (یعنی کفر کا ارتکاب ہے)

(اکفار الملحدین فی ضروریات الدین، ص،۵۵، دار البشاء ر الاسلامیہ، بیروت)

یعنی جس طرح کے مومن کو بغیر موجب کے کافر کہنا خود قائل کا فر ہو جاتا ہے اسی طرح جس کا کفر دلیل سے ثابت ہو سکے اور صرف لسانی دعوے کی بناء پر اسے کوئی کافر نہ جانے اور اسے مومن جانے یہ بھی کفر ہے تو احتیاط جانبین سے مطلوب ہے۔

اور حق حقیقی کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

اذا ظهر البدع و سکت العالم فعلیه لعنت الله و الملائکة و الناس اجمعین۔

ترجمہ: جب بدعت ظاہر ہو جائے اور عالم حق خاموش ہو کر رہے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کے لعنت ہو۔ (تائید اہلسنت، ص،٦)

عَنْ مُعَاذِبنِ جَبَلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَىٰ اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا ظَهَرَتِ الْفِتَنُ أَوْ قَالَ: الْبِدَعُ وَسُبَّ أَصْحَابِي فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهُ فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللهُ لَهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا"

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب فتنے یا بدعات ظاہر ہو جائے اور میرے صحابہ کو گالیاں دی جائے تو عالم (حق اپنا دلائل شرعیہ قطعیہ سے حاصل شدہ) اپنا علم ظاہر کرے اور اگر اس نے علم ظاہر نہ کیا، تو اس عالم پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کے لعنت ہو، اللہ تعالیٰ اس عالم کا فرضی اور نفلی عبادات قبول نہیں فرماتے۔

(الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع للخطیب البغدادی، ج،۲، ص،۱۱۸، رقم:۱۳۵۴، حجیۃ السنۃ النبویۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی، ص،۱۰۲، مفتاح الجنۃ فی الاحتجاج بالسنۃ، ج، ص،٦٦، الایماء الی زوائد الامالی والاجزاء، ج،۵، ص،۵۴۰، رقم:۵۱۱٦، الایماء الی زواءد الامالی ولاجزاء، الباب الفتن، رقم:۵۱۱٦، ج،۵، ص،۵۴۰، الصواعق المحرقۃ علی اہل الرفض والضلال، المقدمۃ الاولی، ص،۷)

پس چونکہ حق چھپانا وعید مذکور اور لعنت خداوند کا سبب ہے اس لیے ہم اظہار حق کرتے ہیں اور **و لا یخاف لومة لائم** (کسی ملامت کرنے والے کے طعنوں سے حق سے نہ ہٹے) کے مضمون پر کسی معترض اور منکر کے بہتان پردازی وغیرہ سے ہم ڈرتے نہیں

بلکہ ہم علماً اور عملاً، اعتقاداً اور اخلاقاً، ظاہراً اور باطناً، اور تقریراً، تقلیداً اور استدلالاً ید اً اور قلباً، مالاً ونفاً اظہار حق کرتے رہیں گے اور شریعت محمدی اور مذہب حنفی (عقیدہ ماتریدیہ) کی اشاعت صحیحہ کرتے رہیں گے۔ (والسلام: الفقر سیف الرحمن ارچی خراسانی)۔

حکم شرع اس کافر کے بارے میں

حضور سیّدی شیخ المشائخ قطب الارشاد عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ نے لکھا

فرقہ رافضیہ، قدریہ، جبریہ اور منکرین روایت اور قرآن مجید کو مخلوق کہنے والے سب جو اہل سنت و جماعت کی مخالفت کرتے ہیں اسی قبیل سے ہیں۔ چنانچہ بعض اہل بدعت حق تعالیٰ کو جسم اور جوہر کہتے ہیں اس کے لیے مکان وزماں، طول عرض وعمق جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ لوگ حکم آخرت میں کافر ہیں لیکن احکام دنیا میں ان کے ساتھ کفار کا سا معاملہ نہیں کیا جاتا۔ اور اُن کا قتل کرنا اور ان کی اولاد کو قتل کرنا اور ان کے مال غارت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور مستحق امان ہیں:

وهذا قولهم لا تكفروا اهل القبلة۔

ترجمہ: اہل قبلہ کی تکفیر مت کرو۔ کے یہی معنی ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)۔

(مجموعہ خطوط مکتوبات قدوسیہ، ص، ۳۲۸)

باب نمبر ۲۱

خداوند کریم کی نعمت کا اظہار کرنا

سوال:(۳۷) مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا:

پیر صاحب کی طرح مرزا غلام احمد قادیانی کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ جب تک ولایت ومجددیت کو لوگوں پر ظاہر نہ کریں تو کون از خود جان سکتا ہے کہ یہ مجدد وقت ہے۔

(صفحہ ۶۵، الفتنۃ الشدیدۃ)

سوال:(۳۸) جمہور علماء وصوفیاء نے ان کی ولایت پر اتفاق کیا ہے جیسے کتابوں سے مشحون ہے۔ پیر سیف الرحمٰن کے دعوی اظہار ولایت اور مرزا قادیانی کے اظہار دعوی مجددیت پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر ولایت ومجددیت کا ظاہر کرنا نبوت کی طرح لازم ہے۔ (صفحہ ۶۶، الفتنۃ الشدیدۃ)

سوال:(۳۹) غوث پاک ﷺ کی ولایت خاصہ کو غیر منصوصی کہنا بیماری اور بغض وعناد کی علامت ہے۔ (صفحہ ۸۲، الفتنۃ الشدیدۃ)

سوال:(۴۰) اب سرکار غوث پاک ﷺ کے کفش برداروں پر لازم وواجب ہے کہ ایسے بے ہودہ خواب کا جواب باصواب دیا جائے اور ایسے مجدد ومجددین کے دانت کھٹے کر دیئے جائیں اب سنیں وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ (صفحہ ۷۱، الفتنۃ الشدیدۃ)

سوال:(۴۱) دعویٰ نمبر ۱۱: ولایت کو نبوت کی طرح ظاہر کرنا چاہئے تاکہ لوگ فائدہ اٹھائیں۔

اصل عبارت: اگر انبیاء اپنی نبوت لوگوں پر ظاہر نہ کرتے تو وہ لوگ کس طرح مستفید ہو جاتے؟ اسی طرح اگر اولیاء کرام جو کہ وارثین ہیں۔ اگر اپنی ولایت ظاہر نہ کریں تو مسترشدین ان کے فیوض عالیہ سے محروم رہیں گے۔ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اس معاملہ پر گواہ ہے۔ (صفحہ ۱۷۱)(صفحہ ۳۹، الفتنۃ الشدیدۃ)

سوال:(۴۲) مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا

سوال:(۴۳) دعوی نمبر ۲۴: میرا وجود پاکستان کے لئے رحمت ہے۔ (صفحہ ۳۶۶) (صفحہ ۴۴، الفتنۃ الشدیدۃ)

سوال:(۴۴) دعوی نمبر ۲۴ پر تبصرہ: پیر صاحب کہتے ہیں کہ میرا وجود پاکستان کیلئے رحمت ہے۔ یہ بات صرف پاکستان کے مستقل رہائش پذیر ہونے کیلئے حجت بنانا ہے۔ ورنہ آپکی رحمت کی زیادہ ضرورت افغانستان کو ہے۔ جہاں سرخ وسفید سامراج پنجے گاڑھ رہا ہے۔ پاکستان پر نبی اکرم ﷺ کی رحمت کافی و وافی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی پاکستان پر مہربان اور رحیم ہے۔ جس کا مشاہدہ اہلیان پاکستان نے ۱۹۶۵ کی جنگ میں کرلیا ہے۔ پاکستان کا محافظ خدا اور رسول ﷺ ہیں اور تمام اولیاء کرام اس کے چوکیدار اور پہریدار ہیں۔ آپ مہربانی کر کے افغانستان جائیں۔ تاکہ وہاں آپکی رحمت سے امن وامان قائم ہو۔ پھر آپکی

ولایت ومجددیت کی وہاں بہت ضرورت ہے۔بس کنم ایں قدر کافی است۔عاقلاں را اشارہ۔جاہلا را دفتر نہ رسالہ۔(صفحہ ۱۰۲، الفتنۃ الشدیدۃ)

الجواب:

نعمت کا اظہار جائز ہے:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ

ترجمہ: نہیں اپنے رب کی رسالتیں پہنچاتا ہوں اور تمہارا معتمد خیر خواہ ہوں۔(سورۃ الاعرف:۶۸)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے یہ کہ جاہلوں کی بدتمیزی پر تحمل کرنا سنتِ انبیاء ہے۔دیکھو ہود علیہ السلام نے ان کی سختی اور بدتمیزی گفتگو کا جواب سختی سے نہ دیا بلکہ نرمی سے دیا۔دوسرے یہ کہ اپنے فضائل بیان کرنا تبلیغ کے لیے یا خدا کے شکر کے لئے سنتِ انبیاء ہے فخر کے لئے نہیں۔

(تفسیر نور العرفان، ص، ۲۵۲)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ

ترجمہ: قریب ہے انشاء اللہ تم مجھے نیکوں میں پاؤ گے۔(سورۃ القصص:۲۷)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں:

لہٰذا جو تم سے عہد کرتا ہوں پورا کروں گا (علماء) لہٰذا تم میرے پاس رہ کر صالح یعنی کلیم اللہ بن جانے کے لائق ہو جاؤ گے۔صالح کی صحبت صالح کر دیتی ہے

چراغ زندہ می خواهی در شب زنده داران زن		که بیدارئی بخت از بخت بیداران شود پیدا

ترجمہ: چراغ زندہ (سعادت ابدی) چاہتا ہے تو رات بھر عبادت کرنے والوں کے دروازے پر دستک دے کیونکہ خوش قسمتی خوش نصیب لوگوں سے حاصل ہوتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کے اظہار کے لئے اپنے فضائل بیان کرنا جائز ہے، نیز اپنے مقائل میں اپنے پر بھروسہ نہ کرے، رب تعالیٰ پر نظر رکھے، اسی لئے آپ نے انشاء اللہ تعالیٰ فرمایا (تفسیر نور العرفان، ص، ۶۱۹، ۶۲۰)

قوم کو دعوتِ دین:

حضرت امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری علیہ الرحمۃ متوفی ۳۱۰ھ، لکھتے ہیں:

فَلَمَّا أَمَرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ نَبِيَّهُ مُحَمَّدًا ﷺ أَنْ يَقُومَ بِإِنْذَارِ قَوْمِهِ عِقَابَ اللَّهِ عَلَى مَا كَانُوا عَلَيْهِ مُقِيمِينَ مِنْ كُفْرِهِمْ بِرَبِّهِمْ وَعِبَادَتِهِمُ الْآلِهَةَ وَالْأَصْنَامَ دُونَ الَّذِي خَلَقَهُمْ وَرَزَقَهُمْ، وَأَنْ يُحَدِّثَ بِنِعْمَةِ رَبِّهِ عَلَيْهِ بِقَوْلِهِ: »وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ، «وَذَلِكَ فِيمَا زَعَمَ ابْنُ

إِسْحَاقَ - النُّبُوَّةُ.

حَدَّثَنَا ابْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ، عن ابن إسحاق: »وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ، «أَيْ مَا جَاءَكَ مِنَ اللهِ مِنْ نِعْمَتِهِ وَكَرَامَتِهِ مِنَ النُّبُوَّةِ فَحَدِّثْ، اذْكُرْهَا وَادْعُ إِلَيْهَا۔

ترجمہ: پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کو اپنے رب ﷻ کے اس انکار کی وجہ سے جس میں وہ مدت سے مبتلا چلے آتے تھے اور اپنے خالق ﷻ اور رازق ﷻ کی عبادت چھوڑ کر دوسرے معبودوں اور بتوں کی عبادت کرتے تھے اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈرانے اور تنبیہ کرنے کیلئے کھڑے ہوں اور اپنے رب ﷻ کی نعمت کا اظہار واعلان کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ'' یہاں نعمت سے مراد ابن اسحاق علیہ الرحمۃ کے قول کے مطابق کرامت اور فضیلت نبوت ہے۔ فَحَدِّثْ کے معنی یہ ہیں کہ اس کو بیان کرو اور اس کی طرف بلاؤ۔

(تاریخ الطبری المعروف بتاریخ الامم والملوک، ج۲، ص۲۲۴، شرکۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

و گاهی ازو بعضی ارباب تمکین که قدم صدق ایشان در مقام ولایت راسخ وثابت است بدعوی صادق نیز مقرون گردد و در حقیقت این دعوی راجع بدعوی صدق۔ نبی وصحت نبوت است (قالوا وکان الشیخ محی الدین عبد القادر کثیر الدعوی بحق لحق فی) حق وآنچه منافی است دعوی نبوت است معاذالله که از عدای دین ومستحق اهانت ولعنت گردد۔

وجود کرامت شرط ولایت نیست ولی باشد که از وی هرگز کرامتی ظاهر نگردد واصل ولایت استقامت بر دین است که الاستقامةفوق الکرامة وحکمت در اظهار او در ابتداء تربیت سالک وتکمیل یقین او است تا در جد داجتهاد سلوک چست وچالاک تر گردد ودر انتها برای ترتیب مردمان وازاله تردد وانکار ایشان بود۔

ترجمہ: اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ بعض اربابِ تمکین جن کا قدم ولایت میں راسخ اور ثابت ہوجاتا ہے کی کرامت ان کے سچے دعویٰ سے ہم آہنگ ہوتی ہے۔ وکان الشیخ محی الدین بن عبدالقادر کثیرا الدعویٰ بحق الحق فی حق۔ حضور سیّدی شیخ محی الدین عبدالقادر علیہ الرحمۃ نے جو بہت سے دعوے کئے تو وہ حق پر تھے یعنی وہ حق امر کو حق ثابت کرنے کے حق میں کثیر الدعویٰ تھے۔ البتہ نبوت کا دعویٰ کرنا ولایت کے منافی ہے ورنہ معاذ اللہ نبوت کا دعویٰ کرنے والا دین کے دشمنوں میں سے ہے اور مستحق اہانت ولعنت ہے۔

اور کرامت کا وجود ولایت کیلئے شرط نہیں ہے کیونکہ ایسا بھی ولی ہوتا ہے جس سے کوئی کرامت ظاہر نہ ہوئی ہو۔ اصل ولایت' تو دین پر استقامت ہے کیونکہ

الا استقامة فوق الكرامة

ترجمہ: استقامت کا درجہ کرامت سے زیادہ ہے۔

کرامت کے اظہار میں یہ حکمت ہوتی ہے کہ ابتدائی مراحل میں سالک کی تربیت اور اس کے یقین کی تکمیل ہوجائے اور سلوک کی جدوجہد اور ریاضت میں وہ پوری طرح مستعد اور چست ہوجائے اور آخری مراحل میں مریدوں کی تربیت کی خاطر ان کے تردد اور انکار کا ازالہ ہوجائے۔

(تکمیل الایمان، ص۱۷۸، الرحیم اکیڈیمی، لیاقت آباد، کراچی)

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی علیہ الرحمہ متوفی، ۵۰۵، ھ لکھتے ہیں:

أن الإظهار إقامة لسنة الشكر وقد قال تعالى وأما بنعمة ربك فحدث والكتمان كفران النعمة وقد ذم الله عز وجل من كتم ما أتاه الله عز وجل وقرنه بالبخل فقال تعالى الذين يبخلون ويأمرون الناس بالبخل ويكتمون ما آتاهم الله من فضله (النساء، ۳۷) وقال صلى الله عليه وسلم إذا أنعم الله على عبد نعمة أحب أن ترى نعمته عليه۔

ظاہر کرنے میں سنت شکر ادا کرنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

ترجمہ: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (سورۃ والضحیٰ، ۱۱)

نعمت چھپانا ناشکری میں داخل ہے اللہ تعالیٰ ان کی مذمت کرتا ہے اور انہیں بخیل فرماتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو چھپاتے ہیں۔

فرمایا الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ

ترجمہ: جو آپ بخل کریں اوروں سے بخل کے لئے کہیں اور اللہ ﷻ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپائیں۔ (کنز الایمان، سورۃ النساء، ۳۷)

(یہ آیت یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی۔ جو سید عالم ﷺ کی صفت بیان کرنے میں بخل کرتے اور چھپاتے تھے۔ (ابن الفرقان)

حضرت امام جلال الدین علیہ الرحمہ نے اس قسم کی تمام آیات میں یہی کہا کہ چھپانے سے مراد حضور نبی پاک ﷺ کی نعمت ہے کہ آپ کے کمالات ومعجزات بیان نہ کرنا یا اس سے بخل کرنا یہودیوں کا شیوا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر انعام کرتا ہے تو یہ بھی پسند کرتا ہے کہ وہ نعمت اس پر دیکھی جائے

(احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الزکاۃ، الفصل الرابع، ج، ۱، ص، ۳۰۹، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

حضرت علامہ صلاح بن مبارک بخاری علیہ الرحمہ متوفی، ۷۹۳، ھ، لکھتے ہیں:

ولایت بزرگ نعمتی است ولی می باید که داند که او ولی است، تا به شکر این نعمت قیام نماید۔ ولی محفوظ عنایت الهی است۔ او را با او نمی گذرانند و از آفات بشریت نگاه می دارند۔ بر ظهور خوارق عادات و احوال و کرامات هیچ اعتمادی نیست۔ کار، استقامت دارد در افعال و اقوال۔ شیخ عبد الرحمٰن سلمی رحمة الله علیه در کتاب خود حقایق التفسیر در تفسیر این آیت که (فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ) (هود: ۱۱۲) نقل کرده است از یکی از ارباب حقیقت که (کن طالب الاستقامة لا طالب الکرامة فان ربک یطلب منک الاستقامة و نفسک تطلب منک الکرامة) و از سخنان این طایفه است که اگر ولی در بستانی در آید و از هر برگ درخت آواز آید که یا ولی الله می باید که به ظاهر و باطن او را به آن صدا هیچ التفاتی نباشد، بل که هر لحظه سعی او در صفت بندگی و تضرع زیاده گردد۔ کمال این مقام حضرت مصطفی علیه الصلوٰة والسلام داشت که هر چند انعام و اکرام الهی به نسبت او بیشتر می شد، بندگی و نیاز و مسکنت او

بیشتر می شد۔ ازینجامی گفت: أَفَلاَ أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا و آنچه بر ولی می گذرانند از قصورات حکمت در آن نفی وجود بشری او ست۔

ترجمہ: ولایت بہت بڑی نعمت ہے۔ ولی کے لیے چاہیے کہ وہ جانے کہ وہ ولی ہے تا کہ وہ اس نعمت کا شکر قائم کرے۔ ولی عنایت الٰہی کا محفوظ ہے۔ اس کو اس پر نہیں رہنے دیتے، اور آفات بشری سے (اسکی) حفاظت کرتے ہیں۔ خوارق عادات کے ظہور اور احوال و کرامت پر کوئی اعتاد نہیں، کام تو اقوال و افعال میں استقامت رکھنا ہے۔ شیخ عبدالرحمن سلمی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''حقائق التفسیر'' میں اس آیت ''فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ'' پس (اے رسول ﷺ جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے (ھود: ۱۱۲) کی تفسیر میں ارباب حقیقت میں سے کسی کا (قول) نقل فرمایا ہے۔ ''**کن طالب الاستقامة لا طالب الكرامة فان ربک یطلب منک الاستقامة و نفسک تطلب منک الکرامة**'' یعنی استقامت کا طالب بن کرامت کا طالب نہ بن، بے شک تیرا رب تجھ سے استقامت چاہتا ہے اور تیرا نفس تجھ سے کرامت طلب کرتا ہے۔ اس طائفہ مبارک کا ایک سخن ہے کہ اگر ولی باغ میں آئے اور درخت کے ہر پتے سے آواز سنائی دے ''یا ولی اللہ'' یہی چاہیے کہ ظاہر و باطن سے اسے اس آواز کی طرف کوئی التفات نہ ہو بلکہ ہر لحظہ صفت بندگی و عاجزی میں اس کی کوشش زیادہ ہوتی رہے۔ اس مقام کا کمال حضرت مصطفیٰ ﷺ رکھتے تھے۔ کہ ہر چند اللہ کا انعام و اکرام ان کی نسبت (پہلے سے) بیش تر ہوتا تھا اور ان کی بندگی، نیاز مسکنت (پہلے سے) بیش تر ہوتی تھی۔ اس جگہ فرماتے ''أَفَلاَ أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا'' کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں اور قصورات حکمت سے جو کچھ ولی پر گزرے اس میں اس کے وجود بشری کی نفی ہے۔

(انیس الطالبین وعدۃ السالکین، ص، ۵۵، مکتبۃ الحقیقۃ، استانبول، ترکیا)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

بہ ((میر مؤمن بلخی)) در اظہار شکر نعم ظاہریہ و باطنیہ کہ مفاض از برکات اکابر ماوراء النہر است۔

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

((من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ)) حقوقِ علما و مشائخِ ماوراء النہر۔ شکر اللہ تعالیٰ۔ بر ذمۂ ما و اپس ماندگان و دور افتادگان، بلکہ بر کافۂ اھل اسلام ((ھندوستان)) نہ آن قدر است کہ در ضمن تقریر و حیز تحریر آید

درستی اعتقاد بر وفق آرای صائبۂ اھل سنت و جماعت۔ کثر ھم اللہ سبحانہ فی الامصار۔ از تحقیقات این بزرگواران اکتساب نمودہ ایم و صحتِ عمل بہ موجب مذھب علماء حنفیہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔ از تدقیقاتِ ایشان حاصل کردہ و نیز سلوک طریقۂ علیۂ صوفیہ۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم۔ در این دیار، از برکاتِ آن بقعۂ شریفہ مستفاد است و تحقیقِ مقام جذبہ و سلوک و فنا و بقا و سیر الی اللہ و سیر فی اللہ کہ بہ مرتبۂ ولایت خاصہ مربوط است، از فیوض اکابر آن عرصہ متبر کہ مفاض (است)۔

بالجملہ اگر ظاہر است، اصلاح از آنجا یافتہ است و اگر باطن است، فلاح از آنجا حاصل نمودہ است

شکر فیض تو چمن چون کند ای ابر بہار		**کہ اگر خار و اگر گل ھمہ پروردہ تست**

حرسھا اللہ سبحانہ و اھالیھا من الافات و البلیات بحرمۃ سید السادات علیہ و علی الہ الصلوات و التسلیمات۔

جناب سیادت مآب وارشاد و پناہ میر مومن بلخی کی طرف صادر فرمایا

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ **ترجمہ:** جس نے لوگوں کا شکر ادا نہ کیا اس نے خدا کا شکریہ بھی ادا نہ کیا۔

علماء و مشائخ ماوراء النہر شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے حقوق ہم عاجز اور دور افتادہ لوگوں پر بلکہ ہندوستان کے تمام مسلمانوں پر اتنے نہیں ہیں جو تقریر اور تحریر میں آسکیں۔ اعتقاد کی درستی اہل سنت و جماعت کثر ھم اللہ سبحانہ فی الامصار کی صائب رائے کے مطابق ان بزرگواروں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کی تحقیقات سے ہم نے حاصل کی ہے اور عمل کی صحت بھی بموجب مذہب علماء حنفیاء رحمہم اللہ انہی کی توفیقات سے حاصل ہے اور طریقہ علیہ صوفیہ قدس اللہ اسرار ہم کا سلوک بھی ہندوستان کے علاقہ میں اسی بزرگ زمین کی برکات سے مستفاد ہے اور مقام جذبہ و سلوک و فنا و بقا و سیر الی اللہ و سیر فی اللہ جو کہ مرتبۂ ولایت خاصہ سے وابستہ ہے کہ تحقیق بھی اسی علاقہ کے اکابرین کے فیوض سے ہم پر انڈیلی گئی ہے۔

مختصر یہ کہ اگر ظاہر ہے تو اس کی اصلاح بھی وہیں سے ہوئی ہے اور اگر باطن ہے تو فلاح اسی جگہ سے حاصل کی ہے۔

شکر فیض تو چمن چون کند ای ابر بہار		کہ اگر خار و اگر گل ہمہ پروردۂ تست

ترجمہ: اے ابر بہار! باغ تیرے فیض کا شکریہ کس طرح ادا کرسکتا ہے، کہ اگر کانٹے ہیں یا پھول ہیں تو وہ سب تیرے ہی پروردہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس علاقے اور اس کے رہنے والوں کو بہ طفیل سید السادات ﷺ آفات و مصائب سے محفوظ رکھے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۹۹، ج، ۲، ص، ۶۰۷، مرکز پخش: زاھدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

حضرت علامہ، بیہقی وقت، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۸۱۰ھ، لکھتے ہیں:

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وجاز ان يكون قوله إِنِّي تَرَكْتُ الى آخره كلاما مبتدا- لتمهيد الدعوة واظهار انه من بيت النبوة ليقوى رغبتهما فى الاستماع اليه والوثوق عليه ومن هاهنا يظهر ان العالم إذا جهلت منزلته فى العلم فاراد ان ينشر علمه جاز له ان بصف نفسه حتى يعرف الناس قدره فيقتبسون منه وليس هذا من باب تزكية النفس انما الأعمال بالنيات والأنبياء كانوا مأمورين بذلك- قال الله تعالى وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ فويل للذين يطعنون على اولياء الله تعالى (مثل المجدد للالف الثاني رضى الله عنه حيث ذكروا ترقياتهم ومدارج قربهم من الله تعالى وما أفضل الله تعالى عليهم) حسدا وجهلا

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ

ترجمہ: اور اپنے باپ دادا ابراہیم، اور اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کے دین کی پیروی اختیار کی ہے

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اِنِّی تَرَکْتُ سے الگ مستقل کلام ہو۔ جو دعوت کی تمہید اور خانوادۂ نبوت سے اپنے کو ظاہر کرنے کے لیے آپ نے فرمایا ہو تاکہ وہ دونوں قیدی رغبت سے سنیں اور آپ کے بیان کا اعتبار کریں۔ اسی جگہ سے یہ بات نکلتی ہے کہ اگر کسی جگہ کسی عالم کے مرتبے سے لوگ واقف نہ ہوں اور وہ اپنی دعوت پھیلانا چاہے تو اگر وہ اپنے اوصاف کسی قدر بیان کردے تاکہ اس کی بات کی وقعت پیدا ہوجائے تو ناجائز نہیں اس تدبیر سے لوگوں کو اس کے علم سے فائدہ اندوز ہونے کا موقع مل جائے گا۔ یہ بات خودستائی کے ذیل میں نہیں آتی۔ اعمال کا مدار نیت پر ہے، انبیاء علیہم السلام کو تحدیث نعمت کا حکم دیا گیا ہے،

فرمایا ہے وَاَمَّا بِنِعمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ جن اولیاء نے اپنے مراتب قرب اور مدارج فوز کا کسی قدر ذکر کیا ہے مثلاً حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ یا حضرت شیخ عالم سید الاولیاء محی الدین عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ افسوس بعض لوگ نادانی یا حسد کی وجہ سے اس پر طعن کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ بات خودستائی میں داخل نہیں (بلکہ تحدیث نعمت ہے)

(التفسیر المظہری، سورۃ، یوسف، تحت الآیۃ:۳۸، ج۴، ص۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وَاَمَّا بِنِعمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

ترجمہ: اور اپنے رب (کریم) کی نعمتوں کا ذکر فرمایا کیجئے (سورۃ والضحیٰ)

اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر جو فضل وکرم فرمائے اس کا ذکر اور اس کا اظہار بھی شکر ہے۔ و التحدث بنعم اللہ و الاعتراف بھا شکر۔ (قرطبی)

اس آیت میں نعمت سے مراد کونسی نعمت ہے؟ علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ و الظاھر ان المراد بالنعمۃ ما افاضہ اللہ تعالیٰ علیٰ نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم من فنون النعم التی من جملتھا ما تقدم (روح المعانی) یعنی اس نعمت سے مراد وہ گوناگوں نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ، پر فرمائی ہیں جن میں سے چند وہ ہیں جن کا ذکر ابھی ابھی ہو چکا ہے۔ چنانچہ سرور کون ومکاں، فخر زمین وزماں ﷺ ان انعامات کا ذکر واظہار اکثر فرمایا کرتے جن سے آپ کے رب کریم نے آپ کو بڑی فیاضی سے نوازا ہے۔ بے شمار احادیث میں سے صرف ایک حدیث سن لیں۔ ایمان تازہ ہو جائے گا۔

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم انا سید ولد آدم یوم القیامۃ و لا فخر۔ وبیدی لواء الحمد و لا فخر و ما من نبی یومئذ آدم و من سواہ الا تحت لوائی۔ و انا اول مَن تنشق عنہ الارض و لا فخر۔ (مشکوۃ شریف رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت سیّدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار میں ہوں گا۔ یہ بات میں فخر یہ نہیں کہہ رہا بلکہ حقیقت کا اظہار ہے۔ اس روز حمد کا پرچم میرے دست مبارک میں ہوگا۔ یہ بات میں فخر یہ نہیں کہہ رہا بلکہ حقیقت کا اظہار ہے۔ اس دن تمام نبی، آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ جتنے ہیں سب کو میرے پرچم کے نیچے پناہ ملے گی اور قیامت کے دن سب سے پہلے زمین سے میں باہر آؤں گا۔ یہ بات فخر یہ نہیں کہہ رہا بلکہ اظہار حقیقت ہے۔

حضرت علامہ، بیہقی وقت، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۸۱۰ھ، لکھتے ہیں:

و من ھذا القبیل ما قال الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ:

و کل ولیّ لہ قدم، و انّی علیٰ قدم النبی بدر الکمال، و قولہ قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ

ترجمہ: حضرت شیخ محی الدین عبد القادر گیلانی رضی اللہ عنہ کے ارشادات اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر ولی کا اپنا اپنا مقام ہوتا ہے اور میں حضور ﷺ کے نقش قدم پر ہوں جو کمالات صوری اور معنوی کے ماہ چہاردہم ہیں۔

نیز آپ رضی اللہ عنہ: یہ ارشاد کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

اسی طرح حضرت مجدّد (الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے مدارج قرب کا جو ذکر کیا ہے اور اپنے آپ کو مجدد اور قیوم کہا ہے، یہ اقوال بھی اسی زُمرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

فمن انکر علیٰ ماھٰؤلاء الرجال فی مثل ھٰذہ المقال فکانہ انکر ھذہ الاٰیۃ الکریمۃ مناللہ ذوالجلال

ترجمہ: جو شخص ان اعاظم رجال کے ان ارشادات کا انکار کرتا ہے اور زبان طعن دراز کرتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ کی اس آیت کا انکار کرتا ہے۔(مظہری)

ہر نعمت کا شکر واجب ہے اور شکر کا طریقہ یہ ہے کہ اس نعمت کو مُنعم کی رضا میں صرف کیا جائے۔ نعمت مال کا شکر یہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خلوص نیت کے ساتھ اسے خرچ کرے۔ صحت کی نعمت کا شکر یہ یہ ہے کہ فرائض کو ادا کرے اور گناہوں سے مجتنب رہے اور علم وعرفان کی نعمت کا شکر یہ یہ ہے کہ جاہلوں کو علم سکھائے اور گم کردہ راہوں کو راہ راست پر گامزن کرے۔

حضرت سیّدنا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے اس سورت کا ایک مجرب خاصہ ذکر فرمایا ہے آپ لکھتے ہیں:

اگر کوئی چیز گم ہو جائے تو اس سورت (الضحیٰ) کو انسان سات بار پڑھے اور اپنے سر کے اردگرد انگشت شہادت پھیرتا رہے۔

جب سات بار پڑھ چکے تو کہے: اصبحت فی امان اللہ و امسیت فی جوار اللہ۔ امسیت فی امان اللہ و اصبحت فی جوار اللہ (خوانده دستک زنند) اور تالی بجائے (تفسیر عزیزی)

(ضیاء القرآن جلد پنجم ص، ۵۹۲ تا ۵۹۴)

حضرت علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی علیہ الرحمۃ متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

عند الحاكم وصححه البيهقي: فلقي أرواح الأنبياء، فأثنوا على ربهم. فقال إبراهيم: »الحمد لله الذي اتخذني خليلا وأعطاني ملكا عظيما وجعلني أمة قانتا يؤتمّ بي، وأنقذني من النار، وجعلها علي بردا وسلاما. ثم إن موسى أثنى على ربه تبارك وتعالى فقال: »الحمد الله الذي كلّمني تكليما وجعل هلاك فرعون ونجاة بني إسرائيل على يدي، وجعل من أمتي قوما يهدون بالحق وبه يعدلون . «ثم إن داود أثنى على ربه فقال: »الحمد لله الذي جعل لي ملكا عظيما، وعلّمني الزبور، وألان لي الحديد، وسخر لي الجبال يسبّحن والطير، وأعطاني الحكمة وفصل الخطاب ثم إن سليمان أثنى على ربه فقال: »الحمد لله الذي سخر لي الرياح وسخّر لي الشياطين والإنس يعملون لي ما شئت من محاريب وتماثيل وجفان كالجوابي وقدور راسيات، وعلّمني منطق الطير وأتاني من كل شيء فضلا، وسخّر لي جنود الشياطين والإنس والجن والطير، وفضّلني على كثير من عباده المؤمنين، وأتاني ملكا عظيما لا ينبغي لأحد من بعدي وجعل ملكي ملكا طيبا ليس فيه، حساب ولا عقاب

«ثم أن عيسى بن مريم أثنى على ربه تبارك وتعالى فقال: »الحمد لله الذي جعلني كلمته وجعل مثلي مثل آدم خلقه من تراب. ثم قال له: كن فيكون، وعلّمني الكتاب والحكمة، والتوراة والإنجيل، وجعلني أبرئ الأكمه والأبرص وأحيي الموتى بإذن الله، ورفعني وطهّرني، وأعاذني وأمي من الشيطان الرجيم، فلم يكن للشيطان علينا سبيل . فقال النبي صلى الله عليه وسلم: »كلكم أثنى على ربه وإني مثن على ربي ، «فقال: »الحمد لله الذي أرسلني رحمة للعالمين وكافّة للناس بشيرا ونذيرا، وأنزل علي الفرقان فيه

تبيان كل شيء، وجعل أمتي خير أمة أخرجت للناس، وجعل أمتي وسطا، وجعل أمتي هم الأوّلون والآخرون، وشرح لي صدري ووضع عني وزري ورفع لي ذكري وجعلني فاتحاً وخاتماً

ترجمہ: امام حاکم اور امام بیہقی (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) نے روایت کیا ہے کہ انبیاء اکرام علیہ السلام کی ارواح نے باہم ملاقات کی۔ انہوں نے اپنے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ''ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا۔ وہ عظیم ملک عطا فرمایا مجھے انکساری کرنے والی امت بنایا۔ میری اقتداء کی جاتی ہے اس نے مجھے آگ سے بچایا۔ اس نے مجھ پر ٹھنڈی اور سلامتی والا بنا دیا۔''

پھر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل کی تعریف بیان کی: ''ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔ جس نے مجھے شرف ہمکلامی بخشا میرے ہاتھوں فرعون کو ہلاک کیا۔ بنی اسرائیل کو نجات دی۔ میری امت میں سے ایک ایسی قوم بنائی جو حق کے ساتھ رہنمائی کرتی ہے اور اس کے ساتھ عدل کرتی ہے۔'' پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل کی حمد و ثناء بیان کی۔

انہوں نے فرمایا: ''ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔ جس نے میرے لیے بڑا ملک بنایا مجھے زبور کا علم عطا فرمایا۔ میرے لیے لوہا نرم کیا۔ میرے لیے پہاڑوں کو مسخر کیا۔ وہ پرندوں کے ساتھ مل کر تسبیح بیان کرتے تھے۔ مجھے حکمت اور فیصلہ کرنے کی قوت عطا فرمائی۔''

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ کی یوں تعریف بیان فرمائی: ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے میرے لیے ہوا کو مسخر کیا۔ میرے لیے شیاطین اور انسانوں کو مسخر کیا۔ وہ میرے لئے محراب، مجسمے، بڑے بڑے پیالے اور جم جانے والی ہنڈیاں بناتے۔ مجھے پرندوں کی بولیاں سکھائیں۔ مجھے اپنے فضل و کرم سے ہر چیز عطا کی۔ میرے لیے جن و انس کے لشکر، شیاطین اور پرندوں کو مسخر کیا۔ مجھے اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت عطا کی۔ مجھے عظیم سلطنت عطا کی۔ جو میرے بعد کسی کے حصہ میں نہ ہوگی۔ میرے ملک کو پاکیزہ ملک بنایا۔ جس میں نہ حساب ہے نہ ہی عذاب۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ انہوں نے فرمایا: ''ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے مجھے اپنا کلمہ بنایا۔ مجھے حضرت آدم علیہ السلام کی مثل بنایا۔ انہیں مٹی سے بنایا پھر انہیں فرمایا: ''ہو جا'' تو وہ بن گئے۔

مجھے کتاب، حکمت، تورات اور انجیل سکھائی۔ مجھے یہ سعادت بخشی کہ میں مریضوں کو شفایاب فرما دیتا تھا۔ میں اذنِ الٰہی سے مردے زندہ کر دیتا تھا۔ اس نے مجھے بلند کیا۔ مجھے پاک کیا۔ مجھے اور میری والدہ ماجدہ کو شیطان مردود سے پناہ دی۔ شیطان کو ہم پر کوئی تسلط نہ تھا۔''

پھر حضور اکرم سیدنا و امامنا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم سب نے رب تعالیٰ کی تعریف بیان کی ہے۔ میں بھی اپنے رب تعالیٰ کی تعریف بیان کرنے لگا ہوں۔'' پھر فرمایا: ''ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے مجھے رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بنا کر بھیجا۔ مجھے سارے لوگوں کیلئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ مجھ پر قرآن پاک نازل کیا۔ جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ میری امت کو بہترین امت قرار دیا۔ جس کا ظہور لوگوں کیلئے کیا گیا ہے۔

میری امت کو بہترین امت بنایا۔ میری امت کو اوّل و آخر بنایا۔ میرے لیے میرا سینہ مبارک کھولا۔ مجھ سے میرا بوجھ دور کیا۔ میرا ذکر بلند کیا۔ مجھے فاتح اور خاتم بنایا۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج ۳، ص ۸۴، ۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ عبدالقادر عیسیٰ قادری شاذلی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

قال اللہ تعالیٰ وَإِنْ تَعُدُّوْ نِعمَةَ اللهِ لَا تحصُوهَا۔ (پ ۱۳، ابراھیم ۳۴)

ویمکن تقسیم النعم الی ثلاثہ أقسام رئیسیة:

۱۔ دنیویة: کالصحة والعافیة والمال الحلال

۲۔ ودینیة: کالعمل والعلم والتقویٰ والمعرفة باللہ تعالیٰ

۳۔ وأخرویة: کالثواب علی العمل الصالح القلیل بالعطاء الجزیل ،وأجل النعم الدینیة التی یتأکد الشکر علیها نعم الاسلام والایمان والمعرفة باللہ تعالی، ومن شکرها اعتقاد أنها منة من اللہ تعالی بلا واسطة ولا حول ولا قوة،

وَإِنْ تَعُدُّوْ نِعمَةَ اللهِ لَا تحصُوهَا

ترجمہ: اگر تم اللہ ﷻ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو نہیں گن سکتے۔ (سورۃ ابراہیم ۳۴)

نعمتوں کی بالعموم تین قسمیں ہیں:

(۱) دنیوی نعمتیں جیسے صحت، عافیت اور حلال مال وغیرہ،

(۲) دینی نعمتیں جیسے علم، تقویٰ اور معرفت الٰہی وغیرہ،

(۳) اخروی نعمتیں جیسے عمل صالح پر ثواب یا تھوڑے عمل پر زیادہ جزا وغیرہ۔

سب سے بڑی نعمت جس کا شکر ادا کرنا بے حد ضروری ہے، اسلام، ایمان اور معرفت الٰہی کی نعمت ہے۔ اس نعمت کا شکر یہ ہے کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جو اس نے اسلام، ایمان اور معرفت سے نوازا اور اس میں میری اپنی قوت وطاقت اور تفکر وتدبر کا دخل نہیں۔

(حقائق عن التصوف، ص، ۱۸۹، موقع الطریقة الشاذلیة الدرقاویة)

حضور سیّد شیخ عبدالقادر عیسیٰ قادری شاذلی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

وعلی المؤمن أن یشکر أیضاً من جعله اللہ تعالیٰ سبباً لنعمه، لذا قال رسول اللہ ﷺ: لا یشکر اللہ من لا یشکر الناس (ابوداود)

ترجمہ: مومن کو چاہیے کہ تمام انعامات پر اللہ ﷻ کا شکر ادا کرتا رہے کیونکہ منعم حقیقی وہی ہے اور اللہ ﷻ کی تسخیر کے سبب ہی اسے لوگوں سے نفع پہنچا۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ ان لوگوں کا شکر یہ ادا کیا جائے جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے نعمت پہنچائی۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو لوگوں کا شکر گذار نہ ہو وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا (ابوداوٗد)

ولقد دعانا اللہ تعالیٰ الی شکره وشکر والدینا اللذین جعلهما سبباً فی ایجادنا وسوق کثیر من النعم الینا بواسطتهما فقال: أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ (پ ۲۱، لقمان ۱۴)

ترجمہ: اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرح والدین کی شکر گذاری کا حکم دیا کیونکہ والدین کو ہمارے وجود اور بہت سی نعمتوں کا سبب بنایا۔

ارشادفرمایا اَنِ اشْكُرْلِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ (سورۂ لقمان ۱۴)

ترجمہ: میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر ادا کرتے رہو، آخر میری طرف ہی واپس آنا ہے۔

لوگوں کا شکریہ ادا کرنا، اللہ ﷻ کے شکر کی بہ نسبت آسان ہے جس نے بندوں کی ناشکری کی اس سے اللہ کی شکر گزاری کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

(حقائق عن التصوف، ص، ۱۹۰، موقع الطریقۃ الشاذلیۃ الدرقاویۃ)

زبان کا شکر:

حضور سیّدی شیخ عبدالقادر عیسی قادری شاذلی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

أما شكر اللسان: فهو التحدث بنعم الله تعالى، امتثالاً لقوله تعالى: وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (سورة والضحى، ١١)" وتطبيقاً لقوله عليه الصلاة والسلام: التحديث بنعمة الله شكر (رواه الامام احمد فى مسند) وقيل: من كتم النعمة فقد كفرها، ومَن أظهار ونشرها فقد شكرها۔

ترجمہ: زبان کا شکر یہ ہے کہ اللہ ﷻ کی نعمتوں کو بیان کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (سورۃ والضحیٰ، ۱۱)

ترجمہ: اور اپنے رب ﷻ کی نعمتوں کو کھول کھول کر بیان کرو۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا

التحديث بنعمة الله شكر

ترجمہ: نعمت کا تذکرہ کرنا اس نعمت کا شکر ہے (مسند امام احمد)

بعض کے مطابق جس نے نعمت کو چھپایا، اس نے ناشکری کی اور جس نے نعمتوں کا اظہار کیا اس نے شکر گزاری کی۔

(حقائق عن التصوف، ص، ۱۹۰، موقع الطریقۃ الشاذلیۃ الدرقاویۃ)

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی علیہ الرحمۃ متوفی، ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

قال بعض العارفين لتلميذه أظهر الأخذ على كل حال إن كنت آخذ فإنك لا تخلو عن أحد رجلين رجل تسقط من قلبه إذا فعلت ذلك فذلك هو المراد لأنه أسلم لدينك وأقل لآفات نفسك أو رجل تزداد في قلبه بإظهارك الصدق فذلك الذي يريده أخوك لأنه يزداد ثواباً بزيادة حبه لك وتعظيمه إياك فتؤجر أنت إذ كنت سبب مزيد ثوابه۔

ترجمہ: بعض عرفاء (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ لینے کو ہر حال میں ظاہر کردے کیونکہ جب تو ایسا کرے گا تو لوگ تیرے ساتھ دو قسم ہو

جائیں گے۔(ایک) وہ ہوں گے جن کے دل سے تو گر جائے گا اور ہمارا مقصود یہی ہے اس لئے کہ یہ دین کی سلامتی کے لئے نافع تر ہے اور اس سے نفس کی آفتیں بھی کم ہوتی ہیں۔دوسرے وہ ہوں گے جن کے دلوں میں تیری گنجائش ہوگی۔اس اعتبار سے کہ تو نے اپنا حال صاف ظاہر کر دیا اور یہ وہی ہے جسے تمہارا بھائی چاہتا ہے کیونکہ اس کا مقصود ثواب کا زیادہ ملنا ہے تو جس صورت میں وہ تجھ سے محبت زیادہ اور تعظیم بہت کرے گا تو اسے ثواب قطعاً زیادہ ہوگا اور یہ ثواب تجھے بھی ہوگا کہ اس کے ثواب زیادہ دینے کا سبب تو ہی ہوا ہے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الزکاۃ، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۳۰۸، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

ورأیت بخط الشیخ جلال الدین فی کتابه التحدث بالنعمة ما نصه: انا اعلم خلق الله الآن قلما وفہما ثم قال: فان اعترض علینا معترض قلنا له هذا موکول الی تخصیص العقل ذلک بعالم زماننا او بلدنا او اقلیمنا لا غیر، وعلی ذلک حمل العلماء قوله تعالی فی بنی اسرائیل۔ (وانی فضلتکم علی العالمین) (البقرۃ: ۴۷) وقالوا: لا یدخل فی ذلک الانبیاء ولا الملائکة، قال الشیخ جلال الدین: ولولا اعتبار هذه القاعدة التی لیس عنها براح لکان التلقیب بقاضی القضاۃ واقضی القضاۃ محرما غیر مباح، لانه شامل لکل نبی بل ولرب العالمین انتهی۔

ترجمہ: اور میں نے حضرت سیّدنا شیخ جلال الدین علیہ الرحمہ کی کتاب التحدیث بالنعمۃ میں آپ کے قلم سے یہ لکھا ہوا دیکھا: میں اس دور میں قلم اور ذہن کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ عالم ہوں۔پھر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی معترض ہم پر اعتراض کرے تو ہم اسے کہتے ہیں کہ یہ ہمارے دور یا ہمارے شہر یا ہماری ریاست کے عالم کے ساتھ عقل کی تخصیص کے حوالے سے ہے۔اور کچھ نہیں۔اور اسی پر علماء نے بنی اسرائیل کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول محمول کیا ہے۔

وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعَالَمِیْنَ

ترجمہ: اور میں نے تمہیں سارے جہان والوں پر فضیلت دی۔(سورۃ البقرہ، ۴۷)

اور کہا کہ اس میں انبیاء اور ملائکہ داخل نہیں ہیں۔شیخ جلال الدین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر اس قاعدہ کا اعتبار نہ ہو جس سے گریز نہیں ہو سکتا تو قاضی القضاۃ یا اقضی القضاۃ کا لقب دینا حرام ناجائز ہوتا کیونکہ یہ ہر نبی کو شامل ہے بلکہ رب العالمین کو بھی۔

حضور سیّدی غوثِ عالم محقق وقت شیخ ابوالحسن شاذلی علیہ الرحمہ کا اپنے شاگردوں کے نام پیغام:

وکان الشیخ ابو الحسن الشاذلی یقول کثیرا لاصحابه: اعلنوا بطاعاتکم اظهارا لعبودیتکم، کما یتظاهر غیرکم بالمعاصی، وعلیکم بالاعلام للناس بما منحکم الله تعالی من العلوم والمعارف۔

فهذه بعض نقول من کلام السلف الصالح تؤذن بان العلماء والصالحین ما مدحوا انفوسهم فخرا وریاء، حاشاهم من ذلک، وانما بنوا امرهم فی ذلک علی قواعد صحیحة، واغراض شرعیة، فایاک یا اخی ان تبادر الی الانکار علی احد من

العارفين اذا مدح نفسه، وتحمله على الاغراض النفسانية بعد اطلاعک على هذه الادلة والنقول التى ذکرناها، وعليک بحملهم على احسن المحامل، وقد مدح الله تعالىٰ الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه، بقوله: أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ وَأُولٰئِكَ هُمْ أُولُوا الأَلْبَابِ (الزمر: ۱۸)

ترجمہ: اور حضور سیّدی غوثِ عالم محقق وقت شیخ ابوالحسن شاذلی علیہ الرحمہ اکثر اپنے شاگردوں سے فرماتے: اپنی عبودیت کے اظہار کے لئے اپنی نیکیوں کا اعلان کرو جس طرح دوسرے لوگ گناہ کھلے عام کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو ان علوم ومعارف کے بارے میں جتلاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائے ہیں۔ انتہی

پس یہ سلف صالح کے کلام کی بعض نقول ہیں جو بتلاتی ہیں کہ علماء وصالحین نے اپنی مدحت سرائی فخر اور ریا کے طور پر نہیں کی۔ وہ اس سے پاک ہیں۔ انہوں نے تو اس مسئلہ میں اپنے امر کی بنیاد قواعد صحیحہ اور اعراض شرعیہ پر رکھی ہے۔ پس اگر کوئی عارف اپنی تعریف کرے تو اس پر انکار اور اسے اغراض نفسانیہ پر محمول کرنے میں جلدی مت کرو۔ اس کے بعد کہ تجھے ان دلائل اور نقول پر اطلاع ہو چکی جو ہم نے ذکر کی ہیں۔ اور انہیں اچھی توجیہات پر محمول کردراں حال کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی کہ جو بات سن کر اچھی بات کی پیروی کریں ان الفاظ میں تعریف فرمائی ہے۔

أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ وَأُولٰئِكَ هُمْ أُولُوا الأَلْبَابِ (سورۃ الزمر، ۱۸)

ترجمہ: یہ وہی لوگ ہیں جنہیں اللہ ﷻ نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ دانشور ہیں۔

عارف باللہ شیخ سیّدی علی الخواص علیہ الرحمہ کا تحدیث نعمت کا حکم، اس کی وضاحت اور جبریہ کا رد:

وسمعت سيدى عليا الخواص عليه الرحمة يقول: عليكم بالاعلان بما تفضل الله به عليكم فان الله تعالىٰ يستحى من عبده اذا قال اعطانى الله كذا وكذا ان يسلب منه ذلک، لئلا يخجله بين عباده، وسمعته ايضا يقول: التحدث بنعمة الله تعالىٰ من غير فتنة ولا اغراض نفسانية خاص بالاكابر من الاولياء فى كل عصر، بخلاف غير العارفين فربما دخل الرياء على احدهم فى تحدثه بما انعم الله به عليه، انتهى۔

ترجمہ: اور میں نے عارف باللہ شیخ سیّدی علی الخواص علیہ الرحمہ کو فرماتے ہوئے سنا: تم پر اللہ تعالیٰ نے جو فضل فرمایا ہے اس کے اعلان کو اپنے اوپر لازم کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے حیا فرماتا ہے جب وہ کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی۔ مجھ پر یہ کرم فرمایا کہ اس سے وہ سلب کر لے۔ تا کہ اسے اپنے بندوں کے مابین شرم سار نہ کرے۔ نیز سنا کہ آپ علیہ الرحمہ فرما رہے تھے: اللہ تعالیٰ کی نعمت کو فتنہ اور اغراض نفسانیہ کے بغیر بیان کرنا ہر دور کے اکابر اولیاء کے ساتھ خاص ہے۔ بخلاف غیر عارفین کے پس بسا اوقات ان میں سے کسی پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کے بیان میں جو اس پر انعام ربانی فرمائی داخل ہو جاتی ہے۔ انتہی۔

(المنن الکبریٰ، تقدیم، ص۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

وسمعت سيدى عليا الخواص يقول: اذا علم العبد كشفا ويقينا انه عبد مستحق للعقوبة، وان جميع ما عنده من الكمالات من

فضل سیدہ علیہ عاریۃ لیس لہ منہا شیئ، جاز لہ الاعلان بالنعم والتحدث بہا علی رؤوس الخلائق، لانہ لا یری لہ بہا فخرا علی احد من خلق اللہ تعالیٰ، انتھی۔

ترجمہ: اور میں نے عارف باللہ شیخ سیّدی علی الخواص علیہ الرحمۃ کو فرماتے ہوئے سنا: جب آدمی کشف اور یقین سے معلوم کر لے کہ وہ عبد مستحق سزا ہے اور اس کے پاس جو کمالات اس کے مولیٰ کے فضل سے ہیں اس کے پاس مستعار ہیں۔ ان میں سے اس کی ملک کچھ نہیں تو اسے جائز ہے کہ محض عوام میں نعمتوں کا اعلان اور بیان کرے کیونکہ وہ ان کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی پر فخر نہیں کرتا۔ انتہی۔

(المنن الکبریٰ، تقدیم، ص، ۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت شیخ المشائخ شیخ عبدالاحد علیہ الرحمۃ کے مرشد کریم حضرت سیدنا قطب الاقطاب شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

عزیز من! حضرت قطب وقت شیخ الاسلام شیخ خواجہ گیسدھوری علیہ الرحمۃ سے سنا ہے کہ ایک دفعہ غوث یزدانی امام غزالی علیہ الرحمۃ کے دل میں دو خطرات وارد ہوئے ایک یہ کہ علم کو خلق خدا تک پہنچایا جائے اور اس خطرہ کو انہوں نے خطرہ شیطانی کہا ہے اور دوسرا خطرہ (خیال) یہ تھا کہ سب سے قطع تعلق کر کے خدا کے ساتھ مشغول ہو جانا چاہئے اور اس خطرہ کو انھوں نے خطرہ رحمانی کے نام سے موسوم کیا ہے اس کشمکش میں چھ ماہ گذر گئے اور خطرہ رحمانی نے خطرہ شیطانی پر فتح حاصل کر لی۔ اور خطرہ شیطانی نیست و نابود ہو گیا۔ اور غوث یزدانی امام غزالی علیہ الرحمۃ نے اٹھ کر بیاباں میں گوشۂ عدلت اختیار کر لیا۔ اور طلب حق میں مشغول ہو گئے۔ آپ دس سال تک بیت المقدس کے نواح میں بے آب و طعام مجاہدہ میں مشغول رہے اور بے حد کمزور ہو گئے وہاں کے لوگ دیکھ کر کہتے تھے کہ اس بے چارے کے اندر کوئی زخم ہے جس کی وجہ سے کچھ کھا پی نہیں سکتا۔ آخر وہ ایک یہودی طبیب کو آپ کے پاس لائے طبیب نے نبض دیکھ کر کہا کہ اگر یہ مسافر صحیح بات بتا دے تو اس کی بیماری کا علاج فوراً ہو سکتا ہے لوگوں نے پوچھا اے مسافر کیا تو سچ سچ بتا دے گا۔

امام تو زمانے کے صدیق تھے انہوں نے کہا میں سچ ہی بولتا ہوں جھوٹ کبھی نہیں بولا۔ طبیب نے کہا یہ غم آخرت میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے آب و طعام کے نزدیک نہیں جاتا لوگوں نے پوچھا اے مسافر کیا یہ بات درست ہے کہ امام نے مجبوراً فرمایا کہ بالکل درست ہے جونہی امام نے یہ بات کہی دنیا میں شور غل برپا ہو گیا اور وہ یہودی طبیب بھی مسلمان ہو گیا۔ یہ ہے شغل حق کا جمال اور کمال۔

اے عزیز طلب حق میں غیر حق کو ترک کر دینا چاہئے:

وما شغلک عن الحق فھو طاغوتک

ترجمہ: جو چیز تجھے حق تعالیٰ سے باز رکھے وہی تیرا شیطان ہے۔

اوعلم نمے شنید لب بربستیم		اوعقل نمے خرید دیوانہ شدیم

ترجمہ: اُسے علم کی ضرورت نہ تھی اس لئے ہم نے اپنے ہونٹ بند کر دیئے یعنی خاموش ہو گئے۔

اُسے عقل کی ضرورت نہ تھی اس لئے ہم دیوانہ ہو گئے۔ پس جان پر کھیل جاؤ اور خون دل پیو اور سوز و گداز میں جلتے رہو۔

کسی نے خوب کہا ہے:

بیت

هر چه جزحق بسوز غا رت کن		هر چه جزدیں از وطها رت کن

ترجمہ: جو کچھ اللہ ﷻ کے سوا ہے سب جلادے اور تباہ کردے اور جو کچھ دین متین کے علاوہ ہے اس سے طہارت کر یعنی چھوڑ دے۔

اللہ تعالیٰ تجھے اور ہم سب کو عاقبت خیر کی دولت عطا فرمائے۔ آمین۔

(مجموعہ خطوط مکتوبات قدوسیہ، ص، ۵۱۱، ۵۱۲)

حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی علیہ الرحمہ متوفی، ۸۲۴، ھ، لکھتے ہیں:

حسین بن عبداللہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضرت سیّدنا موسیٰ کاظم علیہ الرحمہ سے دریافت کیا کہ اس وقت امام کون ہے۔ آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اگر تم میری بات مانو تو میں بتا سکتا ہوں۔ میں نے کہا آپ علیہ الرحمہ بتائیں میں ضرور یقین کروں گا۔ تب آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ''میں امام ہوں''۔ میں نے پوچھا اس کا ثبوت کیا ہے۔ آپ علیہ الرحمہ نے ببول کے درخت کی طرف اشارہ کیا اور مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اس درخت سے کہو کہ حضور سیّدی قطب الارشاد موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے تجھے بلایا ہے۔ میں نے ویسا ہی کیا اور وہ درخت زمین کو پھاڑتے ہوئے آیا اور خدمت میں حاضر ہو گیا۔

(مناقب الاصفیاء، ص، ۱۴۰)

حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی علیہ الرحمہ متوفی، ۸۲۴، ھ، لکھتے ہیں:

آپ نے فرمایا باطن کے ساتھ معاملہ بدنی عبادت سے سوگنا افضل و اشرف ہے، عرفان جو کچھ دیکھتے ہیں۔ پہلے اس چیز کی حقیقت پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ساری چیزیں معدوم ہیں اسی لئے کسی چیز سے بھی ان کو انس اور سکون و قرار حاصل نہیں ہوتا

بیت

دل بد ست آور جلاو بییں		آئینه کن جان‌جمال او بییں

ترجمہ: دل کو حاصل کرو پھر اس کے جلا کا معائنہ کرو، اور اپنی جان کو آئینہ بنا لو اور اس میں اس کے جمال کا مشاہدہ کرو

بیت

گر تراپیداشو دیک فتحباب		تو درون خانه بینی آفتاب

ترجمہ: اگر تجھے فتحباب حاصل ہو جائے تو پھر اپنے دل میں آفتاب جہاں تاب کو روشن پائے،

(مناقب الاصفیاء، ص، ۲۹۰)

حضور سیّدی خواجہ خواجگان امام الطریقہ بہاء الدین عرف والدین نقشبند علیہ الرحمہ سے منقول ہے۔ **تکبر لکبریائه** (میرا تجمل جسے عوام تکبر خیال کرتے ہیں وہ خدا پاک کے لئے ہے) یعنی اہل دنیا زیب و زینت اور لباس فاخرانہ میں پھرتے ہیں اور مشائخ عظام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) تواضع اور عاجزی میں پھرتے رہیں

تو پھر اہل دنیا دین کو حقارت کی نظر سے دیکھیں گے اور دین سے دور بھاگیں گے تو میرا تجمل (تکبر صوری) دین کی تعظیم اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے منقول ہے آپ علیہ الرحمۃ اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے۔ **عظموا الباسکم وعمائکم**، اپنے لباس اور عمائم کو عمدہ بناؤ۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی عاجزی اور انکساری (ظاہری) کی وجہ سے عوام دین کو حقارت کی نظر سے دیکھیں۔ حضرت سیّدنا امام شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ **ریاء الکاملین خیر من اخلاص المریدین** (انوار قدسیہ) کاملین ریا کار (یہاں بھی ریا سے مراد تصنع اور تجمل کرنا ہے) مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے۔ اور مکتوبات شریفہ کے حاشیہ میں اس قول کو حضرت سیّدنا امام معروف کرخی علیہ الرحمۃ سے منسوب کیا گیا ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ متقدمین کے دور میں قلبی و باطنی آداب تھے۔ لیکن جب اہل زمانہ گمراہ اور بے پرواہ ہو گئے اور تجمل کے بغیر مشائخ کرام (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی تعظیم و ہیبت پامال ہونے لگی تو مشائخ کرام (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) نے آداب ظاہری پر عمل اور تجمل کو اختیار کیا۔ ہر حال میں کامل اور راسخ صوفی، (کہ جس کا نفس مطمئن او رعناصر اعتدال پر اور اصلاح قلب حاصل ہو) جیسے کہ اس دور میں شیخ المشائخ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ ہیں ان کے لیے تجمل کوئی بری بات نہیں ہے۔ بلکہ ان کے لیے ضروری ہے اور نہایت ہی اہم بات ہے۔ اب اس عمل کو تکبر کہنا احمقوں اور گمراہ معاندوں کا کام ہے۔ اس طرح **تحدیث بالنعمۃ**۔

(سوط العذاب علی دجل الکذاب، ص، ۲۰۲، تا، ۲۰۴) (منکرین کے اعتراضات کے جوابات، حقائق کیا ہیں؟ ص ۲۰۲، ۲۰۴)

حضرت مؤید الدین بیرنگ خواجہ محمد باقی باللہ، کابلی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۳ھ، لکھتے ہیں:

از سلسلہ عالیہ نقشبندیہ فوت خواھد شد بعد ازیں واقعہ بخاطر شریف رسید کہ جائے در نواحی شہر دھلی باید اختیار کرد و ترک اختلاط، خلق نمود چوں عمر رسد ھمانجا مدفون شد دریں باب بعضے از مخلصان رااستخارہ ھا فرمودند چوں اجازت بر انصرام آن ارادہ فھم نشد ترک آں ارادہ فرمودند و ازیں ضریح تر واقعہ دیدند کہ مضمونش ایں بود کہ برای غرضی کہ شمار آوردہ بودند تمام شد الحال سفر باید کرد و نزدیک ایام ارتحال فرمودند کہ طرفہ خوابے دیدہ شد می گویند کہ قطب زمان مرد دریں حین من قصد بہ غربغایت، خوبی در مرثیہ خود می خوانم و تعریضات عالی دراں مندرج است ھم دریں محل یا وقت دیگر بہ یکے از محرمان بتقریبی فرمودند کہ قطب زمان، دیگر است اما بعضے از صفات کاملہ جوارد و مابصفات ممدادئیم الھق صفات حضرت ایشان باتفاق ھمہ آشنایان خصوصاً یارانے کہ اکثر در ملازمت عالی بودند دور ایام سابق مطالعہ نسخۂ کمالات کردہ بہ نہایتی رسیدہ بود کہ بالاتر از ان دریں وقت از کسی متصور نباشد

بود آئینہ کہ عکس خورشید وجود		**جاوید دروبصورت اصل نمود**

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں سے کوئی بہت بڑا بزرگ فوت ہو جائے گا۔ اس دفعہ کے بعد حضور کے دل میں آیا۔ کہ شہر دہلی کے گرد نواح میں کوئی جگہ اختیار کرنی چاہئے۔ اور خلقت کا ملنا جلنا چھوڑ دینا چاہئے۔ اور جب عمر ختم ہو جائے۔ تو وہیں دفن ہونا چاہئے۔ اس بارے میں بہت دوستوں نے استخارہ بھی کیا۔ جب اس ارادہ کے مصمم ہونے پر اجازت نہ ملی تو اس ارادہ سے باز آئے اور اس سے زیادہ واضح ایک اور واقعہ دیکھا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ جس مطلب کے لئے تمہیں جہان میں لائے تھے۔ وہ پورا ہو چکا۔ اب یہاں سے سفر کرنا چاہئے۔ اور انتقال سے چند دن پہلے حضور نے فرمایا بہت ہی عجیب خواب دیکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ زمانہ قطب مرگیا۔ اس وقت میں ماتم پرسی کا بہت ہی عمدہ قصیدہ اپنے مرثیہ میں پڑھ رہا ہوں۔ اور اس میں نہایت اعلیٰ درجہ کے اشارے اور کنائے درج ہیں۔

اس طرح کسی دوسرے وقت ایک مخلص کو کسی موقعہ پر فرمایا کہ زمانہ کا قطب اور ہے۔لیکن وہ بعض کامل صفتیں نہیں رکھتا۔ہم ان صفات میں اس کے مداور معاون ہیں۔تمام دوستوں اور خاص کران یاروں کا جوحضور علیہ السلام کی ملازمت اور خدمت میں رہے ہیں۔اور جنہوں نے ایام سابقہ میں اس نسخہ کمالات کا مطالعہ کیا ہو ہے۔ان سب کا اتفاق ہے۔کہ واقعی حضور علیہ السلام کے صفات یہاں تک پہنچے ہوئے ہیں۔کہ ان سے بڑھ کراس وقت کسی اور سے متصور نہیں۔

بود آئینه که عکس خورشید وجود		جاوید دروبصورت اصل نمود

ترجمه: تھاوہ شیشہ جہاں وجود کا نور،اصلی صورت میں کررہاتھاظہور

(کلیات باقی باللہ،یعنی مجموعۂ کلام ورسائل وملفوظات ومکتوبات،ص،۴۶،۴۷،ملک دین محمد اینڈ سنز،اشاعت منزل بل روڈ،لاہور)

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی،حنفی،نقشبندی،قدس سرہ،متوفی،۱۰۳۴ھ،لکھتے ہیں

دیگر فقیر در اداۓ شکر نعمتِ دلالت شما،اعتراف به قصور دارد و در مکافات آن احسان شما،معترف به عجز،این همه کار و بار،مبتنی بر آن نعمت است و این همه دید و داد،مربوط به آن احسان۔به حسن توسط شما آن داده اند که کم کسی دیده است و به یمن توسل شما آن بخشیده اند که کم کسی چشیده است۔از خواص عطایا آن قدر عطا فرموده اند که اکثری را از عمومِ عطایا آن مقدار میسر نشده است۔احوال و مقامات و اذواق و مواجید و علوم و معارف و تجلیات و ظهورات،همه را زینه های راه عروج ساخته،به مدارج قرب و منازل وصول رسانیده اند۔لفظ قرب و وصول،از تنگی میدان عبارت اختیار کرده است و لاصول فلاقرب ثمه ولا وصول ولا عبارة ولا اشارة ولا شهود ولا حلول ولا اتحاد ولا کیف ولا این ولا زمان ولا مکان ولا احاطة ولا سریان ولا علم ولا معرفة ولا جهل ولا حیرت۔چون اظهار این احسان های خداوندی۔جل سلطانه۔که در عالم اسباب ظهور آنها مترتب بر آن نعمت شما بوده،متضمن شکر نعمت شما نیز بوده است۔در ضمن چند فقره مندرج ساخته،به قید کتابت در آورده بود،که لختی از شکر آن نعمت شما ادا یابد۔

چه گویم با تو از مرغے نشانه		که با عنقا بودهم آشیانه
زعنقا هست نام پیش مردم		زمرغ من بود آن نا هم گم

والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الهدیٰ والتزم متابعة المصطفی علیه وعلیهم الصلوات والتسلیمات۔

کہ فقیر(امام مجدّدالف ثانی رضی اللہ عنہ) آپ کی نعمت کاشکرادا کرنے اور آپ کے اس احسان کا بدلہ دینے میں قصوراور عاجزی کا اقرار کرتا ہے۔یہ سب کاروبار اسی نعمت پر مبنی ہے۔اور یہ دیدوداد اسی احسان سے وابستہ ہے آپ کے حسن توسط اور وسیلہ سے فقیر(امام مجدّدالف ثانی رضی اللہ عنہ) کو وہ کچھ دیا گیا ہے جو کسی نے دیکھا ہی نہیں۔اور آپ کے توسل کی یمن وبرکت سے وہ کچھ بخشا گیا ہے کہ کسی نے اس کا مزہ چکھا ہی نہیں۔خاص خاص عطیے اس قدرعطا فرمائے ہیں کہ اکثر لوگوں کو ان عطیوں کا علم بھی نہیں۔احوال ومقامات اوراذواق ومواجید اور علوم ومعارف اور تجلیات وظہورات سب کو عروج کے زینے بنا کر قرب کے درجوں اور وصول کی منزلوں تک پہنچادیا۔

قرب وصول کا لفظ میدان عبارت کی تنگی کے باعث اختیار کیا ہے۔ورنہ وہاں نہ قرب ہے نہ وصول نہ عبارت ہے نہ اشارت۔نہ شہود ہے نہ حلول،نہ اتحاد ہے نہ کیف،نہ این نہ آں۔نہ زمان نہ مکان،نہ احاطہ نہ سریان،نہ علم نہ معرفت،نہ جہل نہ حیرت۔

چه گویم با تو از مرغے نشانه		که با عنقا بودهم آشیانه
زعنقا هست نام پیش مردم		زمرغ من بود آن نا هم گم

ترجمہ: بتاؤں کیا تجھے اس کا مرغ کا حال، وہ عنقا کا ہوا ہم آشیانہ

سبھی کہتے ہیں عنقا گو ہے معدوم، مگر اس کا نہیں کچھ نام معلوم

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ان احسانوں کے اظہار میں جن کا ظہور عالم اسباب میں آپ کی اسی نعمت سے ہوا ہے آپ کی نعمت کا شکر بھی شامل تھا۔

اس لیے چند فقروں میں درج کر کے تحریر کیا گیا تا کہ آپ کی نعمت کا تھوڑا سا شکر ادا ہو جائے۔

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الهدی والتزم متابعة المصطفیٰ علیه وعلیٰ آله الصلوات والتسلیمات

آپ ﷺ پر سلام ہو اور ان تمام پر جو ہدایت کے راہ پر چلے۔ اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب، ۲۷۹، ج، ۱، ص، ۶۳۳ مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تهران)

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

منها ۵: وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ این درویش روزے در حلقۂ یاران خود نشسته بود و نظر بر خرابیهائے خود داشت و این نظر غالب آمده بود بحدیکه خود را بے مناسبت تام باین وضع می یافت درین اثنا بحکم "مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ" این دور افتاده را از خاکِ مذلت بر داشتند و این ندا در سر او در دادند۔ که "غَفَرْتُ لَکَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِکَ اِلَیَّ بِوَاسِطَةٍ اَوْ بِغَیْرِ وَاسِطَةٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ" وبتکرار باین معنیٰ نواختند بحدیکه گنجائش ریب نماند۔ والحمد للّٰه سبحانه علی ذٰلک حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیه مبارکا علیه وکما یحب ربنا ویرضیٰ۔ والصلوٰة والسلام علی رسوله سیدنا محمد وآله کما یحریٰ۔ بعد از ان بافشائے این واقعه مامور ساختند

اگر پادشه بر درِ پیر زن		بیاید تو اے خواجه سبلت مکن

اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ

منہا ۵:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

ترجمہ: اور جو کچھ تیرے پروردگار کا (تجھ پر) انعام ہو تو اُس سے بیان کر دیا کر۔

یہ فقیر (امام ربانی الشیخ مجدّد الف ثانی ﷺ) اپنے دوستوں کے حلقہ میں ایک روز بیٹھا ہوا تھا اور اپنی کمزوریوں پر غور کر رہا تھا۔ یہ فکر اس حد تک غالب آ چکی تھی کہ اپنے آپ کو (درویشی کی) اس وضع میں بغیر کامل مناسبت کے محسوس کر رہا تھا اسی عرصہ میں بہ مصداق

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ

ترجمہ: جو اللہ کے لئے انکساری کرتا ہے، خدائے تعالیٰ اُسے اور بلند فرما دیتا ہے) (کارکنانِ قضا و قدر نے) اس دور افتادہ کو ذلت کی خاک سے اٹھایا (اور

مزید بلند کردیا) اور میرے باطن میں یہ ندادی کہ غَفَرتُ لکَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِکَ اِلَیَّ بِوَاسِطَۃٍ اَوْبِغَیرِ وَاسِطَۃٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ

ترجمہ: میں نے تجھے بخش دیا اور قیامت تک پیدا ہونے والے ان تمام لوگوں کو بھی بخش دیا جو تیرے وسیلے سے مجھ تک پہنچیں،

خواہ یہ وسیلہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ۔ اور اسی مضمون کو اس حد تک بار بار دہرانے کی نوازش فرماتے رہے کہ کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ اس نعمت پر حق تعالیٰ سبحانہ کی بے شمار حمد وثنا ہے ایسی حمد وثنا جو پاکیزہ ہو، جس میں برکت ہو اور جس کے اوپر بھی برکت ہو، جیسی کہ ہمارا پروردگار پسند فرمائے اور جس سے وہ راضی ہو۔ اور درود وسلام ہو اس کے رسول ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ) اور آپ ﷺ کی آل (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) پر، ایسا درود وسلام جو آپ ﷺ کی شان کے شایان ہو، اس کے بعد مجھے حکم دیا گیا کہ میں اس واقعہ کو ظاہر کردوں۔

اگر پادشہ بردر پیرزن		بیاید اے خواجہ سبلت مکُن

ترجمہ: گر آئے پادشہ بڑھیا کے دَر پر، نہ کر تو عیب جوئی خواجہ اُس پر

اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ **ترجمہ:** یقینا تیرا رب بڑی وسیع مغفرت والا ہے۔

(مبدأ ومعاد، منہا، ۵، ص، ۱۱، ۱۲، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

یقین کے درجہ کا حصول:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

منہا ۴۳: بحکمِ کریمۂ "وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ" اظہار این نعمت عظمیٰ می نماید کہ این فقیر را یقینی نسبت بمعتقدات کلامیہ کہ بر وفق آرائے اہل حق یعنی اہل سنت وجماعت واقع شدہ اند بر نہجے بحصول پیوستہ است۔

منہا ۴۳

ترجمہ: مصداق آیۂ کریمہ "وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (اور بہر حال اپنے پروردگار کی نعمت کو بیان کردیا کرو) اِس نعمتِ عظمیٰ کا اظہار کرتا ہوں کہ اس فقیر (حضور سیّدی امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کو علمِ کلام سے تعلق رکھنے والے اعتقادات کی نسبت جو اہل حق یعنی اہل سنت وجماعت کی رایوں کے موافق واقع ہوئے ہیں ایسا یقین حاصل ہو چکا ہے۔

(مبدأ ومعاد، منہا، ۴۳، ص، ۶۸، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

شش جہات خواجہ خواجگان امام الاولیاء بہاء الدین والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا الہام تقویٰ کی مراد اور امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح نعمت کا اظہار:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں:

منہا ۱۲: حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس فرمودہ اند کہ آئینۂ ہر یک از مشائخ را دو جہت ست وآئینۂ مرا شش جہت

مانا که این کلمۂ قدسیه را تا این زمان هیچ یکے از خلفائے این خانوادۂ بزرگ بیان نکرده است بلکه باشاره و رمزهم دران باب سخن نرانده، این حقیر قلیل البضاعة را چه رسد که در شرح آن اقدام نماید و در کشف آن زبان کشاید اما چون حضرت حق سبحانه وتعالیٰ بمحضِ فضلِ خویش سر این معما را بر این حقیر بکشود و حقیقت آن کماینبغی وانمود بخاطر ریخت که این در مکنون را به بنان بیان در سلک تحریر کشد وبزبان ترجمان در حیز تقریر آرد بعد از ادائے استخاره شروعے دران باب نموده آمد۔ والمسئول من الله سبحانه العصمة والتوفیق۔

باید دانست که مراد از آئینه قلب عارف ست که برزخ ست بین الروح والنفس واز دو جهت جهۃ روح وجهۃ نفس مراد داشته اند پس مشایخ را در وقت وصول بمقام قلب هر دو جهت آن منکشف می گردد وعلوم ومعارف آن هر دو مقام که مناسب قلب است فائض می شود بخلاف طریقی که حضرت خواجه بآن ممتازند ونهایت دران موطن در بدایة مندرج است آئینۂ قلب را دران طریق شش جهت پیدا می شود بیانش آن ست که بر اکابر این طریقه علیه منکشف گردانیده اند که هر چه در کلیۃ افرادِ انسانی ثابت ست از لطائف سته در قلب تنها نیز متحقق ست از نفس وقلب وروح وسر وخفی واخفیٰ که از شش جهت این شش لطیفه مراد داشته اند پس سیر سائرِ مشائخ بر ظاهر قلب ست وسیر این بزرگواران در باطن قلب وباین سیر با بطن بطون آن می رسند وعلوم ومعارف این هر شش لطیفه درمقام قلب منکشف می گردند اما علومے که مناسب مقامِ قلب اند این است بیان کلمۂ قدسیه حضرت خواجه قدس الله تعالیٰ سره این حقیر را درین مقام ببرکت این بزرگواران مزید بر مزید است وتدقیق بعد تحقیق وبحکم کریمه "وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ" رمزے ازان مزید واشارتے ازان تدقیق می نماید وَمِنْهُ سُبْحَانَهُ الْعِصْمَتُ وَالتَّوْفِيق

بدانکه قلبِ قلب نیز متضمن لطائف است بر قیاس قلب لیکن در قلبِ قلب بواسطۂ تنگیٔ دائره یا سر دیگر دو لطیفه از لطائف سته، مذکوره بطریق جزئیه ظاهر نمی شوند لطیفۂ نفس ولطیفۂ اخفیٰ۔

منہا ۱۲:

ترجمه: حضرت خواجہ (محبوب سبحانی امام الطریقہ بہاء الدین والدین نقشبند علیہ الرحمہ) نے فرمایا ہے کہ مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں سے ہر ایک کے آئینہ کی دو جہتیں ہوتی ہیں۔ لیکن میرے آئینہ کی چھ جہتیں ہیں۔ یقیناً آج تک اس بزرگ خاندان (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے کسی ایک خلیفہ نے بھی اس کلمہ قدسیہ کی کوئی تشریح بیان نہیں فرمائی بلکہ اشارہ اور کنایہ میں بھی کسی نے اس بارے میں کوئی بات نہیں کہی۔ اس حقیر اور کم مایہ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اس کی شرح و بیان میں لب کشائی کرے اور اس کی توضیح میں زبان کھولے۔ لیکن چونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اس معمہ کا راز اس حقیر (یعنی حضرت عالی امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) پر کھول دیا ہے اور اس کی حقیقت کو جیسا کہ چاہئے واضح فرما دیا ہے۔ لہذا دل میں آیا کہ اس چھپے ہوئے نایاب موتی کو بیان کی انگلیوں سے تحریر کی لڑی میں پرودوں اور ترجمانی کی زبان سے معرض تقریر میں لے آؤں۔ استخارہ کرنے کے بعد اس بارے میں تحریر کیا جاتا ہے اور خدائے تعالیٰ سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ غلطی سے محفوظ رکھے اور بیان کی توفیق عطا فرمائے۔

جاننا چاہئے کہ آئینہ سے مراد عارف کا قلب ہے جو روح اور نفس کے درمیان ایک برزخ ہے۔ اور ان بزرگوں نے آئینے کی دونوں جہتوں سے اس کی

روح والی جہت اور نفس والی جہت مراد لی ہے۔ لہذا مشائخ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کو جب مقامِ قلب میں رسائی ہوتی ہے تو اس کی دونوں جہتیں ان پر منکشف ہوجاتی ہیں۔ اور ان دونوں مقامات کے وہ علوم و معارف جن کو قلب سے مناسبت ہوتی ہے ان پر فائض ہونے لگتے ہیں۔ برخلاف اس طریقہ کے جس میں حضرت خواجہ (خواجگان امام الطریقہ سیدی وسندی بہاء الحق والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔ اور اس مقام میں چونکہ انتہا ابتدا میں مندرج ہوتی ہے لہذا اس طریقہ میں آئینہ قلب کی چھ جہتیں نمایاں ہوجاتی ہیں اور اس کی تشریح یہ ہے کہ کارکنانِ قضا و قدر نے اکابرینِ طریقہ عالیہ پر یہ بات منکشف فرمائی ہے کہ چھ لطیفوں (یعنی نفس، قلب، روح، سر، خفی، اور اخفی) میں سے جو کچھ افرادِ انسانی کے مجموعے میں موجود اور ثابت ہے، وہ سب تنہا قلب کے اندر بھی متحقق ہے کیوں کہ چھ جہتوں سے مراد یہی چھ لطیفے لئے گئے ہیں۔ پس باقی تمام مشائخ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی سیر تو ظاہر قلب پر ہوتی ہے اور ان بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) (یعنی نقشبندیہ حضرات) کی سیر باطن قلب میں ہوتی ہے۔ اور اس سیر میں یہ حضرات قلب کے ابطن بطون (باطنوں کے بھی باطن ترین) مقام تک پہنچ جاتے ہیں اور ان تمام چھ لطائف کے علوم و معارفِ قلب میں منکشف ہونے لگتے ہیں۔ لیکن یہ وہی علوم و معارف ہوتے ہیں جن کو مقامِ قلب سے مناسبت ہوتی ہے یہ ہے توضیح و تشریح حضرت خواجہ (خواجگان امام الطریقہ سیدی وسندی بہاء الحق والدین نقشبند علیہ الرحمہ) کے اس کلمہ قدسیہ کی جو اوپر بیان ہوا۔ اس حقیر (حضرت امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ) پر اس مقام میں ان بزرگوں کی برکت سے مزید برمزید انکشافات بھی ہوئے ہیں اور تحقیق کے بعد تدقیق کا درجہ بھی حاصل ہے اور بمصداق آیتِ کریمہ :

وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ

ترجمہ: اپنے پروردگار کی نعمت کو بیان کردیا کرو۔

ان مزید انکشافات میں سے ایک رمز اور ان تدقیقات میں سے ایک اشارہ بیان کرتا ہوں۔

وَمِنۡهُ سُبۡحَانَهُ الۡعِصۡمَةُ وَالتَّوۡفِيۡقُ **ترجمہ:** غلطی سے محفوظ رہنا اور توفیق خدائے تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

قلب کے پانچ درجات اور محض قلبِ بسیط:

جاننا چاہئے جیسا کہ قلب ہر چھ لطیفوں کو شامل ہوتا ہے اسی طرح قلب کا قلب بھی ان تمام لطائف پر مشتمل ہوتا ہے لیکن قلب کے قلب میں بوجہ تنگی دائرہ یا دوسرے کسی سرّ کی وجہ سے ان چھ لطائف مذکورہ میں سے دو لطیفے جزئی طریق پر ظاہر نہیں ہوتے۔ ان میں سے ایک لطیفہ نفس ہے اور دوسرا لطیفہ اخفیٰ۔

(مبدأ و معاد، منہا، ۱۲، ص، ۱۸، ۱۹، ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ، لاہور)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمہ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

راز جز بار ازان انبار نیست		راز اندر گوشِ منکرِ راز نیست

ترجمہ: (ہر چند) راز (کی بات) سوائے رازدان کے (اور) کسی سے (کبھی) مناسب نہیں (کیونکہ) منکر کے کان میں (کوئی) راز کی بات راز ہی نہیں (بلکہ ایک فضول بات ہے)۔

لیک دعوت وارد ست از کردگار		با قبول و ناقبول او را چہ کار

ترجمہ: مگر (تاہم نیک بات کی طرف مخلوق کو) دعوت دینا حق تعالیٰ کی طرف سے وارد ہے

اس (شخص) کو (جو دعوت دے مخلوق کے) ماننے یا نہ ماننے سے کیا سروکار ہے۔

مطلب: اوپر کے مطلب میں ترجمہ شعر کی دوصورتیں بیان ہوئی تھیں مابعد کے دوشعروں کا ترجمہ پہلی صورت سے مربوط ہے یعنی اگر تم کہو کہ اسرار کو صاف ونمایاں طور پر ظاہر کرنے میں یہ قباحت ہے کہ بہت سے نااہل لوگ سن لیں گے اوران کا انکار کریں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو عموماً اور حضرت رسول اللہ ﷺ کو خصوصاً اعلانیہ تبلیغ کرنے کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ فرمایا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (سورۃ الحجر، ۹۴)

ترجمہ: اے پیغمبر تم کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے اسے واشگاف بیان کردو۔

فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوا وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ ۔(سورۃ الاعمران، ۲۰)

ترجمہ: پس اگر وہ لوگ اسلام لے آئیں تو بے شک ہدایت پا گئے اور اگر منہ موڑیں تو (اے پیغمبر) تم پر تو بس حکمِ الٰہی کا پہنچادینا ہے۔

(مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص ۱۰)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

چونکہ بوئے بُردد شکرِ آں نہ کرد		کفرِ نعمت آمد و بینیش خورد

ترجمہ: جب کوئی (شخص عارف کو اس کے آثار سے) شناخت کرلے اور اس کی قدر نہ کرے

تو وہ (اللہ تعالیٰ کے) احسان کو فراموش کرتا ہے جو اس کی قوتِ شناخت کو سلب کردے گا۔

(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۲۰۲)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ

ترجمہ: یوسف نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر کردے بیشک میں حفاظت والا علم والا ہوں۔(سورۃ یوسف: ۵۵)

علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی، متوفی، ۷۷۴ھ، لکھتے ہیں:

فَقَالَ يُوسُفُ، عَلَيْهِ السَّلَامُ: (اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ) مَدَحَ نَفْسَهُ، وَيَجُوزُ لِلرَّجُلِ ذَلِكَ إِذَا جُهِلَ أَمْرُهُ، لِلْحَاجَةِ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ **ترجمہ:** مجھے زمین کے خزانوں پر کردے بیشک میں حفاظت

والا علم والا ہوں۔ (سورۃ یوسف:۵۵) حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی مدح بیان کی ہے اور آدمی کے لئے ایسا اظہار اور مدح جائز ہے۔ جب لوگوں کو ضرورت ہو اور اس کا کمال پوشیدہ ہو۔

(تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر)، سورۃ یوسف، تحت الآیۃ:۵۵، ج۲، ص۵۲۸، میر محمد کتب خانہ، کراچی)

اور اسی آیت کے تحت علامہ شیخ سلیمان جمل، قدس سرہ، متوفی ۱۲۰۴ھ، لکھتے ہیں:

اما اذا قصد بتذکیة النفس و مدحها ایصال الخیر و النفع الی الغیر فلا یکره ذلک و لا یحرم، بل یجب علیه ذلک۔ مثاله: أن یکون بعض الناس عنده علم نافع و لا یعرف به، فانه یجب علیه ان یقول انا عالم۔

ترجمہ: اگر کوئی شخص اپنی تعریف محض لوگوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے کرتا ہے تو یہ نہ مکروہ ہے نہ حرام۔ بلکہ اس کا اظہار واجب ہے۔ مثلاً ایک آدمی کے پاس علم ہے اور نافع علم اور لوگوں کو اس کی واقفیت نہیں تو اس پر واجب ہے کہ یہ اعلان کرے کہ میں اس علم کا عالم ہوں۔

(حاشیۃ الجمل علی الجلالین، المسماۃ بالفتوحات الالہیۃ، سورۃ یوسف، تحت الآیۃ:۵۵، ج۴، ص۵۰، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ يُرَى أَثَرَ نِعْمَتِهِ على عبده

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے باپ، وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کی نعمت کا اظہار کیا جائے جو بندہ پر ہوئی۔

(سنن الترمذی، رقم:۲۸۱۹، مسند احمد، ج۲، ص۱۸۲، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، رقم:۴۳۵۰)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

ازینجا معلوم میشود که پوشیدن نعمت و کتمان آن روا نیست و گویا موجب کفرانِ نعمت است و هم چنین هر نعمتے که وی تعالیٰ بر بنده داده مثل علم و فضل باید که ظاهر کند تا مردم بشناسند و استفاده نمایند و در مصدق ممار زقنهم ینفقون داخل شود

ترجمہ: اس سے معلوم ہوا کہ نعمت کا چھپانا جائز نہیں گویا یہ نعمت کی ناشکری ہے اسی طرح وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے بندہ پر فرمائی مثلاً علم اور فضیلت (خواہ علم ظاہری ہو یا باطنی) اس کا اظہار ضروری ہے۔ تاکہ لوگ واقف ہو جائیں۔

اور اس سے فائدہ اٹھائیں اور وہ قرآن مجید کی آیت "جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں" کے مصداق میں داخل ہو جائے"

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب، اللباس، الفصل، الثانی، ج۳، ص۵۸۶، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

دیوبندیوں کے مولانا اللہ یار خان نقشبندی دیوبندی نے لکھا:

تحدیثِ نعمت از روئے حکم باری تعالیٰ ضروری ہے صاحب تفسیر مظہری نے **و اما بنعمة ربک فحدث** میں فرمایا کہ صوفیہ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے اس اظہار پر تنکیر نہ کی جائے اور ارشاد الطالبین میں مذکور ہے کہ **فمن انکر علیٰ ہو لاء الرجال فی مثل ہذہ المقال ذکانه، انکر ہذہ الایة**

ترجمہ: جس نے اس قسم کی باتوں میں صوفیہ کا انکار کیا گویا اس نے آیت قرآنی کا انکار کیا۔

اور تفسیر جمل میں اسی آیت کے ضمن میں مذکور ہے۔

ولذالک جوز و اللخامل ان یعین نفسه حتی یعرف فیقتبس منه لم یکن من باب التزکیة

ترجمہ: اسی وجہ سے گمنام آدمی کے لئے جائز ہے کہ اپنے آپ کو ظاہر کرے کہ لوگ اس کو پہچان کر اس سے فائدہ اٹھائیں۔ تو اس کا اپنے اوصاف بیان کرنا فخر میں داخل نہ ہوگا"۔ (تفسیر جمل، ج ۲، ص ۴۴۵)

فائدہ: اظہار کمالات باطنیہ برائے فائدہ خلق جائز اور چھپانا ناجائز اور چھپانے والا ماخوذ ہوگا۔ ہاں مدار نیت پر ہے۔

(دلائل السلوک، ص: ۱۵۲۔۱۵۴)

میں جانتا ہوں کہ میری ان باتوں سے بعض لوگوں کو سخت تکلیف ہوگی مگر یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ ہم عصر ایک دوسرے کے کمالات کو کب تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ بعید نہیں کہ پیشہ ور فتوی باز حرکت میں آجائیں۔ کیونکہ ہر زمانے میں ایسا ہوتا رہا ہے۔ مگر میری غرض اظہارِ حق ہے۔ اور تصوف وسلوک اسلامی کو حقیقی رنگ میں پیش کرنا ہے جسے دنیا پرست دکانداروں نے ایسا مسخ کر دیا ہے کہ اس کا پہچاننا مشکل ہو گیا ہے۔ آنے والی نسلیں انشاء اللہ تعالیٰ اس سے ضرور فائدہ اٹھائیں گی۔

(دلائل السلوک، ص: ۱۷۶۔۱۷۷)

معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی بلخی، علیہ الرحمۃ، متوفی ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

باز بے الهام احمق کو زِ جهل		مے نداند بانگِ بیگانه ز اهل
پیشِ او دعویٰ بود گفتار او		جهلِ او شد مایۂ انکارِ او

ترجمہ: پس جو بے الہام و بے وقوف (آدمی اپنی) جہالت سے بیگانہ (از حق) کی آواز (اور) یگانے (یعنی اہل حق کی آواز) میں تمیز نہیں کر سکتا اس کے آگے اس کا بیان (خالی) دعویٰ ہوگا (اور) اس کی جہالت اس کے انکار کی باعث ہوگی۔

مطلب: جس شخص کو اہل اللہ اور غیر اللہ کی آواز میں فرق سمجھنے کی توفیق نہیں اس کے سامنے اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ ہم اہل اللہ ہیں تو فضول ہے۔ وہ کب ماننے لگا بلکہ صاف انکار کر دے گا پس اس کے اعتراف کے لئے اس کے اندر ذاتی تمیز کا ہونا ضروری ہے یعنی مناسبتِ فطرتی۔

پیشِ زیرک کاندرونش نور هاست		عینِ ایں آواز معنی بود راست

ترجمہ: مگر دانا کے آگے جس کے اندر (حق) کے انوار ہیں خود یہی دعویٰ ٹھیک حقیقت ہوتی ہے۔

یا بتازی گفت یک تازی زباں		که همے دانم زبانِ تازیاں
عینِ تازی گفتنش معنے بود		گرچه تازی گفتنش دعویٰ بود

ترجمہ: یا (مثلاً) ایک عربی دان عربی میں کہے کہ میں عربوں کی زبان جانتا ہوں تو اس کا یہی عربی زبان میں (دعویٰ کے کلمات) بولنا پورا (ثبوت) ہے اگرچہ اس نے عربی میں صرف دعویٰ کیا ہے اور ابھی کوئی مستقل ثبوت نہیں دیا۔

یا نویسد کاتبے بر کاغذے		کاتب و خط خوانم و من ابجدے

ترجمہ: یا (مثلاً) ایک کاتب کسی کاغذ پر لکھے کہ میں کاتب ہوں اور خط خواں ہوں اور ابجد داں ہوں۔

این نوشته گرچه خود دعویٰ بود		هم نوشته شاهدِ معنی بود

ترجمہ: یہ لکھا ہوا اگرچہ (ایک) دعویٰ (ہی) ہے مگر یہی لکھا ہوا ثبوت کا شاہد بھی ہے۔ (لدعوی الشیء ببینة وبرهان)

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۱۰۰۸)

هیچ گوید تشنه کایں دعوے ست رَو		از برم اے مدّعی مهجور شو

ترجمہ: (کیا) کوئی پیاسا کہے گا کہ یہ (فضول) دعویٰ ہے جاؤ اے مدعی! میرے پاس سے دور ہو جاؤ۔

یا گواه و حجتے بنما که ایں		جنسِ آب ست و ازاں مائے معیں

ترجمہ: یا (یہ کہے گا؟) کہ (اس بات کا) گواہ اور دلیل پیش کرو یہ چیز جو پیالے کے اندر ہے پانی کی جنس سے ہے اور اس آبِ شیریں سے ہے جو تم بتاتے ہو ہرگز نہیں بلکہ وہ پانی کا نام سنتے ہی بلا تامل اس کے لینے کو دوڑے گا۔

یا بطفلِ شیر مادر بانگ زد		که بیامن مادرم هاں اَے وَلَد

ترجمہ: یا (مثلاً) ماں نے اپنے دودھ پیتے بچے کو آواز دی کہ سن لے (میرے) بچے! آجا میں تیری ماں ہوں۔

طفل گوید مادرا! حجت بیار		تا که با شیرت بگیرم من قرار؟

ترجمہ: تو کیا بچہ (یہ) کہے گا کہ اماں تم (اپنے ماں ہونے کی) دلیل پیش کرو تاکہ میں تمہارے دودھ کے ساتھ چین حاصل کروں؟ ہرگز نہیں بلکہ فوراً بلا حجت دودھ پینے لگے گا۔

در دلِ هر امتی کز حق مزه است		روئے و آوازِ پیمبر معجزه است

ترجمہ: (اسی بچے کی طرح) ہر امتی کے دل میں جو حق کا ذوق ہے تو (اس کے لئے) پیغمبر ﷺ کا چہرہ (مبارک) اور آواز (مبارک) معجزہ ہے (جن کو دیکھتے اور سنتے ہی اس کا ذوقِ حق تازہ اور مقتضی ایمان ہو جاتا ہے)۔

(مفتاح العلوم، دفتر دوم، ص ۱۰۱۰)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:

فعلم انه یجب علی صاحب هذا المقام اظهار جمیع نعم الله علیه، والتحدث بها، وان افضل فی حقه من الاسرار بها لعدم خوفه علی نفسه من آفات الاظهار۔

ترجمہ: پس معلوم ہوا کہ اس مقام والے پر اللہ تعالیٰ کی ان تمام نعمتوں کا اظہار اور بیان واجب ہے جو اس پر انعام ہوئیں۔ اور یہ اس کے حق میں انہیں چھپانے سے افضل ہے کیونکہ اسے اپنے نفس پر آفاتِ اظہار کا خوف نہیں۔

(المنن الکبریٰ، تقدیم ص ۵۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

بطور اعتراض:

حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے لکھا

مکتوب بنام

حضرت خواجہ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد سید الاولین والأخرین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین، ھداۃ طریق الحق ومحیی علوم الدین، اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ ایھا الشیخ العالم الفاضل العارف الذی اجتباہ الیہ، وخصّہ بفضلہ واعطاہ من المعارف ما لم یعط غیرہ من العارفین کما ھو تحرفوا فی نفسہ واللہ اعلم بالمتقین فان خصّہ اللہ بالاجتباء فنحن، نرجوا ان یھدینا الیہ کما یھدی المتین، قال انہ تبارک وتعالی یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب والعاقبۃ بالخیر

درد دل دارم بسے از خوئے آن زیبا نگار		فرصتے یا رب کہ دل را پیش وے خالی کنم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد سید الاولین والاٰخرین وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

سلام اور رحمت ہو آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل اور اصحاب رضی اللہ عنہم پر جو طریق حق کی ہدایت دینے والے اور علوم دینیہ کو زندہ کرنے والے ہیں۔ اے اللہ ہمیں حق کو صحیح دکھا اور اس کی اتباع کی توفیق عطا فرما اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ اے شیخ عالم فاضل عارف علیہ الرحمۃ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے چن لیا اور اپنے فضل کا خاص حصہ عطا فرمایا اور اسے وہ معارف عطا فرمائے جو دوسرے عارفین کو نہ دیئے گئے جیسا کہ وہ خود بھی سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ متقین کو بہتر جانتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ نے انہیں چن کر خاص بنالیا۔ پس ہم بھی امید رکھتے ہیں کہ ہمیں بھی اس طرح کی ہدایت عطا فرمائے جیسا کہ متین کی شان ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے جسے چاہتا ہے اپنے لئے اور جسے چاہتا ہے اپنی طرف ہدایت عطا فرماتا ہے۔ اور ہم خیر والی عاقبت کے طالب ہیں۔

درد دل دارم بسے از خوئے آن زیبا نگار		فرصتے یا رب کہ دل را پیش وے خالی کنم

ترجمہ: اس محبوب کی عادات سے درد دل بہت رکھتا ہوں، یا اللہ وہ فرصت عطا فرما کہ دل کو اس کے سامنے خالی کروں۔

سالھا است کہ بعضے از کلمات ومکالمات کہ در مکتوب شریف مذکور است، واز قبیل موھمات ومھمات است می خواھد کہ استفسار کند، واستکشاف نماید، میسر نشد خواہ ملاحظہ خاطر اشرف کہ در غایت نزاکت است، وخواہ بجھت گفت وگوی مریدان ایشان کہ در نقل اقوال وذکر حکایات بیصرفہ وبے احتیاط۔

کئی سال گزر چکے ہیں کہ آپس کے کچھ مکالمات اور کلمات جو کہ مکتوبات شریف میں لکھے گئے ہیں۔ ان کے متعلق پوچھنا اور ان کی وضاحت چاہتا ہوں اور وہ

کلمات موہمات اور مبہمات میں سے ہیں لیکن مجھے فرصت میسر نہ آئی۔ وہ کلمات شاید کہ آپ کے دل کی کیفیت غایت نزاکت میں ہونے کی وجہ سے عدم توجہ کی صورت میں کہے گئے ہوں یا وہ مریدین کی طرف سے بے احتیاط گفتگو کے دوران کسی نے اپنے الفاظ میں نقل یا حکایت کر دیئے ہوں۔

تفصیل این حکایات آنکہ ایشان بعد از آنکہ در خدمت خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ افتادند و از صحبت شریف ایشان استفادہ این نسبت کردند، ورو بترقی نہادند در حیات وبعد از وفات ایشان از حالات و کمالات خود خبر دادن گرفتند، زیادہ از حد حصر وقیاس، چنانکہ وچندانکہ، مردم حیران شدند وچہ جائے حیرت است واللہ یختص برحمتہ من یشاء۔ وچون در ضمن تنصیص وتخطیہ بزرگانے کہ اتفاق، بر بزرگی ایشان مثل سید الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ وسلطان العارفین با یزید بسطامی علیہ الرحمۃ وامثال ایشان بودندو گفتہ اند این بیچاراھا حقیقت کار در نیافتہ وباصل نرسیدہ وگرفتار ظل ماندہ اند، وامثال آن وادعائے آنکہ آنچہ ایشان را دادہ اندھیچ کس را نداده اند، موجب وحشت مردم شد، بیش ترغوغا مردم بر سر آن بود کہ از ایشان بخواجہ کہ پیر ومربی ایشان بودند تقصیرھا در رعایت ادب مریدے وحق نعمت شناسی سر بر زد، اگرچہ باین اصطلاح این قوم ممکن است کہ مریدے در کمال از پیر در گذرد، ولیکن در رعایت ادب وبندگی ونیاز مندی وفروتنی وحق شناسی باقیست، شیخ علاء الدولہ سمنانی علیہ الرحمہ کہ در کشف تحقیقات معاملات ودقائع آیتے بود، ومعلوم می شود کہ درین باب از پیران خود گذرانیدہ است، می گوید کہ اگر سر من بآسمان ساید ہنوز خاک آستانہ شیخ عبدالرحمن اسفرانی علیہ الرحمہ وشیخ علی بالا باشد

بیت

بلند مرتبہ زین خاک آستان شدہ ام		غبار کوئے توام گر بر آسمان شدہ ام

اس کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے کہ آپ نے حضرت خواجہ محمد باقی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں جانے کے بعد ان کی نسبت سے ان کی زندگی میں اور وصال اقدس کے بعد بھی جو کچھ حاصل کیا جو کہ سوچ سے زیادہ ہے آپ ان سب حالات واحوال کی اپنے شیخ کو خبر دیتے رہے ان مقامات کے حصول سے لوگ حیرت زدہ ہیں اور حیران ہونا بھی چاہئے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے ان احوال کے ذکر کرنے میں جو وہ کلمات ذکر کئے گئے جو کہ ان بزرگوں علیہ الرحمۃ جن کی بزرگی پر امت کا اتفاق ہے کچھ تنقیص کے کلمات ہیں جیسا کہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ اور سلطان العارفین بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ اور اسی طرح کے دوسرے بزرگوں (رحمۃ اللہ علیہم) کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ بے چارے حقیقت کار حاصل نہیں کر سکے اور حقیقت کے سایہ میں ہی گرفتار رہے ہیں۔ اور اسی طرح کے دوسرے کلمات جن میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ مجھے وہ مقامات عطا کئے گئے ہیں جو کسی اور کو نہیں دیئے گئے ایسے کلمات لوگوں میں وحشت اور حیرانگی کا باعث ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آپ کے متعلق خیال کرتے ہیں کہ آپ اپنے پیر ومرشد اور مربی علیہ الرحمۃ کی بھی حق شناسی نہیں کرتے کہ ان سے بھی مقام میں بڑھ گئے ہیں اگرچہ ان کلمات کی تاویل ممکن ہے اور لوگوں کی اصلاح بھی یوں کی جا سکتی ہے کہ مرید کمال میں اپنے پیر سے آگے بڑھ سکتا ہے لیکن اس طرح کی بات ذکر کرنے میں حد ادب اور عاجزی کا خیال رکھنا چاہئے کیونکہ اپنے مرشد کو بڑا ہی سمجھا جائے۔ جیسا کہ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی علیہ الرحمۃ جو کشف تحقیقات اور معاملات کی حقیقت میں ایک علامت سمجھے جاتے تھے اور یہ حقیقت بھی آشکار تھی کہ وہ اپنے پیر ومرشد سے مقامات میں آگے بڑھ گئے تھے وہ فرماتے ہیں کہ میرا سر بلندی میں اگرچہ آسمان تک پہنچ گیا ہے لیکن ابھی تک شیخ عبدالرحمن اسفرائنی علیہ الرحمۃ اور شیخ علی علیہ الرحمۃ کے آستان کی خاک اب بھی اس سے بلند ہے۔

بیت

بلند مرتبه زین خاک آستان شده ام	غبار کوئے تو ام گر بر آسمان شده ام

ترجمہ: میں اس آستاں کی خاک کی وجہ سے بلند مرتبہ ہوا ہوں، تیری گلی کا میں غبار ہوں اگر چہ آسماں سے اوپر چلا جاؤں

ویکے از ان که بسے خطرناک از رعایت مقام ادب دور است آن است که در باب حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ گفته اند که کثرت ظهور کرامات از ایشان از ان جهت بود که نزول ایشان ناقص بود. وآنکه در بعضے مکتوبات نوشته اند انکارم که حکمت پیدا کردن من آنست که تا کمال ابراهیمی و محمدی علیهما السلام یکجا جمع شود. اشد و اعظم است از همه و آن شخص که در ترکیب وجودِ من بقیه از طینت آنحضرت جوهریست یا خمیر مایه ایست که وجود حضرت رسول ﷺ از آن ترکیب یافته است چنانچه نخل ازبقیه طینت آدم است وجائے دیگر گفته اند که متابعة پنج مرتبه است و همه مراتب مارا حاصل است و گفته اند که همه کمالات محمدی بے تفاوة در ذات من حاصل. لیکن به تتبع وطفیل است. مردے ثقه از ایشان شنید. آن شخص گفت که از اینجا مزیت شما لازم می آید. جواب دادند که آنجا بالاصالة است. واین جا بطفیل ویکے از یاران ایشان گفت که مقام خود را فوق مقام انبیاء دانم واین توجیه که موجب اثبات وتصحیح آن باشد کرده اند ودر جائے تجلی محمدی واحمدی گفته اند ودوره الف با مجدد الف گفته اند وامثال این کلمات در مکتوبات ایشان مذکور است واین همه را می گذرانیدم تانوبت این مکتوب رسید. که باعث نفرت ووحشت گردید.

اوران میں سے ایک اور بہت ہی خطرناک اور ادب سے دور بات ہے وہ یہ ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کی کرامات کی کثرت کی وجہ یہ ہے کہ ان کا نزول ناقص تھا۔ اور بعض مکتوبات میں لکھا ہے کہ میرے انکار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حکمت ظاہر ہو جائے کہ جب کمال ابراہیمی علیہ السلام اور کمال محمدی ﷺ جمع ہوں تو یہ بہت بڑی اور گہری بات ہے سب مراتب سے اور وہ شخص اپنی ترکیب وجودی میں حضور ﷺ کے جوہر میں سے ہے یا وہ اس خمیر سے مرکب ہوا ہے جس سے حضور ﷺ کا وجود مبارک مرکب ہوا۔ جیسا کہ کھجور آدم علیہ السلام کے وجود کی طینت کے بقیہ سے ہے۔ اور دوسری جگہ کہا ہے کہ متابعت کے پانچ مراتب ہیں اور مجھے وہ تمام حاصل ہیں۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ تمام کمالات محمدی ﷺ مجھے بغیر تفاوت کے حاصل ہیں۔ لیکن اتباع اور طفیل (صدقہ ووسیلہ) سے حاصل ہیں۔ ایک باوثوق مرد نے بتایا کہ جس شخص نے آپ سے یہ سنا اس نے سوال کیا کہ اس سے تو آپ اپنے آپ کو انبیاء علیہم السلام سے افضل قرار دے رہے ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ ان کو اصالۃ حاصل ہے اور مجھے صدقہ ووسیلہ سے حاصل ہوئے ہیں۔ آپ کے مریدوں میں سے کسی نے کہا کہ جو یہ کہا ہے کہ میں اپنے آپ کو مقام انبیاء علیہم السلام سے اوپر جانتا ہوں اس کی جو توجیہ کی ہے۔ وہ اس کے اثبات اور تصحیح کا سبب بنی ہے وہی توجیہ کی ہے۔

اور تجلی احمدی اور محمدی ﷺ کی جگہ میں یہ کہا ہے۔ اور الف (ہزار سال) کے دورہ کو مجدد الف (ہزار سال) کے ساتھ کہا ہے۔ اور اس طرح کے بہت سارے کلمات کو میں نے مکتوبات میں دیکھا ہے اس لئے یہ خط لکھنے کی نوبت آئی ہے۔ جو کہ نفرت اور وحشت کا سبب بنی۔

گفته اندهم مرید الله ام وهم مراد الله وسلسله ارادت من بے واسطه بالله تعالیٰ متعلق است وید من نائب یدالله است سبحانه اگرچه ارادة من به محمد رسول الله ﷺ بواسطه کثرت است، در طریقه نقشبندیه به بیست ویک واسطه درمیان است، ودر طریقۂ قادریه به بست

وپنج ودر طریقه چشتیه به بست وهفت وارادة تاکید وسائط نمی کند پس من هم مرید رسول اللہ ام وهم همره پس روا وبر خوان این دولت، هر چند طفیلی ام ناخوانده نیامده ام وهر چند تابع ام اما از اصالة بے بهره نیم هر چند امتم اما شریک دولتم نه شرکتے که از ودعوئے همسری خیزد که آن کفر است بلکه شرکت خادم است با مخدوم تا نطلبیده اند بر سفره اهل دولت حاضر نیامده ام، وتا نخواسته دست باین دولت دراز نکرده ام هر چند اویسم اما مربی حاضر وناظر دارم وهر چند در طریقه نقشبندیه پیر من شیخ عبد الباقی رحمۃ اللہ علیه است اما متکفل تربیت من اللہ باقی است من بفضل تربیت یافته ام وبر راه اجتبا رفته سلسله من سلسله رحمانیست که من عبد الرحمن ام چه رب من رحمان است ومربی من ارحم الراحمین است وطریقۂ من سبحانی است که از راه تنزیهه رفته ام واز اسم وصفت جز ذات اقدس نخواسته ام، این سبحانے نه آن سبحانیست که بسطامی رحمۃ اللہ علیه بآن قائل گشته که آنرا ازین مساس نیست وآن از دائره نفس بر آمده واین از ماورائے نفس وآفاقست وآن شبیهے است که لباس تنزیهی است که کردی از دامن تشبیه بوے نرسیده وآن از سر چشمه سکر جوش زده واز عین صحو بر آمده ارحم الراحمین در حق من اسباب تربیت را غیر از معدات نداشته است وعلة فاعلی در تربیت من غیر از فضل خود را نه ساخته از کمال کرم واهتمام وغیرتے که وے سبحانه وتعالیٰ وتقدس در حق من دارد تجویز نه فرماید که فعل دیگرے را در حق مدخلے باشد یا من بدیگرے درین باب متوجه گردم مربانی الٰهی ام جلشانه ومجتبئ فضل وکرم لا متناهی وتعالیٰ وتقدس انتهیٰ سبحان اللہ وله العظمة والکبریائ، این چه سخنان واین چه کلمات است واین چه سلطنت وسطوات واین خطبه خوانی وثنا گستری نفس است، اللہ اکبر درویشی شکستگی وخاکساری وادب وتواضع وکم زدنی نفس است حضرت خواجه محمد پارسا علیه الرحمه در آخر رساله قدسیه باین رباعی وصیت کرده اند۔

رباعی:

اندر ره حق جمله ادب باید بود		تا جان باقی است در طلب باید بود
در هر دم گر هزار دریا بکشی		کم باید بود خشک لب باید بود

اور یہ بھی کہا ہے کہ میں مرید اللہ اور مراد اللہ ہوں اور میرا سلسلہ ارادت بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اور میرا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کا نائب ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اگرچہ میری محمد رسول اللہ ﷺ سے ارادت کثرت کے واسطہ سے ہے۔ جو طریقہ نقشبندیہ میں ۲۱ اکیس واسطہ سے اور قادریہ میں ۲۵ پچیس اور چشتیہ میں ۲۷ ستائیس واسطوں سے ہے اور ارادہ واسطوں کی تاکید سے نہیں ہوتا میں رسول اللہ ﷺ کا مرید ہوں اور اس سلطنت میں طفیلی طور پر چادر اٹھانے والا ہوں۔ بغیر بلائے نہیں آیا۔ ہر چند کہ میں تابع ہوں لیکن اصالۃ سے بے بہرہ بھی نہیں ہوں۔ اگرچہ میں امتی ہوں لیکن اس سلطنت میں شریک ہوں۔ ایسی شرکت نہیں کہ جس سے ہمسری کا دعویٰ ہو۔ کیونکہ یہ کفر ہے بلکہ اس طرح کی شرکت جیسے خادم اپنے مخدوم کے ساتھ ہوتا ہے جب تک طلب نہ کیا جائے اہل سلطنت کے سفر میں شامل نہیں ہوتا۔ اور جب تک چاہا نہ جائے اس دولت کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا۔ میں اویسی ہوں لیکن اپنے تربیت کرنے والے کو حاضر وناظر جانتا ہوں۔ اگرچہ طریقہ نقشبندیہ میں میرے پیر شیخ عبد الباقی علیہ الرحمۃ ہیں لیکن تربیت کا کفیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے باقی ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے تربیت پائی ہے۔ اور چنے ہوؤں کی راہ پر چلا ہوں۔ میرا سلسلہ رحمانی ہے کہ میں عبد الرحمٰن ہوں۔ کیونکہ میرا رب رحمٰن ہے۔ اور میری تربیت کرنے والا ارحم الراحمین

ہے۔اور میرا طریقہ سبحانی ہے کہ میں تنزیہہ کے راستہ پر چلتا ہوں۔اور ذات اقدس سے سوائے اسم وصفت کے کچھ نہیں چاہتا۔اور یہ سبحانی وہ نہیں کہ حضرت بسطامی علیہ الرحمہ نے جیسے کہا تھا ان کو اس راستہ کا پتہ نہیں ہے۔وہ دائرہ نفس سے آتے تھے اور یہ ماورائے نفس وآفاق سے ہے۔اور وہ ایسی شبیہ ہے کہ لباس تنزیہہ والا ہے۔جس میں دامن تشبیہ نہیں پہنچا اس نے سرچشمہ سکر سے جوش حاصل کیا اور چشمہ صحو سے باہر آیا ارحم الراحمین نے میرے حق میں تربیت کے اسباب معدات کے علاوہ سے نہیں ہے۔اور علت فاعلہ کو میری تربیت میں سوائے اپنے فضل کے داخل نہیں کیا۔وہ کمال کرم اور اہتمام اور غیرت جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ میرے حق میں رکھتا ہے اسے اس طرح سے تجویز فرمایا ہے کہ کسی اور کے حق کا اس میں دخل نہیں۔کہ میرے ساتھ اس معاملہ میں کسی اور کی طرف بھی توجہ فرمائی ہو میں اپنے اللہ جل شانہ کا تربیت یافتہ ہوں اور کرم لا متناہی تعالیٰ وتقدس کا چنا ہوا ہوں الخ سبحانہ وتعالیٰ ولہ العظمۃ والکبریا۔

یہ کیسی باتیں اور کلمات،سلطنت اور سطوت ہے یہ کس طرح کی تقریر اور نفس پروری ہے۔اللہ اکبر درویشی تو خاکساری، عاجزی، انکساری اور اپنے آپ کو کم جاننا ہے۔حضرت خواجہ محمد پارسا علیہ الرحمہ اپنے رسالہ قدسیہ کے آخر میں اس رباعی کی وصیت فرمائی ہے۔

رباعی:

اندر رہ حق جملہ ادب باید بود		تا جان باقی است در طلب باید بود
در ہر دم گر ہزار دریا بکشی		کم باید بود خشک لب باید بود

ترجمہ: راہ حق میں سارا ادب چاہئے، جب تک جان باقی ہے طلب ہونی چاہئے

ہر سانس میں اگرچہ ہزار دریا پی جاؤ، کم سمجھنا اور لب خشک ہونے چاہیں

وقال بعض العرفاء حقیقۃ الطریقۃ ان یکون مفصلا وان یکون طالبا للبلایا ومتی ظننت انک وصلت وما ظننت انک ظفرت وما ظننت انک یحصل لک حال لا حال لک حال۔ سالکان این راہ ومقبولان درگاہ ہمہ ناظر درین است، نعم از بعض اقطاب فخر ومباہات بر اہل زمان خود بوقوع آمدہ است واز مقام ومرتبہ خود خبر دادہ اند وگویند کہ آن بامر پروردگار است نہ بطریق دیگر ونفسانیہ شاید کہ درین جائے ازین قبیل خواہد بود، واللہ اعلم بالصواب،

اما نسبت باقران وشرکاء گفتہ نہ نسبت بحضرت سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات وبعضے از کبرائے مشائخ گفتہ اند اماما رانی الا رسول اللہ وحضرت غوث الثقلین لیس علی منۃ الا للہ ورسولہ۔ این درست است اما آنکہ گوید در قرب ووصول ما در مقامے رسیدہ ایم کہ ہیچ کس را واسطہ نیست وہیچ یکے را دخلے نیست نہ رسول ونہ غیر وے را واگر واسطہ بودند وقت سلوک، بودند، وحالانکہ سلوک تمام شد، وقرب درگاہ حاصل گشت ووصول بحصول پیوست ہیچکس واسطہ نیست ہمہ منقطع شدہ بلکہ من مربای الٰہی ام ومجتبای اویم وفعل دیگرے را در حق من دخلے نیست وبدیگرے درین معنی متوجہ نہ آن دیگر کدام است

رسول خدا حاشا وکلا، سبحان اللہ ہیچ کس با رسولِ خدا این چنین در می افتد وگستاخی می کند ومی گوید کہ من ہمسر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام، در وقتے مرید وے بودم الآن مرید خدایم بیواسطہ وے در قربے کہ من با خدا دارم وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را واسطہ نیست واز خلوتے کہ من با خدا دارم وے بیرونست باید دریافت کہ مضمون این سخنان چیست وازین جا چہ لازم می آید ہیچ

شیخے وعارفے باین طرز سخن گفتہ ودعوی کردہ است هماناکہ باولیائے خدا در افتادہ بود بس نبود تا تو بہ پیغمبر خدا رسید، بعد ازان نمی دانم تا بکجا خواهد کشید و گفتہ اگرچہ امتم اما شریک دولتم ودر منقبت وکمالات وفضیلۃ واگر در تعمق نظر نمایند این معنی مفهوم میگردد کہ در وقتے امۃ تابع بودم کہ در سلوک طریق قرب متابعت وپس روے میگردم چون مقرب درگاہ حق شدم مریدوے تعالیٰ گشتم وشریک، او شدم

اور بعض عارفین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے کہا ہے کہ حقیقت طریقہ یہ ہے کہ سالک جدا ہو اور آزمائش کا طالب رہے۔ اور جب یہ سمجھے کہ واصل ہو گیا تو گمان نہ کرے کہ کامیاب ہو گیا۔ اور نہ تو کامیابی اور نہ گمان کرے کہ تجھے کوئی حال حاصل ہوا ہے تیرا ابھی کوئی حال نہیں۔ اس راہ کے سالکین اور مقبولین کا یہی راستہ ہے۔ ہاں بعض اقطاب سے اپنے اہل زمانہ پر فخر یہ اور اعلیٰ درجہ والے اقوال ظاہر ہوئے ہیں جس سے انہوں نے اپنے مقام مرتبہ کی خبر دی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ بتا رہے ہیں نہ کہ کسی اور وجہ سے اور نفسانیت کا تو اس جگہ شائبہ بھی نہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

یہ جو بزرگوں نے کہا صرف اپنے زمانہ کے لوگوں کی نسبت کہا ہے نہ کہ حضور ﷺ کی نسبت۔ اور جو بعض بڑے مشائخ نے کہا ہے کہ جس نے مجھے دیکھا رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ اور حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کا احسان نہیں یہ درست ہے لیکن یہ جو کہا گیا کہ میں ایسے مقام قرب کا واصل ہوں کہ اس میں کسی کا واسطہ نہیں اور کسی کو اس میں دخل نہیں نہ کسی رسول کو اور نہ کسی اور کو اور اگر کوئی واسطہ تھا تو سلوک کے وقت تھا اور اب سلوک مکمل ہو چکا اور قرب بارگاہ حاصل ہو گیا اور وصول حصول سے مل گیا۔ اب کوئی واسطہ نہیں سارے منقطع ہو گئے بلکہ میں اللہ تعالیٰ کی نظروں میں ہوں اس کا چنا ہوا ہوں میرے حق میں کسی اور کے فعل کو دخل نہیں۔ اور نہ کسی اور کی طرف اس مفہوم میں متوجہ ہوں۔

اس معنی میں دوسرا کون ہے وہ رسول خدا جل وعلیٰ اللہ کی پناہ سبحان اللہ اس طرح بھی رسول خدا ﷺ کے متعلق خیال رکھتا ہے اور گستاخی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں جب ان کا مرید تھا تو ان کا ہمسر تھا اب میں آپ ﷺ کے واسطہ کے بغیر مرید خدا ہوں۔ اور میں خدا تعالیٰ کے ساتھ جس خلوت میں ہوں۔ آپ ﷺ اس سے باہر ہیں۔

اس طرح کی گفتگو کو دیکھیں کیسی ہے اس کا کیا معنی ہے۔ اس طرح کی گفتگو پر یہاں کیا لازم آتا ہے۔ کیا کسی شیخ یا عارف نے اس طرح کی گفتگو کی ہے۔ اور دعویٰ کیا ہے۔ جو اولیاء اللہ کے مقابلہ میں آتا ہے اس کا کچھ نہیں رہتا چہ جائے کہ آپ رسول اللہ ﷺ تک پہنچ رہے ہیں اس کے بعد میں نہیں جانتا کہ بات کہاں تک لمبی ہو گی۔

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ میں امتی ہوں لیکن دولت میں شریک ہوں اور منقبت کمالات اور فضیلت میں بھی۔ اس جملہ کی گہرائی میں اگر دیکھا جائے تو یہ معنی بنتا ہے۔ کہ میں جب امتی تھا تو آپ ﷺ کا تابع تھا اور طریق سلوک میں متابعت حاصل تھی اس کے بعد یہ نہ رہی جب میں مقرب بارگاہ الٰہی جل جلالہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کا مرید ہو گیا تو آپ ﷺ کا شریک ہو گیا۔

سبحانہ اللہ در راہ خدا امۃ با پیغمبر شریک می باشد، خصوصاً با محمد ﷺ کہ مهتر بهتر پیغمبران ست، وعجب کہ وجود شرکت گفتہ بشر کتے کہ ازان دعوی همسری خیزد کہ آن کفر است، دیگر شرکت کدام هست کہ ازان همسری نہ خیزد ومعنی شرکت

وهمسری یکے است، نزدیک بترادف یا مثلاً زمان متساویان اند وآنکه گفته اند بلکه شرکة خادم با مخدوم است یعنی اگرچه این خادم چیزے از خانۂ خود نیاورده وهر چه دارد از مخدوم دارد ولیکن هرچه مخدوم داشت بوے داد شریک خود همچو خود گردانید، این هرگز بوجود نمی آید، مخدوم بخادم چیزے میدهد که مناسب حال وے باشد ومخدوم خادمان بسیار دارد، بهر کدام بخشش وے میدهد، چنانکه ذکر آتش در کلام ایشان بسیار، دربیان این معنی واقع شده است واز آتش دادن لازم نمی آید که هرچه در خانه داشت داد، بلکه آنچه در نور اوست می دهد وخود درین مطالب علیه چه گنجائش این تمثیلات وتقریرات مقرر است، دعوئے مساوات بانبیاء خصوصاً با سید انبیاء صوات الله وسلامه علیهم باطل است وتفرقه وتفصیل باعتبار خادمی ومخدومی واصالة وفرعة نیز باطل است وعاطل وکلام درین مسئله نیامد واز زبان بعضے مهدویة که باتفاق فرقه خلافت اند شنیده است که در اعتقاد سید محمد جونپوری که مبدا ومنشا ومحل ومقر ضلالت ایشان است، میگفتند که هر کمالے که محمد رسول الله ﷺ داشت در سید محمد نیز بوده فرق است که آنجا باصالة بود واین جا به تبعیت رسول بجائے رسیده که همچو او شده، واین بعینه مقول ایشان است وچنین شنیدهه مے شود که شیعه، نیز درشان ائمه عشره رضی الله عنهم مے گونید که ایشان تلامیذ انند پیغمبر علیه السلام بمرتبه استاد رسیده وبر هر تقدیر خادم حق نعمت شناخت ونزد مخدوم جزبه بندگی ونیاز دم نه زد ودعوی مساوات نه کرد

ع

اے ایاز آن پوستین را دار پاس

سبحان اللہ راہ خدا میں امتی رسول اللہ ﷺ کا شریک ہوگیا اور خصوصاً محمد مصطفیٰ ﷺ کا جو کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار اور چنے ہوئے ہیں ان کا۔ اور یہاں ہمسری کے دعویٰ پر تعجب ہے جو وجود شرکت سے لازم آتا ہے۔ اور ایسی شرکت جس سے نبی ﷺ کی برابری ظاہر ہو وہ کفر ہے۔ دوسری یہاں کونسی شرکت مراد ہے جس سے برابری ظاہر نہ ہوتی ہو۔ اور ہمسری اور شرکت کا ایک ہی معنی ہے یہ مترادف یا متساویان زمانہ ہیں۔

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ خادم اور مخدوم والی شرکت ہے۔ یعنی مخادم اگرچہ اپنے گھر سے کچھ نہیں لاتا اس کے پاس جو کچھ ہوتا ہے عطائے مخدوم سے ہوتا ہے۔ لیکن مخدوم کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ اسے عطا کر دیتا ہے۔ اس طرح وہ اسے اپنا شریک بنالیتا ہے جبکہ یہ معنی نہیں ہوتا بلکہ مخدوم خادم کو وہ کچھ دیتا ہے جو اس کے حال کے مناسب ہوتا ہے اور ایک مخدوم کے کئی خادم ہوتے ہیں اور وہ ہر ایک کو عطا کرتا ہے۔

اسی طرح آتش کا ذکر آپ کے کلام میں کئی دفعہ آیا ہے۔ وہ اسی معنی میں ہے اور آگ دینے کا یہ مطلب نہیں کہ جو کچھ گھر میں تھا وہ سب کچھ دے دیا۔ بلکہ جو عادت میں ہو وہ دیا جاتا ہے۔ ان مطالب عالیہ میں بہت گنجائش ہے۔ یہ تمثیلات اور تقریرات کا معنی مقرر ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کی برابری کا دعویٰ خصوصاً سید الانبیاء ﷺ کے متعلق برابری کا دعویٰ باطل ہے۔ اور اس میں فرق اور تفصیل خادم اور مخدوم یا اصالۃً اور فرعاً سے کرنا بھی باطل ہے۔ اس طرح کا کلام کسی مسئلہ میں نہیں آیا، ہاں مہدویہ فرقہ جو اتفاق خلافت کے قائل ہیں ان سے سنا گیا ہے کہ جو سید محمد جونپوری جو ان کے عقائد کا مبدأ و منشاء ہے اور ان کی گمراہی و بداعتقادی کا ملجاء ہے۔ اس کے اعتقادات میں ہے وہ کہتا ہے کہ جو کمال محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا ہوا وہ مجھے بھی ملا ہے۔ فرق یہ ہے کہ ان کو اصالۃً ملا اور مجھے تبعاً ملا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ملا جب مل گیا تو میں بھی ان جیسا ہوگیا اور یہ بعینہ آپ کے قول جیسا ہے اور اسی طرح شیعہ حضرات سے سنا گیا جو وہ حضرات ائمہ عشرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے

بارے میں کہتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کے شاگرد ہیں لیکن وہ استاد کے مرتبہ کو پہنچ گئے ہیں۔

خادم ہمیشہ مخدوم کے حق نعمت کو پہچانتا ہے اور اس کے پاس عاجزی اور نیازمندی کا اظہار کرتا ہے اور کبھی بھی برابری کا دعویٰ نہیں کرتا۔

ع

اے ایاز آن پوستین را دار پاس

ترجمہ: اے ایاز اس لباس کا خیال رکھنا

ومثال این خادم با این مخدوم که دم برابری میزند و گستاخی میکند حال آن غلام آن است که همراه خواجه که مقرب درگاه سلطان بود در مجلس سلطان رفت پس خواجه بمجلس قرب نشست و غلام نیز آن جا ایستاد و چون خود را در مجلس بادشاه و خواجه یکجا دید بنازید و مغرور گشت و از بیخردی و بیتابی که رسم غلامان است خود را گم کرد و با خواجه شریک و برابر گرفت و گفت من، هم بنده بادشاه و مقرب اویم و ندانست که همچنانکه نخست نزدیک سلوک طریق قرب و وصول بوساطت و طفیل خواجه به مجلس بادشاه رسید وویے واسطه بود الآن قرب و وصول که حاصل شده است نیز واسطه است ولیکن از غایت غرور و بیخردی و کم فکری وجود وساطة از نظر وے ساقط شده و در حیطه کفران نعمت افتاده شیخ چو سلامة درین سخن تامل کنید که از قول ایشان که انکارم، که حکمت در پیدا کردن من آنست که کمال ابراهیمی و محمدی جمع شود، چه مفهوم میشود و چه لازم می آید، این جا همین جواب بخادمی و مخدومی داده اند این سخن هیچ فائده ندارد

اس خادم کی اس مخدوم کے ساتھ برابری اور اس گستاخی کی مثال اس غلام جیسی ہے جو اپنے سردار کے ساتھ بادشاہ کی مجلس میں گیا وہ سردار جب بادشاہ کا مقرب تھا لہٰذا سردار بادشاہ کے ہاں مجلس قرب میں بیٹھا اور غلام بھی وہاں کھڑا ہو گیا جب اس نے اپنے آپ کو اپنے سردار کے ساتھ بادشاہ کے قرب والی مجلس میں دیکھا تو وہ غرور تکبر کا شکار ہو گیا۔ بے عقلی اور بے تابی جو کہ غلاموں کی عادت ہوتی ہے اس کی وجہ سے اپنی اوقات بھول گیا اور اپنے آپ کو سردار کا برابر جاننے لگا اور کہا کہ میں بھی بادشاہ کا مقرب اور غلام ہوں۔ اس طرح راہ سلوک میں بھی یہ جاننا چاہئے کہ جس واسطہ سے قرب ووصول حاصل ہوا ہے وہ یہ مقام حاصل ہونے کے بعد بھی وسیلہ اور واسطہ قائم رہتا ہے نہ کہ اب وہ ختم ہو گیا۔ اور غرور و تکبر اور کم فکری کی وجہ سے اس واسطہ کو ساقط نہ سمجھے۔ یہ کفران نعمت کے زمرہ میں آتا ہے شیخ سلامتی سے جب میری گفتگو میں غور کریں گے اور سوچیں گے تو ظاہر ہو جائے گا کہ میرا ان کے قول سے انکار کرنے کی وجہ صرف حکمت پیدا کرنا ہے۔ اور یہ جو قول کمال ابراہیمی اور کمال محمدی (علیہما السلام) کے جمع کرنے کا ہے اس کا کیا مفہوم ہے وہاں بھی جواب خادم اور مخدوم اور اصالۃ وتبعا کا دیا گیا اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

جز فرق به تبعیت و اصالة اما دعوئ همسری و برابری از خادم و تابع نا مقبول و نا مناسب تر است، عجب آنکه فرموده اند که بر خوان این دولت هر چند طفیلی ام اما نا خوانده نیامده ام هر چند تابعم از اصالة بے بهره نیم این چه معنی دارد طفیلی خود همان کس را گویند که ناخوانده بیاید و تبعیت ضد اصالة است اجتماع ضدین محال و اگر گویند بوجهے تابعم و بوجهے اصل این معنی و محصلی ندارد

بہر حال خادم اور تابع کا مخدوم اور متبوع کے ساتھ برابری اور ہمسری کا دعویٰ نامقبول اور نامناسب ہے اور یہ جو بات کہی ہے کہ اس دولت کے

دستر خوان پر اگر چہ میں طفیلی ہوں لیکن بلائے بغیر نہیں آیا ہر چند کہ میں تابع ہوں لیکن اصالۃ حاصل ہونے والی چیز سے بے خبر نہیں ہوں۔ اس کا کیا مطلب ہے طفیلی کہتے ہی اس کو ہیں جو بغیر بلائے آجائے اور تبعیت اصالۃ کی ضد ہے اور اجتماع ضدین محال ہوتا ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ من وجہ میں تابع ہوں اور من وجہ اصل ہوں تو اس کا کیا مطلب ہوا اور اس جواب کا کوئی حاصل نہیں۔

مگر آنکہ نخست در وقت سلوک پیر و مرید بودم اکنون بعد از وصول بمرتبہ اصالۃ رسیدہ ام و پیر و مرید خودم و ھمہ وسائل و وسائط کو بودند ساقط شدند و از میان بدر رفتند چنانکہ اسباب تربیت خود بمعدات تشبیہ دادہ پس ازین محمد رسول اللہ ﷺ با مریدگی از خاصان درگاہ وے بودم اکنون خدایم بیواسطہ و ارادہ من باللہ تعالیٰ قبول وسائط نمی کند و ارادہ من باللہ تعالیٰ است پس من ھم مرید محمد رسول اللہ ﷺ ام باعتبار سابق ھمسرہ ادیم

اس طرح یہ جو کہا گیا ہے کہ وقت سلوک پیر اور مرید تھا لیکن مرتبہ اصالۃ میں وصول کے بعد میں خود پیر اور مرید ہوں اور جتنے بھی وسائل اور واسطے تھے سب ساقط ہو گئے۔ اور درمیان سے ختم ہو گئے اور اس طرح اپنے اسباب تربیت کو معدات سے تشبیہ دی ہے۔ پس میں اس وجہ سے محمد رسول اللہ ﷺ کا مرید اور آپ ﷺ کی درگاہ کے خاصان میں سے ہوں۔ اب اللہ تعالیٰ میرے ارادہ اور واسطہ کے بغیر کسی واسطہ کو قبول نہیں کرتا میرا ارادہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے اور میں رسول اللہ ﷺ کا مرید ہوں اور سابق اعتبار سے میں آپ ﷺ کا ہمسر ہوں۔

بحکم حال تعالیٰ اللہ از تصور این معنی و تکلم باین کلام موئے بر بدن اعتقاد و اخلاص مسلمانی می خیزد، و بخدا سوگند بس عظیم است این کلام و بغایت شنیع است این مرام راہ راست کہ اعتقاد کنند و بگویند کہ ھمہ مریدان حضرت رسول اللہ ﷺ اند و رسول اللہ ﷺ مرید خداست، و از حق فیض میگیرد و بخلق میرساند معنی نبوت و رسالت این است و ھیچ کس را بیواسطہ وے ﷺ راہ نیست بسوئے خدا و در درگاہ وے جائے نہ خواہ در وقت سلوک یا بعد از وصول دیگر سلسلہ در ارادۃ اللہ بے توسط غیریست عجب واقع شدہ است اطلاق سلسلہ در جائے مناسب است کہ بوسائط باشد ظاھرا سھو قلم است یا بطریق مشاکلۃ است این سخن طالب علمی است و الامر فی ذالک سھل

اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس معنی اور کلام کے تصور سے اعتقاد کے بدن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور مسلمان کا اخلاص ختم ہو جاتا ہے۔ خدا کی قسم یہ کلام بہت بڑا اور بے مفہوم ہے اور راہ راست جو اعتقاد ہونا چاہئے وہ یہ ہے کہ سارے رسول اللہ ﷺ کے مرید ہیں اور آپ ﷺ مرید خدا تعالیٰ ہیں۔ اور آپ ﷺ حق تعالیٰ سے فیض حاصل کر کے مخلوق کو عطا فرماتے ہیں۔ نبوت و رسالت کا معنی یہی ہے۔ اور کسی کو رسول اللہ ﷺ کے واسطہ و وسیلہ کے بغیر کوئی راستہ نہیں ملا۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف آپ کی بارگاہ کے بغیر کوئی راستہ تلاش نہیں کرنا چاہئے۔ یہ وقت سلوک میں ہو یا وصول کے بعد ہو دوسرا اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں سلسلہ بغیر کسی غیر کے ہے۔ یہ عجیب بات ہے اطلاق سلسلہ کی مناسب بات یہ ہے کہ اسے واسطہ سے سمجھنا چاہئے ظاہری طور پر یہ کلام قلم کا سہو معلوم ہوتا ہے یا بطریق مشاکلہ ہے یہ طالب علم کی گفتگو ہے لیکن اس کا معاملہ آسان ہے۔

و گفتہ اند ید من نائب ید اللہ این فروع و نتیجہ ارادۃ اللہ است چہ ید مرید نائب پیر می باشد، ما یلوح می افتد، بقول حق سبحانہ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ الآیۃ۔ و این بحقیقت وقتی راست آید کہ بروے اثر ما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمی۔ مرتب گردد کہ بیک مشت

خاک لشکر را منهدم گرداند ولے حکایة زبانی بیش نیست اکنون بمعارف وحقائق که در تحقیق این دعاوی نوشته آید دست زده این خلجانات وشبهات کنم، ومن الله الاستعانة والتوفیق

اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ میرا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کی فرع اور نتیجہ ہے کیونکہ مرید اپنے پیر کا نائب ہوتا ہے جو اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بے شک جنہوں نے آپ سے بیعت کی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی۔ یہ حقیقت اس وقت جمع ثابت ہوگی جب اس مرید میں یہ اثر ظاہر ہو جو اس آیت کریمہ میں ہے۔ آپ ﷺ نے نہیں پھینکا جب پھینکا مگر اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔ یعنی مرید ایک مٹھی مٹی سے پورے لشکر کو شکست دیں۔ یہ بات مسلم ہے کہ صرف زبانی دعویٰ ہی کافی نہیں بلکہ اب میں علوم ومعارف اور حقائق کو بیان کرتا ہوں تاکہ خلجان اور شبہات کو کم کروں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے استعانت اور توفیق ہے۔

نوشته آید که سیر ومرادی مریدی امریست که بوجدان پیر تعلق دارد، پس حجة وبرهان بر اثبات گنجائش ندارد این جا کس چه سخن کند که راه سخن بر بستند، لیکن هر چیز را حجت وبرهان باید هیچ چیز بے حجت وبرهان معقول ومقبول نمی افتد۔ مرادان ومحبوبان خود را در اصطلاح قوم همان کسان اند که نخست ایشانرا جذب می نماید وبدرگاه میکشد بعد ازان توفیق سیر داده واصل می سازند که معنی مجذوب سالک است ومریدان را بآنکه ایشان را بعد از سلوک می کشد وایشان را سالک مجذوب میگویند اما این هم می باشد که صحب سیر مرادی بجائے میرسد که در اراده او بحق وقرب وصول بجناب قدس وے الله تعالیٰ وساط حضرت سید المرسلین سلطان محبوبین ﷺ سقوط می پذیرد وبرمی افتد ودر جمیع کمالات برابر سید المرسلین ﷺ می باشد

اس سے متعلق لکھتے ہیں کہ سیر مراد میں مرید کا تعلق پیر کے وجدان سے ہے اس کو ثابت کرنے کیلئے دلیل وحجت کی ضرورت نہیں۔ اس جگہ کون بات کر سکتا ہے کیونکہ بات کرنے کا راستہ ہی بند کر دیا جاتا ہے لیکن ہر چیز کی دلیل چاہیے کیونکہ کوئی چیز بغیر دلیل کے قبول نہیں کی جاتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں اور مرادوں کو اہل فن کی اصطلاح میں اس طرح رکھتا ہے کہ پہلے ان پر جذب طاری کیا جاتا ہے اور پھر اپنی بارگاہ کی طرف کھینچ لیتا ہے۔ پھر اسے سیر کی توفیق عطا کر کے واصل کیا جاتا ہے یہ معنی مجذوب سالک کا ہے اور مریدوں کو سلوک کے بعد وصل کی طرف کھینچا جاتا ہے جنہیں سالک مجذوب کہا جاتا ہے۔

لیکن یہ بھی ہوتا ہے کہ سیر مرادی والے شخص اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں قرب اور وصول الی اللہ میں جس کا واسطہ سلطان المحبوبین سید المرسلین ﷺ تھے وہ ساقط ہو جائے اور اٹھالیا جائے اور تمام کمالات میں سید المرسلین ﷺ کے برابر ہو جائے۔

ودعوئ شرکت وهمسری وبرابر میکند وجامع کمالات ابراهیمی ومحمدی علیهما السلام می گردد وصاحب این سیر همسره محمد رسول الله ﷺ میگردد، ومی گوید که هم چنانکه آنحضرت ﷺ مرید خداست بیواسطه من هم مرید خدایم بیواسطه وآنکه نوشته که کسے را حق سبحانه قوة قدسیه داده اگر در احوال واوضاع صاحب آن سیر نیک ملاحظه نماید وفیوض وبرکات علوم ومعارف الٰهی جل شانه که او بآن ممتاز ست مشاهده کند تواند۔ حکم سری مراد او دارد وهیچ محتاج بدلیل نیست سخن عجبی این است یعنی شما این مقدار ادراک وشعور ندارید که اوضاع واحوال وجمال وکمال مارا ملاحظه نمایند

اور وہ ہمسری اور برابری وشرکت کا دعویٰ کرلے۔ اور ابراہیمی ومحمدی علیہما السلام کے کمالات کا جامع بن جائے۔ اور یہ سیر حاصل کرنے والا محمد رسول

اللہ ﷺ کا ہمسر بن جاتا ہے۔اور آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ بلاواسطہ مرید ہیں میں بھی اسی طرح مرید خدا ہوں۔

اور یہ جولکھا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اگر کسی کو قوت قدسیہ عطا فرمائے اور اس کے احوال واوضاع کی سیر کو بہت بہتر دیکھے اور وہ فیوض و برکات اور علوم ومعارف جو اللہ تعالیٰ اسے عطا کر کے ممتاز کر دے اس میں دیکھے جا سکیں۔وہ شخص مرادسری کا حکم رکھتا ہے اور یہ حکم کسی دلیل کا محتاج نہیں۔لیکن عجیب بات یہ ہے کہ تمہارے پاس ادراک وشعور اس درجہ کا نہیں ہے کہ میرا احوال اوضاع اور جمال وکمال کا ملاحظہ کرسکو۔

وفیوض وبرکات وعلوم ومعارف ما را که بر آن منفرد وممتازیم مشاهده کنید وسیر مرادی ما حکم کنید دیگر دلیل چه حاجت است ازین، جا آن سخن یاد می آید که یکباری از همین یاران یکے بخدمت ایشان نوشته بود که عجب است که باوجود عظمت وجلالت ومرتبت، کرامات از شما ظاهر نمی شود۔ در جواب او نوشتند که کدام کرامة بالا تر ازین معارف وحقائق باشد که ما بیان کنیم وبر ما وارد میگردد ودیگر آنرا طاقت بیان آن نسبت معجزه حضرت رسول اللہ ﷺ نیز سخن بود که بمرتبۂ اعجاز رسیده بود او کما قلتم مرضی هذا آمدیم

میں جن علوم ومعارف کے ساتھ ممتاز ومنفرد ہوں ان کا مشاہدہ کرسکو اور میری سیر مرادی پر کوئی حکم لگا سکو۔دوسری کسی دلیل کی کیا ضرورت ہے۔

آپ کے اس کلام پر مجھے ایک بات یاد آئی کہ میرے دوستوں میں سے کسی نے آپ کی بارگاہ میں خط لکھا تھا کہ باوجود عظمت وجلالت شان اور اعلیٰ مرتبہ کے آپ کی زیادہ کرامات ظاہر نہیں ہوئیں اس کے جواب میں لکھا تھا کہ میں جو حقائق ومعارف بیان کرتا ہوں اور مجھ پر وارد ہوتے ہیں کرامت ان سے کیسے بڑھ گئی دوسرا ان کو بیان کرنے کی طاقت نہیں۔اگر ایسا نہیں تو رسول اللہ ﷺ کے معجزات پر بھی بات کرنی پڑے گی جو مرتبہ اعجاز پر فائز ہیں یا اور جو آپ نے پسندیدہ گفتگو کی۔اب میں اپنے مطلب پر واپس آتا ہوں۔

بمقصود که در امتیاز شما به بیان علوم ومعارف نیست لیکن غایة آنچه ظاهر میگردد از ان آن ست که شما را عالم وفاضل وماهر، و دانشور وسخندان دانیم بلکه عارف ومکاشف هم گوئیم اما آنرا از کجا معلوم کنم که شما بسیر مرادی بمرتبه رسیده اند که وساط حضرت سید المرسلین وسید کائنات ﷺ درمیان شما وخدائے عز وجل نمانده است تا آنکه همسره وهم سیرهائے آنحضرت ﷺ شده دید، این معنی لازم سر مرادی نیست، واحوال واوضاع وعلوم ومعارف متصورست که یکجا خطا واقع شود وعصمت مخصوص انبیاء است صلوات اللہ علیهم وخطا در کشف باتفاق اهل کشف جائز است

آپ کے امتیاز میں آپ کے علوم ومعارف کے متعلق بات کرنا ہمارا مقصد نہیں۔ان سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کو ہم عالم وفاضل، ماہر ودانشور اور صاحب کلام مانتے ہیں بلکہ عارف اور صاحب کشف کہتے ہیں لیکن یہ ہم کیسے معلوم کریں کہ آپ سیر مرادی میں اس مرتبہ پر پہنچ گئے کہ حضرت سید المرسلین وسید کائنات ﷺ کا واسطہ آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان نہیں رہا۔یہاں تک کہ آپ حضور ﷺ کے ہمسر اور ہم سیر ہو گئے یہ معنی سیر مرادی کیلئے لازم نہیں۔اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ باوجود علوم ومعارف اور احوال واوضاع ہونے کے کسی ایک جگہ انسان سے غلطی ہوسکتی ہے۔کیونکہ معصوم عن الخطاء ہونا یہ وصف صرف انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے اور کشف میں خطا کے ہونے پر اہل کشف کا اتفاق ہے۔

وملازمان که خطاها بر شیخ ابن عربی ثابت کرده اند، از همین عالم است که باوجود این حقائق ومعارف که شیخ دارد خطاها

کردہ است وآنکہ نوشتہ اند کہ خواجہ ما قدس سرہ در اوائل حال سیر این فقیر را سیر مرادی مقرر فرمودہ اند حضرت خواجہ اثبات شما بسیار میکردند و کسان واقف اند بر آن و بیشتر از ہمہ این فقیر اگر آن در قید حیوۃ صوری می بودند، یقین است کہ باین سخنان راضی نمی شدند و ہیچ کس باین راضی نخواہد شد امید داریم کہ شما ہم در باطن راضی نخواہید شد واللہ اعلم۔

ملازمان علامہ زمان نے شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کی جو خطائیں ثابت کی ہیں وہ اسی قبیلہ سے ہیں۔ کہ شیخ ابن عربی علیہ الرحمۃ باوجود حقائق ومعارف جاننے کے ان سے یہ خطائیں ہوئیں۔ اسی طرح آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ میرے خواجہ قدس سرہ نے اس فقیر کو اوائل سیر میں سیر مرادی کیلئے مقرر فرمایا۔ میں فقیر اور بہت سارے لوگ اس بات سے آگاہ ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہ آپ کی بہت ساری عزت افزائی فرمایا کرتے تھے۔ لیکن اگر آپ حیات صوری میں ہوتے تو مجھے یقین ہے کہ آپ کی ان باتوں سے حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ راضی نہ ہوتے اور کوئی شخص بھی اس طرح کی باتیں پسند نہیں کرتا۔ مجھے امید ہے کہ باطنی طور پر آپ بھی ان باتوں کے کرنے سے راضی نہیں ہوں گے واللہ اعلم۔

وعبادت در اوائل نشانہائے این دریافتہ باشند۔ بعد ازان حال متغیر شدہ باشد واللہ محول الاحوال یمحو ما یشاء ویثبت۔ مقصود شما چون، آنست کہ در ابتدائے حال این حکم میگرداند در انتہائے خود چہ خواہد بود، مسلم سیر مرادی ومقام ابتداء شما را حاصل است اما، آنکہ سیر مرادی این نتیجہ می آرد کہ با حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم این معاملہ دست داد واین چنین در برابری افتادند کہ ایشان از میان ساقط شدند وواسطہ نماند فسخ است باز ہمان کہ مذکور شد

اور احوال وعبادات کے اوائل میں اس مقصد کے نشانات حاصل ہو گئے تھے پھر احوال متغیر ہو گئے اللہ تعالیٰ احوال کا تبدیل فرمانے والا ہے جسے چاہتا ہے اسے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے ثابت رکھتا ہے۔ اس سے آپ کا مقصد یہ ہے کہ ابتداء حال میں جو حکم تھا اسے انتہاء میں بدل دیا گیا۔ آپ کی سیر مرادی مسلم اور مقام سے آپ کو حاصل ہے لیکن اس سیر مرادی کا جو یہ نتیجہ آپ نے نکالا ہے کہ اس معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا گیا یہاں تک کہ مقام برابری حاصل ہو گیا اور آپ ﷺ کا وسیلہ درمیان سے ساقط ہو گیا اور واسطہ نہ رہا یہ فسخ ہے۔ جیسے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اس کلام پر بھی وہی سوال لازم آیا۔

پیش می آید ومکرر می شود ونوشتہ اند کہ اجتبا مخصوص نیست بانبیاء علیہم السلام وہمچنین باش کہ اگر چہ در آیات قرآنی اجتباء بہمہ جا نسبت بانبیاء علیہم السلام واقع شدہ است قولہ تعالیٰ: ولکن اللہ یجتبی من رسلہ ما یشاء فامنوا باللہ ورسلہ۔ وبعد از ذکر انبیاء علیہم السلام فرمودہ است اجتباہم وہداہم الی صراط مستقیم۔ وحقیقت آنست کہ معنی اجتباء گزیدن است۔ حق تعالیٰ بر میگزیند۔ انبیاء را بے سابقہ کسب وسلوک واولیاء را بکسب وریاضت واتباع انبیاء واین جا آن اجتباء نیست کہ در انبیاء است۔ وآن این ست بغیر قول حق سبحانہ اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویہدی الیہ من ینیب۔ پس وجہ مباہات نیست مگر عدم توسط چنانکہ ادعا کردہ اند، وبیان آن باید، قولکم وصول فیوض مر سالک را بتوسط وحیلولہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تا زمانی است کہ حقیقت سالک بحقیقت محمدی کہ جامع جمیع حقائق است آنرا حقیقۃ الحقائق گویند منطبق نگشتہ است وبآن متحد نشدہ چون بکمال متابعت ملک محض بفضل اللہ این حقیقت را بآن حقیقت اتحادی حاصل گشت توسط بر خواست چہ توسط وحیلولہ در مغائرہ است،

اور یہ بھی لکھا ہے کہ اجتباء اللہ تعالیٰ کی طرف سے چن لیا جانا۔ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص نہیں۔ یہ بات درست ہے اسی طرح ہی ہے اگر چہ قرآنی

آیات کے اندر ہر جگہ اجتباء کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف کی گئی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ انہیں چن لیا اور صراط مستقیم کی طرف ان کی رہنمائی کی گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ اجتباء کا معنی چننا ہے کہ اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام بغیر کسب وسلوک کے اور اولیاء کو کسب وسلوک اور ریاضات اور اتباع انبیاء علیہم السلام کے بعد۔ اولیاء کیلئے اجتباء کا وہ معنی نہیں جو انبیاء علیہم السلام کیلئے ہے یہ اس کا غیر ہے جس طرح اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے جنہیں چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے اختیار کر لیتا ہے۔ یعنی جب انبیاء علیہم السلام اور اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے معنی میں مغائرت ہے تو اس میں فخر کرنے والی کونسی بات ہے۔ ہاں جو آپ کا دعویٰ ہے کہ بغیر واسطہ کے قرب حق تعالیٰ حاصل ہوا۔ یہ ہو تو پھر ہے لیکن حقیقت میں ایسا ہے نہیں۔ آپ کو اپنے دعویٰ کے متعلق بیان کرنا چاہئے۔ اور آپ کا یہ قول کہ وصول اور فیوضات کا حصول خاص طور پر سالک کیلئے حضور ﷺ کے وسیلہ اور حیلولہ سے ایک خاص وقت تک ہوتا ہے جب تک حقیقت سالک حقیقت محمدی ﷺ جو جامع جمیع حقائق ہے اور اسے حقیقۃ الحقائق بھی کہتے ہیں۔ اس سے منطبق نہ ہو جائے۔ اور اس سے متحد نہ ہو جائے اور جب کمال متابعت محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہو جاتا ہے اور حقیقت سالک کو اس حقیقت محمدی ﷺ سے اتحاد حاصل ہو جاتا ہے تو درمیان سے واسطہ ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ توسط اور حیلولہ میں مغائرت ہے۔

انتہیٰ اتحاد حقیقت سالک با حقیقت محمدی که حقیقة الحقائق است چه معنی دارد چه صورت این سخن از مقام ادب وانصاف دور است و گستاخی صریح و گزاف فضیح وبا قطع نظر از حکم عقل دو چیز ویکے شدن آنها هر چند جز و کل وجزی کلی باشند از قبیل محالاتست لازم می آید که حقیقت هر سالکے که باین مرتبه ومقام برسد حقیقة الحقائق گردد، وذلک ظاهر البطلان پس اگر از اهل حقیقت کسے این اطلاق کرده باشد وحکم باتحاد بودن مغیش فناء ورد غیبة از خود در حضور وے خواهد بود بجهة کمال متابعت وغلبهٔ محبت چنانکه فنا فی الشیخ میگویند، وخود شیخ تمام عالم وپیر جمله بنی آدم وجهة تمام کائنات وقبله موجودات اوست علیه افضل الصلوٰة واکمل التحیات همچنانکه اتحاد اعتباری وحکمی با مغائرة حقیقی ونفس الامری منافات نخواهد داشت ومنافی وساطت وحیلوله نخواهد بود خود تعین وتشخص حقیقت سالک جزی او باقی است چنانچه اهل فناء وتوحید می گویند

بیت

تو او نشوی و لیکن ار جهد کنی		جائے برسی کز تو توی برخیزد

آپ نے جو یہ فرمایا! اس میں اتحاد حقیقت سالک کا حقیقت محمدی ﷺ جو کہ حقیقت الحقائق ہے کا کیا مطلب ہے۔ اس کی کونسی صورت بنتی ہے یہ بات و دعویٰ مقام ادب اور انصاف سے دور ہے۔ اور صریح گستاخی لاف زنی ہے اور عقل کے لحاظ سے قطعی طور پر دو چیزوں کا ایک ہو جانا جو جز اور کل کی حیثیت رکھتی ہیں محال ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ حقیقت سالک جو اس مقام تک پہنچ جائے وہ حقیقت محمدی ﷺ بن جائے۔ اور یہ دعویٰ ظاہری طور پر بھی باطل ہے۔

ہاں اگر اہل حقیقت میں سے کسی نے اس قول کا اطلاق کیا بھی ہو تو اتحاد کا حکم ومعنی یہ ہے کہ فناء اور رد غیبت اپنے آپ سے حضوری میں یہ معنی ہے جو جہت کمال متابعت اور غلبۂ محبت کی وجہ سے ہے جیسا کہ فناء فی الشیخ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

اور تمام عالم کے پیر وشیخ اور بنی آدم اور کائنات کے قبلہ آقا ﷺ ہیں اس طرح اتحاد بذات الٰہی جل وعلیٰ کی بھی یہی تفسیر کی جائے گی۔ اور اس طرح

استغراق ہستی کا مطلب ہے۔ جیسا کہ فقر میں ہوتا ہے۔

جیسا کہ اتحاد حکمی اور اعتباری اتحاد حقیقی اور نفس الامر کے ساتھ منافات رکھتا ہے اور واسطہ اور حیلولہ کے منافی نہیں تو اس سے حقیقت کا تعین ہو گیا کہ وہ جزی ہے حقیقت الٰہی جل وعلیٰ باقی ہے۔ جیسا کہ اہل فناء وتوحید کہتے ہیں۔

بیت

تو او نشوی و لیکن ار جهد کنی		جائے برسی کز تو توی برخیزد

ترجمہ: وہ نہیں بنے گا لیکن اگر تو کوشش کرے گا، تو ایسی جگہ میں پہنچ جائے گا کہ تجھ سے تو ختم ہو جائے گا

یعنی آن توی دادئ که پیش از فنا و کم شدن بود در وے بود، بلکه همین کم شدن و فانی گشتن در وے قرب و وصول بحق است بوساطت وے پس این اتحاد و انطباق که حاصل گشته است اگرچه این واصل بجهت غلبه بیخودی و فنا دریافت این وساط نمی تواند کرد، حقیقت محمدی را عارفان واسطه میدانند و می یابند در و حوادث تمامه اشیاء و صفات و کمالات از جواهر و اعراض که وصول بحق و شهود وے ترا ازان جمله ست چه بآنها که بآن حقیقت رسیده و در وے فانی گشته و حکم اتحاد گرفته و چه غیر آن بلکه توسط نسبت، لطائف ولی و دریافت آن نسبت اقرب و اظهر باشد و این سخن دقیق است والله الهادی

یعنی تو اور وہ فنا اور گم ہونے سے پہلے تھے وہ ختم ہو جائے اور تم اس میں ہو جاؤ اور فانی ہو جاؤ اس میں حق تعالیٰ کا قرب اور وصل ہے واسطہ کے ساتھ لیکن واصل اس اتحاد اور انطباق کے بعد اس بے خودی کے عالم میں ہوتا ہے کہ غلبہ بے خودی کی وجہ سے واسطہ کی پہچان نہیں رہتی اور حقیقت محمدی کو عارفین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) واسطہ جانتے بھی ہیں اور پاتے بھی ہیں، تمہیں اس وصل کی راہ میں جو حوادث تمام اشیاء وصفات اور جواہر واعراض سے کمالات جو وصول حق میں حاصل ہوئے اور مرتبہ شہود میسر آیا یہ سب کچھ آپ ﷺ کی نسبت سے ہے اور پھر تم اس حقیقت تک پہنچے ہو اور پھر اس میں فانی ہوئے ہو۔

اور حکم اتحاد حاصل ہوا ہے۔ کوئی غیر چیز یہاں نہیں بلکہ یہ لطائف کی نسبت کے واسطہ سے حاصل ہوا جس سے یہ نسبت اقرب اور ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس مسئلہ پر گفتگو بڑی دقیق ہے واللہ الہادی۔

قولکم آنجا که اتحاد است معامله شرکت است این نیز خالی از غرائبی نیست چه شرکت دوئی را می طلبد و شریک در امرے دو کس باشند و حقیقة اتحاد خود اصلا بشرکة جمع نمی شود یعنی فنا و غیبت نیز که اتحاد حکمی است و فانی و غائب از میان رفت و حکم فنا گرفت شرکة از وے چه صورت دارد توسط را گفتند که دوئی می طلبید شرکت همچنین است قولکم اما چون سالک تابع و الحاقی است و طفیلی از قبیل شرکت خادم بود از مخدوم و این سخن هیچ محصلی ندارد، و اگر این خادم با مخدوم شریک است در جمیع صفات و نام جهات پس برابری و همسری محذور لازم و تفاوت اسم خادم و مخدوم چه فائده دارد اگر نیست اتحاد چه معنی دارد

آپ کی گفتگو میں جو اتحاد ہے وہ شرکت کا معاملہ ہے یہ بھی کلام کی غرابت سے خالی نہیں کیونکہ کسی چیز میں شرکت دو ہونے کا تقاضہ کرتی ہے۔ اور کسی معاملہ میں شریک دو شخص ہوتے ہیں اور حقیقت اپنے اتحاد سے شرکت کے ساتھ جمع نہیں ہوتی یعنی فنا اور غیبت جمع نہیں ہوتے اور یہ صرف اتحاد حکمی ہوتا ہے فانی اور غائب درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور انہیں حکم فنا حاصل ہو جاتا ہے شرکت اس سے کونسی صورت اختیار کرتی ہے اور توسط بھی دو کا طلبگار رہتا ہے اسی کو شرکت

کہتے ہیں۔

اور تمہارا یہ قول کہ جب سالک تابع اور الحاقی ہے اور طفیلی خادم اور مخدوم کی شرکت والے قبیلہ سے ہے۔ اس کلام کا بھی کوئی فائدہ نہیں اور اگر یہ خادم اپنے مخدوم کا شریک ہے اور تمام صفات اور نام اور جہات میں بھی شرکت رکھتا ہے تو اس سے مخدوم کے ساتھ برابری اور ہمسری لازم آتی ہے تو پھر مخدوم اور خادم کے علیحدہ علیحدہ نام کا کیا فائدہ ہوا۔ اور اگر ایسا نہیں تو پھر اتحاد کا کیا فائدہ ہوا۔

این سخن خادمے و مخدومے در کلام ایشان بسیار واقع شده، در اجتماع کمالات ابراهیمی و محمدی نیز گفته اند واین را گریز گاه ساخته اند، اما فائده ندارد۔ و نوشته اند که مرا در بدایت حال بحضرت کائنات محبت خاص پیدا شده که در غلبات آن محبت می گفتم که، محبت من بحق سبحانه از آن جهة است که وے رب محمد است این سخن در ظاهر سعید و باعث تعجب است اما معنی راست و درست ندارد۔ زیرا که محبت منعم جبلی است۔ و همه نعمتها بوسیله و واسطه آن حضرت و اصل پس محبت ﷺ اقرب و اعلیٰ اسباب محبت حق باشد، و محبت او با عین محبت حق مستلزم اوست و بحساب عقل شق ثانی اظهر است اگر گویند که محبت او از جهة انعام محبت صفات است و سخن در محبت ذاتی میرود گویم که این نیز از جهة ذات محمد ﷺ حاصل است، چنانکه آنحضرت ﷺ مظهر ذات خاص حق است تعالیٰ و تقدس محبت و انجذاب بوے موجب محبت، و انجذاب حق خواهد بود، بر هر تقدیر این سخن بسیار خوب و دلربا است و اعجبا کاشکے شما را همین بسته رفته رفته بجامی کشید که در عشق محمدی دال و شیدا و فانی و مستهلک می گردانید، که مجال سر بالا کردن و دم زدن باین نوع کلمات مشعر برابری و یگانگی در حضرت وے ﷺ نمی ماند

خادم اور مخدوم والی بات آپ کے کلام میں کثرت سے واقع ہوئی ہے۔ جہاں کمالات محمدی اور ابراہیمی علیہما السلام کی بات کی ہے اور کہیں اس سے احتراز کیا ہے اس کا کیا فائدہ۔ اور آپ کا یہ قول کہ ابتداء حال میں مجھے خالق کائنات جل وعلی سے محبت خاص پیدا ہوگئی کہ اس محبت کے غلبہ میں میں کہتا کہ میری رب کائنات جل وعلی سے محبت اس جہت سے ہے کہ وہ رب محمد ﷺ ہے۔ یہ قول ظاہری طور پر بڑا اچھا اور پسندیدہ ہے لیکن اس کا مفہوم درست نہیں۔ وہ اس لئے کہ منعم جل وعلی کی محبت فطری ہے اور اس کی تمام نعمتیں حضور ﷺ کے وسیلہ اور واسطہ سے ہیں پس حضور ﷺ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک اعلیٰ اور اقرب سبب ہے۔ اور آپ ﷺ کی محبت حق تعالیٰ کی محبت کو مستلزم ہے۔ اور عقل کے اعتبار سے دوسری طرف زیادہ ظاہر ہے اور اگر کہو کہ آپ ﷺ کی محبت اللہ تعالیٰ کی صفات کی محبت کا انعام ہے اور بات کا رخ محبت ذاتی کی طرف چلا جائے تو میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ذات محمد ﷺ کی طرف سے حاصل ہوا ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ حق تعالیٰ وتقدس کی ذات کا مظہر خاص ہیں۔ آپ ﷺ کی محبت اور جذب اللہ تعالیٰ کی محبت اور جذب ہی ہے۔ کسی بھی طرح اس موضوع پر بات کی جائے وہ اچھی اور پسندیدہ ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ایک آنسو آپ کو آہستہ آہستہ کھینچتے کھینچتے اس مقام پر لے جائے کہ عشق محمدی ﷺ کا شیدا اور اس میں فانی و مستہلک ہو جائیں۔ یہاں تک کہ سر اوپر اٹھانے اور زبان ہلانے اور اس طرح کی گفتگو کرنے کی طرف توجہ ہی نہ جائے کہ جس سے حضور ﷺ کی برابری اور ہمسری کا دعویٰ نظر آئے۔

چنانکه در وصف صدیق اکبر رضی اللہ عنه آمده است سنگریزه در دهان انداخته و چشم بر جمال آن حضرت دوخته می نشست، و رابطه محبت را نگاه میداشت و دم نمی زد و حال اکثر اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیهم اجمعین همچنین می بود که کانوا فی مجلسه کانّ علی رؤسهم الطیر۔ و اشارة قول حق سبحانه یاایها الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الآیة۔ همبرین است۔ قولکم تا این قسم

محبت شود نشود، الحاق واتحاد بهمان معنی فنا وغیبة ودوام توجه وحضور واستغراق که لازم عشق مفرط ومحبت صادق است نه بمعنی دیگر

جس طرح کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اوصاف میں نظر آتا ہے کہ آپ منہ میں کنکر لے کر اور آنکھوں کو حضور ﷺ کے جمال پر اس طرح سے جمائے رکھتے جیسا کہ وہاں سے دی گئیں ہوں۔ اور رابطۂ محبت کو نظر میں رکھتے اور سانس تک نہ لیتے تھے۔ اور اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی حال ہوا کرتا تھا۔ کہ وہ آپ ﷺ کی مجلس میں اس طرح سے ہوتے تھے جیسے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ اور اسی کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے: ''اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی اکرم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو'' تمہارے قول میں اس طرح کی محبت ہو نہیں سکتی، الحاق واتحاد کا یہی معنی ہے فنا، غیبت اور دوام توجہ، حضور اور استغراق جو لازم عشق اور محبت صادق کو بڑھانے والا ہے نہ کہ اس کا کوئی اور معنی ہے۔

قولکم طریقه جذبه را چون کشش از جانب مطلوب است وعنایت الهی متکفل حال طالب است، ناچار قبول وسائط نمی کند، ودر طریق سلوک چون انابت از جانب طالب است، در وجود وسائط چاره نبود، این عین مدعا است وسخن بی دلیل است طریقهٔ جذبه ومرادی ومحبوبی چنانکه سبق بیان رفت زیاده بر ان این است که لطف الله بنده خود را پیش از انکه طلب کند وسلوک نماید جذب می کند وانجذاب مهم جمالی است که بدان سلوک آسان میگردد واین منافات بوجود وسائط ندارد، بلکه چون جذبه تنها کار نمی آید وسلوک بی وسائط نمی باشد لازم آید وجود وسائط چنانکه مقرر قوم است

اور آپ کا یہ قول: کہ طریقہ جذبہ کو جب کشش مطلوب کی جانب سے ہے اور عنایت الٰہی جل وعلیٰ طالب کے احوال کی متکفل ہے۔ تو یہ لازماً واسطہ کو قبول نہیں کرتا۔ اور جب طریق سلوک میں انابت طالب کی جانب سے ہے تو واسطہ کے وجود کا کوئی چارہ نہیں۔ یہ صرف دعویٰ ہے اور بغیر دلیل کے گفتگو ہے۔ طریقہ جذبہ مرادی اور محبوبی جس کا ذکر پہلے ہو چکا۔ اس سے کچھ زیادتی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی جو اپنے بندے پر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے بندے کو طلب اور سلوک سے پہلے جذب کی کیفیت عطا فرماتا ہے۔ اور انجذاب مہم جمالی ہے جس سے سلوک آسان ہو جاتا ہے۔ یہ واسطہ کے ہونے کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ جذبہ اکیلا کام نہیں آتا کیونکہ سلوک بے واسطہ نہیں ہوتا۔ اس سے وجود واسطہ لازم آیا۔ اہل سلوک کے ہاں یہی بات پختہ ہے۔

وخود هم گفته اند که در نفس جذبه هر چند وسائط در کار نیست اما تمامی منوط بسلوک است اگر بسلولک نباشد جذبه ناتمام وابتر است اگر گویند که احتیاج در طریقه جذبه بسلوک وسائط پیش از وصول اوست بعد از وصول بر طرف می شود بخلاف طریقه سلوک، که آنجا بعد از وصول نیز واسطه میماند چنانکه گفته اند که در طریقه جذبه اگر بتوسط متابعت شریعت که عبارت از سلوک است وصول بمطلوب می شود بی واسطه حلول امری خواهد بود۔ گوئیم که چه دلیل است برین دعوی مفهوم جذبه ذر حصول طریقه وے خود مستفیض این نیست چنانکه معلوم شد۔

اور آپ خود بھی کہتے ہیں کہ نفس جذبہ میں واسطہ کا کوئی کام نہیں۔ اس کا تمام سلوک سے ہوتا ہے اور اگر سلوک نہ ہو تو جذبہ ناتمام اور ابتر ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ واسطوں کی ضرورت صرف راہ وصول سے پہلے ہے وصول کے حصول کے بعد ساقط ہو جاتے ہیں تو یہ دعویٰ طریق سلوک کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہاں وصول کے بعد بھی واسطہ کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ آپ نے کہا ہے کہ طریقہ جذبہ میں متابعت شریعت کے واسطہ سے اگر وصول مطلوب حاصل ہو جسے سلوک کہا

جاتا ہے۔تو یہ بلا واسطہ امر میں حلول ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ اس دعویٰ پر کیا دلیل ہے جیسا کہ حصول طریقہ کیلئے جذبہ کے مفہوم میں آپ کی کلام میں اس کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا جیسا کہ کلام سابق سے معلوم ہو چکا۔

مدعا دوئم که در طریقه سلوک از وسائط چاره نبود، ما را که قابل بوجود و نور توسطیم مطلقاً دخل دران نیست ولیکن بطریق بحث ومناظره گفته می شود که چرا آن هم بعد از وصول بوجود وسائط بر طرف نشود چنانچه بوجود جذب بعد از سلوک ملک هم چنین بایداحوال ایشان که خاصیت جذبه عدم وسائط است وسقوط آنها است ودر کلام شما نیز اشاره بآن واقع است۔ آنجا که گفته اند در طریق سلوک از شیوخ هر که درمیان آمده است متوسط وحاجب مشهود سالک است، ولے اگر در آخر حال تدارک ننماید یعنی وسائط از میان بر ندارد۔ حاصل آنکه در طریق جذبه ووصول سلوک هر دو پیش از وصول وسائط در کار است۔ واگر در طریقه جذبه بعداز وصول سوائط ساقط میگردد ودر طریق سلوک می نماید تحکم است چرا در هر دو جا باقی نماند وچرا در هر دو جا ساقط نگردد۔ سخن درهمین جا است واگر گویند این امر کشفی وجدانی نیست بحث فائده ندارد۔ آن چیز دیگر است۔

آپ کا دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ طریقہ سلوک میں واسطہ کا ہونا ضروری نہیں۔ مجھے یہ بات قبول ہے اور واسطہ نور کو اس میں کوئی دخل نہیں لیکن میں بطریق بحث ومناظرہ کہتا ہوں کہ وصول کے بعد بھی واسطہ کا وجود ختم نہیں ہوتا۔ جیسا کہ جذبہ کی وجہ سے ہونے والے وصل کے بعد بھی اسی احوال پر رہتا ہے۔ اگرچہ جذبہ کا خاصہ یہ ہے کہ اس میں واسطہ کی ضرورت نہیں جس وجہ سے اس صورت میں واسطہ ساقط ہوتا ہے۔ آپ کی کلام میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ جس میں آپ نے کہا ہے کہ طریق سلوک میں جو شیوخ کا واسطہ ہوتا ہے وہ سالک کے مشہود کیلئے حاجب ہوتا ہے۔ اور اگر یہ واسطے آخری احوال میں نہ اٹھیں۔ تو حاصل کلام یہ ہوا کہ طریق جذبہ اور وصول سلوک دونوں میں وصول سے پہلے واسطوں کی ضرورت ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ طریق جذبہ میں وصول کے بعد واسطے ساقط ہوجاتے ہیں اور طریق سلوک میں باقی رہتے ہیں یہ اپنی طرف سے حکم لگانا ہے۔ ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ دونوں صورتوں میں ساقط کیوں نہیں ہوتے یا دونوں صورتوں میں باقی کیوں نہیں رہتے۔

ہماری گفتگو صرف اسی نقطہ پر ہے کہ دونوں صورتوں میں واسطوں کو ساقط ہونا چاہئے یا وصول کے بعد دونوں صورتوں میں باقی رہیں۔ اس کے جواب میں اگر آپ کہیں کہ یہ معاملہ کشفی اور وجدانی نہیں تو پھر بحث کا فائدہ نہیں وہ کوئی اور چیز ہے۔

اما شما مقید باستدلال شده وتوجیه نموده که چون در طریقه جذبه کشش از جانب مطلوب است وعنایت الٰهی متکفل، حال طالب است۔ ناچار قبول وسائط نمی کند۔ ودر طریق سلوک چون انابت از جانب طالب است از وجود وسائط چاره نبود، وخود جذب وسلوک بر هر دو تقدیر است۔ فرق بتقدیم وتاخیر فائده ندارد۔ اگر گویند که مدعی ودلیل بر دو کشفی است چنانکه یکباری از شما مثل این سخن شنیده است این گریز گاه خوبست وبعد ازان در اثبات عدم توسط وتقدیر آن طرق دیگر بیان کرده آید۔ اول وصول از راه معیت که حق را یابنده است ناچار بے توسط امرے خواهد بود که متابعت معیت است واگر واسطه است در سلسله ترتیب است که عبارت از سلوک است وگفته اند که راه میعت یکے از طریق جذب است نه از سلوک انتهی۔

بہرحال استدلال آپ کے ذمہ لازم ہے۔ اور اس کی توجیہ آپ کی طرف سے یہ کی گئی ہے کہ جب طریقہ جذبہ میں کشش طلب مطلوب کی طرف سے ہوتی ہے اور عنایت الٰہی جل وعلیٰ طالب کے حال کی کفیل ہوتی ہے اس لئے اس میں واسطہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اور طریق سلوک میں رجوع طالب کی طرف سے مطلوب کی طرف ہوتا ہے۔ تو یہاں واسطہ کے بغیر کوئی چارہ نہیں اور جذبہ وسلوک میں دونوں صورتیں پائی جاسکتی ہیں۔ تقدیم وتاخیر کا کوئی فائدہ نہیں۔

اگر آپ کہیں کہ دعویٰ اور دلیل دونوں کشفی ہیں جیسا کہ آپ سے ایک دفعہ سنا گیا تھا تو یہ صرف محل گفتگو وکلام سے گریز کا طریقہ ہے۔ اور اس کے بعد آپ نے عدم توسط اور اس کی تقدیر کو ثابت کرنے کیلئے دوسرے طریقوں کو بیان کیا ہے۔ پہلا وہ وصول جو راہ معیت سے حاصل ہوتا ہے۔ کہ حق کو پالینا ہے۔ یہ یقیناً ایسا معاملہ ہے کہ اس میں واسطہ کی ضرورت نہیں کیونکہ یہاں معیت کی متابعت ہے اور اگر واسطہ ہے بھی سہی تو صرف سلسلہ کی ترتیب کیلئے ہے کیونکہ ظاہری طور پر یہ سلوک سے ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ معیت طریق جذب کی ایک صورت ہے نہ کہ طریق سلوک کی۔

پوشیدہ نماند کہ ہر گاہ راہ معیت یکے از طرق جذبہ باشد کہ قرار یافت کہ در طریق جذبہ از سلوک چارہ نیست۔ پس در طریق معیت برائے وصول نیز در کار خواھد بود۔ واز وسائط ناگزیر وکلام در وے ہم چنان خواھد بود، کہ در طریق جذبہ گذشت۔ دیگر مثال ظل باصل نمودہ اند کہ این ہم طریقے است، اگر بعنایت الٰھی ظل را باصل خود میلے پیدا شود اکو کشتیے روء ھویدا گردد آن ظل را بآن اصل، وصول حاصل شود ھر آئینہ بے حیلولہ امرے خواھد بود۔ چون آن اصل اسمے از اسماء الٰھی است۔ ناچار درمیان اسم ومسمیٰ او حائلے نخواھد بود۔ ووصول ظل ازین راہ باصل الاصل کہ مسمیٰ آن اسم است بے وسائط امرے خواھد بود۔ انتھیٰ۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ راہ معیت طرق جذبہ میں سے ایک طریقہ ہے اس سے ثابت ہوگیا کہ طریق جذبہ کو طریق سلوک سے کوئی چارہ نہیں۔ پس طریق جذبہ میں بھی وصول کا وہی کام ہوگا اور اس میں بھی وہی گفتگو ہوگی جو طریق جذبہ میں گزری کہ واسطہ کی کوئی ضرورت نہیں ہم نے کہا تھا کہ ضرورت ہے۔

دوسری مثال آپ نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کیلئے یہ دی ہے کہ طریق جذبہ میں طالب اور مطلوب کی سایہ اور اصل کی مثال ہے۔ یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ اگر عنایت الٰہی جل وعلیٰ سے سایہ کو اپنے اصل سے میلان پیدا ہوجائے اور اس میں کشش پیدا ہوجائے۔ اور سایہ کو اصل سے وصل ثابت ہوجائے تو یہ ہر صورت میں بغیر کسی حلول کے ہوگا کیونکہ وہ اصل اسماء الٰہی جل وعلیٰ میں سے ایک ہے۔ تو یقیناً اس اسم اور مسمی کے درمیان کوئی اور چیز حائل نہ ہوگی اور سایہ کا اس راستہ سے اپنی اصل کی طرف وصول بغیر کسی واسطہ کے ہوگا۔

پوشیدہ نماند ظاہر آنست کہ این نیز از طریق جذبہ خواھد بود چنانکہ در طرق معیت پس این نیز محتاج بسلوک خواھد بود۔ چنانکہ طریق جذبہ این جانیز ھمان کلام است کہ آنجا است۔ دیگر کشش ظل باصل مسلم واتصال بمسمیٰ نیز ھمچنین اما وصول ظل الاصل کہ مسمیٰ آن اسم است چرا بواسطہ آن اسم نباشد۔ بل الامر کذلک قولکم ایضاً ھر کہ واصل ذاتست بوصول بے خوفی توسط امری در حق او مفقود است۔ وھر گاہ در صورت وصول بحضرت ذات سبحانہ حیلولہ وحجابیت صفات واجبی مرتفع گردد، حیلولہ وحجاب غیر ذات چہ گنجائش دارد۔ انتھیٰ۔

اس کلام سے بھی ظاہر ہوا کہ یہ طریقہ بھی طریق جذبہ میں سے ایک ہے جیسا کہ پیچھے طریق معیت میں گزرا پس یہ بھی سلوک کا محتاج ہوگا۔ اس میں بھی وہی کلام ہے جو طریق جذبہ میں گزری۔ دوسرا یہ کہ سایہ کی اصل کی طرف کشش کو ہم تسلیم کرتے ہیں اور اس کا مسمی کے ساتھ اتصال بھی مانتے ہیں بہر حال اس میں سایہ کا اصل کے ساتھ وصل اس اسم کے واسطہ کے بغیر کیسے ہوگیا اور وہ اسم واسطہ کیوں نہ بنا۔ بلکہ حقیقت بھی یہی ہے۔

اور آپ کا یہ قول کہ: اس میں واصل ذات ہے تو بغیر کسی خوف کے کسی امر کا توسط اس میں مفقود ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ذات سبحانہ وتعالیٰ سے وصول کی

صورت میں جب حیلولہ اور صفات واجبہ کا حجاب مرتفع ہوجاتا ہے۔ تو حیلولہ اور حجاب غیر ذات کی یہاں کیا گنجائش نکلے گی۔

پوشیدہ نماند امرے مقرر است کہ صفات پردہ ذات است کہ ہرگز نمی افتد اگر یک پردہ برخاست پردۂ دیگر نشنید ذات را جز در پردہ صفات نمی توان دید و شہود گردد دریافت۔ لیکن صاحب شہود ذات را بجہۃ غلبہ انجذاب توجہ تام بسوے او صفات ملحوظ ومنظور او نمی افتد، وبر ہر تقدیر پردہ درمیان است۔ دریابد یا در نیابد۔ وفی الحدیث حجابہ النور ولعمر النہی نور۔ یکے از اسماء محمدیست ﷺ واگر مراد نور ذات دارند کہ حجاب ذاتست حجابیت نور محمدی بآن مصدق ونور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء۔ خواہد بود وبا قطع نظر ازان این طرف او را بوصول بیچونی نام گردید، اگر از طرف جذبہ در آید، چنانچہ ظاہر است درین نیز ہمان کلام می رود کہ در جذبہ گذشت از احتیاج بسلوک واگر طریق جذبہ نیست طریق سلوک خود واسطہ ثابت است اول وآخر وظاہر است کہ طریق توجہ الی اللہ وحضور بادنی است، بہ مشغولان طریق این سلسلہ شریفہ را می باشد این کار می کند تا ملک حضور وانجذاب با حدیث حق حاصل کنند۔ بعد ازان اگر توفیق سلوک یابند حکم مجذوب وسالک خواہد بود۔ وکلام دروے گذشت۔

ہر بات مخفی نہیں بلکہ واضح ہے کہ صفات پردہ ذات ہیں جو اٹھتے نہیں اور اگر ایک پردہ اٹھتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا آجاتا ہے۔ ذات الہ جل جلالہ کو سوائے پردہ کے نہیں دیکھا جاسکتا۔ اور نہ شہود میسر ہوسکتا ہے۔ لیکن صاحب شہود ذات الہ جل جلالہ کو غلبہ انجذاب کی جہت سے مکمل توجہ سے ساری صفات کے ساتھ متوجہ نہیں ہوتا بلکہ پردہ صورت میں درمیان میں رہتا ہے۔ اس پردہ کا علم ہو یا نہ ہو۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ اس کا حجاب نور ہے اور نور حضور ﷺ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور اگر اس نور سے مراد ذات ہے تو لازم آئے گا کہ حجاب ذات ہے اور نور محمدی ﷺ کی حجابیت اس پر صادق آئے گی۔ اور نور پر نور ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کیلئے جسے چاہے ہدایت عطا فرماتا ہے۔ اس پر صادق آئے گا۔ اس سے قطع نظر اس طرح سے حاصل ہونے والے وصل کو وصول بے چونی کہتے ہیں اور اگر جذبہ کی طرف سے یہ حاصل ہو تو اس میں بھی وہی کلام ہوگا جو جذبہ میں گزر چکا۔ جو سلوک کی حاجت سے متعلق تھا۔ اور اگر کہیں کہ یہ طریق سلوک سے ہے تو پھر واسطہ خود ثابت ہوگیا اول وآخر کلام سے یہ ظاہر ہے کہ اس سلسلہ میں چلنے والوں کیلئے طریق توجہ الی اللہ اور حضور ایک ادنیٰ کام ہے۔ اور اس میں تسلسل اس لئے رکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا حضور اور انجذاب حاصل ہوجائے اس کے بعد اگر سلوک کی توفیق حاصل کر لیتے ہیں تو مجذوب وسالک کا حکم پالیتے ہیں۔ اس سے متعلق سارا کلام گزر گیا ہے۔

ودرین مشغولی نفی واسقاط جہات واعتبارات است۔ بتصفیہ لوح قلب از نقوش ما سوی اللہ اگر مقصود بیان این نسبت وذکر این حالت است این خود ہمہ مشغولان این بیعت را میسر علی قدر تفاوت احوالہم۔ چندین ابتہاج وافتخار وذکر اجتباد شرکۃ واصالۃ ومرادی ومریدی وخادمی ومخدومی چیست۔ پس معلوم شد کہ مقصود چیزے دیگر است وبیان مقام عالی تر ازان است، ومقصود آنست کہ بیان کنند کہ خدائے تعالیٰ ما را بفضل خود بجائے رسانیدہ است کہ ہمہ اسباب ووسائل وصول در حق ما حکم معدات گرفتہ وسقوط پذیرفتہ است وحق تعالیٰ از کمال کرم واہتمام وغیرتے کہ در حق من دارد تجویز نمی فرماید، کہ فعل دیگرے را در حق من مدخل باشد یا من بدیگرے درین معنی متوجہ گردم من مرید خدا ام وہمسر رسول اینہا درین مقصود چہ دخل دارد وچندین توجیہات ومقدمات غریبہ در اثبات وتقریر آن برانگیختن چہ حاجت ودر حقیقت در صورت مشغول وتوجہ ذات نیز روح محمدی کہ محیط

تمام، مراتب وجودی و شهودی است و ساریست در ذات و صفات واسطه است اگرچه مشاهده از آن آگاہ نیست بر مثال ضوء و رویت اشیاء بالجملہ باهر کسے که نورے وھدایتے وادراکے ودریافتے هست بواسطۂ حقیقت محمدی است

بیت

هر کجا نور است ساطع یا کمالے باهر است		پرتوے از آفتاب آن جمال افتادہ است

اور اس میں مشغولیت صرف جہات اور اعتبارات کے ساقط کرنے کیلئے ہوتی ہے۔ اور اگر اس نسبت کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ دل کی تختی سے ماسوی اللہ کے نقوش کو صاف کرنا ہے اور اس حالت کے ذکر کرنے کا مقصد ہے تو یہ اس سلسلہ کی بیعت رکھنے والوں سب کو حاصل ہوتا ہے۔ اپنے اپنے احوال کے مطابق وہ اس سے حصہ حاصل کرتے ہیں۔

لہٰذا اس میں فخر ومباہات اجتباء اصالۃ مرادی مریدی خادمی اور مخدومی کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ مقصد کوئی اور چیز ہے اور اس کا بیان اس سے بلند تر ہے۔ اور مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ایسے مقام تک پہنچا دیا ہے کہ تمام اسباب اور تمام وسائل میرے وصول کے حق میں حکم معدات میں ہیں۔ اور ساقط ہو گئے ہیں۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ جو میرے حق میں غیرت وحمیت رکھتا ہے اس وجہ سے اس نے یہ جائز نہیں سمجھا کہ کسی اور کے فعل کی میرے حق میں دخل اندازی کو پسند فرمائے یا میں اس مفہوم میں کسی دوسرے کی طرف توجہ کروں۔ میں مرید خدا اور ہمسر رسول اللہ ﷺ ہوں۔

اس مقصد کو بیان کرنے کیلئے اس طرح کی توجیہات اور تقریرات کی کیا ضرورت ہے۔ اور حقیقت وصورت میں مشغولیت اور توجہ ذات کیلئے روح محمدی ﷺ تمام مراتب کو محیط ہے۔ وہ وجودی ہوں یا شہودی اور ذات وصفات میں واسطہ ہے اس کا کوئی مشاہدہ کر سکے یا نہ کر سکے۔ اس کی مثال روشنی اور اس کو دیکھنے کی ہے۔ الغرض ہر ایک کے پاس جو نور ہدایت، ادراک اور دریافت ہے وہ واسطہ حقیقت محمدی ﷺ سے ہے۔

بیت

هر کجا نور است ساطع یا کمالے باهر است		پرتوے از آفتاب آن جمال افتادہ است

ترجمہ: ہر جس جگہ نور پھیلا ہے یا واضح کمال ہے، سورج پر بھی آپ کے جمال کا ایک پرتو ہے

قولکم تحقیق این مقام آنست که توسط سرور کائنات ﷺ بدو معنی تواند بود یکے آنکه او ﷺ حامل وحاجب بود۔ درمیان سالک و درمیان مطلوب ومعنی دوم آنست که سالک بفضل وے وبتوسط وے وتبعیت ومتابعت وے ﷺ بمطلوب واصل گردد۔ در طریق سلوک وپیش از رسیدن بحقیقت محمد توسط بهر دو معنی کائن است بلکه می انگارم که درین طریق از شیوخ هر که درمیان آمده، است، متوسط وحاجب شود سالک آن است واگر در آخر حال جذبه تدارک آن نماید معامله بے پرده کے نکشد، زیرا که در طریق، جذبه بعد از رسیدن بحقیقت الحقائق توسط بمعنی ثانی است که بطفیل وتبعیت است، نه حیلوله وحجاب که پرده شهود گردد۔ ومشایخ طریقة در توسط وعدم توسط آن سرور اختلافها دارند۔ جمعی بتوسط رفته اند وگروهے بعد توسط۔ انتهی۔

آپ کے قول کی تحقیق کا یہ مقام ہے کہ حضور ﷺ کا واسطہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ سالک اور مطلوب کے درمیان حائل اور نگہبان کا مقام رکھتے ہیں اور دوسرا یہ ہے کہ سالک آپ ﷺ کے فضل وعنایت، وسیلہ اور اتباع اور تابع ہونے کی وجہ سے مطلوب تک واصل ہوتا ہے۔اور طریق سلوک میں حقیقت محمدی ﷺ تک پہنچنے سے پہلے آپ ﷺ کے واسطہ کا یہ معنی ہے۔بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ طریق سلوک میں جتنے بھی شیوخ کا واسطہ درمیان میں آتا ہے وہ سب واسطہ اور نگہبان ہوتے ہیں اور وہ سالک جس کے آخری حال میں جذبہ کی وجہ اس واسطہ کا تدارک بھی ہو جائے تو معاملہ بغیر پردہ کے کیسے نہ کھلے گا۔اس لئے کہ طریق جذبہ میں حقیقت الحقائق کے مقام تک پہنچنے کے بعد واسطہ کا معنی دوسرا ہوتا ہے۔جیسے طفیل اور تبعیت کا نام دیتے ہیں نہ حلول اور حجاب کا کہ وہ شہود کیلئے پردہ بن جائے۔

اور مشائخ طریقت حضور ﷺ کے واسطہ ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف رکھتے ہیں ایک جماعت کہتی ہے کہ آپ واسطہ ہیں اور دوسرے لوگ عدم واسطہ کے قائل ہیں۔

پوشیدہ نماند کہ در توسط تبعیت وطفیل ہیچ کس را جائے سخن نیست متفق علیہ است وجمہور عرفائے محققین برآنند کہ توسط بمعنی حیلولۃ آنحضرت درمیان سالک ومشہود ومطلوب نیز ثابت است، وہیچ مشہود بے توسط روحانیت آنحضرت ﷺ حاصل نیست وقول مخالف لا یعبا بہ است ناشی از کوتہ نظریست وایشان میگویند کہ توسط روحانیت آنحضرت ﷺ در جمیع مراتب وجودی وشہودی وعیانی ومعانی وتمامہ عوالم جسمانی وروحانی ثابت است، واین توسط داخل حجابے نیست کہ از آن پردہ بر روے شہود نشیند بلکہ موجب مزید انجلاء وانکشاف است در رنگ حیلولۃ عینک در ابصار عالم ظاہر مثلا وجود ادراک وشہود ذات بے پردہ ممکن نیست

ع

در پردہ عیان باشم		وبے پردہ نہان

یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ حضور ﷺ کے واسطہ اور وسیلہ ہونے میں سب کا اتفاق ہے اور کسی کو اس میں کلام نہیں اور جمہور عارفین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) اس قول پر ہیں کہ حضور ﷺ طالب اور مطلوب کے درمیان حیلولہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔اور آپ ﷺ کے واسطہ کے بغیر کسی طرح میں مشہود حاصل نہیں ہوتا۔اس نظریہ کے مخالف کا قول قابل توجہ نہیں کیونکہ یہ کوتاہ نظری سے پیدا ہوتا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی روحانیت کا واسطہ تمام مراتب شہودی وجودی، عیانی، معانی، اور تمام عالم جسمانی وروحانی میں ثابت ہے اور یہ واسطہ وہ حجاب نہیں کہ شہود کے چہرہ پر رہے بلکہ یہ اس شہود کے انکشاف اور روشنی کا باعث ہوتا ہے جیسے کہ ظاہری جہان کو دیکھنے کیلئے عینک کا جسم آنکھوں کو روشن کرتا ہے۔مثلاً وجود ادراک اور شہود ذات پردہ کے بغیر ممکن نہیں۔

ع

در پردہ عیان باشم		وبے پردہ نہان

ترجمہ: پردہ میں میں ظاہر ہوں، اور بے پردہ پوشیدہ

ومی گویند که حقیقة الحقائق بودن آنحضرت واحاطه ماهیات مانند احاطه ماهیات بجواهر وذوات نیست۔ بلکه تمام وشامل است مر صفات ومعانی را که شهود مخدومان ومحبوبان ومرادان، یکے از آنجمله است، ومی گویند که در وقت این شهود که در قرب ووصول حاصل است، روح پر فتوح حضرت سید المرسلین محبوب رب العالمین ﷺ حاضر است، وواسطه است واز ذات حق مفارق نیست چه محب ومحبوب از یک دگر جدا نشوند خصوص این چنین محبوب که محبوبیت وے بذات بحت بملاحظه جمیع شیون واعتبارات تعلق گرفته است واگرچه بے ملاحظه شیون واعتبارات تعلق گرفته است واگرچه بے ملاحظه شیون واعتبارات همه باشد بملاحظه جمیع شیون واعتبارات بود از جهت بودن او مظهر جامع

اور آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے حقیقت الحقائق ہونے کا اور ماہیات کے احاطہ کرنے کا مطلب اس طرح نہیں جس طرح ماہیت جوہر اور ذات کا احاطہ کرتی ہے۔ بلکہ مکمل طور پر شامل ہے۔ خاص طور پر صفات اور معانی کو کہ شہود مخدومان اور محبوبان اس میں سے ایک ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جس وقت قرب اور وصول میں یہ شہود حاصل ہے حضرت سید المرسلین محبوب رب العالمین ﷺ کی روح پر فتوح حاضر وواسطہ ہے۔ اور ذات حق تعالیٰ سے جدا نہیں کیونکہ محبوب اور محب جدا جدا نہیں ہوتے اور خاص طور پر ایسا محبوب کہ جس کی محبوبیت نے اس ذات کی تمام شیون اور اعتبارات کے ملاحظہ سے تعلق رکھا ہو۔ اگرچہ یہ تعلق بغیر شیون واعتبارات کے ملاحظہ کے حاصل ہوا ہو۔ اگرچہ تمام شیون اور اعتبارات کا ملاحظہ آپ ﷺ کے جمیع صفات کا مظہر ہونے کی وجہ سے ہے۔

قال بعض العارفین ما ارسل الرحمٰن او یرسل من رحمة تصعد او تنزل فی ملکوت الله او ملکه من کل ما یختص و یشمل الا والمصطفی عبده، ونبیه ومختاره المرسل واسطة فیها واصل لها لیعلم هذا کل من یعقل۔ واین شامل جمیع مراتب شهود ست، وقال ان روح النبی ﷺ غایت من نفوس بالله فی الله طالب فی وصفه ﷺ المحقق المحکوم بالجبل من ادعی معرفة الله مجردة فی نفس الامر عن نفسه المحمدی۔ ومیگوید که این مشاهده مجذوب سالک تواند بود، که بجهة قصور معرفت وتمیز یا بجهة فنائے بے خودی از ادراک، ودریافت آن قاصروذاهل باشد۔ اما در نفس الامر ثابت ودائم است۔ وآن ذهول در حقیقت از قبیل عدم علم بعلم است۔ چنانچه، در مواضع گفته آید۔ ازین هم گذشتم ومسلم داشتم که مشایخ طریقت از توسط وعدم توسط آن سرور اختلاف دارند۔ اما آن گروه که قائل آن بعدم توسط دعوئ شرکت همسری وهمسرگی واجتباء وعدم مدخلیة آنحضرت در حق ایشان وعدم توجه ایشان به آنجناب چنانکه گفته اند می کنند۔ ومشائخ درین جا هم اختلاف دارند سخن در آنجاست حاشا وکلا همه متفق از و در غایت بندگی ونیازمندی وسرافگندگی واحتیاج بآنجناب۔ دیگر مخفی نماند که توسط آنحضرت در شهود واصل موجب عظمت وجلال وسبق اوست در درگاه غیرت وعدم توسط سبب تاخر وسقوط وتصور وحاصل حکایات عدم توسط بسبب تاخر وسقوط وتصور وحاصل حکایات عدم توسط بآن را جمع، میگردد که سالک همیشه خادمانه بهمراه آن حضرت به تبعیت وطفیل میرفت۔ واقتباس از وے میگردد چون بقرب درگاه رسید وپیشتر رفت ودرون در آمد وآن حضرت را پس انداخت وبیرون در گذشت واز میان ساقط گردانید، خود در مجلس در آمد وبر منصه قرب ووصال نشست، وکامران شد۔ ومیگوید که من وتو برابریم من هم بنده ام، او را توسطے در میان من، وهذا نیاند۔ اگرچه در اصل بنده، وتابع تو وخادم تو بودم، وبواسطه تو رسیدم الآن تو، هیچ دخل وتوسط نداری۔

بعض عارفین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو بھی رحمت نازل فرماتا ہے یا ملکوت میں اسے بھیجا جاتا ہے یا کسی کو اس کے ساتھ خاص کیا جاتا ہے وہ سب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ عبدہ ونبیہ جسے مختار بنا کے بھیجا گیا آپ اس کا واسطہ ہوتے ہیں اور اسے وہاں تک پہنچانے والے ہوتے ہیں تا کہ اسے ہر ذی شعور جان لے۔ اور یہ تمام مراتب شہود کو شامل ہے اور یہ فرمایا کہ روح نبی ﷺ نفوس باللہ اور فی اللہ میں غایت ہے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت کا داعی ہے وہ آپ ﷺ کے اوصاف کا طالب ہے۔ اور نفس الامر میں وہ نفس محمدی ﷺ سے مجرد تھا۔ اور فرماتے ہیں کہ یہ مشاہدہ مجذوب سالک کا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ معرفت اور تمیز میں کمی اور فنائے بے خودی کی وجہ سے ادراک اور دریافت سے قاصر ہوتا ہے۔ اور نفس الامر میں وہ قائم اور ثابت ہوتا ہے اور اس کی کم عقلی بدرجہ علم نہ ہونے کے علم میں ہوتی ہے۔ جیسا کہ اور کئی جگہ کہا گیا ہے۔ ہم اس گفتگو سے آگے گزرتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ مشائخ طریقت حضور ﷺ کے واسطہ ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف رائے رکھتے ہیں اور وہ گروہ جو عدم توسط کے قائل ہیں وہ آپ ﷺ کے ساتھ شرکت اور ہمسری کا دعویٰ اور اپنے حق میں دخل مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی طرف عدم توجہ کا قول کرتے ہیں اور مشائخ کا اس مقام میں بھی اختلاف ہے لیکن حاشا وکلا گفتگو یہاں یہ ہے کہ یہ سارے کے سارے حضور ﷺ کی بارگاہ میں غلامی، عاجزی، نیاز مندی اور آپ ﷺ کی ذات کے حاجت مند ہیں۔ اور یہ بات مخفی نہ رہے کہ واصل کے شہود میں حضور ﷺ اواسطہ اس کی سبقت کے لئے باعث عظمت وجلال ہے بارگاہ غیرت میں اور واسطہ کا نہ ہونا نیچے آنے اور پیچھے رہنے کا باعث ہے۔ اور عدم توسط کی حکایات کا مقصد بھی پیچھے اور نیچے رہنے کا باعث ہیں۔ اور واسطہ نہ ہونے کی حکایات اس قول سے راجح ہو جاتی ہیں کہ سالک ہمیشہ آپ ﷺ کی معیت بمثل خادم کے رکھتا ہے۔ اور بارگاہ الہ جل وعلی کا واصل آپ ﷺ کے طفیل اور اتباع میں ہوتا ہے۔ اور حضور ﷺ سے کسب فیض کرتا ہے۔ اور جب قرب بارگاہ الٰہی جل وعلی میں پہنچ جاتا ہے اور آگے چلتا ہے اور قرب میں داخل ہو جاتا ہے تو حضور ﷺ کی معیت کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے اور اس سے باہر نکل جاتا ہے۔ اور واسطہ درمیان سے ساقط ہو جاتا ہے اور خود مجلس میں آ کر قرب ووصال کی مسند پر بیٹھ جاتا ہے۔ اور کامیاب ہوتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں اور تو برابر ہیں۔ میں بھی اس کا بندہ ہوں اس کے اور میرے درمیان کوئی واسطہ نہیں رہا۔ اگر چہ اصل میں آپ کا غلام اور خادم ہوں۔ اور آپ ﷺ کے واسطہ سے یہاں تک پہنچا ہوں۔ لیکن اب درمیان میں کوئی وسیلہ اور واسطہ نہیں رہا۔

نعم اگر با پیر و مرشد معامله وحال چنین هستند ممکن باشد که بوساطت وعنایت وتربیت حضرت رسالت انوار واسرار اقتباس وشقاوت واستفاضه نماید۔ وفیوض وفتوح حاصل کند واز پیر در مقام قرب بیشتر رود وتقدم نشیند اما این عجب که به تبعیت آنرا بحضرت استفاضه واستفاده کند ودر مرتبه برابر گردد واو را از میان ساقط گرداند وخود در مقام قریب بیواسطه نشیند هیچ عاقل وعارف این سخن روا دارد وقبول کند وایشان عجب نکته ملایانه بتکلیف استنباط نموده وافاده کرده وگفته اند که گفته نه شود که ازین، عدم توسط اگرچه نیک بود قصورے بجناب خاتمه ﷺ لازم می آید، زیرا که میگویم که این عدم توسط مستلزم کمال آنجناب است۔ نه مستلزم قصور بلک قصور در توسط است، زیرا که کمال متنوع آنست که تابع او بسط قبل وتبعیت او بجمیع درجات برسد واین معنی، در عدم توسط کائین است نه در وجود توسط که آنجا شهود بے پرده است که اقصی درجات کمال است واین جا در پرده پس کمال، در عدم توسط بود وقصور در توسط واز شوکة وعظمت مخدوم است که خادم در هیچ مقامے تخلف نه کند وتبعیت او شریک دولة همگنان گرددانتهی۔

این تخیل محض و از قضایائے خطابیہ شعریہ است نہ از براہین عقلیہ قطعیہ ثعنیہ و چون ایشان می گویند باید کہ از کشف صریح و ذوق صحیح شدہ باشد و اللہ اعلم۔

ہاں اگر یہ معاملہ پیر و مرشد کے ساتھ رکھا جائے کہ اب اس مقام پر پہنچ کر حضور ﷺ سے کسب فیض اور استفاضہ کرتا ہے اور آپ ﷺ کی بارگاہ سے فیوض و فتوح حاصل کرتا ہے اور پیر کے مقام سے آگے بڑھ گیا ہے۔ اور اس کے اگلے مقام پر جا بیٹھا ہے۔ یہ تو ممکن ہے۔ لیکن یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ حضور ﷺ کی بارگاہ کی تبعیت سے استفادہ و استفاضہ کرے اور پھر مرتبہ میں آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھ جائے۔ اور آپ ﷺ کے واسطہ کو درمیان سے ساقط کر دے۔ اور خود مقام مقرب میں بغیر واسطہ کے قائم رہے کون عاقل و عارف اس بات کو پسند کرے گا۔ اور آپ نے یہاں عجیب نکتہ بیان کیا ہے کہ جسے کہا نہیں جا سکتا کہ عدم توسط کا ہونا اچھا ہے کیونکہ یہ کمال مصطفی ﷺ کو مستلزم ہے۔ اگر نہ مانو تو حضور ﷺ کی ذات میں قصور لازم آئے گا۔ عدم توسط میں آپ ﷺ کی شان میں کمی نہیں بلکہ واسطہ ماننے میں کمی لازم آئے گی وہ اس طرح کہ کمال ہر نوعیت کا اس میں ہے کہ آپ ﷺ کی تبعیت میں درجات اعلیٰ پر فائز ہوا۔ اور یہاں عدم توسط کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی معیت اور اتباع میں جب منصۂ شہود پر پہنچ گیا تو اس واصل کیلئے شہود در پردہ ہے اور یہ اس کیلئے کمال ہے اور حضور ﷺ کی ذات کیلئے شہود بے پردہ ہے۔ اور اس واصل کے اس مقام میں آپ کی معیت کا واسطہ آپ ﷺ کی ذات کیلئے نقص کا باعث ہے کہ آپ کو بھی شہود در پردہ حاصل ہو۔ لہٰذا آپ کا کمال اس مقام میں عدم توسط میں ہی ہے۔ اور توسط میں قصور شوکت مخدوم ہے اور مخدوم کی عظمت اور شان و شوکت اس میں ہے کہ خادم اس سے کسی مقام میں پیچھے نہ رہے اور اس دولت میں اس کا شریک ہو۔

آپ کا یہ خیال محض شعری خطاب ہے نہ کہ عقلی اور قطعی دلائل سے ہے۔ اور جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ اگرچہ کشف صریح اور ذوق صحیح کے مطابق ہو لیکن اور عقلی اور قطعی دلائل کے مطابق نہیں و اللہ تعالیٰ اعلم۔

قولکم ازین جا است کہ آنسرور فرمودہ است علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ این را بران نکتہ چہ متفرع و مترتب ساختہ اند از بیان سابق، خود لازم آید کہ علماء امتی کآنا زیرا کہ شما ایشان را اقصی درجات کمال ثابت گردانید و در تمامت کمالات شریک آن حضرت گردانید این خود بالا تر از انبیاء بنی اسرائیل است، زیرا کہ ہیچ یکے از ایشان شریک آن حضرت در تمام کمالات نیست، وحق، آنست کہ مرتبہ علماء امت بمرتبہ انبیاء نمی رسد و شبیہ باعتبار خلافۃ و نیابت در تبلیغ احکام و شرائع است چنانکہ انبیاء بنی اسرائیل تابع توریت بودند و بعد از موسیٰ علیہ السلام تبلیغ احکام آن می کردند نہ در قدر و مرتبہ و نزدیک محدثین این حدیث بصحت نرسیدہ و حدیث العلماء ورثۃ الانبیاء صحیح است عجب کہ این جا تصرف از ظاہر و ارتکاب خلاف آن راضی شدہ اند

اس جگہ پر آپ کا قول یہ ہے کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ: ''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں'' اس حدیث سے آپ نے یہ نکتہ لیا ہے کہ امتی نبی کی مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ اس قول سے لازم آیا کہ آپ نے علماء امتی کی درجات کمال کی انتہاء بنایا ہے۔ اور یہ تو انبیاء بنی اسرائیل کے متعلق ہے۔ اور آپ نے اپنی گفتگو میں سالک واصل کو حضور ﷺ کے کمالات اور درجات میں شریک بنایا تھا۔ اور حضور ﷺ تو انبیاء بنی اسرائیل کے درجات سے بہت اعلیٰ درجات پر فائز ہیں اور ان انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی بھی حضور ﷺ کے تمام کمالات میں شریک نہیں۔ تو آپ کا استدلال قول کے مطابق نہ رہا۔ اور حق بات یہ ہے

کہ علماء کا مرتبہ انبیاء علیہم السلام کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور یہاں پر تشبیہ باعتبار خلافت اور نائب ہونے کے اور تبلیغ احکام شرع ہے جیسا کہ جو انبیاء علیہم السلام تورات کے تابع تھے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی تبلیغ احکام کرتے رہے۔ اس امت کے علماء بھی اس طرح تبلیغ کرتے رہیں گے نہ کہ ان انبیاء علیہم السلام کے مقام اور مرتبہ تک جا پہنچیں گے۔ اور یہ حدیث علماء محدثین کے ہاں درجہ صحت تک نہیں پہنچتی اور العلماء ورثة الانبیاء۔ علماء انبیا علیہم السلام کے وارث ہیں یہ صحیح ہے۔ بڑی تعجب والی بات ہے کہ جو ظاہر ہے اس کے خلاف تصرف کر کے اس پر آپ راضی ہیں۔

فرزندی شیخ نور الحق می گفت یکبارے نزد ایشان قول الولایة افضل من النبوة مذکور شد، فرمودند ہر چند توجیہات و تاویلات راست، و درست دارد اما موھم خلاف حق است نباید گفت این تناقص است و تناقض در کلام ایشان بسیار است بالجملہ در عقائد اھل سنت و جماعت مقرر شدہ است کہ ہیچ ولی بدرجہ نبی نرسیدہ اما حافظ نسفی در تفسیر مدارک میفرماید کہ بتحقیق لغزیدہ است اقدام بعضے اقدام در تفضیل ولی بر نبی و این کفریست جلی و در تعرف کہ کتاب معتبر است در علم این قوم و شیخ شھاب الدین سھروردی علیہ الرحمہ گفتہ است۔ ما عرفنا التصوف۔ مذکور است کہ اجماع کردہ اند کہ انبیاء علیہم السلام افضل بشر اند و نیست یکے از بشر کہ موازی و مساوی ایشان باشد نہ صدیق نہ ولی نہ غیر ایشان اگر چہ بزرگ باشد قدر وے عظیم بود خطر وے و بلند باشد رتبہ او۔ ابو یزید بسطامی علیہ الرحمہ گفتہ بست آخر و نہایت صدیقین اول احوال انبیاء است و نیست مر نہایت انبیاء را غایتے کہ درک کردہ شود و نیز گفتہ است نیست مثال معرفت خلق و علم ایشان نزد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ھمچنان کہ چون نمی بر سر خیک بستہ پدید آید و می گوید مراد ازین سخن آن است و اللہ اعلم کہ ہیچ کس از خلق بر سر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نگردد۔ اگر ھمہ خلق گرد آیند و معرفت و علم خویش کرد آرند کما قال محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بشناسند و آن شناخت کہ ایشان بشناسند آنرا مثل کردند بدانھا خیک چیست فاما داشتن مقدار وے و صفات وے بدان نم پدید نیاید و اگر نم نبودی ندانستندی کہ در آن چیست انتھی

فرزند شیخ نور الحق کہتے ہیں کہ آپ کی مجلس میں ایک دفعہ یہ قول ''ولایت نبوت سے افضل ہے'' کہا گیا تو جواب میں کہا کہ اگرچہ اس قول کی درست وصحیح تاویلات ہو سکتی ہیں لیکن یہ خلاف حق کا وہم پیدا کرتا ہے اس لئے نہیں کہنا چاہئے۔ آپ کے اس قول سے تو تناقض پیدا ہو گیا۔ اور بھی آپ کے کلام میں کئی جگہ تناقض ہے۔ الغرض عقائد اہل سنت و جماعت میں یہ بات پکی ہے کہ کوئی ولی کسی بھی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا، امام حافظ نسفی علیہ الرحمہ تفسیر مدارک میں فرماتے ہیں کہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ولی کی افضلیت نبی پر کا قول کرنا کفر جلی ہے۔ اور کتاب تعرف جو اس قوم اولیاء کے علم میں مقبول ہے شیخ شہاب الدین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم نے تصوف کو نہیں پہچانا۔۔۔ پہ اس میں مذکور ہے کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام افضل البشر ہیں اور انسانوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو ان کے برابر ہو نہ کوئی صدیق، نہ ولی نہ ان کے علاوہ اگرچہ وہ بہت بڑا بزرگ ہو اس کی بڑی قدر ہو، بڑا بلند و بالا رتبہ ہو حضرت ابو یزید بسطامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ صدیقین کے احوال کی انتہاء انبیاء علیہم السلام کے احوال کی ابتداء ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے احوال کی انتہاء کا ادراک کرنا ممکن نہیں اور خلق کی معرفت اور ان کے علم کی انبیاء علیہم السلام کے ہاں کوئی مثال نہیں رکھتی۔ اور فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے واللہ اعلم کہ مخلوق میں سے کوئی بھی محمد مصطفی ﷺ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ساری مخلوق جمع ہو جائے اور اپنے علم کو جمع کر لیں اور جیسے محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا اسے جانے اور اس جانے

آپ ﷺ کے جاننے اور پہچاننے کے برابر لائیں اور اس کی مثل کہیں تو نہیں کر سکتے کیونکہ اس میں بہت جدائی اور دوری ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی معرفت اور آپ ﷺ کی صفات کلیہ نہیں جانی جاسکتیں جب ان کو جانا نہیں جاسکتا تو جو ان کے اندر ہے اسے بھی نہیں جانا جاسکتا۔

قولکم که در حدیث آمده است که چون بنده در نماز داخل میشود حجابی که در میان بنده و خدا است مرتفع میگردد۔ ولهذا صلوٰة معراج مؤمن آمده و حظ وافر از آن نصیب منتهی و اصل گشت چه رفع حجاب مخصوص بو اصل منتهی است پس ارتفاع حیلوله و توسط ثابت گشت انتهی۔ این خود صحیح است ولیکن این را نمی بیند که در تشهد که آخر وقت اداء نماز است و وقت اکملیة و اتمیت شهود است میگوید السلام علیک ایها النبی و بعد از وصول ماتم و اکمال مستغنی و فارغ نیستند از توسط عمال و کمال آنحضرت دنیاز و تسلیم و توجه بدرگاه وے پس توسط هنوز و توسل مرتفع نگشته است و این حجاب در وقت نماز مرتفع می شود حجابها ست که بنده بدان از مقام قرب و حضور دل افتد۔ حیلولة و توسط حقیقت محمدی است که وے با خدا است دائم و آنکه نوشته اند که رؤیة اُخروے بے توسط و حیلولة امرے خواهد بود بے موقع است زیرا که سخن در رؤیة و شهود دنیا ویست و این بے پرده نمی باشد لا اقل پرده صفات درمیان است و بحقیقة رؤیة اُخروی نیز بے پرده صفات نخواهد بود۔ وصفات حق منفک از ذات نیست و منتهی بر عرفست دیدن ذات را با صفات در عرف دیدن ذات می گویند کسیکه زید را می بیند با چندین صفات از طول و عرض و لون و شکل و جز آن میگویند زید را دید وهیچ کس نگفته است که در آخرت ذات بحت مجرد از صفات را خواهند دید۔ پس اگر روح محمدی که با ذات حکم صفات دارد نیز باشد چه مانع والله اعلم

اور آپ کا یہ قول حدیث پاک کے متعلق کہ بندہ جب نماز میں داخل ہوتا ہے تو اس کے سامنے سے حجاب جو بندہ اور خدا تعالیٰ کے درمیان ہے اٹھ جاتا ہے۔ اسی لئے کہا گیا کہ نماز مؤمن کی معراج ہے اور واصل منتہی کو اس سے خاص حصہ ملتا ہے کیونکہ رفع حجاب منتہی واصل کا خاصہ ہے پس اس سے حیلولہ اور واسطہ کا ختم ہونا ثابت ہوگیا۔ آپ کی یہ بات درست ہے لیکن کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ نماز پڑھتے ہوئے تشہد کے آخر میں جس سے نماز کامل و مکمل ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ نمازی السلام علیک ایها النبی پڑھتا ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ نمازی وصول تام اور کمال کے بعد بھی حضور ﷺ کے واسطہ اور نیازمندی سے اور آپ کی نظر عنایت اور آپ ﷺ کی توجہ سے خالی نہیں اور آپ ﷺ کا وسیلہ ابھی مرتفع نہیں ہوا اور یہ حجاب نماز کے وقت کیسے مرتفع ہوگیا۔ اور وہ حجاب جو مقام قرب اور حضور میں دل پر ہوتا ہے وہ حقیقت محمدی ﷺ ہے اور وہ ذات خدا تعالیٰ کے ساتھ ہمیشہ ہوتا ہے اور یہ جو کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت دیدار جو آخرت میں نصیب ہوگا وہ بے موقع محل کی بات ہے۔ کیونکہ بات دنیاوی رؤیت و دیدار کی ہو رہی ہے نہ کہ اخروی کی اور دنیاوی بغیر پردہ کے ممکن نہیں میں نے کہا نہیں کہ پردہ صفات درمیان میں ہوتا ہے۔ اور حقیقت میں اخروی دیدار بھی صفات کے پردہ کے بغیر نہیں ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات سے جدا نہیں۔

اور عام عرف میں دیدار الٰہی جل وعلیٰ سے مراد مع صفات دیکھنا ہی لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ کسی نے زید کو دیکھا تو اس کا مطلب مع صفات کے دیکھنا کہ اس کا قد کتنا لمبا کتنا چوڑا اس کا رنگ کیسا ہے۔ اس کی شکل کیسی ہے۔ ان صفات کے ساتھ ہی دیکھنا کہا جائے گا اس کے بغیر دیکھنا ممکن نہیں اور اسی طرح کسی کا یہ قول بھی نہیں ہے کہ آخرت میں دیدار الٰہی جل وعلیٰ بغیر صفات کے ہوگا۔ پس اس طرح اگر روح محمدی ﷺ کو ذات الٰہ جل وعلیٰ کے ساتھ حکم صفات میں مان لیا جائے تو اس کے کوئی بھی چیز مانع نہیں۔ واللہ اعلم۔

قولک از معرفة از خواص معارف عندیة این فقر است که حق سبحانه آنرا بمحض کرم عطا فرموده بحقیقة آن متحقق ساخته است و این معرفة اشاره است بآنچه گفتند که عدم توسط موجب کمال است و توسط موجب نقصان۔ که آنجا شهود بے پرده است و اینجا در پرده۔ و این کمال بالغیر است و گفته اند که کمال و شوکت عظمت مخدوم و متبوع نیز همدرین است که تابع و خادم او بجائے رسیده است و به تبعیت او شریک دولة او شده

اور آپ کا یہ قول جو معرفت سے متعلق ہے کہ خواص معارف جو اس فقر کے اثرات سے ہے۔ جنہیں حق سبحانہ وتعالیٰ نے خاص اپنے کرم سے عطا فرمایا ہے اور اس کی حقیقت سے متحقق فرمایا ہے اور یہ معرفت اشارہ ہے اس بات کی طرف جو آپ نے فرمائی ہے کہ عدم واسطہ کمال کا سبب ہے اور واسطہ نقصان کا سبب ہے کیونکہ وہاں پر شہود بے پردہ ہے اور یہاں در پردہ ہے۔ اور اس میں کمال بالغیر ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ مخدوم اور متبوع کا کمال بھی اس میں ہے کہ اس کا خادم اور تابع بھی اس کی جگہ پر پہنچے اور اس کی تبعیت میں اس کی سلطنت کا شریک ہو۔

سبحان اللہ این چه تخیل و توهم است و سرور ابتهاجست و در لوازم این سخن نمی نگرید رسول خدا ست از میان و دعوی مساوات باوے ترجیح اولیاء بر انبیاء صلوات اللہ علیهم اجمعین و سلام چنانچه تقریر آن گذشت حاجت بتکرار نیست اما همین یک سخن باز تکرار کرده که واسطه که می خواهند کرامی گویند محمد رسول اللہ ﷺ را میخواهید که محبوب رب العالمین و مقصود دنیا و دین است و آنحضرت را پرده میگویند و حجاب نام می نهند زهے آن عارف کامل مشاهد که حق را در مرأت محمدی مشاهده کند جانها فدائے آن پرده باد سبحان اللہ این چه نقصان است کدام کمال بالا تر ازین باشد که جمال محمد و کمال حق هر دو مشهود شود و منظور گردد و محمد را ﷺ حق برائے آن آفریده است که در آئینۂ جمال و کمال وے ذات او را مشاهده کنند و در خلوة خانه حقیقة در آمده با ذات و صفات حق مواصلت نمایند که هر چه هست آنجا است۔

سبحان اللہ یہ کونسے خیالات و توہمات ہیں اور سرور کو بھڑکانا ہے جن میں رسول خدا ﷺ کے ساتھ برابری کا دعویٰ کیا جارہا ہے اور اولیاء کو انبیاء علیہم السلام پر ترجیح دی جا رہی ہے جیسا کہ ہماری طرف سے اس کے جواب میں پہلے توضیحات گزر چکیں ان کو اب دھرانے کی ضرورت نہیں۔ صرف ایک بات کا ان میں سے اعادہ کرتے ہیں قرب الٰہی جل وعلیٰ میں واسطہ کون ہے کسے واسطہ بنانا چاہتے ہیں وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی ہے جو محبوب رب العالمین وجل وعلیٰ ہیں اور مقصود دین و دنیا ہیں۔ آپ حضور ﷺ کی ذات کو پردہ اور حجاب کہتے ہیں۔ کتنا ہی اچھا ہے وہ عارف کامل جو محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی کے آئینہ میں ذات حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے اس پردہ پر جان فدا ہے سبحان اللہ اس میں کون سا نقصان پیدا ہو گیا۔ اس سے اور کونسا کمال بلند تر ہوگا کہ جس میں جمال محمد ﷺ اور کمال حق جل وعلیٰ کا مشاہدہ کیا جائے۔ اور وہ دونوں منظور نظر ہوں۔ اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے اسی لئے فرمائی ہے کہ آپ ﷺ کے آئینہ جمال و کمال میں ذات حق تعالیٰ کا مشاہدہ کیا جائے۔ اور حقیقت کے خلوت خانہ میں آ کر اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے وصل حاصل کیا جائے۔ کیونکہ جو کچھ بھی ہے وہیں سے ملتا ہے۔

قال بعض العارفین لا تجلی اشعة اللہ بقلب الا من مراٰة سره و هو النور المطلق۔ و پرده هائے که دور باید کرد پرده هائے ظلمانی و روحانی و انفسی و آفاقی است که حجاب مقصود و پرده شهود شوند و آنکه ذات محمد را پرده گویند و از میان ساقط گردانند، و چرا گویند که نباید گفت که این قضیه ان شاء اللہ در روز جزا مشخص گردد بلکه در عالم برزخ نزد آنحضرت ﷺ مذکور شود اگر من پیش از شما

از عالم رفتم اول شکایتے که از شما پیش آنحضرت کنم این خواهد بود۔ واللہ اعلم و اگر درین دنیا هم بوقائع و حالات مطلع گردانند دور نیست

بعض عارفین کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی شعاعیں کسی دل میں صرف اس کے سر کے آئینہ سے ہی آتی ہیں اور وہ نور مطلق ہے۔ اور جن پردوں کو دور کرنا چاہئے وہ پردے ظلمت، روحانیت اور انفس و آفاق کے ہیں تاکہ حجاب مقصود اور پردہ شہود بن جائے۔ اور وہ جو ذات محمد ﷺ کو پردہ کہتے ہیں اور اسے ساقط کرنا چاہتے ہیں انہیں نہیں کہنا چاہئے کہ یہ معاملہ انشاء اللہ قیامت کے دن ظاہر ہو جائے گا۔ بلکہ عالم برزخ میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں ذکر کیا جائے گا۔ اور اگر میں اس جہان سے آپ سے پہلے چلا گیا تو پہلی شکایت جو حضور ﷺ کی بارگاہ میں آپ کی کروں گا وہ یہی ہوگی۔ واللہ اعلم۔ اور اگر اس دنیا میں بھی حالات و واقعات کی حقیقت سے مطلع ہوں تو یہ دور نہیں۔

و طریقه و عادت مسکین آنست چنانچه مشغولان این سلسله توجه بذات حق نموده مراقبه جمال شریف می نمایند۔ مراقبه آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم میکند رفته رفته بذات حق یکے شود بمعنی استغراق و حضور که نزد این طائفه معنی اتحاد است، چنانچه گذشت و مراقبه حلیه شریف۔۔۔ که دائمی است و درین ایام که سخنان شما۔۔۔ ذکر آنحضرت و توجه بجناب وے تقریب شده است بحالتے مخصوص شده که زیاده گرداند۔ خدا تعالی تمام عارفان و واصلان و مقربان و محبوبان را می بینم که زبان حال و قال بتوسل و گداگری و استمداد از آنجا کشاده جز بندگی و نیاز و شکستگی و غلامی و سگی نمی نمایند بر روئے ایشان نمیدانم که کدام در معرفت کشاده اند، و روئے حقیقت نموده این چنین سخنان بوجود آمده، سر بر زده است۔ چون است ظاهر آن است که شما دغا خورده آید۔ نمیدانم که از دست که خورده آید واللہ اعلم و العاقبة بالخیر۔

اور فقیر و مسکین کا جو طریقہ اس سلسلہ میں ہے وہ اس سلسلہ میں مشغول لوگوں کو توجہ ذات حق کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ تو مراقبہ جمال شریف کا کیا جاتا ہے۔ جس سے حضور ﷺ کا مراقبہ آہستہ آہستہ ذات حق تعالیٰ کے ساتھ ایک ہو جاتا ہے۔ اس گروہ کے ہاں اس صورت میں استغراق اور حضور کا معنی اتحاد یہی ہے۔ جیسا کہ پہلے گزرا۔ اور حلیہ شریف کا مراقبہ دائمی ہوتا ہے۔ اور ان دنوں میں آپ کے ساتھ جو اس موضوع پر بات چیت ہو رہی ہے تو توجہ جناب ﷺ میں قرب ہے جس کی وجہ سے زیادہ خصوصیت حاصل ہوگئی ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کے تمام عارفین، واصلین، مقربین اور محبوبین کو دیکھتا ہوں کہ ان پر توسل حال و قال گداگری اور استمداد اس جگہ سے حاصل کرتے ہیں جو سوائے بندگی، نیازمندی، عاجزی اور غلامی اور اس در کا کتا کہلانے کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ آپ کے سامنے میں نہیں جانتا کہ کونسا در معرفت کھولا گیا ہے اور حقیقت کا چہرہ دکھایا گیا ہے کہ اس طرح کی باتیں سامنے آ رہی ہیں۔ اور انہیں پر سر پٹخا جا رہا ہے۔ اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے اور یہ نہیں پتہ کہ کس کے ہاتھ سے ہوئی ہے۔ واللہ اعلم اور وہ انجام خیر کا دکھائے۔

بینما مخدوما طریق صواب آنست که قطع نظر ازین تفصیلات و تحقیقات و معارف که مذکور است نموده، بے تردد و تفصیل بگوئید که، فیوض و فتوح در اول و آخر و ظاهر و باطن قبل الوصول و بعده مراد ان و مریدان را و محبوبان را و محبان را همه به تبعیت و طفیل و توسط بتوسل آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم است دیگر سخن نیست زیاده چه گوئید۔ و عجب است در شان کافران و مکذوبان قرآن

وارد شدہ، بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمه هی ولما یاتهم تاویله۔ در شان فقیران صرف کردہ اید وایشان هم اگر این آیة را بخوانند واصله الله علی علم چه شود۔

میرے نزدیک درست راستہ یہ ہے کہ قطع نظر ان تحقیقات اور تفصیلات اور معارف کے جن کا ذکر ہوا۔ میں بے تردد اور تفصیل کے کہتا ہوں کہ تمام فیوض وفتوح اول اور آخر۔ ظاہر وباطن میں قبل الوصول اور بعد الوصول تمام مریدین اور مرادوں، محبوبوں اور محبوں کو حضور ﷺ کے توسل اور تبعیت اور آپ ﷺ کے طفیل ہی نصیب ہوتا ہے۔ اور کوئی بات نہیں، زیادہ کہیں بھی کیا۔ اور کتنے تعجب کی بات ہے کہ جو آیت کریمہ کافروں اور جھٹلانے والوں کے حق میں قرآن میں نازل ہوئی کہ ''بلکہ انہوں نے جھٹلایا اس چیز کو جس کا ان کے علم کی گرفت میں آنا محال ہے۔ اور نہ اس کی ان کے پاس کوئی تاویل ہے'' اسے اس فقیر کی شان میں بیان کیا ہے۔ اور آپ اگر خود اس آیت کو غور سے پڑھیں تو کیا ہوتا ہے۔ اصل کا علم اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔

دیگر عرضه میدارد که در وجود اتباع نبوی که مردم دعوی آن می کنند وبرائے خود کمالات انتساب می کنند وچنین شنیده می شود که ایشان در مکتوبات آنرا بر پنج مرتبه نهاده اند وگفته اند که همه مراتب در آن موجود است وهمچنین هم نوشته اند که در یکے از نیم مراتب، علم باسرار مقطعات قرآنی نیز حاصل میگردد، این مسکین را چه نسبت که چگونه است اتباع از اقوال وافعال می باشد که هرچه فرموده از اوامر ونواهی بجا می آرند، وامتثال نمایند۔ وهرچه کرده اند از افعال بجا آرند وبصفات ایشان متصف شوند، وبعد ازان در احوال باطن که، هرچه از انوار واسرار آنجا یافته ووجود یافته این جا موجود میگردد، وکیست که این کمالات در وے بتمام وکمال حاصل شده باشده، چنانچه در حدیث عائشه صدیقه رضی الله عنها آمده است وایکم نطق ذلک این همه طاعت وعبادت که چندان شب در نماز می ایستادند که پایهائے مبارک می آماسیدند کجا است زهد وریاضت که بر پلاس می خفتند واز نان جو سیر نمی شدند گو۔۔۔ وآن همه عقل، وسخاوت وشجاعت وقوت ورحمت ورافت وتواضع وحلم وعفو ووفا وحق وحسن عهد وصله رحم کجا است وغیر ذلک فما هو، مذکور ومروی فی الاحادیث کمالات آنحضرت صلی الله علیه وسلم را درین صفات واخلاق بود ودر اقصیٰ مراتب درجات بود کراست ومقرر است که حصول فیوض ووصول بمقام قرب بر قدر اتباع خواهد بود، خود مبالغه وتاکید درین باب بسیار کرده اند ودر عبارت ایشان اکثر ذکر متابعت بذکر فضل الهی مقرونست، وگفته باتباع آمد، بلکه به محض فضل الهی گویا برائے دفع شبه، واستبعاد است، ونوشته اند که بکشف صحیح والهام صریح به یقین پیوسته است که بهیچ دقیقه از دقائق این راه وهیچ معرفتے از معارف این قوم بے واسطه، وتوسط متابعت او ﷺ میسر نیست ومنتهی را در رنگ مبتدی ومتوسط وفیوض برکات این راه بے تبعیت وبے طفیل حاصل نشود انتهی

اور ایک دوسری عرض ہے کہ لوگ جو حضور ﷺ کی اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے لئے کمالات کی نسبت بیان کرتے ہیں اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ مکتوبات میں انہیں پانچ مرتبہ بیان کیا گیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس میں تمام مراتب موجود ہیں اور یہ بھی لکھا گیا ہے کہ مراتب علم میں سے آدھا حروف مقطعات قرآنی کے اسرار سے حاصل ہوا ہے۔ اس مسکین کو جو بھی نسبت ہے وہ ساری حضور ﷺ کے اقوال وافعال کی اتباع سے ہے جو کچھ آپ ﷺ نے اوامر ونواہی سے فرمایا ہے ان پر عمل کرنا جو فعل کئے انہیں کرنا۔ اور آپ کی صفات کو اپنانا، اس کے بعد جو بھی احوال باطن، انوار واسرار وہاں موجود تھے یہاں پائے گئے وہ کونسا شخص ہے

جسے یہ کمالات مکمل وکامل حاصل ہوئے ہوں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ "تم میں سے کون ہے جو اس طرح بولے وہ ساری طاعت وعبادت کہ آپ ﷺ رات کو کھڑے ہیں اور پاؤں مبارک سوج جاتے ہیں وہ کہاں ہے اور یہ زہد و ریاضت کہاں کہ ٹاٹ کے بستر پر آرام فرماتے ہیں اور جو کی روٹی کھاتے ہیں اس طرح وہ فہم وفراست، سخاوت، شجاعت، قوت، رحمت، نرمی، تواضع حلم وعفو، وفا، حق وحسن وعدہ، صلہ رحمی، کہاں ہے اور اسی طرح آپ ﷺ کے وہ کمالات جو احادیث میں آئے صفات واخلاق کو بیان کیا گیا اعلیٰ مراتب کمالات تھے وہ کس میں پائے جا سکتے ہیں اور یہ بات محقق ہے کہ قرب ووصول حضور ﷺ کی اتباع کے مطابق حاصل ہوتا ہے۔ اس مسئلہ کو آپ نے بڑے مبالغہ سے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ آپ ﷺ کی اتباع فضل الٰہی جل وعلیٰ سے حاصل ہوتی ہے بلکہ شبہ اور بعد کو دور کرنے کیلئے کہا کہ یہ محض فضل الہ جل جلالہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اور آپ نے لکھا ہے کہ کشف صحیح اور الہام سے میرے علم میں آیا ہے کہ کوئی دقیقہ دقائق قرب اور کوئی راہ معرفت اس قوم سالکین کو سوائے حضور ﷺ کی اتباع کے حاصل نہیں ہوتی۔ اور منتہی کو مبتدی اور متوسط کی طرح کوئی فیوض وبرکات اس راہ میں بغیر اتباع اور طفیل کے حاصل نہیں ہوتے۔

این امرے مجموع علیہ در دین احتیاج کشف والهام چه دارد، چه کمالات دین وصفات مسلمانی همه موقوف بر این است و گویا تخصیص به دقائق ومعارف بیان می کند ومخصوص بشرح وبیان آنست به یقین دانست که بکمال متابعت موصوفست وزبان او واعتراض از وے قاصر چنانچه در اول مکتوب افاده نموده آید، بعد ازان زبان چندان بمدح وثنا رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واحتیاج کلی بتوسط وتوسل وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کشاده اند، که جان را سیراب ودل را شاداب میگرداند ورفع تمام توهمات وسوء ظن می کند اما باوجود این رفع وسائط واستثناء آن از میان دقائق ومعارف کلمات دیگر ناظر در سوئے ادب وگستاخی چیست، اکنون آمدیم بحکایت سکر وصحو مقرراست که اصحاب صحو مفضل اند بر اصحاب سکر۔ زیرا که محکوم وقت اند وحال حاکم است بر ایشان وایشان را ابن الوقت گویند واز تنگنائے نفس واحوال بر نیامده وایشان باصحاب صحو که ازین مضائق بر آمده وحاکم وغالب شده اند، بر وقت وایشان را ابو الوقت گویند، چه نسبت است پس آنچه از بعضے اقطاب که قدوۂ ارباب صحو وتمکین اند مباهاتے ومفاخرتے بر مشائخ دیگر واقع شده است بامر الٰهی است نه بغلبۂ سکر، چنانکه حضرت غوث الثقلین امام الفریقین شیخ عبد القادر گیلانی علیه الرحمة فرموده اند قدمی، هذه علی رقبة کل ولی الله وبزرگی فرموده است من تحت خضراء السماء مثلی۔

یہ معاملہ ایسا ہے کہ اس پر اجماع ہے اس میں کشف والہام کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ کمالات دین اور صفات مسلمانی اسی پر موقوف ہیں گویا کہ تمام دقائق اور معارف کی خصوصیت آپ کی اتباع پر موقوف ہیں۔ ان کی شرح کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور یقین بھی یہی ہے کہ یہ سب کچھ کمال اتباع کے ساتھ موصوف ہے۔ جس پر زبان اعتراض کرنے کی جرأت نہیں کرتی۔ جیسا کہ آپ نے پہلے مکتوب میں بیان کیا۔ اور اس کے بعد حضور ﷺ کی ثناء مدح کو اور آپ ﷺ کے وسیلہ وواسطہ کی کلیۃً ضرورت کو اس طرح سے آپ نے بیان کیا ہے کہ دل وجان کو سیراب وشاداب کر دیا ہے۔ اور تمام توہمات اور بدظنی کو دور کر دیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ کے واسطہ کو اٹھانے کی بات کو معارف ودقائق کی بات بتانا۔ سوائے گستاخی اور سوئے ادب کے کیا ہے۔ اب ہم اپنی گفتگو کو اس موضوع کی طرف لاتے ہیں کہ سکر اور صحو کیا ہے۔ یہ بات متعین ہے کہ اصحاب صحو کو ارباب سکر پر فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ وہ محکوم وقت ہیں اور حال ان پر

حاکم ہے۔اور آپ نے انہیں ابن الوقت کہا ہے۔اور کہا ہے کہ یہ اپنے نفس واحوال کے دائرہ سے باہر نہیں آتے اور اصحاب صحو ان تمام تنگ راستوں سے باہر آجاتے ہیں، وہ اپنے وقت پر حاکم اور غالب ہوتے ہیں، ان کو ابرار وقت کہا گیا ہے۔اس کی کیا نسبت ہے۔اور وہ اصحاب جو مرتبۂ قطبیت پر فائز ہیں اور اولیاء کے قائد ہیں۔ان کی زبان سے فخر اور اپنی بزرگی کو دوسروں پر بیان کرنے کے لیے جو کلمات ادا ہوئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہیں نہ کہ غلبہ سکر کی وجہ سے ادا ہوئے ہیں۔جس طرح حضور غوث الثقلین امام الفریقین شیخ عبد القادر گیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے'' اور ایک دوسرے بزرگ نے فرمایا: آسمان کے نیچے میرے جیسا اور کون ہے۔

و امثال آن بامر الٰہی است کہ در باطن اولیاء اللہ میباشد نہ صادر بہ غلبہ سکر و طفح حال و سکر غیرت و بے تمیزیست و اشارۃ ہذہ منافی آنست و نقل است کہ در بعضے احوال و مقامات حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم قدم ایشان بر قدم خود نہادہ اند کہ این قدم تو قدم من است پس گفت شیخ قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ، پس آن بجہۃ امتثال الٰہی کہ بتحدیث نعمت واقع شدہ است اگر گویند پس چیست تفاوت و اختلاف احوال مشائخ و اولیاء در ارباب صحو تمکین از صحابہ وغیرہم رضوان اللہ علیہم کہ بعضے گفتہ اند و بعضے نہ گفتہ اند۔گویم ایشان تکلم نمی کنند، مگر باذن خدائے عز و جل و امر وے جل و علی پس ہر کہ امر کردہ شد گفت و ہر کہ امر کردہ نشد، نگفت۔

اس طرح کے تمام کلمات امر الٰہی جل وعلیٰ سے ہوتے ہیں نہ کہ غلبہ سکر، حال کی گرفت، اور سکر غیرت اور بے تمیزی کی حالت میں۔اس کا اشارہ اس کے منافی ہے۔اور آپ کے بعض احوال میں منقول ہے کہ کچھ مقامات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غوث الاعظم علیہ الرحمۃ کے قدم کو اپنے قدم پر رکھا اور فرمایا تمہارا قدم میرا قدم ہے۔اسی لئے حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے''۔

اس طرح کے کلمات کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیان کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو بیان کرنا ہوتا ہے۔پس اگر اس طرح سے اولیاء اللہ مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) اگرچہ وہ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کہیں تو کیا حرج ہے اور ان میں اصحاب صحو وسکر کی تمیز کرنے کی کیا ضرورت ہے۔بعض نے اس طرح کے کلمات کہے ہیں اور بعض نے نہیں کہے۔میں کہتا ہوں کہ جو کہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہتے ہیں اور جو نہیں کہتے وہ حکم الٰہی جل وعلیٰ کی وجہ سے خاموش رہتے ہیں۔یعنی جسے حکم فرمایا اس نے کہا جسے نہ کیا اس نے نہ کہا۔

چنانکہ آمدہ است کہ از مشائخ وقت پرسیدہ شد کہ آیا شیخ عبد القادر در این کلمہ را بامر گفت گفتند، نعم بامر گفت و گفتند این نشان قطب است۔از اقطاب در ہر زمان کسے است کہ۔۔۔میشود بسکوت و گنجائش ندارد۔و او را مگر بسکوت و بعضے امر کردہ میشود۔بقول گنجائش ندارد۔ایشان را جز قول و این اکملیۃ در مقام قطبے است زیرا کہ این نشان شفاعت او ست شیخ صاحب عوارف علیہ الرحمۃ بمقتضائے قیاس عقل و مبلغ علم خود این سخن را و امثال این سخن را بر طفح سکر و غلبۂ حال و اشراق نفس حمل کردہ، و شیخ بر قصد محمدت این قوم و عدم حضور آن چنانکہ شما برائے مصلحت وقت کہ درین مکتوب بر ترجیح و تفضیل سکر واقع شدہ کردہ آید بر آن ظاہر عبارت شیخ ساق ساق مخالف است۔فہم شیخ درین جا این چنین رفتہ چہ توان گفت و قول وے درین باب مخالف اقوال کبار مشائخ آنوقت شیخ ابو مدین مغربی و شیخ مجیب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کہ پیر شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ست، واقع شدہ و دیگر مشائخ عظام کہ عد ایشان موجب اطناب است چنانچہ در بہجۃ الاسرار کہ کتابے

معتبر و ذکر آن در کتب در طبقات ذهبی که از مشایخ علماء محدثین و شیخ محمد خردی که قدوۃ علماء متاخرین است و غیر آن مذکور است، و مصنف آن بدو واسطه بحضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ میر سد و در کتب دیگر مثل روضۃ الناظر فی مناقب الشیخ عبد القادر حمۃ اللہ علیہ کہ تالیف شیخ، مجد الدین صاحب قاموس است و در کتب امام عبد اللہ یافعی و غیرہ مذکور است، و مریدان شما را درین سخنان شما سہ قسم یافتیم، جمعی می گویند ما چہ دانیم۔ ایشان چہ می گویند ما را کے مجال فہم سخنان ایشان است ہر چہ گفتہ انداعتقادی کنم کہ حق است، و جماعتے می گویند کہ اینہا از سکر و بیخودی است

جیسا کہ روایات میں آتا ہے کہ کئی مشائخ سے پوچھا گیا کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ نے یہ کلمات اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہے تھے کہ نہیں۔ تو جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہے تھے۔ اور یہ زمانہ کے قطب کی نشانی ہے۔ وہ قطب کوئی بھی ہو۔ ہر زمانہ میں کسی کو کہنے کا کہا گیا تو اس نے کہا۔ کسی کو خاموشی اختیار کرنے کا حکم ملا تو وہ خاموش رہا۔ اسے بولنے کی طاقت نہیں اور دوسرے کو بولنے کے سوا چارہ نہیں۔ اور یہ اکملیت مقام قطبیت کی ہے۔ کیونکہ یہ ان کی شفاعت کا نشان ہے۔ اور شیخ صاحب عوارف السہر وردی (علیہ الرحمہ) نے اپنے تقاضہ قیاس و عقل اور اپنے مبلغ علم کے مطابق اس بات کو اور اس طرح کے دوسرے کلمات کو سکر اور غلبہ حال پر محمول کیا ہے۔ اور شیخ نے اس قدم کی تعریف نہ کرنے اور اس کے مستحضر نہ ہونے کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ جس طرح کہ آپ نے مصلحت وقت کی بنا پر اپنے مکتوب میں اہل صحو کو اہل سکر پر ترجیح دی ہے۔ لیکن شیخ کی عبارت کا ظاہر اس کے سیاق و سباق کے مخالف ہے۔ اور اس معاملہ میں شیخ سہروردی علیہ الرحمہ کی فکر اس طرف گئی ہے جو انہوں نے کہا ہے۔ لیکن یہ سب کبار مشائخ وقت کے اقوال کے مخالف ہیں جیسا کہ شیخ ابو مدین مغربی علیہ الرحمہ، شیخ مجیب الدین سہروردی علیہ الرحمہ جو شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ کے پیر ہیں اور دوسرے کئی مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) جن کا ذکر کرنا کلام کو لمبا کرنا ہے ان سب کے اقوال کے مخالف ہے۔ جیسا کہ بہجۃ الاسرار میں مذکور ہے یہ ایک معتبر کتاب ہے اور اس کا ذکر طبقات ذہبی میں مشائخ اور علماء محدثین میں کیا گیا ہے اور شیخ محمد خردی علیہ الرحمہ علماء متاخرین کے امام ہیں اس کے مصنف کا سلسلہ دو واسطوں سے شیخ عبد القادر علیہ الرحمہ سے ملتا ہے اور اس طرح دوسری کتب جیسا کہ **روضۃ الناظر فی مناقب شیخ عبد القادر** علیہ الرحمہ جو صاحب قاموس شیخ مجد الدین کی تالیف ہے۔ اور اس طرح امام عبد اللہ یافعی علیہ الرحمہ کی کتابوں میں بھی مذکور ہے۔

اور آپ کے مریدوں کو میں نے آپ کی طرف اس قول کی نسبت کرتے ہوئے مفہوم کے بارے میں تین طرح کا پایا ہے ایک گروہ کہتا ہے کہ ہم کیا جانیں یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ ہمارے اندر ان کی باتیں سمجھنے کی طاقت نہیں۔ جو کچھ بھی انہوں نے کہا ہے ہم اسے حق سمجھتے ہیں۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ یہ کلمات سکر اور بے خودی سے ہیں۔

وفرقہ می گویند کہ ہر چہ ایشان می گویند و می کنند ہمہ بامر الٰہی است تاہم برین معنی باشیم۔ اگر براہین قاطعہ از کرامات و آیات کہ، از ان بزرگان منقول و مشہود است مشاہدہ کنم و بے آن تحکم نخستین ظن مجوز متوفقیم الا این حرف کہ در وے نسبت بسرور کائنات گستاخی و بے ادبی لازم می آید، این را بیشک منکر میدانیم ان اللہ لا ۔ ر بلفحشاء و المنکر بر ہر تقدیر عادت این فقیر است توقف و تسلم تجویز درمیان ما است کہ صدور آن ناشی از مقام صحو و تمکین باشد

اور تیسری جماعت کہتی ہے کہ جو کچھ بھی انہوں نے کہا ہے امر الٰہی جل وعلیٰ سے ہے میں بھی اس معنی کا اعتقاد رکھتا ہوں۔ اگر میں ان بزرگوں کی کرامات اور نشان ولایت کے قطعی دلائل کا مشاہدہ کروں جو ان بزرگوں سے منقول ہیں تو میں آپ کے ان اقوال پر ظن کا حکم لگاؤں۔ مگر آپ کے وہ الفاظ جن

میں سرور کائنات ﷺ کی نسبت گستاخی اور بے ادبی لازم آتی ہے اس کا میں منکر نہیں ہوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بے حیائی اور برائی کا حکم نہیں فرماتا۔ اس کلام کو کسی بھی تقدیر پر لیں وہ صحو ہو یا سکر۔ اس فقیر کی عادت توقف اور مان لینے کی ہے۔ اس لئے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ یہ کلمات آپ سے مقام صحو پر سرزد ہوئے ہیں۔

اما شما خود بزبان شریف خود اعتراف کردید و گفتید که هر که مثل این سخنان گفته، نشاء آن سکر است وسکر را ترجیح بر صحو کرده اند وگفته اند که صحو صرف بے مزح سکر عین قصور است۔ وصحو خالص نصیب عوام است، این سخن اختراعی است۔ بخلاف مقامات متصف شده وبر هیچ جا که بے تمیزیست وبے اطلاعی از تمام اشیاء ممزوج نگردد۔ ودر حقیقت سکر وصحو ضدان اند که جمع نمی شوند۔ صحو خالص که آنرا نصیب عوام گفتند کدام است سخن از مقام عارفان وکاملان واهل خصوص می رود۔ واز کلام ایشان معلوم میشود که از بزرگان آنها که صحو ایشان که ممزوج نیست، صحو صرف دارند وباین نوع کلمات تکلم داخل عوام اند۔ این چه سخن است وگفته اند سکر بسطامی که بے تماشی قول لواءی ارفع من لواء محمد ازان بوجود آمد، ازین عبارت مدح سکر واعلائے شان آن مفهوم است۔ ودوران مکتوب گفته اند که سبحانی بسطامی بسبحانی من مساس ندارد که آن از دائرۂ انفس وآفاقست واین از سرچشمه سکر جوش زده واین از عین صحو بر آمده، واین جا ترجیح صحو نموده مفاخرت ومباهات بدان کرده اند، وگفته اند که ظاهر شدن حالست بر دل نتواند که پوشیده دارد چیزے را که پوشیدن آن واجب بود پیش از ظهور آن حال واین متحمل دو قسم است۔ یکے آنکه چیزے منکر وقبیح است وپوشیدن از جهت بود یا صحیح است لیکن در ستر وکتمان آن مصلحت دینی بود لازم نیست که آنچه در کلام اهل الله واقع شود البته ازان قبیل باشد، نه از قسم اول از جهة عدم عصمت وجود ترک واجب که کتمان سرور غایت مصلحت است بر هر تقدیر لازم آمده است وصاحب سکر معذور است اگر بے اختیاری محض گردد اختیار وتکلف را بدخل نبود۔ وبعد ازان سکر ها که در کلام اکابر واقع شده است عد کرده تحسین نموده اند، ومسلم داشته اند ووے دیر تر می گفتند۔۔۔ بیچاره ها پے باصل نبرده گرفتار ظل مانده اند واز زبان حضرت خواجه شنیده ست که میفرمودند که شیخ عبد الله انصاری رحمة الله علیه، فرموده اند که، بر ما مزید دروغها بسته اند، یکے از آنجمله آنکه گفت ضمیر بر پهلوئے عرش زده ام ولوائی ارفع من لواء محمد هم ازان جمله خواهد بود بلک شنیع واقبح است۔

لیکن آپ خود کہتے ہیں کہ اس طرح کے کلمات (جن کو ظاہر پر نہ سمجھا جا سکے) حالت سکر میں سرزد ہوتے ہیں۔ اور آپ سکر کو صحو پر ترجیح دے رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ صحو صرف بے مزح ہے اور سکر عین قصور ہے۔ اور صحو خالص نصیب عوام ہے یہ ساری گفتگو اختراعی ہے (اصول سے اس کا کوئی تعلق نہیں) اور مقامات کے خلاف اس کا وصف بیان کیا ہے اور جس جگہ کوئی تمیز نہ ہو تو بے اطلاع تمام اشیاء اکٹھی نہیں ہوتیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ صحو اور سکر دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ یہ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ وہ صحو جسے آپ عوام کا حصہ کہتے ہیں یہ کونسی بات کرتے ہیں۔ یہ بات تو عارفین، کاملین اور اہل خصوص کے مقام سے ہٹ کر ہے۔ اور آپ کی گفتگو سے یہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ وہ بزرگ جنہیں صحو ممزوج حاصل نہیں وہ صحو صرف رکھتے ہیں۔ اس طرح کی گفتگو عوام کی صف میں شامل ہے۔ یہ کیسا کلام ہے۔ اور آپ نے کہا ہے کہ حضرت بسطامی علیہ الرحمہ کا سکر جو بے تماشہ قول: میرا جھنڈا احمد ﷺ کے جھنڈے سے اونچا ہے۔ سے وجود میں آیا آپ کی اس عبارت سے تو سکر کی تعریف اور حضرت بسطامی علیہ الرحمہ کی شان ظاہر ہو رہی ہے۔ اور مکتوبات میں آپ نے کہا ہے کہ حضرت بسطامی علیہ الرحمہ

کے سبحانی کو میرے سبحانی سے کوئی مقابلہ نہیں۔ کیونکہ وہ دائرۂ انفس و آفاق سے کہا گیا اور یہ سرچشمہ سکر سے جوش کھا کر صحو کے کنوئیں سے باہر آیا ہے۔ اس جگہ پر آپ صحو کو ترجیح دے رہے ہیں اور فخر و مباہات والے کلمات لکھ رہے ہیں۔ اور آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ دل ناتواں پر ظہور کے احوال ہیں یہ انہیں چھپاتا ہے جن کا چھپانا واجب ہو اس حال کے ظاہر ہونے سے پہلے۔ یعنی یہ بات دو احتمال رکھتی ہے۔ ایک یہ کہ کوئی چیز قبیح اور بری ہے اس کا چھپانا ایک جہت سے صحیح ہے لیکن اس کے چھپانے میں دینی مصلحت ہو اس سے لازم نہیں آتا کہ ایسی باتیں اہل اللہ کے کلام میں بھی یقینی طور پر ہوں۔ نہ کہ پہلی قسم سے جن کا ترک واجب ہے یہ عدم عصمت کی وجہ سے کہا گیا۔ کیونکہ ان کا چھپانا غایت میں داخل ہے۔ یہی مصلحت ہے۔ کسی بھی تقدیر پر لیں تو صاحب سکر معذور ٹھہرتا ہے۔ اور اگر بے اختیار محض ہو جائے تو اس میں مکلف ہونے کا کوئی دخل نہیں رہتا۔ اور اس کے بعد آپ نے اکابر اولیاء سے جو کلمات سکر یہ سرزد ہوئے ہیں انہیں گنا ہے اور ان کی اچھائیوں کو بیان کیا ہے۔ اور پھر انہیں تسلیم کیا ہے۔ اور یہ دیر سے کہا ہے۔ کہ بے چارہ اصل تک نہ پہنچ سکا سایہ میں گرفتار ہو گیا۔ اور حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کی زبان سے سنا ہے فرماتے ہیں کہ شیخ عبداللہ انصاری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مجھ پر کئی طرح سے تہمت باندھی گئی ان میں سے ایک یہ ہے۔ کہ میں نے ضمیر کو عرش کے پہلو میں رکھا ہے۔ اور میرا جھنڈا احمد ﷺ کے جھنڈے سے بلند ہے۔ اس طرح کے اقوال سے ہے۔ بلکہ اس سے بھی قبیح ہے۔

از اول قول سبحانی را تاویل مشهور است۔ که در عوارف مذکور است که آنرا حکایت عن الله گفته است و اقوال که از شیخ جنید بغدادی، آورده که، هو العارف والمعروف ولون الماء لون انایه والمحدث اذا قورن بالقدیم لم سبق له اثر، بر تقدیر صحة صدور آن از ایشان در باب فنا فی التوحید است و این مذهب و حال مقام این قوم است این جا سکر چیست۔

پہلے قول ''سبحانی'' کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ اس کی تاویل مشہور ہے۔ عوارف المعارف میں کہا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکایت کو بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے۔ اور جو شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمہ کے اقوال بیان کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے ''وہی عارف اور معروف ہے اور پانی کا رنگ انایہ کا رنگ ہے۔ اور محدث جب قدیم سے مل جاتا ہے تو اس کا اثر باقی نہیں رہتا'' اس کا صدور اگر آپ سے صحیح مان لیا جائے تو اس کی تاویل یہ ہے کہ فنا فی التوحید کے مقام میں یہ کہا گیا۔ یہ مذہب اور حال اس قوم کا ہے اس جگہ سکر کہاں سے آ گیا۔

شیخ ابن عربی که بیان وحدة وجود و اثبات آن می کند۔ بر نهجی که معتقد او است از سکر نیست مذهب و معتقد ایشان همین است و مذهب شیخ جنید اگر خود همین است خیر والا اشاره است باصالت و حقیقت وجود حق سبحانه و فرعیة و عاریة وجود خلق و فنای و اضمحلال این در نظر شهود و در مقابلهٔ وجود حقیقی و غلبه و سطوة این بر آن و لون الماء لو انایه تمثیل و تصویر است برائے ظهور صفات و افعال وے تعالیٰ در مکونات بحسب استعداد و قابلیت ایشان نه ظهور ذات وے تعالیٰ و تقدس در مرایا ظاهر۔ چنانکه اهل وحدت میگویند و فرموده اند که اگر صحو خالص بود که افشاء اسرار آنجا کفر بود و خود را از دیگرے بهتر دانستن شرک بود انتهیٰ سابق مذکور شد که این کلمه نیست، که بصحو باشد و بامر باشد کفر نیست اگر صحیح است و در اظهار آن قوت مصلحتے نیست و اگر به وقوع آن از اهل صحو ممنوع ست، و خود را از دیگرے بهتر دانستن شرک چرا باشد، ظاهرا سهو قلم است و صحیح کر است، و نوشته اند که این فقیر که این دفاتر در بیان علوم و اسرار این طائفه علیه نوشته است بے مزج سکر حاشا و کلا که آن حرام است و منکر است و گزانست و سخن باقست انتهیٰ سبحان الله تا اکنون گمان این بود و از کلامهائے شما نیز کنایه سکر کرده آید، یا برائے تصحیح و تصدیق

آنچه واقع شده است باین سکر برائے اثبات سکر و مسافت معلوم میشد که ایشان صاحب صحو وتمکین اند۔ واز سکر وتلوین منزه ومبرا اند درینوقت چنان معلوم شد که صاحب سکر بوده اند۔

اور شیخ ابن عربی علیہ الرحمۃ نے جو وحدۃ الوجود کو ثابت کیا ہے وہ انکا اعتقاد ہے یہ کلمات سکر سے نہیں۔ ان کا مذہب اور اعتقاد یہی ہے۔ اور شیخ جنید علیہ الرحمۃ کا مذہب وہی ہے جو بیان کیا تو ٹھیک ہے ورنہ وہ اشارہ ہے اصالۃً اور حقیقت وجود حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف اور مخلوق کے وجود کی فرع اور عاریت اور فناء واضمحلال کی طرف یہ وہ ہے جو وجود حقیقی کے مقابلہ میں شہود کے وقت ان پر غلبہ اور سطوت کی وجہ سے ظاہر ہوا۔

اور پانی کا رنگ انا یہ کا رنگ ہے۔ یہ تمثیل اور تصویر ہے ملکونات میں ان کی استعداد اور قابلیت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے افعال وصفات کے ظہور کی نہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ظہور کی دیکھی جانے والی چیزوں میں جیسا کہ اہل وحدت کہتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ اگر صحو خالص ہو تو افشائے اسرار وہاں کفر بن جائے۔ اور خود کو دوسرے سے بہتر جاننا شرک بن جائے۔ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ یہ قائدہ کلیہ نہیں کیونکہ اگر صحو میں یا امر الٰہی جل جلالہ سے ہو تو کفر اگر وہ کلمہ صحیح ہے تو اس اظہار میں قوت مصلحت نہیں۔ اور اگر اس کا وقوع اہل صحو سے ممنوع بھی ہو تو خود کو دوسرے سے بہتر جاننا شرک کیسے ہو گیا۔ یہ ظاہراً قلمی غلطی ہے صحیح کیسے ہوگا۔

اور لکھا ہے کہ اس فقیر نے یہ جو دفاتر اس طبقہ عالیہ کے علوم واسرار کو بیان کرنے کے لئے لکھے ہیں یہ سب کلمات سکر بے مزج سے پاک ہیں۔ حاشا وکلا کیونکہ وہ حرام ہے اور منکر ہے اور لاف زنی ہے سبحان اللہ اب تک تو گمان یہ تھا کہ آپ کی گفتگو کے متعلق بھی کلمات سکر سے کنایہ کیا جائے۔ یا اس کی تصدیق وتصحیح کی جائے کہ جو واقع ہوا ہے وہ سکر کے ساتھ سکر و مسافت کو ثابت کرنے کیلئے ہے۔ لیکن ان کلمات سے معلوم ہوا کہ یہ کہنے والا تو صاحب صحو وتمکین ہے اور سکر وتلوین سے مبرہ ومنزہ ہے۔ اب کیسے معلوم کیا جائے کہ اس وقت میں یہ صاحب سکر تھے۔

ومقرر است که مرتبۂ اهل سکر عاقل ونازل است پس تحقیقات وتدقیقات که کرده اند برائے سکر کرده اند واگر آنچه واقع شده است باین سکر صحیح وموسس بر قواعد طریقت وموافق تر از داد حقیقت است، چنانچه از بیان کردن حقائق ومعارف برائے اثبات او ظاهر میشود، چه غم دارید وچه احتیاج۔۔۔ وانکسار است والا اول میبائست گفت که مقدور دارید چیزے از مستی وبیخودی واقع شده است، وبعد از غبار نیستی آن را از صرف اعتبار وصفحه روزگار میسر شدند محو نموده توبه کرده وکلام السکاری یطوی ولا یردی وعجب است ازین طور کسے که جمیع فضائل وکمالات محمدی افضل الصلوٰۃ واکملها حاصل گردد، باقصی الغایات ومراتب متابعت کمال رسیده در قرب ووصول بجائے رسیده که همه واپس انداخته وحقیقت را بے پرده دیده ودریافته که گرفتار باشد بسکر دیگران خود چکار کنند که باصل نرسیده وگرفتار ظل مانده اند ومحجوب اند از ایشان اگر بجهة فعال حجاب سکری وبے تمیزی واقعه، شود، عجب نباشد ونوشته اند که سخن بافان که بصحو خالص متصف اند بسیاری اندرین قسم سخن نبافتند ودلهائے مردم از جانبرند۔

اور یہ بات مسلم شدہ ہے کہ اہل سکر کا مرتبہ عاقل ونازل ہے۔ پھر جو تحقیقات کی گئیں ہیں وہ سکر سے متعلق ہیں۔ اور جو کچھ واقع ہوا ہے وہ اگر سکر صحیح سے ہے اور اس کی بنیاد قواعد طریقت پر رکھی گئی ہے۔ اور حقیقت کے موافق ہے۔ جیسا کہ حقائق ومعارف کے بیان کرنے سے مقصد اسے ثابت اور ظاہر کرنا ہے۔ اس کا کیا غم اور کونسی حاجت اور انکساری ہے۔

ورنہ یہ کہا جائے کہ پہلی بات یہ ہے کہ جو چیز قدرت میں تھی وہ بے خودی اور مستی کی وجہ سے سرزد ہو گئی۔ اور نیستی کا غبار ختم ہونے کے بعد اسے اعتبار

اور زندگی میسر ہوئی۔ پھر اسے محو کر دیا گیا اور توبہ کر لی گئی۔ کیونکہ اہل سکر کی کلام کو پوشیدہ رکھا جاتا ہے۔

اور تعجب کی بات کہ ایسا شخص جو تمام فضائل وکمالات محمدی (افضل الصلوٰۃ) حاصل کرلے۔ اور متابعت کے اعلیٰ مراتب تک پہنچ جائے۔ اور قرب ووصول کی ان منازل تک پہنچ جائے کہ سب کو پیچھے چھوڑ جائے۔ اور حقیقت کو بے پردہ دیکھے اور جو ان منازل میں گرفتار ہو جائے وہ دوسروں کے سکر سے کیا کرے گا۔ کیونکہ وہ اصل تک نہیں پہنچے اور سایہ میں گرفتار ہو گئے ہیں اور محجوب ہیں۔ ان سے اگر فعال کی جہت سے حجاب سکری اور بے تمیزی سے کچھ سرزد ہو جائے تو تعجب نہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ بہت سے گفتگو میں فنکار بھی جو صحو خالص سے متصف ہیں اس قسم میں گفتگو نہیں کر سکتے۔ اور لوگوں کا دل اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتے۔

گر مراد دلها خواص است مثل این سخن آن را از کجا از جائے می برند، ومحظوظ میسازند بلکه متنفر ومتبری می سازند۔ واگر دلهاے عوام است واناس وفریقین آنها چه مقصود است، وچه اعتبار دارد۔ ودر اصل سخن اعتبار ندارد۔ ومدار بران نیست بساکس که سخنان کاملان می گویند۔ وکامل نباشند وبساکس که حرف سازند ودلربا اند اندرون بدانند وکامل نباشند، الحمد لله از آنجا که ایشان اندهم کمال ست وهم سخنان شما خوب بسیار اند ودلربا اند اما این سخنان شنیع که نسبت بآن حضرت بے ادبی وگستاخی کرده اید آنها را می پوشد وبدنام می سازد وبعضے از مسکینان این راه وخاکساران این درگاه وگدایان این کوئے باشند باوجود نقصان کتب ودفاتر درمیان قواعد طریقت واحکام معامله ازان زیاده نوشته باشند ودریک حرف رقم خورده طعن وانکار شریعت شده باشند واز شاهراه دین بیرون نیفتاده وهاب کریم سخنان ایشان را در بواطن اهل ایمان وقلوب صادقان کوارای داده وقبول بخشیده است وبحکم وصیت مشایخ که در شان ایشان رفته است ولا یتکلم بالحقائق والدقائق بین بل للحق علم المعاملات ومایتمون به من العیوب بر همین قدر اقتصار نموده آید واز قبول عند الله وبیاض الوجه عند رسول الله بسته آید ان شاء الله باش که تا صحبت قیامت بدان بتو کار آید بااین پا در راه ما شکسته دلی می خرند وپس بازار خود فروشان آن راه دیگر ست.

اگر اس سے مراد خواص کے دل ہیں تو وہ اس طرح کی گفتگو سے کیسے اپنی جگہ سے ہل جائیں گے اور کیسے محظوظ ہوں گے بلکہ وہ تو متنفر ہوں گے اور تبرا کریں گے۔ اور اگر عوام الناس کے دل مراد ہیں تو ایسے لوگ اس طرح کی باتوں کا کیا اعتبار کریں گے۔ اور کیا مقصد حاصل کریں گے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کی بات کا ہی کوئی اعتبار نہیں۔ اس اصول پر گفتگو کا مدار بھی نہیں کیونکہ بہت سے لوگ کامل نہیں ہوتے لیکن باتیں کاملوں کی طرح کرتے ہیں اور بہت سے لوگ کامل نہ ہونے کے باوجود گفتگو بڑی دلربا کرتے ہیں الحمدللہ آپ صاحب کمال ہیں آپ کی باتیں بڑی دلربا ہیں لیکن وہ باتیں جو حضور ﷺ کی بارگاہ میں گستاخی اور بے ادبی پیدا کرتی ہیں انہیں چھوڑ دیں اور چھپا دیں اور اس راستے کے کچھ مسکین اور خاکسار اور اس درگاہ کے گدا ایسے بھی ہیں جو باوجود کتابوں کی قلت کے احکام شریعت اور قواعد طریقت کو انہوں نے ان سے زیادہ بیان کیا ہے۔ ان کو ایک طعن زدہ جملے اور شریعت کا انکار کرنے والا کہہ کر شاہراہ دین سے باہر نہیں نکالا جا سکتا۔ اللہ وہاب کریم نے ان کی باتوں کو اہل ایمان کے باطن اور صادقین کے قلوب پر اثر انداز کیا ہے اور مشائخ کی اس وصیت کے مطابق جو ان کی شان کے بارے میں کہی گئی ہے کہ وہ حقائق اور دقائق کے متعلق عام گفتگو نہیں کرتے بلکہ احکام شریعت کو اللہ کیلئے بیان کرتے ہیں اور جن سے عیب چھپ جائیں اسی پر

اقتصار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت اور رسول اللہ ﷺ کے ہاں صاف چہرہ لے جانے کیلئے یہ کرتے ہیں۔انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا قیامت کے دن آپ کے یہ کام آئے گا میرے اس راستے میں ان پاؤں کے ساتھ شکستہ دلی سے چلیں اور خود فروشوں کے بازار کا راہ کوئی اور ہے۔

سخن سید الطائفة تا ھست العبارت وقت الاشارت وما ینفعها الا رکعات فی اللیل غم ایمان باید خورد واز سابقه اندیشید که چه رفته است، ونوشته اند که این سخن که مبنی بر اسرار باشد واز مظاهر مصروف بود، در هر وقتے از مشایخ طریق بطور آمده است وعادت مستمره، این بزگواران گشته۔ واین امرے نیست که آن را این فقیر پیدا کرده ولیس هذا اول قارورة کسرت فی الاسلام انتهی، ظهور سخن مشتمل بر افشائے اسرار توحید وشطحیات طامات که از ظاهر مصروف باشند وافهام عوام بدان نمیرسد وآنرا موهومات مبهمات، میگویند بسیار است اما این قسم سخن که بحضرت اولیاء خصوصاً بحضرت سید المرسلین ﷺ در افتند ودعوی مدارات ومواسات وهمسر گی کنند از کسے در نظر نمی آید۔ وعاقلے گفته۔ ع: با خدا دیوانه باش وبا محمد هوشیار وظاهر این کلام بے ادبی وگستاخی است۔ حرف این از ظاهر نمیدانم که بحسب نشو نمائے خود این را ثابت ومتحقق بکشف ودلائل ساخته اند ودر آخر سکر رابهانه ساخته اند آنها که منتهی گردید وبے قیدیها نمودند، چه چیز بابر سر ایشان گذشته وهنوز زبانها بطعن وتشنیع ایشان دراز است۔ وقول شریف ولیس هذا اول قارورة کسرت فی الاسلام عجب واقع شده است در اعتراف بشناعت آن کافی است وشیشه شکسته چون باز بهم نمی آید وکذلک لا یلتام ما جرح اللسان وآیة کریمه "ما یلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید" وحدیث شریف "کف هذا یفی اللسان" درین باب کافیست، والله اعلم۔

سید الطائفہ جنید علیہ الرحمۃ کی بات یہاں تک ہے کہ فرماتے ہیں۔عبارتیں ختم ہوگئیں اشارے قلیل ہوگئے رات کا رونا ہی کام آتا ہے۔ایمان کا غم کرنا چاہئے اور گزرے ہوئے کے متعلق سوچنا چاہئے کہ کیا کیا ہے۔اور آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بات مبنی بر اسرار ہے اور مظاہر سے پھیری گئی ہے اور مشائخ طریقت کی یہ عادت ہے۔اور بزرگوں کا یہی طریقہ ہے۔یہ کوئی ایسا معاملہ نہیں کہ اس فقیر نے اسے پیدا کیا ہے۔یہ کوئی پہلا شیشہ نہیں جو اسلام میں توڑا گیا ہو۔ میری اس گفتگو کو واضح انداز میں کرنے کا مقصد اسرار توحید کو ظاہر کرنا ہے اور وہ توضیحات جو آپ کے کلام میں ظاہری معنی سے علیحدہ ہیں اور عوام کے فہم میں وہ نہیں آتیں اس لئے انہیں وہ موہمات اور مبہم کلام قرار دیتے ہیں یہی بہت ہے۔

لیکن دوسری باتیں آپ کی کلام میں اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے بارے میں اور خصوصاً حضور سید المرسلین ﷺ کے بارے میں کی گئیں اور آپ ﷺ کے ساتھ اس میں برابری کا دعویٰ کیا گیا وہ کسی کو بھی پسند نہیں آیا۔ایک صاحب عقل نے کیا خوب کہا:"خدا تعالیٰ کے ساتھ دیوانہ ہو اور محمد ﷺ کے ساتھ ہوشیار رہ"۔

آپ کے اس کلام کا ظاہر تو بے ادبی اور گستاخی پر محمول ہوتا ہے اس کلام کے ظاہر سے میں نہیں جانتا کہ اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ اپنی عزت وقدر کو ظاہر کرنے کیلئے کشف اور دلائل سے ثابت و متحقق کیا گیا ہے۔اور پھر آخر میں کلام سکر کا بہانہ بنایا گیا ہے۔یہ وہ ہے جس پر کلام ختم ہوئی اور بے قید کے اسے بیان کیا گیا۔آپ کے سر میں کیا چیز آئی ہے کہ ابھی تک کلام میں طعن و تشنیع جاری ہے۔اور یہ قول کہنا کہ "یہ اسلام میں پہلا شیشہ نہیں توڑا گیا" بڑا عجیب ہے یہ کلام کی شناعت کا اعتراف کرنے کیلئے کافی ہے۔اور شیشہ توڑ کر بھی باز نہیں آئے۔زبانوں کے زخم اس طرح سے بھرے نہیں جاسکتے اور آیت کریمہ ہے:"جو

بھی قول کا تلفظ کیا جاتا ہے۔اس کے پاس اس کا لکھنے والا ہوشیار نگہبان ہوتا ہے۔اور حدیث پاک ہے کہ ''اسے روک یعنی زبان کو'' یہ اس معاملہ میں کافی ہے واللہ اعلم۔

این کلمات بقصد استفسار و استکشاف حال ودفع تالم عارض بال تسکین فرقه صدر نوشته شد، قصد آن داشت که چیزے بنویسد، وبالزام نفس راضی باشد، اصل غرض نصیحت وخیر خواهی و کشف حال است الدین النصیحة واین را از چند مجلس املا نموده وهر بار استخاره بجناب سعادة از شر نفس وتبری از حول وقوة بمبالغه اکید وتمام نموده ومی نوشت امید که معذور باشد وماجور گردد۔

یہ تمام کلمات صرف اصل حال کو جاننے اور اس کے متعلق وضاحت کیلئے لکھے گئے۔جنہیں پڑھ کر دل کو تکلیف ہوتی ہے وضاحت سے اسے تسکین مل جائے۔یہ ارادہ تھا کہ کچھ لکھا گیا اور نفس کے الزام پر ہم راضی ہیں۔اصل غرض نصیحت اور خیر خواہی ہے۔کیونکہ دین سارا ہی نصیحت ہے یہ سب کچھ میں نے مختلف مجالس میں لکھا ہے۔اور ہر بار استخارہ کیا ہے تاکہ شر نفس اور حول وقوۃ سے برأۃ میں مبالغہ کا اظہار کیا ہے۔پھر اسے لکھا ہے امید ہے کہ میں معذور ہوں گا اور اس پر اجر ملے گا۔

ظن فقیر بشیخ جمیل است این مقدار که مرا بشما نسبت محبت واتحاد ست کم کسے را خواهد بود صاحب کشف المحجوب در باب، حسین بن منصور حلاج علیه الرحمة گفته است، بحمد الله عزیز است وے بر دلِ من اما طریقش بهیچ وجه مقبول نیست، وما قال نزداین فقیر شما هم عزیزید وهم طریقه شما اما سخنان که نسبت بحضرت کائنات ﷺ میگویند آنها را تاب ندارد، وآنچه نسبت بمشایخ گفتند کرها وجبرا برداشه شده است اما برداشت این کلمات از طاقت حال این فقیر بیرونست، وهمیشه دعا فقیر در خلوت وجلوت بعد از صلوٰة در سائر اوقات این بوده است: اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه اللهم اجب وبعد ازآنکه آوازه شما درمیان است این سر می گویم خدا وندا این مرد از کمالات خود این چنین خبر می دهد اگر صادق است ما را دلیل بر صدق وحقیقت او الهام فرما ودر تصرف نگهدار که رفع شبهة والتباس کند واگر نه چنین است او را بر سر انصاف آرد ازین روش باز دار۔ یکباری شنیده باشد که نسبت بفقیر این می خواند که ان یک کاذبا فعلیه کذبه وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم التماس آنست، که اگر این طریق را مردم دست آویزد دگر ساخته اند ترک دهید واعلام نمائید دوستان همه در ربقه اطاعت وانقیاد بلکه دشمنان، نیز بر راه محبت واعتقاد نه چون ملازمان حالا خود در اهل سکر واصل کرده اند،

اس فقیر کا شیخ (حضرت سیّدنا امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کے متعلق خیال بڑا اچھا ہے وہ بھی اس قدر ہے کہ جو محبت اور اتحاد مجھے آپ سے ہے کم ہی کسی کے درمیان ایسی ہوگی۔میں آپ کے بارے میں وہی کہتا ہوں جو صاحب کشف المحجوب (حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ) نے حضرت حسین بن منصور حلاج علیہ الرحمۃ کے بارے میں کہی: بحمد للہ میں دل سے انہیں مرغوب ومحبوب سمجھتا ہوں لیکن ان کا طریقہ کسی طرح مقبول نہیں۔اسی طرح آپ بھی مجھے محبوب ہیں اور آپ کا طریقہ بھی پسندیدہ ہے۔لیکن وہ باتیں جو حضور ﷺ کے بارے میں آپ نے کی ہیں دل ان کی تاب نہیں رکھتا۔اور وہ جو مشائخ کے بارے میں کہا گیا ہے اسے بھی زبردستی ماننے کیلئے تیار ہوں۔اور ان کلمات کو برداشت کرنے کی فقیر کو طاقت ہے۔اور خلوت وجلوت میں اور نماز کے بعد تمام

۔قات میں اس فقیر کی ہمیشہ دعا یہ ہوتی ہے۔اے اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو حق دکھا اور اس کی اتباع کی توفیق عطا فرما اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔اے اللہ اسے قبول فرما۔اور اس کے بعد چونکہ آپ کے متعلق ابھی گفتگو چل رہی ہے میں یہ راز اس دعا میں ذکر کرتا ہوں اے میرے رب یہ شخص اپنے حالات وکمالات کی اس طرح سے خبر دیتا ہے اگر اس میں سچا ہے تو اس کی سچائی پر مجھے دلیل وحقیقت کا الہام فرما۔اور اس کے تصرف میں اس طرح سے محفوظ فرما کہ شبہ والتباس ختم ہوجائے اور اگر ایسا نہیں تو اسے انصاف کے راز سے آگاہ فرما اور اس طریقہ سے باز رکھ۔

ایک دفعہ میں نے سنا کہ آپ فقیر کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ ''اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا وبال اس پر اور اگر وہ سچا ہے تو تمہیں وہ مل جائے گا جس کا وعدہ کیا گیا'' التماس یہ ہے کہ اس راستے کو اگر اپنے میں لے لیں گے تو دوسری بابن جائے گی اسے چھوڑ دیں اور اپنے دوستوں کو جو اطاعت وفرمانبرداری کے ضمن میں آتے ہیں بلکہ دشمنوں کو بھی راہ محبت واعتقاد میں آ کر اس طرف بلائیں نہ کہ اپنے آپ کو ملازمان حال اہل سکر میں شامل کریں۔

این سخن مشہور با یزید بسطامی است که در وقت رفتن ازین عالم فرموده اند اللهم ان کنت قلت یوما سبحانی، ما اعظم شانی فالیوم انا مجوسی اقطع زناری وقیل اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده ورسوله الحمد لله که ختم کلام بر شهادتین اتفاق افتاد الحمد لله عاقبت بخیر باد، و صلی الله علی سید المصطفیٰ الامین خلاصة الوجود و مرکز ظهور و ینبوع الحق و لسان محمد و آله و اصحابه اجمعین هداة طریق الحق و منهجی علوم الدین۔

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی یہ بات مشہور ہے کہ اس جہاں سے جاتے ہوئے یہ دعا آپ نے کی تھی ''اے اللہ تعالیٰ اگر میں نے کسی دن یہ کہا تھا سبحانی ما اعظم شانی، تو اس دن میں مجوسی تھا میرا زنار توڑ دے اور پھر یہ کلمہ پڑھا۔ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدً اعَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ الحمد للہ آپ کے کلام کا اختتام شہادتین پر ہوا تھا۔الحمد للہ آپ کی عاقبت بالخیر ہوئی۔ و صلی الله علی سیدنا المصطفی الامین جو وجود کا خلاصہ ہیں جو حق کے ظہور کا مرکز اور حق کا چشمہ ہیں محمد ﷺ کی زبان اور آپ کی آل واصحاب (رضی اللہ عنہم اجمعین) کی زبان طریق حق کی ہدایت دینے والی اور علوم دینیہ کے مناہج کو بیان کرنے والی ہے۔

(منقول از حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص،۳۰۱تا،۳۳۳، ناشر خلیق نظامی)

الجواب: (۱)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

علامہ شیخ عبدالحق دہلوی کے اس کلام میں غور کریں اور سبق حاصل کریں:

اس فقیر کا شیخ (حضرت سیّدنا امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) کے متعلق خیال بڑا اچھا ہے وہ بھی اس قدر ہے کہ جو محبت اور اتحاد مجھے آپ سے ہے کم ہی کسی کے درمیان ایسی ہوگی۔ میں آپ کے بارے میں وہی کہتا ہوں جو صاحب کشف المحجوب (حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ) نے حضرت حسین بن منصور حلاج علیہ الرحمۃ کے بارے میں کہی: بحمد للہ میں دل سے انہیں مرغوب ومحبوب سمجھتا ہوں لیکن ان کا طریقہ کسی طرح مقبول نہیں۔اسی طرح آپ بھی مجھے محبوب ہیں اور آپ کا طریقہ بھی پسندیدہ ہے۔لیکن وہ باتیں جو حضور ﷺ کے بارے میں آپ نے کی ہیں دل ان کی تاب نہیں رکھتا۔

اور وہ جو مشائخ کے بارے میں کہا گیا ہے اسے بھی زبردستی ماننے کیلئے تیار ہوں۔اور ان کلمات کو برداشت کرنے کی فقیر کو طاقت ہے۔اور خلوت

وجلوت میں اور نماز کے بعد تمام اوقات میں اس فقیر کی ہمیشہ دعا یہ ہوتی ہے۔اے اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو حق دکھا اور اس کی اتباع کی توفیق عطا فرما اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔اے اللہ اسے قبول فرما۔اور اس کے بعد چونکہ آپ کے متعلق ابھی گفتگو چل رہی ہے میں یہ راز اس دعا میں ذکر کرتا ہوں اے میرے رب یہ شخص اپنے حالات وکمالات کی اس طرح سے خبر دیتا ہے اگر اس میں سچا ہے تو اس کی سچائی پر مجھے دلیل وحقیقت کا الہام فرما۔اور اس کے تصرف میں اس طرح سے محفوظ فرما کہ شبہ والتباس ختم ہو جائے اور اگر ایسا نہیں تو اسے انصاف کے راز سے آگاہ فرما اور اس طریقہ سے باز رکھ۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے اندر خلوص تھا تو اعتراضات پر ایک مکمل رسالہ لکھنے کے بعد رجوع کیا اور حق کو تسلیم کیا، مگر جبری پیر محمد چشتی تبلیغی جماعت، علامہ محمد اظہر اٹک والے، مولانا محمد بشیر القادری، ابوداؤد صادق، الیاس گھمن دیوبندی، حق کو تسلیم کرنے سے ان کو عار آتی ہے۔

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، لکھتے ہیں: متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

این معارف وحقائق که می شنوی واین هدایت وارشاد که می بینی باعلی ندا اندامیکند که صاحب آن مجدّد است ونه مجدّد ماته بل مجدّد الف صدتا هزار فرقی نه اندک ست لو کنتم تعلمون

یہ معارف وحقائق اور ہدایات وارشاد جو سُنے اور دیکھے جا رہے ہیں یہ اس ذات والا صفات کے ہیں جو علی (امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ خلیفہ چہارم رضی اللہ عنہ) کہتے تھے آپ مجدد ہیں سو (۱۰۰) سال کے بعد کے مجدد نہیں بلکہ حضرت امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہزار (۱۰۰۰) سال کے بعد والے مجدد ہیں اور یہ فرق کوئی معمولی فرق نہیں بلکہ بہت بڑا فرق ہے کاش تم لوگ اس سے واقفیت حاصل کرلو۔

(اخبار الاخیار، ص، ۳۲۵، ناشر النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، پاکستان)

مدنی تاجدار ﷺ، قطب العارفین مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

کہ جس کو ہم سے اخلاص ہوگا اُسے اِن سے بھی اخلاص ہوگا۔

حضرت شیخ المشائخ فرید عصر شاہ غلام علی مجدّدی دہلوی علیہ الرحمہ اپنے رسالے میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگرچہ حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے ابتداء میں بلا تحقیق وتفتیش حضرت مجدّد (قطب العارفین سراج السالکین مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ) پر اعتراضات کئے تھے مگر انکشاف حقیقت کے بعد رجوع کیا پھر رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفی ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ مدنی تاجدار ﷺ قطب العارفین سراج السالکین مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرماتے ہیں "جس کو ہم سے اخلاص ہوگا ان سے بھی ہوگا"

جب شیخ (حضرت علامہ شیخ عبدالحق علیہ الرحمہ) نے حضرت رسالت (رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفی ﷺ) کی یہ شفقت دیکھی تو اپنے خیالات سے تائب ہوئے اور حضرت شیخ المشائخ خواجہ رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمہ کے خلیفہ حضرت خواجہ حسام الدین احمد علیہ الرحمہ کی خدمت میں تحریر لکھ کر بھیج دی۔

(علماء ہند کا شاندار ماضی، ص، ۱۸۴)

حضرت غوث الاسلام والمسلمین شاہ غلام علی عبداللہ مجددی، دہلوی علیہ الرحمہ متوفی، ۱۲۴۰ھ لکھتے ہیں:

در مکتوبے مرسل بحضرت میرزا حسام الدین خلیفه حضرت خواجهٔ خواجگان خواجه محمد باقی بالله رحمة الله علیهما نوشته اند که

غبارے که فقیر را بخدمت حضرت شیخ احمد بود رفع شد و غشاوۂ بشریت نماند بذوق و وجدان در دل چیزے افتاده که با چنین عزیزان بد بناید بود سبحان الله مقلب القلوب است ظاهر بینان استبعاد خواهند نمود۔

انہوں (شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ) نے حضرت میرزا حسام الدین علیہ الرحمہ خلیفہ خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ کے نام بھیجے گئے (اپنے) ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ فقیر کو حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے ساتھ جو ملال تھا، وہ دور ہو گیا ہے، اور پردہ بشریت نہیں رہا۔ ذوق و وجدان سے ایک چیز دل میں آئی ہے کہ ایسے عزیز کے ساتھ برائی نہیں کرنی چاہیے۔ سبحان اللہ! وہ دلوں کو موڑنے والا ہے، ظاہر بین دورر ہنا چاہیں گے۔

(مکاتیب شریفہ، مکتوب، ہشتاد و ہشتم (رسالہ ششم)، ص، ۸۴، المکتبۃ ایشق بشارع دار الشفقۃ، استانبول، ترکیہ)

حضرت مؤید الدین بیرنگ خواجہ محمد باقی باللہ، کابلی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۳ھ، لکھتے ہیں:

رقعه ۶۵: در علو استعداد شیخ احمد سرهندی به کسے شیخ احمد نام مردے است در سرهند کثیر العلم و قوی العمل روزے چند فقیر با او نشست و برخاست کرده عجائب بسیار از روزگار اوقات او مشاهده کرد بآں می ماند که چراغے شوُد که عالمِ هااز وروشن گروند بحمد الله احوال کامله او مرا یقین پیوسه ایں شیۃ مثار الیه برادران و اقربا وارد همه مردم صالح و از طبقه علما چندے رادعاگو ملازمت کرده از جواهر عالیه دانسته استعداد هائے عجب دارند فرزندان آں شیخ که اطفال و اسرار الٰهی انبا لجمله شجره طیبه اند البته الله نباتاً حسناً الغرض بجهت کثرت عیال و علو فقرو بے معاشی تفرقه در اوقات آں جماعت است اگر از وجه چهل یک هر سال قدرے معین بآں خانواده برسد چنانچه کاتب قسمے درمیان ایشان قرار دهد بغایت مستحسن است مورث خیر بسیار هرچند که اند کے باشد رکن عظیم، از خیرات خواهد بود فقیر اباب الله اندولهائے عجب وارند زیاده جرأاست

رقعہ، ۶۵: سرہند میں شیخ احمد نام ایک آدمی بڑے علم والا ہے۔ چند دن فقیر (خواجہ محمد رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمہ) کی مجلس میں رہا۔ فقیر (خواجہ محمد رضی الدین باقی باللہ علیہ الرحمہ) نے اس کے روزگار اور اوقات سے بہت عجیب باتیں مشاہدہ کیں۔ امید ہے۔ کہ وہ ایسا چراغ روشن ہوگا۔ جس سے تمام جہان روشن ہو جائے گا۔ اس کے احوال کاملہ یقینی ہیں اس کے کامل احوال دیکھ کر میرا پختہ یقین ہے۔ کہ وہ ایسا ہی ہوگا۔

الحمد للہ شیخ مذکور کے جتنے بھائی اور قریبی رشتہ دار ہیں۔ سب کے سب نیک اور عالم آدمی ہیں اس دعا گو نے بعض سے ملاقات کی ہے۔ سب بیش قیمت موتی ہیں۔ اور بڑی عجیب استعداد رکھتے ہیں۔ اس شیخ کے فرزند جو اپنے بچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسرار ہیں۔ غرض سب کے سب شجرہ طیبہ یعنی پاک درخت کی طرح ہیں۔ جس سے پاک ہی شاخیں نکلی ہیں۔ لیکن عیال کی کثرت اور فقر اور تنگدستی کی زیادتی اور وجہ معاش کے نہ ہونے کے باعث ان سب کے اوقات میں پراگندگی آ رہی ہے۔ اگر ہر سال چالیسویں حصہ کے طور پر ان لوگوں کے لئے کچھ معین ہو جائے اور تقسیم کرنے والا منتظم ان کے درمیان مناسب طور پر بانٹ دیا کرے۔ تو بہت ہی اچھا ہے۔ اور بہت ہی نیکی اور اجر کا باعث ہے۔ تھوڑا بہت جس قدر بھی مقرر ہو جائے۔ خیرات اور نیکیوں کا رکن عظیم ہوگا۔ فقیر اللہ تعالیٰ کے دروازے ہوتے ہیں۔ اور بہت ہی عجیب دِل رکھتے ہیں۔ زیادہ لکھنا بے ادبی ہے۔

(کلیات باقی اللہ، رقعہ، ۶۵، ص، ۱۳۰، ناشر، ملک دین محمد اینڈ سنز، اشاعت منزل بل روڈ لاہور)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

کتاب اخبار الاخیار تمام شد و بحقیقت تمام آنزمان شود از ذکر جمیل قدوة الاخیار زبدة المقربین الابرار، قطب الاقطاب، فضیلت

مظہر تجلیات الٰھی، مصدر برکات نامتناھی امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرھندی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) طرفی بربندو۔

از انجاکہ شیخ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در آخر ازان خیالات کہ نسبت بحضرت ایشان داشت رجوع فرمود آوردن ذکر این اقدم کاملان واسبق واصلان در آخر این کتاب مناسب نمود چون در حقیقت کارنگری اول وآخریکی ست و رجوع شیخ مشھور و بر السنہ ثقات مذکور واین امر ظاھر ترشود چون بہ بینی مکتوب شیخ راکہ در آخر این نسخہ بیاریم انشاء اللہ تعالیٰ بالجملہ نست۔

ترجمہ: کتاب اخبارالاخیار مکمل ہوئی لیکن حقیقتاً اس وقت پایہ تکمیل کو پہنے گی جبکہ زبدۃ المقربین الابرار، قطب الاقطاب، فضیلت مظہر تجلیات الٰہی، مصدر برکات نامتناہی امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ کے کچھ حالات تحریر کئے جائیں۔

مجھ مصنف کو آخری عمر میں آپ سے نسبت حاصل ہوئی اس لئے آپ مقدم ترین کاملین وسابق ترین واصلین الی اللہ کا تذکرہ اس کتاب کے آخر میں ہی زیادہ مناسب ہے اور اگر حقیقت پر نظر کی جائے تو اول وآخر سب ایک ہی چیز ہے، میرا آپ سے رجوع ہونا ثقہ حضرات کی زبانی بھی مشہور بات ہے جیسا کہ کتاب کے آخر میں ان شاء اللہ بیان ہوگا۔

(اخبارالاخیار، ص، ۳۲۴، ناشر النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، پاکستان)

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں:

درین ایام صفائی فقیر بخدمت میان شیخ احمد سلمہ اللہ تعالیٰ از حد متجاوز ست و اصلا پردہ بشریت وغشاوہ جبلیت بمیان نماندہ قطع نظر از رعایت طریقہ وانصاف وحکم عقل کہ بااین چنیں عزیزان وبزرگان بدنباید بود در باطن بطریق ذوق ووجدان وغلبہ چیزی افتادہ بہ زبان از تقریر آن لال است سبحان اللہ مقلب القلوب ومبدل الاحوال شاید ظاھر بنینان استبعاد کنند من نمیدانم کہ حال چیست وبچہ منوال است انتھی۔وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ اجمعین برحمتک یاارحم الرحمین۔

ترجمہ: آج کل اس فقیر عبدالحق محدث دہلوی کی حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی علیہ الرحمہ سے صفائی باطن حد سے بڑھی ہوئی ہے۔ ہمارے درمیان کوئی پردہ بشریت اور غبارِ جبلیت باقی نہیں رہا، اس امر سے صرف نظر کرتے ہوئے کہ طریقہ کی رعایت اور عقل وانصاف کے تقاضوں کی رو سے ایسے عزیز اور بزرگوں سے برائی نہیں کرنی چاہیے، اب میں کہتا ہوں کہ جو کچھ بہ طریقِ ذوق، وجدان وغلبہ کے میرے باطن میں آیا ہے اس کے بیان کرنے سے میری زبان قاصر ہے، اور پاک ہے اللہ تعالیٰ دلوں کو پلٹنے والا اور احوال کو بدلنے والا۔ ظاہر بین افراد شاید اس بات کو بعید سمجھیں، میں خود بھی نہیں جانتا کہ یہ کیا ماجرا ہے اور کیا کیفیت ہے۔ تمام تعریفیں اور پاکیزگی صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو دلوں کو بدلتا اور حالات درست کرتا ہے۔ بعض لوگ شاید اس کو دور کی بات سمجھیں لیکن میں نہیں جانتا کہ اب میری کیا حالت ہے اور کیا طریقہ ہے۔

لاکھوں درود وسلام ہوں حضور پرنور ﷺ پر، آپ ﷺ کے آل واصحاب رضی اللہ عنہم پر اور تمام صالحین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) پر، اے ارحم الراحمین تو ہم سب پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ آمین۔

(اخبارالاخیار، ص، ۳۲۶، ناشر النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، پاکستان) (مقامات خیر، ص، ۵۴)

الجواب:(۲)

یہ وہ مکتوب ہے جس پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اعتراض کیا:

حضرتِ عالی امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

به ((مولانا صالح کولابی)) در اسرار مرادی و مریدی حضرت ایشان مدظله العالی۔

الحمدلله و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ

من هم مرید الله ام۔ جل و علا۔ وهم مراد الله۔ عز شانه۔ سلسلۂ ارادت من بی توسط به الله متصل است۔ تعالیٰ۔ و ید من، نائب مناب یدالله است۔ سبحانه۔

ارادت من به ((محمد رسول الله))۔ صلی الله علیه و اله وسلم۔ به وسائط کثیره است، در طریقۂ نقشبندیه، بیست و یک واسطه در میان است و در طریقۂ قادریه، بیست و پنج و در طریقه چشتیه، بیست و هفت۔

و اردات من به الله تعالیٰ، قبول وساطت نمی نماید، چنانچه گذشت۔ پس من هم مرید ((محمد رسول الله)) ام۔ صلی الله علیه و اله وسلم۔ وهم پیرۂ پسر و او۔

بر خوان این دولت هر چند طفیلی ام، اما ناخوانده نیامده ام و هر چند تابع ام، اما از اصالت بی بهره نیم و هر چند امتم، اما شریک دولتم، نه شرکتی که از آن دعوای همسری خیزد که آن کفر است، بلکه شرکت خادم است با مخدوم، تا نطلبیده اند، بر سفرۂ این دولت حاضر نشده ام و تا نخواسته اند، دست به این دول دراز نکرده ام۔

هر چند ((اویسی)) ام، اما مربی حاضر و ناظر دارم، هر چند در طریقۂ نقشبندیه، پیر من ((عبدالباقی)) است، اما متکفل تربیت من، الله الباقی است۔ من به فضل تربیت یافته ام و به را اجتبا رفته، سلسلۂ من، سلسلۂ رحمانی است، که من ((عبدالرحمن)) ام۔ چه رب من ((رحمن)) است و مربی من، ((ارحم الراحمین)) و طریقۂ من، طریقۂ سبحانی است که از راه تنزیه رفته ام و از اسم و صفت، جز ذات اقدس تعالیٰ نخواسته۔ این سبحانی، نه آن سبحانی است که ((بسطامی)) به آن قائل گشته است، که آن را با این مساسی نیست، که آن از دائرۂ انفس نه بر آمده است و این ماورای انفس و آفاق است۔ و آن تشبیه است که لباس تنزیه پوشیده است و این تنزیه است که گردی از تشبیه به وی نرسیده [است]۔ و آن از سر چشمۂ سکر جوش زده است و این از عین صحو بر آمده است۔

ارحم الراحمین در حق من اسباب تربیت را غیر از معدات نداشته است و علت فاعلی در تربیت من، غیر از فضل خود در انساخته، از کمال کرم، اهتمام و غیرتی که در حق من دارد۔ تعالیٰ و تقدس۔ تجویز نمی فرماید که فعل دیگری را در تربیت من مدخلتی باشد و یا من به دیگری در این معنی متوجه گردم۔ مربای (پرورده و تربیت یافتۂ) الهی ام۔ جل شانه۔ و مجتبای فضل و کرم نامتناهی او تعالیٰ۔ با کریمان کارها دشوار نیست۔

الحمدلله ذی الجلال و الاکرام و المنة و الصلوٰة علیٰ رسوله و التحیة اوّلاً و اخراً۔

مولانا صالح کولابی کی طرف صادر فرمایا (حضرت مجدد ﷺ کی مُرادی و مریدی کے اسرار کے بیان میں)

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

میں اللہ تعالیٰ کا مرید بھی ہوں اور اللہ تعالیٰ کا مراد بھی، میری ارادت کا سلسلہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے متصل ہے اور میرا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے قائم مقام ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ سے میری ارادت بہت سے واسطوں سے ہے طریقہ نقشبندیہ میں درمیان میں اکیس (۲۱) واسطے ہیں اور طریقہ قادریہ میں پچیس (۲۵) اور طریقہ چشتیہ میں ستائیس ۲۷، اور میری اللہ تعالیٰ سے جو ارادت ہے وہ واسطے کو قبول نہیں کرتی۔

جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ میں محمد رسول اللہ ﷺ کا مُرید بھی ہوں اور ان کا متبع، ہم پیر بھی اس دولت کے دسترخوان پر اگرچہ میں طفیلی ہوں لیکن بن بلائے نہیں آیا ہوں اور اگرچہ میں تابع ہوں لیکن اصل سے بے نصیب نہیں ہوں اور اگرچہ میں امتی ہوں لیکن دولت میں شریک ہوں لیکن وہ شرکت نہیں جس سے ہمسری کا دعویٰ پیدا ہو کہ وہ کفر ہے بلکہ یہ شرکت خادم کی اپنے مخدوم کے ساتھ شرکت ہے مجھے جب تک بلایا نہیں گیا میں اس دسترخوان پر حاضر نہیں ہوا ہوں اور جب تک انہوں نے خود نہیں چاہا میں نے اس دولت کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا ہے۔ اگرچہ میں اُویسی ہوں لیکن میں اپنا حاضر اور ناظر مربی رکھتا ہوں۔ اگرچہ طریقہ نقشبندیہ میں میرا پیر عبد الباقی ہے لیکن میری تربیت کا کفیل خود اللہ الباقی ہے میری تربیت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوئی ہے اور میں اجتباء کی راہ چلا ہوں میرا سلسلہ سلسلۂ رحمانی ہے کہ میں عبد الرحمان ہوں کیونکہ میرا رب رحمان ہے اور میرا مربی ارحم الراحمین، اور میرا طریقہ طریقۂ سبحانی ہے کہ میں تنزیہ کی راہ پر چلا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی اسم اور صفت کو نہیں چاہا ہے یہ میرا اسبحانی کہنا وہ سبحانی نہیں ہے جس کا بُسطامی قائل ہوا ہے کہ اس کو اس سے کوئی ربط نہیں ہے کہ وہ انفس کی چوٹی سے باہر نہیں آیا ہے اور یہ انفس وآفاق سے ماوراء ہے اور وہ تشبیہ ہے جس نے تنزیہ کا لباس پہنا ہے اور یہ وہ تنزیہ ہے کہ جس کو تشبیہ کی بُو بھی نہیں پہنچی ہے اور اُس نے سُکر کے چشمہ سے جوش مارا ہے اور یہ عین صحو سے برآمد ہوا ہے۔ ارحم الراحمین نے میرے حق میں تربیت کے اسباب کو موقوف علیہ نہیں رکھا ہے اور میری تربیت میں اپنے فضل کے سوا کسی کو علت فاعلی نہیں بنایا اور اپنے کمال کرم سے اور اس غیرت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ میرے حق میں رکھتا ہے جائز نہیں رکھا ہے کہ میری تربیت میں کسی دوسرے کے فعل کا کوئی دخل ہو یا میں اس معنی میں دوسروں کی طرف متوجہ ہوں، میں اللہ تعالیٰ کا پروردہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم نامتناہی کا مجتبیٰ ہوں۔

باکریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ: شرفاء کے لئے کئی کام مشکل نہیں ہوتے

الحمد للہ ذی الجلال والاکرام والمنة والصلوٰة علی رسوله والتحیة اوّلاً وآخراً

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۸۷، ج،۲، ص، ۵۶۳، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تهران)

اِسں مکتوب کا جواب مجدد الف ثانی ﷺ کی تحریر سے:

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں

به ((میرزا حسام الدین احمد)) در حل عبارات مکتوبی که متضمن اسرار است۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

صحیفۂ گرامی که از روئ شفقت و مهربانی، نامزد این فقیر ساخته بودند، به مطالعۂ آن مشرف گشت۔ اندراج یافته بود که عزیزی بر عبارت مکتوبی که در ((اجمیر)) نوشته بودی، اعتراض ها دارد و در حل آن باید نوشت و بعضی از یاران چون تعیینِ مواضع اشتباه نوشته بودند، به اندازۂ آن، چند مقدمه در حل آن اشتباه۔ بعونِ اللہ سبحانہ۔ نوشته آمد۔ واللہ سبحانہ الهادی الی سبیل الرشاد

مخدوما مکرما! سیر مرادی و سیر مریدی امری است که به وجدانِ صاحبِ آن سیر تعلق دارد و الزام امری نیست که به غیر تعلق، داشته باشد۔ پس حجت و برهان بر اثبات آن طلبیدن، گنجایش ندارد۔ مع ذلک کسی را که حضرت حق۔ سبحانہ۔ قوت حدسیه داده است اگر در احوال و اوضاع صاحب آن سیر نیک ملاحظه نماید و فیوض و برکات و علوم و معارف الهی۔ جل شانہ۔ که او به آن ممتاز است، مشاهده کند، تواند که حکم به سیر مرادی او نماید و هیچ محتاج به دلیل نبود، در رنگ آنکه بعد از ملاحظۂ قرب و بعد و مقابله و اجتماع که قمر را با شمس است، حکم کند که نورِ قمر مستفاد نورِ شمس است، اگرچه این معنی بر غیر ارباب حدس حجت نبود۔

و نیز حضرت خواجۂ ما۔ قدس سرہ۔ در اوائلِ حال، سیر این فقیر را سیرِ مرادی مقرر فرموده بودند، شاید یاران هم این معنی را از ایشان شنوده باشند۔ و این ابیات مثنوی، مطابق حال فقیر دانسته، می خواندند:

عشق معشوقان نهان است و ستیر		عشق عاشق با دو صد طبل و نفیر
لیک عشق عاشقان تن زه کند		عشق معشوقان خوش و فربه کند

مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا

ایک مکتوب کی عبارات کے حل میں جو کہ اسرار کا متضمن ہے

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

آپ کا گرامی نامہ جواز روئے شفقت اس فقیر (حضور سیّدی مجدّد الف ثانی ﷺ) کے نام لکھا گیا تھا اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا لکھا تھا کہ ایک بزرگ نے اس مکتوب کی عبارت پر جو تم نے اجمیر میں لکھا تھا کچھ اعتراض کئے ہیں ان کے حل میں کچھ لکھنا چاہئے اور بعض دوستوں نے چونکہ اشتباہ کے مواقع کی تعیین کر کے لکھا ہے تو ان کے اندازہ کے مطابق چند ایک مقدمات اس شبہ کے حل میں خداوند تعالیٰ کی مدد سے لکھے جاتے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی بھلائی کے راستے کی راہنمائی کرنے والا ہے۔

میرے مخدوم ومکرم! سیر مرادی اور سیر مریدی ایک ایسا امر ہے۔ جو اس سیر والے کے وجدان سے تعلق رکھتا ہے اور یہ کسی نہ کسی امر کا لازم کرنا نہیں ہے کہ بغیر تعلق کے رکھا جائے پس اس پر دلیل اور برہان طلب کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کے باوجود جس آدمی کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے قوت حدس عطا فرمائی ہے وہ اگر اس سیر والے کے احوال واوضاع میں اچھی طرح غور کرے گا اور وہ فیوض وبرکات اور علوم ومعارف الٰہی جل شانہٗ کہ جن سے وہ ممتاز ہے مشاہدہ کرے گا تو ہوسکتا ہے کہ اس پر سیر مرادی کا حکم لگائے اور کسی دلیل کا محتاج نہ ہو اس آدمی کی طرح جو کہ اس قرب وبعد اور مقابلہ واجتماع کو ملاحظہ کرے جو چاند کو سورج سے ہے تو فیصلہ کرے گا کہ چاند کا نور سورج سے حاصل ہے اگرچہ یہ معنی ارباب حدس کے علاوہ کسی اور پر حجت نہیں ہوگا۔ اور یہ بھی ہے کہ ہمارے خواجہ

(باقی باللہ) قدس سرہٗ نے اس فقیر (حضور سیّدی مجدّد الف ثانی رضی اللہ عنہ) کو سیر کے اوائل حال میں اس سیر کو سیر مرادی مقرر فرمایا تھا شاید دوستوں نے بھی یہ بات سن لی ہوگی اور مثنوی کے یہ اشعار اس فقیر کے حال کے موافق پڑھا کرتے تھے۔

عشق معشوقاں نہاں است وستیر		عشق عاشق با دو صد طبل و نفیر

ترجمہ: مشعوق کا عشق پوشیدہ اور نہاں ہوتا ہے اور عاشق کا عشق دو سو طبل اور نفیریوں سے ہوتا ہے

لیک عشق عاشقاں تن زہ کند		عشق معشوقاں خوش و فربہ کند

ترجمہ: لیکن عاشقوں کا عشق جسم کو لاغر کرتا ہے اور مشعوقوں کا عشق خوش اور موٹا کرتا ہے

و از مرادان هر که واصل گشته است، به راه ((اجتبا)) رفته است۔ راہ اجتبا مخصوص به انبیاء نیست۔ علیهم الصلوات و التسلیمات۔ صاحبِ ((عوراف))۔ قدس سرہ۔ دربیانِ مجذوب سالک و سالکِ مجذوب تصریح به این معنی فرموده است و راه مریدان را راهِ ((انابت)) و راهِ مرادان را راهِ ((اجتبا)) گفته (است)۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ: اَللّٰهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ (شوری/۱۳) آری! راه اجتبا بالا صالت مخصوص به انبیاءست۔ علیهم الصلوات و التسلیمات۔ و امتان را از آن اصلاً نصیب نیست، که آن غیر واقع است۔

مخدوما! وصولِ فیوض مر سالک را به توسط و حیلولتِ خیر البشر۔ علیه و علیٰ اله الصلوٰة و السلام۔ تا زمانی است که حقیقتِ آن سالک که محمدی المشرب است، با حقیقت محمدی منطبق نگشته است و با آن متحد نشده و چون به کمال متابعت، بلکه به محض فضل، در مقاماتِ عروج، این حقیقت را با آن حقیقت اتحادی حاصل شد، توسط بر خاست، چه توسط و حیلولت در مغایرت است و در اتحاد توسط و متوسط و حاجب و محجوب نبود، آنجا که اتحاد است، معامله به شرکت است، اما چون سالک، تابع و الحاقی، و طفیلی است، از قبیل شرکت خادم بود با مخدوم۔

اور مرادوں میں سے جو بھی واصل ہوا ہے وہ راہِ اجتباء سے گیا ہے اور مریدوں کی راہ کو انابت اور مرادوں کی راہ کو اجتباء کہا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اَللّٰهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ (شوریٰ، ۱۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جسے چاہیں اسے برگزیدہ کرلیں اور جو اللہ جل جلالہ کی طرف رجوع کرے اللہ جل جلالہ اسے ہدایت دیتا ہے۔

ہاں اجتباء کی راہ اصل میں تو انبیاء علیہم السلام سے مخصوص ہے اور امتوں کو دوسرے کمالات کی طرح ان کی تابعداری میں یہ چیز ملتی ہے یہ نہیں کہ اجتباء مطلقاً نبیوں علیہم السلام سے مخصوص ہے اور امتوں کو اس سے بالکل حصہ نہیں ہے کہ وہ غیر واقع ہے۔

میرے مخدوم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت اور حیلولت سے سالک کو فیوض پہنچنا اس وقت تک ہے کہ جب تک اس سالک کی حقیقت محمدی المشرب ہے اور حقیقت محمدی سے منطبق نہیں ہوئی ہے اور اس کے ساتھ متحد نہیں ہے اور جب اپنی کمال متابعت کی وجہ سے بلکہ محض اللہ جل جلالہ کے فضل سے عروج کے

مقامات میں اس حقیقت کو اس حقیقت سے اتحاد حاصل ہوتا ہے تو وساطت ختم ہو جاتی ہے کیونکہ وساطت اور حیلولت تو مغایرت میں ہے اور اتحاد میں توسط اور متوسط اور حاجب اور محجوب نہیں ہوتے جس جگہ اتحاد ہے اس جگہ شرکت کا معاملہ ہے لیکن چونکہ سالک تابع اور الحاق اور طفیلی ہے لہٰذا اس کی شرکت خادم کی مخدوم سے شرکت ہوتی ہے۔

و آنکه گفتم که حقیقت او را با حقیقت آن سرور۔ علیه و علیٰ اله الصلوٰة و السلام۔ انطباقی و اتحادی پیدا می شود، بیانش آن است که حقیقت محمدی۔ علیه و علیٰ اله الصلوٰة و السلام۔ جامع جمیعِ حقایق است و آن را حقیقة الحقائق گویند و دیگران در رنگِ اجزا اند مر او را یا جزئیات، زیرا که اگر محمدی المشرب است، حقیقتِ سالک در رنگ جزئی است مر آن کلی را و محمول است بروی۔ و حقیقت غیر محمدی المشرب در رنگ جزء است مر آن کل را و غیر محمول است بروی۔ و این حقیقت غیر محمدی المشرب، را اگر اتحادی در عروج پیدا شود، با حقیقت پیغمبری خواهد بود که این بر قدم اوست و محمول بر آن حقیقت خواهد شد و شرکتی در کمالاتِ مناسبۂ او پیدا خواهد و لیکن از قسمِ شرکت خادم بود با مخدوم۔ چنانچه گذشت۔ و چون این جزئی را به علاقۂ کمال متابعت، بلکه به محض فضل، محبتِ خاص به کلی خود پیدا می شود و شوق وصول آن دامنگیر او می گردد، آن قیدی که کلی را به جزئی آورده بود، به فضل خداوندی۔ جل شانه۔ رو به زوال می آرد و به تدریج بعد از زوال، این جزئی را با آن کلی انطباقی و الحاقی حاصل می شود۔

و آنکه گفتم محبت خاص پیدا می شود، در رنگ آنکه به محض فضل، این فقیر را پیدا شده بود و در غلباتِ آن محبت می گفت که محبتِ من به حضرت حق۔ سبحانه۔ از آن جهت است که او تعالیٰ رب ((محمد)) است۔ صلی اللہ علیه و اله و سلم۔

و ((میاں شیخ تاج)) و یاران دیگر از این مقوله تعجب می کردند، انگارم که از خاطر شما هم نرفته باشد و تا این قسم محبت پیدا نشود، الحاق و اتحاد چگونه متصور بود۔ (ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ)

اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اس کی حقیقت کو رسول اللہ ﷺ کی حقیقت سے انطباق و اتحاد پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا بیان یہ ہے، کہ حقیقت محمدی علیه و علیٰ آله الصلوٰة و السلام تمام حقائق کی جامع ہے اور اس کو حقیقت الحقائق کہتے ہیں اور دوسروں کے حقائق اس کے اجزاء یا جزئیات کی طرح ہیں۔ کیونکہ اگر وہ محمدی المشرب ہے تو سالک کی حقیقت اس کلی کے لئے جزئی کے رنگ میں ہے اور اسی پر محمول ہے اور غیر محمدی المشرب کی حقیقت اس کل کے جز کی طرح ہے لیکن اس پر محمول نہیں ہے اور اس حقیقت غیر محمدی المشرب کو اگر عروج میں اتحاد پیدا ہو تو کسی پیغمبر کی حقیقت سے ہوگا کہ یہ سالک جس کے قدم پر ہیں اور اس کی حقیقت پر محمول ہوگا اور اس کے مناسب کمالات میں شرکت پیدا کرے گا لیکن یہ شرکت خادم کی مخدوم سے شرکت ہوگی جیسا کہ پہلے گزر چکا اور جب اس جزئی کو کمال متابعت کی وجہ سے بلکہ محض فضل سے اپنی کلی سے خاص محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے وصول کا شوق اس کو دامنگیر ہوتا ہے تو وہ قید جو کلی کو جزئی میں لائی ہے فضل خداوندی سے وہ قید زائل ہونے لگتی ہے اور آہستہ آہستہ زوال کے بعد اس جزئی کو اس کلی سے انطباق اور الحاق حاصل ہوتا ہے اور وہ جو ہم نے کہا ہے کہ خاص محبت پیدا ہو جاتی ہے بالکل اسی طرح ہے جس طرح محض فضل سے اس فقیر (حضور سیّدی امام مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کے لئے پیدا ہوئی تھی اور میں (حضور سیّدی امام مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) محبت کے غلبہ میں کہا کرتا تھا کہ میری محبت اللہ تعالیٰ سے اس لئے ہے کہ وہ محمد ﷺ کا رب ہے اور میاں شیخ تاج

اور دوسرے دوست اس مقولہ سے تعجب کرتے تھے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کو بھی یہ بات بھولی نہ ہوگی اور جب تک اس قسم کی محبت پیدا نہ ہو الحاق واتحاد کس طرح پیدا ہو سکتا ہے

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے اور اللہ بڑے فضل والا ہے

و حقیقت توسط و عدمِ توسط را بیان می نماید، نیک استماع فرمایند، طریقِ جذبه را چون که کشمکش از جانبِ مطلوب است و عنایتِ الهی۔ جل شانه۔ متکفل حال طالب است، ناچار قبول وساطت نمی کند۔ و در طریق سلوک چون که انابت از جانب طالب، است، از وجود وسائط چاره نبود۔

و در نفسِ جذبه هر چند وسائط در کار نیست، اما تمامی جذبه منوط به سلوک است که اگر سلوک که عبارت از اتیانِ شریعت، است، از توبه و زهد و غیرهما با جذبه منضم نگردد، جذبه ناتمام و ابتر است۔

بسیاری از ((هنود)) و ملاحده را دیده ایم که جذب دارند، اما چون که به متابعت صاحب شریعت۔ علیه و علیٰ اله الصلوٰة والسلام۔ متحلی نگشته اند، خراب و ابتر اند و غیر از صورت جذبه نصیبی ندارند۔

اور توسط اور عدم توسط کی حقیقت کو بیان کرتا ہوں اچھی طرح سنو۔ جذبہ کے طریق میں چونکہ کشش مطلوب کی جانب سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی عنایت طالب کے حال کی متکفل ہے تو لازماً وہ وساطت قبول نہیں کرتا اور سلوک کے طریق میں چونکہ انابت طالب کی طرف سے ہوتی ہے تو ذرائع کے وجود سے چارہ نہیں ہوتا اور نفس جذبہ میں اگرچہ واسطوں کی ضرورت نہیں ہے لیکن جذبہ کی تکمیل سلوک سے متعلق ہے کیونکہ اگر سلوک جو کہ شریعت کی تعمیل سے عبارت ہے اور توبہ وزہد وغیرہ اگر جذبہ کے ساتھ پیوستہ نہ ہوں تو جذبہ ناتمام وابتر ہے بہت سے ہندو اور بے دین لوگوں کو بھی ہم نے دیکھا ہے کہ وہ جذبہ رکھتے ہیں لیکن چونکہ صاحب شریعت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی سے آراستہ نہیں ہیں لہٰذا خراب وابتر ہیں اور جذب کی صورت کے علاوہ کوئی حصہ نہیں رکھتے۔

سؤال، حصول جذب، نحوی از محبوبیت می طلبد۔ پس کفار را که اعداء الله اند، نصیبی از جذب چگونه تجویز نموده آید؟

جواب، تواند بود که حقایق بعضی از کفار، نحوی از معنی محبوبیت داشته باشند که باعث حصول جذب شان شده باشد و چون آن را به متابعت صاحب شریعت۔ علیه و علیٰ اله الصلوٰة والسلام۔ متحلی نساختند، خاسر و مخذول ماندند و آن جذبه غیر از حجت بر ایشان درست نکرده، که إعلام استعداد شان نموده که به جهل و عناد آن را از قوت به فعل نه آوردند (وما ظلمهم الله ولكن كانوا انفسهم يظلمون) (نحل/۳۳۔)۔

و در طریقِ جذبه اگر به توسط متابعت صاحب شریعت۔ علیه و علیٰ اله الصلوٰة والسلام۔ که عبارت از سلوک است، وصولی به، مطلوب میسر شود بی واسطه و بی حیلولتِ امری خواهد بود۔ گفته اند: لو دليتم بدلو وقعتم على الله: یعنی اگر کشیده شوید به حضرت حق۔ سبحانه و رسانیده شوید به ابطن بطون، هر آیینه در میان شما و در میان حق۔ جل و علا۔ حیلولت و حجابِ امری نخواهد بود۔

و شاید که به خاطر شریف شما هم مانده باشد که حضرت خواجهٔ ما۔ قدس سره۔ می فرمودند که وصول از راه معیت که حق را۔

جل سلطانہ۔ بابندہ است، اگر میسر شود، ناچار بی توسط امری خواهد بود که مناسب معیت است و اگر واسطہ است، در سلسلۂ تربیت است کہ عبارت از سلوک است۔

و راہ معیت، یکی از طرق جذبہ است و حدیث ((المرء مع من احب))۔ علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام۔ نیز تأیید این معنی می فرماید، زیرا کہ مرد را بامحبوب خود چون معیت بہ ثبوت پیوست، واسطہ مرتفع گشت۔

استماع فرمایند! ہر ظل را بہ اصل خود شاہراہ است و ہیچ چیز در میان شان حائل نیست۔ اگر بہ عنایت خداوندی۔ جل شانہ۔ ظلی را بہ اصل خود میلی پیدا شود و کششی بہ او ہویدا گردد و بہ دولت متابعت صاحب شریعت۔ علیہ و علیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام۔ آن ظل، را بہ آن اصل وصولی و الحاقی حاصل آید، ہر آیینہ بی حیلولت امری خواہد بود۔

و چون آن اصل، اسمی است از اسماء الٰہی۔ جل شانہ۔ ناچار در میان اسم و مسمای او، حائلی نخواہد بود و وصول ظل از این راہ، بہ اصل الاصل کہ مسمای آن اسم است، بی توسط امری خواہد بود۔

و ایضاً ہر کہ واصل حضرت ذات است۔ تعالیٰ۔ بہ وصول بہ چونی توسط و حیلولت امری در حق او مفقود است۔ ہر گاہ در صورت وصول بہ حضرت ذات۔ سبحانہ۔ حیلولت و حجابیت صفات واجبی۔ جل سلطانہ۔ مرتفع گردد، حیلولت و حجابیت غیر صفات چہ گنجایش دارد۔

سوال: جذبہ کا حصول ایک طرح سے محبوبیت کا تقاضا کرتا ہے پس کفار کو جو کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں جذب سے کس طرح حصہ ملنا جائز ہو سکتا ہے؟

جواب: ہو سکتا ہے کہ بعض کفار کے حقائق ایک طرح کی محبوبیت رکھتے ہوں جو کہ ان کے حصول جذبہ کے باعث ہوئی ہو اور چونکہ وہ صاحب شریعت ﷺ کی متابعت سے آراستہ نہیں ہیں لہٰذا زیاں کار اور ذلیل رہ گئے اور اس جذبہ نے سوائے ان پر حجت قائم کرنے کے اور کچھ نہ کیا کہ ان کی استعداد تو معلوم ہو گئی لیکن ان کی جہالت اور عناد نے اس استعداد کو قوت سے فعل میں نہ آنے دیا'' اور ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کیا کرتے تھے۔

اور اگر جذبہ کے طریق میں صاحب شریعت ﷺ کی متابعت کے ذریعہ سے جو کہ سلوک سے عبارت ہے مطلوب تک وصول میسر ہو جائے تو وہ کسی امر کے واسطہ اور حیلولت کے علاوہ ہوگا۔ کہا ہے کہ ''اگر تم کوئی ڈول نیچے لٹکاتے ہی جاؤ تو وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جائے گا'' یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی طرف کھنچے جاؤ اور تم ابطن بطون میں پہنچا دیئے جاؤ تو لازماً تمہارے اور خدا کے درمیان کوئی امر حائل اور حجاب نہیں ہوگا اور شاید آپ کو بھی یاد ہوگا کہ ہمارے خواجہ (باقی باللہ) قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ اس معیت کی راہ سے جو اللہ تعالیٰ کی بندہ سے ہے اگر وصول میسر ہو جائے تو لازماً وہ کسی امر کے واسطہ کے بغیر ہوگا کیونکہ مناسبت معیت ہے اور اگر واسطہ ہے تو تربیت کے سلسلہ میں ہے جو کہ سلوک سے عبارت ہے اور معیت کی راہ جذبہ کی راہوں میں سے ایک ہے اور حدیث المرء مع من احب (آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے اس کی محبت ہو) بھی اسی معنی کی تائید کرتی ہے۔

کیونکہ جب آدمی کو اپنے محبوب سے معیت ثابت ہو جاتی ہے تو واسطہ زائل ہو جاتا ہے۔ غور سے سنو کہ ہر ظل کو اپنے اصل کی طرف ایک شاہراہ ہے اور کوئی چیز ان کے درمیان حائل نہیں ہے اگر خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ظل کو اپنے اصل سے رغبت پیدا ہو اور اس سے کشش ظاہر ہو اور صاحب شریعت علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی دولت سے اس ظل کو اس اصل سے وصول اور الحاق حاصل ہو تو لازماً وہ بغیر کسی امر کے حائل ہونے کے ہوگا اور

چونکہ وہ اصل اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کوئی اسم ہے تو لازماً اسم اور اس کے مسمیٰ کے درمیان کوئی حائل نہیں ہوگا اور اس راہ سے ظل کا اپنے اصل الاصل سے جو کہ اس اسم کا مسمیٰ ہے وصول بغیر کسی امر کے حائل ہونے کے ہوگا اور پھر یہ بھی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے بے چونی وصول سے واصل ہے تو کسی امر کا حائل ہونا اور واسطہ ہونا اس کے حق میں مفقود ہے پھر جس صورت میں ذات سے وصول میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا حجاب اور حیلولت بھی نہیں رہتا تو غیر صفات کے حجاب اور حیلولت کو وہاں کیا گنجائش ہوسکتی ہے۔

سؤال:صفات واجبی را۔ جل شانہ۔ ہر گاہ انفکاکی از حضرت ذات او تعالی جائز نباشد، ارتفاع حیلولت صفات از میان واصل وموصول الیہ بہ چہ معنی بود؟

جواب:سالک را چون وصولی و تحققی بہ اصل خود کہ اسمی است از اسماء الھی۔ جل شانہ۔ و آن سالک ظل اوست، حاصل، گردد ہر آیینہ در میان او و در میان حضرت ذات تعالی، ہیچ توسطی و حیلولتی نخواھد بود، چنانچہ در میان اسم و مسمای او حیلولت امری کائن نیست۔ پس نہ ارتفاع لازم آمد و نہ انفکاک۔ ومثل این تحقیق بالا گذشتہ است در بیان اتحاد حقیقت سالک بہ حقیقت محمدیؐ علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام۔ و نیز شمہ (ای) از این بیان در بیان وصول ظل بہ اصل ہم گذشتہ (است)۔

سوال: جب اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات سے الگ نہیں ہیں تو واصل اور موصول الیہ کے درمیان سے صفات کی حیلولت کا ارتفاع کس معنی سے ہوتا ہے؟

جواب: سالک کو جب اپنے اصل سے جو کہ اسماء الٰہی میں سے کوئی اسم ہے اور وہ سالک اس کا ظل ہے وصول اور تحقق حاصل ہوتا ہے تو لازماً اس کے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے درمیان کوئی واسطہ اور کوئی وسیلہ نہیں رہتا جیسا کہ اسم اور اس کے مسمی کے درمیان کسی امر کا حائل ہونا ثابت نہیں ہے پس نہ ارتفاع لازم آیا نہ انفکاک اور ایسی ہی تحقیق اوپر حقیقت سالک کے حقیقت محمدی ﷺ سے اتحاد کے بیان میں گزر چکی ہے اور اس کا کچھ حصہ ظل کے اپنے اصل سے وصول کے بیان میں بھی گزر چکا ہے۔

تنبیہ:سادہ ولوحی از این عدم توسط کہ در طریق جذبہ و غیرھا گفتہ شدہ است، استغنای از بعثت خیر البشر۔ علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام۔ اگرچہ نسبت بہ بعض بود، توھم نکند و عدم احتیاجی بہ متابعت و تبعیت او۔ علیہ و علیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام۔ گمان نبرد، کہ آن کفر و الحاد و زندقہ استو انکار است از شریعت حقہ او۔ علیہ و علیٰ الہ الصلوۃ والسلام۔ و بالا گذشتہ است کہ جذبہ، بی توسط سلوک کہ عبارت از اتیانِ شریعت است۔ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والتحیۃ۔ ابتر و ناتمام است و نقمت است، کہ بہ صورت نعمت برآمدہ و حجت را بر صاحب جذبہ ناتمام تمام کردہ (است)۔

تنبیہ:اس عدم توسط سے جو کہ جذبہ کے طریق میں کہا گیا ہے کوئی سادہ لوح یہ نہ سمجھے، کہ خیر البشر ﷺ کی بعثت کی ضرورت نہیں ہے۔ اگرچہ وہ بعض لوگوں کی نسبت سے ہو اور نبی ﷺ کی تبعیت اور متابعت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ کفر اور الحاد اور زندقہ ہے اور آنحضرت ﷺ کی شریعت حقہ کا انکار ہے اور اوپر گزر چکا ہے کہ جذبہ سلوک کے بغیر جو کہ شریعت کی تعمیل کا نام ہے ابتر اور ناتمام ہے اور وہ نعمت کی صورت میں عذاب الٰہی ہے اور ناتمام جذبہ نے صاحب جذبہ پر حجت پوری کردی ہے۔

بالجملہ بہ کشف صحیح و الھام صریح نیز بہ یقین پیوستہ است کہ ہیچ دقیقہ از دقایقِ این راہ و ہیچ معرفتی از معارف این قوم،

بی واسطۂ او و بی توسط متابعت او۔ علیه و علی اله الصلوٰة والسلام۔ میسر نیست و منتهی را در رنگِ مبتدی و متوسط، فیوض و برکات این راه بی تبعیت و بی طفیل او حاصل نه

محال است سعدی که راه صفا		توان رفت جز در پئے مصطفیٰ

مختصر یہ کہ کشف صحیح اور الہام صریح سے بھی یقین ہو جاتا ہے کہ اس راہ کے دقائق میں سے کوئی دقیقہ اور اس قوم کے معارف میں سے کوئی معرفت نبی ﷺ کی متابعت اور ان کے واسطہ کے بغیر میسر نہیں ہے اور مبتدی اور متوسط کی طرح منتہی کو بھی اس راہ کی برکات و فیوض ان کی تبعیت اور ان کی طفیل کے بغیر حاصل نہیں۔

محال است سعدی که راه صفا		توان رفت جز در پئے مصطفیٰ

ترجمہ: اے سعدی محال ہے کہ صفائی کی راہ پر مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کے بغیر چلا جائے۔

((افلاطون)) از بی خردی، صفایی که در نفسِ خود از ریاضات و مجاهدات یافت، خود را از بعثت انبیاء۔ علیهم الصلوات والتسلمیات۔ مستغنی دانست و گفت: نحن قوم مهذبون لا حاجة بنا الی من یهذبنا۔ ندانست که این صفا که به ریاضات، بی توسطِ متابعت انبیاء حاصل شده است۔ علیهم الصلوات والتسلیمات۔ حکم آن دارد که مس سیاه را زر اندود سازند، یا زهر را بطه شکر، غلاف کنند۔

متابعت انبیاء است۔ علیهم الصلوات والتسلیمات۔ که حقیقتِ مس را منقلب گردانیده، زر خالص سازد و نفس را از امارگی به اطمینان آرد۔ حکیم مطلق۔ جل شانه۔ بعثت انبیاء و وضع شرائع اینها را۔ علیهم الصلوات والتسلیمات۔ از برای تعجیز و تخریب اماره، مقرر ساخته است و خرابی او را، بلکه اصلاح او را در غیرِ متابعت این بزرگواران نداشته۔ علیهم الصلوات والتسلیمات۔

اگر هزاران ریاضات و مجاهدات، بی متابعت این بزرگواران۔ علیهم الصلوات والتسلیمات۔ کرده شود، سرمویی از امارگی او کم نگردد، بلکه ازدیادِ سرکشی او نماید

هر چه گیرد علتی علت شود

افلاطون نے اپنی بیوقوفی سے اس صفائی کی وجہ سے جو کہ اس نے اپنی ریاضتوں اور مجاہدوں کے ذریعہ سے حاصل کی تھی انبیاء علیہم السلام کی بعثت سے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھا اور کہا کہ ''ہم ایک مہذب قوم ہیں ہمیں کسی ایسے آدمی کی ضرورت نہیں جو ہمیں تہذیب سکھائے''۔ اس نے یہ نہ سمجھا کہ یہ صفائی ریاضتوں کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کی وساطت کے بغیر حاصل ہوئی ہے اس کا حکم یہ ہے کہ تانبے پر سونے کا ملمع کر دیں یا زہر پر کھانڈ کا غلاف چڑھا دیں۔ انبیاء علیہم السلام کی متابعت ہی ہے جو تانبے کی حقیقت کو منقلب کر کے خالص سونا بنا دیتی ہے اور نفس کو امارگی سے نکال کر اطمینان میں لے آتی ہے اور حکیم مطلق جل شانہٗ نے انبیاء کی بعثت اور ان کی شریعتوں کا تقرر اس لئے کیا ہے کہ نفس امارہ کو خراب اور عاجز کیا جائے اور اس کی خرابی کو بلکہ اس کی اصلاح کو ان بزرگواروں کی متابعت کے بغیر کسی اور چیز میں نہیں رکھا ہے اگر ہزاروں ریاضتیں اور مجاہدات بھی ان بزرگواروں (علیهم الصلوات والتسلیمات) کے متابعت کے بغیر کی جائیں تو پھر بھی اس کی آمادگی، ایک بال برابر بھی کم نہ ہوگی بلکہ اس کی سرکشی زیادہ بڑھے گی۔

هر چه گیرد علتی علت شود

ترجمه: بیمار جو کچھ بھی لیتا ہے وہ بیماری بن جاتا ہے۔

ازالۂ مرضِ ذاتیِ او، منوط بہ شرائع انبیاست۔ علیھم الصلوات والتحیات۔ وبدونھا خرط القتاد۔

باید دانست کہ جذبہ را ھر چند از سلوک چارہ نیست، مقدم باشد جذبہ بر سلوک یا مؤخر، امافضل مر تقدیمِ جذبہ راست، کہ، سلوک خادم اوست و در تأخیر جذبہ، سلوک مخدوم اوست کہ بہ دولتِ سلوک او را جذب میسر شدہ است و در تقدیم جذبہ، نہ این چنین است کہ او بالذات مطلوب و مدعو است۔

لھذا این مراد آمد و آن مرید۔ و رأس مرادان و رئیسِ محبوبان ((محمد رسول اللہ)) است۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وسلم۔ و دیگران را بہ طفیلیِٔ او طلبیدہ اند، مرادان باشند یا مریدان لولاہ لما خلق اللہ الخلق ولما اظھر الربوبیۃ کما ورد۔

چون دیگران ھمہ طفیلیِٔ او باشند و او مقصود اصلی از این دعوت بود۔ علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام۔ ناچار ھمہ محتاج او باشند و بہ توسط او فیوض و برکات اخذ نمایند۔ علیہ و الہ الصلوٰۃ والسلام۔ و بہ این معنی اگر ھمہ را آلِ او گویند، گنجایش دارد۔ علیہ و الہ الصلوٰۃ والسلام۔ کہ ھمہ پس رو اویند و بی توسطِ او کمالِ أخذ نمی نمایند۔ چہ، ھر گاہ وجود شان بی توسط وجود او صورت نہ بندد، کمالات دیگر خود کہ تابع وجود اند، بی توسط او چہ صورت دارند۔ علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام۔ بلی! محبوب رب العالمین چنین باید۔

استماع فرمایند، مکشوف گشتہ است کہ محبوبیت او۔ علیہ و الہ الصلوٰۃ والسلام۔ بہ آن محبت واجبی۔ جل شانہ۔ کائن است، کہ بہ ذات بحتِ او تعالیٰ بی ملاحظۂ شیون و اعتبارات، تعلق گرفتہ است و حضرت ذات۔ تعالیٰ۔ بہ آن محبت، محبوب گشتہ (است)، خلاف محبوبیتِ دیگران کہ بہ آن محبت کائن است، کہ تعلق بہ شیون و اعتبارات دارد، یا ملتبس بہ اسماء و صفات است یا بہ ظلال اسماء و صفات۔ علی تفاوت الدرجات۔

فان فضل رسول اللہ لیس لہ	حد فیعرب عنہ ناطق بفم

علیہ وعلیٰ جمیع اخوانہ من الانبیاء والمرسلین والملئکۃ المقربین الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات۔

اس کی ذاتی بیماری کا ازالہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں سے متعلق ہے اور اس کے سوا محنت لاحاصل ہے

جاننا چاہئے کہ جذبہ کو اگرچہ سلوک سے چارہ نہیں ہے جذبہ سلوک سے پہلے ہو یا بعد لیکن فضیلت تقدیم جذبہ کو ہے کہ سلوک اس کا خادم ہے اور تاخیر جذبہ میں سلوک اس کا مخدوم ہے کہ سلوک کی دولت سے اس کو جذب میسر ہوا ہے اور تقدیم جذبہ میں اس طرح نہیں ہے کیونکہ وہ بالذات مطلوب و مدعو ہے یہی وجہ ہے کہ صاحب جذبہ مراد ہے اور صاحب سلوک مرید اور مرادوں اور محبوبوں کے سردار محمد رسول اللہ ﷺ ہیں کہ اس دعوت سے مقصود ذاتی اور مدعو اولیٰ وہی ہیں (علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام) اور دوسروں کو ان کے طفیل میں طلب کیا ہے خواہ وہ مراد ہوں یا مرید، جیسا کہ آیا ہے کہ ''اگر وہ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا نہ کرتے اور اپنی ربوبیت کا اظہار نہ کرتے۔

جب دوسرے سب کے طفیلی ہیں اور وہ اس دعوت میں مقصود اصلی ہیں تو لازماً سب اس کے طفیلی ہوں گے اور ان کے ذریعہ سے فیوض و برکات حاصل کریں نے اور اس معنی سے اگر سب کو آپ کی آل کہا جائے تو اس کی گنجائش ہے کیونکہ وہ ان کے پیچھے چلنے والے ہیں اور ان کے ذریعہ کے بغیر کمال حاصل نہیں کرتے کیونکہ جب ان کا وجود بھی ان کے وجود کے واسطہ کے بغیر کوئی صورت پیدا نہیں کرسکتا تو ان کے دوسرے کمالات جو کہ وجود کے تابع ہیں ان کے واسطہ کے بغیر کس طرح صورت پیدا کرلیں گے (علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ و السلام)۔ ہاں رب العالمین کا محبوب ایسا ہی ہونا چاہیے۔

غور سے سنیں کہ کشف سے معلوم ہوا ہے کہ نبی ﷺ کی محبوبیت اللہ تعالیٰ کی اس محبت سے ثابت ہے جس نے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات محض کے ساتھ بے ملاحظہ شیون و اعتبارات تعلق حاصل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اس محبت سے محبوب ہوئی ہے برخلاف دوسروں کی محبوبیت کے کہ وہ اس محبت سے قائم ہے جس کا تعلق شیون و اعتبارات سے ہے اور یا پھر اسماء و صفات سے متعلق ہے یا اسماء و صفات کے ظلال سے علیٰ تفاوت الدرجات۔

فان فضل رسول اللہ لیس لہ		حدفیعرب عنہ ناطق بفم

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے رسول کی فضیلت کی کوئی حد نہیں ہے جس کے متعلق کوئی بولنے والا بول سکے

علیہ و علی جمیع اخوانہ من الانبیاء و المرسلین و الملٰئکۃ المقربین الصلوٰت و التسلیمات و التحیات و البرکات۔

تحقیقِ این مقام آن است کہ توسطِ آن سرور کائنات۔ علیہ و علی الہ الصلوٰۃ و السلام۔ بہ دو معنی تواند بود یکی آنکہ او۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی الہ وسلم۔

حائل و حاجب بود در میانِ سالک و در میانِ مطلوب۔

و معنی دویم آن است کہ سالک بہ طفیل او و بہ توسط تبعیت و متابعت او۔ علیہ و علی الہ الصلوٰۃ و السلام۔ بہ مطلوب واصل گردد۔

و در طریقِ سلوک و پیش از رسیدن بہ حقیقتِ محمدی، توسط بہ ہر دو معنی کائن است، بلکہ می انگارد کہ در این طریق از شیوخ ہر کہ در میان آمدہ است، متوسط و حاجب شہودِ سالک است۔

وای اگر اواخر حالِ جذبہ تدارک آن ننماید و معاملہ از پردہ بہ بی پردگی نکشد، زیرا کہ در طریق جذبہ و بعد از رسیدن بہ حقیقت الحقائق، توسط بہ معنی ثانی است کہ طفیل و تبعیت است، نہ حیلولت و حجاب کہ پردۂ شہود و مشاہدہ و مانند آنہا بود۔ گفتہ نشود کہ از این عدم توسط اگر چہ بہ یک معنی بود، قصوری بہ جناب حضرت خاتمیت۔ علیہ و علی الہ الصلوٰۃ و السلام و التحیۃ۔ لازم می آید، گوییم کہ این عدم توسط، مستلزم کمال آن جناب است۔ علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ و السلام۔ نہ مستلزمِ قصور، بلکہ در وجودِ توسط، است، زیرا کہ کمالِ متبوع آن است کہ تابع او بہ طفیل و تبعیت او بہ جمیع درجات کمال برسد و ہیچ دقیقہ فرو نگذارد و این معنی در عدمِ توسط کائن است، نہ در وجود توسط کہ آنجا شہودِ بی پردہ است کہ اقصای درجات کمال است و اینجا در پردہ۔

پس کمال در عدمِ توسط بود و قصور در توسط (باشد)۔ از شوکت و عظمت مخدوم است کہ خادمِ او در ہیچ مقامی از وی تخلف نکند و بہ تبعیت او شریک دولتِ ہمگنان او گردد۔ و از اینجاست کہ آن سرور فرمودہ است۔ علیہ و علی الہ الصلوٰۃ و السلام۔

علمآء امتی کانبیآء بنی اسرائیل۔ علیہ و علیہم الصلوات و التسلیمات۔

رؤیت اخروی بی توسط و بی حیلولتِ امری خواهد بود و در حدیث صحیح آمده است۔ علیٰ صاحبه الصلوٰة والسلام۔ که بنده چون به نماز داخل می شود، حجابی که در میان بنده و خداست مرتفع می گردد و لهذا ((صلاة)) معراجِ مؤمن آمد و حظ وافر از آن نصیب منتهی واصل گشت، چه رفع حجاب، مخصوص به واصل منتهی است۔

پس ارتفاعِ توسط و حیلولت ثابت گشت۔ این معرفت از خواصِ معارف لدنیۂ این فقیر است که به محض فضل و کرم، آن را عطا فرموده اند و به حقیقت آن متحقق ساخته (اند)۔

من آن خاکم که ابر نو بهاری		کندانه ازلطف برمن قطره باری

خوش گفت:

اگر بادشاه بر در پیر زن		بیائد تو اے خواجه سبلت مکن

اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ سرورکائنات ﷺ کا واسطہ دو معنی رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ نبی ﷺ سالک اور اس کے مطلوب کے درمیان حائل وحاجب ہوں اور دوسرا معنی یہ ہے کہ سالک ان کے طفیل اوران کی متابعت اور تبعیت کے واسطہ سے مطلوب سے واصل ہو اور سلوک کے طریق میں اور حقیقت محمدی تک پہنچنے سے پہلے دونوں طرح سے واسطہ ثابت ہے بلکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اس راہ میں وہ شیوخ جو درمیان میں آئے ہیں وہ شہود سالک میں حاجب اور متوسط ہیں۔ افسوس اگر آخر حال میں بھی جذبہ ان کا تدارک نہ کرے اور معاملہ پردہ سے بے پردگی تک نہ پہنچے کیونکہ جذبہ کے طریق ہیں، حقیقت الحقائق تک پہنچنے کے بعد توسط دوسرے معنی میں ہے کہ طفیل اور تبعیت ہے اور حیلولت اور حجاب ہے اور شہود ومشاہدہ اوران جیسی چیزوں کے لئے وہ پردہ ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس عدم توسط سے اگر چہ ایک معنی ہی سے ہو جناب حضرت خاتمیت ﷺ میں قصور لازم آتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ عدم توسط رسول اللہ ﷺ کے کمال کو مستلزم ہے نہ کہ قصور کو بلکہ قصور وجود توسط میں ہے کیونکہ متبوع کا کمال یہ ہے کہ اس کا تابع اس کی تبعیت اور اس کے طفیل سے کمال کے تمام درجات تک پہنچے اور کوئی دقیقہ نہ چھوڑے اور یہ معنی عدم توسط میں ثابت ہے نہ کہ وجود توسط میں کیونکہ اس جگہ شہود بے پردہ ہے جو کہ کمال کا آخری درجہ ہے اور اس جگہ پردہ میں ہے پس کمال عدم توسط میں ہوگا اور قصور توسط میں اور یہ مخدوم کی عظمت وشوکت ہے کہ اس کا خادم کسی مقام میں بھی اس سے پیچھے نہ رہے اور اس کی تبعیت میں ان کی دولت میں شریک ہو یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں) (علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات)۔

اخروی رویت بے توسط اور بے حیلولت ہوگی صحیح حدیث (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں آیا ہے کہ بندہ جب نماز میں داخل ہوتا ہے تو وہ حجاب جو بندے اور خدا تعالیٰ کے درمیان ہے اٹھ جاتا ہے اسی لئے نماز مومن کی معراج ہے اور منتہی واصل کے لئے اس سے وافر حصہ ہے کیونکہ حجاب کا اٹھ جانا واصل منتہی کے لئے مخصوص ہے پس واسطہ اور حیلولت کا اٹھ جانا ثابت ہوا۔ یہ معرفت اس فقیر کے معارف لدنیہ کے خواص میں سے ہے کہ محض اپنے فضل وکرم سے یہ مجھے عطا فرمایا ہے اور اس کی حقیقت سے متصف کیا ہے۔

من آن خاکم که ابر نو بهاری		کند از لطف برمن قطره باری

ترجمہ: میں وہ خاک ہوں کہ نو بہار کا بادل مجھ پر مہربانی سے قطرے برساتا ہے

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

اگر بادشاه برور پیر زن		بیاید تو اے خواجه سبلت مکن

ترجمہ: اگر بادشاہ بوڑھی عورت کے دروازے پر آ جائے تو اے خواجہ تو اپنی مونچھیں نہ اکھاڑ۔

مشایخ طریقت۔ قدس اسرارهم۔ در توسط و عدمِ توسطِ آن سرور اختلاف ها دارند۔ علیه و علیهم الصلوات و التسلیمات۔ جمعی به توسط رفته اند و گروهی به عدمِ توسط، و هیچ کدام شان تحقیق توسط و عدم توسط ننموده اند و از کمال و قصور شان سخن نگفته (اند)۔

اربابِ ظواهر نزدیک است که عدمِ توسط را که کمال ایمان است، کفر دانند و قائل آن را نادانسته، تضلیل کنند و توسط را از کمالِ ایمان تصور نمایند و قائل آن را از کمل تابعان شمرند۔ و حال آنکه عدم توسط، منبیء از کمال متابعت است و توسط، مشعر از قصور متابعت کما مر، کل ذلک منهم بعدم الدرک عن حقیقة الحال۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (یونس/۳۹)

مشائخ طریقت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے رسول اللہ ﷺ کے توسط اور عدم توسط میں اختلاف کیا ہے ایک جماعت توسط کی قائل ہے اور ایک گروہ عدم توسط کا اور ان میں سے کسی نے بھی توسط اور عدم توسط کی تحقیق نہیں کی ہے اور ان کے کمال اور قصور سے بات نہیں کی۔ ارباب ظواہر قریب ہے کہ عدم توسط کو جو کہ ایمان کا کمال ہے کفر سمجھیں اور اس کے قائل کو نادانستہ طور پر گمراہ کہیں اور توسط کو کمال ایمان تصور کریں اور اس کے قائل کو کامل تابعین سے شمار کریں حالانکہ عدم توسط کمال متابعت کی خبر دیتا ہے اور توسط متابعت کی کمی کی اطلاع دیتا ہے جیسا کہ حقیقت حال کو معلوم نہ کر سکنے کے باعث ان میں سے ہر ایک کا قول پہلے گزر چکا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (سورۃ یونس، ۳۹)

ترجمہ: (بلکہ جو چیز انہیں معلوم نہ ہو سکی اور اس کا مطلب ان پر واضح نہ ہوا اس کو انہوں نے جھٹلا دیا اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے جھٹلایا تھا)۔

مخدوما! ((اویسی)) گفتن، انکاری از پیر ظاهر نیست، زیرا که ((اویسی)) کسی است که روحانیان را در تربیتِ او مدخلیتی باشد۔ حضرت ((خواجه احرار)) قدس سره۔ را با وجود پیرِ ظاهر، چون که امدادی از روحانیت ((حضرت خواجه نقشبند))۔ قدس سره۔ یافته بودند، ((اویسی)) می گفتند و همچنین حضرت ((خواجه نقشبند)) باوجود پیرِ ظاهر، چون که مددها از روحانیت حضرت ((خواجه عبدالخالق))۔ قدس سرهما۔ یافته بودند، ((اویسی)) بودند۔ علی الخصوص شخصی که باوجود اویسیت، اقرار به پیرِ ظاهر

هم دارد، به زور انکار پیر بر سر او بستن، عجب انصاف است۔

مخدوما! مراد از ترکیبِ لفظ ((عبد الباقی)) معنی اضافی است، نه معنی علمی، هر چند به ابلغ وجوہ اشعاری به معنی علمی هم دارد، یعنی پیرِ من هر چند بندۂ باقی است، امام مُتکفل تربیت من ((اللہ)) باقی است۔ اینجا کدام تحریف است و چه سوء ادب! اللہ تعالیٰ انصافی بدهد۔

اے میرے مخدوم! اویسی کہنے کا مطلب ظاہری پیر سے انکار نہیں ہے کیونکہ اویسی وہ شخص ہے جس کی تربیت میں روحانیوں کو دخل ہو۔ حضور سیّدی امام الواصلین خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ باوجود ظاہری پیر کے چونکہ حضور سیّدی خواجہ محمد بہاء الدین والدین نقشبند علیہ الرحمہ کی روحانیت سے امداد پاتے تھے لہٰذا اپنے آپ کو اویسی کہتے تھے۔ اوراسی طرح حضور سیّدی خواجہ محمد بہاء الدین والدین نقشبند علیہ الرحمہ بھی باوجود ظاہری پیر کے چونکہ حضرت سیّدنا شیخ المشائخ خواجہ عبد الخالق غجدوانی علیہ الرحمہ کی روحانیت سے مدد پائے ہوئے تھے لہٰذا اویسی تھے۔ خصوصاً جبکہ کوئی شخص اویسیت کے باوجود اپنے ظاہری پیر کا اقرار بھی کرے تو زور کے ساتھ اس کے سر پر پیر کا انکار مڑھ دینا عجیب انصاف ہے۔

میرے مخدوم! لفظ عبد الباقی کی ترکیب سے مراد معنی اضافی ہے نہ کہ معنی علمی۔ اگرچہ وہ نہایت بلیغ وجوہ سے معنی علمی کا اشعار بھی کرتا ہے یعنی میرا پیر اگرچہ باقی کا بندہ ہے لیکن میری تربیت کا کفیل اللہ باقی ہے اس جگہ کونسی تحریف ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کونسی سوءِ ادبی ہے اللہ تعالیٰ انصاف عطا کرے۔

مخدوما! قصوری که در معنی ((سبحانه)) که از ((بسطامی))۔ قدس سره۔ در غلبات سکر صادر شده است، گفته باشد، لازم نمی آید از آنکه آن قصور در قائل آن مستقر و مستمر باشد، تا دیگری از وی افضل بود، چه بسا معارف است که در وقتی به مقتضای حال آن، وقت صادر شده است و در وقت دیگر به عنایت خداوندی۔ جل شانه۔ چون که قصور آن معرفت را دریافته است، از آن در گذشته و به، مقام فوق رسیده (است)۔

در مکتوبِ شریف اندراج یافته بود که اربابِ سکر اگر این قسم سخنانِ شطح آمیز نویسند، گنجایش دارد اما از اربابِ صحو اظهار این سخنان بسیار مستبعد است۔

مخدوما! هر که این قسم سخنان نوشته است، منشأ آن سکر است و بی مزجِ سکر در این باب دست به قلم نبرده (است)۔

غاية ما فی الباب، در سکر، مراتب کثیره است، هر چند سکر بیشتر، سطح غالب تر۔ سکر ((بسطامی)) باید که بی تحاشی قولِ ((لوائی ارفع من لواء محمد)) از آن به وجود آید، پس هر که صحو دارد، گمان نکنند که سکر همراه او نیست، که آن عینِ قصور است۔ صحوِ خالص نصیبِ عوام است، هر که صحو را ترجیح داده است، مرادش غلبۂ صحو است، نه صحوِ صرف۔ و همچنین هر که سکر را ترجیح می دهد، مرادش غلبۂ سکر است، نه سکرِ خالص که آن آفت است۔

میرے مخدوم وہ قصور جو سبحانی کے معنی میں ہے جو کہ حضرت سیّدنا سیّد الطائفہ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ سے غلبات سکر میں صادر ہوا ہے کہا جائے گا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قائل میں وہ قصور ہمیشہ ہمیشہ تک ہو کہ دوسرے اس سے افضل ہو جائیں کیونکہ بہت سے معارف ایسے ہیں کہ کسی وقت میں اس وقت کے حال کے مقتضاء کے مطابق صادر ہوئے ہیں اور دوسرے وقت میں خداوند تعالیٰ کی عنایت سے چونکہ اس معرفت کے قصور کو انہوں نے معلوم کر لیا ہے اس

سے آگے گزر گئے ہیں اور بلند مقام پر پہنچ چکے ہیں۔ آپ کے مکتوب گرامی میں درج تھا کہ ارباب سکر اگر اس قسم شطح آمیز باتیں لکھیں تو اس کی گنجائش ہے لیکن ارباب صحو سے ایسی باتوں کا اظہار بہت مستبعد ہے۔

میرے مخدوم! جس نے بھی اس قسم کی باتیں لکھی ہیں ان کا منشاء شکر ہے اور سکر کی آمیزش کے بغیر اس باب میں انہوں نے قلم نہیں پکڑا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ سکر میں بہت مراتب ہیں جتنا بھی سکر زیادہ ہوگا اتنا ہی شطح زیادہ ہوگا کوئی حضرت سیّدنا سیّد الطائفہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ہی چاہئے کہ اس سے بے تحاشا قول لوائی ارفع من لواء محمد (کہ میرا جھنڈا محمد کے جھنڈے سے زیادہ بلند ہے) صادر ہو۔ پس جو بھی صحو رکھتا ہے، اس کے متعلق یہ خیال نہ کریں کہ اس کے ہمراہ سکر نہیں ہے کہ وہ عین قصور ہے۔ صحو خالص عوام کا حصہ ہے۔ جس نے صحو کو ترجیح دی ہے اس کی مراد غلبۂ صحو ہے نہ کہ صحو خالص، اور اسی طرح جس نے بھی سکر کو ترجیح دی ہے اس کی مراد غلبۂ سکر ہے نہ کہ سکر خالص کہ وہ آفت ہے۔

((جنید)) قدس سرہ۔ کہ رئیسِ اربابِ صحو است و صحو را بر سکر ترجیح می دھد۔ چندان عبارات سکر آمیز دارد کہ چہ تعداد آن نماید۔ فرمودہ: ((ھو العارف و المعروف)) و گفتہ: ((لون الماء لون انائہ)) و فرمودہ ((المحدث اذا قورن بالقدیم لم یبق لہ اثر))

وصاحبِ ((عوارف)) کہ از کمل اربابِ صحو است در کتاب او چندان معارفِ سکریہ است کہ چہ شرح آن دھد و این فقیر در ورقی بعضی معارف سکریۂ او را۔ قدس سرہ۔ جمع کردہ است۔

از بقایای سکر است کہ تجویزِ افشاءِ اسرار نمودہ می آید و از سکر است کہ مباہات و افتخار کردہ می شود۔ و از سکر است کہ مزیت خود بر دیگری اظہار کردہ می آید۔ اگر صحو د خالص باشد، افشاء اسرار آنجا کفر بود و خود را از دیگر بہتر دانستن، شرک باشد۔ بقیۂ سکر در صحو، در رنگِ نمک است کہ مصلح طعام است۔ اگر نمک نباشد، طعام معطل و بیکار بود۔

گر عشق نبودی و غم عشق نبودی		چندین سخنِ نغز کہ گفتی، کہ شنودی

حضرت سیّدنا غوث المحققین جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جو ارباب صحو کے رئیس ہیں اور صحو کو سکر پر ترجیح دیتے ہیں ان کی اتنی سکر آمیز عبارتیں ہیں کہ وہ شمار سے باہر ہیں انہوں نے کہا ہے کہ ''وہی عارف ہے اور وہی معروف ہے''۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ''پانی کا رنگ اس کے برتن کا رنگ ہے''۔ اور فرمایا ہے ''محدث جب قدیم سے مل جائے تو اس کا اپنا اثر نہیں رہتا''۔

اور صاحب عوارف جو کہ کامل ترین ارباب صحو میں سے ہیں انہوں نے اپنی کتاب میں اتنے سکر یہ معارف بیان کئے ہیں کہ ان کی شرح کیا لکھی جائے اور اس فقیر (غوث صمدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک ورق میں ان کے بعض معارف سکر یہ کو جمع کیا ہے

یہ سکر ہی کا بقایا ہے کہ افشائے راز کو انہوں نے جائز رکھا ہے اور سکر ہی ہے کہ وہ فخر اور مباہات کرتے ہیں اور یہ سکر ہی ہے کہ دوسروں پر اپنی بزرگی بیان کرتے ہیں اگر خالص صحو ہوتا تو اس وقت اسرار کو افشاء کرنا کفر ہوتا اور اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر جاننا شرک ہوتا صحو میں بقیہ سکر اسی طرح ہے جیسے کھانے میں نمک جو کہ طعام کا مصلح ہے اگر نمک نہ ہو تو طعام معطل اور بے کار ہو جائے۔

گر عشق نبودی و غم عشق نبودی		چندین سخنِ نغز کہ گفتی، کہ شنودی

ترجمه: گر عشق اور عشق کا غم نہ ہوتا تو اتنی اچھی باتیں کون کہتا اور کون سنتا۔

صاحب ((عوارف)) قدس سره كه قولِ ((قدمی هذه علی رقبة كل ولی)) را كه از حضرت ((شيخ عبدالقادر)) - قدس سره - صادر شده است كه بر بقيۀ سكر محمول داشته است - مرادش قصور اين قول نيست كما توهم، كه آن عينِ محمدت او ست، بلكه بيان واقع نموده است - يعنی صدور اين قسم سخن كه منبیء از مباهات و افتخار است، بی بقيۀ سكر كائن نيست، كه در صحو خالص به امثال اين سخنان و افتخار است، بی بقيۀ سكر كائن نيست، كه در صحو خالص به امثال اين سخنان تكلم نمودَن دشوار است۔

اين فقير كه اين همه دفاتر در بيان علوم و اسرار اين طايفۀ عليه نوشته است، ظاهراً به خاطر شريف شما قرار يافته است كه از روئ صحو خالص نوشته است، بی مزجِ سكر - حاشا و كلا كه آن حرام و منكر است و گزاف و سخن باقی است، سخن بافان كه به صحو خالص متصف اند بسيار ند، چرا اين قسم سخنان بافند و دل های مردم را از جا نبرند۔

فرياد حافظ اين همه آخر بهرزه نيست		هم قصه غريب و حديث عجيب هست

صاحب عوارف المعارف (شیخ المشائخ شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ) نے حضور سیّدی غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے اس قول کو کہ "میرے یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہیں"۔ بقیہ سکر ہی پر محمول کیا ہے تو ان کی مراد اس قول کا قصور نہیں ہے جیسا کہ وہم ہوتا ہے کہ وہ ان کی عین تعریف ہے بلکہ بیان واقع کیا ہے یعنی اس قسم کی باتوں کا صدور جو کہ مباہات و افتخار کی خبر دیتی ہیں بغیر بقیہ سکر کے ثابت نہیں ہیں کہ صحو خالص میں ایسی باتیں کہنا مشکل ہے۔

اس فقیر (غوث صمدانی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ) نے جو یہ تمام دفاتر اس طائفہ علیہ کے علوم و اسرار میں لکھے ہیں ظاہراً آپ کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہوگا کہ میں نے خالص صحو سے لکھے ہیں جن میں سکر کی آمیزش نہیں ہے حاشا و کلا کہ وہ حرام اور منکر ہے اور بیہودہ سخن تراشی ہے باتیں کہنے والے جو خالص صحو سے متصف ہیں بہت ہیں وہ اس قسم کی باتیں کیوں نہیں بنا لیتے اور لوگوں کو کیوں نہیں اپنی جگہ سے اکھاڑ ڈالتے۔

فرياد حافظ اين همه آخر بهرزه نيست		هم قصه غريب و حديث عجيب هست

ترجمه: حافظ کی یہ تمام فریاد آخر بیہودہ تو نہیں ہے۔ قصہ بھی بڑا عجیب ہے اور بات بڑی نادر ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب، ۱۲۱، ج، ۲، ص، ۶۷۸ تا ۶۹۰، مرکز بخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تہران)

(نوٹ: اس مکتوب کو پڑھ کر اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی کو غلط فہمی ہوئی اور کہا کہ مکتوبات کے اوّل اور دوم جلد حالات سکر میں ہیں آخری جلد صحو میں ان الفاظوں میں غور کرو انشاء اللہ سمجھ آ جائیں گے)۔

تفصیلی فہرست

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ نمبر
۱	ابتدائیہ	۱
۲	ایک دن سید وحید حسین شاہ بن سلطان شاہ مشہدی مفتی تاج الدین نعیمی کے پاس دارالعلوم چشتیہ نعیمیہ گئے تھے۔	۱
۳	حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کے ہاتھ میں ایک رسالہ (فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ) ہے اور حضرت مبارک علیہ الرحمۃ فرما رہے ہیں کہ اس رسالہ کا جواب لکھنے والا کوئی ہے؟	۱
۴	مولوی ضیاء اللہ سیفی کے پاس گیا اور اپنے پیر سے عرض کی تو انہوں نے کہا یہ لوگ بریلویوں کے ساتھ مل گئے ہیں	۱
۵	اب ذرا مخدوم زادہ سجادہ نشینِ حاضر وقت علامہ مولانا محمد سعید حیدری صاحب کو سنئے۔	۱
٦	العذبة سنة مؤكدة محفوظة لم يتركها العلماء۔ میں بدترین خیانت کر کے۔	۲
۷	اس طرح دیانت علمی کا جنازہ نکال دیا ہے۔	۲
۸	(پیر سیف الرحمٰن) ہدایۃ السالکین میں ایسی کچی باتیں لکھ گئے ہیں۔	۲
۹	اس قسم کے لوگوں کے ایسے رویے سے سوائے دنیا پرستی اور چندہ گیری کے اور کیا ہو سکتا ہے۔	۲
۱۰	جماعت اہلسنت کے فیصلے کے بعد کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ دوبارہ قلم اٹھائے۔	۲
۱۱	پیر محمد چشتی و مولانا ابوداؤد صاحب اور مولانا بشیر القادری کراچی والے نے خود ہی اپنے علماء، ہم مسلک کے فیصلے کو رد کیا، اور اس کی خلاف ورزی کی۔	۲
۱۲	کس کا چراغ جلتا ہے۔	۳
۱۳	بخارا کے بعض اکابر اور علما اس معنیٰ کا انکار کرتے اور کہتے تھے، وہ وقت قریب ہے کہ مدارس ویران ہو جائیں گے۔	۴
۱۴	ہم طالب حق ہیں، ہماری مہم اور مقصود یہی ہے کہ ہمارا سلوک ''جادۂ مصطفویہ'' اور ''متابعت سنت'' پر قائم رہے۔	۴

۱۵	انہوں نے بہت سی غیر ضروری باتیں کیں۔ مولانا غضب ناک ہو گئے۔	۵
۱۶	تمام اہل اسلام پر لازم ہے کہ اس طریقے کی مواظبت اختیار کریں۔	۵
۱۷	منکرین اسے بجھانا چاہتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل کا ارادہ فرمائے ہوئے ہیں۔	۶
۱۸	وہ درویش بولا ''جو حق ہو گا میں وہی کہوں گا'' پھر اس نے مولانا کی خدمت اور اہل مجلس کی طرف توجہ کرتے ہوئے کہا	۷
۱۹	مجھے حکم فرمایا کہ گھر میں فلاں جگہ سر نباتی (مصری) موجود ہے، جس پر ہم نے عرصے سے نگاہ رکھی ہوئی ہے۔	۷
۲۰	اس سے سب اہل انکار بیکبار خجل اور شرمسار ہو گئے۔	۷
۲۱	ایک لحظہ مولانا کی صحبت میں آتے اور ایک ساعت ان درویشوں کے پاس چلے جاتے جو کھانا پکانے میں مشغول تھے	۸
۲۲	واعظ بھی قریب آ گیا۔	۱۰
۲۳	آپ نے ہیبت سے امیر حسین کی طرف نظر کی تو اسی وقت اس کا حال بدل گیا، وہ گر پڑا اور اسکی گردن سے آواز نکلی	۱۰
۲۴	اس آدمی کا راستہ چھوڑ دے جس کا مشکیزہ پھٹ گیا۔	۱۱
۲۵	غصہ محبوب سے شکایت مت کہ اسی لیے کہ راہ طریقت میں راحت نہیں ہوتی۔	۱۱
۲۶	کچے عاشق کو پروانہ پُرسوختہ والی طاقت کہاں نازک وجود لوگوں کو جان قربان کرنے کا طریقہ ہی نہیں۔	۱۱
۲۷	توفیق اور سعادت کا گیند درمیان میں پڑا ہے کوئی بھی میدان میں نہیں آتا سواروں کو کیا ہوا۔	۱۲
۲۸	دوستوں کا راز دوسروں کی بات میں ڈال کر بیان کر دی جائے۔	۱۲
۲۹	یہ پہلا شیشہ ہی نہیں ہے جو اسلام میں توڑا گیا ہو۔	۱۴
۳۰	مسلمان کو متہم نہ کرنا چاہئے اور بے حیائی کی اشاعت اور فاسق کو رسوا کرنا بھی جب شریعت میں حرام ہے۔	۱۴
۳۱	اگر مقصود تسلیم کرانا نہ ہو اور صرف رسوا کرنا مطلوب ہو تو دوسری بات ہے۔	۱۴
۳۲	جس بندہ سے ناراض ہوتا ہے، اس کی زبان کو اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) پر طعن و تشنیع اور اعتراضات و انکار کرنے میں دراز فرما دیتا ہے۔	۱۵
۳۳	اس گروہ کے ساتھ بغض و عناد زہر قاتل ہے، اور ان پر اعتراض اور نکتہ چینی ابدی محرومی کا موجب ہے۔	۱۵
۳۴	مشائخ ننگی تلوار ہیں۔	۱۶
۳۵	آپ کی خاطر شریف مجھ سے رنجیدہ ہے۔ میں نے بے ادبی کی، آپ معاف فرما دیں۔	۱۷

۳۶	مشائخ ننگی تلوار ہیں لوگ خود اپنے آپ کو اس تلوار پر گرا لیتے ہیں، وہ خود تو کسی پر نہیں گرتے۔	۱۷
۳۷	جاہل علماء ہی صوفیہ کا انکار کرتے ہیں۔	۱۸
۳۸	بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض علماء دوسرے مذہب کو نہیں جانتے جو چیز اپنے مذہب کے خلاف دیکھتے ہیں اس کا انکار کر دیتے ہیں۔	۱۸
۳۹	صوفیہ کرام کے احوال وکیفیات کے انکار کیلئے ستر چیزوں کا علم ضروری ہے۔	۱۹
۴۰	بہت سے لوگ صوفیہ کے حقائق کو (اصطلاحات) غلط کہنے کی وجہ کہنے سے گمراہ ہو گئے۔	۲۱
۴۱	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی رملی حنفی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۰۸۱ھ، لکھتے ہیں۔	۲۱
۴۲	جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کیا عارف زنا کر سکتا ہے۔	۲۱
۴۳	علم حدیث کو چھپایا قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔	۲۲
۴۴	مشائخ کے بھی ضرور دشمن ہونگے کیونکہ مشائخ انبیاء کے وارث ہیں۔	۲۳
۴۵	تمام دشمنیوں کے ازالہ کی امید کی جاسکتی ہے لیکن حسد سے جو دشمنی وجود میں آتی ہے۔	۲۵
۴۶	اللہ تعالیٰ کے احکام بیان کرنے کے معاملے میں کبھی کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے، سلاطین کی غلط باتوں کو ان کے سامنے ہی انتہائی سخت طریقے سے رد کر دیتے۔	۲۵
۴۷	آپ مجھے دل عطا کریں پھر دلیری دیکھیں، مجھے اپنی لومڑی کہہ کر پکاریں اور پھر میری شیری دیکھیں۔	۲۶
۴۸	حضرت اقدس (صوفی نثار الحق سیفی) فرماتے ہیں۔	۲۶
۴۹	نیکیاں فائدہ ہی فائدہ	۲۷
۵۰	اہل طریقت کا دفاع۔	۲۷
۵۱	تو چاند کے چہرے میں عیب بینی کر رہا ہے بہشت میں کانٹا تلاش کر رہا ہے۔	۲۷
۵۲	اگر تو بہشت میں کانٹا تلاش کرنے جائے تو اس میں اپنے سوا کوئی کانٹا نہ پائے گا۔	۲۸
۵۳	مشائخ نقشبندیہ نے مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے حق میں تین سو ساٹھ رسالے لکھے۔	۲۸
۵۴	یار اگر اس کام میں سر بھی چلا جائے تو پیچھے نہ ہٹوں گا	۲۹
۵۵	مجلس شوریٰ کی طرف سے یہ پہلا تحفہ، مزید تین سو انسٹھ کتابیں لکھنے کے لیے تیار ہیں۔	۲۹
۵۶	حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی اپنی والدہ حضرت سیدہ طیبہ اسماء رضی اللہ عنہا سے رائے طلب کرنا۔	۲۹

۵۷	میرے ساتھی مجھے چھوڑ کر دشمنوں سے جا ملے ہیں۔	۳۰
۵۸	خدا کی قسم میں نے نہ تو دنیا کی طرف رجحان کیا اور نہ دنیا میں رہنا چاہتا ہوں۔	۳۰
۵۹	ضعیف ماں نے اس شعر کو سن کر کہا: تم صبر کرو گے۔	۳۲
۶۰	حضرت سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شجاعت و بہادری۔	۳۲
۶۱	طارق کی حضرت سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شجاعت کو داد۔	۳۵
۶۲	حضرت سیّدنا امام مالک علیہ الرحمۃ کی جرأت۔	۳۶
۶۳	**باب نمبر ا**	۳۷
۶۴	آئے اور آ کر جلایا جان کو! چل دیئے اور آگ کو بھڑکا دیا	۳۷
۶۵	میں نے دنیائی پاکیزہ زمین میں بویا اور چل دیا، سینکڑوں دشمن اور دوست بنائے اور چل دیا۔	۳۸
۶۶	جا تو عشق کے راستے میں بدنام بن جا، کہ یہ سعادت سراسر بدنامی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔	۳۸
۶۷	بعد میں تمام بچوں کو خلیفوں کو اور مریدین کو دعائیں دیں	۳۸
۶۸	بعد میں تمام بچوں کو خلیفوں کو اور مریدین کو دعائیں دیں۔	۳۸
۶۹	رات تقریباً پونے دو بجے ۱:۴۵ آپ نے دونوں بازو اچانک اوپر کی طرف بلند کر دیئے۔	۳۸
۷۰	ستائیس جون ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۴ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ کو داغ مفارقت دے گئے۔	۳۸
۷۱	آسمان کا رونا یہ ہے کہ اس کے اطراف سرخ ہو جاتے ہیں۔	۳۹
۷۲	میر کارواں پیر سیف الرحمٰن ارچی نقشبندی مجددی۔	۴۰
۷۳	**باب نمبر ۲**	۴۱
۷۴	امت کا اختلاف اور اس کا حل۔	۴۱
۷۵	مقلدین آئمہ علم۔	۴۲
۷۶	اختلاف کے اقسام۔	۴۳
۷۷	حضرت سلیمان علیہ السلام کو فہم کے ساتھ خاص کیا گیا ہے جب کہ دونوں کی علم اور حکم کے اوصاف کی وجہ سے تعریف کی گئی	۴۵
۷۸	امام طحاوی کا قول۔	۵۰

۷۹	دین اسلام جبر وقدر کے درمیان ہے بندہ اپنے افعال اقوال میں مجبور نہیں ہے۔	۵۰
۸۰	سارا جہاں آفتاب سے پُر ہے لیکن آنکھیں نابینا ہیں جہاں آواز سے بھرا ہوا ہے لیکن کان بہرے ہیں۔	۵۰
۸۱	میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔	۵۰
۸۲	ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف وہ آدمی جائے گا جو یا تو اپنے مذہب کو صحیح نہیں سمجھتا	۵۱
۸۳	بزرگ فرماتے ہیں کہ ارادت یکجا و نعمت صد جائے (یعنی مرید ایک کا ہوا اور نعمت سینکڑوں سے حاصل کرے) روایت ہے۔	۵۱
۸۴	جن مشائخ نے اپنے مریدوں کو دوسرے مشائخ کے پاس جانے سے منع کیا ہے انھوں نے اس لئے کیا ہے کہ شیطان زندہ ہے	۵۲
۸۵	جب تم اگلے زمانے کے لوگوں میں کوئی ایسی چیز دیکھتے ہو جو ہمارے اندر نہیں تو شیطان کو گمراہ کرنے کا موقع ملتا ہے	۵۲
۸۶	صاحب مذہب اور مجتہد کے مابین فرق۔	۵۲
۸۷	مذہب اہل سنت وجماعت۔	۵۲
۸۸	جب یہ اختلاف کفر کی حد تک پہنچ جائے تو ایسا شخص حکم آخرت میں کافر کہلاتا ہے اور کافر ہمیشہ دوزخ میں رہے گا: لا عذر فی الاخرۃ ان کے لئے آخرت میں کوئی عذر نہیں یہ ان کے متعلق شرع کا حکم ہے۔	۵۳
۸۹	حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں:	۵۳
۹۰	علم کو چھپانے والا بہت بڑا مجرم ہے۔	۵۵
۹۱	اپنے والد امام اعظم ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر میں علم کلام کو نہ سیکھوں تو کیا مجھے نقصان ہوگا؟ فرمایا: من وجہ نقصان ہوگا اور من وجہ نقصان نہ ہوگا۔	۵۶
۹۲	جس کے دروازہ پر دشمن ننگی تلوار لے کر آجائے تو اس پر واجب ہے کہ اس کے مقابلہ کے لیے تیار ہو جائے	۵۶
۹۳	اصحاب محمد ﷺ اختلاف نہ کرتے، کیونکہ اگر وہ اختلاف نہ کرتے تو رخصت ثابت نہ ہوتی۔	۵۶
۹۴	جب بھی وہ ایک دوسرے کی طرف سے بے پرواہ اور ایک دوسرے کے احوال سے اتفاق کرلیں گے ہلاکت میں پڑ جائیں گے۔	۵۷
۹۵	**باب نمبر ۳**	۵۸
۹۶	اگر کوئی تم سے بات کرے تو تحقیق کرو، قرآن کا فیصلہ۔	۵۸

۹۷	صوفیہ کرام کی نسبت یہ کہنا کہ ان کا قول وفعل معاذ اللہ کچھ وقعت نہیں رکھتا بہت سخت بات ہے۔	۵۸
۹۸	دینداروں کے افعال سے سند لائی جاتی ہے۔	۵۹
۹۹	**باب نمبر ۴**	۶۰
۱۰۰	احوالِ مشائخ کے بارے میں تین گروہ۔	۶۰
۱۰۱	متصوفین اور فقہاء متقشفہ۔	۶۱
۱۰۲	دونوں گروہ پوری طرح افراط وتفریط میں جا پڑے ہیں۔	۶۱
۱۰۳	تو بات کو سمجھنے (تولنے) کے بعد کر، جس چیز کو کہنا چاہتا ہے	۶۱
۱۰۴	س آدمی کو تو دیکھے کہ حق اس پر گراں ہے، اے خواجہ! اس کے سامنے حق مت پیش کر۔	۶۲
۱۰۵	صوفیہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی صحبت اختیار کرو کیونکہ وہ تمہاری کسی بات کو ناپسند نہ کریں گے اور تمہاری ہر بات کی کوئی نہ کوئی تاویل نکال لیں گے۔ لہٰذا وہ تمہیں ہر حالت میں معذور سمجھیں گے۔	۶۲
۱۰۶	اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے افعال کی تاویل کرنا واجب ہے۔	۶۲
۱۰۷	بزرگوں کے قول کی تاویلات: پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، چشتی، سیالوی علیہ الرحمہ متوفی ۱۳۵۶ھ، لکھتے ہیں۔	۶۳
۱۰۸	یہاں پر تین امر ہیں۔	۶۷
۱۰۹	کتنی شرمندگی ہوگی جب قیامت کے دن زنا کاروں کو عذاب ہوگا۔	۶۸
۱۱۰	کلام آئمہ کے متعلق تفصیل۔	۶۹
۱۱۱	حضرت شیخ الشیوخ حافظ امام جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، لکھتے ہیں۔	۶۹
۱۱۲	ولی کی ولایت کا تحریری ثبوت۔	۷۰
۱۱۳	ایک کا کہنا تھا کہ شیخ شرف الدین ''ولی اللہ'' ہیں۔ دوسرا کہتا تھا کہ وہ ''کافر'' ہے۔	۷۰
۱۱۴	ہزار کافروں کا اسلام کے شبہ میں کفر سے خارج ہو جانا صحیح ہے نہ ایک مومن کا کفر کے شبہ میں ایمان سے خارج ہو جانا	۷۲
۱۱۵	ابن عربی علیہ الرحمہ کی کتابیں مطالعہ کرتا ہے اور ان کے کلام کے محل ومنشاء کو نہیں سمجھتا۔	۷۲
۱۱۶	شیخ اکبری کی کتاب فُصُوص الحِکَم جان ہے اور فُتُوحاتِ مَکِیہ دِل ہے۔	۷۳
۱۱۷	عارفین کاملین کے لئے زندقہ کی تہمت۔	۷۵

۱۱۸	جس نے اللہ تعالیٰ کے ولی کی توہین کی اس کے دل میں زہر آلود تیر پیوست کر دیا جاتا ہے۔	۷۶
۱۱۹	اے قاضی القضاء اولیاء اللہ ؒ پر انکار سے ڈر۔ پھر ڈر۔ اور اگر تجھے ضرور رد ہی کرنا ہے تو اس کی بات کا رد کر جس نے شیخ کا رد کیا ورنہ یہ کام چھوڑ دے۔	۷۶
۱۲۰	ایک قوم نے شیخ پر انکار کیا تو ہلاکتوں میں گر گئے۔	۷۷
۱۲۱	ابن عربی ؒ کے بارے میں مجدد الف ثانی ؒ کا نظریہ۔	۷۸
۱۲۲	**باب نمبر ۵**	۸۰
۱۲۳	میں سمجھ گیا کہ ولی مستور الحال ہے خواہ وہ مشہور ہی کیوں نہ ہو۔ (یعنی ولی کو حقیقۃً لوگ نہیں سمجھ پاتے)۔	۸۰
۱۲۴	لمحہ بھر کی دانائی ایک جہاں کی قیمت رکھتی ہے، سو نادانوں کے سر کی قیمت ایک روٹی کی قیمت کے برابر نہیں۔	۸۱
۱۲۵	اس دانا حکیم نے کتنی خوبصورت بات کہی ہے کہ تو نادان (آدمی) کی صحبت سے منہ موڑ لے۔	۸۲
۱۲۶	شریعت سے تمسخر۔	۸۲
۱۲۷	یعنی شریعت کا مذاق اڑانا اور احکامِ شرع کی توہین کرنا کفر ہے کیونکہ دراصل یہ شریعت کو جھٹلانے اور اس سے انکار کرنے کی علامت ہے۔	۸۲
۱۲۸	اسے کیسے سمجھا جائے جو عام انسانوں کی طرح کھاتا پیتا ہے۔	۸۳
۱۲۹	اولیاء اللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے ظاہر و باطن کا فرق۔	۸۳
۱۳۰	اگر کسی شخص کو اللہ کریم تمہارے علاقے میں بطور ولی مشہور کر دے تو اس کا انکار نہ کرو۔	۸۵
۱۳۱	رموز کے بارے میں اکابر کی تحسین اور بیان حکمت۔	۸۵
۱۳۲	اور ایام فتنہ کے دوران امام احمد بن حنبل ؒ تین دن روپوش رہے۔	۸۷
۱۳۳	زبان عشق اور چڑیا۔	۸۷
۱۳۴	میں عاشق ہوں اور عشاق صرف عشق و محب کی زبان سے بات کرتے ہیں۔	۸۸
۱۳۵	اہل اللہ انکار کرنے والوں پر حجت قائم فرماتے تو کر سکتے تھے کہ وہ نور مبین پر ہیں۔	۸۸
۱۳۶	مشائخ کے شطحیات و ہفوات۔	۸۸
۱۳۷	قولِ بایزید بسطامی ؒ اور اس کی توجیہہ۔	۸۹
۱۳۸	شیخ شبلی ؒ کے قول کی توجیہہ۔	۹۰

۱۳۹	قول شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کی توجیہہ۔	۹۰
۱۴۰	امام غزالی علیہ الرحمۃ کے قول کی توجیہہ۔	۹۱
۱۴۱	''حق اور خلق دونوں ایک'' کا جواب۔	۹۴
۱۴۲	ابن عربی علیہ الرحمۃ اس طرح کی گفتگو اور اس شطح کے باوجود جو کہ ناجائز ہے مقبولین سے نظر آتا ہے اور اولیاء کے شمار میں مشاہد ہوتا ہے۔	۹۸
۱۴۳	ابن عربی علیہ الرحمۃ کو تو قبول کر لینا چاہیے، لیکن ان کی شطحیات کو قبول نہیں کرنا چاہیے۔	۹۹
۱۴۴	خلیفہ امان گل صاحب اپنا خواب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔	۱۰۰
۱۴۵	خلیفہ امان گل سیفی صاحب کراچی والے نے اپنا واقعہ کشف بیان کرتے ہوئے فرمایا۔	۱۰۰
۱۴۶	کبھی کبھی حریفوں کا دل کھینچنے کے لیے ہم رکاب کا سہارا لیتے ہیں ورنہ اس راستہ میں ہم گفتگو سے فارغ ہیں۔	۱۰۱
۱۴۷	اہل اللہ کے ساتھ دشمنی کرنا درحقیقت اپنے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔	۱۰۲
۱۴۸	مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے واقع ہوئی ہوتا کہ اس کی تاویل کریں اور ظاہر سے اس کو دوسری طرف لے جائیں۔	۱۰۳
۱۴۹	انوار رضا کے سہ ماہی رسالہ میں بھی لکھا ہوا ہے کہ یہ کفر ہے۔	۱۰۳
۱۵۰	کشف پر شریعت مقدم ہے۔	۱۰۳
۱۵۱	خلاف شریعت بات کی تاویل۔	۱۰۴
۱۵۲	زر کی قدر زرگر جانتا ہے (اور) جوہر کی قدر جوہری جانتا ہے۔	۱۰۴
۱۵۳	میرے پاس ہر درد اور بیماری کی دوا ہے۔	۱۰۵
۱۵۴	اولیاء اللہ کی ناراضگی کو ظاہر ہونے کو فیض سے خالی مت جان۔	۱۰۵
۱۵۵	**باب نمبر ۶**	۱۰۶
۱۵۶	ہر ولی اللہ کا دشمن ہونا لازم ہے۔	۱۰۶
۱۵۷	سانپ کے بغیر خزانہ نہیں۔ کانٹے کے بغیر پھول نہیں اس کائنات میں غمی کے بغیر خوشی نہیں۔	۱۰۶
۱۵۸	جس زمانے میں بھی کوئی بڑا پایا گیا کمینوں سے اس کا دشمن ضرور سامنے آیا۔	۱۰۷
۱۵۹	لوگوں نے آپ کے سر پر گرم کھولتا ہوا پانی ڈال دیا۔	۱۰۷
۱۶۰	سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے جاہلوں میں بعض جاہل ستایا کرتے تھے۔	۱۰۷

۱۶۱	ظالم سے راہ فرار اختیار کرنے کا جواز تو انبیاء علیہ السلام اور اولیاء کرام کی سنت اور ان کا طریقہ ہے۔	۱۰۸
۱۶۲	وجتنا ہو سکے بلا سے بچو کہ طاقت سے زیادہ بوجھ سے فرار انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے	۱۰۸
۱۶۳	بے شک ہم گروہِ انبیاء کی مصیبت و آزمائش عام لوگوں سے سخت تر ہوتی ہے۔	۱۰۹
۱۶۴	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف دو ہجرتیں کی۔	۱۰۹
۱۶۵	دشت ارچی میں عرفان و معرفت کی اشاعت۔	۱۱۰
۱۶۶	جو شخص بھی عاشق بنتا ہے چاہے نازنین جہاں ہو عشق کے بعد اسے نازک مزاجی راس نہیں آتی بلکہ اب اسے مشقت برداشت کرنا ہوگی۔	۱۱۱
۱۶۷	حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فرمان کے مطابق۔	۱۱۲
۱۶۸	آزمائش کا تیسرا مرحلہ مولانا پیر محمد چشتی اور تمام باطل فرقے۔	۱۱۳
۱۶۹	ہجرت کی فضیلت۔	۱۱۴
۱۷۰	**باب نمبر ۷**	۱۱۸
۱۷۱	انبیاء علیہم السلام صحابہ رضی اللہ عنہم اور اولیاء (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) پر آزمائش۔	۱۱۸
۱۷۲	جس شاخ پر میوہ ہوتا ہے اس پر ہمیشہ نااہلوں کی طرف سے پتھراؤ ہوتا ہے۔	۱۱۸
۱۷۳	جب تو ان کمینوں کی کمینگی کے ساتھ سازگاری کرے گا۔	۱۱۸
۱۷۴	حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے انکار و مخالفت کا یہ عالم تھا۔	۱۱۹
۱۷۵	اند نور برساتا ہے (کہ یہ اس کی فطرت میں داخل ہے) اور کتا بھوں بھوں کرتا ہے۔	۱۲۰
۱۷۶	حضرت سیّدنا ایوب علیہ السلام کی عظیم آزمائش۔	۱۲۰
۱۷۷	اے بھائی زخم کے درد پر صبر کرو۔ تاکہ تم اپنے نفسِ بے دین کے زخم سے محفوظ رہو۔	۱۲۲
۱۷۸	نوکرانی کا ایمان اور بچے کی شہادت۔	۱۲۲
۱۷۹	طائف اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی آزمائش۔	۱۲۳
۱۸۰	ابو طالب کے انتقال کے بعد حضور ﷺ نے قریش سے بہت سی تکلیفیں برداشت کیں۔	۱۲۴
۱۸۱	محمد عربی (جان عالم ﷺ) پر گوبر پھینکا گیا ہے۔" اس نے کہا: "ہاں! اس نے ڈنڈہ اُٹھایا اسے ابوجہل کے سر پر دے مارا	۱۲۷

۱۸۲	ابو جہل وہ خبیث شخص تھا جو قریش کے آدمیوں کو انگیخت کرتا تھا۔	۱۲۸
۱۸۳	حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ حضور سرورِ دو عالم ﷺ کی محبت و عشق میں مست تھے۔	۱۳۰
۱۸۴	حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کثیر مال کے بدلے خرید کر آزاد کر دیا۔	۱۳۱
۱۸۵	اس نے ان کی ٹانگ کے ساتھ رسی باندھ رکھی تھی۔ اس نے حکم دیا انہیں گھسیٹا گیا۔	۱۳۴
۱۸۶	حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کو گرم پتھر پر لٹا دیا جاتا تھا حتیٰ کہ ان کی کمر کا پانی ختم ہو جاتا تھا۔	۱۳۵
۱۸۷	ابو جہل، حضرت سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان کے دل پر نیزہ دے مارا یہ اسلام کی پہلی شہیدہ تھیں۔	۱۳۷
۱۸۸	حضرت سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ کو راہ خدا میں ستایا جاتا تھا۔	۱۳۷
۱۸۹	'ام فلاں! ذرا ترس کرو۔' اس نے کہا: 'اگر تمہیں زیادہ ترس آ رہا ہے تو تم انہیں خرید کر آزاد کر دو۔	۱۳۹
۱۹۰	آپ ﷺ نے فرمایا: اے نعمان! رضی اللہ عنہ ہمیں وہی داستان سناؤ اس نے ابتداء سے لے کر انتہا تک وہ داستان بیان کر دی	۱۴۲
۱۹۱	فرعون کی بیوی کا ایمان اور موت۔	۱۴۳
۱۹۲	حضرت سیّدنا عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ ایمان۔	۱۴۳
۱۹۳	آئمہ مجتہدین تو حضرت سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو خلفاء سے جن شدتوں کا سامنا کرنا پڑا۔	۱۴۵
۱۹۴	جنید بغدادی رضی اللہ عنہ پر کئی بار کفر کی گواہی دی۔	۱۴۶
۱۹۵	حضرت سیدنا شیخ شبلی علیہ الرحمۃ پر کئی بار کفر کی گواہی دی گئی۔	۱۴۶
۱۹۶	نسیمی علیہ الرحمۃ کی کھال ادھیڑی گئی۔	۱۴۷
۱۹۷	شیخ ابو مدین علیہ الرحمۃ کو زندقہ کی تہمت لگائی گئی اور انہیں بجایہ سے تلمسان کی طرف جلاوطن کیا گیا۔	۱۴۷
۱۹۸	شیخ عز الدین بن عبد السلام علیہ الرحمۃ پر کفر کی تہمت لگائی گئی۔	۱۴۷
۱۹۹	حضرت خواجہ احرار علیہ الرحمۃ کے مخالفین اور معترضین۔	۱۴۸
۲۰۰	انہوں نے درشت کلامی کی اور برا بھلا کہا۔ اور کہا: اے کانے! اے دجال! اے حرام کو حلال قرار دینے والے! اے قرآن کو بدلنے والے! اے ملحد! حتیٰ کہ یہاں تک کہہ دیا: اے کتے!	۱۵۲
۲۰۱	ایک مغربی زندیق تمہارے ہاں آ رہا ہے جسے ہم نے اپنے علاقہ سے نکال دیا ہے۔	۱۵۴

۲۰۲	اولیاء کسی نہ کسی مصیبت سے خالی نہیں ہوتے۔	۱۵۸
۲۰۳	جنت (دنیاوی) پریشانیوں کے نیچے ہے اور جہنم نفسانی خواہشات کے نیچے ہے۔	۱۵۸
۲۰۴	قاضی عسکر نے اس کی آدھی داڑھی اور بھنویں منڈوادیں اور اسے گدھے پر الٹا بٹھا کر گھمایا۔	۱۶۰
۲۰۵	جب دہلی قریب رہی اُنہوں نے لوگوں سے پوچھا، اب مذمتیں سنیں، کوئی کہتا: وہ دہلی کا مکار ہے، کوئی کچھ کہتا، کوئی کچھ کہتا۔ انہوں نے کہا: الحمدللہ میری محنت وصول ہوئی۔	۱۶۷
۲۰۶	اہل طریقت کے احترام شریعت کی دلیل۔	۱۶۷
۲۰۷	اہل فکر ونظر کے لئے اہل عطایا پر اعتراض درست نہیں۔	۱۶۸
۲۰۸	اللہ والوں سے دشمنی کی سزا۔	۱۶۸
۲۰۹	اولیاء اللہ سے دشمنی اللہ سے دشمنی ہے۔	۱۶۹
۲۱۰	اولیاء کی ذراسی صحبت ایماندار آدمی کو جنتی بنادیتی ہے۔	۱۷۰
۲۱۱	درس وسعت قلبی۔	۱۷۱
۲۱۲	آج کل ہمعصروں میں حسد اور کینے بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔	۱۷۴
۲۱۳	عالم باعمل کی پہچان یہ ہے کہ تمام امراء واغنیاء اس کے دشمن ہوں کوئی اس کا (دوستی کے ساتھ) معتقد نہ ہو،	۱۷۵
۲۱۴	بے ادب نے نہ صرف اپنے آپ کو خراب کیا بلکہ اطرافِ عالم میں (فتنہ وفساد) کی آگ لگادی۔	۱۷۵
۲۱۵	باب نمبر ۸	۱۷۶
۲۱۶	مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے کا ایک نیک مشورہ، فتنۃ الشدیدۃ کے آخر پر۔	۱۷۶
۲۱۷	دشمن اگرچہ دوستی کے رنگ میں (کچھ) کہے اس کو جال سمجھو اگرچہ (بظاہر) اس کی بات دانہ ہو۔	۱۷۶
۲۱۸	سی دشمن کو کم سمجھ کر حقیر مت جان! کتنے ہی نیک بختوں کی نیک بختی کو زمانے نے ہنسی مذاق میں تہس نہس کر کے رکھ دیا	۱۷۶
۲۱۹	امیر المومنین حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز ﷺ کی نصیحت۔	۱۷۶
۲۲۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے آیا اور آپ سے عرض کیا کہ کہو لا الہ الا اللہ تو آپ نے فرمایا کہ یہ کلمہ تو ٹھیک ہے۔	۱۷۸
۲۲۱	جب تک تو جلے گا نہیں عود کی خوشبو تجھ سے نہیں آئے گی۔	۱۷۸
۲۲۲	ورنہ بیوہ عورت کی طرح گھر کے کونے میں بیٹھ جا۔	۱۷۹
۲۲۳	اگر تو عشق بازی کرتا ہے تو پروانہ بن کر آگ میں جل جا۔	۱۷۹

۲۲۴	باب نمبر ۹	۱۸۰
۲۲۵	شرعی بورڈ جماعت اہل سنت پاکستان۔	۱۸۰
۲۲۶	سنو لوگو! جماعت اہلسنت کے فیصلے کے بعد کسی کو حق نہیں پہنچتا۔	۱۸۵
۲۲۷	کیونکہ اس شخص نے تیری اطاعت کی جس کے ظاہر نے تجھ کو رضامند کیا۔	۱۸۶
۲۲۸	برملا عتاب کرنا اس سے بہتر ہے کہ دل میں کینہ رکھا جائے۔	۱۸۶
۲۲۹	پابندی عہد و معاہدہ	۱۸۶
۲۳۰	اتنا کڑوا مت ہو کہ ذلیل ہوجائے اور اتنا میٹھا مت ہو کہ نگلا جائے۔	۱۹۱
۲۳۱	بہت زیادہ نرمی کرو گے تو دشمن دلیر ہوجائے گا اگر زیادہ سختی کرو گے تو اپنے پرائے ہوجائیں گے۔	۱۹۱
۲۳۲	اٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے۔	۱۹۴
۲۳۳	(پیر سیف الرحمٰن علیہ الرحمہ) کے خلاف جو رسائل لکھے ایک مخالف کے قلم سے سب کو جمع کیا گیا۔	۱۹۴
۲۳۴	الحمدللہ ہماری ہر بات قرآن حدیث صحابہ مجتہدین مذاہب اربعہ سلاسل اربعہ کے اقوال میں اس کی اصل موجود ہے	۱۹۴
۲۳۵	و بات کو سمجھنے (تولنے) کے بعد کر، جس چیز کو کہنا چاہتا ہے۔	۱۹۵
۲۳۶	امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بے ادب کا انجام۔	۱۹۵
۲۳۷	باب نمبر ۱۰	۱۹۷
۲۳۸	کچھ خطرناک باتیں غیرت کرو	۱۹۷
۲۳۹	فساد کسی چیز کے اعتدال کی حد سے گزر جانے کو کہتے ہیں۔	۲۰۰
۲۴۰	ہر وہ بات جو نا قابل اعتماد ہو اس کو خرافہ اور خرافات کہتے ہیں۔	۲۰۰
۲۴۱	کیا پیر محمد چشتی کا خط، خطرے کا سائرن، فتنۃ الشدیدۃ، فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، وغیرہ وغیرہ بھی **فساد فی الارض** میں شامل نہیں ہے۔	۲۰۰
۲۴۲	کسی کے والدین کو گالی دے کر اپنے والدین کو گالی دلوانے کا سبب ہے۔	۲۰۱
۲۴۳	اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اپنے محبوب کی اطاعت میں سرگرم ہوتا۔	۲۰۲
۲۴۴	حضرت امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ہر مسلمان کیلئے یہی مناسب ہے کہ وہ بیہودہ گفتگو کو ترک کردے۔	۲۰۳
۲۴۵	سی نے کہا فلاں برا کر رہا ہے (ٹھیک ہے کرتا رہے) کیونکہ میرے ساتھ نہیں بلکہ اپنی ذات کیساتھ برا کر رہا ہے	۲۰۳

۲۴۶	اے میرے بھائی برے کاموں سے شرم کرو، ورنہ نیک لوگوں کے سامنے شرمسار ہو گے۔	۲۰۳
۲۴۷	جو کوئی درویشوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے، جب تک وہ ذلیل نہ ہو جائے، دنیا سے نہیں جاتا۔	۲۰۴
۲۴۸	لوگوں کی عزتوں میں نہ پڑیں، کیونکہ ان کی عزتوں پر حملہ کرنے سے دل اندھا اور مردہ ہو جاتا ہے۔	۲۰۵
۲۴۹	تاجدار حرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا مانگی ہے۔	۲۰۶
۲۵۰	جو شخص تیرے پیر کو رنج پہنچائے اور تو اس سے رنجیدہ نہ ہو تو کتا تجھ سے بہتر ہے۔	۲۰۷
۲۵۱	باب نمبر ۱۱	۲۱۰
۲۵۲	بطورِ اعتراض مفتی مسلک اعلیٰ حضرت محمد بشیر القادری کراچی والے کا دعویٰ۔	۲۱۰
۲۵۳	باب نمبر ۱۲	۲۱۱
۲۵۴	قیوم جہاں کفر است۔	۲۱۱
۲۵۵	اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا دعویٰ۔	۲۱۳
۲۵۶	امیر دعوت اسلامی محمد الیاس قادری وقاری، ضیائی نے لکھا۔	۲۱۳
۲۵۷	اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے جب بھی کسی مقتدر شخصیت کو اس کی شرعی لغزش پر ٹوکا ہے تو انہوں نے لجاجت، تواضع اور فروتنی کا انداز اختیار کیا ہے۔	۲۱۳
۲۵۸	علامہ صدر الدین محمد بن علاء الدین علی بن محمد ابن ابی العز، حنفی، دمشقی علیہ الرحمہ متوفی ۷۹۲ھ لکھتے ہیں۔	۲۱۳
۲۵۹	کیا اسم مسمیٰ کا عین ہے یا غیر؟۔	۲۱۵
۲۶۰	غور کیجئے اللہ پاک نے اپنی پاک ذات کا وصف حیی، قدیر، روف، رحیم، عزیز، حکیم، سمیع، بصیر، ملک، مومن، جبار اور متکبر بیان کیا ہے اور بعض انسانوں کو بھی ان اوصاف کے ساتھ موصوف کیا ہے۔	۲۱۷
۲۶۱	الحی القیوم کی تشریح۔	۲۲۲
۲۶۲	بلا مؤنۃ کا معنی بلا مشقت ہے۔	۲۲۳
۲۶۳	علامہ اسماعیل حقی، بروسی، حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں۔	۲۲۳
۲۶۴	حضراتِ انبیاء علیہم السلام کا وحی کے وقت لیٹ جانے میں بھی یہی راز تھا کہ جب ان پر وحی واردات الٰہیہ کا ورود ہوتا تو چونکہ وہ صفتِ قیومیہ ہے۔	۲۲۴
۲۶۵	حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی علیہ الرحمہ متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں۔	۲۲۴

۲۶۶	اور بندہ اس وصف (قیوم) میں اس وقت داخل ہو سکتا ہے جب کہ وہ ماسویٰ اللہ سے مستغنی ہوتا ہے۔	۲۲۴
۲۶۷	پس ایسی ذات ہی قیوم ہوتی ہے۔ اس سے تصور پیدا ہوتا ہے کہ قیوم صرف ایک ہی ہوتا ہے۔	۲۲۵
۲۶۸	محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں۔	۲۲۵
۲۶۹	اس صفت (قیوم) سے بندے کا حصہ اس قدر ہے کہ جتنا کہ وہ غیر خدا سے بے نیاز ہوتا ہے۔	۲۲۵
۲۷۰	شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں۔	۲۲۶
۲۷۱	اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔	۲۲۶
۲۷۲	اور انسان کامل کی خلافت کے بیان میں کہ اس کا معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے۔ کہ اس کو تمام اشیاء کا قیوم بنا دیتے ہیں۔	۲۳۱
۲۷۳	یعنی کامل انسان کا معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے۔ کہ بحکم خلافت اس کو تمام اشیاء کا قیوم بنا دیتے ہیں۔	۲۳۳
۲۷۴	پری نے چہرہ چھپالیا اور دیو کرشمہ وناز میں مصروف ہے، حیرت سے عقل جل گئی کہ یہ کتنی عجیب بات ہے۔	۲۴۸
۲۷۵	تمہارا اور سارے جہاں کا قیام ذات حی القیوم سے ہے۔	۲۵۱
۲۷۶	امانت سے کیا مراد ہے۔	۲۵۱
۲۷۷	بزرگوں (رحمۃ اللہ علیہم) کا جذبہ جو کہ صفتِ قیومیت میں فنا ہو جانے کے ذریعہ سے پیدا ہوتا ہے۔	۲۵۳
۲۷۸	شیخ محمد اکرم بن محمد علی براسوی، حنفی، قدوسی، (زمانہ تالیف، ۱۱۳۰ھ) علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔	۲۵۳
۲۷۹	قطب مدار اور قیوم عالم کا شمار اسی قسم میں ہوتا ہے۔	۲۵۳
۲۸۰	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، متوفی ۱۱۷۶ھ، اپنے بارے میں لکھتے ہیں۔	۲۵۴
۲۸۱	مجھے قائم الزماں کے منصب پر فائز کیا گیا ہے۔	۲۵۴
۲۸۲	حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔	۲۵۴
۲۸۳	رب تعالیٰ قیوم حقیقی ہے کہ اس کے ارادہ واذن سے عالم موجود ہے۔	۲۵۴
۲۸۴	اولیاء قیوم بالعرض ہیں کہ جن کے ذریعے عالم کو رب نے قائم رکھا ہے۔	۲۵۴
۲۸۵	دیوبندیوں کے مولانا اللہ یار خان نقشبندی، دیوبندی، نے لکھا۔	۲۵۵
۲۸۶	بعض غوثیت، قطبیت، ابدالیت اور قیومیت وغیرہ کے مناصب پر فائز ہوئے۔	۲۵۵
۲۸۷	انسان کامل۔	۲۵۶
۲۸۸	حضرت صاحب علیہ الرحمۃ قیوم وقت اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے سچے جانشین تھے۔	۲۵۶

۲۸۹	جواہر میں لعل بھی ہزار سال بعد پہاڑ میں آفتاب کے فیض سے تیار ہو کر نکلتا ہے۔	۲۵۶
۲۹۰	انوکھی مثال۔	۲۵۷
۲۹۱	قیّوم کیا ہوتا ہے۔	۲۵۷
۲۹۲	مرتبہ قیومیت پر فائز۔	۲۵۸
۲۹۳	حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ کو الہام ہوا۔	۲۵۸
۲۹۴	حضرت شیخ المشائخ شیخ حسن غوثی علیہ الرحمہ تجدید اور قیومیت۔	۲۵۹
۲۹۵	منکرین قیومیت سے اعلانِ مباہلہ۔	۲۵۹
۲۹۶	جان محمد جالندھری کا مشاہدہ۔	۲۶۰
۲۹۷	قطب شمالی میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی جلوہ فرمائی۔	۲۶۱
۲۹۸	غوث رضی اللہ عنہ پاک کی تشریف آوری کی تصدیق۔	۲۶۲
۲۹۹	سلاسل تصوف کے نگرانوں پر تصرف۔	۲۶۲
۳۰۰	پروفیسر غلام مصطفی رضوی مجددی کا مقالہ پڑھیں اور غور کریں، کیا زبردست سیاست ہے۔	۲۶۳
۳۰۱	باب نمبر ۱۳	۲۶۷
۳۰۲	غیر متناہی کی تحقیق	۲۶۷
۳۰۳	جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول شیخ الحدیث ابو العلاء مفتی عبداللہ قادری اشرفی رضوی برکاتی، ناظم و مہتمم دار العلوم جامعہ حنفیہ قصور (پاکستان) کا فتویٰ۔	۲۶۷
۳۰۴	خباثت: آخندزادہ سیف الرحمٰن کے علوم اور کمالات غیر متناہی ہیں۔	۲۶۷
۳۰۵	مولوی سیف! خارج عن الاسلام ہے کافر و مرتد ہے۔	۲۶۸
۳۰۶	اسی طرح بے علم لوگوں کا مولوی عالم مولوی فاضل بن جانا اور اس کی ڈگری پر خوش ہونا طریقۂ جہال ہے۔	۲۶۸
۳۰۷	چاند روشنی پھیلاتا ہے اور کتّا بھونکتا ہے، ہر کوئی اپنی فطرت کے مطابق چلتا ہے۔	۲۶۹
۳۰۸	دلیل: اللہ عزوجل غیر متناہی۔	۲۶۹
۳۰۹	دلیل: حدیثِ نبوی ﷺ غیر متناہی۔	۲۷۲
۳۱۰	دلیل: سرکارِ دو عالم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم غیر متناہی۔	۲۷۳

۳۱۱	دلیل: عالم ربانی (اولیاء اللہ) غیر متناہی۔	۲۷۳
۳۱۲	دلیل: اعلیٰ حضرت کے فیوضات غیر متناہی۔	۲۷۸
۳۱۳	دلیل: اولیائے کاملین کا دل مخزن انوارِ الٰہی اور معدن اسرارِ متناہی۔	۲۷۹
۳۱۴	ابد کے ایام اور سال غیر متناہی۔	۲۷۹
۳۱۵	اعزازِ مدینہ۔	۲۸۰
۳۱۶	(مفتی کی پیٹھ جہنم کا پل ہے)۔	۲۸۵
۳۱۷	اے بھائی اس قسم کے نکات واشارات مفتی وقت سے بھی عباراتِ لطیفہ سے پوشیدہ ہیں۔	۲۸۵
۳۱۸	مفتی کے لئے تقاضائے احتیاط۔	۲۸۶
۳۱۹	سیدنا حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) نے فرمایا جو علم کے بغیر فتویٰ دیتا ہے۔اس پر زمین وآسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔	۲۸۷
۳۲۰	اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰، لکھتے ہیں۔	۲۸۸
۳۲۱	وتم میں فتوی پر زیادہ بیباک ہے آتش دوزخ پر زیادہ جری ہے۔	۲۸۸
۳۲۲	جسے اس علم سے کچھ حصہ حاصل نہ ہو مجھے اُس پر سوءِ خاتمہ کا خوف ہے۔	۲۹۱
۳۲۳	اگر کوئی شخص دوست کا خط پڑھتا ہو، اگر چہ وہ اس کے معانی کو نہیں جانتا صدرِ محفل کے علم سے زیادہ بہتر ہے، کیونکہ وہ سمندر سے روشن موتی نکالتا ہے۔	۲۹۲
۳۲۴	عارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمہ متوفی ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں۔	۲۹۲
۳۲۵	فائدہ مجلس شوریٰ: جب مولانا ضیاء اللہ سیفی سے جواب نہیں بنا تو کہا یہ قول مولانا امین اللہ سیفی کا ہے، صد تعجب ہے	۲۹۴
۳۲۶	یہ کہنا آسان تھا کہ پیر سیف الرحمٰن نے کہا میرے علوم غیر متناہی ہیں اور یہ عقیدہ کفر کا ہے، مگر نہ دیکھا کہ پیر سیف الرحمٰن کی جان کن کن پاک دامنوں سے وابستہ ہے۔	۲۹۴
۳۲۷	جواب دو! ہم بڑی بے چینی کے ساتھ منتظر ہیں۔	۲۹۴
۳۲۸	**باب نمبر ۱۴**	۲۹۵
۳۲۹	اشارہ کے بیان میں اعتراض، مولانا ابوداؤد صادق نے لکھا۔	۲۹۵
۳۳۰	محمد الیاس گھمن اپنی کتاب، فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ میں بھی یہی لکھتے ہیں۔	۲۹۵
۳۳۱	یہ محض سیفی حضرات کا تشدد ہے کہ بالعموم وہ اپنے ساتھ اختلاف رکھنے والے کے متعلق غلط بیانی۔	۲۹۵

۳۳۲	امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۱۳۴۰، لکھتے ہیں	۲۹۵
۳۳۳	دہلوی مجتہد کی حدیث دانی اور ایک ہی مسئلہ میں اتنی گل فشانی۔	۲۹۵
۳۳۴	صحیح حدیثوں کو نری زبان زوریوں سے مردود و منکر و واہیات بتائیں۔	۲۹۶
۳۳۵	مسئلہ تقویٰ طرق سے نرے غافل۔	۲۹۶
۳۳۶	ان دونوں صاحبوں کے ہادی بالا مرشد اعلیٰ دونوں صاحبوں کے آقائے نعمت مولائے بیعت دونوں صاحبوں کے امام ربانی جناب شیخ مجدد الف ثانی صاحب اپنے مکتوبات جلد اول مکتوب ۳۱۲ میں فرماتے ہیں۔	۲۹۷
۳۳۷	نیز جناب موصوف کے رسالہ مبدء و معاد سے منقول۔	۲۹۸
۳۳۸	حضرت سیدنا علامہ فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی، حنفی علیہ الرحمۃ متوفی ۳۷۵ھ لکھتے ہیں۔	۳۰۲
۳۳۹	أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، پڑھتے وقت اشارہ کرنا اچھا ہے، اور کہا گیا ہے کہ اشارہ نہ کرے اور اسی پر فتویٰ۔	۳۰۲
۳۴۰	حضرت سیدنا امام ابوبکر محمد بن احمد بن ابو سہل سرخسی، حنفی علیہ الرحمۃ متوفی ۵۰۰ھ، وعلامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی، حنفی علیہ الرحمۃ متوفی ۸۵۵ھ، لکھتے ہیں۔	۳۰۲
۳۴۱	ملک العلماء، علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی، حنفی علیہ الرحمۃ متوفی ۵۸۷ھ، لکھتے ہیں۔	۳۰۲
۳۴۲	امام فقیہ ابو الفتح ظہیر الدین عبد الرشید بن ابو حنیفہ ابن عبد الرزاق الولوالجی علیہ الرحمۃ متوفی ۵۴۰، لکھتے ہیں۔	۳۰۲
۳۴۳	الفقہ الامجد طاہر بن عبد الرشید بخاری، حنفی علیہ الرحمۃ متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں۔	۳۰۲
۳۴۴	علامہ ابو الحسن بن ابی بکر مرغینانی، حنفی علیہ الرحمۃ متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں۔	۳۰۲
۳۴۵	علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری، حنفی، علیہ الرحمۃ متوفی ۶۱۶ھ، لکھتے ہیں۔	۳۰۳
۳۴۶	علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری، حنفی، متوفی ۶۱۶ھ، لکھتے ہیں۔	۳۰۳
۳۴۷	علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمۃ متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں۔	۳۰۳
۳۴۸	علامہ محمد بن محمود بابرتی، حنفی علیہ الرحمۃ متوفی ۷۸۶ھ، لکھتے ہیں۔	۳۰۳
۳۴۹	امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی علیہ الرحمۃ، متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں۔	۳۰۴
۳۵۰	علامہ فرید الدین عالم بن علاء، دہلوی علیہ الرحمۃ متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں۔	۳۰۴

۳۵۱	علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی، حنفی رحمۃ اللہ علیہ، ۸۵۵ھ، لکھتے ہیں۔	۳۰۴
۳۵۲	علامہ کمال الدین بن ہمام، حنفی، متوفی، ۸۶۱ھ، اور علامہ قاضی شہیر ملا خسرو حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۸۸۵ھ، لکھتے ہیں۔	۳۰۵
۳۵۳	امام سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی، ۱۰۰۵ھ، لکھتے ہیں۔	۳۰۵
۳۵۴	علامہ یعقوب بن سید علی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی، ۹۳۱ھ، لکھتے ہیں۔	۳۰۵
۳۵۵	علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۸۸ھ، لکھتے ہیں۔	۳۰۵
۳۵۶	سیدی شیخ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی، نابلسی، حنفی، نقشبندی، متوفی ۱۱۴۳ھ، لکھتے ہیں۔	۳۰۶
۳۵۷	حضرت سیدنا ملا نظام الدین، حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی، ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں۔	۳۰۶
۳۵۸	حضرت سیدنا علامہ سدید الدین کاشغری، حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔	۳۰۶
۳۵۹	حضرت سیدنا شیخ مسعود ابن محمود سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔	۳۰۷
۳۶۰	عمدۃ العلماء، زبدۃ الفضلاء شیخ نصیر الدین منائی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔	۳۰۷
۳۶۱	علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ متوفی، ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں۔	۳۰۷
۳۶۲	حضرت سیدنا علامہ لطف اللہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔	۳۰۷
۳۶۳	حضرت سیدنا میر سید شریف، متوفی، ۸۱۶ھ، لکھتے ہیں۔	۳۰۷
۳۶۴	شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی، ۱۰۵۲ھ، وغیرہ لکھتے ہیں۔	۳۰۸
۳۶۵	سیدنا شیخ عبدالغنی غنیمی، دمشقی، حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی، ۱۲۹۸ھ، لکھتے ہیں۔	۳۰۸
۳۶۶	علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ، متوفی، ۱۸۱۰ھ، لکھتے ہیں۔	۳۰۹
۳۶۷	شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہٗ، متوفی، ۱۰۳۴ھ، لکھتے ہیں۔	۳۰۹
۳۶۸	شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ پر تعجب ہے کہ اس نے کہا۔ کہ بہت سے مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے عدم اشارہ منقول ہے۔ لیکن وہ روایت اور درایت کے خلاف ہے۔ کہ ابن ہمام نے علمائے مجتہدین کی طرف جاہل ہونے کی کس طرح نسبت کردی۔	۳۱۴
۳۶۹	حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں۔	۳۱۵
۳۷۰	رسالہ فی بشارہ لاہل الاشارہ (فارسی) (۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۴ء)۔	۳۱۶

۳۷۱	امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی ۳۴۰ لکھتے ہیں۔	۳۱۶
۳۷۲	اب اعلیٰ حضرت خود لکھتے ہیں، فتح القدیر کے حوالہ سے۔	۳۱۶
۳۷۳	امام مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے لکھا۔	۳۱۷
۳۷۴	مولانا وکیل احمد سکندر پوری، علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔	۳۱۷
۳۷۵	**باب نمبر ۱۵**	۳۱۸
۳۷۶	پیر محمد چشتی کا اعتراض سوال، ۲، تقلید کے بارے میں	۳۱۸
۳۷۷	قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنے موقف کی تحریری وضاحت ہماری قومی زبان اردو میں پیش کریں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔	۳۱۸
۳۷۸	غیر مجتہد کو اجتہادی مسائل مجتہدین سے پوچھنا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ انہیں خود اجتہاد کرنا حرام ہے۔	۳۱۹
۳۷۹	جو لوگ اللہ تعالیٰ کی واضح آیات چھوڑ کر اپنے گمراہ باپ دادا کی تقلید کرتے ہیں۔	۳۱۹
۳۸۰	اگر آباؤ اجداد سراپا رُشد وہدایت ہوں تو ان کا اتباع عین مقصود ہے اور انبیاء کی یہی سُنّت ہے۔	۳۱۹
۳۸۱	وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِیْ **ترجمہ:** میں اپنے آباؤ اجداد کے دین کا پیرو ہوں۔	۳۱۹
۳۸۲	علامہ ابوشکور محمد بن عبد السعید سالمی کشی، ماتریدی، حنفی	۳۱۹
۳۸۳	حاذقین وماہرین وراسخین فی العلم کا اتباع اور تقلید واقتداء واجب ہے۔	۳۱۹
۳۸۴	کتاب وسنت کی اہمیت۔	۳۲۰
۳۸۵	امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ۔	۳۲۰
۳۸۶	دوصدی کے بعد مسلمانوں میں تقلید شخصی نے ظہور کیا کم کوئی رہا جو ایک امام معین کے مذہب پر اعتماد نہ کرتا ہو۔	۳۲۱
۳۸۷	سیدی عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی۔	۳۲۱
۳۸۸	مقلد پر واجب ہے کہ خاص اسی بات پر عمل کرے جو اس کے مذہب میں راجح ٹھہری ہو۔	۳۲۱
۳۸۹	ہل سنت تین چار قرن کے بعد ان چار مذاہب پر منقسم ہو گئے۔	۳۲۲
۳۹۰	امام معین کی تقلید واجب کرتے ہیں یہ مذہب ہمارے علما وغیرہم کا ہے۔	۳۲۲
۳۹۱	کبیرہ گناہ علماء نے یوں گنائے کہ عیاذاً باللہ سب میں پہلے تو کفر ہے پھر زنا واغلام وشراب خوری اور مقلد کا اپنے امام کی مخالفت کرنا۔	۳۲۲

۳۹۲	امام غزالی ناقل کہ ترک تقلید شخصی کو منکر و ناروا بتاتے۔	۳۲۳
۳۹۳	مسئلہ تقلید میں ان کے مذہب پر گیارہ سو برس کے ائمہ دین وعلمائے کاملین واولیائے عارفین	۳۲۴
۳۹۴	تقلید ائمہ فرض قطعی ہے بے حصول منصب اجتہاد اس سے روگردانی بد دین کا کام ہے۔	۳۲۴
۳۹۵	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ۔	۳۲۴
۳۹۶	ضرورت تقلید کی منطقی دلیل۔	۳۲۵
۳۹۷	شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ۔	۳۲۵
۳۹۸	سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جو کہ بعد نزول اس شریعت کی اتباع کریں گے۔آں سرور ﷺ کی سنت کی اتباع ہی کریں گے۔	۳۳۰
۳۹۹	حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد از نزول حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب پر عمل کریں گے۔	۳۳۱
۴۰۰	تقلید حضرت سلطان الاولیاء شیخ نظام الدین علیہ الرحمۃ کی	۳۳۵
۴۰۱	جو اہل صواب ہو۔اس سے خطا نہیں ہوتی۔ صاحبدلوں کی خطائیں بھی صواب ہے۔اگر نیک و پاکیزہ رائے ہو۔	۳۳۵
۴۰۲	مقتدی کا سورۃ الفاتحہ پڑھنا جائز نہیں۔	۳۳۶
۴۰۳	تقلید و اتباع کی فضیلت۔	۳۳۷
۴۰۴	قرأت خلف الامام۔	۳۳۸
۴۰۵	ماتریدیہ کی تائید۔	۳۴۰
۴۰۶	حضرت سیدنا نعمان بن ثابت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی عظمت۔	۳۴۰
۴۰۷	حاجی دوست محمد قندھاری، نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ۔	۳۴۱
۴۰۸	امام اعظم نعمان بن ثابت الکوفی جو درحقیقت مفسرین ومحدثین کے امام ہیں زبانِ طعن دراز کرتے ہیں۔	۳۴۱
۴۰۹	حضرت شاہ ابوالحسن احمد نوری علیہ الرحمۃ متوفی، ۱۳۲۴ھ، لکھتے ہیں۔	۳۶۰
۴۱۰	شریعت میں مذہبِ حنفی اور طریقت میں مسلک قادری کے پابند رہیں۔	۳۶۰
۴۱۱	حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔	۳۶۱
۴۱۲	فقیر سے اخلاق رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ صوفیہ المشرب وحنفی المذہب ہو۔	۳۶۱
۴۱۳	مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، علیہ الرحمۃ ۔	۳۶۲

۴۱۴	جس شخص کو شیطان ان بزرگانِ اہل اللہ سے علیحدہ کر دیتا ہے اس کا بحالتِ بیکسی سر کاٹ ڈالتا ہے۔	۳۶۲
۴۱۵	باب نمبر ۱۶	۳۶۴
۴۱۶	حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کو بعض دوستوں کا مشورہ، کچھ نرمی کرو۔	۳۶۴
۴۱۷	حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کا جواب دوٹوک، ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔	۳۶۴
۴۱۸	علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ۔	۳۶۶
۴۱۹	شیخ الاسلام مولانا سیف الدین تفتازانی علیہ الرحمۃ کی شہادت کا واقعہ اس طرح پیش آیا۔	۳۶۷
۴۲۰	!جو شخص اپنے مرشد کے کسی عمل پر اعتراض کرتا ہے چاہے پوشیدہ طور پر ہو یا وقف یا نقیب کے سلسلے میں جس کو اس نے مقرر کیا ہے، جھگڑتا ہے تو وہ اس عہد کو توڑتا ہے جو مرشد نے اس سے لیا ہے۔	۳۶۹
۴۲۱	آزمائش کے وقت ایمان والوں کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔	۳۷۱
۴۲۲	اللہ ﷻ کی راہ میں کمر بستہ رہنے کی فضیلت۔	۳۷۲
۴۲۳	راہ ہدایت۔	۳۷۳
۴۲۴	خبر متواتر ناسخ قرآن ہو سکتی ہے۔	۳۷۴
۴۲۵	ولی نہ تو ریا کار ہوتا ہے، نہ منافق۔ لہٰذا جس کا یہ خلق ہو اس کے دوست کس قدر کم ہوں گے۔	۳۷۴
۴۲۶	باب نمبر ۱۷	۳۷۵
۴۲۷	خالی کتاب پڑھنے سے علامہ پیر محمد چشتی کا دعویٰ۔	۳۷۵
۴۲۸	درویش علماء کے محتاج نہیں ہوتے۔	۳۷۵
۴۲۹	جب تک صفائے باطن نہ ہو راز نہیں کھلتا۔	۳۷۶
۴۳۰	ولانا صاحب سمجھتے ہیں کہ ہمیں سب کچھ حاصل ہے لیکن جو کچھ انکو حاصل ہے فخر و رعونت کے سوا کچھ نہیں۔	۳۷۶
۴۳۱	اور جو اس علم (علم حقیقت) تک نہیں پہنچا وہ حقیقت میں عالم ہی نہیں اگرچہ اس نے ہزاروں کتب پڑھی ہوں۔	۳۷۶
۴۳۲	فقیر (خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ) جب پہلے مشائخ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے حالات کتابوں میں مطالعہ کرتا تھا۔ تو ناتجربہ کار دل میں گزرتا تھا۔	۳۷۷
۴۳۳	ان دو بزرگوں (خواجہ احرار اور خواجہ محمد الباقی قدس سرہما) کی تنقیص لازم آتی ہے۔	۳۷۸

۴۳۴	لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ارباب توحید کی کتابوں کے مطالعہ سے نسبت حاصل کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے مطالعہ کتب سے صرف یہ مقصود ہے کہ ایک گھڑی کے لیے ہی اپنے آپ کو غافل کریں۔	۳۷۹
۴۳۵	شہر کا دروازہ تو بند ہو سکتا ہے لیکن مخالفوں کا منہ بند نہیں ہو سکتا۔	۳۸۰
۴۳۶	**باب نمبر ۱۸**	۳۸۱
۴۳۷	مولانا مفتی اعظم پیر محمد چشتی، چترالی، بطورِ اعتراض اصول تکفیر میں لکھتے ہیں۔	۳۸۱
۴۳۸	ایسے میں انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ کسی مدعی اسلام کی تکفیر اس وقت تک جائز قرار نہ دی جائے۔	۳۸۱
۴۳۹	یعنی اہلِ قبلہ کی تکفیر جائز نہیں ہے۔	۳۸۲
۴۴۰	شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔	۳۸۲
۴۴۱	بیک وقت دو شخصوں کا مقلد ہونا روا نہیں کیونکہ یہ انتقال مذہب ہے جو ناجائز ہے۔	۳۸۳
۴۴۲	صاحب مذہب اور مجتہد کے مابین فرق۔	۳۸۴
۴۴۳	مذہب اہل سنت و جماعت۔	۳۸۴
۴۴۴	انور شاہ کشمیری، دیوبندی متوفی، ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں۔	۳۸۵
۴۴۵	کہ گناہ کی وجہ سے تکفیر نہ کی جائے جو اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے اچھی طرح سمجھ لو۔	۳۸۵
۴۴۶	امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے کسی گناہ کی بنا پر اہل قبلہ کی تکفیر سے منع کیا ہے۔	۳۸۵
۴۴۷	ہزار باتیں اسلام کی کرتا ہو اور ایک کلمہ کفر کہے وہ کافر ہو جائے گا۔	۳۸۶
۴۴۸	اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے یہ بات نہ کہی اور بیشک ضرور انہوں نے کفر کا لفظ کہا اور اسکے سبب مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گئے۔	۳۸۶
۴۴۹	ان خبیثوں کا مذہب یہ ہے کہ ننانوے تولے پیشاب میں تولہ بھر ڈال دو سب گلاب ہو جائے گا، پاک ہے، حلال ہے چڑھا جاؤ۔	۳۸۶
۴۵۰	۹۹ باتیں کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی تو؟	۳۸۶
۴۵۱	شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ۔	۳۸۷
۴۵۲	مفتی پیر محمد چشتی صاحب آپ اپنے آپ کو مسئلہ جبریہ میں مسلمان ثابت کریں یہ مسئلہ اصول سے ہے فروع سے نہیں۔ (شکریہ)	۳۹۴
۴۵۳	تم اسلام کے دائرے میں آلو، اپنا مسلمان ہونا تو ثابت کرلو پھر فرعی مسائل میں گفتگو کا حق ہوگا۔	۳۹۴

۴۵۴	باب نمبر ۱۹	۳۹۵
۴۵۵	بطورِ اعتراض پیر محمد چشتی کا سوال۔	۳۹۵
۴۵۶	اللہ تعالیٰ سے ہونے اور مخلوق سے نہ ہونے کے عقیدہ ویقین رکھنے والوں کو آپ کافر کہتے ہیں۔	۳۹۵
۴۵۷	اس پر حکم کفر یا فتویٰ کفر صادر کرنے کیلئے اسلامی اصول کا خلاف سمجھتا ہوں۔	۳۹۵
۴۵۸	دوسری دلیل کا جواب۔	۳۹۹
۴۵۹	تیسری دلیل کا جواب۔	۳۹۹
۴۶۰	فرقوں کا بیان۔	۴۰۱
۴۶۱	سوادِ اعظم کون ہیں؟۔	۴۰۱
۴۶۲	اہل سنت کون ہیں؟۔	۴۰۱
۴۶۳	قدریہ کا بیان۔	۴۰۳
۴۶۴	قدریہ کے چند چیدہ چیدہ عقائد باطلہ کی نشان دہی (اوران کا کفر ثابت)۔	۴۰۳
۴۶۵	فرقۂ جبریہ کا بیان (اوران کا کفر ثابت)۔	۴۰۶
۴۶۶	اس بات کا بیان کہ قدریہ کے ہاں قدرت فعل سے قبل ہے اوراس کا رد۔	۴۰۷
۴۶۷	جبریہ کے دلائل۔	۴۱۲
۴۶۸	قدریہ کے دلائل۔	۴۱۲
۴۶۹	جبریہ کے دلائل کا رد۔	۴۱۳
۴۷۰	معتزلہ کے دالائل کا رد۔	۴۱۵
۴۷۱	لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔	۴۲۳
۴۷۲	لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا۔	۴۲۵
۴۷۳	علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی علیہ الرحمۃ	۴۲۷
۴۷۴	اے دین میں غور وفکر کرنے والے! یہ معاملہ کیا ہے نہ قدر صحیح ہے اور نہ جبر صحیح ہے۔	۴۲۸
۴۷۵	جس شخص کا مذہب جبر کے علاوہ ہے نبی ﷺ نے فرمادیا وہ مجوسی ہے۔	۴۳۱

۴۷۶	معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی علیہ الرحمۃ	۴۳۱
۴۷۷	س شخص کا مذہب جبر کے علاوہ ہے نبی ﷺ نے فرمادیا وہ مجوسی ہے۔	۴۳۱
۴۷۸	فرمایا جبر یعنی مجبور ہونا دو طرح کا ہے۔ایک اولیاء کا جبر اور دوسرا زندقہ یعنی کافروں کا جبر۔جبر اولیاء یہ ہے کہ ایک شخص اپنی ہستی کو درمیان سے اٹھالے اور خود کو اس کے تصرف میں دیدے۔	۴۳۱
۴۷۹	شیخ المشائخ شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ نے لکھا۔	۴۵۶
۴۸۰	وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ۔	۴۵۷
۴۸۱	وَعَصٰى آدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى	۴۵۸
۴۸۲	دنیا میں جو نیکی اور بدی ہو رہی ہے سب خود کرتا ہے بہانہ عام لوگوں پر ڈالتا ہے۔	۴۵۸
۴۸۳	جہانِ امام ربانی میں ہے۔	۴۵۹
۴۸۴	جبر و قدر، دین اور فلسفہ کے اہم مسائل میں سے ہے۔	۴۵۹
۴۸۵	فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ط	۴۶۲
۴۸۶	قضا و قدر کا راز:	۴۶۶
۴۸۷	عروۃ الوثقٰی حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ۔	۴۶۸
۴۸۸	لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ۔	۴۷۱
۴۸۹	وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ط	۴۷۱
۴۹۰	اگر کوئی دیوانہ کوئی گناہ کرے تو عیب نہیں ہے۔	۴۷۳
۴۹۱	حضور سیّدی کاشف اسرار محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ متوفی، ۱۰۵۴ھ، لکھتے ہیں۔	۴۷۷
۴۹۲	شیخ محمد خیر طمعہ حلبی، البختری، الشامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔	۴۷۷
۴۹۳	حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بدیں مضمون خط لکھا۔	۴۷۷
۴۹۴	وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔	۴۸۱
۴۹۵	اختیاری افعال:۔	۴۸۲

۴۹۶	سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دونوں مذہب باطل ہیں ایک افراط ہے اور دوسرا تفریط۔	۴۸۳
۴۹۷	سرکس کا کرتب ایک اہم مسئلہ کے حل کا باعث ہوا۔	۴۸۵
۴۹۸	ہر شخص کی فکر اس کی ہمت کے مطابق ہوتی ہے۔	۴۸۵
۴۹۹	شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ۔	۴۸۵
۵۰۰	لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ میں کسب اور اکتساب کا فرق۔	۴۸۶
۵۰۱	قدریہ و جبریہ کے بارے میں وہابیوں کے سردار اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ، لکھتے ہیں۔	۴۸۷
۵۰۲	مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ۔	۴۸۷
۵۰۳	مجھے مسئلہ قضاء و قدر کے راز پر بھی اطلاع بخشی گئی ہے۔	۴۸۷
۵۰۴	حضرت امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا مقولہ اختیار اور جبر کے بارے میں۔	۴۸۸
۵۰۵	امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ۔	۴۸۹
۵۰۶	قدری، جبری گمراہ۔	۴۹۰
۵۰۷	جو قرآن و سنت کے بالکل برخلاف ہیں بلکہ ان کے مذاہب کا رد کرنا بدعت واجبہ ہے۔	۴۹۰
۵۰۸	فتنہ میں حق کو ظاہر کرنا۔	۴۹۰
۵۰۹	الجبریۃ۔	۴۹۱
۵۱۰	عقیدہ قدر۔	۴۹۲
۵۱۱	تبلیغی جماعت کے متعلق استفتاء و فتویٰ مؤلف شیخ الحدیث پیر محمد چشتی۔	۴۹۳
۵۱۲	محرکات مصححہ۔	۴۹۴
۵۱۳	محرکاتِ باعثہ۔	۴۹۴
۵۱۴	مذکورہ الفاظ و عقیدہ۔	۴۹۵
۵۱۵	دلیلِ اول۔	۴۹۵
۵۱۶	دلیلِ دوم۔	۴۹۵
۵۱۷	دلیل سوم۔	۴۹۷
۵۱۸	دلیل چہارم۔	۴۹۸

۵۱۹	دلیل پنجم۔	۵۰۳
۵۲۰	دلیل ششم۔	۵۰۳
۵۲۱	دلیل پنجم۔	۵۰۳
۵۲۲	دلیلِ ہفتم۔	۵۰۴
۵۲۳	(نوٹ:(۱) پیر محمد چشتی تیرا یہ عقیدہ غلط ہے شیون کا مسئلہ نیچے باب میں)۔	۵۰۴
۵۲۴	دلیل ہشتم۔	۵۰۴
۵۲۵	احکام ہائے اسلام کے مختلف طریقے۔	۵۰۵
۵۲۶	(نوٹ:(۲) پیر محمد چشتی تیرا یہ عقیدہ غلط ہے شیون کا مسئلہ نیچے باب میں)	۵۰۵
۵۲۷	ایمانِ مجمل کے خلاف۔	۵۰۶
۵۲۸	ایمانِ مفصل کے خلاف۔	۵۰۶
۵۲۹	خلاصہ دلیل۔	۵۰۸
۵۳۰	دلیل دہم۔	۵۰۸
۵۳۱	الفرق بین الفرق میں ہے۔	۵۰۸
۵۳۲	عذرِ گناہ بدتر از گناہ۔	۵۰۹
۵۳۳	دوسرے شبہ کا ازالہ۔	۵۱۲
۵۳۴	مقام عبرت۔	۵۱۳
۵۳۵	شبہ کا ازالہ۔	۵۱۳
۵۳۶	المستصفی من علم الاصول میں ہے۔	۵۱۶
۵۳۷	مسلم الثبوت میں ہے۔	۵۱۶
۵۳۸	خلاصہ مذہب اہل سنت و جماعت۔	۵۱۶
۵۳۹	تحریر الاصول ابن ہمام کی شرح التقریر والتحبیر میں ہے۔	۵۱۷
۵۴۰	استفتاء بخدمت علماء کرام و مفتیان عظام۔	۵۱۷
۵۴۱	(پیر محمد چشتی کا فتویٰ ختم ہوا)۔	۵۱۷

۵۴۲	پیر محمد چشتی نے تبلیغی جماعت والوں بتاریخ ۲۹ ستمبر ۱۹۹۱ء کونشتر پارک میں کافر، اورزندیق کہا، اب امام عبدالشکور سالمی اور مجدد الف ثانی مع حضور سیدی حضرت مبارک صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) نے کافرزندیق کہہ دیا تو آسمان ٹوٹ کر زمین پر آ گیا۔ اس میں غور کرو۔	۵۱۷
۵۴۳	فتویٰ کی عبارت: (۱)۔	۵۱۸
۵۴۴	جس میں آپ نے تبلیغی جماعت کو کافر، زندیق کہا ہے۔	۵۱۸
۵۴۵	فتویٰ کی عبارت: (۲)۔	۵۱۸
۵۴۶	فتویٰ کی عبارت: (۳)۔	۵۱۸
۵۴۷	فتویٰ کی عبارت: (۴)۔	۵۱۸
۶۴۸	**باب نمبر ۲۰**	۵۱۹
۵۴۹	شیون۔	۵۱۹
۵۵۰	سوال: (۳۵) پیر محمد چشتی کا اعتراض۔	۵۱۹
۵۵۱	فتویٰ کی عبارت: (۱) پیر محمد چشتی تم نے لکھا۔	۵۱۹
۵۵۲	دلیلِ ہفتم۔	۵۱۹
۵۵۳	احکام ہائے اسلام کے مختلف طریقے۔	۵۲۰
۵۵۴	محدث اہل سنت پیر محمد چشتی اب یہ شیون کی عبارات کو پڑھو! اور سمجھو اور فیصلہ کرو۔	۵۲۰
۵۵۵	مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ،	۵۲۰
۵۵۶	۵: معرفت۔	۵۲۰
۵۵۷	۶: معرفت۔	۵۲۲
۵۵۸	۷: معرفت۔	۵۲۴
۵۵۹	۸: معرفت۔	۵۲۶
۵۶۰	۹: معرفت۔	۵۲۸
۵۶۱	۱۰: معرفت۔	۵۲۰
۵۶۲	۱۱: معرفت۔	۵۳۰

۵۶۳	۲۰: معرفت۔	۵۳۱
۵۶۴	سیر فی اللہ سے مراد وہ حرکتِ علمیہ ہے جو مراتبِ وجوب میں ہوتی ہے اور جس کا تعلق اسماء وصفات اور شیون و اعتبارات اور تقدیسات وتنزیہات سے ہوتا ہے۔	۵۳۲
۵۶۵	مکاشفہ ۱۰۔	۵۳۲
۵۶۶	مکاشفہ ۱۴۔	۵۳۳
۵۶۷	مکاشفہ ۱۶۔	۵۳۴
۵۶۸	اللہ تعالیٰ کی ذات پر شیون کی زیادتی محض اعتباری ہے اور اُس کی ذات پر صفات کی زیادتی وجودِ خارجی کے ذریعے ہے۔ اس لیے کہ صفات خارج میں ذات پر وجودِ زائد کے ساتھ موجود ہیں۔	۵۳۴
۵۶۹	حضرت تعالیٰ شانہٗ اور شیونات کو جامع ہے ذات فقط کا شہود شیون کی مشارکت کے بغیر افراد کے ساتھ مخصوص ہے۔	۵۳۵
۵۷۰	مکاشفہ ۱۷:	۵۳۶
۵۷۱	ہمارے حضرت عالی غوثِ صمدیت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ وہ "تجلیٰ (جس کو) معارفِ آگاہی حضور محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ نے تجلیٰ ذات کہا ہے)۔	۵۳۶
۵۷۲	حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمۃ کے ہاں ذات الٰہی وہ حقیقت واحدہ ہے۔	۵۳۶
۵۷۳	(اے عقیدۂ جبر کے مدعی) تو جبر کے درخت پر کب تک اچھلتا پھرے گا اور اپنے (خداداد اختیار کو یک سو رکھے گا)۔	۵۴۰
۵۷۴	حضور سیدی حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کا تحقیقی مقالہ۔	۵۴۳
۵۷۵	حمد وصلوٰۃ کے بعد: مسئلہ شیون اور جبریہ کی تحقیق۔	۵۴۳
۵۷۶	**تبصرہ:** تو معلوم ہوا کہ شیونات اور صفات کے درمیان فرق کرنا نہایت دقیق اور محمدی المشرب اولیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا خاصہ ہے۔	۵۴۸
۵۷۷	حکم شرع اس کافر کے بارے میں۔	۵۸۱
۵۷۸	**باب نمبر ۲۱**	۵۸۲
۵۷۹	خداوند کریم کی نعمت کا اظہار کرنا۔	۵۸۲
۵۸۰	مولانا محمد بشیر القادری کراچی والے نے لکھا۔	۵۸۲
۵۸۱	نعمت کا اظہار جائز ہے۔	۵۸۳

۵۸۲	مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۳۹۱ھ، لکھتے ہیں۔	۵۸۳
۵۸۳	قوم کو دعوت دین۔	۵۸۳
۵۸۴	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری علیہ الرحمۃ متوفی، ۳۱۰ھ، لکھتے ہیں۔	۵۸۳
۵۸۵	شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی علیہ الرحمۃ۔	۵۸۴
۵۸۶	امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی علیہ الرحمۃ متوفی، ۵۰۵ھ لکھتے ہیں۔	۵۸۵
۵۸۷	علامہ صلاح بن مبارک بخاری علیہ الرحمۃ متوفی، ۷۹۳ھ، لکھتے ہیں۔	۵۸۵
۵۸۸	مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ۔	۵۸۶
۵۸۹	قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی حنفی، قدس سرہ۔	۵۸۷
۵۹۰	علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی علیہ الرحمۃ متوفی، ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:۔	۵۸۹
۵۹۱	شیخ عبدالقادر عیسی قادری شاذلی، قدس سرہ، لکھتے ہیں۔	۵۹۱
۵۹۲	علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں۔	۵۹۳
۵۹۳	محقق وقت شیخ ابوالحسن شاذلی علیہ الرحمۃ کا اپنے شاگردوں کے نام پیغام۔	۵۹۳
۵۹۴	سیّدی علی الخواص علیہ الرحمۃ کا تحدیث نعمت کا حکم۔	۵۹۴
۵۹۵	قطب الاقطاب شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔	۵۹۵
۵۹۶	مخدوم شاہ شعیب فردوسی علیہ الرحمۃ متوفی، ۸۲۴ھ، لکھتے ہیں۔	۵۹۶
۵۹۷	مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ۔	۵۹۸
۵۹۸	یقین کے درجہ کا حصول۔	۶۰۰
۵۹۹	امام مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی تشریح نعمت کا اظہار۔	۶۰۰
۶۰۰	علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی، متوفی، ۷۷۴ھ، لکھتے۔	۶۰۳
۶۰۱	علامہ شیخ سلیمان جمل، قدس سرہ، متوفی ۱۲۰۴ھ، لکھتے ہیں۔	۶۰۴
۶۰۲	شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں۔	۶۰۴
۶۰۳	دیوبندیوں کے مولانا اللہ یار خان نقشبندی دیوبندی نے لکھا۔	۶۰۴

۶۰۴	اظہار کمالات باطنیہ برائے فائدہ خلق جائز اور چھپانا ناجائز اور چھپانے والا ماخوذ ہوگا۔ ہاں مدار نیت پر ہے۔	۶۰۵
۶۰۵	معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، علیہ الرحمۃ، متوفی، ۶۷۲، ھ، لکھتے ہیں۔	۶۰۵
۶۰۶	حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، متوفی، قدس سرہ، ۹۷۳ھ، لکھتے ہیں۔	۶۰۶
۶۰۷	بطور اعتراض: حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے لکھا مکتوب بنام : حضرت خواجہ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ	۶۰۷
۶۰۸	الجواب: (ا)۔	۶۴۵
۶۰۹	علامہ شیخ عبدالحق دہلوی کے اس کلام میں غور کریں اور سبق حاصل کریں۔	۶۴۵
۶۱۰	مدنی تاجدار ﷺ، قطب العارفین مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ کہ جس کو ہم سے اخلاص ہوگا اُسے ان سے بھی اخلاص ہوگا۔	۶۴۶
۶۱۲	شاہ غلام علی عبداللہ مجددی، دہلوی علیہ الرحمۃ متوفی، ۱۲۴۰، ھ لکھتے ہیں۔	۶۴۶
۶۱۳	حضرت مؤید الدین بیرنگ خواجہ محمد باقی باللہ، کابلی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۳، ھ، لکھتے ہیں۔	۶۴۷
۶۱۴	شیخ عبدالحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۵۲ھ، لکھتے ہیں۔	۶۴۷
۶۱۵	مجھ مصنف کو آخری عمر میں آپ سے نسبت حاصل ہوئی۔	۶۴۸
۶۱۶	آج کل اس فقیر عبدالحق محدث دہلوی کی حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی علیہ الرحمۃ سے صفائی باطن حد سے بڑھی ہوئی ہے۔	۶۴۸
۶۱۷	یہ وہ مکتوب ہے جس پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے اعتراض کیا۔	۶۴۹
۶۱۸	اس مکتوب کا جواب مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی تحریر سے۔	۶۵۰

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

ترجمہ: اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا

گوئے توفیق و سعادت در میان افگندہ اند

کس بہ میدان در نمی آید سواراں را چہ شد

ترجمہ: توفیق و سعادت کا گیند درمیان میں پڑا ہے کوئی بھی میدان میں [illegible]

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

ترجمہ: یہ بڑا اچھا طریقہ ہے کہ دوستوں کا راز دوسروں کی بات میں بطور مثال بیان کر دیا جائے

عمدۃ المقامات

مع

عمدۃ الجوابات

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ پر کئے گئے

اعتراضات کے جوابات

جلد دوم

از

مجلس شوریٰ مجدد الف ثانی ٹرسٹ

ناشر

تبلیغ [illegible]